شناخت



اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں،
ایک بے شناخت کا احوال، شب تاب کی تعمیر
میں مضمر خرابی کی ایک صورت اسے یہاں
وہاں لیے پھر رہی تھی، کبھی اِس ڈگر کبھی
اُس ڈگر... بادلوں سا اُڑتا، ہواؤں سے لڑتا
وہ اپنی اصل کو کھوجتا پھر رہا تھا، دنیا کی بھیڑ
میں اسے اپنے بھی ملے اور بیگانے بھی،
دوست بھی ملے اور دشمن بھی.......
حتیٰ کہ اپنا عکس بھی، بس وہی نہیں مل
رہا تھا جس کی اسے تلاش تھی
وہ اپنے ہونے اور نہ ہونے کے درمیان معلق
اپنے وجود میں بے وجودی کا شکار تھا اور آباد
ہو کر بھی برباد۔ آئینہ خانۂ دہر میں چہرہ چہرہ
خود کو کھوجتے ایک بے شناخت کی داستان

دنیا میں سب ہی جنم لیتے ہیں اور لیتے رہیں گے۔ قدرتی عمل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ نہ پیدائش کو نہ موت کو... مجھے بھی کوئی نہ روک سکا اور میں پیدا ہو گیا۔

لیکن کیسے ہو گیا....؟

جیسے سب ہوتے ہیں' ویسے ہی میں بھی پیدا ہو جاتا' جانداروں میں میرا بھی اضافہ ہو جاتا تو کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوتی۔ دنیا کے سامنے وہی بات کی جاتی ہے' جو قابلِ ذکر ہوتی ہے۔ ایسی بات جو سب سے منفرد' سب سے نمایاں اور بے حد عجیب و غریب ہوتی ہے۔

سورۃ علق میں ربّ العزت نے فرمایا کہ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

خون پھر خون ہے۔ ٹپکے گا تو جم جائے گا۔ جم جائے گا تو انسانی نسل کو آگے بڑھائے گا۔ یقیناً میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہوگا۔ ماں کی کوکھ میں جمنے کے بعد میں ساری دنیا میں قدم جمانے کے لئے آ گیا۔ مگر اس کے باوجود میری پیدائش عجیب و غریب ہے۔

سورۃ الحج میں ربّ العزت نے فرمایا۔ "لوگو! اگر تمہیں حیات بعد ممات کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر گوشت کی بوٹی' سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی' (یہ ہم اس لئے بتا رہے ہیں) تا کہ تم پر حقیقت واضح کر دیں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں' ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو ایک بچہ کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہاری پرورش کرتے ہیں) تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو....."

یقیناً میں بھی ان تمام مراحل سے گزرتا رہا ہوں۔ میں نے بھی اپنی زندگی کے ابتدائی نو ماہ شکمِ مادر کے شفیق اندھیروں میں بسر کئے ہیں۔ انہی اندھیروں میں مجھے زندگی کی پہلی سانس عطا کی گئی۔ پہلی بار دھڑکنوں کی آہٹ سنائی گئی۔ یعنی مندرجہ بالا آیت کے مطابق

ربّ نے چاہا اور میں ہوگیا۔ پھر بھی..... میری پیدائش عجیب وغریب ہے۔

سورۃ سجدہ میں ربّ نے فرمایا۔ ”انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی' پھر اس کی نسل ایک سَت سے چلائی جو حقیر پانی کی شکل میں نکلتا ہے۔“

یعنی نوعِ انسانی کا آغاز حضرت آدمؑ سے کیا گیا، جو براہِ راست مٹی سے بنائے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ نطفے سے چلا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق نہ مٹی سے ہوئی نہ کسی کے نطفے سے... کنواری بی بی مریم اچانک ہی قدرتی طور پر ماں بن گئی تھیں۔ یہ دنیا والوں کے لئے ایک مثال تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ تھا کہ وہ ایک ایسی کنواری عورت سے بھی اولاد پیدا کرسکتا ہے' جسے کبھی کسی مرد نے چھوا تک نہ ہو۔

میری ماں بھی کنواری تھی۔ کسی غیر مرد کا سایہ بھی اس کی تنہائی میں نہیں آیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ماں بن گئی.....

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ایک معجزہ تھی۔ لیکن میری پیدائش سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

کچھ بچے گناہ کا نتیجہ ہوتے ہیں اور کچھ شرعی طور پر میاں بیوی کے باہمی تعاون سے اس دنیا میں آتے ہیں۔ لیکن مجھے لانے میں کسی کا تعاون نہیں تھا۔ پھر بھی میں آگیا۔ کیسے آگیا؟ مجھے کون لایا...؟

اُس معبود نے تو اپنے متعلق کھلی وضاحت کردی۔ ”لَم یَلِد وَلَم یُولَد..... نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد.....“

لیکن مجھے تو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ معبود برحق کسی کی اولاد نہیں ہے۔ لیکن میں تو کسی کی اولاد ہوں.....

میری ماں نے نو مہینے مجھے پیٹ میں رکھا۔ جیسے سارے لوگ اپنی ماؤں کے پیٹ میں رہتے آئے اور اسی پہلے مکان سے دنیا میں آتے رہیں گے۔ ہمارے دین کے مطابق ہر نومولود کے کانوں میں پہلے اذان سنائی جاتی ہے۔ پھر باپ کا نام پھونکا جاتا ہے۔ بس..... یہیں سے میری پیدائش متنازعہ ہوگئی۔ میں نے آج تک (حقیقتاً) اپنے باپ کا نام نہیں سنا۔

دیکھا جائے تو یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ دنیا کے بیشتر بچے اپنے باپ کا نام نہیں جانتے۔ لیکن میری غیرت اور میرا دل کہتا ہے' میرا باپ کہیں ہے یا پھر اس جہان سے گزر چکا ہے۔ کوئی بات ایسی ہے، جو میری پیدائش کو عجیب وغریب بنا رہی ہے۔

وہ کون ہے...؟ یہ تو میری ماں بھی نہیں جانتی... وہ یہ بھی نہیں جانتی کہ اچانک ہی حاملہ

کیسے ہوگئی؟ بے شک وہ بی بی مریم جیسی صورتحال سے دو چار تھی۔ لیکن یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ آج کی دنیا میں معجزے نہیں ہوتے... گناہ ہوتے ہیں۔

اگر ایک عورت اپنے بچے کے باپ کو نہیں جانتی تو وہ بچہ ایک گالی ہے...

دنیا کا کوئی انسان ماں کی گالی برداشت نہیں کرتا۔ میں بھی نہیں کرسکتا۔ مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ میری ماں نے مجھے گالی بنا کر پیدا نہیں کیا ہے۔ میں اس کا ناجائز نہیں' جائز بیٹا ہوں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں سچ کو سچ ثابت کرنا اور جائز کو جائز ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بعض اوقات ناممکن بھی ہو جاتا ہے۔

میری والدہ کا نام سعدیہ علیم تھا اور میرے والد کا نام قربان علی واسطی.... میری پیدائش سے پہلے ہی اس نام کے ساتھ مرحوم لگ چکا تھا۔ یعنی میں یتیم تھا۔ یتیم اُسے کہتے ہیں' جس کا باپ ہو اور مر چکا ہو۔ مجھے یہی سمجھایا گیا تھا۔ بچوں کو جو سمجھایا جاتا ہے' وہ شعور حاصل کرنے تک وہی سمجھتے رہتے ہیں۔

یہ تو میں نے مان لیا تھا کہ میرے والد قربان علی واسطی کا وجود تھا۔ وہ اب نہیں رہا۔ لیکن میری والدہ کا وجود ہونے کے باوجود نہ میں ان سے مل پا رہا ہوں' نہ ہی ان کی کوئی تصویر اب تک میری نظروں کے سامنے آئی ہے۔

میں نے بچپن میں اپنے نانا سمیع اللہ علیم شیرازی سے پوچھا تھا۔ ”سب ہی بچوں کی مائیں ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ میری ماما میرے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟ وہ کہاں ہیں؟“

انہوں نے جواب دیا تھا۔ ”بیٹے...! وہ فردر اسٹڈیز کے لئے لندن میں رہتی ہیں۔ ایک بڑی سائیکاٹرسٹ (ماہر نفسیات) بننے والی ہیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہاں تمہارے پاس آئیں گی۔“

بچوں کو بہلانا آسان ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی مجھے بہلا دیا۔ اگرچہ میں بچپن سے ہی بہت ذہین سمجھا جاتا تھا۔ لیکن خاندانی معاملات میں اپنے نانا جان کی انگلی پکڑ کر چلتا تھا۔ وہ جدھر لے جاتے تھے' اُدھر چل پڑتا تھا۔ جو سمجھاتے تھے' وہ سمجھ لیتا تھا۔ وہ ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کے مالک بھی تھے اور جرمنی سے درآمد ہونے والی دواؤں کی سول ایجنسی بھی ان کے پاس تھی۔

میرے نانا جتنے دیندار تھے۔ اُن کی بڑی ہمشیرہ یعنی میری ماما کی پھوپھی اور میری گرینڈ ما زرینہ بانو اُتنی ہی ماڈرن تھیں۔ زیادہ سے زیادہ ماڈرن بننے کے لئے زیادہ سے زیادہ بے دین ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ گرینڈ ما کی دینی کمزوری نے رشتوں کو کمزور بنا دیا

تھا۔ نانا جان اُن سے متنفر رہتے تھے۔

نفرت اور بیزاری کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ زرینہ بانو کے شوہر یعنی میرے گرینڈ پا راجہ تسلیم نواز مجرمانہ ذہن کے حامل تھے۔ ان کی ابھی ایک دوا ساز کمپنی تھی۔ مگر وہاں اصلی دوائیں کم اور جعلی زیادہ تیار کی جاتی تھیں۔ انہوں نے بلیک افیون سے وائٹ پاؤڈر تیار کرنے کا پلانٹ بھی قائم کر رکھا تھا۔

ان دنوں میں نہیں جانتا تھا کہ ایک عام مجرم کیا ہوتا ہے؟ بدنامِ زمانہ مجرم کسے کہتے ہیں اور انڈر ورلڈ والے کیا ہوتے ہیں؟ یہ معلومات رفتہ رفتہ عمر کے ساتھ حاصل ہونے والی تھیں۔ میرے نانا جان کو شبہ تھا کہ راجہ تسلیم کی مجرمانہ سرگرمیاں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور بہت گہرائی تک چھپی ہوئی ہیں۔

کبھی کبھی نانا جان پر اُن کے مجرمانہ حملے ہوتے رہتے تھے۔ جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا' نانا جان کی دوا ساز کمپنی میں پولیس والوں نے چھاپہ مارا تھا اور جعلی ادویات برآمد کی تھیں۔ وہ دل میں خوف خدا رکھنے والے بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ان کی فیکٹری میں یہ دوائیں تیار نہیں ہوتی ہیں۔ لیکن مال وہیں سے پکڑا گیا تھا اور اس پر انہی کی کمپنی کے لیبل چسپاں کئے گئے تھے۔

نانا جان جیسے دیانتدار' نمازی اور پرہیز گار انسان کو پہلی بار ہتھکڑیاں پہنائی گئیں۔ وہ بڑی مشکلوں سے ضمانت پر رہا ہو کر واپس آئے۔ اسی رات گرینڈ ما نے فون پر اُن سے کہا۔ ''میرے شریف اور ایماندار بھائی! تم نے تو ہمیں نظروں سے گرا رکھا ہے۔ اب تمہاری حیثیت کیا ہے؟ دنیا والوں کی نظروں سے گر چکے ہو۔ تمہاری شرافت کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ دولت کمانے کے لئے آخر تم بھی ہماری ہی راہ پر چل پڑے ہو۔''

انہوں نے کہا۔ ''ایسی باتیں نہ کریں۔ راجہ تسلیم نواز نے مجھے بدنام کرنے کی سازشیں کی ہیں اور آپ خوشی سے بغلیں بجا رہی ہیں؟''

''تم کچھ بھی کہہ لو۔ مگر ہماری صف میں آ گئے ہو۔ آخر ہم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ عدالت میں لاکھ بے گناہی ثابت کرنے کی کوششیں کرو گے۔ مگر نہیں کر پاؤ گے۔''

''میرے ساتھ جو ہوا' وہ خدا بہتر جانتا ہے۔ اگر آپ ایک بہن کی زبان سے بول سکتی ہیں تو بولیں... ورنہ فون پر بھی اپنی آواز نہ سنایا کریں۔''

''میں تمہاری بڑی بہن ہوں۔ تمہارے بھلے کے لئے سمجھاتی ہوں۔ تم نے دوائیں

ایکسپورٹ کرنے کا لائسنس حاصل کیا ہے۔ بہت بڑا ہاتھ مارا ہے۔ میرے راجہ کو ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنا لو۔ تم پر کبھی کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ جس مقدمے میں پھنسایا گیا ہے' ہم وہاں سے تمہیں با آسانی نکال لائیں گے۔''

''ایک کہاوت ہے' بد اچھا بدنام برا... یعنی بد اچھا ہوتا ہے اور بدنام ہونے والا برا بن جاتا ہے۔ میں خوامخواہ بدنامی مول لے کر برا بن رہا ہوں۔ کوئی بات نہیں۔ لیکن بدی کو کبھی اچھا نہیں کہوں گا اور نہ ہی اُسے اپنے صاف ستھرے کاروبار میں پارٹنر بناؤں گا۔''

''تم اپنی شریفانہ اکڑفوں سے باز نہیں آؤ گے۔ یہ بتاؤ' شرافت رہی کہاں...؟ بیٹی نے کنواری ماں بن کر پورے خاندان کا سر جھکا دیا ہے۔ اب وہ بچہ سمجھدار ہو رہا ہے۔ آج نہیں تو کل' اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے۔ ماں یہ بتانے سے قاصر ہے کہ اس نے کہاں اور کس کے پاس منہ کالا کیا تھا؟''

نانا جان نے گرج کر کہا۔ ''بکواس نہ کریں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں' میری بیٹی کس قدر پاکباز اور سچی ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا....''

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''جو کچھ بھی ہوا' دنیا اسے تسلیم نہیں کرے گی۔ جو گناہ سامنے ہے' اسی کو مانے گی۔ تم نے اپنی ہٹ دھرمی سے بیٹی کو ڈبو دیا ہے۔ اگر اس وقت اسے میری بہو بنا دیتے' میرے بیٹے کی خواہش پوری کر دیتے تو وہ دربدر نہ ہوتی۔ بے چاری گھر کی رہی ہے نہ گھاٹ کی....''

بہن کے طعنے زخم تازہ کر رہے تھے۔ وہ اور گھائل ہوتے جا رہے تھے۔ انہوں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ ''خدا کو منظور ہوگا تو وہ ضرور واپس آئے گی۔''

''جب تک تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آؤ گے' خدا بھی تم سے راضی نہیں رہے گا۔ میں پھر سمجھاتی ہوں۔ میرے راجہ تسلیم نواز کو ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنا لیں اور....''

انہوں نے آگے کوئی بات سننے سے پہلے ہی فون بند کر دیا۔ ان دنوں میں بارہ برس کا تھا۔ ایک تقریب میں گرینڈ ما سے سامنا ہوا' وہ مجھے دیکھتے ہی حیرانی سے بولیں۔ ''ارے واہ...! یہ خودرو پودا، جسے کسی نے اُگایا نہیں بڑا پھل پھول رہا ہے۔ قد آور ہو رہا ہے۔ تم تو شاید ابھی بارہ برس کے ہی ہو؟''

میں ان کی باتیں سمجھ نہیں پایا۔ صرف اتنا ہی کہا۔ ''جی ہاں۔ میں پورے بارہ برس کا ہو چکا ہوں۔''

''پھر تو یہ بھی معلوم ہو چکا ہوگا کہ تمہارا کوئی باپ نہیں ہے؟''

''جی ہاں۔ بہت پہلے معلوم ہو چکا ہے' اُن کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔''

''کیا تم نے اپنے نانا سے کبھی پوچھا' انہوں نے تمہارے باپ کو دیکھا بھی ہے؟ یا اتنا ہی پوچھ لو کہ کبھی ماں کو دلہن بنا کر گھر سے رخصت کیا تھا؟ اگر شادی نہیں کی تھی۔ کوئی شوہر نہیں تھا تو تم کیسے پیدا ہو گئے؟ کہاں سے آ گئے؟''

میرے دماغ کو پہلی بار ایک جھٹکا سا لگا۔ یوں لگا' وہ گالی دے رہی ہیں۔ مجھے غصہ آ رہا تھا۔ لیکن میں انہیں گھور کر رہ گیا۔ وہ بولیں۔ ''میں جانتی ہوں' تمہیں اندر سے تکلیف پہنچ رہی ہو گی۔ اب تم بڑے ہو رہے ہو۔ اپنی زندگی کے متعلق تمام حقائق معلوم ہونے چاہئیں۔ ابھی مجھ پر غصہ آ رہا ہے۔ جب تمہارے نانا جان تمہارے سوالوں کے جواب نہیں دے سکیں گے' تب ان پر بھی بہت غصہ آئے گا۔''

نانا جان کاروباری دورے پر باہر گئے ہوئے تھے۔ میں نے گھر آ کر فون کے ذریعہ ان سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ گرینڈ ما میرے مرحوم پاپا کے متعلق کیا کہہ رہی تھیں؟ انہوں نے کہا۔ ''بیٹے...! تم ابھی بچے ہو۔ اپنی گرینڈ ما کی دشمنی کو سمجھ نہیں پاؤ گے۔ ویسے اب تمہیں رفتہ رفتہ سمجھنا چاہئے۔ میں ان سے اور پورے خاندان سے کیوں فاصلہ رکھتا ہوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں ہم سے خدا واسطے کا بیر ہے۔''

''وہ کہہ رہی تھیں' آپ نے میری ماما کو کبھی دلہن بنا کر رخصت نہیں کیا۔ ان کا کوئی شوہر نہیں تھا' یعنی آپ کا کوئی داماد نہیں تھا۔ وہ اتنی بڑی بات کیوں کہہ رہی ہیں؟''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہے۔ پھر بولے۔ ''میں ابھی فون بند کر رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد تمہیں کال کروں گا۔ میرا جواب ایسا ہو گا کہ تمہاری تسلی ہو جائے گی۔ یہ یقین ہو جائے گا' تمہاری پھوپھی صرف کیچڑ اچھالنا جانتی ہیں۔ انہیں جھوٹ بولنے کے سوا اور کچھ نہیں آتا ہے۔''

انہوں نے فون بند کر دیا۔ میں بے چینی سے ان کی کال کا انتظار کرنے لگا۔ زندگی میں پہلی بار ایک توہین آمیز بات سنی تھی اور وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ مسلسل یہی لگ رہا تھا کہ مجھے گالیاں دی جا رہی ہیں۔

اب یہ سوال بھی بری طرح چبھ رہا تھا۔ ''میری ماما اب تک مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟ مجھ سے کیوں چھپ رہی ہیں؟ کیوں منہ چھپا رہی ہیں؟''

یہ بات میرے ذہن میں تھی' اگر نانا جان نے ماما کے متعلق معقول جواب نہ دیا تو میں ان سے ملنے کی ضد کروں گا۔

آدھے گھنٹے سے پہلے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ میں نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''یس نانا جان...!''

جواباً ایک بہت ہی پیار بھری نسوانی آواز سنائی دی۔ ''بیٹے...! میں بول رہی ہوں۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آپ... آپ کون ہیں؟''

''بیٹے! تم نے آج تک ماں کی آواز اس کا لہجہ اور ممتا کی مٹھاس نہیں سنی۔ اس لئے مجھے پہچان نہیں پا رہے ہو۔ میں تمہاری ماما ہوں۔''

میں نے ایکدم سے خوش ہو کر پوچھا۔ ''ماما...! آپ...؟ آپ بول رہی ہیں؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا آپ کو میری یاد نہیں آتی؟ کیا آپ کا دل کبھی مجھ سے ملنے کو نہیں چاہتا ہے؟''

''میرے بچے! تم ایسے بہت سے سوالات کرو گے۔ ان سب کا ایک ہی جواب ہے۔ میں بہت ہی بدترین حالات سے گزرتی رہی ہوں۔ آئندہ تمہیں ایسے حالات سے محفوظ رکھنا ہے اور ایسا میں تم سے دور رہ کر ہی کر سکتی ہوں۔ تم کچھ اور عمر گزارو گے۔ شعور حاصل کرتے رہو گے۔ دنیا کو دیکھتے سمجھتے رہو گے۔ اپنے خاندانی حالات کو اور آستین میں چھپے ہوئے سانپوں کو سمجھتے رہو گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔''

''ماما! میں ابھی بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔ بہت کچھ سمجھ بھی سکتا ہوں۔ پلیز۔ آپ مجھے بتائیں۔''

''نہیں بیٹے! ابھی دن رات تعلیم کی طرف دھیان دیتے رہو۔ مجھے تھوڑا وقت دو۔ میں اور تمہارے نانا جان ہر پہلو سے تمہاری سیکورٹی کے انتظامات کر رہے ہیں۔ تمہارے لئے پناہ گاہیں بنا رہے ہیں۔ اور بھی بہت کچھ کر رہے ہیں تاکہ دشمن کبھی تمہیں بے یارو مددگار نہ بنا سکیں۔''

''یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ گرینڈ ما اور گرینڈ پا میرے بدترین دشمن ہیں۔''

''صرف وہی نہیں ہیں بیٹے! راجہ تسلیم نواز تو محض ایک مہرہ ہے۔ اس کے پیچھے انڈر ورلڈ والے ہیں، جو آکٹوپس کی طرح تمہارے نانا جان کے اربوں کے کاروبار اور تمام اثاثوں کو اپنے شکنجے میں لے لینا چاہتے ہیں۔ یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی اور نہ ہی فی الحال سمجھنا چاہئے۔ اس دنیا کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہو۔ دوست ہو یا دشمن ... کسی پر بھروسہ نہ کرو۔ ہم رفتہ رفتہ تمہیں دشمنوں کے مقابلے میں ناقابلِ شکست بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔''

''ماما! میں آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گا۔ لیکن میری ایک بات مان لیں۔ ایک بار... صرف ایک بار مجھ سے ملیں۔''

''ضرور ملوں گی۔ مگر ابھی نہیں۔ کیونکہ تم ہماری مجبوریاں سمجھ نہیں پاؤ گے۔ دو برس بعد یہاں آکسفورڈ یونیورسٹی میں تمہارا ایزولمنٹ ہونے والا ہے۔ یہاں آؤ گے تو سیدھے اپنی ماما کے پاس ہی پہنچو گے۔ پھر ہم ماں بیٹے ایک ساتھ رہا کریں گے۔''

''یو پرامس ماما...؟''

''اِٹز اے ٹو پرامس مائی چائلڈ...! سی یو... سو فار۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس روز میں بہت خوش تھا۔ پہلی بار اپنی ماما سے بات کی تھی۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پیدا ہونے کے بعد کتنے عرصے تک ان کے پاس رہا تھا؟ ان کا دودھ بھی پیا تھا یا نہیں؟ لیکن ان کی باتوں سے‘ ان کے لہجے سے دودھ کا چٹخارہ مل رہا تھا۔

پھر تو ہر دوسرے تیسرے دن ماما سے باتیں ہونے لگیں۔ انہوں نے درست کہا تھا۔ میری سیکورٹی کے سلسلے میں بہت توجہ دی جا رہی تھی۔ نانا جان نے امیر حمزہ نامی ایک بلیک بیلٹ ہولڈر کو میرا اتالیق اور باڈی گارڈ مقرر کیا تھا۔

ویت نام کی جنگ میں گوریلا فائٹ لڑنے والے ایک فوجی کی بھی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا‘ جہاں اس نے زخم نہ کھائے ہوں۔ وہ بہت ہی سخت جان تھا۔ پچاس برس کی عمر میں بھی ایسا صحت مند تھا کہ چالیس برس کا جوان لگتا تھا۔

وہ ماسٹر فو کہلاتا تھا۔ اسے واقعی گوریلا جنگ لڑنے میں مہارت حاصل تھی۔ دشمنوں کو اپنے پیچھے لگانے اور پھر اچانک ان کے پیچھے پڑ جانے کے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ مجھے طرح طرح کے داؤ پیچ سکھاتا تھا۔ امیر حمزہ اور ماسٹر فو دن رات میرے ساتھ رہا کرتے تھے۔ گرینڈ ما نے ایک روز فون پر مجھ سے بات کی اور کہا۔ ''میں نے سنا ہے‘ آجکل بڑی سخت سکیورٹی میں رہا کرتے ہو؟''

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ ''آپ کو کوئی اعتراض ہے؟''

''نہیں بیٹے...! میں تو بس یونہی پوچھ رہی ہوں۔ ویسے یہ اچھی بات ہے کہ تمہارے نانا جان اپنے نواسے کے آس پاس فولادی دیواریں کھڑی کر رہے ہیں۔ مگر بیٹے! ہم جس زمین پر رہتے ہیں‘ یہ بڑی بے وفا ہے۔ زلزلہ بن کر میلوں دور پھیلے ہوئے پہاڑوں کو زمین بوس کر دیتی ہے۔ فولادی دیواریں بھی اس کی تہہ میں پیوست ہو کر رہ جاتی ہیں۔''

''میں آپ کی یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ اور کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

''میں نے یہ پوچھنے کے لئے فون کیا ہے‘ تم نے اپنے پاپا کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں؟''

''جی ہاں۔ میں نے بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ میرے ایک پاپا تھے‘ جو وفات پا چکے ہیں۔ آپ مجھے ایک باپ سے محروم کر کے میری ماما کو اور مجھے گالی دے رہی تھیں۔ مگر میں آپ کے سامنے بچہ ہوں۔ آپ کا احترام کرتا ہوں۔ جواباً گالی نہیں دوں گا۔''

''بہت ہی سعادت مند بچے ہو۔ کسی نے الٹا سیدھا سمجھایا اور تم نے سمجھ لیا۔ یہ معلوم نہیں کیا کہ اگر تمہارے پاپا تھے تو ان کی کوئی تصویر ہوگی۔ شادی بیاہ کے سلسلے میں تصاویر اتاری جاتی ہیں۔ ویڈیو فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ کیا تم نے ایسی کوئی چیز دیکھی ہے؟''

''یہ ساری چیزیں یقیناً میری ماما کے پاس ہوں گی۔ جب ان سے ملنے جاؤں گا تو سب کچھ دیکھ لوں گا۔ فی الحال ان سے فون پر باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں اپنی ماما پر بھروسہ کرتا ہوں۔ وہ سچی ہیں اور آپ سراسر جھوٹی ہیں۔''

انہوں نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا...؟ تم نے ابھی کیا کہا ہے؟ کیا اپنی ماما سے باتیں کرتے ہو؟''

''جی ہاں۔ ہر دوسرے تیسرے دن ان سے باتیں کرتا رہتا ہوں۔''

گرینڈ ما نے اچانک ہی فون پر ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ ''ارے تم نے ایک ماں کہاں سے پیدا کر لی ہے؟ وہ کون ہے‘ جس سے باتیں کرتے رہتے ہو؟ تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ وہ فون پر بولنے والی تمہاری اپنی ماں ہے؟ کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟''

وہ مجھے الجھا رہی تھیں۔ میں کچھ کچھ الجھ رہا تھا۔ پھر بھی میں نے جواب دیا۔ ''پلیز۔ آپ مجھے بہکانے کی کوشش نہ کریں۔ وہ میری ماما ہیں۔ انہوں نے خود اپنی زبان سے کہا ہے۔ پھر یہ کہ میرے نانا جان کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ انہوں نے ہی ماما سے میری بات کرائی ہے۔''

وہ پھر قہقہہ لگا کر بولی۔ ''تم یقین نہیں کرو گے۔ نانا جان تمہیں بری طرح اُلّو بنا رہے ہیں۔ بے شک۔ تمہاری ماں اس دنیا میں ہے۔ لیکن ابھی وہ تم سے بولنے کے قابل نہیں ہے۔''

میں نے ناگواری سے کہا۔ ''خدا کرے‘ آپ بولنے کے قابل نہ رہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ شیطان سے جتنا بولو‘ وہ اُتنا ہی الجھاتا ہے اور وہ تو

شیطان کی خالہ تھیں۔ ان سے فاصلہ رکھنا ہی بہتر تھا۔ میں نے طے کر لیا' آئندہ ان کی آواز نہیں سنوں گا۔ کوئی بات کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے کئی بار مجھ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں۔ آخر مایوس ہو کر میرا پیچھا چھوڑ دیا۔

مگر وہ میرے نانا جان کا پیچھا چھوڑنے والے نہیں تھے۔ ان کے تمام کاروبار پر قبضہ جمالینے کے سلسلے میں سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ایک سال بعد انہوں نے اچانک ہی نانا جان پر ایک زبردست حملہ کیا۔ ان کی کمپنی سے تیار کردہ دوائیں یورپ کے کئی ممالک میں بھیجی جاتی تھیں۔ ایسی دواؤں سے بھرا ہوا ایک کنٹینر بحری جہاز کے ذریعہ بھیجا جانے والا تھا۔ اچانک ہی اینٹی نارکوٹکس فورس نے چھاپہ مار کر وہ کنٹینر اپنے قبضے میں لے لیا۔

یہ انکشاف ہوا کہ دواؤں کی بوتلوں اور پیکٹس میں ہیروئن اسمگل کی جا رہی تھی۔ نانا جان کے تو ہوش اڑ گئے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ فیکٹری سے بھیجا جانے والا مال کنٹینر تک پہنچتے پہنچتے کیسے تبدیل ہو گیا؟ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگ گئیں۔ انہیں جیل بھیج دیا گیا۔

نانا جان کو اندازہ تھا کہ آگے چل کر بہت برا وقت آنے والا ہے۔ وہ بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے رہے تھے۔ اس کے باوجود یہ سمجھ نہیں پائے کہ دشمنوں نے اندر ہی اندر کس طرح سرنگ بنا کر ان کی فیکٹری کے چند اہم لوگوں کو خرید لیا تھا اور ان کے ذریعہ فیکٹری سے نکالا جانے والا مال تبدیل کر دیا گیا تھا؟ یوں علیم شیرازی جیسے دیانتدار اور دیندار بزنس مین کو منشیات کا اسمگلر ثابت کر دیا گیا۔ ابتدا میں ان کی ضمانت نہیں ہونے دی گئی۔ لیکن ان کا وکیل قانونی داؤ پیچ کا ماہر تھا اور وہ مالی اعتبار سے بھی بہت مضبوط تھے۔ آکر ضمانت پر رہا ہو کر آگئے۔ آتے ہی مجھے حکم دیا کہ لندن جاؤ اور جب تک تعلیم مکمل نہ ہو۔ واپس نہ آؤ۔

یہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات تھی۔ میں لندن جا کر ماما کے ساتھ رہنے والا تھا۔ اسی شام ضروری شاپنگ کے لئے ایک سپر مارکیٹ میں آیا۔ دونوں باڈی گارڈ امیر حمزہ اور ماسٹر فو میرے دائیں بائیں تھے۔ اس مارکیٹ میں داخل ہوتے ہی اچانک شہناز سامنے سے آکر مجھ سے ٹکرا گئی۔

میری گرینڈ ماما کا ایک بیٹا راجہ شاہنواز اور ایک بیٹی شہناز تھی۔ دونوں ہی اپنے ماں باپ کی طرح مغرور تھے۔ کسی بھی تقریب میں سامنا ہوتا تو نفرت سے منہ پھیر کر چلے جاتے تھے۔ اس روز وہ بھرے بازار میں آکر مجھ سے ٹکرا گئی تھی۔

میں نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ غصہ دکھاتے ہوئے بولی۔ ''کیا بات ہے؟ وقت

سے پہلے جوان ہو گئے ہو؟ ممی کہتی ہیں' تم ابھی چودہ برس کے ہو اور میں بیس برس کی ہوں۔ مجھ سے ٹکراتے ہوئے شرم نہیں آتی؟''

میں نے کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ خود ہی آکر ٹکرائی ہو اور مجھے الزام دے رہی ہو؟''

وہ مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ویسے اپنی عمر سے بڑے لگ رہے ہو۔ خوب باڈی بنالی ہے۔ صحت بھی خوب ہے۔ کیا کھاتے ہو؟''

میں اس سے کترا کر جانا چاہتا تھا۔ وہ میرا گریبان پکڑ کر غصے سے بولی۔ ''کہاں جاتا ہے؟ کمینے! بدمعاش! مجھے اکیلی سمجھ کر چھیڑ رہا تھا؟ وہ دیکھ...ادھر تیرا باپ کھڑا ہوا ہے۔''

آگے کچھ فاصلے پر راجہ شاہنواز کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس چار عدد غنڈے موالی تھے۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ماسٹر فو نے کہا۔ ''بھئی یہ لڑکی ٹھیک کہتی ہے۔ کیوں خواہ مخواہ بے چاری کو چھیڑ رہے تھے؟ اب اس کے آدمی تمہاری مرمت کریں گے۔ ہم تو یہاں سے جاتے ہیں۔''

وہ دونوں مجھ سے دور ہو گئے۔ مگر نظروں کے سامنے ہی رہے۔ راجہ شاہنواز سینہ تان کر چلتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اس کے وہ چار غنڈے موالی بھی سائے کی طرح ساتھ تھے۔ ادھر ماسٹر فو اور امیر حمزہ آہستہ آہستہ پوزیشن بدلتے ہوئے ان کے پیچھے پہنچ گئے تھے اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

راجہ شاہنواز نے مجھے بڑی حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تُو نے میری بہن کو چھیڑنے کی جرأت کیسے کی؟''

میں نے کہا۔ ''بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ نانا جان پر تم لوگوں کا زور نہیں چلا۔ وہ ضمانت پر رہا ہو کر آگئے ہیں۔ اب تم سب میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ لعنت ہے تم پر.....لڑائی شروع کرنے کے لئے بہن کو استعمال کر رہے ہو۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''تُو مجھ پر لعنت بھیج رہا ہے؟ میں تجھ پر تھوکتا ہوں۔''

اس نے ''آخ تھو'' کہہ کر میری طرف تھوکا۔ اس سے پہلے ہی میں نے شہناز کو کھینچ کر اپنے آگے کر لیا۔ اس کا تھوک اسی کی بہن کے منہ پر پڑا۔ اس نوجوان حسینہ پر بھرے بازار میں تھوکا گیا تھا۔ وہ توہین کے احساس سے چیخنے' چلانے اور میری گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرنے لگی۔

راجہ شاہنواز نے پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے بھی پینترا بدل کر شہناز کو پھر اس کے سامنے کر دیا۔ بے چاری کے منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ وہ گھونسا اپنے ہی

بھائی کا تھا۔ مگر اس نے محبت سے نہیں، دشمنی سے مارا تھا۔ نتیجتاً ناک سے اور باچھوں سے لہو رِسنے لگا۔

شاہنواز نے دونوں مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کس طرف سے آکر مجھ پر حملہ کرے۔ یہ سمجھ میں آرہا تھا' وہ جدھر بھی جائے گا' ادھر میں اس کی بہن کو آگے کردوں گا۔ اس نے پلٹ کر اپنے غنڈوں کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ پتہ نہیں' ایک منٹ کے اندر وہ چاروں کس طرح اپاہج بن گئے تھے؟ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ سوال پیدا ہوا' ان کی یہ حالت کس نے کردی ہے؟

راجہ شاہنواز نے امیر حمزہ اور ماسٹر فو کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ادب سے سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ اسے یاد آیا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ دونوں میرے دائیں بائیں چلتے ہوئے مارکیٹ میں داخل ہوئے تھے۔ اس نے غصے سے اپنے غنڈوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اے...! تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟''

انہوں نے ماسٹر فو اور امیر حمزہ کی طرف اشارہ کیا۔ راجہ شاہنواز نے بے بسی سے تھوک نگلتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا۔ ''اچھا تو یہ دونوں تمہارے باڈی گارڈز ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ان کی باتیں جانے دو۔ تمہاری بہن میری گرفت میں ہے۔ اسے چھڑا کر لے جاؤ۔''

وہ بڑی بے بسی سے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے منہ پر تھوک پھیلا ہوا تھا۔ میری گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اسے ڈوپٹے سے منہ پونچھنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔ راجہ شاہنواز نے سمجھ لیا تھا' میرے آگے' پیچھے' دائیں' بائیں سے آکر حملہ کرے گا تو مار اس کی بہن کو ہی پڑے گی۔

اس مارکیٹ میں دور تک اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ تماشہ ایسا تھا کہ سب ہی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک دکاندار کہہ رہا تھا۔ ''یہ لڑکی بہت مغرور ہے۔ مجھے بے ایمان دکاندار کہہ رہی تھی اور باتیں سنا رہی تھی۔''

دوسرے دکاندار نے کہا۔ ''یہ دونوں بھائی بہن ابھی میری دکان کے سامنے کھڑے ہوئے اس جوان کو دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ بے چارہ اس طرف آیا' یہ لڑکی تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی جان بوجھ کر اس سے ٹکرا گئی۔ صاف پتہ چلتا ہے' یہ اپنے غنڈوں کے ذریعہ اس سے جھگڑا کرنے آئے تھے۔''

دوسرے دو چار دکانداروں نے اس بات کی تائید کی۔ اس بھیڑ میں کتنے ہی لوگ انہیں لعنت ملامت کرنے لگے۔ میں نے شہناز کو بھائی کی طرف دھکا دے کر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''بھائیو...! ان سے کچھ نہ کہو۔ میں انہیں معاف کر رہا ہوں۔ آپ بھی معاف کریں۔ یہ اچھی خاصی سزا پا چکے ہیں۔''

شہناز کا چہرہ سوج گیا تھا۔ وہ اپنے ڈوپٹے سے تھوک کو اور لہو کے دھبوں کو پونچھ رہی تھی۔ پھر اپنا منہ چھپاتی ہوئی بھائی کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ میں خوشی کے مارے اپنے دونوں باڈی گارڈز کے پاس آکر ان سے لپٹ گیا۔ ان کی ٹریننگ نے مجھے اس قابل بنایا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایک ایکشن ہیرو کی طرح اپنے دشمنوں کا سامنا کیا تھا اور ان استادوں کی تربیت کے مطابق جنگ لڑے بغیر کامیابی حاصل کی تھی۔

اس رات گرینڈ ما اور گرینڈ پا نے کئی بار فون کے ذریعہ مجھ سے رابطہ کرنا چاہا۔ لیکن میں ان کی آواز سنتے ہی فون بند کر دیتا تھا۔ نانا جان نے سنا تھا کہ میں نے اور میرے باڈی گارڈز نے شہناز اور شاہنواز کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟

وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ انہوں نے امیر حمزہ اور ماسٹر فو کو پچاس پچاس ہزار روپے انعام کے طور پر دیتے ہوئے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے' میرے لائحہ عمل کے مطابق میرا نواسہ اپنی مدد آپ کرنے کے قابل ہوتا جا رہا ہے۔''

وہ دوسری صبح دس بجے میرے ساتھ ائیر پورٹ آئے۔ مجھے رخصت کرتے ہوئے بولے۔ ''جاؤ بیٹے...! آئندہ تمہیں بڑے بڑے چیلنجز کا سامنا کرنا ہے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر اپنے اعمال درست رکھو گے۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤ گے تو خدا تمہیں ہر تکلیف سے بچائے رکھے گا۔''

انہوں نے میری پیشانی کو بوسہ دے کر رخصت کیا۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہتے تھے۔ ہم تینوں لندن پہنچ گئے۔ میں نے اب تک اپنی ماما کی آواز سنی تھی۔ ان کی صورت نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کوئی تصویر مجھے دکھائی گئی تھی۔

میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ایک ماں اپنے بیٹے کے لئے اس قدر پراسرار کیوں بنتی آرہی ہے؟ ایسی پراسراریت کے باوجود سامنا تو ہونا ہی تھا۔ اس روز میں نے ائیر پورٹ کی وزیٹرز لابی میں پہلی بار انہیں دیکھا۔ وہ بہت اچھی' بہت پیاری پیاری سی تھیں۔ یقیناً میری تصویریں دیکھتی رہی ہوں گی۔ مجھے وہاں دیکھتے ہی پہچان گئیں۔ میرے لئے دونوں بانہیں پھیلاتے ہوئے بولیں۔ ''بیٹے! میں تمہاری ماما ہوں۔''

میں فوراً ہی آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گیا۔ بڑے جذبے سے بولا۔ ''آئی لو یو ماما! چودہ برس کے بعد پہلی بار آپ کو پا کر اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔''

وہ مجھے تھپکتے ہوئے بولیں۔ ''تمہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے دل کی دھڑکنیں میرے سینے سے لگی ہوئی ہیں اور مجھ سے بہت کچھ کہہ رہی ہیں۔''

ہم ماں بیٹے بڑی دیر تک ایک دوسرے سے لگے محبت بھری باتیں کرتے رہے۔ پھر ماما نے الگ ہو کر ایک جوان شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ڈاکٹر دانیال ہیں۔ گھر پہنچ کر ان کا مکمل تعارف کراؤں گی۔''

میں نے اپنے دونوں باڈی گارڈز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو فون پر بتایا تھا کہ ماسٹر فو اور امیر حمزہ میرے ساتھ آ رہے ہیں۔ نانا جان نے بھی ان کے بارے میں آپ سے بہت کچھ کہا ہوگا۔''

ڈاکٹر دانیال نے دونوں باڈی گارڈز سے مصافحہ کیا۔ ماما نے کہا۔ ''میں انہیں جانتی ہوں۔ اب یہاں سے چلو۔ باقی باتیں گھر پر ہوں گی۔''

نانا جان نے لندن کے ایک پوش علاقے میں میرے لئے بہت ہی خوبصورت بنگلا خریدا تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ انہوں نے اور کتنے ملکوں میں کہاں کہاں میرے لئے جائیداد بنائی ہے؟ یہ مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے والا تھا۔

وہ بنگلا واقعی بہت خوبصورت تھا۔ میرے لئے ایک برطانوی اور ایک پاکستانی گورنس رکھی گئی تھی۔ بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والا ایک باورچی تھا اور ایک پٹھان چوکیدار تھا۔ ان کے علاوہ دو سکیورٹی گارڈز دن کو اور دو رات کو ڈیوٹی دینے کے لئے رکھے گئے تھے۔

امیر حمزہ اور ماسٹر فو وہاں پہنچتے ہی بنگلے کے اندر ایک ایک حصے میں جا کر ایک ایک چیز کو چیک کرنے لگے۔ دونوں گورنس اور باورچی سے بھی باتیں کرتے رہے۔

ماما نے کہا۔ ''بیٹے...! جا کر شاور لو اور فریش ہو جاؤ۔ ہم یہاں انتظار کریں گے۔ پھر تم سے ضروری باتیں کرنے کے بعد چلے جائیں گے۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''آپ کہاں جائیں گی؟ کیا میرے ساتھ نہیں رہیں گی؟''

''تم شاور لو۔ پھر ہم باتیں کریں گے۔''

میں نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''شاور لینا ضروری نہیں ہے۔ پہلے ہم باتیں کریں گے۔''

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے بولیں۔ ''تو پھر میرے ساتھ بیڈ روم میں چلو۔ ہم ماں بیٹے

تنہائی میں باتیں کریں گے۔''

میرے لئے ایک بہت ہی آرام دہ بیڈ روم تیار کیا گیا تھا۔ میں نے وہاں آ کر کہا۔

''سب سے پہلے مجھے میرے پاپا کی تصویر دکھائیں۔''

''تصویر بعد میں دیکھ لینا۔''

وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گئیں۔ میں ان کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''آپ نے فون پر وعدہ کیا تھا' مجھے شادی کی تصویریں دکھائیں گی۔ ان میں پاپا کی بھی تصویریں ہوں گی۔''

وہ سر جھکا کر اپنی پیشانی کو انگلیوں سے سہلانے لگیں۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا ماما...؟''

انہوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بیٹے...! بعض سچائیاں بڑی کڑوی ہوتی ہیں۔ لاکھ چھپانے کے باوجود ایک نہ ایک دن ظاہر ہو جاتی ہیں۔''

ان کی باتوں سے لگ رہا تھا' وہ میری زندگی میں کچھ کڑواہٹ گھولنا چاہتی ہیں۔ میں توجہ سے سن رہا تھا۔ وہ بول رہی تھیں۔ ''تمہارے نانا جان نے کہا ہے' اب تم سے حقیقت چھپائی نہیں جا سکے گی۔ میں بھی اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم یہاں آ گئے ہو تو تمہیں میری حقیقت معلوم ہو گی۔''

انہوں نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے معاف کرنا میرے بچے! حقیقت یہ ہے کہ.... میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔''

میرے ذہن کو ایسا جھٹکا لگا کہ میں ایک دم ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ ان کی اس بات کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ کے سائے سے نکالتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''تم آج تک جو سنتے رہے' وہ غلط تھا۔ ابھی جو سن رہے ہو' یہ درست ہے۔ میرا نام شیبا دانیال ہے۔ میرے شوہر ڈاکٹر دانیال ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم دونوں یہاں ایک نفسیاتی ہوسپٹل میں بحیثیت ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔''

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پاؤں پٹخ کر بولا۔ ''یہ میرے ساتھ کیا مذاق کیا جا رہا ہے؟ میری ماما کہاں ہیں؟ میرے پاپا کہاں ہیں؟ نانا جان اب تک مجھ سے جھوٹ کیوں بولتے رہے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''پلیز کول ڈاؤن اینڈ سٹ ڈاؤن۔ جوش میں آ کر جذباتی ہو کر سوچو گے'

بولو گے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جو حالات پیش آ رہے ہیں' ان کا حوصلے سے سامنا کرو۔"

میں نے کہا۔ "صرف ایک آخری بات مجھے بتائیں' میری ماما کہاں ہیں؟ مجھے ان سے دور کیوں رکھا جاتا ہے؟"

"تم ان سے ضرور ملو گے۔ مگر آج نہیں کل۔"

"آج کیوں نہیں؟"

"ملاقات کا وقت گزر چکا ہے۔ کل صبح دس بجے ان سے مل سکو گے۔"

"وہ میری کیسی ماما ہیں؟ اپنے بیٹے سے بھی ملاقات کا وقت مقرر کر رہی ہیں۔ اس سے آگے یا پیچھے مل نہیں سکتیں۔ کیا ان کے دل میں ایک ذرا سی بھی ممتا نہیں ہے؟"

"کل صبح تمہیں اپنے تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔ یہاں آرام سے بیٹھو اور مجھ سے باتیں کرو۔"

میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ سے کیا بات کروں؟ آج تک جتنی باتیں کیں' وہ سب جھوٹ ثابت ہوئیں۔ اب کیا یہاں بیٹھ کر مجھ سے سچ بولیں گی؟"

"ہاں۔ بولوں گی۔ پہلے اپنے دماغ سے گرمی نکالو۔"

"آپ صحیح باتیں کریں گے تو دماغ خود ہی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کیا یہ بتانا چاہیں گی' میرے پاپا کے متعلق سچ کیا ہے؟"

ڈاکٹر شیبا کا سر جھک گیا۔ میں نے پوچھا۔ "گرینڈ ما جو کہتی ہیں' کیا وہ سچ ہے؟ کیا میرے پاپا کا کوئی وجود نہیں تھا؟ اگر نہیں تھا تو میں کیسے پیدا ہوا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پلیز۔ ایسی کوئی بات نہ کرو' جس سے تمہاری ماما کی عزت اور شرافت پر حرف آتا ہو۔"

"آپ سچ بولیں گی تو گرینڈ ما کا جھوٹ حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔"

انہوں نے کہا۔ "سب ہی جانتے ہیں' تمہاری ماما اور میں بچپن کی سہیلیاں تھیں۔ تعلیم کے معاملے میں ہمارے راستے جدا ہو گئے تھے۔ لیکن دوستی کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ہم ایک دوسرے کی اچھی بری ہر طرح کی عادتوں سے خوب واقف تھیں۔ یوں کہہ لو! رازدار سہیلیاں تھیں۔ میں تب بھی یہی کہتی رہی اور آج بھی کہتی ہوں' وہ فطرتاً شرمیلی تھی۔ کبھی کسی اپنے یا پرائے نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ یہ ایسی حیران کرنے اور پاگل کرنے والی بات تھی کہ وہ تمہاری پیدائش سے پہلے ہی ابنارمل ہو گئی۔"

میں نے ذرا ٹھٹک کر انہیں دیکھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔ "تم مجھ

سے پوچھ رہے ہو تو یقین کرو' میں تمہیں مس گائیڈ نہیں کروں گی۔ تمہاری ماما کے دامن پر جو دھبہ لگایا گیا' وہ جلد ہی مٹ جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "خدا کرے' ایسا ہی ہو۔ میری پیدائش کے معاملے میں مجھے کسی طرح کی کوئی گالی نہ پڑے۔ دنیا والوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ مگر تان یہیں آ کر ٹوٹتی ہے کہ پاپا کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہونی چاہئے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس گئیں۔ اس کے دونوں پٹ کھولتے ہوئے بولیں۔ "اس میں تمہارے لئے ملبوسات ہیں۔ ضرورت کی کئی چیزیں ہیں۔ مگر سب سے اہم یہ دو ڈائریاں ہیں۔ تمہاری ماما وقتاً فوقتاً ڈائری لکھتی رہتی تھیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان ڈائریوں کو دیکھتا ہوا الماری کے پاس آیا۔ وہ بولیں۔ "تم انہیں ترتیب سے پڑھو گے تو اپنی ماما اور پاپا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

میں نے ایک ڈائری کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "نہیں... پہلے شاور لو۔ فریش ہو جاؤ۔ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کچھ کھاؤ پیو۔ اپنے فیوچر کے متعلق باتیں کرو۔ جب ہم یہاں سے چلے جائیں' تب ان ڈائریوں کو پڑھتے رہنا۔"

میں نے بے چین ہو کر کہا۔ "پلیز آنٹی! پہلے مجھے پڑھنے دیں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولیں۔ "ڈونٹ بی ایکسائٹڈ.... یہاں جو دو گورنس ہیں' وہ تمہارے موڈ کے مطابق تمہیں زندگی گزارنے نہیں دیں گی۔ اب تمہیں وقت کے مطابق سونا' جاگنا' پڑھنا' لکھنا اور کھانا پینا ہوگا۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "میرے وہ دو باڈی گارڈز پہلے ہی کیا کم ہیں؟ مجھے صبح پانچ بجے ہی اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق ٹریننگ دیتے رہتے ہیں۔ اب یہاں دو گورنس کی روٹین کے مطابق زندگی گزارنی ہوگی۔"

"لائف کے ہر معاملے میں' ہر شعبے میں ڈسپلن لازمی ہے۔ جاؤ... شاور لو۔"

انہوں نے الماری بند کر دی۔ پھر اسے لاک کرتے ہوئے کہا۔ "اس کمرے کی تمام چابیاں میرے پاس ہیں۔ یہاں سے جاتے وقت دوں گی۔"

وہ چابیاں لے کر بیڈروم سے باہر چلی گئیں۔ میں نے بے بسی سے مقفل الماری کی طرف دیکھا۔ پھر فریش ہونے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ مجھے یاد نہیں ہے۔ میں نے اگلے دو گھنٹے کس طرح ڈاکٹر شیبا اور ان کے شوہر کے ساتھ گزارے؟ جب وہ چابیاں دے

کر چلی گئیں تو میں تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈروم میں آیا۔

برطانوی گورنس میڈم مارتھا نے کہا۔ ”ٹھیک دو گھنٹے بعد ڈنر کے لئے گانگ بجے گا تو تم ڈائننگ روم میں آجاؤ گے۔“

پاکستانی گورنس رحمانی بیگم نے پوچھا۔ ”آپ سافٹ ڈرنک میں کیا پسند کرتے ہیں؟“

”کچھ بھی پسند کر لیتا ہوں۔ پلیز۔ دو گھنٹے تک کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔“

میں نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر الماری کھول کر ایک ڈائری نکالی۔ وہ میرے ہاتھ میں آئی تو یوں لگا' جیسے اس کے اندر میرے پاپا چھپے ہوئے ہیں۔ اسے کھولتے ہی سامنے آجائیں گے۔

میں ایک ایزی چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔ دوسری صبح ماں کی صورت دیکھنے والا تھا۔ اس سے پہلے اس کی تحریر پڑھنے کو مل رہی تھی۔ میں نے ڈائری کا پہلا ورق کھولا۔

ایک صفحے پر ماما نے لکھا تھا۔ ”ہم تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح رہتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کرتے ہیں' اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ جبکہ تقدیر اپنی چابی سے ہمیں چلاتی ہے۔ جب چاہتی ہے' بٹن دبا کر روک دیتی ہے۔ بعض اوقات ایسے تماشے دکھاتی ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں ہوتا۔

میں ڈائری لکھنے کی عادی نہیں ہوں۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں، جو مجھے حیران کر رہے ہیں اور میں پریشان بھی ہو رہی ہوں۔ سوچتی ہوں' کسے اپنے اندر کا حال سناؤں؟ معاملات ایسے ہیں کہ کسی کو رازدار نہیں بنایا جاسکتا۔ لہٰذا اندر کا غبار نکالنے کے لئے لکھنے بیٹھ جاتی ہوں۔

ہر روز لکھنے کا ارادہ نہیں ہے۔ جو حالات و واقعات میرے اندر انتشار پیدا کریں گے' میری زندگی میں تبدیلیاں لانے والے ہوں گے اور میرے اندر تحریک پیدا کریں گے تو میں انہیں لکھنے بیٹھ جایا کروں گی۔

میرے والد سمیع اللہ علیم شیرازی اپنے ملک میں اور ملک سے باہر ایک نہایت ہی شریف اور دیندار بزنس مین تسلیم کئے جاتے ہیں۔ میں بچپن سے انہیں دیکھتی اور ان سے متاثر ہوتی آرہی ہوں۔ لیکن ....

ہم بچپن میں جو چہرے دیکھتے ہیں' وہ جوانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ ان کرداروں کی خصوصیات بھی تبدیل ہوجاتی ہیں۔ میرے والد علیم شیرازی بچپن میں کچھ نظر آتے تھے' جوان ہوئی تو کچھ اور دکھائی دینے لگے۔ میں یونیورسٹی میں اسلامک لٹریچر کی اسٹڈی کر رہی

ہوں۔ دین و دنیا دونوں کو سمجھ رہی ہوں۔ لیکن ہمارا دین جیسا کہتا ہے' میرے ڈیڈی ویسے نہیں ہیں۔

بے شک۔ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ بڑی حد تک دینی احکامات کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کے مالک ہیں۔ اپنی نگرانی میں انتہائی دیانتداری سے کسی ملاوٹ کے بغیر دوائیں تیار کراتے ہیں۔

اگر ایمانداری سے کاروبار کیا جائے تو معقول منافع حاصل ہوتا ہے۔ دوا ساز کمپنی کا کوئی بھی ایماندار مالک لکھ پتی یا کروڑ پتی تو بن سکتا ہے مگر میرے ڈیڈی شاید ارب پتی بن چکے تھے۔ یا ان کے پاس اس سے بھی زیادہ دولت جمع ہو رہی تھی اور یہ کیسے ہو رہی تھی' میں اچھی طرح نہیں جانتی۔

ڈھکی چھپی باتیں مشکل سے سمجھ میں آتی ہیں۔ اِن دنوں ضیاء الحق کی حکومت قائم ہے۔ اسلامی نظام رائج کرنے کا خوب چرچا ہو رہا ہے۔ حدود آرڈی ننس اور دیگر اسلامی تعزیراتی قوانین نافذ کئے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود تعلیم یافتہ طبقہ سمجھ رہا ہے کہ اسلامی نظام کی آڑ میں سیاسی کھیل کھیلا جا رہا ہے اور اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کے لئے زرخرید علماء کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں۔

اسی طرح میں سمجھ رہی تھی کہ ڈیڈی میرے نام سے سوئٹزرلینڈ' لندن' نیویارک اور کینیڈا وغیرہ میں جائیدادیں خرید رہے ہیں۔ جب ایک سوئس بنک کے کاغذات پر میرے دستخط لئے گئے۔ تب پتہ چلا' وہاں میرے نام سے دس من سونا جمع کیا گیا ہے۔ وہ اسلامی نظام کی کابینہ میں مشیر کی حیثیت سے شامل تھے۔ کوئی ان کا محاسبہ کرنے والا نہیں تھا۔

میں نے پوچھا۔ ”ڈیڈ! ہمارے پاس اتنی دولت کہاں سے آرہی ہے؟“

انہوں نے جواب دیا۔ ”کچھ کاروبار سے آرہی ہے اور کچھ سیاست سے...تم میرے بزنس کو بہت حد تک سمجھ رہی ہو۔ مگر سیاست سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی لینا چاہئے۔ تمہارا فیوچر بہت ہی شاندار اور محفوظ ہے۔“

بے شک۔ مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سلسلے میں کچھ لکھنا چاہوں گی۔ میں نے ڈیڈی سے پھر کوئی بحث نہیں کی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ وہ بہت ہی پراسرار ہیں۔ اپنے طور پر بڑی رازداری سے عزت' شہرت اور دولت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔

ان کی ذاتی گھریلو زندگی میں' میں ہوں اور میری امی ہیں۔ میں ایک ہی بیٹی ہوں۔

کوئی بیٹا نہیں ہے۔

ایک بار ممی کے رویے سے پتہ چلا کہ ان کی کوئی سوکن ہے اور اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ وہ اس بات سے پریشان رہتی تھیں کہ اب سوکن کا پلڑا بھاری رہے گا۔

مگر اس سے پہلے ہی ڈیڈی نے اُن کی سوکن کو طلاق دے دی تھی۔ اس سے ہونے والے بیٹے کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ ان دنوں میں آٹھ برس کی تھی۔ ایسے معاملات کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ ڈیڈی نے اس خاتون کو کیوں طلاق دی ہوگی اور بیٹے کو کیوں تسلیم نہیں کیا ہوگا' اب کچھ کچھ سمجھ میں آرہا ہے۔"



میں ڈائری پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ میرے اندر ایک بے چینی سی تھی۔ اپنے پاپا کے متعلق اہم باتیں معلوم کرنا چاہتا تھا اور وہاں ان کا ذکر نہیں آرہا تھا۔ اگرچہ نانا جان کے متعلق یہ سنسنی خیز معلومات حاصل ہو رہی تھیں کہ وہ نیک نامی کی آڑ میں بہت ہی پراسرار زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر یہ معلومات میں بعد میں بھی حاصل کر سکتا تھا۔ فی الحال اپنی بے چینی دور کرنے کے لئے چھلانگیں لگانے لگا۔ ہر صفحے پر سرسری سی نظر ڈالتا ہوا ایک ایک ورق پلٹنے لگا۔ آخر ایک جگہ رک گیا۔ وہاں ماما نے لکھا تھا...

"میں ایک دولتمند باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میرے لئے بے شمار رشتے آرہے تھے۔ زرینہ پھوپھی مجھے اپنی بہو بنانے کی ضد کر رہی تھیں۔ ان کے بیٹے کا نام راجہ شاہنواز ہے۔ مجھ سے چار برس بڑا ہے۔ اپنے باپ کی طرح جھوٹا اور فریبی ہے۔ مجرمانہ ذہنیت رکھتا ہے۔

ڈیڈی نے اسے داماد بنانے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ میری طرح کسی صوم وصلوٰۃ کے پابند رہنے والے جوان کو میرا مجازی خدا بنانا چاہتے ہیں۔ میں پردے کی سختی سے پابندی کرتی ہوں۔ کسی نامحرم سے ملنا تو دور کی بات ہے۔ فون پر بھی بات نہیں کرتی۔ میں نے آج تک اپنی کوئی تصویر نہیں اتاری۔ کبھی پاسپورٹ وغیرہ کے سلسلے میں ضروری ہوگا تو دیکھا جائے گا۔

فی الحال رشتہ مانگنے والے نہ مجھے دیکھ پاتے ہیں' نہ میری تصویر انہیں ملتی ہے۔ ان کے گھر سے آنے والی خواتین مجھے دیکھ کر خوش ہو جاتی ہیں۔ بہرحال میرے ڈیڈی نے ایک بہت ہی دیندار شخص قربان علی واسطی کو اپنا داماد بنانا منظور کیا۔

قربان علی واسطی کے متعلق سنا ہے' وہ بہت بڑے جاگیردار ہیں۔ سو مربع کے مالک ہیں۔ ان کے باغات کے آم' سیب اور مالٹے اعلیٰ ایکسپورٹ کوالٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ مڈل

ایسٹ اور یورپ کے لئے برآمد کئے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ کروڑوں میں کھیلتے ہیں۔

ہمارا رشتہ طے ہوگیا۔ بڑی دھوم دھام سے منگنی ہوئی۔ مگر ہم نے موجودہ رواج کے مطابق ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔ یہ صاف کہہ دیا کہ نکاح اور رخصتی کے بعد ہی ان کی نظروں میں آؤں گی۔ اس بات کو انہوں نے بہ خوشی قبول کیا۔

وہ مجھے بہت چاہتے تھے۔ اپنی چھوٹی بہن کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ ''اب ہم اجنبی اور غیر نہیں رہے۔ ایک دوسرے کے منگیتر ہیں۔ بے شک۔ آپ ہمارے سامنے نہ آئیں۔ مگر فون پر تو اپنی آواز سنا دیں۔''

میں نے جواباً پیغام بھیجا۔ ''یہ مناسب نہیں ہے۔ ہم ابھی نا محرم ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سننی چاہئے۔''

انہوں نے ایک خط لکھ کر بھیجا۔ میں نے کہا۔ ''میں کسی کا خط نہیں پڑھوں گی۔''

وہ خط ان کی بہن لے کر آئی تھی۔ اس نے پڑھ کر سنایا۔ خط کا متن یہی تھا کہ خدارا انہیں نہ تڑپایا جائے۔ مجھے کم از کم خط و کتابت کے لئے راضی ہوجانا چاہئے۔

میں نے ان کی ہمشیرہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑی محبت سے سمجھایا۔ ''شادی سے پہلے چوری چھپے خط و کتابت کرنا' بزرگوں کے اعتماد کو دھوکا دینا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے' شادی کی تاریخ جلد سے جلد مقرر کر لی جائے۔''

قربان واسطی کی والدہ اور دوسرے بزرگ ڈیڈی کے پاس آئے۔ انہوں نے درخواست کی کہ اسی ماہ ہماری شادی کر دی جائے۔ ڈیڈی اپنے اہم معاملات میں بہت مصروف تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''دو ماہ بعد کسی بھی جمعہ کو دھوم دھام سے شادی کی جا سکتی ہے۔''

قربان واسطی کی والدہ نے کہا۔ ''چلیں۔ دو ماہ بعد ہی سہی۔ لیکن اسی ہفتے ان کا نکاح پڑھوا دیں۔ میرے بیٹے کی یہ دلی خواہش ہے۔''

ڈیڈی راضی ہوگئے۔ اسی ہفتے جمعہ کے دن ہمارا نکاح پڑھا دیا گیا۔ اس طرح میں ان کی منکوحہ بن گئی۔ لیکن اب بھی پردہ لازمی تھا۔ رخصتی سے پہلے میں ان کے سامنے بے پردہ ہونا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے اب تک ان کی ایک بھی فرمائش پوری نہیں کی تھی۔ مگر وہ مجھ سے ناراض نہیں تھے۔ انہیں ایسی ہی دیندار اور اصول پسند شریک حیات کی ضرورت تھی۔ وہ بہت مطمئن تھے۔

اطمینان اس لئے بھی تھا کہ نکاح ہو چکا تھا۔ میں ان کے نام ہو چکی تھی۔ دو ماہ بعد ہی دلہن بن کر ان کے پاس پہنچنے والی تھی۔ مگر تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اگر کاتبِ تقدیر کو یہ منظور ہوتا کہ میں شریکِ حیات بن کر ان کے پاس پہنچ جاؤں تو جس دن نکاح ہوا' اسی دن رخصتی ہو سکتی تھی۔ لیکن میں اکلوتی بیٹی تھی۔ ڈیڈی مجھے دھوم دھام سے رخصت کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دو ماہ کا وقت لیا تھا۔ مگر میرے ساتھ یہ عجیب مذاق ہو رہا ہے۔ دلہن بن کر رخصت ہونے والی لڑکی کی زندگی میں وہ دو ماہ نہیں آ رہے ہیں اور نہ ہی کبھی آئیں گے۔

رخصتی کی تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے قربان واسطی اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گئے تھے۔ وہاں مسلح دشمنوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ سنا ہے' زبردست فائرنگ کا تبادلہ ہوا تھا۔ دونوں طرف کے کتنے ہی بندے مارے گئے تھے۔ مگر اس کے بعد نہ دشمنوں کا کچھ پتہ چلا اور نہ قربان واسطی گھر واپس آئے۔ اگر وہ ہلاک ہو چکے تھے تو ان کی لاش کہیں پائی نہیں گئی۔

یوں شادی کا گھر اچانک ہی ماتم کدہ بن گیا۔ پھوپھی پھوپھا وغیرہ بہت خوش تھے۔ پھوپھی نے ڈیڈی سے کہا۔ ''وہ دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔''

انہوں نے کہا۔ ''وہ زندہ ہے۔ دشمنوں کے خوف سے کہیں چھپ گیا ہے۔ پولیس کے علاوہ میرے بے شمار آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔''

پھوپھی نے کہا۔ ''جب اس کی موت کا یقین ہو جائے گا۔ تب تو آپ میری باتیں گے۔ خدا کے لئے میرے بیٹے سے نفرت نہ کریں۔ وہ ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہے گا۔''

''میرے پاس غلاموں اور خدمت گاروں کی کمی نہیں ہے۔ تم اپنے بیٹے کو اپنے ہی پاس رکھو۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ اب آخری بار کہہ رہا ہوں' میری بیٹی کبھی تمہاری بہو نہیں بنے گی۔''

میں اندر ہی اندر صدمے سے ٹوٹ رہی تھی۔ اگرچہ کبھی قربان علی واسطی کو دیکھا نہیں تھا۔ لیکن میں ان کی منکوحہ تھی اور وہ میرے مجازی خدا تھے۔ ان کی گمشدگی پریشان کر رہی تھی۔ میں دن رات ان کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی۔

انہوں دنوں میں بیمار ہوگئی۔ بیماری کی حالت میں زینے کی بلندی سے اتر کر نیچے آنا

چاہتی تھی۔اچانک قدم ڈگمگا گئے۔میں چیخیں مارتی ہوئی لڑھکتی ہوئی نیچے کی طرف جانے لگی۔پھر کچھ ہوش نہ رہا۔لڑھکنے کے دوران ہی سر پر ایسی چوٹ لگی کہ ہوش و حواس کھو بیٹھی۔

کہتے ہیں' میں ایک ماہ تک سکتے کی حالت میں رہی۔نہ کچھ بولتی تھی' نہ کچھ سن سکتی تھی۔آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھتی تھی۔مگر کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی کہ کہاں ہوں؟ ممی' ڈیڈی اور نہ جانے کتنے رشتہ دار آتے جاتے تھے۔میں کسی کو پہچان نہیں پاتی تھی۔ایک ماہ بعد رفتہ رفتہ نارمل ہونے لگی۔تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد کچھ سننے اور بولنے کے قابل ہوئی۔پھر ممی اور ڈیڈی وغیرہ کو پہچاننے لگی۔



میں پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ڈنر کے لئے گانگ بج رہا تھا۔پھر دروازے پر دستک سنائی دی۔اس کے ساتھ ہی میڈم مارتھا کی آواز آئی۔"کھانا تیار ہے۔آپ فوراً ڈائننگ ٹیبل پر چلے آئیں۔"

میں نے ڈائری کی طرف دیکھا۔ماما نے بہت کچھ لکھا تھا۔مجھے بچپن سے بتایا گیا تھا کہ میرے پاپا کا نام قربان علی واسطی ہے۔اسی حوالے سے میرا نام وجاہت علی واسطی رکھا گیا تھا۔سب ہی مجھے پیار سے وجی بابا کہتے تھے۔

ڈائری کو اس حد تک پڑھ کر یقین ہو رہا تھا کہ یہی میرے والد ہیں۔یہی میری امی کی زندگی میں واپس آئیں گے۔

پھر میں نے سوچا۔"اگر پاپا میری ماما کی زندگی میں واپس آئے ہوں گے تو پھر گرینڈ ما اور گرینڈ پا جیسے دشمن رشتہ دار یہ کیوں کہتے ہیں کہ میرے پاپا کا کوئی وجود ہی نہیں تھا؟"

اتنی دیر تک ڈائری پڑھنے کے بعد بھی مجھے اپنے سوال کا جواب نہیں مل سکا تھا۔ادھر پھر دروازے پر دستک سنائی دی۔میں جھنجھلا کر اٹھ گیا۔دروازہ کھول کر بولا۔"ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ میں بعد میں کھا لوں گا۔"

میڈم مارتھا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔"نو وجی بابا...! یو ہیو ٹو مینٹین یور روٹین لائف...."

وہاں میڈم مارتھا کے پیچھے رحمانی بیگم' امیر حمزہ اور ماسٹر فو کھڑے ہوئے تھے۔امیر حمزہ نے کہا۔"ہم بھی یہی سمجھاتے آ رہے ہیں۔آپ کو ڈسپلن برقرار رکھنا ہے۔اور ٹائم ٹیبل کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔"

ماسٹر فو نے کہا۔"پلیز۔آپ اپنی گورنس کو فولو کریں۔"

میں نے بے بسی سے ان سب کو دیکھا۔وہ میری بہتری کے لئے سختی کر رہے تھے۔ہر کام کے لئے وقت کا پابند بنا رہے تھے۔میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ڈائننگ ٹیبل کے پاس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔لیکن مجھے جیسی تربیت دی جا رہی تھی' اس کے مطابق جبراً ہی سہی کھانا پینا ضروری تھا۔میرے پیچھے دائیں بائیں امیر حمزہ اور ماسٹر فو ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔سامنے ڈائننگ ٹیبل کے اطراف میڈم مارتھا اور رحمانی بیگم موجود تھیں۔میرا سارا دھیان ڈائری کی طرف تھا۔میں اور آگے پڑھنے کے لئے جلد سے جلد کھانا ختم کر کے جانا چاہتا تھا۔

میڈم مارتھا نے پوچھا۔"وجی بابا...! کیا آپ کسی ٹینشن میں ہیں؟"

رحمانی بیگم نے کہا۔"آرام آرام سے لقمہ چبا کر کھائیں۔"

ماسٹر فو نے کہا۔"ہم بھی یہی دیکھ رہے ہیں' آپ کسی ٹینشن میں ہیں۔"

میں نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔پھر پلٹ کر امیر حمزہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔"یہاں سب ہی کچھ نہ کچھ کہہ رہے ہیں۔یقیناً آپ بھی کچھ کہنا چاہیں گے؟"

وہ بولا۔"آپ کو عملی طور پر تربیت دینا ہمارا فرض ہے۔جلدی جلدی لقمہ نہ چبائیں۔دانشور کہتے ہیں' جو کام جلدی کرنا ہو' اسے ذرا دیر سے شروع کرو۔نقصان سے بچو گے۔"

میں آرام آرام سے لقمہ چباتے ہوئے ان چاروں کو شکست خوردہ انداز میں دیکھنے لگا۔پیچھے دو باڈی گارڈز تھے۔آگے دو بوڑھی گورنس تھیں۔یہ دو فرشتے اور دو عمر رسیدہ حوریں جیسے آسمان سے اتر کر میرے سر پر مسلط ہو گئی تھیں۔

میں نے ان کی ہدایت کے مطابق آرام سے کھانا کھایا۔پھر پانی پی کر دونوں باڈی گارڈز کے ساتھ بنگلے کے باہر لان میں آ گیا۔پاکستان میں بھی رات کے کھانے کے بعد یہی ہوتا تھا۔مجھے ان کے ساتھ آدھے گھنٹے تک ٹہلنا پڑتا تھا۔

میں آدھے گھنٹے کے بعد واپس اندر آیا تو امیر حمزہ نے کہا۔"اب آپ اپنے بیڈ روم میں آدھے گھنٹے تک کلام پاک کی تلاوت کریں گے۔پھر لائٹ آف کر کے سو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔"آج ایسا نہیں ہوگا۔میں اپنی ماما کی ڈائریاں پڑھ رہا ہوں۔بہت اہم معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

ماسٹر فو نے کہا۔ ''وہ اہم معلومات دوسری صبح بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہم ہمیشہ یہی سمجھاتے ہیں' کسی کام میں جلدی نہ کیا کریں۔''

میں نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میں گھڑی کے کانٹے کی طرح ہمیشہ ایک ہی دائرے میں نہیں گھوم سکتا۔ کبھی کبھی اہم معاملات سے نمٹنے کے لئے ٹائم ٹیبل میں تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔''

''بے شک۔ اہم معاملات میں ایسا کیا جا سکتا ہے مگر پروگرام کے مطابق کل صبح ساڑھے نو بجے آپ کو ڈاکٹر شیبا کے ساتھ جانا ہے۔ اپنی ماما سے ملاقات کرنی ہے۔ آپ وہاں بھی بہت ساری معلومات حاصل کر سکیں گے۔''

میں نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''میں ڈائری پڑھ رہا ہوں۔ ایک ایسے مرحلے پر پہنچا ہوں' جہاں مجھے اپنے ایک اہم سوال کا جواب مل سکتا ہے۔''

وہ دونوں میرے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ماسٹر فو نے کہا۔ ''وجی بابا! آپ مٹھیاں بھینچ رہے ہیں۔ لب و لہجے میں غصہ ہے اور ہمارا پہلا سبق یہی ہے کہ کسی حال میں بھی غصہ نہیں کرنا چاہئے۔''

''آپ دونوں مجھے غصہ دلا رہے ہیں۔''

''بات سمجھ میں نہ آئے تو اچھی باتوں پر بھی غصہ آتا ہے۔''

امیر حمزہ نے کہا۔ ''پلیز۔ اپنے آپ پر کنٹرول رکھیں۔''

میں نے کہا۔ ''ایک ہی بات جانتا ہوں' جب تک ڈائری نہیں پڑھوں گا' اپنے پاپا کے بارے میں حقائق معلوم نہیں کروں گا' تب تک مجھے نیند نہیں آئے گی۔''

''نیند آ جائے گی۔ آپ کے بیڈ روم کا مین سوئچ باہر ہے۔ ہم اسے آف کر دیں گے۔ آپ ڈائری نہیں پڑھ سکیں گے۔ اندھیرے میں ضرور نیند آ جائے گی۔''

اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا' ان دونوں کے سر توڑ دوں۔ مگر وہ پہاڑ تھے۔ میرے استاد تھے۔ انہوں نے مجھے حملے کرنا اور حملوں سے بچنا سکھایا تھا۔ ٹریننگ کے دوران یہی کہتے رہتے تھے کہ دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہئے۔ تب ہی دشمنوں کے ایکشن اور ری ایکشن کو حاضر دماغی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

میں کوشش کر رہا تھا۔ مگر غصے کی گرمی دماغ سے نہیں نکل رہی تھی۔ میں وہاں سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ریسیور اٹھا کر نانا جان کے نمبر پنچ کئے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد ہی ان کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو میری جان

...! اس وقت وہاں رات کے نو بج چکے ہوں گے۔ کیا تم اب تک سونے نہیں گئے؟''

میں جیسے پھٹ پڑا۔ ''نانا جان! یہ کوئی ضروری نہیں ہے' میں مشین کی طرح روٹین کے مطابق ایک ہی جگہ حرکت کرتا رہوں۔''

''بیٹے! مشین صرف اسے نہیں کہتے جو ایک جگہ رکھی رہتی ہے۔ موٹر کاریں' ریل گاڑیاں' بحری جہاز اور ہوائی جہاز سب ہی مشینیں ہیں۔ جو انسان کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیتی ہیں۔''

''میں اس وقت ماما کی ایک ڈائری پڑھ رہا ہوں۔ بہت اہم معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ جب تک اسے ختم نہیں کروں گا' مجھے سکون نہیں ملے گا۔ نیند نہیں آئے گی۔''

''تمہیں بچپن ہی سے وقت کے مطابق سونے اور جاگنے کی تربیت دی گئی ہے۔ نیند ضرور آئے گی۔ معلوم ہوتا ہے' میڈم مارتھا' رحمانی بیگم' امیر حمزہ اور ماسٹر فو تمہارے مزاج کے خلاف تمہیں سونے پر مجبور کر رہے ہیں اور تم ان کی بات نہیں مان رہے ہو؟''

''یہی بات ہے۔ پلیز۔ آپ ان سے کہہ دیں' آج رات مجھے روٹین کے خلاف جاگنے اور پڑھنے کی اجازت دیں۔''

''جب تم تعلیم مکمل کر لو گے' تعلیم کے دوران بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہو گے' میری مرضی کے مطابق ٹریننگ حاصل کرتے رہو گے' تب تمہیں خود مختار بن کر رہنے کا موقع دیا جائے گا۔ فی الحال اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ وہ چاروں تم سے جو کہہ رہے ہیں' اس پر عمل کرو۔ دیٹس آل...''

انہوں نے فون بند کر دیا۔ میں جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ چاروں میرے سامنے سر جھکائے ہاتھ باندھے ایسے کھڑے تھے۔ جیسے بہت ہی معصوم اور مظلوم خدمت گار ہوں۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہوں۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔

ایک میز پر کلام پاک رکھا ہوا تھا۔ میں وضو کرنے کے بعد اسے کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ ابھی میرے خود مختار بننے کی عمر نہیں ہے۔ مجھے نانا جان کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرنی ہو گی اور خود کو ایک قابل فخر نواسہ ثابت کرنا ہو گا۔ تب ہی میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکوں گا۔

تلاوت کرنے کے دوران مجھے ایک طرح کا سکون حاصل ہوتا رہا۔ خاص طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ واقعی مجھے غصہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہر حال میں دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہئے۔ جب میں تلاوت کے بعد بیڈ پر آ کر لیٹا تو تھوڑی دیر بعد ہی معمول کے مطابق نیند آ گئی۔

بچوں کو صحیح تربیت دی جائے تو وہ بڑھاپے میں بھی کھاتے پیتے' سوتے جاگتے آرام اور سکون سے زندگی گزار سکتے ہیں۔



امیر حمزہ اور ماسٹر فو صبح پانچ بجے سے سات بجے تک میرے ساتھ لگے رہتے تھے۔ مجھے ورزش کراتے تھے۔ طرح طرح کے جنگی حربے سکھاتے تھے۔ میری اچھی طرح پٹائی کرتے تھے۔ میرے ہاتھوں سے مار بھی کھاتے تھے۔ لیکن مجھے زیادہ مار پڑتی تھی۔

وہ کہتے تھے' مجھے زیادہ سے زیادہ مار کھانا' اذیتیں سہنا اور اپنی قوت برداشت کو آزماتے رہنا چاہئے۔ سات بجے ان دونوں سے نجات ملی۔ میں ناشتے کی میز پر آیا تو ڈاکٹر شیبا آ گئیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا۔ ''ہائے وجی...! لندن کیسا لگ رہا ہے؟''

''ابھی میں نے لندن دیکھا کہاں ہے؟ اس گھر کی چار دیواری میں قیدی بن کر رہتا ہوں۔ کل رات ڈائری کا ایک حصہ پڑھا تھا۔ آگے پڑھنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہوں۔''

رحمانی بیگم نے ڈاکٹر شیبا سے پوچھا۔ ''آپ کیا لینا پسند کریں گی؟''

وہ بولیں۔ ''تھینک یو۔ میں ناشتہ کر چکی ہوں۔ صرف کافی پلا دو۔''

پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ ''کہاں تک پڑھ چکے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ماما ہوسپٹل میں ہیں۔ ان کی حالت عجیب و غریب ہے۔ میرے پاپا کہیں گم ہو گئے ہیں۔ انہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ مگر ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

وہ بولیں۔ ''تم چودہ برس کے ہو گئے ہو اور ان کی گمشدگی کو پندرہ برس ہو رہے ہیں۔''

ڈائری کے اس حصے تک پہنچنے کے بعد مجھے توقع تھی کہ پاپا میری ماما کی زندگی میں واپس آ گئے ہوں گے۔ میں نے مایوس ہو کر کہا۔ ''او گاڈ...! اس کا مطلب ہے' وہ ماما کی زندگی میں نہیں آئے؟''

وہ میرے ہاتھ کو تھپتھپا کر بولیں۔ ''ایزی وجی! ایزی... اب تمہارے ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوں گے کہ جب وہ تمہاری ماما کی زندگی میں واپس نہیں آئے تو پھر تم کیسے پیدا ہو گئے؟''

''اور یہ بہت اہم سوال ہے۔ اگر اس کا صحیح جواب نہ ملا تو مجھے بہت شاک پہنچے گا۔''

''اگر تم نے ایک صدمہ برداشت نہ کیا تو کبھی اپنے پاپا کو تلاش نہیں کر پاؤ گے اور نہ کبھی صحیح جواب حاصل کر سکو گے۔ آئی تھنک یو آر بولڈ اینڈ اَف ٹو فیس دی سچویشنز... میں

ایک بات پوچھتی ہوں' اگر ایک طرف تمہیں تکلیف پہنچ رہی ہے اور دوسری طرف تمہاری ماما مصیبتوں میں مبتلا ہیں تو بتاؤ' پہلے کسے تکالیف سے نجات دلاؤ گے؟''

میں نے فوراً کہا۔ ''اپنی ماما کو... میں آج دس بجے ان سے ضرور ملوں گا ناں...؟''

وہ کافی پیتے ہوئے بولیں۔ ''ہاں۔ ابھی ہم مینٹل ہوسپٹل جائیں گے۔''

میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ بولیں۔ ''جب حالات زلزلے بن کر جھٹکے پہنچاتے ہیں تو سب سے پہلے دماغ کو چوٹ پہنچتی ہے۔ متاثر ہونے والا سب سے پہلے دماغی طور پر مر جاتا ہے۔ چلتی پھرتی لاش بن کر رہ جاتا ہے۔ تمہاری ماما میری اور ڈاکٹر دانیال کی نگرانی میں زیر علاج ہیں۔ ویسے تو وہ تمہارے نانا جان کو اپنے ڈیڈی کی حیثیت سے اور مجھے اپنی سہیلی کی حیثیت سے پہچانتی ہے مگر ہم سے ملنا نہیں چاہتی۔ ملاقات کی جائے تو ہمیں الزام دیتی ہے کہ اس مجرم کو بے نقاب کیوں نہیں کیا جا رہا ہے' جس نے اسے کنواری ماں بنایا ہے۔''

وہ کافی کی ایک چسکی لے کر بولیں۔ ''وہ نہیں جانتی' کتنا وقت گزر چکا ہے؟ وہ ذہنی طور پر چودہ برس پہلے کے ان لمحات میں قید ہو چکی ہے' جب ماں بننے والی تھی۔ یہی سمجھتی ہے کہ ابھی زچگی نہیں ہوئی ہے۔ کہتی ہے' جب تک وہ مجرم گرفتار نہیں ہوگا' تب تک اپنے بچے کو جنم نہیں دے گی۔ اسے اس دنیا میں نہیں لائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''یعنی وہ یہ نہیں جانتی ہیں کہ مجھے پیدا کر چکی ہیں اور میں چودہ برس کا ہو گیا ہوں؟''

انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کس طرح ماں بنائی گئی ہے؟ وہ پراسرار شخص کون ہے' جو اس کی زندگی میں آیا اور اسے خبر تک نہ ہوئی؟''

''پاکستان سے یہاں تک تعلیمی اداروں میں میرے والد کا نام قربان علی واسطی لکھا جا رہا ہے۔ پلیز۔ آپ مجھے بتائیں' یہی میرے پاپا ہیں ناں...؟ چونکہ وہ کہیں گم ہو چکے ہیں۔ لاپتہ ہیں' اس لئے ایسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ جب ان کا سراغ ملے گا اور وہ واپس آئیں گے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہی میرے پاپا ہیں۔''

''اس سوال کا جواب طرح طرح کی وضاحتیں چاہتا ہے۔ تم ڈائری پڑھو گے تو مکمل تفصیلات کے ساتھ جواب ملے گا۔ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ ناشتہ ختم کرو۔ ہمیں لندن سے باہر ایک کنٹری سائڈ میں جانا ہے۔''

ہم آدھے گھنٹے بعد ہی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھیں۔ میں ان

کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور پچھلی سیٹ پر امیر حمزہ اور ماسٹر فو موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں ماما کے متعلق باتیں کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ہم خاموش تھے۔

وہ مینٹل ہوسپٹل ہری بھری چراگاہ کے درمیان تھا۔ پیچھے دور تک پہاڑ کی چوٹیوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ ہوسپٹل کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے بہت ہی خوبصورت کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ جو دماغی مریض خطرناک نہیں ہوتے تھے' انہیں کسی رشتہ دار کے ساتھ وہاں رہنے کی اجازت دی جاتی تھی تاکہ صبح و شام انہیں اٹینڈ کیا جا سکے۔

نانا جان نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ میری ماما وہاں ماہر نفسیات بننے کے سلسلے میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس لئے مجھ سے دور رہتی ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر شیبا یہ تعلیم حاصل کر رہی تھیں اور اب اپنے شوہر دانیال کے ساتھ اہم فرائض انجام دے رہی تھیں۔

ہم ڈاکٹر دانیال کے ساتھ ایک کوارٹر کی طرف آئے۔ کال بیل کا بٹن دبایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی خاتون پر نظر پڑی تو میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیسی پیاری من موہنی سی صورت تھی؟ میں کسی کے بتائے بغیر' کسی سے سنے بغیر دل کی ہزار دھڑکنوں سے' ہزار ہا زبانوں سے پکار پکار کر کہہ سکتا تھا کہ یہی میری ماما ہیں۔

وہ ڈاکٹر شیبا اور ڈاکٹر دانیال کو جانتی تھیں۔ میں ان کے لئے اجنبی تھا۔ انہوں نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

ڈاکٹر دانیال نے کہا۔ "یہ بے چارہ ایک معصوم بچہ ہے۔"

اس سے پہلے کہ دانیال آگے کچھ کہتے۔ وہ تڑخ کر بولیں۔ "بچہ....؟ یہ مجھ سے بھی ایک ہاتھ اونچا ہے اور تم اسے بچہ کہہ رہے ہو؟"

ڈاکٹر شیبا نے کہا۔ "بعض بچے ایسے ہی قد آور ہوتے ہیں۔ یہ ابھی صرف چودہ برس کا ہے۔ اپنی ماں کو ڈھونڈ رہا ہے۔ یہاں دوسرے کوارٹرز میں جو خواتین رہتی ہیں' یہ ان سے مل چکا ہے اور مایوس ہو رہا ہے۔"

پھر شیبا نے مجھ سے کہا۔ "بولو بیٹے...! کیا یہ تمہاری ماما ہیں؟"

ایسا کہتے وقت انہوں نے پلک جھپک کر اشارہ کیا کہ مجھے ہاں کہنا چاہئے۔

میں نے جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "انہیں دیکھتے ہی میرا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا ہے' یہی میری ماما ہیں۔"

وہ چیخ کر بولیں۔ "یہ جھوٹا ہے۔ ڈاکٹر...! یہ جھوٹا ہے۔"

پھر وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ "میرا بچہ تو یہاں ہے۔ میں نے اسے چھپا کر

رکھا ہے۔ ابھی پیدا نہیں کیا ہے۔ پھر یہ کہاں سے آ گیا؟"

ڈاکٹر دانیال نے کہا۔ "ہم آرام سے باتیں کریں گے۔ کیا تم ہمیں اندر آنے دو گی؟"

وہ میری طرف انگلی اٹھا کر بولیں۔ "ہاں۔ مگر اسے نہیں آنے دوں گی۔ اسے یہاں سے بھگا دو۔"

ڈاکٹر شیبا نے کہا۔ "تم سچ بول رہی ہو۔ مگر یہ بھی جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ ہو سکتا ہے' تم اس کی ماں سے مشابہت رکھتی ہو۔"

وہ بولی۔ "اپنی ماں کی تصویر دکھاؤ۔ سچ جھوٹ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ڈاکٹر دانیال نے کہا۔ "اس بے چارے نے تو بچپن سے ماں کی صورت نہیں دیکھی ہے۔ جس طرح تم نے اپنے بچے کی صورت نہیں دیکھی' اسے پیٹ میں چھپا کر رکھا ہے۔ کیا تم کسی دوسرے بچے کو دیکھ کر کہہ سکتی ہو کہ وہ تمہارے بچے کی طرح ہے؟"

"نہیں۔ لیکن میرا بچہ ایسا ہے' جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب میں اسے پیدا کروں گی تو دنیا دیکھتی رہ جائے گی۔"

میں نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو غصہ آ رہا ہے تو میں آپ کو اپنی ماما نہیں کہوں گا۔ ایک مظلوم بچہ سمجھ کر مجھے اپنے پاس آنے دیں۔"

ڈاکٹر شیبا نے ماما کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بے چارہ بہت دکھی ہے۔ بہت مصیبت زدہ ہے۔ تم اس پر مہربانی کرو گی تو خدا تم پر مہربان ہوگا۔ جس مجرم کو گرفتار کروانا چاہتی ہو' وہ ضرور گرفتار ہوگا۔"

میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آپ مجھے محبتیں دیں گی تو میں اس مجرم کو ضرور گرفتار کراؤں گا۔"

ماما نے کہا۔ "تم کیسے گرفتار کراؤ گے؟ کیا بہت بڑے پولیس افسر ہو؟ جبکہ یہ تمہیں بچہ کہہ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "بچوں کو بھی جاسوس بننے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ میں آج ہی سے ٹریننگ حاصل کروں گا اور آپ کے کام آؤں گا۔"

وہ ڈاکٹر شیبا اور ڈاکٹر دانیال کو باری باری دیکھتے ہوئے بولیں۔ "اس کی بات میرے دل کو لگ رہی ہے۔ ذرا ٹھہرو..."

انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ہم سب کو چپ رہنے کو کہا۔ پھر جیسے کچھ سننے لگیں۔ ہم انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر بعد میرا ہاتھ پکڑ کر بولیں۔ "آؤ..."

اندر آؤ۔ میرے اندر سے آواز آئی ہے' تم اس ظالم بدمعاش لٹیرے کو ضرور گرفتار کرو گے اور میرے سامنے اس کی خوب پٹائی کرو گے۔''

''آہ....'' پہلی بار میرا ہاتھ ماما کے ہاتھوں میں آیا تھا۔ میں بیان نہیں کر سکتا' کیسی مسرتوں سے نہال ہو رہا تھا؟ میری خیالی اڑان نے مجھے ان کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ وہ کہتی تھیں' انہوں نے مجھے پیدا نہیں کیا ہے۔ ابھی تک پیٹ میں چھپا کر رکھا ہے۔ میں ان لمحات میں اپنے پورے وجود کو ان کے وجود کے اندر محسوس کر رہا تھا۔

میں ان کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر شیبا اور دانیال زیرِ لب مسکرا رہے تھے۔ ماما نے مجھ سے کہا۔ ''تم نے اس بدمعاش کو دیکھا نہیں ہے۔ پھر کیسے گرفتار کرو گے؟''

میں ذرا گڑبڑا گیا۔ بھلا ایسے سوال کا کیا جواب ہو سکتا تھا؟ میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''جب آپ اپنے اندر کسی کی آواز سنتی ہیں تو آپ کو اس کی باتیں سنائی دیتی ہیں۔ جیسا کہ ابھی آپ نے سنا' کسی نے آپ سے کہا کہ میں سچ بول رہا ہوں اور اس مجرم کو گرفتار کروا سکتا ہوں۔''

وہ جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولیں۔ ''ہاں۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے' جیسے میں کچھ سن رہی ہوں۔ مجھے کوئی اشارہ مل رہا ہے۔''

پھر وہ ڈاکٹر شیبا اور دانیال کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے ناں...؟''

ڈاکٹر شیبا نے کہا۔ ''ایک بار تم نے کہا تھا' اس ہوسپٹل کے ایک ڈاکٹر واٹسن کو حادثہ پیش آیا ہے۔ جبکہ وہ بخیریت تھے۔ لیکن دوسرے ہی دن ایک حادثے میں زخمی ہو کر ہوسپٹل پہنچ گئے تھے۔''

ڈاکٹر دانیال نے کہا۔ ''پہلی بار جب تم اس ہوسپٹل میں آئیں تو جنرل وارڈ میں تھیں۔ دوسرے دن میں تمہارا نفسیاتی تجزیہ کر رہا تھا۔ تم ایک بیڈ پر آنکھیں بند کئے پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا' کیا محسوس کر رہی ہو؟ ابھی خود کو کہاں دیکھ رہی ہو؟ تم نے جواباً کہا تھا' کوارٹر نمبر اے سیون میں ہوں۔ جبکہ نئے مریضوں کو کوارٹر الاٹ نہیں کئے جاتے۔ مگر دوسرے دن تمہیں اسی کوارٹر میں پہنچا دیا گیا۔ مسٹر سمیع اللہ علیم شیرازی نے اوپر سے احکامات حاصل کر کے تمہارے لئے یہ کوارٹر الاٹ کرا لیا تھا۔''

ڈاکٹر شیبا نے کہا۔ ''تمہاری میڈیکل رپورٹ میں خاص طور پر یہ درج کیا گیا ہے کہ

کبھی کبھی تم جو بات کہتی ہو وہ سچ ثابت ہو جاتی ہے۔ تم نے کہا تھا' جب بڑی شدت سے کوئی بات محسوس کرتی ہو تو بے اختیار وہی بات ہمارے سامنے کہہ دیتی ہو۔''

میں حیرانی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ میری ماما کے اندر کبھی کبھی کوئی آواز ابھرتی ہے۔ جیسا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے کچھ سنا تھا اور یقین کر لیا تھا کہ ایک انجانے مجرم کو گرفتار کرنے کے سلسلے میں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

اگرچہ میں نے محض ان کی قربت حاصل کرنے کے لئے یہ کہہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد کروں گا۔ مگر اب یہ جذبہ میرے دل میں گھر کر رہا تھا کہ مجھے اس معاملے کی تحقیقات کرنی چاہئیں کہ ماما کے ساتھ ایسا کیوں ہوا اور کس نے کیا؟ ان کا مجرم کون ہے؟

اس روز میں نے ان کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا۔ جی چاہتا تھا' انہیں چھوڑ کر نہ جاؤں۔ یا روزانہ وہاں آتا رہوں۔ مگر وہاں صرف ہفتے کی صبح کسی مریض سے ملنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

میں بنگلے میں واپس آیا تو دل ماما کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ یہ جوش و جذبہ بڑی شدت سے پیدا ہو گیا تھا کہ انہیں تباہ کرنے والے اس گمنام شخص کو ضرور تلاش کروں گا۔ میں اپنے بیڈروم میں آتے ہی ڈائری کھول کر بیٹھ گیا۔ پچھلی رات یہاں تک پڑھا تھا کہ ماما بیمار ہو کر ہوسپٹل گئی تھیں اور تقریباً ڈیڑھ دو ماہ بعد وہاں سے واپس آئی تھیں۔ اس دوران وہ کوما جیسی حالت میں رہی تھیں۔

وہ ہوسپٹل سے آنے کے بعد بھی کچھ ابنارمل سی تھیں۔ انہوں نے ڈائری میں لکھا تھا۔ ''اگرچہ میں ہوش و حواس میں رہتی تھی مگر کبھی کبھی اچانک ہی غصے سے چیخ پڑتی تھی۔ جنونی انداز میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی' ایسے وقت مجھ پر ایسی کپکپی طاری رہتی تھی کہ کچھ بول نہیں پاتی تھی۔ اب میں نے سوچا ہے کہ ہوش و حواس میں ہوں' مجھے ذرا آرام آئے گا تو وہ سب کچھ ڈائری میں لکھوں گی جو بولنا چاہتی ہوں اور بول نہیں پاتی ہوں۔''

میں پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ آگے ڈائری کا ایک ورق سادہ تھا۔ دوسرے صفحہ پر تحریر بدل گئی تھی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''میں ڈاکٹر شیبا لکھ رہی ہوں۔ میری عزیز ترین سہیلی سعدیہ دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ اس کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آیا ہے' جسے وہ برداشت نہیں کر پا رہی ہے۔

بات ایسی ہے' جسے سنتے ہی صدمے سے اس کی ممی کا دم نکل گیا ہے۔ وہ اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں۔ خدا میری سہیلی کو سلامتی دے۔ ہم اس کا ذہنی توازن برقرار رکھنے کی ہر ممکن

کوشش کر رہے ہیں۔

یہ المیہ بڑا ہی شرمناک ہے۔ اچانک ہی سعدیہ کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ میں نے پوری طرح اس کا چیک اپ کیا تو یہ معلوم کر کے حیران رہ گئی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

مجھے یقین نہیں آیا۔ میں نے ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے اس کا معائنہ کرایا تو اس نے یہی کہا کہ ماں بننے کے آثار ہیں۔ سعدیہ پر پہلے ہی دورے پڑتے رہتے تھے' وہ جنونی انداز میں چیختی چلاتی رہتی تھی۔ ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ نے اس کے دماغ کو الٹ کر رکھ دیا۔ وہ صدمے سے چیخیں مارتی ہوئی بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو دماغی توازن کھو بیٹھی تھی۔ پانچ ہفتوں کے بعد الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ نے اس حقیقت پر مہر لگادی کہ وہ کنواری ماں بننے والی ہے۔

یہ کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ اس قدر سیدھی سادی' شرمیلی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی کہ دینی محفل ہو یا گھریلو تقریب ہو' کسی نامحرم کے سامنے نہیں جاتی تھی۔ پھر تنہائی میں کسی کا سایہ کیسے برداشت کرسکتی تھی؟ پھر یہ کہ وہ میری بہت رازدار سہیلی ہے۔ اگر اس کے ساتھ ایسا کچھ ہوتا تو وہ سب سے پہلے مجھے رازدار بناتی اور اتنی اہم بات مجھ سے کبھی نہ چھپاتی۔

سعدیہ کے ڈیڈی فی الحال اس بات کو چھپا رہے تھے۔ پہلے اپنے طور پر اچھی طرح تحقیقات کرنا چاہتے تھے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا تو پھر کیسے ہوگیا ہے؟ ہمیں امید تھی کہ جلد ہی سعدیہ کا ذہنی توازن برقرار ہوگا' وہ نارمل ہوگی تو اس سلسلے میں بہت کچھ بتا سکے گی۔

تقریباً ایک ماہ بعد اس کے پاگل پن کا جارحانہ انداز تو ذرا کم ہوگیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی یادداشت بہت ہی کمزور ہوگئی۔ وہ اپنے ڈیڈی کو' رشتہ داروں کو اور مجھ جیسی رازدار سہیلی کو نہیں پہچان رہی تھی۔ بس یہی ایک بات اس کے دماغ میں رہ گئی تھی کہ ماں بننے والی ہے۔

میں جب بھی اسے دوسرے ڈاکٹر کے ساتھ اٹینڈ کرتی تھی' اس سے سوالات کرتی تھی تو وہ ایک ہی بات کہتی تھی۔ "بچہ میرے پیٹ میں ہے۔ میں ابھی اسے پیدا نہیں کروں گی۔ پہلے اُس خبیث کا منہ نوچوں گی' اسے جان سے ماروں گی پھر اپنے بچے کو دنیا میں لاؤں گی۔"

جو مجھ سے سینئر ڈاکٹر ہیں' وہ اس سے سوالات کر رہے تھے۔ "کیا تم اُس خبیث کو پہچانتی ہو؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلایا۔ وہ بتا نہیں پا رہی تھی کہ کسی خبیث کے وجود کو کیسے سمجھ رہی ہے؟ کیا اس نے اسے اپنی تنہائیوں میں دیکھا ہے؟ کیا اس کے ساتھ وقت گزارا ہے؟ ایسے تمام سوالوں کے جوابات اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو جاتے تھے اور وہ کچھ بول نہیں پاتی تھی۔

ڈاکٹروں نے اس سلسلے میں ایک میٹنگ کی اور اپنے اپنے طور پر اس کیس کا تجزیہ کرنے لگے۔ ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ سراسر ایک مجرمانہ واردات ہے۔ یہ کسی حادثے سے دوچار ہوکر ہوسپٹل پہنچی تھیں۔ ڈیڑھ دو مہینے تک زیر علاج رہی تھیں۔ کہا جاتا ہے' وہاں سکتے کی حالت میں رہا کرتی تھیں۔ نہ سن سکتی تھیں' نہ بول پاتی تھیں۔ ایسے ہی وقت یہ مجرمانہ واردات کی گئی ہے۔"

میرا دل کہہ رہا تھا' میری سہیلی کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔ اس کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ میرا ذہن زرینہ پھوپھی اور ان کے شوہر راجہ تسلیم نواز کی طرف جارہا تھا۔ وہ کسی کے ذریعہ ایسی گری ہوئی واردات کرا سکتے تھے۔ میرا یہ شبہ بڑی حد تک درست ہوسکتا تھا' کیونکہ حمل ظاہر ہوتے ہی زرینہ پھوپھی نے یہ بات اڑادی تھی کہ سعدیہ امید سے ہے۔ یہ بدنامی خاندان سے باہر بھی پہنچائی جارہی تھی۔

سعدیہ کے ڈیڈی نے زرینہ پھوپھی سے کہا۔ "آپ میری بڑی بہن ہیں۔ میں اب تک آپ کا لحاظ کرتا آرہا ہوں۔ لیکن اپنی بیٹی پر کیچڑ اچھالنے والوں کو آرام وسکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ انتقامی کارروائی کرنا جانتا ہوں۔"

وہ بولیں۔ "میں دشمن نہیں ہوں۔ اب بھی سمجھاتی ہوں' اپنی بیٹی کو میری بہو بنا دو۔ وہ ماں بننے والی ہے' بننے دو۔ اس کی پروا نہ کرو۔ میں بعد میں اس ناجائز بچے کو ٹھکانے لگا دوں گی۔ اگر آپ نے اپنے طور پر اسے ٹھکانے لگانا چاہا۔ حمل گرانا چاہا تو میں آپ کی راہ میں قانونی رکاوٹیں پیدا کروں گی۔"

انکل نے کہا۔ "نہ میں حمل ضائع کراؤں گا اور نہ ہی میری بیٹی کسی ناجائز بچے کی ماں بن رہی ہے۔ وہ قربان علی واسطی کی منکوحہ ہے۔ نکاح نامہ بھی موجود ہے۔ دنیا والے اتنے ٹھوس ثبوت کی موجودگی میں میری بیٹی پر کیچڑ نہیں اچھالیں گے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ ایک ناجائز بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

ہماری دنیا میں بہت سے حقائق چھپا لئے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی چھپا لی جائے گی۔

علیم انکل اپنی بہن کے دباؤ میں آنے والے نہیں تھے۔ وہ انہیں اور ان کے شوہر کو چٹکیوں میں مسل سکتے تھے۔ لیکن وہ بڑی بہن کو ڈھیل دے رہے تھے۔ سزا کے طور پر راجہ تسلیم نواز کے کاروبار کو نقصان پہنچا رہے تھے۔

میں ڈائری پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ میری پیدائش کس قدر الجھی ہوئی تھی ؟ پیدائش سے پہلے ہی خاندانی دشمنی مجھے دوکوڑی کا بنا رہی تھی.....میں پھر آگے پڑھنے لگا۔

ڈاکٹر شیبا نے لکھا تھا۔ ''میں بہت دور تک دیکھ رہی ہوں' سعدیہ سے ہونے والا بچہ جوان ہوکر ذہنی انتشار میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ یہ سازشیں اسے ایک ناجائز بچہ ثابت کریں گی تو وہ اس دنیا میں عزت اور نیک نامی سے جی نہیں پائے گا۔

اس مرحلے پر میں ایک بہت بڑا انکشاف کرنے جارہی ہوں۔ ان دنوں ڈاکٹر دانیال سے میرا لَو افیئر چل رہا تھا۔ میں تین برس بعد ان کی طرح ماہر نفسیات بننے والی تھی۔ اس کے بعد ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے تھے۔ مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ دانیال کا تعلق انڈر ورلڈ والوں سے ہے۔ پھر دانیال نے مجھے بتایا کہ سعدیہ کے ڈیڈی سمیع اللہ علیم شیرازی بھی انڈر ورلڈ والوں کے ایک بہت بڑے اور اہم مہرے ہیں۔

ان دنوں روس نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ پاکستان امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے افغانستان کی اس جنگ میں کود پڑا اور اپنی شاندار فوجی حکمت عملی کے ذریعہ اس نے روسی افواج کو افغانستان سے نکال باہر کیا۔ یہ ایک سیاسی فتح تھی، جو پاکستان کے ذریعہ امریکہ کو نصیب ہوئی۔

اس حد تک لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کے باعث انڈر ورلڈ والے اور زیادہ مستحکم ہوگئے تھے۔ پاکستان میں ڈرگ مافیا بہت مضبوط ہوگئی تھی۔ افغانستان سے ہیروئن' سیون ایم ایم رائفلیں اور کلاشنکوف جیسے ہتھیار پاکستان آرہے تھے۔ ایک نئے اسلحہ مافیا کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

سعدیہ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا' اس کے پس منظر میں یہی حالات تھے۔ سعدیہ کے کنواری ماں بننے کا کھیل انڈر ورلڈ کے کسی تاریک گوشے سے شروع ہوا تھا۔ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ابھی بہت کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ علیم انکل نے رخشندہ عرف رخشی نامی جس خاتون سے شادی کی تھی' وہ بہت پہنچی ہوئی تھیں۔ شادی سے پہلے انڈر ورلڈ کے ایک اہم مہرے سے اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ شادی کے بعد جب اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا تو علیم انکل نے اپنے

خفیہ ذرائع سے یہ معلوم کرلیا کہ اس نے جس بچے کو جنم دیا ہے' اس میں بہت پہلے سے ملاوٹ ہوتی آرہی ہے۔

انکل نے بچے کو قبول نہیں کیا۔ رخشی کو طلاق دے دی۔

پہلے تو یہ ایک عام سی بات تھی۔ بیشمار لوگوں کی ازدواجی زندگی میں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن اس طلاق کے معاملے نے آگے جا کر بڑی پیچیدگیاں پیدا کر دیں۔

اس کے دوسرے دن ہی علیم انکل نے ایک فون اٹینڈ کیا۔ کسی نے بھرّائی ہوئی آواز میں کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں یقین ہو جانا چاہئے کہ ہم ایک ہی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب تک ہماری ملاقات اس لئے نہیں ہوئی کہ میں بہت سینئر عہدیدار ہوں۔ کبھی بہت ضروری ہو تو کسی سے ملاقات کرتا ہوں۔ آج تم ضروری ہو گئے ہو۔ اس لئے فون پر بول رہا ہوں۔''

انکل نے کہا۔ ''یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ میں اپنے کسی سینئر کے لئے ضروری ہو گیا ہوں۔ فرمائیں! کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''یہی کہ رخشی پر شبہ نہ کرو۔ وہ تمہاری وفادار بیوی ہے اور وہ بچہ خالص تمہارا ہے۔''

''اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ بچہ واقعی میرا ہے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔''

''دنیا کا کوئی باپ اپنی اولاد کو پورے یقین کے ساتھ خالص اپنی نہیں کہہ سکتا۔ جب تک کہ بیوی اس کی گواہی نہ دے۔ یہ صرف عورتیں ہی جانتی ہیں کہ وہ کس کے بچے پیدا کر رہی ہیں؟''

''آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ مرد بھی جان سکتا ہے۔ اور میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے ایک شخص کے ساتھ رخشی کی شرمناک تصویریں دیکھی ہیں۔''

تھوڑی دیر تک فون پر خاموشی چھائی رہی۔ پھر پوچھا گیا۔ ''کیا تم تصویر والے شخص کو جانتے ہو؟''

''پہلے نہیں جانتا تھا۔ مگر اب جہاں بھی دیکھوں گا' اسے فوراً ہی پہچان لوں گا۔''

وہ بولا۔ ''میں چاہتا ہوں' اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔ رخشی کو اور اس کے بچے کو
کرلو۔''

''کیا آپ سینئر کی حیثیت سے حکم دے رہے ہیں؟ جبکہ یہ میرا ذاتی
تنظیمی معاملات میں براہِ راست اپنے سربراہ کو جوابدہ ہوں۔ لہٰذا آ
دھونس نہ جمائیں۔ دیٹس آل...''

اس روز وہ بات وہیں ختم ہوگئی۔آئندہ علیم انکل جیسے پہاڑ کے آگے کوئی اونٹ آنے والا نہیں تھا۔مگر وہ جو انڈر ورلڈ کے کسی تاریک گوشے میں چھپا ہوا تھا۔اس نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔سوئی کے ناکے سے نکل کر چلا آیا۔ ایک عرصے بعد انکل کو فون پر مخاطب کرتے ہوئے بولا۔''تم میری آواز سے مجھے پہچان رہے ہوگے؟افسوس...!تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔رخشی کو قبول نہیں کیا تھا۔ انسے ایک ناجائز اولاد پیدا کرنے کے الزام میں طلاق دے دی تھی۔اب بیٹی کا کیا کرو گے؟وہ بھی ناجائز بچے کی ماں بن رہی ہے اور کیسے بن رہی ہے‘ یہ بات تم کبھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔''

اس کی بات سن کر علیم انکل لرز کر رہ گئے۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی معصوم بیٹی انڈر ورلڈ کی دلدل میں پہنچا دی جائے گی۔

انہوں نے اپنی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کیا۔ پھر شکایت کی۔''ہماری تنظیم کے اندر کوئی آستین کا سانپ ہے۔اس نے مجھے ڈس لیا ہے۔ایسا شخص پوری تنظیم کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

دوسری طرف سے جواب موصول ہوا۔''ہماری تنظیم کوئی غبارہ نہیں ہے کہ اس سے ہوا نکال دی جائے۔ہم اپنے کارکنوں کی ذاتی اور تنظیمی سرگرمیوں کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔اپنے خفیہ ذرائع سے دن رات معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں۔تم ہمارے وفادار کارکن ہو اور وہ بھی ہمارا وفادار ہے‘ جس کے خلاف شکایتیں کررہے ہو۔''

انکل نے کہا۔''میری شکایت درست ہے۔اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔''

''اگر تمہاری بیٹی یہ بیان دے کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اور وہ ثبوت کے طور پر زیادتی کرنے والے کا نام اور پتہ بھی پیش کرے تو یقیناً اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔''

''جناب! آپ کا وہ اعلیٰ عہدیدار اپنی زبان سے اعتراف کررہا ہے کہ اسی کی وجہ سے میری بیٹی کنواری ماں بن رہی ہے۔''

''ہمارے سامنے کنواری ماں والی باتیں نہ کرو۔ کیونکہ ہمارا تعلق ناروے اور ڈنمارک سے ہے۔ جہاں فری سیکس کی اجازت ہے۔یہاں کی عورتیں کسی سے شادی کئے بغیر ان کے بچوں کی مائیں بن سکتی ہیں۔اس تنظیم کے ایک عہدیدار نے تمہاری بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے‘ وہ ہمارے قانون کے مطابق جرم نہیں ہے۔''

علیم انکل نے حیرانی سے پوچھا۔''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''وہی جو تم سن رہے ہو۔ ہمارے ملک میں کسی عورت کے ساتھ جبر نہیں کیا جاتا۔کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔سب کچھ اس کی مرضی سے ہوتا ہے۔اگر تمہاری بیٹی یہ ثابت کردے کہ اس پر جبر کیا گیا ہے تو میں یقین دلاتا ہوں‘ تمہارے ساتھ ضرور انصاف کیا جائے گا۔''

علیم انکل سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ ڈنمارک میں حضورﷺ کے خلاف کبھی خاکے اور کارٹون بنائے گئے اور اب دینِ اسلام کے خلاف فلم تیار کی گئی ہے۔علیم انکل کا تعلق جس تنظیم سے تھا‘ اس کے کئی سربراہ تھے۔ان سربراہوں کا تعلق جرمنی‘ سویڈن‘ ہالینڈ‘ ناروے اور ڈنمارک سے بھی تھا۔ قانون کے مطابق کوئی سربراہ یا کوئی کارکن کسی دوسرے کارکن یا سربراہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ نہ ہی اس کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرسکتا تھا۔

1967ء میں عرب اور اسرائیل کی جنگ کے دوران ڈنمارک نے ہر طرح سے عرب ممالک کی مخالفت اور اسرائیل کی حمایت کی تھی۔تب سے اس کا شمار دینِ اسلام سے دشمنی کرنے والوں میں ہوتا ہے۔

علیم انکل یہ سوچ کر اس تنظیم میں شامل ہوئے تھے کہ کوئی ان کے ذاتی اور دینی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور اب بھی کوئی ایسا نہیں کر رہا تھا۔ اگر سعدیہ کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی تو انکل کو ڈنمارک کے قانون کے مطابق یہ ثابت کرنا تھا کہ واقعی زیادتی ہوئی ہے۔اور اگر نہیں ہوئی تو وہاں کے قانون کے مطابق کنواری ماں بننا اور ناجائز بچے پیدا کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔

جب اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ ایسی شرمناک حرکت ہوگئی‘ تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اگر زخم لگا ہو اور بعد میں پچھتایا جا رہا ہو تو اس زخم کی مرہم پٹی ہوسکتی ہے۔ لیکن روح کا زخم کبھی مندمل نہیں ہوتا۔علیم انکل کو دینی اور روحانی طور پر زخمی کیا جا رہا تھا۔

حقیقتاً یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اب وہ کیا کرسکتے تھے؟ اس تنظیم کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اس کی خدمت گزاری سے انکار نہیں کرسکتے تھے۔ اگر ایسا کرتے تو کسی دن کہیں نہ کہیں بے موت مارے جاتے۔

وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے‘ جہاں اپنی اکلوتی بیٹی کو اور اس سے ہونے والی اولاد کو تنہا چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اپنی مختصر سی فیملی کی بہتری کے لئے اور بیٹی کے مستقبل کو زیادہ سے زیادہ محفوظ بنانے کے لئے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ اس تنظیم سے منسلک رہیں۔ اس سے وفاداری جتاتے رہیں۔ پھر موقع پا کر کسی دوسری انڈر ورلڈ مافیا میں اپنے لئے جگہ بنالیں۔

میں اپنی پیدائش کے چودہ برس بعد ماما کی ڈائری پڑھ رہا تھا۔ جسے اب شیبا آنٹی لکھ رہی تھیں۔ ابھی کچھ اور انکشافات ہونے والے تھے۔ میری معلومات میں اضافہ ہونے والا تھا۔ یہ انکشاف کیا کم تھا کہ میری پیدائش کا قصہ میرے پاپا کے ہونے یا نہ ہونے سے شروع ہو کر ڈنمارک میں پیدا ہونے والے حرام زادوں تک پہنچ رہا تھا۔

میر پیدائش میرے لئے چیلنج بن گئی تھی۔ مجھے دین اسلام سے دشمنی رکھنے والوں اور سیکس فری قوانین کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو یہ بتانا تھا' یہ ثابت کرنا تھا کہ میں ان کی طرح فری سیکس کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا ہوں۔ میں نے اسلام کے سائے میں' اپنے دین کے دستور کے مطابق جنم لیا ہے۔

شیبا آنٹی ڈائری لکھ رہی تھیں اور الجھ رہی تھیں۔ ان کے سامنے بھی یہی ایک اہم مسئلہ تھا کہ کس طرح میرے پاپا کا سراغ لگایا جائے؟ یہ معلوم کیا جائے کہ میری پیدائش کے سلسلے میں کس طرح سازشیں کی گئی ہیں؟ وہ سازشیں کرنے والے کون ہیں؟

ایک نقطہ یہ ہے کہ میرے باپ کا سراغ مل بھی جاتا تب بھی یہ ثابت نہ ہوتا کہ میں جائز اولاد ہوں۔ ہر حال میں ناجائز ہی کہلاتا۔ مجھے ایسی بدنامی سے بچانے کے لئے صرف میرے پاپا قربان علی واسطی منظر عام پر آسکتے تھے۔ بچپن سے ان کی ولدیت میرے نام کے ساتھ تھی۔ ناناجان' شیبا آنٹی اور ڈاکٹر دانیال انہیں تلاش کر رہے تھے۔ اگرچہ ناکام ہو رہے تھے مگر یہ امید تھی کہ وہ زندہ ہیں تو کسی دن ان کا سراغ ضرور ملے گا۔ اس کے بعد کتنی ہی گتھیاں سلجھ جائیں گی۔

گتھیاں کیا سلجھتیں، آگے جا کر اور الجھ گئیں۔ شیبا آنٹی نے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے متعلق لکھا تھا۔ ''میری سہیلی سعدیہ بڑے مسائل سے دوچار ہو رہی ہے۔ وہ تو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی ہے۔ اپنے ماضی کی بہت ساری باتیں بھلا چکی ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ ایک بچے کو جنم دینے والی ہے۔ بڑے دعوے سے کہتی ہے کہ ابھی اسے جنم نہیں دے گی۔ پہلے اس کے باپ کو ہلاک کرے گی۔

اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا' وہ اس کے باپ کے متعلق کچھ جانتی ہے۔ اسے پہچانتی ہے۔

مگر پہچاننے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ تو بہت کچھ بھول چکی تھی۔ ممکن ہے' کبھی وہ شخص اس کے سامنے آتا تو اسے پہچان نہ پاتی۔ بہرحال وہ ذہنی کمزوریوں سے خصوصاً حافظے کی کمزوریوں سے گزر رہی تھی اور ہم اسے سنبھال رہے تھے۔ دن رات اس کے میڈیکل

ٹریٹمنٹ کا خیال رکھتے تھے۔ ابتدائی دنوں میں الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ ایک نیا انکشاف یہ ہوا تھا کہ وہ ایک نہیں' دو بچوں کی ماں بننے والی ہے۔

میں ڈائری پڑھتے پڑھتے چونک گیا۔ ایکدم سے رک کر سوچنے لگا۔ ''دو بچے....؟ اس کا مطلب ہے' میں اکیلا پیدا نہیں ہوا تھا...''

واقعی ماما کی وہ ڈائریاں اب شیبا آنٹی کے ذریعہ بڑی اہم معلومات فراہم کر رہی تھیں۔ انہوں نے آگے چل کر لکھا تھا۔ ''ہم نے یہ بات سعدیہ کو نہیں بتائی۔ وہ ایک بچے کو جنم دے یا دو کو... اس نیم پاگل کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ڈلیوری کے وقت اگر وہ ہوش و حواس میں رہتی تو اسے خود ہی معلوم ہو جاتا۔

مگر اسے معلوم نہ ہو سکا۔ وہ نو ماہ بعد ایک بیٹے کے بعد دوسرے بیٹے کو جنم دیتے ہی تقریباً بے ہوش ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں اسے معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے دو بیٹوں کو جنم دیا ہے۔ رات کا وقت تھا۔ ہم نے سوچا' صبح تک اسے ہوش آئے گا اس کے سامنے دونوں بیٹوں کو پیش کیا جائے گا۔ وہ انکار نہیں کرے گی' یہ مان لے گی کہ اس نے دو بیٹوں کو جنم دیا ہے۔ کیونکہ وہ جڑواں بچے ایک دوسرے کے ہمشکل تھے۔

نو ماہ کے دوران ہم نے دشمنوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ انہیں جو دشمنی کرنی تھی' وہ کر چکے تھے۔ علیم انکل ان سے انتقام لینے کے سلسلے میں کیا کر رہے تھے' یہ میں نہیں جانتی تھی۔

بہرحال دشمنوں نے ہمیں نظر انداز نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اچانک ہی ایک زبردست نقصان پہنچایا۔ جب میں دوسری صبح ہوسپٹل پہنچی اور دونوں بچوں کو سعدیہ کے سامنے لے جانا چاہا تو یہ سن کر شاک پہنچا کہ ایک بچہ گم ہو گیا ہے۔ کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہے۔ یہ دوسرا حملہ بھی ہمارے لئے غیر متوقع تھا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ سعدیہ سے ایک شرمناک دشمنی کرنے کے بعد پھر دوسرا حملہ کیا جائے گا اور اس کے ایک بچے کو چھین لیا جائے گا۔

علیم انکل نے بڑی سختی سے قانونی کارروائی کرائی۔ اس رات ہوسپٹل میں ڈیوٹی پر موجود رہنے والے اسٹاف کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں سے ایک نرس غائب تھی۔ رات کے وقت وہی سعدیہ کے کمرے میں جاتی آتی رہی تھی۔

پولیس والے اسے گرفتار کرنے اس کے گھر پہنچے' پتہ چلا' وہ ہوسپٹل ڈیوٹی کے لئے گئی تھی تب سے گھر واپس نہیں آئی ہے۔ یہ یقین ہو گیا کہ وہی ایک بچے کو اٹھا کر لے گئی ہے۔ وہ گرفتار ہو جاتی تو ہم باآسانی دشمن تک پہنچ سکتے تھے۔

ہمارے سوچنے سے مسئلہ آسان نہیں ہوجاتا۔ بعض اوقات اور الجھ جاتا ہے۔ دوسرے دن ایک سڑک کے کنارے اس کی لاش ملی۔ کسی نے اسے گولی ماری دی تھی۔ بچہ اس کے پاس نہیں تھا۔ یہ کبھی معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ بچے کو اٹھا کر کہاں لے گئی تھی اور اسے کیوں گولی ماردی گئی ہے؟

سعدیہ نہ تو کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل تھی اور نہ ہی اسے بتایا گیا کہ اس نے دو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک کو اغوا کرلیا گیا ہے۔

پتہ نہیں، دشمنی کرنے والا کیا چاہتا تھا؟ وہ ایک بچے کو لے گیا تھا اور دوسرے کو چھوڑ گیا تھا۔

جس روز نرس کی لاش ملی۔ اسی روز خفیہ تنظیم کے اسی اعلیٰ عہدیدار نے علیم انکل کو فون پر مخاطب کیا۔ ”ہیلو شیرازی...! یقیناً مجھے پہچان گئے ہوگے؟“

انکل نے پوچھا۔ ”کیا میں سمجھ لوں، تم نے پھر مجھ سے دشمنی کی ہے؟“

”بالکل سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ تم سمجھدار ہو۔ میری دریا دلی دیکھو...! تمہاری بیٹی سے صرف ایک بچہ لیا گیا ہے۔ دوسرا اس کے پاس چھوڑ دیا گیا ہے۔ جانتے ہو کیوں...؟“

”تم ہی جانتے ہو۔ تم ہی بولو۔“

”بھئی بچے کے باپ نے ہم سے اپیل کی ہے کہ اس کا بچہ اسے ملنا چاہئے اور ہم چاہتے ہیں، تمہاری بیٹی کنواری ماں بن کر ایک بچے کو اپنی گود میں لئے پھرتی رہے۔“

پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یاد ہے نا...؟ تم نے رخشی کو صرف اس لئے طلاق دی کہ وہ تمہارا نہیں، کسی اور کا بچہ پیدا کررہی تھی۔ اب ڈھونڈتے پھرو، تمہاری بیٹی نے کس کے بچے کو جنم دیا ہے؟ بہرحال میں نے بچے کے باپ سے انصاف کیا ہے۔ آج سے میرا تمہارا جھگڑا ختم۔ آئندہ پھر کبھی فون پر میری آواز نہیں سنو گے۔“

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔

یہاں تک پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قربان علی واسطی جنہیں میں اپنا باپ سمجھتا ہوں، جن کا نام بچپن سے میرے نام کے ساتھ لگا ہوا ہے، دراصل میرے پاپا نہیں ہیں۔ میری پیدائش کا ذمہ دار کوئی مجرمانہ ذہن رکھنے والا شخص ہے۔ اس نے میری ماما کو برباد کیا ہے۔ بدنامی کا ایسا داغ لگایا ہے، جسے دھویا نہیں جاسکے گا۔

میرا سر جھکا ہوا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ موجودہ معلومات سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ میں جائز نہیں ہوں۔ گناہ کی پیداوار ہوں۔ یہ ایسی حقیقت تھی کہ مرجانے کو جی چاہتا تھا۔

کیا میرے مرجانے سے ماما کے دامن پر لگا ہوا داغ کبھی دھل سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ میری پیدائش کے ذمہ دار، اس گناہ گار باپ نے مجھے بھی ماما کے ساتھ بدنام ہونے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ وہ اب بھی کہیں بیٹھا ہوا ہماری بربادی کا، ہماری بدنامی کا تماشہ دیکھ رہا ہوگا۔ جی چاہتا تھا، اپنا سر جھکانے والے کا سر گرادوں۔

میں نے ماما سے وعدہ کیا تھا، اس گناہ گار کو ضرور گرفتار کراؤں گا اور اب تو یہ جذبہ شدت اختیار کرتا جارہا تھا۔ یہ کھلبلی تھی کہ کسی طرح اس دشمن تک پہنچ جاؤں۔ ان دنوں میں چودہ برس کا تھا۔ سوچ کسی حد تک بچگانہ تھی۔ کبھی کبھی بچوں کی طرح یہ سوچ پیدا ہوتی تھی کہ سپر مین بن جاؤں۔ یا ایسا کوئی جادو منتر سیکھ لوں کہ پلک جھپکتے ہی دشمن کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں۔

ایسی بچکانہ سوچ پر میری ذہانت حاوی رہتی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ دشمن تک پہنچنا ہو یا بڑی سے بڑی کامیابی حاصل کرنی ہو۔ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ علوم اور زیادہ سے زیادہ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنی ہوں گی۔ تب ہی میں اپنی ماما کے لئے بہت کچھ کرپاؤں گا۔

ایک بار نانا جان مجھ سے ملنے لندن آئے تو میں نے پوچھا۔ ”کیا میں اسکاٹ لینڈ یارڈ میں تربیت حاصل کرسکتا ہوں؟“

انہوں نے مجھے چونک کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ”کیا تم جاسوس بننا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔ میں اس دشمن کو تلاش کرنا چاہتا ہوں، جس نے آپ کو پریشان کررکھا ہے۔ ماما کو ذہنی مریضہ بنا دیا ہے اور ہمیشہ کے لئے میرا سر جھکا دیا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر بولے۔ ”ہم تمام دولت کمانے والے مجرموں کی دنیا میں سانسیں لے رہے ہیں۔ ہمیں مجرمانہ ہتھکنڈوں کو ان کی گہرائیوں تک، ان کی جڑوں تک سمجھنا چاہئے۔ اس حوالے سے تمہاری سوچ اچھی ہے۔ تمہیں جاسوس بننا چاہئے۔ لیکن ابھی جہاں تعلیم حاصل کررہے ہو، اسے جاری رکھو۔ دنیا کے مکروفریب اور مجرمانہ ہتھکنڈوں کو سمجھنے کے لئے تمہاری تربیت اس بنگلے کی چار دیواری میں بھی ہوسکتی ہے۔“

میں نے خوش ہوکر پوچھا۔ ”کیا واقعی...؟ میں یہاں رہ کر بہت کچھ سیکھ سکوں گا؟“

”بے شک۔ میں مختلف شعبوں کے بڑے بڑے تجربہ کار ماہرین کی خدمات حاصل کروں گا۔ وہ تمہیں لوگوں سے ملنا، ان سے باتیں کرنا، ان کی آنکھوں کو، ان کے چہروں کو

پڑھنا' ان کے لب و لہجے سے ان کے ارادوں کو سمجھنا اور کسی ایک بات کے پیچھے چھپی ہوئی دوسری باتوں تک پہنچنا سکھاتے رہیں گے۔ اور تم بہت کچھ سیکھتے رہو گے۔"

میرے نانا جان بہت اچھے ہیں۔ جو میں چاہتا ہوں' وہی کرتے ہیں۔ آخر کیوں نہ میری ہر خواہش پوری کریں؟ ان کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں ہے۔ میری ماما ان کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ مگر ابنارمل ہونے کے باعث نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں نواسہ ہوں۔ ان کے لئے بیٹی کی کمی پوری کر رہا ہوں۔

انہوں نے وعدے کے مطابق بہت ہی تجربہ کار ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ وہ سب مختلف دنوں میں باری باری روٹین کے مطابق آتے تھے اور مجھے طرح طرح کی تربیت دیتے تھے۔ مثلاً ایک ماہر نے قوتِ سماعت کے متعلق مجھے سکھایا۔ پہلے دن کہا۔ "میری آواز سنو اور اسے ریکارڈ کرو۔"

اس ٹریننگ کے سلسلے میں خاص طور پر ریکارڈنگ مشین منگوائی گئی تھی۔ میں نے اس کے ذریعہ اپنے ٹیچر کی آواز ریکارڈ کی۔ انہوں نے ایک فقرہ کہا۔ "خدا جانتا ہے' میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

پھر انہوں نے کہا۔ "اب اسے سنو اور بتاؤ' میری آواز اور لب و لہجے سے معلوم کر سکتے ہو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں؟"

میں نے اس فقرے کو بار بار ریوائنڈ کر کے سنا۔ پھر کہا۔ "آپ سچ کہہ رہے ہیں۔"

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں۔ میرے اس فقرے میں لفظ "جھوٹ" کو بہت توجہ سے سنو اور بتاؤ' یہ لفظ ادا کرتے ہوئے میرے لہجے میں کوئی تبدیلی آئی ہے یا نہیں؟"

میں نے اسے دوبارہ سنا تو محسوس ہوا' جھوٹ کہتے وقت ان کی آواز میں بہت ہی ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا۔ "اگر کوئی جھوٹا یہ کہے کہ خدا جانتا ہے' میں کبھی جھوٹ نہیں کہتا... اس میں دو الفاظ اہم ہیں۔ ایک خدا اور دوسرا جھوٹ۔ یہ دو الفاظ ادا کرتے وقت بڑے سے بڑے جھوٹے کی آواز میں بھی معمولی سی لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔"

میں بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بولے۔ "چونکہ خدا کی کبریائی اور اس کا خوف انسان کی گھٹی میں پڑا ہوتا ہے۔ اس لئے جھوٹ بولنے والا بہت محتاط ہونے کے باوجود لاشعوری طور پر ان دو الفاظ کی ادائیگی میں ضرور گڑبڑا جاتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ انجانے میں اپنی کمزوری ظاہر کر چکا ہے۔ یہ تو صرف توجہ سے سننے والے ماہرین ہی سمجھ

سکتے ہیں۔"

پھر انہوں نے کہا۔ "جب کوئی تمہارے سامنے بولتا ہو تو اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہو۔ چہرے کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھو۔ اس کے ہر انداز کو اور ہاتھوں کی حرکات و سکنات کو سمجھتے رہو۔ ابھی میں نے خدا کہتے وقت ہاتھ اوپر اٹھایا تھا۔ یعنی اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے' خدا کو گواہ بنانے کے لئے آسمان کی طرف اشارہ کیا تھا۔"

میری توجہ اور دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ بولے۔ "ہم سب خدا کہتے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ یا سر یا پھر آنکھیں اوپر کرتے ہیں۔ بچپن سے یہ بات ہمارے دماغوں میں بسی ہوئی ہے کہ خدا اوپر آسمانوں میں ہے۔"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ٹیچر نے کہا۔ "سچ بولنے والا صرف ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ آنکھیں اٹھا کر بھی اوپر دیکھتا ہے۔ گویا اپنے خدا سے نظریں ملا کر سچ کہتا ہے اور جو جھوٹا ہوتا ہے' وہ آسمان کی طرف صرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔ نظریں نہیں اٹھاتا۔"

وہ دل میں اتر جانے والی باتیں سمجھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ "اگر تم اپنے سامنے والے کی آنکھوں میں دیکھتے رہو گے' اس کے لب و لہجے کو' اس کی آواز کے اتار چڑھاؤ کو سمجھتے رہو گے تو رفتہ رفتہ اپنے ہر مخاطب کے اندر کی باتوں کو بڑی آسانی سے سمجھتے رہو گے۔"

پھر انہوں نے کئی فقرے ریکارڈ کرائے۔ کبھی محبت و مسرت سے بولتے رہے' کبھی غصے اور جنون میں کہتے رہے' کبھی آواز اور لب و لہجہ بدل کر والہانہ انداز میں کوئی بات کہی۔ ان کی یہ تمام باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔

پھر انہوں نے کہا۔ "یہ آوازیں تمہارے لئے ہوم ورک ہیں۔ وقتاً فوقتاً انہیں سنتے رہو اور ان کا تجزیہ کرتے رہو۔ کیونکہ بولنے والا میں ایک ہوں۔ میری ایک آواز ہے۔ لیکن غم و غصے' جوش و جنون اور محبت و مسرت سے بولتے وقت لہجہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ آواز کی تبدیلی سننے والے کو دھوکا دیتی ہے۔ لگتا ہے' بولنے والا کوئی ایک شخص نہیں ہے۔ آواز بدلنے کے ماہرین بہروپ بدل کر یا فون پر کس طرح سننے والوں کو دھوکا دیتے ہیں؟ یہ تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوتا رہے گا۔ اب میں اگلے ہفتے اسی وقت آؤں گا۔"

وہ چلے گئے۔ دوسرے دن دوسرے ماہر نے آ کر سونگھنے کی حس کے متعلق مجھے بہت کچھ بتایا۔ کتوں میں اور دوسرے جانوروں میں یہ حس اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ کافی فاصلے سے بھی خطرے کی بُو سونگھ لیتے ہیں۔

وہ ٹیچر پہلے دن مختلف بو کے متعلق تجزیہ کرنا سکھاتے رہے۔ میں اپنی داستان میں رفتہ رفتہ یہ بیان کرتا رہوں گا کہ کس طرح تعلیم و تربیت حاصل کر رہا ہوں؟ اور میرے اندر دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی جو حسّیات ہیں، انہیں کس طرح غیر معمولی بنایا جا رہا ہے؟

میں ہر ہفتے اپنی ماما سے ملنے جاتا تھا۔ وہ میری باتوں سے اور میری ذات سے دلچسپی لینے لگی تھیں۔ یوں رفتہ رفتہ ان کے دل میں میرے لئے اپنائیت سی پیدا ہو رہی تھی۔ میں بہت خوش تھا۔ مجھے طرح طرح کی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اپنی ماں کی محبت اور قربت مل رہی تھی۔ زندگی میں عیش و آرام تھا، دولت کی کمی نہیں تھی۔

ایسے وقت کہتے ہیں، شادمانی اور سرمستی میں ناچتے ہوئے مور کو جب اپنے بھدے پاؤں نظر آتے ہیں تو وہ ناچنا بھول جاتا ہے۔ سر جھکا لیتا ہے۔ جب میں اپنی پیدائش کے متعلق سوچتا تھا تو میرا بھی سر جھک جاتا تھا۔ سوچ یہ تھی کہ ایک بار اس ظالم باپ کی بو مل جائے تو میں بلڈ ہاؤنڈ کی طرح لپک کر اس کی گردن دبوچ لوں گا۔

میں بیس برس کا ہو چکا تھا۔ جو ماہرین مجھے ٹریننگ دیا کرتے تھے۔ ان کی کوششوں سے مجھے اس ادارے میں داخلہ مل گیا اور میں باقاعدہ ٹریننگ حاصل کرنے لگا۔

ایسے وقت میں نے ایک اجنبی کی فون کال اٹینڈ کی۔ اس کی سخت اور کھردری سی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو بیٹے...! آخر بیس برس کے ہو گئے۔ مجھے اسی دن کا انتظار تھا۔“

میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کے الفاظ، اس کے فقرے اور اس کا لب و لہجہ کہہ رہا تھا، میری تلاش ختم ہونے والی ہے۔ میرا وہ ٹارگٹ، جو اب تک تاریکی میں تھا، ذرا ذرا جھلکنے لگا ہے۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ”آپ کون ہیں؟“

”فی الحال تو تمہارے لئے اجنبی ہوں۔ لیکن تم میرے لئے پرائے نہیں ہو۔ میں اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے لہو کی طرح تمہیں جانتا اور بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں۔“

”آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں؟“

”یہی کہ تم پچھلے چھ برس سے لندن میں ہو۔ آکسفورڈ کی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہو۔ آجکل اسکاٹ لینڈ یارڈ میں وقت گزار رہے ہو۔ کیا سراغ رساں بننے کا ارادہ ہے؟“

میرے پاس ایک پاکٹ ریکارڈر رہتا تھا۔ میں نے فون پر اس آواز کو سنتے ہی ریکارڈر کو آن کر دیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ”میرے بارے اور کیا جانتے ہیں؟“

”یہ پوچھو! کیا نہیں جانتا؟ ایک ایسی بات جو تمہارے نانا جان بھی نہیں جانتے۔ حتیٰ کہ تمہاری ماما بھی نہیں جانتیں، وہ میں جانتا ہوں۔“

اس نے میری دکھتی رگ چھیڑ دی تھی۔ میرے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”ابھی تمہارا بلڈ پریشر بڑھ گیا ہوگا۔ کیونکہ تم ایک طویل عرصے سے مخمصے میں پڑے ہو... ٹو بی اور ناٹ ٹو بی... کوئی تمہارا باپ ہے یا نہیں ہے؟ تم جائز ہو یا ناجائز...؟“

اگرچہ میرے اندر طوفان برپا ہو رہا تھا۔ تاہم میں نے اپنے باڈی گارڈ امیر حمزہ اور ماسٹر فو سے غصے، جوش اور جنون کو برداشت کرنے کا ہنر حاصل کیا تھا۔ اس لئے بڑے صبر و تحمل سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

اس نے پوچھا۔ ”کیا میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں؟“

میں نے پوچھا۔ ”کیسی خوشخبری...؟“

”یہی کہ تم ناجائز نہیں ہو۔ جائز ہو۔“

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اتنی دیر میں اس کی یہ ایک بات اچھی لگی۔ مگر وہ کہاں تک درست کہہ رہا تھا؟ میرے متعلق کیا جانتا تھا؟ کیسے جانتا تھا؟ پہلے یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔ میں نے پوچھا۔ ”آپ میرے بارے میں یہ کیسے جانتے ہیں کہ میں جائز اولاد ہوں؟“

”تمہاری ماں کی ذہنی حالت درست نہیں ہے۔ وہ تمہیں کچھ بتا نہیں پائیں گی۔ مگر تمہارے نانا جانتے ہیں، تمہاری ماما کا نکاح قربان علی واسطی سے پڑھایا گیا تھا۔“

میں نے کہا۔ ”بے شک۔ یہ ساری باتیں مجھے بتائی گئی ہیں۔ ولدیت کے خانے میں میرے پاپا کا نام قربان علی واسطی لکھا جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟“

”سو فی صد درست ہے۔ میں جب چاہوں، ثابت کر سکتا ہوں کہ تم سعدیہ اور قربان علی واسطی کی جائز اولاد ہو۔“

میں بیان نہیں کر سکتا، ایسی معلومات سے مجھے کیسی خوشیاں حاصل ہو رہی تھیں؟ میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ”آپ کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ کیا اس سلسلے میں آپ کے پاس ٹھوس ثبوت ہیں؟“

”صرف ثبوت نہیں ہیں۔ چشم دید گواہ بھی ہیں۔“

میں نے تڑپ کر کہا۔ ”او گاڈ! پھر تو میں ابھی آپ سے ملنا چاہوں گا۔ آپ کہاں ہیں؟“

وہ بولا۔ ''ہم وہاں ہیں' جہاں سے ہماری خبر ہمیں نہیں ملتی... پھر تمہیں کیسے ملے گی؟''

''پلیز۔ ٹالنے والی باتیں نہ کریں۔ آپ میرے لئے رحمت کے فرشتے ہیں۔''

''اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ بے شک۔ میں تمہارے لئے باعث رحمت ہوں۔ تمہاری زندگی کا سب سے اہم مسئلہ تمہارا وقار' تمہاری عزت اور نیک نامی ہے۔ تم ایک پل میں ساری زندگی کے لئے بدنام ہو کر رہ سکتے ہو اور میں چاہوں تو ایک پل میں ہمیشہ کے لئے سر اٹھا کر جی سکتے ہو۔''

''یہ مانتا ہوں' اپنی زندگی کے سب سے اہم مسئلے میں آپ کا محتاج بن گیا ہوں۔ اس کے لئے میں منہ مانگی رقم ادا کروں گا۔ آپ کے جو بھی مطالبات ہوں گے' وہ پورے کروں گا۔''

''بے شک۔ میرے کچھ مطالبات ہیں' جنہیں مان کر ہی تم اپنے جائز ہونے کا ایسا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکو گے' جس کے بعد پوری دنیا یہ تسلیم کرے گی کہ تم دینی اور دنیاوی قوانین کے مطابق بالکل جائز ہو۔''

''آپ اپنے مطالبات پیش کریں۔ میں ابھی انہیں پورا کروں گا اور ابھی آپ سے ملاقات کروں گا۔''

''مجھ سے ملنے کی جلدی نہ کرو۔ پہلے میرا یہ مطالبہ سنو اور اسے پورا کرو۔ کیا تم نے اپنے خاندان میں رخشندہ عرف رخشی کا نام سنا ہے؟''

میں نے سر ہلا کر کہا۔ ''جی ہاں۔ وہ میری ماما کی سوتیلی ماں تھیں۔ میرے نانا جان نے دوسری شادی کی تھی۔ ان سے ایک اولاد بھی ہوئی تھی۔ لیکن نانا جان نے اسے جائز تسلیم نہیں کیا تھا اور اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی تھی۔''

وہ بولا۔ ''تمہارے نانا جان کی اسی غلطی نے تمہیں ناجائز بنا دیا ہے۔ اگر وہ آج رخشی سے ہونے والے بیٹے کو اپنا بیٹا اور جائز وارث تسلیم کر لیں تو کل سے تمہارے ناجائز ہونے کا داغ ہمیشہ کے لئے دھل جائے گا۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''میں اس سلسلے میں نانا جان سے بات کروں گا۔ انہیں راضی کروں گا۔ مجھے یقین ہے' وہ جسے ناجائز کہتے ہیں' اسے جائز بیٹا تسلیم کر لیں گے۔ لیکن پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کس طرح مجھے جائز ثابت کریں گے؟ یہ یقین ہونا چاہئے کہ واقعی اس سلسلے میں آپ کے پاس ٹھوس ثبوت اور چشم دید گواہ ہیں۔''

وہ بولا۔ ''تمہاری ماما سے اور تمہارے پاپا سے زیادہ اہم چشم دید گواہ کوئی اور نہیں ہو

سکتا۔ تمہاری ماما موجود ہیں۔ تمہارے پاپا پچھلے بیس برسوں سے لاپتہ ہیں۔ مگر تمہیں جائز ثابت کرنے اور تمہارے حق میں گواہی دینے کے لئے گمشدگی کے اندھیروں سے نکل آئیں گے۔ وہ زندہ ہیں۔ کیا اپنے پاپا سے ملنا نہیں چاہو گے؟''

میں نے تڑپ کر کہا۔ ''ابھی ملنا چاہوں گا۔ آپ ابھی ان سے ملوا دیں۔ کسی طرح یقین دلا دیں کہ وہ زندہ ہیں۔ کم از کم مجھے ان کی آواز ہی سنا دیں۔''

''آہستہ برخوردار! آہستہ... بہت تیزی سے بول رہے ہو۔ بہت تیزی سے دوڑتے ہوئے اِدھر آنا چاہتے ہو۔ یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ میرے مطالبات پورے کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔''

میں نے کہا۔ ''آپ کا فون نمبر یہاں سی ایل آئی پر آ گیا ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر نانا جان سے بات کر کے آپ کو جواب دوں گا۔ وہ آپ کا مطالبہ ضرور تسلیم کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''بات صرف یہیں تک نہیں ہے۔ پہلے غور سے سنو...! رخشی کے بیٹے کا نام سلطان ظفر ہے۔ علیم شیرازی کو کورٹ پیپر پر یہ وصیت لکھنی ہوگی کہ سلطان ظفر ان کا بیٹا ہے' ان کی دولت و جائیداد کا وارث ہے۔ لہٰذا وہ اپنی تمام دولت و جائیداد کا ستر فی صد حصہ سلطان ظفر کے نام لکھ رہے ہیں۔ ان کی یہ وصیت آئندہ کسی بھی حال میں منسوخ نہیں کی جائے گی۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ فون بند کریں۔ میں ابھی نانا جان سے بات کر رہا ہوں۔ پھر آپ کو کال بیک کروں گا۔''

''مجھے کال بیک نہیں کر سکو گے۔ میں ایک پی سی او سے بات کر رہا ہوں۔ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تقریباً تین گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔ او کے سو فار...''

اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی نانا جان سے رابطہ کیا۔ وہ پاکستان میں تھے۔ میں نے کہا۔ ''نانا جان! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میرے پاپا زندہ ہیں۔''

انہوں نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے! تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کیا تمہاری ان سے ملاقات ہو چکی ہے؟''

''ابھی نہیں ہوئی ہے۔ مگر جلد ہی ہو سکتی ہے۔''

میں انہیں اس اجنبی کی فون کال کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ بڑی توجہ سے سنتے رہے۔ پھر بولے۔ ''یقیناً یہ وہی دشمن ہوگا' جس نے دو بار مجھ سے فون پر بات کی تھی اور تمہاری ماما کو تباہ و برباد کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔''

"میں نے اس اجنبی کی آواز ریکارڈ کی ہے۔ آپ یہاں آئیں گے تو اسے سن کر معلوم کرسکیں گے کہ یہ وہی شخص ہے یا کوئی اور ہے؟ پہلے یہ بتائیں' کیا مجھے جائز ثابت کرنے کے لئے سلطان ظفر کو اپنا بیٹا اور وارث تسلیم کریں گے؟"

"بیٹے! اس شخص کا یہ مطالبہ بھی ثابت کر رہا ہے کہ یہ وہی میرا پرانا دشمن ہے۔ اب تم سمجھدار ہوگئے ہو۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں بھی ہو۔ یہ جان چکے ہو کہ میرا تعلق کسی خفیہ تنظیم سے ہے۔ وہ شخص بھی اسی تنظیم میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ وہ مجھے وہاں سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے اور میری تمام دولت و جائیداد ایک حرام کی اولاد کے نام کروانا چاہتا ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں بہت سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"پلیز۔ آپ فوراً یہاں چلے آئیں۔"

"فوراً نہیں آسکتا۔ ابھی فون کے ذریعہ معلوم کرتا ہوں' کس فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے؟ شاید کل شام تک آسکوں گا۔"

"وہ اجنبی کال تین گھنٹے بعد مجھ سے فون پر رابطہ کرے گا۔ اس سے کیا کہنا چاہئے؟"

"اس سے کہو' میں اس کا مطالبہ اسی شرط پر پورا کروں گا کہ پہلے وہ آکر ہم سے ملاقات کرے۔ سلطان ظفر کے نام وصیت لکھتے وقت اس کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر وہ ہمارے سامنے آنے اور ہم سے ملنے پر راضی ہو جائے گا تو پھر مجھے پاکستان میں ہی رہ کر اپنے وکیل کے ذریعہ وصیت نامہ لکھوانا ہوگا اور سلسلے میں اس سے اور سلطان ظفر سے باتیں کرنی ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں' اسے کچھ وقت تک ٹالنے کے لئے یہ کہنا چاہئے کہ اس کی اور سلطان ظفر کی موجودگی میں یہ ساری قانونی کارروائیاں کی جائیں گی۔"

"بیٹے! اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں سے تمہاری اچھی واقفیت ہو چکی ہے۔ ان کے ذریعہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ اجنبی کون ہے؟ اس نے کہاں سے فون کیا تھا؟ اور ابھی تین گھنٹے بعد کس جگہ سے رابطہ کر رہا ہے؟"

میں نے ان کی ہدایات کے مطابق اسکاٹ لینڈ کے ریٹائرڈ افسران سے رابطہ کیا۔ انہوں نے میری تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "جو آواز تم نے ریکارڈ کی ہے۔ اسے ریکارڈنگ مشین پر سنو۔ اس کے لہجے کا تجزیہ کرو۔ الفاظ اور فقروں کی ادائیگی پر دھیان دو۔ جب کسی نتیجے پر پہنچو تو ہمیں فون کرو۔ ہم میں سے کوئی تمہاری مدد کے لئے آئے گا۔"

میں ریکارڈنگ مشین کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس اجنبی کو اندر تک سمجھنے کا یہی ایک راستہ تھا۔ اس کی آواز اور لب و لہجہ میری یادداشت میں محفوظ ہو چکا تھا۔ میں آئندہ ہزاروں کی بھیڑ میں بھی اس کی آواز سن کر اسے پہچان سکتا تھا۔

پھر میں مشین کے ذریعہ اس کے لب و لہجے کو واضح طور پر سننے لگا۔ ایک ایک لفظ کی ادائیگی کو اور فقروں کے پیچھے چھپی ہوئی باتوں کو سمجھنے کی کوششیں کرنے لگا۔ میں نے تقریباً دو برسوں تک یہ ٹریننگ حاصل کی تھی۔ ایک ریٹائرڈ افسر نے خوش ہو کر کہا تھا کہ میں ذہین ہوں۔ میری یادداشت غیر معمولی ہے۔ میں مختلف آواز اور لب و لہجوں کو یاد رکھتا ہوں۔ آواز کے ایک ہلکے سے وائبریشن کو بھی محسوس کرلیتا ہوں۔

میں نے صرف دو بار کیسٹ کو ریوائنڈ کرکے سنا۔ پھر مشین کو بند کر دیا۔ بہت سی باتیں سمجھ میں آگئیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ جب وہ میرے پاپا کے متعلق کہہ رہا تھا' وہ زندہ ہیں اور بیس برسوں تک لاپتہ رہنے کے باوجود گمشدگی کے اندھیروں سے باہر آسکتے ہیں تو اس کی آواز اور لہجے میں پوری سچائی تھی۔ ایسا کہتے وقت کسی بھی لفظ کی ادائیگی میں کوئی لغزش نہیں ہوئی تھی۔

یہ بات میرے اطمینانِ قلب کے لئے اور مجھے مسرتوں سے نہال کردینے کے لئے کافی تھی۔ میرے دامن سے بے حیائی کی پیداوار کا داغ دھل رہا تھا۔ جیسے سر سے ایک پہاڑ اتر رہا تھا۔

پھر میں نے اس کی گفتگو کے اس حصے کا تجزیہ کیا' جب وہ سلطان ظفر کے لئے مطالبات پیش کر رہا تھا۔ نانا جان کی دولت و جائیداد میں سے اسے ستر فی صد کا حقدار بنانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس کی آواز اور لب و لہجے میں ایک ڈھکی چھپی سی کمزوری تھی۔ جیسے یقین نہ ہو کہ اس کے مطالبات منظور کرلئے جائیں گے یا پھر وہ اندر سے یہ نہ چاہتا ہو کہ میرے اور ماما کے حصے کی ستر فی صد جائیداد سلطان ظفر کو ملے۔

دو میں سے کوئی ایک بات ہوسکتی تھی۔ میں مشین کے ذریعہ اس کی آواز کا ٹون بدلتا رہا۔ پہلے اس میں نرمی اور محبت کی چاشنی پیدا کرکے سنا۔ مشین کے اسپیکر نے واضح طور پر بتایا کہ سلطان ظفر کی حمایت میں بولنے کے باوجود وہ ایک ذرا کمزور پڑ رہا ہے۔ وہ بہت مجبور تھا۔ اپنی آواز میں چھپے ہوئے ارتعاش پر قابو نہیں پا رہا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اندرونی طور پر کسی وجہ سے کمزور ہے۔ یا کسی کے دباؤ میں ہے۔ پھر میں نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے ٹون بدل دیا۔ اس کی آواز میں سختی پیدا

کی۔ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا تھا' اب انہی باتوں کو وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایسی سختی اور آمرانہ انداز کے باوجود ان مخصوص الفاظ میں وہی وائبریشن تھا، جو کمزوری کی علامات بنا ہوا تھا۔

ایسے تھکا دینے والے تجزیے کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ فون پر بات کرنے والا اجنبی خودمختار نہیں ہے۔ کسی کا آلۂ کار بن کر سلطان ظفر کی حمایت کر رہا ہے۔

وہ اجنبی ایسا دشمن تھا، جو میری اور ماما کی دولت و جائیداد کو سلطان ظفر کے نام کرنا چاہتا تھا اور ایسا دوست بھی ثابت ہو سکتا تھا جو میرے ناجائز ہونے والی بدنامی کو مٹا کر مجھے نیک نام کر سکتا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' میرے پاپا کو بھی ہمارے پاس پہنچا سکتا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس طرح وہ اجنبی ہمارا دوستوں سے بھی زیادہ دوست اور اپنوں سے بھی زیادہ اپنا بن جاتا۔

اس نے تین گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کر کے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ تم نے اپنے نانا جان سے بات کی؟ وہ میرے مطالبات تسلیم کریں گے؟''

میں نے کہا۔ ''وہ میری نیک نامی کی خاطر آپ کی تمام باتیں مان لیں گے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ روبرو معاملات طے ہوں۔ میرے نانا جان کل شام تک کسی بھی فلائٹ سے یہاں آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ ان سے ملاقات پر راضی ہوں گے تو پھر وہ یہاں نہیں آئیں گے۔ آپ کو پاکستان جانا ہوگا۔ وہاں سلطان ظفر کے نام وصیت لکھنے کے سلسلے میں قانونی کارروائیاں ہوں گی۔''

وہ بولا۔ ''اس کے لئے میری موجودگی لازمی نہیں ہے۔ میرا ایک نمائندہ تمہارے نانا جان سے ملاقات کرے گا۔ تمام کاغذی تیاریوں کے دوران ان کے ساتھ رہے گا۔''

''میرے نانا جان یہاں آئیں گے۔ آپ یہاں تو ان سے ملاقات کر سکتے ہیں؟''

''میں نے کہا نا... کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہاں بھی میرا نمائندہ ان سے ملاقات کرے گا۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''چلیں ملاقات نہ سہی۔ فون پر تو ان سے باتیں کر سکتے ہیں؟''

''میں یہ آخری بار تمہیں فون کر رہا ہوں۔ اس کے بعد فون پر بھی میرا نمائندہ تم سے باتیں کیا کرے گا۔''

''سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' آپ میری ہر بات سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟''

اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ صرف اتنا کہا کہ کل شام تک میرے نانا جان آ رہے ہیں۔ لہٰذا کل اس کا کوئی نمائندہ فون کے ذریعہ ہم سے رابطہ کرے گا۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

اس کی یہ باتیں ذرا الجھانے والی تھیں۔ مجھے دعوت فکر دے رہی تھیں۔ میں اس کے انکار کے ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ قیافہ شناسی کے سلسلے میں اسکاٹ لینڈ کے ماہرین سے جو تربیت حاصل کی تھی' وہ میرے کام آ رہی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے سننے کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعہ یہ معلوم کیا تھا کہ وہ اجنبی اندر سے کہیں بہت کمزور ہے۔ اب یہ کمزوری اس طرح ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ ہمارے سامنے آنے سے کترا رہا تھا۔ اس نے اپنا پرسنل فون نمبر بھی نہیں بتایا تھا۔ اگر بتایا ہوتا تو میں ابھی فون کر کے اسے مزید ٹٹولنے کی کوششیں کرتا۔

ان دنوں موبائل فون کا بڑا چرچا تھا۔ یہ فون ابھی عام نہیں ہوا تھا۔ جلد ہی مارکیٹ میں آ کر ہاتھوں ہاتھ پہنچنے والا تھا۔ اس سلسلے میں یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ 1908ء سے ہی موبائل فون کا تصور قائم ہو چکا تھا۔ کوشش یہ تھی کہ کسی تار کے بغیر آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائی جائے۔ مگر یہ ناممکن سا لگتا تھا۔ پچھلی صدی اسی تگ و دو میں گزرتی رہی۔

1991ء میں ایسے موبائل فون مارکیٹ میں آئے جو سائز میں بہت بڑے تھے۔ انہیں چھوٹے سے بریف کیس کی طرح اٹھا کر لے جانا پڑتا تھا۔ ایسے فون گاڑیوں میں لگائے جاتے تھے۔ اب ایسے چھوٹے سائز کے موبائل فون، جو ایک ہتھیلی میں آ جائیں' ان کے متعلق خبریں شائع ہو رہی تھیں۔

فی الحال مجبوری تھی۔ میں اس اجنبی سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ کل شام کو بھی اس کا کوئی نمائندہ ہم سے باتیں کرنے والا تھا۔ ایسے وقت نانا جان نے مجھے فون پر مخاطب کیا اور پوچھا۔ ''کیا اس اجنبی نے تم سے رابطہ کیا تھا؟''

''جی ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس سے باتیں ہوئی ہیں۔ وہ کہتا ہے' جائیداد کے سلسلے میں جب قانونی کارروائیاں ہوں گی تو اس کا کوئی نمائندہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ وہ اجنبی ہمارے سامنے نہیں آئے اور نہ ہی اب فون پر باتیں کرے گا۔ کل شام کو اس کے کسی نمائندے سے بات ہوگی۔''

انہوں نے کہا۔ ''وہ دراصل میرے سامنے آنے سے کترا رہا ہے۔ اب مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے' ہماری تنظیم کا وہی اعلیٰ عہدیدار ہے۔ ابھی ایک بات ذہن میں آئی ہے۔ تم نے

اس کی آواز ریکارڈ کی ہے نا...؟"

"جی ہاں۔ اس کی ریکارڈنگ میرے پاس موجود ہے۔"

"تو پھر ابھی مجھے سناؤ۔ شاید میں اسے پہچان سکوں۔"

میں ٹیلی فون کو ریکارڈنگ مشین کے پاس لے آیا۔ پھر اسے آن کر کے والیم بڑھا دیا۔ اس وقت ریسیور میرے کان سے لگا ہوا تھا اور ریکارڈنگ مشین کی آواز بھی نانا جان تک پہنچ رہی تھی۔

انہوں نے تھوڑی تک سننے کے بعد کہا۔ "او خدایا! یہ میں کس کی آواز سن رہا ہوں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

میں نے مشین کو آف کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کسی دشمن کی آواز کو پہچان رہے ہیں؟"

"میرے بیٹے! یہ آواز کسی دشمن کی نہیں ہے۔ میں اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ یہ... میرا داماد اور تمہارا باپ قربان علی واسطی ہے۔"

میں اندر سے ایسے ہل گیا' جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ "کیا...؟ کیا میں اب تک اپنے پاپا کی آواز سنتا آرہا ہوں؟ نانا جان! آپ کو پورا یقین ہے' یہ... یہ میرے پاپا کی ہی آواز ہے؟"

"ہاں بیٹے! میں پورے یقین سے کہہ رہا ہوں' میرے کان دھوکا نہیں کھا سکتے۔ میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ یہ تمہارا باپ ہی ہے۔"

میں نے خوش ہو کر بڑے جوش و جذبے سے کہا۔ "نانا جان! اگر یہ میرے پاپا ہی ہیں تو اس کا مطلب ہے' یہ زندہ ہیں۔ اس دنیا میں موجود ہیں۔ مجھ سے باتیں کرتے رہے ہیں۔ آج نہیں تو کل میری ماما کی پارسائی کا جیتا جاگتا ثبوت بن کر دنیا والوں کے سامنے آئیں گے۔"

نانا جان خوش تھے۔ لیکن ذرا فکر مند بھی تھے۔ انہوں نے کہا۔ "آج یہ اہم انکشاف ہوا ہے کہ قربان علی واسطی زندہ ہے۔ یقیناً وہ تمہاری پیدائش کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ کسی نہ کسی دن یہ اعتراف ضرور کرے گا کہ تم اُس کی جائز اولاد ہو۔ لیکن اس سلسلے میں کچھ ایسے سوالات ہیں' جن کے جوابات ابھی نہیں مل سکیں گے۔"

انہوں نے ذرا توقف سے کہا۔ "پہلی بات تو یہ کہ وہ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اسے بہت پسند کرتا تھا۔ وہ میری بہت عزت کرتا تھا۔ اسی لئے میں نے اسے داماد بنایا تھا۔ مگر اچانک وہ ہم سے لاتعلق کیوں ہو گیا؟"

واقعی یہ ایک اہم سوال تھا۔ انہوں نے کہا۔ "اتنی مدت گزر جانے کے بعد ہم سمجھ رہے تھے' شاید وہ وفات پا چکا ہے۔ لیکن وہ زندہ ہے۔ آخر اب تک کہاں چھپا رہا؟ اب بھی کیوں چھپ رہا ہے؟ سامنے کیوں نہیں آرہا ہے؟ اپنی جگہ کسی نمائندے کو کیوں بھیجنے والا ہے؟"

اور بھی بہت سے سوالات تھے کہ جب وہ ہمارے اپنے ہیں تو رخشی سے ہونے والے ناجائز بیٹے کی حمایت کیوں کر رہے ہیں؟ انہیں میری اور ماما کی حمایت کرنی چاہئے۔ میں ان کا اپنا بیٹا ہوں۔

پھر مجھے اچانک یاد آیا۔ میں نے کہا۔ "ایک نہیں' ہم دو بیٹے ہیں۔ نانا جان! میرا وہ دوسرا بھائی یقیناً پاپا کے پاس ہوگا۔ اس رات وہ ہی ہوسپٹل آئے ہوں گے۔ مجھے ماما کے پاس چھوڑ کر میرے بھائی کو لے گئے ہوں گے۔ او گاڈ...! سمجھ میں نہیں آرہا ہے' اگر یہ سب کچھ پاپا نے کیا ہے تو کیوں کیا ہے؟ پچھلے بیس برسوں سے ان کا مزاج بدلا ہوا ہے۔ وہ ہم سے دشمنی کر رہے ہیں۔"

نانا جان نے کہا۔ "اس نے فون پر باتیں کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہے کہ مجھ سے بات کرے گا تو میں اس کی آواز پہچان لوں گا۔ وہ اب بھی ہم سے چھپ رہا ہے۔ اس کے دل میں ہمارے لئے دشمنی ہے۔ تب ہی وہ سلطان ظفر کی حمایت کر رہا ہے۔ تم دونوں بھائی اس کی سگی اولاد ہو۔ جیسا کہ اس نے خود کہا ہے' تمہاری جائز ولدیت ثابت کر دے گا تو پھر باپ ہو کر وہ تم دونوں کی حمایت کیوں نہیں کر رہا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا' یہ کیسی دشمنی ہے؟"

"کل شام پاپا کا جو نمائندہ ہم سے باتیں کرے گا' میں اس سے کہوں گا' میرے نانا جان نے انہیں پہچان لیا ہے۔ اب وہ ہم سے چھپنے کی کوشش نہ کریں۔ سامنے آجائیں۔"

انہوں نے کہا۔ "نہیں بیٹے! ایسا ہرگز نہ کہنا۔ اسے یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ تم نے اس کی آواز ریکارڈ کی ہے۔ پھر اس کا کوئی نمائندہ بھی ہم سے بات نہیں کرے گا۔ وہ خاموشی اختیار کر لے گا۔ یہ سمجھ جائے گا کہ ہم اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔"

"یعنی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہئے کہ میں نے اپنے پاپا کو پہچان لیا ہے؟"

"فی الحال اپنے باپ کو خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ وہ ہمارے لئے پراسرار بنا ہوا

ہے۔ ہم چپ چاپ بڑی رازداری سے اسے تلاش کرتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ریٹائرڈ افسران کی خدمات حاصل کر سکتے ہو۔ ہم انہیں خاطر خواہ معاوضہ دیں گے۔"

میں نے اسی دن ایک ریٹائرڈ افسر گیری کوپر سے ملاقات کی۔ اسے ابتدا سے اپنے اور پاپا کے متعلق سب کچھ بتایا۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ پھر میرے ساتھ بنگلے میں آ کر ریکارڈر سے پاپا کی آواز سنی اور مجھ سے کہا۔ "تمہارا تجزیہ درست ہے۔ آواز اور لہجے سے پتہ چلتا ہے' مسٹر قربان واسطی اندرونی طور پر کسی وجہ سے کمزور ہیں۔ یہ تجزیہ بھی درست ہے کہ وہ کسی کے دباؤ میں ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے' تمہارے ناناجان کی ستر فی صد جائیداد حاصل کرنے کے لئے وہ کسی فکر' پریشانی یا اضطراب میں مبتلا ہوں۔"

پھر اس نے ناگواری سے سر ہلا کر کہا۔ "یہ دولت بڑی ظالم شے ہے۔ وہ سلطان ظفر کے ذریعہ تمہارے ناناجان سے دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے دباؤ میں رہ کر یہ مطالبہ کر رہے ہیں' یقیناً اس کے مقابلے میں کمزور ہیں۔ شاید ان کے لب و لہجے کے پیچھے یہی کمزوری چھپی ہوئی ہے۔ بہرحال کیسٹ کو ریوائنڈ کرو۔"

میں اسے ریوائنڈ کرنے لگا۔ افسر نے کہا۔ "تم نے صرف اپنے پاپا کی آواز اور لب و لہجے پر توجہ دی ہے۔ ان باتوں پر دھیان نہیں دیا' جو اس کے پیچھے چھپی ہوئی ہیں۔ اب اسے آن کرو اور پوری حاضر دماغی سے سنو۔ یہ بتاؤ' بولنے والا اس وقت کہاں تھا؟"

میں نے ریکارڈر کو آن کیا۔ پاپا کی آواز ابھرنے لگی۔ دو چار سیکنڈ تک سنتے ہی میں نے کہا۔ "آواز میں ہلکی ہلکی سی گونج ہے۔ ایسا لگتا ہے' وہ کسی گنبد نما بڑے سے ہال میں ہیں۔ وہ ہال چاروں طرف سے بند ہے۔ اس لئے ان کی آواز ہولے ہولے گونج رہی ہے۔"

گیری کوپر نے کہا۔ "ہیئر یو آر... تم کسی حد تک درست کہہ رہے ہو۔ لیکن وہ کسی گنبد نما ہال میں تنہا نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آواز کچھ زیادہ ہی گونجتی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "جی ہاں۔ پاپا نے جس نمبر سے فون کیا ہے' وہ پی سی او کے مخصوص الاٹنٹ نمبروں میں سے ایک ہے اور پی سی او کسی گنبد نما ہال میں نہیں ہو سکتا۔"

"اور اگر پی سی او کے کسی بند کمرے میں ہیں تو آواز اس طرح نہیں گونجے گی۔"

میں نے کہا۔ "سر...! میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' یہ کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟"

"اگر تمہارے پاپا لندن میں ہیں تو اس وقت وہ ٹیوب اسٹیشن میں تھے۔"

میں نے قائل ہو کر سر ہلایا۔ زمین کے نیچے بنائی ہوئی سرنگوں میں جو ٹرینیں چلتی ہیں' انہیں ٹیوب ٹرین کہتے ہیں۔ وہ سرنگ چاروں طرف سے بند ہوتی ہے۔ چونکہ دور تک پھیلی ہوتی ہے' اس لئے آواز زیادہ نہیں گونجتی۔ مگر ہلکی سی گونج ضرور ہوتی ہے۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "آپ میری درست رہنمائی کر رہے ہیں۔ یقیناً میرے پاپا لندن میں ہی ہیں۔"

یہ اُمید ہو چلی تھی کہ میری ماما کے دن پھرنے والے ہیں۔ پاپا کا سراغ مل رہا ہے۔ اگر میں اسی طرح کھوج میں لگا رہا تو جلد ہی ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ پھر وہ مجھ سے کترا نہیں سکیں گے۔ دور نہیں بھاگ سکیں گے۔ میں انہیں ماما کے پاس لے آؤں گا۔ جب ان دونوں کا آمنا سامنا ہوگا تو شاید میری ماما بھی نارمل ہو جائیں گی۔

پچھلے چھ برسوں میں وہ بڑی حد تک نارمل ہو چکی تھیں۔ پہلے بہکی بہکی باتیں کرتی تھیں کہ وہ ماں بننے والی ہیں۔ لیکن جب تک اپنے دشمن کا منہ نہیں نوچیں گی' اسے قتل نہیں کریں گی۔ تب تک اپنے بچے کو پیدا نہیں کریں گی۔

اب وہ ایسی باتیں نہیں کرتی تھیں۔ انہیں رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ بچہ اتنے طویل عرصے تک پیٹ میں نہیں رہتا۔ اب وہ بچے کے باپ کو دشمن نہیں کہتی تھیں۔ اس کے خلاف غصہ نہیں دکھاتی تھیں۔ چپ چپ سی رہنے لگی تھیں۔

جب میں لندن آیا تھا تو چودہ برس کا تھا۔ مجھ پر بڑی پابندیاں تھیں۔ اب بیس برس کا ہو چکا تھا۔ تمام پابندیاں ختم ہو چکی تھیں۔ میں خود ہی روٹین کے مطابق زندگی گزارنے کا عادی ہو گیا تھا۔

امیر حمزہ اور ماسٹر فو اب دن رات سائے کی طرح میرے ساتھ نہیں رہتے تھے۔ جب میں چاہتا تو وہ میرے ساتھ رہتے اور جب میں انکار کر دیتا تو وہ مجھ سے دور ہو جاتے۔ مگر یہ جانتا تھا' دور ہونے کے بعد وہ میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ناناجان نے ہدایت کی تھی کہ مجھے کسی حال میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔

دوسری صبح میں گرین پارک ٹیوب اسٹیشن پہنچ گیا۔ یوں تو کئی بار ٹیوب ٹرین کے ذریعہ لندن کے مختلف حصوں میں جاتا آتا رہا تھا۔ مگر اس روز خاص طور پر وہاں کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ ارادہ تھا' وہاں کے تمام ٹیوب اسٹیشنوں میں جاتا رہوں گا۔ ہر روز دو چار گھنٹے کسی نہ کسی اسٹیشن میں گزاروں گا۔ ٹرین میں بھی سفر کروں گا۔ اس طرح لوگوں کے قریب سے گزرتے ہوئے ان کی باتیں' ان کی آوازیں سنتا رہوں گا۔ کہیں نہ کہیں میرے پاپا کا

لب و لہجہ میری گرفت میں آئے گا اور میں انہیں پہچان لوں گا۔

اس روز گرین پارک میں ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی سے سامنا ہوا۔ نظریں ملتے ہی وہ مسکرائی۔ میں پلٹ کر جانے لگا۔ وہ تیزی سے میری طرف آتے ہوئے بولی۔ ''ہے یو وکی...! تم مجھے نظرانداز کر کے جا رہے ہو۔ میری انسلٹ کر رہے ہو۔''

اس نے میری پشت پر ایک ہاتھ مارا۔ میں نے پلٹ کر اسے تعجب سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟''

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بولی۔ ''اوہو۔ تم تو ایسے بی ہیو کر رہے ہو' جیسے مجھے جانتے نہیں ہو۔''

''واقعی میں تمہیں نہیں جانتا۔''

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ اس وقت مجھے بھول رہے ہو؟ کیا تم نے کل سے ڈرگ نہیں لی ہے؟''

''ڈرگ...؟'' میں نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''میں کوئی نشہ نہیں کرتا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''یہی تو تمہارے ساتھ پرابلم ہے۔ جب نشہ نہیں کرتے ہو تو یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے' کل سے ایک خوراک بھی نہیں لی ہے۔ مجھ جیسی گرل فرینڈ کو بھی بھول رہے ہو۔''

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''میں سمجھ گیا۔ تم نشہ کرتی ہو۔ تم نے خوراک نہیں لی ہے۔ اس لئے بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ خوامخواہ مجھے اپنا بوائے فرینڈ بنا رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''چلو۔ یہی سمجھتے رہو۔ یہ بتاؤ' ٹکٹ لے لیا ہے۔ ٹرین آنے والی ہے۔''

''میرے پاس ٹکٹ ہے۔ میں کسی بھی دوسرے ٹیوب اسٹیشن کی طرف جا سکتا ہوں۔''

''نہیں۔ تم میرے ساتھ آکسفورڈ سرکس چلو گے۔ میرے اپارٹمنٹ میں ایک پڑیا رکھی ہے۔ ایک خوراک لو گے تو عقل ٹھکانے آ جائے گی۔''

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ ''کیا تم کسی کو گاہک بنانے کے لئے اسی طرح لفٹ لیتی ہو؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''یو شٹ اپ۔ یقیناً کبھی کبھی تمہاری یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن پہلے تو تم نے کبھی اس لہجے میں بات نہیں کی۔ اس طرح میری انسلٹ نہیں کی۔ پھر آج کیا ہو گیا ہے؟ چلو۔ اب سوری بولو...''

میں نے سوچا' یہ اونچی آواز میں بولے گی تو میں خوامخواہ تماشہ بن جاؤں گا۔ وہ اپنی باتوں سے اور لہجے سے ابنارمل نہیں لگ رہی تھی۔ میں نے اتنی دیر میں اسٹڈی کر لی کہ وہ اپنے طور پر درست کہہ رہی ہے اور پورے یقین کے ساتھ مجھے ایک نشہ کرنے والا ابنارمل بوائے فرینڈ سمجھ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''ابھی تم نے مجھے وکی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ کیا تمہارا بوائے فرینڈ میرے جیسا دکھائی دیتا ہے؟''

''تم ہی وکی ہو۔ تمہارے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ میرے ساتھ چلو۔ ایک خوراک لو۔ تمہیں سب کچھ یاد آ جائے گا۔''

یکبارگی میرے ذہن نے چیخ کر کہا۔ ''میں یہ کیوں بھول رہا ہوں؟ میرا گمشدہ بھائی میرا ہم شکل ہے۔ کیا وہ اس کا بوائے فرینڈ ہے؟''

میں نے پوچھا۔ ''یہ بتاؤ' ہماری دوستی کتنے عرصے سے ہے؟''

''ہم پچھلے دو مہینوں سے ہر دوسرے تیسرے دن ملتے رہتے ہیں۔ تم کبھی کبھی میرے ساتھ راتیں گزارتے ہو۔''

میں نے جلدی سے کہا۔ ''او گاڈ...! آگے نہ بولو۔ مجھے غور سے دیکھو... کیا تمہارا وکی بالکل ایسا ہی ہے؟ یہی ناک نقشہ' یہی چہرہ' یہی قد اور جسامت... کیا وہ بالکل میرے جیسا لگتا ہے؟''

''تمہارے جیسا لگتا نہیں ہے۔ تم ہی وکی ہو۔ فار گاڈ سیک۔ میرے ساتھ چلو۔ تمہیں سب کچھ یاد آ جائے گا۔''

میں نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ضرور چلوں گا۔ مجھے بھی ایسا لگتا ہے' جیسے تم سے ملتا رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ وقت گزارتا رہا ہوں۔''

وہ اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''تھینکس گاڈ...! پٹری پر آ رہے ہو۔''

ٹرین آ گئی۔ میں نے اندر آ کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے اپارٹمنٹ میں وکی آیا کرتا ہے۔ یعنی کہ میں آیا کرتا ہوں۔ پھر تو میرا کچھ سامان بھی وہاں ہو گا اور میری کوئی تصویر بھی تمہارے پاس ہو گی؟''

''وہاں تمہارا بہت کچھ ہے۔ ابھی چل کر دیکھ لو گے۔''

مجھے یقین ہو گیا تھا' میرے بھائی سے اس کی دوستی یاری ہے۔ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی ہو رہی ہے اور میں خوش قسمتی سے ان کے قریب پہنچنے ہی والا ہوں۔ بھائی مل جاتا

یا پاپا مل جاتے۔ دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ میں دوسرے تک پہنچ سکتا تھا۔

مجھے کچھ یاد آیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''وکی کا پورا نام کیا ہے؟ یعنی میرا نام بتاؤ...؟''

وہ بولی۔ ''تعجب ہے' تمہاری یادداشت اتنی بھی کمزور نہیں ہوتی کہ اپنا نام ہی بھول جاؤ؟ تمہارا پورا نام وقار علی واسطی ہے۔''

یہ سنتے ہی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ''میرے پاپا کا نام کیا ہے؟''

''تم نے کبھی ان کا نام ہی نہیں بتایا۔ تم بہت پراسرار بن کر رہتے ہو۔ کبھی اپنے گھر نہیں لے جاتے۔ اپنے والدین سے بھی نہیں ملواتے۔ کیوں مجھے اسٹریٹ گرل سمجھتے ہو؟ میں کیسے یقین دلاؤں کہ ایسی نہیں ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے یقین آجائے گا۔ جیسا کہ تم جانتی ہو' ابھی میں ابنارمل ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے' میری رہائش گاہ کہاں ہے؟ کیا تم مجھے وہاں پہنچا سکتی ہو؟''

''جب ایڈریس ہی نہیں جانتی تو کیسے پہنچاؤں؟''

میں نے دل میں سوچا۔ ''میرا بھائی پاپا کی طرح چالاک ہے۔ جس طرح میں اور ماما ان کے اپنے ہیں۔ لیکن پاپا ہم سے کترا رہے ہیں۔ اسی طرح میرا بھائی اپنی گرل فرینڈ کو اپنانے کے باوجود اس سے کتراتا رہتا ہے۔''

پھر میں نے سوچا۔ ''جب وکی سے اس لڑکی کا سامنا ہوگا تو اسے یہ حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ میں وکی نہیں ہوں' اس کا ہم شکل بھائی ہوں۔ لہٰذا میں اس سے یہ بات نہیں چھپاؤں گا۔ اپارٹمنٹ میں پہنچنے کے بعد اس کی غلط فہمی دور کر دوں گا۔''

میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا۔ ''جب وکی کو میرے متعلق معلوم ہوگا تو کیا وہ مجھ سے ملنا چاہے گا یا پاپا کی طرح منہ چھپائے گا؟''

سیدھا سا جواب سمجھ میں آیا۔ ''یقیناً وہ پاپا کے ساتھ رہتا ہوگا۔ انہی کے نقش قدم پر چلے گا۔ اسے یہ ضرور معلوم ہوگا کہ اس کا ایک بھائی ہے۔ اس کی ماما ابنارمل ہیں اور لندن کے ایک ہوسپٹل میں زیر علاج ہیں۔''

یہ معلوم ہونے کے باوجود کبھی اُس کے دل میں ماں کے لئے پیار نہیں جاگا۔ وہ کبھی ان کی محبت اور ممتا حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس نہیں گیا۔

اب یہ معلوم کرنا اور ضروری ہوگیا تھا کہ پاپا اور وکی ہم سے متنفر کیوں ہیں؟ کیوں ہم سے منہ چھپا رہے ہیں؟ یقیناً وکی بھی مجھ سے کترائے گا اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ اسے اس طرح ٹریپ کروں گا کہ وہ ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہے گا۔ میں کبھی اسے پاپا کی طرح گم نہیں ہونے دوں گا۔

اس لڑکی نے اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچ کر مجھ سے پوچھا۔ ''اب بتاؤ' میرا نام کیا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''میں اپنا نام بھولا ہوا ہوں۔ تمہارا کیسے یاد رہے گا؟''

وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنے سینڈل اتار کر اِدھر اُدھر پھینکتے ہوئے بولی۔ ''پتہ نہیں' آج تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ لگتا ہے' تمہاری یادداشت بالکل ہی چلی گئی ہے۔''

میں اس لگژری اپارٹمنٹ کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''تم ہی بتاؤ کیا نام ہے؟''

وہ اٹھ کر میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''میرا نام سبرینا مائیکل ہے۔ میں چاہتی ہوں' اب میرے نام کے ساتھ ڈیڈ کا نہیں' تمہارا نام ہو۔ میں سبرینا وکی کہلانا چاہتی ہوں۔''

وہ کچھ زیادہ ہی قریب آگئی تھی۔ میری گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ میں نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ ''پہلے میری تصویر دکھاؤ۔''

وہ ناراض ہو کر بولی۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟ مجھ سے کترا کیوں رہے ہو؟ تصویر اتنی کیا ضروری ہے؟''

''ضروری ہے۔ تم دکھاؤ تو سہی۔ پھر بتاؤں گا' میں وقار علی واسطی... یعنی تمہارا وکی ہوں یا نہیں؟''

اس نے بڑی محبت سے گھور کر مجھے دیکھا۔ پھر پاؤں پٹختی ہوئی ایک الماری کے پاس گئی۔ وہاں سے ایک تصویر نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''لو۔ آئینہ دیکھو...''

میں اس فوٹو گراف کو دیکھتے ہی خوش ہوگیا۔ وہ بالکل میری ہی تصویر تھی۔ اگرچہ وہ اپنے پہناوے سے بگڑا ہوا برگر ٹائپ شہزادہ لگ رہا تھا۔ لیکن بالکل میں ہی میں تھا۔ یہ یقین ہوگیا' وہی میرا بھائی ہے۔ یقین تو اس وقت بھی ہوگیا تھا' جب میں نے اس کا نام سنا تھا۔ اب تصویر دیکھ کر تصدیق ہو رہی تھی۔

میں نے وہ تصویر سبرینا کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''بے شک۔ یہ تمہارا وِکی ہے۔ لیکن میں وِکی نہیں' وَجی ہوں۔ میرا پورا نام وجاہت علی واسطی ہے۔ میں تمہارے وِکی کا ہم شکل بھائی ہوں۔''

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''آرام سے بیٹھو۔ میں تمہارے لئے سگریٹ تیار کرتی ہوں۔ ایک کش لگاتے ہی الٹی سیدھی باتیں کرنا بھول جاؤ گے۔''

وہ پلٹ کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''رک جاؤ۔ میں نشہ نہیں کرتا۔ میری بات کا یقین کرو۔ میں تمہارا وِکی نہیں ہوں۔ اگر اس کا کوئی فون نمبر تمہارے پاس ہے تو ابھی رابطہ کرو۔ پھر تمہیں یقین ہوجائے گا کہ مجھے دیکھ کر دھوکا کھا رہی ہو۔''

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی۔ کہنے لگی۔ ''تم نے کبھی اپنا فون نمبر مجھے نہیں بتایا۔''

''میں نے نہیں، وِکی نے نہیں بتایا۔ یقین کرو، میں وقار نہیں ہوں۔ کیا میری آواز سے، میرے روّیے سے اور میرے پہناوے سے یہ ظاہر نہیں ہورہا ہے کہ میں تمہارے وِکی سے مختلف ہوں؟''

وہ تھوڑی دیر تک مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ ''چلو مان لیتی ہوں۔ یہ بتاؤ، کیا تم ٹوئنز ہو؟ میرا مطلب ہے، جب پیدا ہوئے تو کیا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے؟''

''نہیں۔ ہم دو منٹ کے وقفے سے آگے پیچھے پیدا ہوئے تھے۔ اگر جڑواں ہوتے تو ہمیں آپریشن کے ذریعہ الگ کیا جاتا اور اس آپریشن کا نشان ہمارے جسم کے کسی حصے پر ضرور ہوتا۔''

سبرینا نے کہا۔ ''وِکی کی کمر پر ایک بڑے زخم کا نشان ہے۔ اسے دو برس پہلے گولی لگی تھی۔ زخم تو بھر گیا ہے لیکن نشان رہ گیا ہے۔ اگر تم وِکی ہو تو تمہاری کمر پر وہ نشان ضرور ہوگا۔''

میں نے فوراً ہی سوئیٹر اور شرٹ اوپر اٹھا کر پلٹتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو... کہیں کوئی نشان ہے؟''

اس نے بائیں طرف دیکھتے ہوئے ذرا حیرت سے کہا۔ ''او گاڈ! یہاں تو وہ نشان ہی نہیں ہے؟''

میں نے شرٹ نیچے کرتے ہوئے کہا۔ ''کیونکہ میں وِکی نہیں ہوں۔ اس لئے نشان بھی نہیں ہے۔ اب تو تسلیم کرو گی؟''

وہ جھاگ کی طرح ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اچھی طرح تصدیق کرنے کے باوجود اسے

یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں ثبوت مل چکا ہے کہ تم دھوکا کھا رہی تھیں۔ اگر میں عیاش ہوتا تو تمہاری غلط فہمی سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے چلا جاتا۔ بعد میں تمہیں حقیقت معلوم ہوتی تو بہت پچھتانا پڑتا۔''

وہ قائل ہوکر شکست خوردہ لہجے میں بولی۔ ''میں مانتی ہوں، تم نے مجھے دھوکا نہیں دیا ہے۔ تم بہت اچھے ہو۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم وِکی کو دل و جان سے چاہتی ہو؟''

''میں خود نہیں جانتی کہ اسے کتنا چاہتی ہوں؟ اس نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے بوائے فرینڈ کا تصور بھی نہیں کرتی۔ اگر کبھی وہ مجھے دھوکا دے گا، مجھے چھوڑ کر کہیں چلا جائے گا تو میں اس کے بغیر مر جاؤں گی۔''

''کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے؟ نہ اپنے والدین سے ملواتا ہے۔ نہ اپنی رہائش گاہ کا پتہ بتاتا ہے اور نہ ہی اس نے اپنا فون نمبر دیا ہے؟''

''ہاں۔ وہ بہت ہی ضدی اور بے مروّت ہے۔ میری کوئی بات نہیں مانتا۔ ہمیشہ یہ کہہ کر چپ کرا دیتا ہے کہ مرد کی زبان ایک ہوتی ہے۔ تم ہمیشہ میری زندگی میں محبوبہ بن کر رہو گی۔ میں بیوی بنا کر بچے پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ ایسے کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ سچ پوچھو تو اپنے اور تمہارے درمیان کسی تیسرے کو لانا نہیں چاہتا۔''

وہ ذرا ٹھہر کر بولی۔ ''میں اس کی ایسی باتیں سن کر محبت سے سرشار ہو جاتی ہوں۔ اس کے لئے دیوانگی بڑھ جاتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے، وہ زبان کا دھنی ہے۔ مجھے دھوکا نہیں دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''آج تم سے مل کر یہ تو معلوم ہوگیا کہ اس نے میرے متعلق تمہیں کچھ نہیں بتایا ہے۔ مگر اپنے پاپا کے بارے میں کچھ تو کہتا ہوگا؟ کبھی ان کا ذکر تو کرتا ہوگا؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ اپنی ذاتی اور گھریلو زندگی کے متعلق کوئی بات نہیں کرتا۔ میں نے پہلی ملاقات میں ایسے کئی سوالات کئے تھے۔ مگر اس نے ایک ہی جواب دیا، اگر تم مجھے چاہتی ہو اور میری زندگی میں پیار و محبت سے رہنے کا ارادہ ہے تو میری پرسنل لائف کے بارے میں کبھی کوئی سوال نہ کرنا۔ صرف مجھ سے واسطہ رکھو گی تو تمہیں محبت ہی محبت ملتی رہے گی۔''

وہ ذرا چپ ہوئی۔ پھر بولی۔ ''میں حالات سے مجبور ہوکر ایک آفس میں جاب کے

لئے گئی تھی۔ وہیں ہماری پہلی ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا' تم بہت خوبصورت ہو۔ پہلی نظر میں تم پر دل آگیا ہے۔ میں تمہیں اپنے لئے ریزرو کر لینا چاہتا ہوں۔ اگر میری مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہو گی تو تمہیں ملازمت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں تمہارے تمام اخراجات برداشت کروں گا۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ اپارٹمنٹ اسی نے مجھے دیا ہے۔ وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "وہ تمہارا بہت خیال رکھتا ہے۔ تم اسے دل و جان سے چاہتی ہو۔ پھر اسے نشہ کرنے سے کیوں نہیں روکتیں؟"

"میں منع کرتی ہوں تو وہ مان جاتا ہے۔ پوری رات گزارنے کے دوران صرف ایک چرس کا سگریٹ پیتا ہے۔"

"کیا اس کی یادداشت کمزور ہے؟"

"ہاں۔ اس کے ساتھ یہ ایک پرابلم ہے۔ کبھی کبھی بہت اہم باتیں بھول جاتا ہے۔ جب میں سگریٹ تیار کر کے دیتی ہوں اور وہ دو چار کش لگاتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ نارمل ہو جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں جاننے کے لئے تمہارے اندر تجسس پیدا نہیں ہوتا؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "میں اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ مگر اس سے کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔"

"جیسا کہ تم نے بتایا ہے' پچھلے دو ماہ سے یہاں اس کے ساتھ رہتی ہو۔"

"ہمیشہ نہیں رہتی۔ زیادہ تر اکیلی رہتی ہوں۔ وہ کبھی کبھی یہاں آکر راتیں گزارتا ہے۔"

"جب وہ تمہیں اس قدر چاہتا ہے تو پھر شادی کر کے بھرپور فیملی لائف کیوں نہیں گزارتا؟ کیا تم اسے محبت سے راضی نہیں کر سکتیں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں اس کے بچوں کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ اگر ضد کروں گی تو وہ میری یہ خواہش پوری کر دے گا۔ مگر شادی نہیں کرے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کیا وہ اپنے بچوں کا جائز باپ نہیں بننا چاہے گا؟"

"شاید وہ ایسا نہیں چاہے گا۔ ایک بات جو اس نے مجھے کبھی نہیں بتائی' وہ میں جانتی ہوں۔"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے ذرا ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ "وِکی ڈنمارک کا شہری ہے۔ یہاں اسے برطانیہ کی بھی شہریت حاصل ہے۔ شاید تم جانتے ہو گے کہ ڈنمارک میں بچے پیدا کرنے کے لئے شادی کرنا ضروری نہیں ہے۔ وِکی بھی یہی کہتا ہے۔ میں جب چاہوں' اس کے بچے کی ماں بن سکتی ہوں۔"

میں حیرانی و پریشانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ نانا جان سے دشمنی کرنے والے خفیہ تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے رخشی سے ہونے والے بیٹے کے متعلق کہا تھا کہ نانا جان اسے اپنا جائز بیٹا اور وارث تسلیم کر لیں۔ مگر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ لہٰذا ایسی دشمنی کا خمیازہ میری ماما کو بھگتنا پڑا تھا۔

اسی تنازعے کے باعث مجھے اور وِکی کو ناجائز ثابت کیا جا رہا تھا۔ ڈنمارک کی بے حیا تہذیب کے مطابق ہمارے پاپا کو لاپتہ کر دیا گیا تھا۔ تاکہ ہمارے جائز ہونے کا کوئی ثبوت' کوئی گواہ نہ ملے۔

دشمن تو دشمن ہی ہوتے ہیں۔ وہ ایسا کر رہے تھے۔ مگر پاپا تو ہمارے اپنے تھے۔ وہ ہم سے دشمنی کیوں کر رہے تھے؟ کیوں ہم سے کترا رہے تھے؟ کیوں منہ چھپا رہے تھے؟ اور یہ کہ ہمارے جائز ہونے کی اہمیت کو کیوں نہیں سمجھ رہے تھے؟

اب سبرینا کے بیان سے معلوم ہو رہا تھا کہ وِکی بھی ڈنمارک والوں کی طرح ناجائز بچے پیدا کرنے کا حامی ہے۔ اپنے حالات کے پیشِ نظر یہ تماشے دیکھ کر شرم آرہی تھی۔ میری ماما کی پارسائی کو اور میری پیدائش کو ڈنمارک کی شرمناک تہذیب سے مربوط اور منسوب کیا جا رہا تھا۔

فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ سبرینا خوشی سے کھل گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "ایکسکیوزمی... میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے بیڈروم کی طرف جانے لگی۔ اس کی خوشی' اس کا انداز کہہ رہا تھا' یقیناً وِکی اسے کال کر رہا ہے۔ میں نے کہا۔ "جسٹ اے منٹ سبرینا! پلیز وِکی سے یہ نہ کہنا کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں۔ کہو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ وہ مجھ سے کترانے کے لئے اس اپارٹمنٹ میں کبھی نہیں آئے گا۔"

میری اس بات نے اسے ذرا الجھا دیا۔ پھر اس نے بیڈروم میں جا کر دروازے کو اندر

سے بند کر لیا۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اس کی اور وِکی کی باتیں سنوں۔ میرے سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کے حواس کسی حد تک غیر معمولی تھے۔ میں دروازے کے پاس آ کر کی ہول سے کان لگا کر اندر کی آوازیں سننے لگا۔

وہ بہت دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔ لیکن میں اپنی قوت سماعت سے اس کے ایک ایک لفظ کو سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”وِکی...! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے، تمہارا ایک ہم شکل بھائی ہے۔“

اس نے دوسری طرف کی بات سنی۔ پھر کہا۔ ”پلیز۔ انکار نہ کرو۔ تمہارا وہ بھائی اس وقت ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے۔“

اس نے چپ ہو کر دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر کہا۔ ”میں چاہتی تو تمہیں دھوکا دے سکتی تھی۔ تمہارے اس بھائی نے بھی مشورہ دیا ہے کہ تمہیں اس کے متعلق کچھ نہ بتاؤں۔“

وہ اس کی باتیں سننے کے بعد بولی۔ ”میں خود نہیں چاہتی کہ تم یہاں آؤ۔ لیکن مجھ سے کسی دوسری جگہ ملاقات کرو۔ تمہارے اس بھائی کا نام وجاہت علی عرف وجی ہے۔ اس نے تمہارے متعلق بہت ساری باتیں کی ہیں۔ میں فون پر نہیں بتا سکوں گی۔ مجھ سے کہیں ملو۔“

وہ تھوڑی دیر تک ”ہوں ہوں ہاں ہاں“ کرتی رہی۔ کچھ باتیں سنتی رہی۔ پھر بولی۔ ”ٹھیک ہے۔ میں اسے شبہ نہیں ہونے دوں گی۔ چپ چاپ ضروری سامان لے کر باہر نکلوں گی۔ تم کہاں ملو گے؟“

وہ اس کا جواب سن کر بولی۔ ”او گاڈ! اس علاقے میں نہیں آؤ گے۔ پھر تو مجھے ٹیکسی میں کہیں جانا ہوگا۔ لیکن میں کب تک ٹیکسی میں گھومتی رہوں گی؟“

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد بولی۔ ”اچھی بات ہے۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔ بس ابھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔“

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں فوراً ہی اپنی جگہ ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ بیڈ روم کا دروازہ مسلسل بند تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ وِکی کے مشورے کے مطابق اپنا ضروری سامان سمیٹ رہی ہے۔

میں تیزی سے سوچنے لگا۔ ”ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ابھی وہ باہر جائے گی تو مجھے بھی یہاں سے جانا چاہئے۔“

وہ پندرہ منٹ کے بعد دروازہ کھول کر باہر آئی۔ اس کے شانے پر ایک بڑا سا ہینڈ بیگ لٹک رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ”تم کہہ رہے تھے، وہ تم سے ملنا نہیں چاہے گا، کترائے گا۔ مگر تمہارا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ تو تمہارا ذکر سنتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ ابھی تم سے ملنے یہاں آ رہا ہے۔“

میں اس کی باتیں سن چکا تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر جھوٹ نہ بولتی، تب بھی میں اس کی آواز اور لہجے سے، آنکھوں سے اور چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کے جھوٹ کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔

میں نے پوچھا۔ ”اس بیگ میں کیا ہے؟“

وہ اسے تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ ”میں نیچے بیکری تک جا رہی ہوں۔ کھانے کا کچھ سامان لے کر آؤں گی۔ وِکی کہہ رہا تھا اسے بھوک لگ رہی ہے۔“

وہ دوسری بار بیگ کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ ”بیکری والے کا کچھ سامان یہاں رہ گیا تھا۔ اسے بھی واپس کرنا ہے۔ پلیز۔ تم مائنڈ نہ کرنا۔ بس یوں گئی اور یوں آئی۔“

وہ میرا جواب سنے بغیر تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی بیرونی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ میں اپنی جگہ بیٹھا دروازے کو تکتا رہا۔ وہ ذرا سا کھلا رہ گیا تھا۔ میں نے اٹھ کر اسے اندر سے بند کر دیا۔

سراغ رسانی کی تربیت کے مطابق مجھے وِکی کے متعلق سوچنا تھا کہ اسے کس طرح ہر پہلو سے گھیرا جا سکتا ہے؟ وہ ابھی مجھے دھوکا دے رہا تھا۔ آئندہ بھی مجھ سے دور رہنے اور چھپنے کے لئے اپنے طور پر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ میک اپ کی مہارت سے چہرہ بدل سکتا تھا۔ تاکہ میں اسے دور سے بھی نہ پہچان سکوں۔

اور میں نے اپنا طریق کار طے کر لیا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ اسے ڈھیل دیتا رہوں۔ اس کی لاعلمی میں تعاقب کرتا رہوں۔ اس طرح میں اس کے ذریعہ پاپا تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

رہ گئی یہ بات کہ میں آئندہ وِکی تک کیسے پہنچوں گا تو یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ ایک تو وہ میرا ہم شکل تھا۔ اگر وہ بہروپیا بن جاتا، تب بھی میں سبرینا کو اپنی نظروں میں رکھتا۔ اسے ایک مہرہ بنائے رکھتا۔

دوسرا مہرہ میرے پاپا تھے۔ ان کی آواز اور لب و لہجہ میرے ذہن میں نقش ہو چکا تھا۔ میں ہزاروں بولنے والوں کے درمیان انہیں پہچان سکتا تھا۔ پھر یہ کہ ابھی سبرینا اور وِکی سے ایک بڑی حماقت ہوئی تھی۔ وہ مجھے اس اپارٹمنٹ میں تنہا چھوڑ گئے تھے۔

میں فوراً ہی بیڈروم میں آیا۔ خیال تھا' فون کے سی ایل آئی کے ذریعہ وِکی کے نمبر معلوم کروں گا۔ مگر ٹیلی فون سیٹ کو دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ وہاں سی ایل آئی کی سہولت نہیں تھی۔ میں پلٹ کر اس کمرے کی ایک ایک چیز کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ وہ وہیں آ کر راتیں گزارتا ہوگا۔ اس کی ضروری چیزیں وہاں ضرور رکھی ہوں گی۔

میں نے ایک الماری کو کھول کر دیکھا۔ سبرینا کے ڈھیر سارے ملبوسات کے ساتھ وِکی کے دو جوڑے رکھے ہوئے تھے۔ وہ دھلے ہوئے تھے۔ میں چاہتا تھا' اس کی اُترن مل جائے۔ اس کے اتارے ہوئے لباس میں پسینے کی بو شامل ہوگی۔ ایسا لباس میرے بہت کام آسکتا تھا۔

میں کچھ سوچ کر تیزی سے چلتا ہوا واش روم میں آیا۔ وہاں اس کے اتارے ہوئے میلے کپڑے مل سکتے تھے۔ لیکن مایوسی ہوئی۔ واش روم میں صرف شیونگ کا سامان رکھا ہوا تھا۔

میں واپس بیڈروم میں آکر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ بستر کے ایک تکئے پر میری نظریں ٹھہر گئیں۔ وہ تکیہ کچھ ابھرا ہوا تھا۔ میں نے قریب آکر اسے اٹھا کر دیکھا۔ وہاں ایک مردانہ بنیان رکھا ہوا تھا۔ وہ وِکی کی اترن تھی۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ سبرینا اپنے وِکی کے لئے کیسی باؤلی اور دیوانی بنی رہتی تھی؟ جب وہ اس کے پاس نہیں رہتا تھا تو وہ اس کی ایسی چیزیں اپنے سرہانے رکھ کر سوتی تھی۔

میں نے اسے ایک شاپر میں رکھ لیا۔ پھر ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ریسیور اٹھا کر گیری کوپر کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوتے ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"سر...! میں اپنے پاپا اور اپنے بھائی تک پہنچنے کے سلسلے میں کچھ کامیابیاں حاصل کر رہا ہوں۔ کیا آپ میری رپورٹ سننے کا وقت نکالیں گے؟"

انہوں نے کہا۔ "آف کورس... تم کامیابی حاصل کر رہے ہو۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ تفصیل سے تمام باتیں بتاؤ...؟"

میں انہیں بتانے لگا کہ کس طرح ایک ٹیوب اسٹیشن میں سبرینا سے ملاقات ہوئی تھی اور میں اس کے گھر پہنچ گیا تھا؟ وہ تمام تفصیلات سننے کے بعد بولے۔ "تم بہت سمجھداری سے کام لے رہے ہو۔ یہ اچھا کیا کہ وِکی کے تعاقب میں نہیں گئے۔ اس کی جو اُترن تمہیں ملی ہے۔ وہ آئندہ بہت کام آئے گی۔"

"میں نے بھی یہی سوچ کر اسے محفوظ کر لیا ہے۔ مجھے ایک بو سونگھنے والا شکاری کتا

مل جائے تو وِکی پورے انگلینڈ میں کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ جہاں بھی ہوگا' کتا اس کی بو سونگھتا ہوا مجھے وہاں پہنچا دے گا۔"

گیری کوپر نے کہا۔ "اسکاٹ لینڈ یارڈ والے صرف ٹرینڈ اور قابل اعتماد افسران کو اپنے ڈپارٹمنٹ کے کتے استعمال کے لئے دیتے ہیں۔ تم مناسب رقم خرچ کرو گے تو پرائیویٹ سراغ رسانوں سے ایسا ایک کتا مل جائے گا۔ اس کا ٹرینر بھی تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"میں اس کتے اور اس ٹرینر کے لئے معقول رقم خرچ کروں گا۔ آپ ابھی ان سے میرا رابطہ کرائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اسی اپارٹمنٹ میں رہو۔ اور میری کال کا انتظار کرو۔"

"آل رائٹ میں انتظار کروں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں ریسیور رکھ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اپارٹمنٹ میں اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے ہر چیز کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں تصویروں کی ایک البم دیکھی۔ اس میں سبرینا اور وِکی کی بہت سی تصاویر تھیں۔ انہیں دیکھ کر پتہ چلتا تھا' وہ ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔

میں نے ان کی دو دو تصویریں البم سے نکال کر اپنے پاس رکھ لیں۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو میں وجی بول رہا ہوں۔"

گیری کوپر کی آواز سنائی دی۔ "بیز واٹر کے علاقے میں باب وولف نامی ایک پرائیویٹ سراغ رساں رہتا ہے۔ اس نے ایک کتے کو بہت اچھی طرح ٹرین کیا ہے۔ تم اسے جب بھی کال کرو گے' وہ اپنے کتے کے ساتھ حاضر ہو جائے گا۔ جس دن اسے اور اس کے کتے کو استعمال کرو گے' اس دن وہ تم سے سو پاؤنڈ لیا کرے گا۔ اس کا پتہ اور فون نمبر نوٹ کرو۔"

"سر! آپ جانتے ہیں' میرا دماغ کمپیوٹر ہے۔ تمام اہم معلومات میرے اندر نقش ہو جاتی ہیں۔ آپ فون نمبر اور پتہ بتائیں۔"

انہوں نے بتایا۔ میں نے اسے یاد کر لیا۔ میں نے باب وولف سے رابطہ کیا۔ وہ میرا نام اور گیری کوپر کا حوالہ سن کر بولا۔ "میں تمہارے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر گیری کوپر نے تمہارے متعلق بتایا ہے' تم اپنے تربیت یافتہ کتے

کے ساتھ کسی بھی مطلوبہ شخص کو تلاش کر لیتے ہو۔ انہوں نے تمہاری فیس بھی بتائی ہے۔ میں جس دن بھی کتے کے ساتھ تمہاری خدمات حاصل کروں گا' اس ایک دن کے سو پاؤنڈ ادا کروں گا۔''

''تھینک یو۔ مسٹر گیری کُوپر نے بتایا ہے' تمہارے پاس اس شخص کے بدن کی اترن ہے۔ ایسی کسی بھی چیز کی موجودگی میں میرا کتا اپنے شکار تک با آسانی پہنچ جاتا ہے۔''

''میں یہ نہیں چاہوں گا کہ جس شخص کو تلاش کر رہا ہوں' اسے تمہارا کتا کوئی نقصان پہنچائے۔''

''اطمینان رکھو۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بتاؤ' کب میری خدمات حاصل کر رہے ہو؟''

''آج شام بہت مصروف ہوں۔ کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ پیشگی رقم ادا کروں گا پھر تم سے کام لوں گا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر وہاں سے آتے ہوئے سبرینا کی بھی ایک اترن اس شاپر میں رکھ کر لے آیا۔ ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ میں کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی دن کسی ٹیوب اسٹیشن میں پاپا تک پہنچ سکوں گا۔ انہوں نے پہلی بار کسی ٹیوب اسٹیشن کے پی سی او کے ذریعہ مجھ سے باتیں کی تھیں۔ یہ ایک خیال تھا کہ وہ ایسی ہی کسی جگہ مل سکتے ہیں۔

اور یہ خیال کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ ایسے ہی ایک ٹیوب اسٹیشن میں سبرینا سے ملاقات ہوئی تھی اور اس کے ذریعہ میں وِکی تک پہنچنے والا تھا۔

میں اپارٹمنٹ سے نکل کر فٹ پاتھ پر آیا تو میری گاڑی سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ امیر حمزہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''گرین پارک ٹیوب اسٹیشن چلو۔''

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے پوچھا۔ ''ماسٹر فو کہاں ہے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ ایک لڑکی کے ساتھ اس اپارٹمنٹ میں آئے تھے۔ ماسٹر فو اسی لڑکی کے تعاقب میں گیا ہے۔''

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ میرے یہ دونوں باڈی گارڈز اور اتالیق بہت ہی حاضر دماغ اور معاملہ فہم تھے۔ میرے کسی بھی معاملے کے ایک ایک پہلو پر گہری نظر رکھتے تھے۔

میں نے ٹیوب اسٹیشن کے گیٹ پر پہنچ کر کہا۔ ''میرا انتظار کرو۔ تھوڑی دیر میں آؤں

گا۔ ہمیں شام سے پہلے اپنے بنگلے میں پہنچنا ہے۔ ضروری کال آنے والی ہے۔''

میں کار سے نکل کر زینے سے اترتا ہوا ٹیوب اسٹیشن میں پہنچا۔ وہاں ایک ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں روانہ ہونے والی تھی۔ میں ایک پی سی او کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آنے جانے والوں کی آوازیں سننے لگا۔ آوازیں سن کر ہی پاپا تک پہنچ سکتا تھا۔

ایسے ہی وقت میں ایکدم سے چونک گیا۔ جو ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی ایک کھڑکی کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی میں یہاں بھی تھا اور وہاں بھی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وِکی اس ٹرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ سبرینا بھی اس کے ساتھ تھی۔

میں نے فوراً ہی ادھر دوڑ لگائی۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ ٹرین کی روانگی کا وقت ہو چکا تھا۔ ایسے وقت ٹرین کے خودکار دروازے بند ہو جاتے تھے۔ پھر وہ اگلے اسٹیشن پہنچ کر کھلتے تھے۔ اس سے پہلے کوئی مسافر ان دروازوں کو کھول نہیں سکتا تھا۔

ٹرین کی رفتار بہت دھیمی تھی۔ اندر بیٹھے ہوئے وِکی نے کھڑکی کے باہر اپنے ایک ہم شکل کو اس طرف آتے دیکھا تو ایکدم سے چونک گیا۔ اس نے سبرینا کو اشارہ کیا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ مگر وِکی ہنسنے لگا۔ ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگا۔ ''آؤ۔ آؤ۔ دوڑتے ہوئے آؤ۔ لیکن مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔''

وہ اشاروں کی زبان سے میرا مذاق اڑا رہا تھا۔ نہ میں دروازہ کھول سکتا تھا' نہ اس ٹرین کے اندر پہنچ کر اس بھگوڑے کو پکڑ سکتا تھا۔

اگر تقدیر مہربان ہوتی تو اسی اپارٹمنٹ میں وِکی سے مل سکتا تھا۔ وہاں مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ یہاں دوسری بار وہ ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔

میں دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ ٹرین کی رفتار تیز ہو گئی تھی اور میں پلیٹ فارم کے آخری سرے پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں رکتے ہی ایک بار پھر چونک گیا۔ اسی ٹرین کے ایک حصے میں ماسٹر فو دکھائی دیا۔ میری اور اس کی نظریں ملیں تو اس نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ باندھ لئے۔ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میرے وہ دونوں باڈی گارڈز با کمال تھے۔ اس وقت ماسٹر فو میری ہار کو جیت میں بدل رہا تھا۔

وہ ٹرین سرنگ میں گم ہوتی جا رہی تھی۔ میں واپس اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ ماسٹر فو دنیا کے آخری سرے تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

میں بنگلے میں واپس آیا تو دونوں گورنس مجھ سے ناراض تھیں۔ کیونکہ میں لنچ ٹائم کے بعد آیا تھا۔ میں نے میڈم مارتھا کو دیکھ کر کہا۔ ''سوری۔''

پھر رحمانی بیگم کو دیکھ کر بھی سوری کہا۔ وہ کھانا لگانے چلی گئیں۔ میڈم مارتھا نے کہا۔

''امیر حمزہ نے فون پر اطلاع دی تھی کہ تم کسی اہم معاملے میں مصروف ہو۔ آئندہ وقت پر کھانے پینے کی کوشش کرو۔''

میں کھانے کے بعد بیڈ روم میں آ گیا۔ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ پاپا اور وِکی میرے دشمن نہیں تھے۔ مگر دشمنوں جیسا روّیہ اختیار کر رہے تھے۔ ویسے اصل دشمن رخشندہ عرف رخشی' اس کا بیٹا سلطان ظفر اور ان کے پیچھے چھپا ہوا خفیہ تنظیم کا ایک اعلیٰ عہدیدار تھا۔

وہ دشمن ایسے داؤ پیچ آزما رہے تھے' جس کے نتیجے میں وہ خود تو پس پردہ چلے گئے تھے اور میرے اپنے لہو کے رشتے عداوت کے لئے سامنے چلے آئے تھے۔

یہ داؤ پیچ مجھے جس قدر الجھا رہے تھے' اسی قدر چیلنج بھی کر رہے تھے۔ میرا حوصلہ بڑھ رہا تھا۔ میں اپنے طور پر ان کے خلاف داؤ پیچ آزما رہا تھا۔ منہ چھپانے والے پاپا اور ہاتھ سے نکل جانے والے بھائی کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ سراغ رسانی کے ذریعہ ان تک پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

ماسٹر فو اپنے داؤ پیچ استعمال کرنے کے لئے وِکی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ میرے دونوں باڈی گارڈز یہ جانتے تھے کہ میرا ایک بھائی بچپن سے لاپتہ ہے۔ اب ماسٹر فو اس ٹرین میں میرے ہم شکل کو دیکھ کر یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوگا کہ وہی میرا جڑواں بھائی ہے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے پہلے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو...!''

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ ''کل چند مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ میں وہی پیش کار ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''نہیں۔ تم وہ نہیں ہو۔''

''کل کہا گیا تھا' اب وہ تم سے بات نہیں کرے گا۔ باقی معاملات اس کا ایک نمائندہ طے کرے گا۔ لیکن ہماری معلومات کے مطابق تمہارا نانا علیم شیرازی ابھی تک پاکستان میں ہے۔ وہ یہاں معاملات طے کرنے نہیں آ رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''پہلے یہ بتاؤ' کل جس نے مجھ سے بات کی تھی' وہ کون تھا؟''

''وہ جو بھی تھا۔ اب اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''تعلق نہیں ہے تو ہو جائے گا۔ اس کا نام تو بتاؤ؟''

وہ بولا۔ ''ایکس وائی زیڈ... کوئی سا بھی نام رکھ لو۔''

''ٹھیک ہے تو پھر سنو...! تمہارے اس مسٹر ایکس سے ہی معاملات طے ہوں گے۔ چونکہ اس نے بات کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس لئے میرے نانا جان یہاں نہیں آئے ہیں۔''

''میں مسٹر ایکس کا نمائندہ ہوں۔ تم مجھے اہمیت نہ دے کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو؟ کیا ہم تمہاری مصروفیات کو دیکھتے اور سمجھتے نہیں ہیں؟''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''تم بہت تیزی دکھا رہے ہو۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ریٹائرڈ سراغ رسانوں کے ذریعہ ہم تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''اگر کوئی پردے میں ہو تو اسے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پردے سے باہر آ جاؤ' میں کوشش نہیں کروں گا۔''

''آج وِکی تک پہنچنے کے لئے اس اپارٹمنٹ تک پہنچ گئے تھے۔ تمہاری یہ تیزی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ کیا اپنے باپ کی جائز اولاد کہلانا نہیں چاہتے؟ یقیناً چاہتے ہو اور ہم ہی تمہیں جائز ثابت کر سکتے ہیں۔''

''کل مسٹر ایکس نے مجھے بتایا ہے' میرے پاپا زندہ ہیں۔ وہ کسی وقت بھی آ کر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ میری ماما ان کی منکوحہ ہیں اور ہم دونوں بھائی ان کی جائز اولاد ہیں۔''

''یہ صرف ہم جانتے ہیں۔''

میں نے بڑے ہی مستحکم لہجے میں کہا۔ ''اور اب ہم جان گئے ہیں کہ ناجائز نہیں ہیں۔ اپنے دین اسلام کے مطابق درست ہیں۔ اب کوئی جانے یا نہ جانے' ہمارا خدا تو جانتا ہے۔ ہمارے لئے یہی بہت ہے۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مسٹر ایکس نے کل جو مطالبات پیش کئے تھے' وہ پورے نہیں کئے جائیں گے؟ علیم شیرازی اپنی دولت اور جائیداد میں سے سلطان ظفر کو ستر فی صد حصہ نہیں دے گا؟''

''یہ مطالبات پورے کئے جا سکتے ہیں۔ مگر شرط یہی ہے کہ مسٹر ایکس کو میرے اور نانا جان کے سامنے آنا ہوگا۔ تب ہی بات بنے گی۔ ورنہ ہماری طرف سے کھلا انکار ہے۔''

''اس انکار کا نتیجہ کیا ہوگا جانتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ایسی صورتحال میں ایک شیطان جو کر سکتا ہے' وہی کرے گا اور انسان

اپنے بچاؤ کے لئے جو کرتا آرہا ہے۔ ہم بھی وہی کریں گے۔"

"تو پھر سنو... جب تمہارا نانا یہاں نہیں آیا' تب ہی ہم نے سمجھ لیا کہ اس کی طرف سے انکار ہوگا یا ہمیں کسی طرح ٹالا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ہم جوابی کارروائی کریں گے اور تمہیں بہت بڑی سزا دیں گے۔"

"یعنی اب تک مجھے کوئی دھمکی دینے والے ہو؟"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے' گھر سے نکلو اور اپنی ماں کی حفاظت کرو۔ موت اس کے قریب پہنچ رہی ہے۔"

میں ذرا پریشان ہوا۔ پھر سخت لہجے میں بولا۔ "تم بکواس کررہے ہو۔ اس ہوسپٹل کے مریضوں کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ رشتہ داروں کو بھی ہفتے میں صرف ایک دن ملاقات کے لئے بلایا جاتا ہے۔"

"موت کسی سے اجازت طلب نہیں کرتی۔ آج ملاقات کا دن نہیں ہے۔ اس کے باوجود ابھی وہاں جاؤ گے تو تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ رشتہ داروں کو کسی بھی دن لاش لے جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس کی بات کا یقین کروں یا نہ کروں؟ اس نے کہا۔ "تم ابھی کار میں جاؤ گے تو ایک گھنٹے میں وہاں پہنچو گے۔ افسوس...! بہت دیر ہوچکی ہوگی۔"

اُدھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ میں نے ریسیور پٹخ کر چیختے ہوئے امیر حمزہ کو آواز دی۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ میں نے کہا۔ "فوراً گاڑی نکالو۔ ہمیں ابھی ماما کے پاس جانا ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا واپس چلا گیا۔ میں نے فون پر گیری کُوپر سے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر...! ابھی دشمن نے اطلاع دی ہے' میری ماما کی جان کو خطرہ ہے۔ کوئی قاتل ان کے پاس پہنچ رہا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں' وہ ہوسپٹل میں ہیں۔ میرے بنگلے سے وہاں کا فاصلہ بہت ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ پلیز۔ کچھ کریں۔"

"تم جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں اپنے طور پر کوشش کرتا ہوں۔ ہماری ملاقات وہیں ہوسپٹل میں ہوگی۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ امیر حمزہ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جارہے تھے۔ ہوسپٹل پہنچنے تک رات ہونے والی تھی۔ میں اڑتا ہوا اپنی ماما کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔

[illegible] خیالی پرواز کے ذریعہ چشم زدن

میں اپنی منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔

میں اڑ کر وہاں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میرے پہنچنے سے پہلے پانی سر سے گزرنے والا تھا۔ وہاں ہوسپٹل میں کیا ہونے والا تھا؟ کیا واقعی میری ماما کا آخری وقت آگیا تھا؟ کوئی قاتل کس طرح وہاں پہنچنے والا تھا...؟ یہ سب کچھ میں نہیں جانتا تھا۔ بعد میں معلوم ہونے والا تھا اور جو کچھ بعد میں مجھے معلوم ہوا' اسے ابھی بیان کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔

بعض اوقات کوئی ایک کام کرنا کسی ایک کے لئے ناممکن ہوتا ہے تو کسی دوسرے کے لئے بڑی آسانی سے ممکن ہوجاتا ہے۔ اس قاتل کے لئے اس طرح ممکن ہوا کہ اس روز ہوسپٹل میں ایک نئے سیکورٹی گارڈ کی ڈیوٹی لگی تھی۔ خفیہ تنظیم والوں کے ہاتھ پاؤں دور تک پہنچتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک قاتل کو سیکورٹی گارڈ بنا کر وہاں پہنچا دیا تھا۔

ڈاکٹر شیبا دن رات ماما کا خیال رکھتی تھیں۔ جس کے نتیجے میں وہ رفتہ رفتہ نارمل ہوتی جارہی تھیں۔ پہلے کی طرح اپنے دین کے مطابق پاک صاف رہنے لگی تھیں۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتی تھیں۔ روزے بھی رکھنے لگی تھیں۔

اس روز وہ مغرب کی نماز پڑھ کر اٹھیں تو دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک نیا سیکورٹی گارڈ آیا تھا۔ وہ بڑی نرمی سے بولیں۔ "میں یہاں تنہا رہتی ہوں۔ تمہیں کال بجانا چاہئے۔ مجھ سے اجازت لے کر آنا چاہئے۔"

وہ قریب آتے ہوئے اپنے چہرے سے داڑھی اور مونچھیں ہٹاتے ہوئے بولا۔ "میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ ہر ہفتے یہاں آتا رہتا ہوں۔"

اس نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لینسیز ہٹائے۔ پتلیوں کا رنگ بدل گیا۔ سر سے وِگ اتر گئی۔ ماما نے چونک کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "و جی... یہ تم بہروپئے بن کر کیوں آئے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "پہلے میں تمہاری زندگی کی دعائیں مانگنے آتا تھا۔ آج موت بن کر آیا ہوں۔ اس لئے چہرہ ذرا بدلنا پڑا۔"

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کا منہ تک رہی تھیں۔ اس نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ پھر ایک جیب سے سائلنسر نکال کر اسے ریوالور سے منسلک کرنے لگا۔ کہنے لگا۔ "تم ماں ہو۔ تم نے مجھے پیدا کیا ہے۔ لیکن میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ اپنے بارے میں بھی سب کچھ بھول چکی ہو۔"

وہ سائلنسر لگانے کے بعد ریوالور کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ بھی نہیں

جانتیں کہ ہماری اس دنیا میں کیا ہوتا رہتا ہے؟ بھائی' بھائی کو' باپ بیٹے کو اور بیٹا ماں باپ کو قتل کر دیتا ہے۔ پھر جیسے کچھ نہیں ہوتا۔ سب اپنے اپنے کام سے لگے رہتے ہیں۔ تمہارے بعد بھی کچھ نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں کوئی انقلاب نہیں آئے گا۔ بڑی بڑی ہستیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ تم تو پچھلے بیس برسوں سے ایک نیم پاگل رہنے والی ماں ہو۔ بیٹے کے ہاتھوں مرو گی تو سیدھی جنت میں جاؤ گی۔''

جنت ماں کے قدموں میں ہوتی ہے اور وہ بدبخت ان قدموں سے نکل کر جہنمی واردات کرنے آیا تھا۔ وہاں کوئی ماما کو بچانے والا نہیں تھا۔

بس ایک عقیدہ کہتا ہے' جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے......؟

کیا وہ بدنصیب ماں اللہ رکھی کہلائے گی......؟



بے شک۔ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن بعض حالات میں ایسا لگتا ہے' جیسے یہ خدمات انسان کو سونپ دی گئی ہیں۔ جو جسے چاہے گا' جب چاہے گا' جیسے چاہے گا' اسے زندگی کی رعنائیوں سے چھین کر موت کے اندھیروں میں پہنچا دے گا۔

اکثر لوگ جانے انجانے میں خود ہی اپنی موت کے لئے راستے ہموار کرتے ہیں۔ یہ کہنا چاہئے کہ اپنی موت آپ پیدا کرتے ہیں۔ اُس ماں نے بھی انجانے میں اپنی موت کو جنم دیا تھا' جو بیس برس بعد جوان ہو کر بیٹے کی صورت میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔

اس وقت وِکی موت کا ہرکارہ بن کر ماما کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ وہ اس کے نشانے پر تھیں۔ اسے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔ یہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ میں اچانک ہی اتنا بدل کیوں گیا ہوں؟

جو سامنے دکھائی دیتا رہے' وہی سمجھ میں آتا ہے۔ ان کی سمجھ میں یہی آ رہا تھا کہ میں قاتل کے روپ میں اُن کے پاس پہنچا ہوا ہوں۔ وہ وِکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں۔ اسی لئے دھوکا کھا رہی تھیں۔ بہت زیادہ سوچنے اور دماغ پر زور دینے کے باعث ان کے سر میں درد ہونے لگا۔ وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولیں۔ ''یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیٹا ماں کو قتل کرنے آیا ہے...؟''

وِکی ریوالور میں سائلنسر لگا چکا تھا۔ وہاں چلنے والی گولی دور و نزدیک کسی کو متوجہ کرنے والی نہیں تھی۔ وہ سیفٹی کیچ پر انگلی پھیرتے ہوئے بولا۔ ''میں نے کہا نا' اس دنیا میں بڑے بڑے تماشے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک تماشہ یہ بھی سہی....''

ماما اگرچہ نارمل ہوتی جا رہی تھیں مگر ایسی اچانک بدلتی ہوئی صورتحال ان کے دماغ کو متاثر کر رہی تھی۔ شیبا آنٹی رفتہ رفتہ انہیں سمجھاتی جا رہی تھیں کہ میں ہی اُن کا بیٹا ہوں۔ وہ بڑی حد تک قائل بھی ہو چکی تھیں۔ اسی لئے میرا یہ مجرمانہ روپ دیکھ کر انہیں ذہنی و قلبی

صدمہ پہنچ رہا تھا۔

وہ اپنے سر کو ایک ہاتھ سے دباتے ہوئے بولیں۔ ”میں تو بہت کچھ بھول گئی ہوں۔ یہ بھی یاد نہیں آرہا ہے کہ اس دنیا میں لہو کے رشتے ایسا کھیل بھی کھیلتے ہیں۔ بیٹے ماں کا دودھ پانی کر دیتے ہیں۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”تم تو اوپر جانے والی ہو۔ جاتے جاتے سن لو...! میں نے تمہارا دودھ نہیں پیا ہے۔ ہاں۔ مجھے پیدا کرنے کا احسان ضرور کیا ہے۔ لیکن یہ احسان کرنے کو میں نے نہیں کہا تھا۔“

پھر وہ ناگواری سے بولا۔ ”اُونہہ... پتہ نہیں، تم نے کس کے ساتھ رنگ رلیاں منائی ہوں گی؟ ہماری دنیا میں جگہ جگہ ایسی رنگ برنگی ناجائز اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔ تم نے بھی...“

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ماما نے ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ پھر آخ تھو کہہ کر تھوکتے ہوئے کہا۔ ”تُو کیا مجھے گولی مارے گا؟ ذرا بھی غیرت ہے تو ابھی کھڑے کھڑے مر جا... تھوک سے بڑا نفرت کا ہتھیار کوئی نہیں ہوتا۔ میں نے تجھے اس ہتھیار سے مارا ہے۔ چل... اب گولی چلا.....“

وِکی غصے سے کھول رہا تھا۔ اس نے آستین سے چہرے کا تھوک صاف کرتے ہی ریوالور کا سیفٹی کیچ ہٹایا۔ ماما کا نشانہ لیتے ہوئے ٹریگر پر انگلی رکھی۔ مگر اس سے پہلے کہ انگلی کا دباؤ بڑھتا، اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔

اس نے چونک کر اپنی کلائی کو دیکھا۔ ایک چھوٹے سے اسٹار ایرو کی نوک کلائی میں آکر پیوست ہوگئی تھی۔

اسٹار ایرو ایک ننھا سا دائرہ نما جاپانی ہتھیار ہے۔ اس کے تین اطراف نوکیلے ننھے سے تیر بنے ہوتے ہیں۔ یہ فضا میں گردش کرتا ہوا آتا ہے اور اپنے ٹارگٹ کے جسم کے کسی بھی حصے میں پیوست ہوجاتا ہے۔

نوک ایسے پیوست ہوئی تھی کہ تکلیف کی شدت سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں ماسٹر فو دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے ادب سے کھڑا ہوا تھا۔

وِکی نے جھنجھلا کر اس ایرو کو کھینچ کر کلائی سے نکالا۔ پھر اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے جھک کر ریوالور کو اٹھانا چاہا۔ چند ساعتوں کے لئے ماسٹر فو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی

۔اس نے دوسرا ایرو اس کی طرف پھینکا۔ اس ہتھیار کو نشانے پر پھینکنے کی خاص ٹریننگ حاصل کی جاتی ہے۔ ماسٹر کو اس میں مہارت حاصل تھی۔

وہ دوسرا ہتھیار وِکی کی گردن میں آکر پیوست ہوگیا۔ وہ تکلیف کے باعث ریوالور اٹھانا بھول گیا۔ اس نے اُس ایرو کو بھی کھینچ کر گردن سے نکالا۔ ماسٹر فو اتنی سی دیر میں ہا ہپ.... ہا ہپ... کی آوازیں نکالتا ہوا قلابازیاں کھاتا ہوا، اُس کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر سر جھکا کر دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔

اُدھر وِکی بھی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے مقابلے پر تن گیا۔ اگرچہ زخمی تھا مگر جی دار تھا۔ اس نے گھوم کر ایک لات ماری۔ مگر وہ اپنے ٹارگٹ تک پہنچ کر رک گئی۔ ماسٹر فو نے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے گھمایا تو وِکی کا پورا وجود گھومتا ہوا فرش پر گرنے والا تھا۔ مگر وہ بھی زبردست فائٹر تھا۔ حاضر دماغی سے بچاؤ کرنا جانتا تھا۔

اس نے منہ کے بل گرنے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک دیئے۔ پھر اچھل کر الٹی قلابازی کھاتا ہوا ایک بار پھر تن کر کھڑا ہوگیا۔ سوچتی ہوئی نظروں سے ماسٹر فو کو گھورنے لگا۔ سوچ یہ تھی۔ ”میں زخمی ہوں اور مقابل زبردست ہے۔ اگر اس کے قابو میں آؤں گا تو شاید آسانی سے نکل نہیں پاؤں گا۔“

اس نے زخمی کلائی اٹھا کر دوسرا ہاتھ گردن پر رکھتے ہوئے غصے سے کہا۔ ”تُو دیکھ رہا ہے، میں زخمی ہوں۔ میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مگر سپاہی مصلحتاً پیچھے ہٹ کر تازہ دم ہوکر پھر میدان مارنے آتا ہے۔ میں تیری موت بن کر پھر آؤں گا۔“

یہ کہتے ہی وہ پلٹ کر تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ ماسٹر فو نے اس پر چھلانگ لگائی۔ مگر وہ اس کی پہنچ سے نکل گیا تھا۔ بلا کا تیز رفتار تھا۔ غوطہ لگانے کے انداز میں فضا میں اچھلتا ہوا، تیرتا ہوا، کھڑکی کا شیشہ توڑتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

ماسٹر فو اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہ بھی کھڑکی کے راستے جا سکتا تھا۔ لیکن ماما کی کراہیں سن کر رُک گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہتی ہوئی فرش پر گر پڑی تھیں۔ ایسی حالت میں وہ انہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے تیزی سے قریب آکر ماما کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ پھر انہیں بیڈ پر لٹا دیا۔ میز پر پانی سے بھرا جگ رکھا تھا۔ اس نے ماما کے چہرے پر چھینٹے مارے تو وہ ایک گہری سانس لے کر کسمسانے لگیں۔

ماسٹر فو نے جھک کر کہا۔ ”آپ کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ بالکل

محفوظ ہیں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو اطلاع دیتا ہوں۔"

وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھیں۔ ماسٹر نے انٹر کام کے ذریعہ اسپتال کے عملے سے رابطہ کیا اور کہا' کوارٹر نمبر اے سیون میں فوراً کسی ڈاکٹر کو بھیجا جائے۔ دوسری طرف شیبا آنٹی ماما کے کوارٹر کا نمبر سن کر چونک گئیں۔ کاؤنٹر بوائے سے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولیں۔ "تم کون ہو؟ اس وقت سعدیہ کے پاس کیا کر رہے ہو؟"

"میں ماسٹر فو ہوں۔ میڈم کی جان کو خطرہ تھا۔ میں سیکورٹی کے لئے آیا ہوں۔"

وہ اس کا نام سن کر مطمئن ہو گئیں۔ لیکن یہ سن کر تشویش ہوئی کہ ماما کی جان کو خطرہ لاحق تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ماما کو اٹینڈ کرنے کے لئے وہاں آ گئیں۔ دوسری طرف ماسٹر فو نانا جان سے رابطہ کرنے اور انہیں ماما کے حالات بتانے کے لئے ٹیلی فون کے پاس آ گیا۔

وہاں تمام کوارٹرز میں کسی بھی ایمرجنسی کے وقت اسپتال کے عملے سے رابطہ کرنے کے لئے انٹر کام لگائے گئے تھے۔ لیکن نانا جان کی بدولت ماما کے کوارٹر میں ٹیلی فون کی سہولت بھی مہیا کی گئی تھی۔ تاکہ وہ فون کے ذریعہ اپنوں کے رابطے میں رہیں۔

ماسٹر فو ریسیور اٹھا کر نمبر ملانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں امیر حمزہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ماسٹر کو دیکھ کر حیرانی بھی ہوئی اور ایک ذرا اطمینان بھی حاصل ہوا۔ لیکن بیڈ روم میں ماما کو نیم بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر ذرا پریشان ہو گیا۔

شیبا آنٹی نے کہا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔ میں نے انجکشن لگا دیا ہے۔ یہ تھوڑی دیر بعد نارمل ہو جائیں گی۔"

میں نے لاؤنج میں آ کر ماسٹر فو سے پوچھا۔ "تم تو وِکی کے پیچھے گئے تھے۔ پھر یہاں ماما کے پاس کیسے پہنچ گئے؟"

اس نے کہا۔ "میں اب تک اپنے ٹارگٹ کے پیچھے تھا اور یہاں بھی اسی کا پیچھا کرتا ہوا آیا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا وِکی یہاں آیا تھا؟"

وہ رومال میں لپٹے ہوئے ایک ریوالور کو ہتھیلیوں پر سجا کر میرے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ "یہ وِکی کا ریوالور ہے۔"

میں نے اسے لیتے ہوئے زیر لب کہا۔ "ریوالور؟"

ماسٹر فو نے کہا۔ "وہ سیکورٹی گارڈ کے بھیس میں سعدیہ میڈم کو شوٹ کرنے آیا تھا اور

زخمی ہو کر گیا ہے۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کا کوئی آلۂ کار ماما کو نقصان پہنچانے یہاں آیا ہوگا۔ لیکن وِکی کا سن کر زبردست شاک پہنچا تھا۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ پاپا کھلی دشمنی پر اتر آئے ہیں۔ بیٹے کے ذریعہ ماں کو قتل کرانا چاہتے ہیں۔

میں غصے سے کھول رہا تھا۔ ماسٹر فو سے بولا۔ "مجھے حیرت ہے' وہ دشمن تمہارے ہاتھ سے بچ کر کیسے نکل گیا؟"

"میں اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں میڈم چکرا کر گر پڑی تھیں۔ انہیں سنبھالنا بھی ضروری تھا۔"

میں نے فوراً ہی نانا جان سے رابطہ کیا۔ وہ تمام حالات سننے کے بعد بولے۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' قربان علی کے مطالبات تسلیم نہ کرنے پر ایسا شدید ردعمل سامنے آئے گا کہ وہ بیٹے کو قاتل بنا کر ماں کے پاس پہنچا دے گا۔"

میں نے کہا۔ "الجھانے والی بات تو یہ ہے کہ پاپا کا اپنا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ وہ رخشی اور اس کے ناجائز بیٹے سلطان ظفر کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ آپ کی جائیداد کا ستر فی صد حصہ اسے دلوانا چاہتے ہیں۔ جبکہ ان کا یہ مطالبہ وِکی کے لئے ہونا چاہئے تھا۔"

"یہی بات مجھے بھی الجھا رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' رخشی اور اس کے بیٹے کا قربان علی سے کیا تعلق ہے؟ وہ ان کی حمایت میں ہم سے دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ یہ سن کر افسوس بھی ہو رہا ہے کہ اس کے سائے میں پلنے والا میرا ایک نواسہ قاتل اور مجرم بن گیا ہے۔"

میں نے غصے سے کہا۔ "میں اب تک اُسے اپنا بھائی سمجھتا رہا۔ لیکن اب کوئی لحاظ نہیں کروں گا۔ جہاں ملے گا' اسے گولی مار دوں گا۔"

ایسے وقت میں تالی کی آواز سن کر چونک گیا۔ امیر حمزہ اور ماسٹر فو میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ امیر حمزہ نے تالی بجا کر مجھے متوجہ کیا تھا۔ پھر اس نے ایک چٹکی دکھائی۔ اس چٹکی میں جیسے کوئی نادیدہ چیز دبی ہوئی تھی۔ اس نے اسے اپنی پیشانی پر دستک دینے کے انداز میں بجایا۔ پھر حقارت سے ایک طرف پھینک دیا۔ اس اشارے کا مطلب یہ تھا کہ میں طیش میں نہ آؤں۔ غصے کو دماغ سے نکال کر پھینک دوں۔

ادھر سے نانا جان نے کہا۔ "جوش میں نہ آؤ۔ ہوش میں رہ کر تمام حالات پر غور کرتے رہو۔ مجھے یقین ہے' کوئی نہ کوئی ایسا سرا ضرور مل جائے گا، جو قربان علی کے معمے کو حل کرنے میں ہماری مدد کر سکے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''ہمارے لئے وِکی بہت اہم ہے۔ وہ ہاتھ آئے گا تو ساری گتھیاں سلجھ جائیں گی۔''

وہ ذرا سوچ کر بولے۔ ''اب غور کرتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے' قربان علی شاید رخشی کی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے ہی سعدیہ کی زندگی میں آیا تھا۔ اس کے مطالبے سے بھی یہی بات ظاہر ہو رہی ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو پھر وہ اعلیٰ عہدیدار کون ہے' جو فون پر رخشی اور اس کے بیٹے کی حمایت کرتا رہا۔ جس نے ماما کو بدنام کرنے کی ذمہ داری قبول کی؟ اور وہ کون ہے' جسے آپ نے شرمناک تصویروں میں رخشی کے ساتھ دیکھا؟''

انہوں نے کہا۔ ''اس پہلو سے دیکھا جائے تو رخشی کے اردگرد مثلث بنی ہوئی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں' سلطان ظفر اس تصویر والے شخص کا ہی بیٹا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اور یہ تعجب کی بات ہے کہ اُس شخص نے آج تک آپ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اپنے بیٹے کو جائز کہلانے کا یا جائیداد میں حصہ دار بنانے کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔''

''اس شخص کی خاموشی بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔''

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ '' کیا آپ اس کے چند فوٹو گراف مجھے بھیج سکتے ہیں؟''

انہوں نے کہا۔ ''بھیج دیتا۔ اگر وہ میرے پاس ہوتے۔ بہت عرصہ پہلے انہیں خفیہ طور پر چرا لیا گیا ہے۔ لیکن اس شخص کا چہرہ میرے ذہن میں نقش ہو چکا ہے۔ وہ آج بھی میرے سامنے آئے گا تو میں اسے پہچان لوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''شیبا آنٹی نے اس ڈائری میں درست لکھا ہے کہ ماما کی بدنامی کا قصہ انڈر ورلڈ کے ہی کسی تاریک گوشے سے شروع ہوتا ہے۔ آپ کا اندازہ بھی درست ہے کہ پاپا اُن کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ پہلے ان کے ذریعہ ماما پر کیچڑ اچھالی گئی اور اب وِکی کے ذریعہ ماما کی جان لینے کی کوشش کی گئی ہے۔''

ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ دل دُکھانے والی بات سامنے آ رہی تھی کہ پاپا کبھی ماما سے مخلص نہیں رہے۔ یہ سوچ کر دل جل رہا تھا کہ انہوں نے نکاح کے ذریعہ ماما کو قبول کیا' تب بھی ان کے دل میں نانا جان اور ماما کے خلاف دشمنی چھپی ہوئی تھی۔

قربان علی واسطی... یہ نام بچپن سے میرے نام کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ جب سے ہوش سنبھالا تھا' تب سے میں اپنے پاپا کے بارے میں بہت کچھ جاننے' ان سے ملنے اور انہیں

دیکھنے کے لئے مچلتا رہا۔ پھر جب گرینڈ ما (زرینہ بانو) نے مجھ پر یہ کیچڑ اچھالی کہ میری ماما نے مجھے گالی بنا کر پیدا کیا ہے۔ میری ولدیت ایک سوالیہ نشان ہے تو میں اپنی اور پاپا کی حقیقت جاننے کے لئے اور زیادہ بے چین ہو گیا۔

مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ لیکن میں اپنی ماما کے ذریعہ ان کے متعلق بہت کچھ جان سکتا تھا۔ تب لندن آ کر پتہ چلا' وہ نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں۔ اپنے آپ کو اور ماضی کی تمام باتوں کو بھولی ہوئی ہیں۔ پاپا کے سلسلے میں میری رہنمائی نہیں کر سکیں گی۔ ان کی ڈائریوں کے ذریعہ بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔ مگر پاپا وہاں بھی ایک معمہ بنے رہے۔

پھر کافی عرصے بعد ایک اجنبی فون کال کے ذریعہ یہ معمہ حل ہوا کہ قربان علی واسطی ہی میرے پاپا ہیں اور میں ان کی جائز اولاد ہوں۔ ان لمحات میں ایسا لگ رہا تھا' جیسے میں دوبارہ جنم لے رہا ہوں۔ میرے کانوں میں باپ کا نام پھونکا گیا تھا۔ مجھے مستند ولدیت مل رہی تھی۔ یہ اتنی بڑی بات تھی کہ میرا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

میں نے اس فون کال کی ریکارڈنگ نانا جان کو سنائی تو پتہ چلا' وہ کسی اجنبی کی آواز نہیں ہے۔ میرے پاپا مجھ سے بولتے رہے ہیں۔ یعنی وہ زندہ ہیں اور مجھے اپنا جائز بیٹا ثابت کرنے کے لئے کسی وقت بھی دنیا والوں کے سامنے آ سکتے ہیں۔ ایسے خوشگوار انکشافات کے ساتھ ساتھ بہت سے سوالات بھی جنم لے رہے تھے۔ سب سے اہم سوال تو یہی تھا کہ وہ ہمیں بدنامی کی دلدل میں دھکیل کر کہاں روپوش ہو گئے تھے؟ اب بھی اجنبی بن کر بات کیوں کر رہے ہیں؟

ایسے الجھن میں مبتلا کرنے والے سوالوں کے باوجود میں بہت خوش تھا۔ میری پیدائش سوالیہ نشان نہیں رہی تھی۔ یہ تصدیق ہو چکی تھی کہ ولدیت کے خانے میں جو نام لکھا گیا ہے' وہی میرے پاپا ہیں۔

لیکن ابھی ماما کے ساتھ جو ہوا تھا' اس کے بعد جی چاہ رہا تھا' اس نام کو نوچ کر اپنی زندگی سے الگ کر دوں۔ بے شک انہوں نے مجھے جائز کہہ کر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ مگر یہ احسان ماما سے کی جانے والی دشمنی کے بعد بے معنی سا ہو کر رہ گیا تھا۔

نانا جان نے فون پر مجھ سے کہا۔ ''سعدیہ اس کوارٹر میں محفوظ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں' اسے جلد از جلد بنگلے میں شفٹ کر دیا جائے۔ تم اس سلسلے میں شیبا سے بات کرو۔ میں کل رابطہ کروں گا۔''

انہوں نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف ماما کو ہوش آ گیا تھا۔ انہوں نے سر گھما کر شیبا آنٹی کو دیکھا۔ وہ بولیں۔ ''اب کیسی طبیعت ہے؟''

انہوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''حیران ہوں کہ مجھے موت کیوں نہیں آئی؟''

''مریں تمہارے دشمن... پلیز۔ مایوسی کی باتیں نہ کرو۔''

وہ افسردہ لہجے میں بولیں۔ ''یہ دشمن کون ہوتے ہیں؟ کیا ان کی کوئی پہچان ہوتی ہے؟ میں کسے بد دعائیں دوں؟ اُسے.... جسے خود میں نے جنم دیا ہے؟''

شیبا آنٹی کا سر جھک گیا۔ ماما نے کہا۔ ''کچھ عرصہ پہلے تم نے وجی کو لا کر میرے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا' یہ ایک مظلوم بچہ ہے۔ اسے محبت دو۔ پھر رفتہ رفتہ سمجھاتی چلی گئیں کہ وہ کسی اور کا نہیں' میرا اپنا بیٹا ہے۔ میرا اپنا لہو ہے۔''

وہ ذرا چپ ہوئیں۔ پھر بولیں۔ ''یہ ایسی حقیقت تھی' جسے میرا ذہن فوراً ہی قبول نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس سے ملتی رہی' اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے محسوس کیا' میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ میرے اندر اس کے لئے ممتا سی بھرنے لگی ہے۔ اِس ہفتے میں اسے دل کی گہرائیوں سے اپنا بیٹا مان کر سینے سے لگانے والی تھی۔ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے اس نے مجھے سرپرائز دے دیا۔ میری جان کا دشمن بن کر یہاں چلا آیا۔''

شیبا آنٹی نے کہا۔ ''تم اسے وجی سمجھ رہی ہو۔''

''سمجھ رہی ہوں کا مطلب...؟''

''بعض اوقات انسان جو دیکھتا ہے' وہی سمجھ لیتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس....''

وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔ ''اب یہ نہ کہنا کہ اس وقت میں نارمل نہیں تھی۔ میں نے پورے ہوش و حواس میں اسے دیکھا ہے' اس سے باتیں کی ہیں۔''

''بے شک دیکھا ہے۔ باتیں بھی کی ہیں۔ لیکن وہ وجی نہیں تھا۔ وِکی تھا۔''

انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ ''وِکی...؟''

''ہاں۔ وجی کا ہم شکل بھائی اور تمہارا دوسرا بیٹا...''

ماما کو اب تک یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ انہوں نے ایک نہیں' دو بیٹوں کو جنم دیا تھا اور اُس دوسرے بیٹے کا نام وِکی ہے۔ وہ اس انکشاف پر ایکدم سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ شدید حیرانی سے بولیں۔ ''دوسرا بیٹا...؟''

آنٹی نے اثبات میں سر ہلا کہا۔ ''تم نے جڑواں بیٹوں کو جنم دیا تھا۔ مگر ان میں سے

ایک بچے کو پیدائش کے دوسرے دن اسپتال سے چرا لیا گیا۔ وہ اب تک باپ کے سائے میں پلتا رہا ہے۔''

ماما سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر تک چپ رہیں۔ پھر بولیں۔ ''تم میرے ماضی کے بارے جو کچھ بتاتی رہتی ہو' میں اس پر یقین کرتی رہتی ہوں۔ لیکن یہ سن کر یقین نہیں ہو رہا ہے کہ میرے دو ہم شکل بیٹے ہیں۔''

میں دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اندر آتے ہوئے بولا۔ ''مجھے دیکھ کر یقین کر لیں۔ وہ زخمی ہو کر یہاں سے گیا ہے۔ جبکہ میرے جسم پر ایک خراش بھی نہیں ہے۔''

وہ مجھے ایسے دیکھنے لگیں' جیسے یقینی اور بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہوں۔ میں ان کے پاس آ کر بیڈ کے سرے پر بیٹھ گیا۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر تھپکتے ہوئے بولا۔ ''یہ سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ نے مجھے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا ہے۔ کیا اپنے بیٹے کو گلے نہیں لگائیں گی؟''

ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے تڑپ کر مجھے اپنی دھڑکنوں سے لگا لیا۔ میں بیان نہیں کر سکتا' اس وقت میری کیا حالت ہو رہی تھی؟ پہلی بار ممتا کی چھاؤں نصیب ہوئی تھی۔ میں ان کی قربت' ان کی آغوش میں آتے ہی جیسے ننھا منا سا بچہ بن گیا تھا۔ بچے ماؤں کی آغوش میں دبک کر چپ ہو جاتے ہیں۔ میں رونے لگا۔ میرے ساتھ ساتھ وہ بھی رو رہی تھیں۔ میرے چہرے کو ادھر اُدھر سے چُوم رہی تھیں۔ تھپک رہی تھیں۔

ہم ماں بیٹا بہت دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے رہے۔ محبتیں سمیٹتے رہے۔ پھر میں پائنتی کی طرف آ کر نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔ ان کے پیروں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے لگا۔ وہ فوراً ہی پاؤں سمیٹتے ہوئے بولیں۔ ''یہ کیا کر رہے ہو بیٹا...! یہاں اوپر بیٹھو۔''

میں نے ان کے قدموں سے لپٹ کر روتے ہوئے کہا۔ ''بیس برسوں تک اس جنت کے لئے ترستا رہا ہوں۔ خدا کے لئے ... مجھے یہیں رہنے دیں۔ اس جنت سے نہ نکالیں۔ یہاں بہت سکون مل رہا ہے۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی آگے بڑھ کر پھر مجھ سے لپٹ گئیں۔ شیبا آنٹی بھی رو رہی تھیں۔ مجھے تھپکتے ہوئے بولیں۔ ''خود کو قابو میں رکھو بیٹا...! اپنی ماما کو زیادہ نہ رُلاؤ۔ ان کے ذہن پر بوجھ پڑے گا۔''

میں ان کی بات سن کر ٹھٹک گیا۔ چند لمحوں کے لئے یہ بھول گیا تھا کہ ماما ابھی پوری طرح نارمل نہیں ہوئی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ان کے دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ میں

ان سے الگ ہو کر آنسو پونچھتا ہوا اوپر بیٹھ گیا۔ وہ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی محبت سے مجھے دیکھنے لگیں۔ پھر چہرے پر ایسے تاثرات ابھرنے لگے جیسے وہ کسی الجھن کا شکار ہوں۔

میں نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر تھپکتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہوا ماما...؟''

انہوں نے شیبا آنٹی کی طرف دیکھا۔ پھر میرے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' ایک بیٹا اتنی محبتیں اور اپنائیت دے رہا ہے تو دوسرا بیٹا قاتل بن کر یہاں کیوں آیا تھا؟''

میں نے ناگواری سے کہا۔ ''اس کی پرورش پاپا نے کی ہے اور دشمن کے سائے میں پلنے والا کبھی ہمارا دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ پاپا نے پہلے آپ سے دشمنی کی' آپ کو بدنام کیا۔ پھر مجھے دنیا والوں کی نظروں میں ناجائز بنایا اور اب وِکی کے ذریعہ اپنی دشمنی کو آگے بڑھا رہے ہیں۔''

شیبا آنٹی نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ''وجی...! یہ باتیں پھر بھی ہو سکتی ہیں۔ ابھی انہیں کسی الجھن میں مبتلا نہ کرو۔''

انہوں نے ماما کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر دیکھا۔ وہ کچھ گم صم سی ہو گئی تھیں۔ کہیں دور خیالوں کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھیں۔ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ آنٹی نے کہا۔ ''سعدیہ! یہ تمہارے سونے کا وقت ہے۔ آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ۔ سونے کی کوشش کرو۔ ہم یہیں دوسرے کمرے میں رہیں گے۔''

وہ ان کی ہدایت کے مطابق چپ چاپ لیٹ گئیں۔ آنٹی نے مجھے جانے کا اشارہ کیا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی لائٹ آف کر کے باہر آ گئیں۔ مجھ سے بولیں۔ ''ہم کسی بھی مریض کو بہت رفتہ رفتہ اس کے ماضی کی طرف لے جاتے ہیں۔ سعدیہ کی ذہنی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ وہ بڑے بڑے انکشافات کو باآسانی قبول کر لے۔''

وہ ذرا توقف سے بولیں۔ ''وہ تمہیں پہچان رہی ہے۔ کیونکہ تم اس کے ماضی کے اُس دور کا حصہ ہو' جب وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ تمہارے سلسلے میں اسے دماغ پر زیادہ زور ڈالنا نہیں پڑا۔ لیکن ابھی وہ اپنے ڈیڈی کو نہیں پہچانتی۔ قربان علی واسطی کو نہیں جانتی۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ میں اس کی بچپن کی سہیلی ہوں۔ وہ مجھے ایک ہمدرد ڈاکٹر اور اپنی مسیحا سمجھتی ہے۔ اسی لئے میری باتوں کو بڑی حد تک مانتی رہتی ہے۔''

پھر وہ ماما کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''ابھی اس کی خاموشی بتا رہی ہے کہ تمہاری کہی ہوئی کوئی ایک بات اس کے دماغ میں اٹک کر رہ گئی ہے۔ یقیناً وہ گہری نیند میں ڈوبنے تک اسی کے متعلق سوچتی رہے گی۔''

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میں روانی میں بولتا چلا گیا۔ ایک ذرا دھیان نہیں رہا کہ ایسی باتیں ماما کے ذہن کو الجھن میں مبتلا کر دیں گی۔ آئندہ محتاط رہا کروں گا۔''

''یہ حوصلہ افزا بات ہے کہ وہ تمہیں قبول کر رہی ہے۔ انشاءاللہ ہمیں بھی پہچاننے لگے گی۔ مگر ذرا وقت لگے گا۔ ہم بڑے صبر سے انتظار کر رہے ہیں۔''

''اب ان کا جو بھی ٹریٹمنٹ ہوگا' گھر کی چار دیواری میں ہوگا۔ دشمنوں کے حملے نے سمجھا دیا ہے' وہ یہاں محفوظ نہیں ہیں۔ انہیں مکمل سیکورٹی کی ضرورت ہے۔ میں ماما کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔''

''میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ یہ اس حد تک نارمل ہو چکی ہے کہ اسے ہوسپٹل کی طرف سے گھر جانے کی اجازت مل جائے گی۔ میں وہاں اس کا علاج کرتی رہوں گی۔''

اِدھر ہم ماما کو گھر لے جانے کے معاملے پر غور کر رہے تھے۔ اُدھر وہ بیڈ پر آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھیں۔ میں داستان کا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ابھی وہ باتیں بیان کر رہا ہوں' جو بعد میں ماما نے مجھے بتائیں۔

اُن کے نیند سے بوجھل دماغ میں مختلف آوازیں' مختلف باتیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ شیبا آنٹی کا تجزیہ درست تھا۔ ماما کے دماغ میں میری یہ بات پھنس کر رہ گئی تھی۔ بار بار گونج رہی تھی۔ ''پاپا نے پہلے آپ سے دشمنی کی' آپ کو بدنام کیا۔ پھر مجھے دنیا والوں کی نظروں میں ناجائز بنایا...''

وہ سوچ رہی تھیں اور اندر ہی اندر الجھ رہی تھیں۔ ''پاپا...؟ یعنی وجی کے والد...اور میرے شوہر...''

''شوہر تو تنہائیوں کا ساتھی ہوتا ہے۔ کیا میری تنہائی میں کبھی کوئی آیا تھا؟''
دل نے انکار کیا۔ ''نہیں...کوئی نہیں آیا تھا۔''
''اگر کوئی نہیں آیا تھا تو میں نے جڑواں بیٹوں کو کیسے جنم دیا؟''
''کوئی تو آیا تھا...مگر کون...؟ کون آیا تھا؟ کب آیا تھا؟''

خوابیدہ دماغ میں دھند سی چھانے لگی۔ اُس اُجلی دھند میں اسپتال کا ایک کمرہ دکھائی دینے لگا۔ وہ ایک بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کی کھلی ہوئی آنکھیں ایک طرف ایسے تکی ہوئی

تھیں، جیسے وہاں سے ہٹ کر کسی دوسری سمت دیکھنے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔ یہ واضح طور پر محسوس کر رہی تھیں کہ کروٹ لینا چاہتی ہیں۔ مگر چاہنے کے باوجود ایک ذرا حرکت نہیں کر پا رہی ہیں۔ دراصل وہ سکتے کی حالت میں تھیں۔

ایسے وقت دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ مگر وہ سن نہیں سکتی تھیں اور قوت گویائی سے بھی عارضی طور پر محروم ہو چکی تھیں۔ وہاں جو کچھ بھی ان کے ساتھ ہوتا رہا وہ ہمیں ماما کے بیان سے اور بعدازاں پاپا کے اعتراف سے معلوم ہوا۔

وہ جوں کی توں پڑی ہوئی تھیں۔ اندر آنے والا ایک ایک قدم چلتا ہوا ان کے قریب آ رہا تھا... کون آ رہا تھا...؟

وہ بیڈ کے قریب آ کر رک گیا۔ پھر ماما کی ساکت پتلیوں نے ایک اجنبی مردانہ چہرہ دیکھا۔ وہ ذرا جھک کر ان کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ ماما کے چہرے کے سامنے یوں لہرایا، جیسے ان کے غائب دماغ ہونے کی تصدیق کر رہا ہو۔ ماما نے پلک نہیں جھپکائی۔ وہ مطمئن ہو کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گیا۔

ماما اب اسے دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ قدموں کی آہٹ ذرا دور گئی۔ پھر ایک "ٹِک" کی آواز کے ساتھ ہی لائٹ آف ہو گئی۔ دھندلا دھندلا سا ماحول اندھیرے میں ڈوب گیا۔ قدموں کی آہٹ نے بتایا کہ دور جانے والا دوبارہ قریب آ رہا ہے۔

کمرے میں اچانک ہی اندھیرا چھایا تھا؟ کیوں چھایا تھا؟ وہ اندر ہی اندر گھبرانے لگیں۔ حلق پھاڑ کر چیخنا چاہتی تھیں۔ کسی کو مدد کے لئے پکارنا چاہتی تھیں مگر بولنے کے قابل نہیں تھیں۔ اپنے بچاؤ کے لئے اس کمرے سے باہر جانا چاہتی تھیں۔ مگر کیسے جاتیں؟ وہ سکتے کی حالت میں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھیں۔

اندر کی گھٹن پسینہ بن کر ان کے وجود سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ بستر کے سرے پر آ کر بیٹھ گیا۔ ماما کی پیشانی کو چھوتے ہی ایک ذرا ٹھٹک کر بولا۔ "اوہ... تو کیا تم مجھے محسوس کر رہی ہو؟"

ایسے وقت ماما کا دل بس یہی دعا مانگ رہا تھا کہ ابھی موت آئے اور وہ مر جائیں۔ انہوں نے کبھی کسی نامحرم کو اپنی صورت تک دیکھنے نہیں دی تھی۔ کجا یہ کہ وہ اجنبی ان کے پہلو سے لگا بیٹھا تھا۔

پھر اس نے جھک کر ماما کے کان میں کہا۔ "مجھے خود کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ چوروں کی طرح آیا ہوں۔ چوروں کی طرح چلا جاؤں گا۔ مگر جانے کے بعد بھی

تمہارے اندر گھس کر بیٹھا رہوں گا۔"

وہ بے بس تھیں۔ نہ اُس سے دور ہو سکتی تھیں۔ نہ اسے خود سے دور رکھ سکتی تھیں۔ اس اندھیرے میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ "قربان علی واسطی ولد زمان علی واسطی بعوض مہر ایک لاکھ روپے سکہ رائج الوقت کیا تمہیں قبول ہے...؟ قبول ہے...؟ قبول ہے...؟"

ماما نے بہت پہلے قاضی صاحب کے سامنے "ہاں" کہی تھی۔ انہیں دل سے قبول کیا تھا۔ لیکن اس وقت کچھ نہ کہہ سکیں۔ ان کی آنکھیں بند کر دی گئیں۔ اس اجنبی کے الفاظ سمجھا رہے تھے کہ اُس رات اسپتال کے کمرے میں کوئی گناہ نہیں ہوا۔ لیکن جو ہوا، گناہ کی طرح ہوا۔

ایسے تمام حقائق کو سننے اور جاننے کے بعد یہ بات آئینے کی طرح شفاف ہو گئی تھی کہ ہم جڑواں بھائی فری سیکس کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ماما بدنام ہوتی رہی تھیں۔ میں اب تک ناجائز کہلایا جا رہا تھا۔ دنیا والوں کے سامنے جائز ہونے کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری تھا اور اُس سرٹیفکیٹ کے لئے پاپا ضروری تھے۔



شیبا آنٹی کے توسط سے ماما کو دوسرے دن ہی بنگلے میں شفٹ کر دیا گیا۔ نانا جان کی ہدایت کے مطابق وہاں سیکورٹی بڑھا دی گئی تھی۔ ان تمام معاملات سے نمٹنے کے بعد میں نے باب وولف سے رابطہ کیا۔ وہ ایک پرائیویٹ سراغ رساں تھا۔ میں وکی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں اس کے تربیت یافتہ کتے سے کام لینا چاہتا تھا۔ میرے پاس سبرینا اور وکی کی اترن موجود تھی۔ یہ اطمینان تھا کہ وہ کتا اسے زمین کی تہہ سے بھی کھود کر نکال لے گا۔

باب وولف ایک گھنٹے بعد آنے والا تھا۔ میں نے ماسٹر فو سے پوچھا۔ "تم وکی کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ مجھے بتاؤ، وہ تمہارے تعاقب کے دوران کہاں کہاں آتا جاتا رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "ان چند گھنٹوں کے دوران وہ متعدد مقامات پر گیا۔ لیکن کہیں بھی اس نے زیادہ وقت نہیں گزارا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں اسے شبہ ہو گیا ہو کہ تم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"

"ایسی بات ہوتی تو وہ سعدیہ میڈم پر حملہ کرنے اسپتال نہ پہنچتا۔ پہلے مجھ سے پیچھا چھڑانے کی کوششیں کرتا۔"

میں نے پوچھا۔ "اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ وہ کہاں گئی؟"

"وہ سب سے پہلے پکاڈلی سرکس کی طرف گیا تھا۔ وہاں شیرٹن پارک لین ہوٹل میں

کچھ وقت گزارنے کے بعد باہر آیا تو وہ لڑکی اس کے ساتھ نہیں تھی۔اس کے بعد وہ پکاڈلی سرکس کے مختلف بازاروں میں شاپنگ کرتا رہا۔پھر ایک بیوٹی سیلون میں چند گھنٹے گزارنے کے بعد اس نے اپنا حلیہ تبدیل کرلیا اور سیکورٹی گارڈ کے بھیس میں سعدیہ میڈم کے پاس پہنچ گیا۔"

میں نے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا۔"وکی بہت ہی چالاک اور شاطر ہے۔جانے انجانے دشمنوں سے اس قدر محتاط رہتا ہے کہ کسی ایک جگہ ٹِک کر نہیں رہتا۔کسی کو اپنا پتہ ٹھکانہ معلوم نہیں ہونے دیتا۔فی الحال شیرٹن ہوٹل ہمارے لئے اہم ہے۔وہاں سبرینا کے ذریعے ہم وکی تک پہنچ سکتے ہیں۔"

ماسٹر فو نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔"کئی گھنٹے گزر چکے ہیں۔اگر وہ بہت زیادہ چالاک ہے تو حملے کی ناکامی کے بعد ممکن ہے' اس نے سبرینا کو وہاں سے کہیں اور شفٹ کر دیا ہو۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔"یقیناً...ایسے حالات میں باب وولف کا کتا ہی ہماری مدد کر سکے گا۔"

میں پھر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ذرا سوچنے کے بعد بولا۔"سوچی سمجھی سازش کے تحت ماما پر حملہ کیا گیا ہے۔وکی کو کسی نہ کسی ذریعے سے ہدایت ضرور ملی ہوگی۔تم ذرا یاد کر کے بتاؤ' کل اس نے کسی مشتبہ شخص سے ملاقات کی ہو یا کسی پی سی او سے کہیں کال کی ہو؟"

ماسٹر فو ذرا چپ رہا۔جیسے گزشتہ حالات کو ذہن میں دہرا رہا ہو۔پھر بولا۔"وہ ایک شاپنگ اسٹریٹ میں کسی شخص سے ٹکرایا تھا۔پھر سوری کہہ کر اس سے مصافحہ کرنے کے بعد آگے بڑھ گیا تھا۔اس وقت میں نے دھیان نہیں دیا۔لیکن اب ان کا مصافحہ کرنا چغلی کھا رہا ہے۔یقیناً کوئی بھی ہدایت اس مصافحے کے ذریعے ہی ادھر سے ادھر منتقل کی گئی ہے۔کیونکہ اس سے پہلے اس شخص کا دایاں ہاتھ اپنی پینٹ کی جیب میں تھا۔"

میں ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"ممکن ہے' تمہارا خیال درست ہو۔فی الحال ہمارا پہلا ٹارگٹ شیرٹن پارک لین ہوٹل ہے۔اس کے بعد دیکھتے ہیں' وکی کی خوشبو کتے کو اور ہمیں کہاں لے جاتی ہے؟"

میں بڑی بے چینی سے باب وولف کا انتظار کرنے لگا۔ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ اپنے کتے کے ساتھ بنگلے میں پہنچ گیا۔اس قد آور کتے کا نام ٹائیگر تھا۔باب وولف اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔"میرا ٹائیگر دراصل ٹارگٹ ہنٹر ہے۔اسے جس کسی مطلوبہ شخص کی بو

سونگھائی جاتی ہے۔یہ اُسے زمین کی تہہ سے بھی نکال لاتا ہے۔"

میں نے کہا۔"ہمارا دشمن زمین کے اوپر ہی کہیں ہے۔مجھے امید ہے' تمہارا ٹائیگر ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔"

وہ بولا۔"اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں جناب!ایسے ایسے شاطر اور پراسرار بن کر رہنے والے مجرموں کا سراغ لگایا ہے۔جنہیں ڈھونڈنے کے سلسلے میں انٹیلی جنس والوں کے کتے بھی ناکام رہے تھے۔میرے پاس اپنے ٹائیگر کے کارناموں کا ریکارڈ موجود ہے۔کہیں گے تو دکھا دوں گا۔"

میں نے امیر حمزہ کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا۔پھر باب وولف سے کہا۔"ریکارڈ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔گیری کُوپر نے سوچ سمجھ کر ہی مجھے تم تک پہنچایا ہے۔"

پھر میں نے ایک شاپر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"یہ ہمارے مطلوبہ شخص کی اترن ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے یہ دوسری اترن بھی بہت ضروری ہے۔"

میں نے سبرینا والا شاپر بھی اس کی طرف بڑھا دیا۔وہ ان کپڑوں کو نکال کر دیکھتے ہوئے بولا۔"اب فکر نہ کریں۔میرا ٹائیگر آپ کو ان کی شہ رگ تک پہنچا کر ہی دم لے گا۔"

امیر حمزہ گاڑی نکال چکا تھا۔بنگلے میں چوبیس گھنٹے متعدد سیکورٹی گارڈز مستعد رہتے تھے۔اس کے باوجود میں ماسٹر فو کو ماما کے پاس چھوڑ کر باب وولف اور ٹائیگر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آ گیا۔

ٹائیگر کا ڈیل ڈول' اس کی ناک اور اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں' وہ بہت ہی خطرناک کتا ہے۔اپنے مالک کے ایک اشارے پر کسی کو بھی چیر پھاڑ سکتا ہے۔چونکہ اس وقت میرے اور باب وولف کے درمیان دوستانہ ماحول تھا۔اس لئے وہ بھی بڑی سعادت مندی سے اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

باب وولف نے پوچھا۔"پہلے کس کی اترن سونگھائی جائے؟"

میں نے کہا۔"میں پہلے وکی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔اپنے ٹائیگر کو مردانہ اترن دکھاؤ۔"

اس نے اسے وکی اترن سونگھائی تو وہ ایکدم سے چوکنا ہو گیا۔دھیرے دھیرے غرّانے لگا' جیسے جنگ کے لئے آمادہ ہو رہا ہو۔پھر وہ سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ہم شیرٹن ہوٹل کی طرف جا رہے تھے۔یہ قوی امکان تھا کہ وہاں وکی نہیں ملے گا۔لیکن سبرینا کے ذریعے اس تک پہنچنے کا راستہ ضرور مل جائے گا۔

میں سفر کے دوران سوچ رہا تھا۔"اگر سبرینا نے نام تبدیل کر کے کمرہ لیا ہوگا تو ٹائیگر

کی ضرورت پڑے گی۔ دوسری صورت میں ریسپشن پر معلومات حاصل کر کے میں باآسانی سبرینا تک پہنچ سکوں گا۔"

میں نے یہ بات باب وولف سے کہی تو اس نے کہا۔ "بیشک۔ یہی کرنا چاہئے۔ اگر وہاں رجسٹر میں مطلوبہ لڑکی کے نام کا اندراج نہ ہوا تو ٹائیگر کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔"

تھوڑی دیر بعد ہم شیرٹن ہوٹل پہنچ گئے۔ میں امیر حمزہ اور باب وولف کو گاڑی میں چھوڑ کر اندر استقبالیہ کاؤنٹر پر آ گیا۔ وہاں سبرینا مائیکل کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا' وہ کمرہ نمبر ایک سو تین میں رات گزارنے کے بعد صبح سویرے ہی وہاں سے جا چکی ہے۔

اگر ہم ماما کے سلسلے میں مصروف نہ رہتے تو یقیناً رات کو ہی سبرینا ہماری گرفت میں آ جاتی۔ میں مایوس ہو کر گاڑی میں آ گیا۔ امیر حمزہ نے کہا۔ "میرا خیال ہے' ہمیں اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جانا چاہئے۔ یہ امید تو نہیں ہے کہ وہ وہاں ہوگی۔ لیکن ایک بار دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "تو پھر ٹھیک ہے۔ ابھی وہیں چلو۔"

حمزہ نے گاڑی کو آکسفورڈ سرکس کی طرف موڑ لیا۔ ٹائیگر بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ جیسے اپنے شکار کی تلاش کے لئے بے چین ہو۔ باب وولف اسے تھپک تھپک کر شانت رہنے کے اشارے کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم مطلوبہ عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔

گاڑی سے باہر آتے ہی ٹائیگر بے چین ہو گیا۔ باب وولف نے بڑی مضبوطی سے اس کی زنجیر تھامی ہوئی تھی۔ وہ ہم تینوں سے آگے آگے سر اٹھائے اسے کھینچے لئے جا رہا تھا۔ پھر مطلوبہ اپارٹمنٹ کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ ایک دن پہلے' جب میں وہاں سے گیا تھا تو اس کا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ لیکن اب لکڑی کے دروازے کے علاوہ لوہے کا جالی دار دروازہ بھی بند تھا اور وہاں جدید طرز کا لاک دکھائی دے رہا تھا۔

میں نے باب وولف سے کہا۔ "ٹائیگر کو دوسری اترن سونگھاؤ۔"

اس نے فوراً ہی سبرینا کی اترن اس کے سامنے کر دی۔ وہ اسے سونگھتے ہی دوسری طرف پلٹ گیا۔ باب وولف نے کہا۔ "اس کی خاموشی بتا رہی ہے' مطلوبہ لڑکی یہاں نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "لیکن یہ مقفل دروازہ سمجھا رہا ہے' وکی یا سبرینا میں سے کوئی یہاں

آیا تھا۔"

امیر حمزہ نے مشورہ دیا۔ "کسی پڑوسی سے معلوم کرنا چاہئے۔"

میں نے برابر والے اپارٹمنٹ کی کال بیل بجائی۔ تھوڑی دیر بعد ایک پرکشش سی خاتون نے باہر آ کر مجھے دیکھتے ہی چہک کر کہا۔ "ہائے وکی! مجھے یقین تھا' تم کبھی تو سبرینا کے سحر سے نکل کر میری طرف آؤ گے۔"

پھر وہ امیر حمزہ' باب وولف اور ٹائیگر کو دیکھتے ہوئے ذرا شوخی سے بولی۔ "مگر یہ تو چیٹنگ ہے۔ میں صرف تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہوں اور تم اپنے ان دو فرینڈز کے ساتھ ساتھ اس ہینڈسم کتے کو بھی لے کر آئے ہو۔ چلو۔ کوئی بات نہیں۔ عشق میں امتحان تو دینا ہی پڑتا ہے۔ میں تمہاری قربت پانے کے لئے انہیں بھی خوش کر دوں گی۔"

وہ بولتے بولتے مجھ سے آ لگی۔ میں نے اسے دور ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ "سبرینا کہاں ہے؟"

اس نے کہا۔ "آج صبح سویرے جب وہ یہاں آ کر اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔ میں تب ہی سمجھ گئی تھی' تم نے اسے اپنی زندگی سے نکال باہر کیا ہے اور جب نکال ہی دیا ہے تو اب اسے ڈھونڈتے کیوں پھر رہے ہو؟"

میں نے باب وولف اور امیر حمزہ کو دیکھا۔ پھر اس خاتون سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اندازہ ہے' وہ کہاں جا سکتی ہے؟"

وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر تعجب سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "یہ تم پوچھ رہے ہو؟ کیا نہیں جانتے' جب ایک بوائے فرینڈ لات مار دیتا ہے تو لڑکیاں کسی نئے کی تلاش میں کہاں جاتی ہیں؟"

یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سبرینا کے سلسلے میں اس خاتون سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہوگی۔ اس کا اپارٹمنٹ میں آ کر سامان سمیٹنا سمجھا رہا تھا کہ وکی نے اسے چوکنا کر دیا ہے۔ وہ ضرور اس کی ہدایت کے مطابق کہیں روپوش ہو گئی ہے۔

میں نے باب وولف اور امیر حمزہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ پھر ان کے ساتھ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "ایسے دل توڑ کر تو نہ جاؤ۔ میں جانتی ہوں' تم اسی کی تلاش میں بھٹکنے جا رہے ہو۔ ویسے اُسے کسی اعلیٰ قسم کی کاک ٹیل پارٹی میں یا کسی کلاسک بار میں ڈھونڈو گے تو وہ کسی نئے بوائے فرینڈ کے ساتھ تمہیں مل جائے گی۔ اس کے بعد تو میرے پاس آؤ گے ناں؟"

میں نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ ''ابھی چھوڑو گی تو دوسری بار آسکوں گا۔''

باب وولف ٹائیگر کے ساتھ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے چلا گیا تھا۔ جبکہ امیر حمزہ میرے انتظار میں وہیں کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاتون سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑے جذبے سے بولی۔ ''میں تمہارا انتظار کروں گی وکی...!''

میں امیر حمزہ کے ساتھ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا۔ باب وولف اور ٹائیگر گاڑی کے پاس ہمارے منتظر تھے۔ امیر حمزہ نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ ''اب کہاں جانا ہے؟''

میں نے باب وولف کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''پکاڈلی سرکس کی طرف چلو۔''

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ہم مختلف شاہراہوں سے گزرتے ہوئے مطلوبہ مقام کی طرف جانے لگے۔ ایک جگہ سگنل کے انتظار میں رُکنا پڑا۔ ایسے وقت ٹائیگر اچانک ہی بھونکنے لگا۔ ہم تینوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ایک گاڑی دھیمی رفتار سے گزرتی ہوئی ہماری کار سے ذرا آگے جا کر رکی تھی۔

ٹائیگر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ بے چین ہو کر کھڑکی سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ باب نے اسے تھپکتے ہوئے اس کے منہ پر ایک چرمی کیپ چڑھا دیا۔ تاکہ وہ بھونک کر مطلوبہ افراد کو چوکنا نہ کر سکے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ''ہمارا شکار یقیناً اس آگے والی گاڑی میں ہے۔''

میں نے اس کی طرف کی کھڑکی کا شیشہ بند کر کے ذرا اچک کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ مطلوبہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ تو سمجھ میں آگیا تھا کہ ڈرائیو کرنے والے کے برابر کوئی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ مگر اس کے بالوں کی تراش خراش اور رنگت سمجھا رہی تھی کہ وہ سبرینا نہیں ہو سکتی۔

میں اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہتا تھا۔ مگر ایسے ہی وقت گرین سگنل ملنے لگا۔ گاڑیاں آگے بڑھنے لگیں۔ مطلوبہ گاڑی بھی آگے بڑھ گئی۔ امیر حمزہ فوراً ہی گیئر بدل کر اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس گاڑی کو کراس کر کے روکنا چاہتا ہے۔

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''انہیں شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان کا پیچھا کیا جارہا ہے۔''

میرا مشورہ سنتے ہی اس نے کار کی رفتار ایک ذرا کم کر دی۔ ہم بڑے محتاط انداز

میں ان کا تعاقب کرنے لگے۔ آگے جانے والی گاڑی کی رفتار سمجھا رہی تھی کہ انہیں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو رہا ہے۔ وہ اپنے آپ میں مست تھے۔ بڑے مزے سے جا رہے تھے۔

ہم تینوں کی نگاہیں اس گاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں کوشش کے باوجود ان کے چہروں کو دیکھ نہیں پایا۔ عقب نما آئینے میں ڈرائیو کرنے والے کی صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ وکی ہی ہے یا کوئی اور ہے؟

اگر ہماری کار ان کے دائیں یا بائیں ساتھ ساتھ چلتی رہتی تو چہرے پہچاننے میں ایک ذرا دقت نہ ہوتی۔ لیکن میں اپنی صورت دکھا کر انہیں چوکنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایسے حالات میں پیچھے رہنا ضروری تھا۔

اس وقت دونوں گاڑیاں ایک رہائشی علاقے سے گزر رہی تھیں۔ وہ ایک گلی میں مڑنے کے بعد تین منزلہ عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ امیر حمزہ نے ان سے ذرا فاصلہ رکھتے ہوئے اپنی کار روک دی۔

اُدھر وہ دونوں کار سے نکل کر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر عمارت کے اندر جانے لگے۔ میں بڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکا میرے لئے اجنبی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ جو لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سبرینا ہی تھی۔ بڑی حد تک اپنا حلیہ تبدیل کر چکی تھی۔ اس کے باوجود میں اسے پہلی ہی نظر میں پہچان گیا۔ امیر حمزہ نے بھی میری تائید کی۔

باب وولف نے کہا۔ ''تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ ہمیں ان کے پیچھے جانا چاہئے۔''

میرے ذہن میں یہ سوال کلبلانے لگا تھا کہ وہ وکی پر جان چھڑکتی ہے۔ اس سے شادی کر کے اس کے بچوں کی ماں بننا چاہتی ہے تو پھر اس وقت کس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گھوم رہی ہے؟

یہ خیال بھی تھا کہ شائد وکی نے ہماری نظروں سے بچنے کے لئے اپنا اور سبرینا کا حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔

ہم تینوں کار سے اتر کر ٹائیگر کے ساتھ اس عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں کھلے ہوئے دروازے سے سیڑھیاں دکھائی دی رہی تھیں۔ ٹائیگر اس طرف کھنچا جا رہا تھا۔ منہ کھولنے اور بھونکنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ باب سے اپنی زنجیر چھڑا کر سیڑھیاں چڑھتا چلا جائے اور اپنے شکار پر جھپٹ پڑے۔ باب وولف نے زنجیر پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ اوپر گئے ہیں۔''

ہم تینوں ٹائیگر کے پیچھے پیچھے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر جانے

لگے۔دوسری منزل پر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ وہ بی کلاس ہوٹل ہے۔کالج کے وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو مہنگے ہوٹلوں کے بھاری اخراجات برداشت نہیں کرپاتے‘ وہ اپنی زندگی کے رومانوی لمحات کو انجوائے کرنے کے لئے ایسے سستے ہوٹلوں کا رخ کرتے ہیں۔وہاں انہیں کم قیمت پر چھوٹے چھوٹے بیڈروم مہیا کئے جاتے ہیں۔

ٹائیگر دوسری منزل پر نہیں رُکا۔مزید اوپر جانے کے لئے سیڑھیوں کی جانب لپکنے لگا۔اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ دونوں تیسری منزل پر گئے ہیں۔ہم تینوں تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آگئے۔

وہ کسی لو پوائنٹ کی طرح اوپن ایریا تھا۔جگہ جگہ نوعمر جوڑے اپنے آپ میں مگن دکھائی دے رہے تھے۔وہاں بھی ایک طرف پانچ چھ کمرے بنائے گئے تھے۔ٹائیگر اپنے مالک کو کھینچتا ہوا اس طرف جانے لگا۔پھر ایک دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔دُم ہلا ہلا کر سمجھانے لگا کہ مطلوبہ شکار اسی کمرے میں ہے۔

باب نے اس کے منہ پر سے وہ چرمی کیپ ہٹا دیا۔آزادی ملتے ہی وہ بھونکنے لگا۔باب نے اسے سبرینا کی اترن سونگھائی۔وہ زمین کھودنے کے انداز میں دروازے کی جھری کو کھرچنے لگا۔پھر باب وولف نے اسے وکی کی اترن سونگھائی۔اس بار بھی اس نے یہی اشارہ دیا۔

میں نے سوالیہ نظروں سے باب کو دیکھا۔وہ بولا۔’’آپ کے دونوں شکار اندر موجود ہیں۔‘‘

امیر حمزہ نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔اس دوران باب نے ٹائیگر کے منہ پر دوبارہ چرمی کیپ چڑھا دیا۔اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے نوجوان ہماری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔سوالیہ نظروں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔امیر حمزہ نے دوبارہ دستک دی۔تھوڑی دیر بعد اس اجنبی نوجوان نے دروازہ کھولا۔ٹائیگر اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکنے لگا۔باب وولف نے بڑی مضبوطی سے اسے قابو کیا ہوا تھا۔

اس نے نوجوان نے پریشان ہوکر پوچھا۔’’آپ لوگ کون ہیں؟‘‘

امیر حمزہ نے سخت لہجے میں کہا۔’’کوئی سوال نہ کرو۔سبرینا اور وکی کو باہر نکالو۔‘‘

اس نے تعجب سے پوچھا۔’’وکی....؟‘‘

میں نے کہا۔’’انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ہم بہت دور سے تمہارا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔سبرینا تمہارے ساتھ تھی۔یقیناً وکی بھی یہیں ہوگا۔‘‘

ٹائیگر اپنے شکار تک پہنچنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔کمرے کے اندر جانا چاہتا تھا۔اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ دونوں وہاں موجود ہیں۔امیر حمزہ نے مزید وقت برباد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔اس نوجوان کو ایک دھکا دیا۔وہ ڈگمگاتا ہوا پیچھے کی طرف جاکر بیڈ پر گر پڑا۔

اُدھر ٹائیگر اپنے مالک کو کھینچتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔ذرا اچک کر اس کے لاک کو اگلے پنجوں سے کھرچنے لگا۔باب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔’’جناب!آپ کا شکار یہاں ہے۔‘‘

امیر حمزہ نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اس نوجوان کو نشانے پر رکھ لیا۔وہ بیڈ پر جیسے گرا تھا‘ ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔حیران پریشان سا دیدے پھیلائے ہمیں دیکھ رہا تھا۔میں نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔’’سبرینا...!باہر آجاؤ۔نہیں آؤ گی تو یہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔‘‘

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔مجھے دیکھتے ہی چونک کر بولی۔’’وکی تم...؟‘‘

اس کے اس انداز نے مجھے بھی چونکا دیا۔اگر وہ مجھے وکی سمجھ رہی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ واش روم میں تنہا تھی۔میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔پھر آگے بڑھ کر واش روم میں جھانکا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔میں نے کہا۔’’میں وکی نہیں ہوں۔وہی ہوں‘ جس سے پیچھا چھڑانے کے لئے تم دونوں بھاگتے پھر رہے ہو۔‘‘

باب اپنے کتے کو کھینچتا ہوا بیرونی دروازے کے پاس چلا گیا تھا۔میں نے سبرینا سے کہا۔’’ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر بتاؤ‘ وکی کہاں ہے؟‘‘

اس کے بجائے باب وولف نے جواب دیا۔’’کمال ہے‘ وکی ادھر بیڈ پر پڑا ہوا ہے اور آپ اُس سے پوچھ رہے ہیں؟‘‘

میں نے کہا۔’’وہ وکی نہیں ہے۔‘‘

وہ اُس نوجوان کو دیکھتے ہوئے تعجب سے بولا۔’’ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟آپ نے مجھے وکی اور سبرینا کی اترن دی تھی۔میرا ٹائیگر کبھی غلط نشاندہی نہیں کرتا۔جب یہ لڑکی سبرینا ہے تو پھر یہ لڑکا وِکی کیوں نہیں ہے؟‘‘

میں نے کہا۔’’یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آرہی ہے۔‘‘

پھر میں نے سبرینا کو وہ اترن دکھاتے ہوئے کہا۔’’یہ وِکی کا بنیان ہے؟‘‘

اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہ وکی کی نہیں' میرے اِس بوائے فرینڈ کی نشانی ہے۔''

میں نے ''شٹ...'' کہہ کر اس بنیان کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ''یعنی تم اُس اپارٹمنٹ میں وکی کے ساتھ دن رات گزارتی تھیں اور اپنے تکیئے کے نیچے دوسرے یار کی یادگار رکھتی تھیں؟''

وہ بولی۔ ''یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تمہیں وکی کی تلاش ہے تو جا کر اسے ڈھونڈو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو؟''

''وہ تمہارا دیوانہ ہے۔ جہاں بھی جائے گا تم سے رابطے میں ضرور رہے گا۔ مگر ابھی یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے کہ تم ایسے چاہنے والے کو دھوکا دیتی رہتی ہو۔''

''دھوکا...؟''

پھر وہ اس لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''وہ میرے اِس بوائے فرینڈ کو جانتا ہے۔ میں بھی اس کی کئی گرل فرینڈز کو جانتی ہوں۔ جب سے تم اس کے پیچھے پڑے ہو' اس کا سکون برباد ہو گیا ہے۔ کل اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ وہ اب میرے ساتھ نہیں رہ سکے گا تو میں اِس کے پاس آ گئی۔''

''اور وہ اپارٹمنٹ جو تمہارے لئے خریدا گیا تھا؟''

وہ بولی۔ ''کون سا اپارٹمنٹ؟ میں نے اپنی اہمیت جتانے کے لئے تم سے کچھ جھوٹ سچ بول دیا تھا۔ خیر... اب حقیقت یہی ہے کہ وکی نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے وہ کرائے کا اپارٹمنٹ بھی چھوٹ گیا۔''

میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے لب و لہجے کو توجہ سے سن رہا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ پھر بھی ایک ذرا شبہ تھا۔ میں نے کہا۔ ''میں کیسے یقین کروں۔ تم اب تک مجھ سے جھوٹ بولتی آئی ہو۔ ممکن ہے' اس وقت بھی جھوٹ بول رہی ہو؟''

وہ ذرا لاپروائی سے بولی۔ ''تو پھر آئندہ بھی خفیہ طور پر میری نگرانی کرتے رہو۔ تم دیکھو گے' وکی کبھی میرے پاس نہیں آئے گا۔''

امیر حمزہ اسے غصے سے گھور رہا تھا۔ ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ سیدھی طرح نہیں اُگلے گی۔''

وہ نشانے پر آتے ہی ایکدم سے سہم گئی۔ مجھے دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولی۔ ''سمجھ

میں نہیں آتا' تمہیں یقین دلانے کے لئے کیا کروں؟''

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔ ''اتنا تو جانتی ہوگی' ہم سے چھپنے کے لئے وہ کس بل میں جا گھسا ہے؟''

وہ سہمی ہوئی نظروں سے ریوالور کو دیکھ رہی تھی۔ بے بسی سے بولی۔ ''میں نے پہلے بھی تمہیں بتایا تھا' وہ بہت پراسرار بن کر رہتا ہے۔ اپنا پتہ ٹھکانہ کبھی نہیں بتاتا۔ میں اس کے بارے میں نہ تو پہلے کچھ جانتی تھی' نہ آج کچھ جانتی ہوں۔ ہاں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ اب لندن میں نہیں ہے۔''

میں نے ٹھٹک کر امیر حمزہ کو دیکھا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ ''نشانے پر آنے کے بعد اتنا سچ اُگل رہی ہو۔ ابھی اور اُگلو گی۔ بولتی رہو...''

سبرینا نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ روہانسی لہجے میں بولی۔ ''فار گاڈ سیک... وہ بہت گہرا آدمی ہے۔ زندگی میں آنے جانے والی گرل فرینڈز کو اپنا رازدار نہیں بناتا۔''

اس کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔ میں نے امیر حمزہ کو اشارہ کیا۔ اس نے اپنا ریوالور نیچے کر لیا۔ میں اندر ہی اندر جھنجھلا رہا تھا۔ تمام دن کی بھاگ دوڑ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا تھا کہ وکی لندن میں نہیں ہے۔ ہماری رات سے صبح تک کی مصروفیات نے اسے فرار ہونے کا بھرپور موقع دیا تھا۔

میں نے سبرینا کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا تم کسی طرح مجھے وکی تک پہنچا سکتی ہو؟ میرا یہ کام کرو گی تو اتنی رقم دوں گا' جتنی تمہارے دس بوائے فرینڈ بھی نہیں دے سکتے۔''

وہ بولی۔ ''مجھ جیسی لڑکیوں کے لئے پیسہ بہت اہم ہوتا ہے۔ تم اتنی بڑی آفر دے رہے ہو۔ کاش مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا۔''

پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں جھوٹ بول کر ابھی تم سے کچھ رقم اینٹھ سکتی ہوں۔ لیکن وہ نہ ملا تو تم پھر کتے کے ساتھ میرے پیچھے پڑ جاؤ گے۔ یقین کرو' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔''

میں نے مایوس ہو کر امیر حمزہ کو دیکھا۔ باب وولف اور ٹائیگر کا کام ختم ہو چکا تھا۔ میں نے اسے سو پاؤنڈ دے کر رخصت کر دیا۔ پھر امیر حمزہ کے ساتھ بنگلے میں آ گیا۔ ابھی مجھے یہ سوچنا اور سمجھنا تھا کہ وِکی لندن سے نکل کر کہاں جا سکتا ہے؟



خوشبوؤں کے شہر پیرس میں رنگینیوں بھری شام جگمگا رہی تھی۔سورج غروب ہونے کے ساتھ ساتھ شہر کی رونق میں مزید اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔دریائے سین کے کنارے لاتعداد کشتیوں میں نائٹ کلب اور ریستوران وغیرہ کھولے گئے ہیں۔ایسی کشتیاں لائٹ ہاؤس بوٹ کہلاتی ہیں۔

ان لائٹ ہاؤس بوٹ میں سماجی اور کاروباری تقریبات کے لئے ریزرویشن کرائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ عوام کی دلچسپی کے لئے یہاں میوزیکل شوز اور دیگر تفریحی پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔لوگ کھانے پینے اور موسیقی سے دل بہلانے کے ساتھ ساتھ دریائے سین کی مچلتی ہوئی لہروں سے بھی لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔پانی کی سطح پر ان کشتیوں کی رنگ برنگی روشنیوں کا جھلملاتا ہوا عکس ایک عجیب سا سماں پیدا کرتا ہے۔

وہاں سب ہی ہنس بول رہے تھے۔زندگی کے مزے اڑا رہے تھے۔لیکن وکی ایک بار کاؤنٹر پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔اس کے مضبوط اور کھردرے ہاتھوں میں شیشے کا نازک سا جام ایسے دبا ہوا تھا' جیسے وہ اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔

پھر واقعی اس نے جام کا گلا گھونٹ دیا۔گرفت ذرا اور بڑھی۔وہ اس کی مٹھی میں ٹوٹ کر چکنا چور ہوگیا۔کانچ کی چبھن اسے خیالوں کی دنیا سے کھینچ کر باہر لے آئی۔اس نے چونک کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔کھردری ہتھیلی میں کانچ کے ایک دو ٹکڑے پیوست ہوگئے تھے۔وہ فوراً ہی انہیں نکال کر رِسنے والے خون کو ٹشو پیپر سے پونچھنے لگا۔

کاؤنٹر مین اسے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔پھر کانچ کے ٹکڑوں کو سمیٹ کر ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے بولا۔"لگتا ہے' تمہارے دل پر کوئی گہری چوٹ لگی ہے۔"

اس نے ایک نظر اسے دیکھا۔پھر وہاں سے اٹھ کر ایک ریلنگ کے پاس آگیا۔کھلی فضا میں گہری سانس کھینچ کر دور تک پھیلے ہوئے دریا کو دیکھنے لگا۔بعض اوقات خیالوں کی اڑان ایسی زبردست ہوتی ہے کہ نگاہوں کے سامنے دکھائی دینے والا منظر دھندلا جاتا ہے۔دماغ جسے سوچتا رہتا ہے'وہ مجسم ہوکر سامنے چلا آتا ہے۔

وہ دیکھ رہا تھا۔ماما اس کے سامنے کھڑی تھیں۔غم و غصے سے ہانپ رہی تھیں۔پھر انہوں نے ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔"چٹاخ..." کی آواز کے ساتھ ہی اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔اس نے بے اختیار اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔پھر سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔زندگی میں پہلی بار طمانچہ کھایا تھا۔اس سے یہ توہین برداشت نہیں

ہورہی تھی۔وہ شدید غصے اور نفرت سے ماما کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

ایسے وقت اس کے کانوں میں "آخ تھو..." کی آواز گونجی۔وہ فوراً ہی ہڑبڑا کر آستین سے چہرے کو پونچھنے لگا۔پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ریلنگ پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔"یہ میں کیا پاگلوں جیسی حرکتیں کررہا ہوں؟ کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا؟ بار میں بھی لوگ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"

مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔اسے ماما کا تھوک نصیب ہوا تھا۔اس تھوک میں دودھ کا چٹخارہ نہیں تھا۔لیکن ممتا کی ایسی خوشبو گھلی ہوئی تھی' جو نفرت کے باوجود اس کے دل و دماغ میں عجب سی' نامعلوم سی دستک دے رہی تھی۔وہ اندر ہی اندر الجھ رہا تھا۔یہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ انتقاماً ماما کے بارے میں کچھ سوچتا ہے' پھر سر کیوں جھٹک دیتا ہے؟

وہ آس پاس کے ماحول سے کسی حد تک لاتعلق ہوکر کھڑا ہوا تھا۔شہناز اسے دور سے دیکھتے ہی ٹھٹک کر رک گئی۔حیرانی سے زیرلب بولی۔"وِجی....؟"

چھ برس پہلے ہمارا سامنا ہوا تھا۔شائد وہ مجھے پہچان نہ پاتی۔لیکن اس کے باپ راجہ تسلیم نواز کا تعلق بھی انڈر ورلڈ سے تھا۔وہ میرے اور نانا جان کے سلسلے میں مکمل معلومات رکھتا تھا۔میری ہسٹری فائل کے ساتھ ساتھ حالیہ تصاویر بھی اس کے پاس پہنچتی رہتی تھیں۔اسی لئے شہناز اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود مجھے پہلی نظر میں پہچان گئی۔حالانکہ اس وقت وہ مجھے نہیں وکی کو دیکھ رہی تھی۔

پاکستان کے ایک شاپنگ سینٹر میں ہماری ملاقات ہوئی تھی اور وہ اُس ملاقات کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔بھولتی بھی کیسے....؟ بھرے بازار میں اس کی بے عزتی ہوئی تھی۔توہین کے وہ لمحات اس کے اندر لاوے کی طرح پکتے رہتے تھے۔اس وقت وہ وکی کو دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ قسمت بڑے عرصے بعد مجھے اس کے سامنے لے آئی ہے۔

وہ اس کی طرف جانا چاہتی تھی۔لیکن کچھ سوچ کر رک گئی۔قریب ہی ایک کاؤنٹر پر فون کی سہولت موجود تھی۔وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ان دنوں وہ اپنی ماں زرینہ بانو اور بھائی راجہ شاہنواز کے ساتھ پیرس آئی ہوئی تھی۔یورپ کے کتنے ہی ملکوں میں ان کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔رابطہ ہونے پر اس نے کہا۔"ہیلو ممی...! میں بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے ماں نے کہا۔"تم بھائی بہن بھی خوب ہو۔وہ اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ تفریح کے لئے نکل گیا ہے۔تم شاپنگ سینٹرز میں گھومتی پھر رہی ہو اور میں یہاں اس سوئیٹ میں تنہا بور ہورہی ہوں۔"

اس کی نگاہیں وکی پر جمی ہوئی تھیں۔اس نے فون پر کہا۔"بور ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ہوٹل کی گاڑی میں کسی بھی ڈرائیور کے ساتھ کہیں بھی جاسکتی ہیں۔خیر....ان باتوں کو چھوڑیں۔ابھی میں نے ایک بہت ہی زبردست اطلاع دینے کے لئے فون کیا ہے۔"

ماں نے بے چین ہوکر پوچھا۔"کیسی اطلاع...؟"

"اس وقت میری نگاہوں کے سامنے وجی کھڑا ہوا ہے۔"

"وجی....؟"

"ہاں وجی....یعنی وجاہت علی واسطی۔سعدیہ کا ناجائز بیٹا۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔پہلو بدل کر بولی۔"کیا سچ...؟وہ یہاں پیرس پہنچا ہوا ہے؟"

وہ وکی کو شدید نفرت سے دیکھتے ہوئے بولی۔"میں بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پارہی ہوں۔جی تو چاہتا ہے' ابھی جا کر اس کا منہ نوچ لوں۔لیکن صرف منہ نوچنے سے میرے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔میں ابھی شاہنواز سے کہوں گی۔وہ اسے یہاں سے سیدھا جہنم میں پہنچا دے گا۔"

ماں نے جلدی سے کہا۔"نہیں میری جان!تم ایسا کچھ نہیں کروگی۔بیشک۔اس سے انتقام لیا جائے گا۔لیکن اس کی جان نہیں لی جائے گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟میں اسے اپنے سامنے تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اس نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔"انتقام کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جان سے مارا نہ جائے صرف ہلکان کیا جائے۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں؟"

"میری نظریں آج بھی اپنے بھائی اور تمہارے ماموں علیم شیرازی کی جائیداد پر اور کروڑوں روپے کے کاروبار پر جمی ہوئی ہیں۔اسے ہتھیانے کے لئے میں نے پہلے سعدیہ کو بہو بنانا چاہا لیکن وہ میرے ہاتھ سے نکل گئی۔اب بڑے عرصے بعد دوسرا مہرہ وجی کی صورت میں ہمارے ہاتھ آرہا ہے۔ایسے نادر موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں' تم اس سے دشمن نہیں....دوست بن کر ملو۔"

وہ تنک کر بولی۔"یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔شائد آپ بھول رہی ہیں۔اس نے مجھ پر تھوکا تھا؟"

"اس نے نہیں' تمہارے بھائی نے اس پر تھوکا تھا۔مگر وہ تھوک تم پر آپڑا تھا۔"

"کچھ بھی ہو۔میری بے عزتی اسی کی وجہ سے ہوئی تھی۔میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

"چھوڑنا ہی تو نہیں ہے۔ایسے پکڑنا ہے کہ اس کے ذریعے علیم شیرازی کی تمام دولت اور جائیداد ہماری مٹھی میں آجائے۔کسی بھی دشمن سے صرف جذباتی انداز میں انتقام نہیں لیا جاتا۔اسے جان سے مار کر تمہیں کیا ملے گا؟ کچھ بھی نہیں....لیکن دوستی کی آڑ میں جو دشمنی کروگی۔اس کے نتیجے میں وہ فٹ پاتھ پر پہنچ جائے گا۔اس طرح ہمارا انتقام بھی پورا ہوگا اور مالی طور بھلا بھی ہوگا۔"

ماں کی باتیں بڑی حد تک سمجھ میں آرہی تھیں۔وہ بیٹی کو مزید سمجھاتے ہوئے بولی۔"تم خوبصورت ہو' جوان اور پرکشش ہو۔اسے اپنی محبت کے جال میں ایسے پھانسو کہ وہ تمہارا اسیر بن کر رہ جائے۔"

اس نے ذرا ہچکچا کر کہا۔"لیکن وہ عمر میں مجھ سے چھوٹا ہے۔"

"مردوں کی عمر نہیں دیکھی جاتی۔میں نے اس کی تصویریں دیکھی ہیں۔اس کا قد کاٹھ ایسا ہے کہ وہ نہ تو پہلے تم سے چھوٹا دکھائی دیتا تھا' نہ اب دکھائی دے گا۔"

شہناز نے قائل ہوکر وکی کو دیکھا۔وہ پہاڑ جیسا نوجوان کسی طور اس سے کم عمر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ماں نے کہا۔"لبوں پر تبسم اور بغل میں چھری دبا کر اس کے پاس جاؤ۔بھرپور آزادی کے ساتھ اس سے گھلتی ملتی رہوگی تو وہ چند دنوں میں تمہارا عادی بن جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔میں آپ کے مشورے کے مطابق اس سے دوستی کروں گی۔لیکن حد سے آگے نہیں جاؤں گی۔"

وہ ناگواری سے بولی۔"یہ تم کیا مشرقی لڑکیوں کی طرح حد بندی کی باتیں کررہی ہو؟میں جو کہہ رہی ہوں' وہی کرو۔پہلی ملاقات میں اس کے جتنا قریب پہنچ سکتی ہو' پہنچ جاؤ۔"

ماں بیٹی کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔وہ ریسیور رکھ کر کاؤنٹر پر کال کی ادائیگی کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک وہیں کھڑی رہی۔پھر ایک ایک قدم چلتی ہوئی وکی کی طرف جانے لگی۔

وہ دنیا سے بے خبر اپنی سوچوں میں مگن تھا۔ایسے وقت کسی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔"ہائے وِجی!"

اس نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا۔ایک بھرپور جوان لڑکی بڑی محبت سے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اس کے لئے اجنبی تھی۔لیکن میرا نام اجنبی نہیں تھا۔پلک جھپکتے ہی یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ میری جاننے والی ہے۔اگر مجھ سے شناسائی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ میں اس کے پیچھے پیچھے وہاں چلا آیا ہوں۔

اس اندیشے نے اسے پریشان کردیا۔وہ سر گھما کر اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے ناز و انداز سے بولی۔"اُدھر کیا دیکھ رہے ہو؟ میں یہاں ہوں۔"

اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔"تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔"ہائے... کوئی ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتی؟ جوانی کے یہ دیوانے دن اور کڑی راتیں اکیلے ہی گزار رہی ہوں۔"

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔پھر بولا۔"تم مجھے وِجی کہہ رہی ہو؟ یہ نام کیسے جانتی ہو؟"

وہ ذرا ہنستے ہوئے بولی۔"ایسی بھی کیا بے مروّتی؟ چھ برسوں میں بالکل ہی بھول گئے؟ ارے بھئی! میں شہناز ہوں۔زرینہ بانو کی بیٹی اور شاہنواز کی بہن...اب یاد آیا...؟"

اس نے بظاہر قائل ہونے کے انداز میں سر ہلایا۔وہ بولی۔"چھ برس پہلے ملاقات ہوئی تھی۔لیکن تمہیں دیکھ کر لگ رہا ہے' ہم بارہ برس کے بعد مل رہے ہیں۔کون سی چکی کا آٹا کھاتے ہو؟ خوب قد کاٹھ نکالا ہے۔مجھ سے تین چار سال بڑے لگ رہے ہو۔"

وہ اس کے چہرے کی شادابی سے دھوکا کھا گیا تھا۔یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ میری کوئی گرل فرینڈ ہے۔لیکن شہناز نے واضح کیا تو سمجھ میں آگیا کہ وہ میری ایک کزن ہے۔عمر میں بڑی ہونے کے باوجود اس وقت کم عمر دکھائی دے رہی ہے۔

اس کی مسکراہٹ وکی کو یہی سمجھا رہی تھی کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے اور اسے وِجی سمجھ کر بڑی محبت سے کھنچی چلی آئی ہے۔اس نے ٹٹولنے کے انداز میں پوچھا۔"کیا واقعی ہم اتنے عرصے بعد مل رہے ہیں؟"

وکی یہ معلوم کرکے تسلی کرنا چاہتا تھا کہ وہ پچھلے ایک دو دنوں میں مجھ سے نہیں ملی اور نہ ہی میرے ساتھ وہاں پہنچی ہے۔شہناز کی باتوں سے اور اس پر مر مٹنے کی اداؤں سے یقین ہو رہا تھا کہ وہ واقعی اسے وِجی سمجھ کر دھوکا کھا رہی ہے۔

شہناز نے کہا۔"تمہاری یادداشت تو بہت کمزور ہوگئی ہے۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا۔"میں حیران ہوں' تم نے مجھے دیکھتے ہی کیسے پہچان لیا؟"

وہ بڑی بے تکلفی سے اس کے بازو کو تھام کر بولی۔"آؤ۔ادھر چل کر بیٹھتے ہیں۔کھانے پینے کے دوران باتیں بھی ہوتی رہیں گی۔"

وہ دونوں ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔وہ اس کے زخمی ہاتھ اور کلائی کو دیکھ کر بولی۔"یہ زخم بتا رہے ہیں' تم پروفیشنل جاسوس بن چکے ہو؟ گردن پر بھی چوٹ کا نشان ہے۔"

وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔"میں نے کچھ پوچھا تھا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔"میں تمہارے بارے میں ایک ایک پل کی خبر رکھتی ہوں۔اب تک تمہیں تصویروں میں بڑے ہوتے اور زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھتے ہوئے دیکھتی رہی۔آج روبرو دیکھ کر یقین نہیں آرہا ہے۔"

پھر اس نے کھانے کا آرڈر دینے کے بعد پوچھا۔"تم تو لندن میں رہتے ہو۔یہاں پیرس میں کیا کر رہے ہو؟ کیا ہماری طرح گھومنے پھرنے آئے ہو؟"

"سوچ کر تو یہی آیا تھا۔لیکن یہاں آکر اندازہ ہوا کہ پیرس کی حسین اور رنگین شامیں تنہا نہیں گزاری جاسکتیں۔"

اس نے بڑی شوخی سے پوچھا۔"کیا تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔"اگر ہوتی تو اس وقت میرے ساتھ ہوتی۔"

"تم دیکھ رہے ہو' میں بھی تنہا گھومتی پھر رہی ہوں۔ممی اور شاہنواز میرے ساتھ آئے ہیں۔لیکن ان کی اپنی اپنی مصروفیات ہیں۔"

ویٹر کھانے کی چیزیں لاکر رکھنے لگا۔جب وہ چلا گیا تو شہناز اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔"تمہاری تنہائی میں دور کرسکتی ہوں۔کیا تم میری تنہائی دور کرنا چاہو گے؟"

وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔"کمال ہے... جو بات میں کہنا چاہ رہا تھا۔وہ تم نے کہہ دی۔تمہارا ساتھ رہے گا تو یہ شہر اور بھی خوبصورت دکھائی دینے لگے گا۔"

شہناز نے مسکرا کر اسے دیکھا۔وہ بڑی خوشدلی سے اسے قبول کر رہا تھا۔کھانے پینے کے دوران بھی لگاوٹ کی باتیں کرتا رہا۔پھر شہناز نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔"تم یہاں بیٹھو۔میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

وہ دور جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔وکی اس کے بارے میں سوچنے لگا۔اس کا مزاج پلے بوائے جیسا تھا۔ہرنئی آنے والی کو بڑی محبت سے خوش آمدید کہتا تھا اور پھر وہ تو میرے حوالے سے اس کی طرف آرہی تھی۔اس کے لئے دلچسپی بڑھ گئی تھی۔

ادھر وہ واش روم کا بہانہ کرکے کاؤنٹر پر پہنچ گئی۔ٹیلی فون کے ذریعے ماں سے رابطہ کرکے بولی۔"وجی کا مزاج تو بالکل ہی بدل گیا ہے۔اپنے نانا کی طرح اکڑفوں نہیں دکھا رہا ہے۔بڑے آرام سے میرے دام میں آتا چلا جارہا ہے۔"

ماں نے خوش ہوکر کہا۔"جیو میری شہزادی! پہلی ملاقات میں اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔"

"میں مجبوراً اسے منہ لگا رہی ہوں۔"

"دشمن کو پچھاڑنے کے لئے کبھی کبھی اپنے مزاج کے خلاف چلنا ہی پڑتا ہے۔کوئی اور خاص بات معلوم ہوئی ہو تو بتاؤ...؟"

"اب تک تو یہی اہم بات معلوم ہوئی ہے کہ اس کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔"

ماں نے چہک کر کہا۔"یہ تو سب سے اہم بات ہے۔یعنی اس کے دل و دماغ پر قبضہ جمانے کے لئے تمہیں کھلا میدان مل گیا ہے۔"

وہ محتاط نظروں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔"میں واش روم کا بہانہ کرکے آئی تھی۔اب جاتی ہوں۔کہیں ایسا نہ ہو' وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا اسی طرف چلا آئے۔"

وہ رابطہ ختم کرکے تیزی سے ادھر جانے لگی۔لیکن دور سے خالی میز کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔اس نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔وکی کہیں دکھائی نہیں دیا۔دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔"کہیں وہ چھپ کر میری باتیں تو نہیں سنتا رہا ہے؟"

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔وکی نے پیچھے سے آکر اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔اس نے پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔"جہاں تم گئی تھیں۔"

وہ ذرا ہچکچائی پھر سنبھل کر بولی۔"مم۔میں تو واش روم میں گئی تھی۔"

"میں بھی وہیں سے آرہا ہوں۔"

وہ کچھ الجھ سی گئی۔یہ سمجھ نہیں پائی کہ وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول کر اسے بہلا رہا ہے۔وہ اس کی کمر میں ایک بازو حمائل کرکے میز کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔"تم میرے واش روم جانے پر اتنی پریشان کیوں ہوگئی ہو؟ بھئی میں بھی انسان ہوں۔ضرورت

کے تحت وہاں جاسکتا ہوں۔"

وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔"چھوڑو اس بحث کو۔یہ بتاؤ' کل کیا کررہے ہو؟"

"کل تو بہت دور ہے۔یہ بتاؤ' ہم آج صبح تک کیا کررہے ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔"تم فری ہونے میں کچھ جلدی نہیں کررہے ہو؟"

"چلو... دیر کردیتے ہیں۔ہمیں وہی منظور ہے جو مزاجِ یار میں آئے..."

اس نے پوچھا۔"تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔"جہاں رات ہوجاتی ہے۔وہیں صبح کردیتا ہوں۔میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"یعنی کل یہیں ملو گے؟"

"اگر تم آنے کا وعدہ کروگی تو کہیں نہیں جاؤں گا۔"

وہ بولی۔"ویسے میں سمجھ رہی تھی' سراغ رسانی کی تربیت حاصل کرتے کرتے تم خشک مزاج ہوگئے ہوگے۔مگر تم تو بڑے رومانٹک ہو۔تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرے گا۔"

وہ ہنستے بولتے رہے۔ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے رہے۔شہناز اس بات سے خوش تھی کہ میں پرانی دشمنی کو یکسر بھول گیا ہوں۔اسے اپنے آپ پر بھی ناز تھا کہ اس کا حسن و شباب بے مثال ہے۔جس کے آگے سپاہی اپنی تلوار اور بادشاہ اپنا تخت چھوڑ سکتا ہے۔اور مجھ جیسا دشمن برسوں کی خاندانی عداوت بھلا سکتا ہے۔

جبکہ میں وہاں نہیں تھا اور جو تھا' اس کے سامنے ماں باپ کی کوئی اہمیت نہیں تھی تو پھر وہ خاندانی دشمنی کو کیا اہمیت دیتا؟ وہ تو ایک پلے بوائے تھا۔اس وقت اپنی عادت کے مطابق پلے کررہا تھا۔



زرینہ بانو بڑی بے چینی سے بیٹی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس دوران شاہنواز بھی آچکا تھا۔اس نے بیٹے کو یہ خوشخبری سنائی کہ شہناز مجھے ٹریپ کر رہی ہے اور پہلی ملاقات میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہو رہی ہے۔

وہ ہوٹل میں پہنچی تو تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ ماں نے بڑے فخر سے مسکراتے ہوئے کہا۔"میری بیٹی میدان مار کر آئی ہے۔"

وہ ماں اور بھائی کو وکی سے فلرٹ کے متعلق تمام باتیں بتانے لگی۔ شاہنواز نے کہا۔"اُسے پھانسنے کا منصوبہ اچھا تو ہے۔لیکن ذرا کمزور ہے۔اسے محض اپنا دیوانہ بنائے رکھنے سے کیا حاصل ہوگا؟ کچھ بھی نہیں....."

ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔وہ بولا۔"اتنا ہی ہوگا کہ چھوٹے موٹے فائدے حاصل ہوتے رہیں گے۔لیکن بڑے فائدے کے لئے بڑی چال چلنی ہوگی۔"

ماں نے کہا۔"تم ہی کوئی مشورہ دو۔"

وہ بولا۔"دولت' جائیداد اور کاروبار باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو ملتا ہے۔چونکہ علیم شیرازی کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔اس لئے اس کی تمام دولت اور جائیداد کی وارث سعدیہ علیم تھی۔لیکن جب وہ ذہنی مریضہ بن کر پاگل خانے پہنچی تو علیم شیرازی نے اپنے نواسے یعنی وجاہت علی واسطی کو اپنا وارث بنالیا۔"

ماں نے بیزاری سے کہا۔"میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ان تمام باتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔آگے بولو...؟"

اس نے کہا۔"خواتین کی یہی کمزوری ہوتی ہے' وہ ہر پہلو پر نظر نہیں رکھتیں۔اتنی لمبی بحث کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو وراثت آج وجاہت علی واسطی کو ملی ہوئی ہے' وہ آئندہ اس کے بچوں کی طرف منتقل ہوجائے گی۔"

ماں نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔"یہ کون سی نئی بات بتا رہے ہو؟"

اس نے معنی خیز نظروں سے بہن کو دیکھا پھر کہا۔"اس میں نیا پن یہ ہے کہ اگر ہماری شہناز اس کے بچے کی ماں بنے گی تو علیم شیرازی کی دولت اور جائیداد خود بخود ہمارے گھر چلی آئے گی۔"

شہناز نے ایکدم سے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔پھر سخت لہجے میں کہا۔"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔میں اس سے انتقام لینے کی سوچ رہی ہوں اور تم مجھے اس کے بچے کی ماں بنا رہے ہو؟"

ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے کہا۔"تم ذرا چپ رہو۔"

وہ ہاتھ جھٹک کر بولی۔"کیوں چپ رہوں؟ شادی کے سلسلے میں میری اپنی ایک پسند ہے۔آپ دونوں جانتے ہیں' میں خان علی خان کو چاہتی ہوں۔وہ دولت اور جائیداد کے معاملے میں وجاہت علی واسطی سے کسی طور کم نہیں ہے۔"

شاہنواز نے کہا۔"ہم کب انکار کر رہے ہیں؟ تم نے خان علی جیسا سرمایہ دار پھانس کر ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔بیشک۔تمہاری شادی اسی سے ہوگی۔"

"تو پھر تم مجھے وجی سے منسوب کرنے کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔"میری بھولی بہنا! تمہیں اس سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔کوئی شادی نہیں ہوگی۔"

"شادی نہیں ہوگی تو پھر وہ بچہ کہاں سے آئے گا؟"

"بچہ پیدا کرنے کے لئے شادی کا ڈھول لٹکانا ضروری نہیں ہوتا۔"

وہ بڑی بے غیرتی سے بول رہا تھا۔بہن نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔اس نے کہا۔"ہم تمہارے تعلقات کے تصویری ثبوت جمع کریں گے۔پھر تم زچگی کے دوران اس کے ساتھ اسپتال جاتی آتی رہوگی۔ایسے وقت بھی تم دونوں کی خفیہ طور پر تصویریں لی جائیں گی۔اس کے بعد وجی کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔پھر ہم وہ تصویری ثبوت علیم شیرازی کے سامنے پیش کریں گے تو وہ اپنے مرحوم نواسے کی جائز اولاد سے انکار نہیں کر سکے گا۔"

شاہنواز نے بڑا پیچیدہ سا منصوبہ بنایا تھا۔شہناز الجھ سی گئی۔ماں نے کہا۔"علیم شیرازی بہت چالاک ہے۔صرف تصویروں سے رام نہیں ہوگا۔ان دونوں کا نکاح نامہ مانگے گا۔"

"وہ چالاک ہے تو میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں۔ایک جعلی نکاح نامہ حاصل کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟"

شہناز نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں اتنا بڑا رِسک نہیں لوں گی۔ یہ ایسی باتیں ہیں' جو خان علی سے چھپی نہیں رہ سکیں گی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''تم اس وقت پاکستان میں نہیں' فرانس میں بیٹھی ہوئی ہو۔ اس سے سات سمندر دور ہو۔ یہاں کی بات یہیں رہ جائے گی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکے گا۔''

''اور اگر ہو گیا تو وہ میری جان لے لے گا۔''

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''تم میری یعنی راجہ شاہنواز کی بہن اور راجہ تسلیم نواز کی بیٹی ہو۔ جان لینا تو بہت دور کی بات ہے۔ وہ تمہارے خلاف سوچے گا بھی تو ہم اس کا بھیجا اُڑا دیں گے۔''

''آج سے چھ برس پہلے وجی چودہ برس کا تھا۔ اس نے میری انسلٹ کی تھی۔ تم اس کا کچھ بگاڑ نہیں پائے تھے۔ شکست کھا کر گھر لوٹے تھے۔''

''میں شکست کھا کر نہیں' اپنی حکمت عملی کے تحت وہاں سے چلا آیا تھا۔ ویسے بھی اس روز وجی نے کوئی کمال نہیں دکھایا تھا۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہو جاتا کہ اس کے باڈی گارڈز وہاں موجود ہیں تو تم دیکھتیں' میں اور میرے ساتھی کسی اور حکمت عملی سے ٹریپ کر کے انہیں دن میں تارے دکھا دیتے۔''

ماں نے کہا۔ ''بیشک۔ تم اس وقت غفلت میں مات کھا گئے۔ مگر اب کسی پہلو سے غافل نہ رہنا۔ میں علیم شیرازی کو کنگال بنا دینا چاہتی ہوں۔ جب ہماری شہناز وجی کی بیوی اور اس کے بچے کی ماں ثابت ہو گی تو وہ اپنے نئے وارث سے انکار نہیں کر سکے گا۔''

شہناز اس منصوبہ بندی کے ہر پہلو پر غور کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا۔ ''مگر اس بچے کا کیا ہو گا؟ کیا میں اسے جہیز میں لے کر خان علی کے پاس جاؤں گی؟''

شاہنواز نے کہا۔ ''ہم علیم شیرازی کی طرح کسی ناجائز بچے کو سینے سے لگا کر نہیں رکھیں گے۔ کچرے کو گھر سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جب ہمارا مطلب پورا ہو جائے گا تو اسے کسی یتیم خانے میں پھینک دیا جائے گا۔''

''پھر تو میں اس دوران پاکستان بھی نہیں جا سکوں گی۔ خان علی میری اتنی طویل غیر حاضری برداشت نہیں کر سکے گا۔ ممکن ہے' وہ میرے پیچھے پیچھے یہاں پیرس تک چلا آئے۔''

بیٹی کا اندیشہ سن کر ماں نے سوالیہ نظروں سے بیٹے کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''یہ دنیا بہت بڑی ہے میری بہنا! اگر وہ تمہارے پیچھے پیچھے یہاں آئے گا تو ہم تمہیں لے کر کہیں اور نکل

جائیں گے۔''

ماں نے کہا۔ ''ویسے بھی تم ادھر وجی کو پھانسو گی اور ادھر خان علی سے ملنے پاکستان جاتی آتی رہو گی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''وہ ہمارے لئے مسئلہ بنے گا تو میں اور ڈیڈ اسے وقتی طور پر کسی دوسرے معاملے میں الجھا دیں گے۔ وہ تمہاری طرف توجہ بھی نہیں دے پائے گا۔''

ان کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ زرینہ بانو میرے نانا جان کی طرح کروڑوں میں کھیل رہی تھی۔ لیکن جنہیں چھین کر کھانے کی عادت ہو' وہ کبھی چین سے نہیں بیٹھتے۔ دوسرے کو زیادہ سے زیادہ کنگال اور خود کو مزید مالا مال بنانے کے لئے انتہائی کمینگی پر اتر آتے ہیں۔

وہ تینوں اپنے گھناؤنے منصوبے پر غور کرتے رہے۔ وہ نانا جان کی دولت سمیٹنے کے لئے ایک عدد ناجائز بچہ پیدا کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف میرے پاپا رخشی کے ناجائز بیٹے سلطان ظفر کو نانا جان کی جائیداد کا ستر فیصد حصہ دلوانے کے لئے اپنے جائز بیٹے اور بیوی سے دشمنی کر رہے تھے۔

ہمارے یہ تمام دشمن پرانے ہی تھے۔ مگر نئے انداز سے نئے منصوبوں کے ساتھ ہم پر حملے کر رہے تھے۔ زرینہ بانو' شاہنواز اور شہناز کا اصل شکار تو میں تھا۔ مگر حالات نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ وہ میرے دھوکے میں وکی کے پیچھے پڑ گئے تھے اور دور اندیشی سے سوچتے ہوئے بڑی زبردست منصوبہ بندی کر رہے تھے۔

یوں میرے حصے کی شامت وکی کی طرف مڑ گئی تھی اور ان میں سے کس کی شامت آنے والی تھی؟ یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔



ادھر میں وکی کا کھوج لگانے کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ اس دوران امیر حمزہ سبرینا کی خفیہ طور پر نگرانی کرتا رہا۔ یہ تو یقین ہو چکا تھا کہ وکی اس کی طرف نہیں آئے گا۔ مگر پھر بھی ہم تسلی کرنا چاہتے تھے۔ ممکن تھا' وہ خود نہ آتا کسی کے ذریعے سبرینا تک کوئی پیغام بھجواتا یا فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اندازہ ہوا کہ اس کے پیچھے بھاگنا بے سود ہے۔ وکی کے سلسلے میں وہ ہمارے کسی کام نہیں آ سکے گی۔

ماما' ماسٹر فو کی نگرانی میں رہتی تھیں۔ ایک ہفتے بعد میں نے یہ ڈیوٹی امیر حمزہ کے ذمے

گاڈی اور ماسٹر کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ بنگلے میں میڈم مارتھا اور رحمانی بیگم کی موجودگی میں ماما کو بھرپور گھریلو ماحول مل رہا تھا۔ شیبا آنٹی دانیال انکل کے ساتھ وہاں آتی جاتی رہتی تھیں اور یہ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں کہ ماما کی ذہنی حالت مزید بہتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

وہ اکثر رات کے کھانے پر ہمارے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ اس روز بھی ہم میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر باتیں کر رہے تھے۔ ماما بھی کسی نہ کسی بات میں حصہ لیا کرتی تھیں۔ لیکن اس روز وہ خاموش تھیں۔ کھانا بھی ایسے کھا رہی تھیں' جیسے بھوک نہ ہو۔

شیبا آنٹی نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے ماما کا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کس سوچ میں ڈوبی ہوئی ہیں؟''

وہ جیسے خیالوں کی دنیا میں بھٹک رہی تھیں۔ میرے مخاطب کرنے پر ذرا چونک گئیں۔ ''آں۔ سوچنا کیا ہے؟ تمہاری باتیں سن رہی ہوں اور کھانا کھا رہی ہوں۔''

''اچھا... تو پھر بتائیں' ہم ابھی کس موضوع پر بحث کر رہے تھے؟''

انہوں نے ایک ذرا ہچکچا کر شیبا آنٹی اور دانیال انکل کو دیکھا۔ پھر میری طرف ایسے دیکھنے لگیں۔ جیسے میرے سوال کا درست جواب دینے کے لئے اپنے دماغ پر بوجھ ڈال رہی ہوں۔

شیبا آنٹی ماہر نفسیات ہونے کے ناطے ان کی ذہنی الجھنوں کو بخوبی سمجھ سکتی تھیں۔ یہ جانتی تھیں کہ ماما ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ لیکن مجھے یہ جتانے کے لئے کہ وہ حاضر دماغی سے ہماری باتیں سن رہی تھیں۔ دماغ پر بہت زیادہ بوجھ ڈال رہی ہیں۔

شیبا آنٹی اپنے تجربے کے مطابق ان کا مشاہدہ کر رہی تھیں کہ ماما کا اپنی یادداشت کو بڑی شدت سے کھنگالنا ذہنی انتشار کا سبب بن سکتا ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سعدیہ جانتی ہے' ہم ابھی مختلف پھلوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ہے ناں سعدیہ...!''

شیبا آنٹی نے ان کے ذہن سے جیسے ایک بوجھ اتار دیا تھا۔ وہ جلدی سے مسکراتے ہوئے بولیں۔ ''ہاں۔ پھلوں کی باتیں ہو رہی تھیں۔''

دانیال انکل نے ان سے پوچھا۔ ''تمہیں کون سا پھل پسند ہے؟''

''مجھے....؟''

وہ میز پر رکھی پھلوں سے بھری ہوئی ٹرے کو دیکھنے لگیں۔ پھر بولیں۔ ''مجھے آم پسند ہے۔''

میں نے ایکدم سے خوش ہو کر شیبا آنٹی کو دیکھا۔ ماما نے اپنی ڈائری میں پسند اور ناپسند کے حوالے سے پھلوں میں آم کا نام لکھا تھا۔ ہم کئی دنوں سے محسوس کر رہے تھے کہ وہ اپنی بیتی ہوئی زندگی کے بارے میں کچھ یاد کئے بغیر یا ہم سے کچھ پوچھے بغیر کئی حوالوں سے ایسی باتیں کہہ جاتی ہیں' جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا ماضی ذہن کے کسی گوشے میں دبا ہوا ہے اور رفتہ رفتہ ابھر کر خود بخود سامنے آ رہا ہے۔

شیبا آنٹی کا کہنا تھا۔ ''اگر ماما اسی طرح ذہن پر زور دیئے بغیر اپنے ماضی کو یاد کرتی رہیں گی تو انشاءاللہ بہت جلد نارمل ہو جائیں گی۔''

وہ کھانے کے دوران ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئیں۔ اس بار ہم نے انہیں ڈسٹرب نہیں کیا۔ چپ چاپ کھانا کھاتے رہے۔ ایسے ہی وقت انہوں نے پوچھا۔ ''یہ....قربان علی واسطی کون ہے؟''

میرے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ میں نے ایکدم سے ٹھٹک کر انہیں دیکھا۔ پھر شیبا آنٹی کو دیکھا۔ وہ بھی ان کے سوال پر چونک گئی تھیں۔ ہم میں سے کسی نے انہیں پاپا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ان کا نام بھی نہیں جانتی تھیں۔ پھر اچانک ان کے بارے میں سوال کیوں کر رہی تھیں؟

میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مجھ سے پہلے شیبا آنٹی نے ماما کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کون قربان علی واسطی...؟''

انہوں نے جواب دینے کے بجائے الٹا ان سے سوال کر ڈالا۔ وہ پہلو بدل کر بولیں۔ ''یہی تو میں پوچھ رہی ہوں....یہ کون ہے؟''

''مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ اسے کیسے جانتی ہو؟''

انہوں نے زیر لب کہا۔ جیسے اپنے آپ سے پوچھ رہی ہوں۔ ''میں اسے جانتی ہوں...؟''

پھر انکار میں سر ہلا کر بولیں۔ ''نہیں۔ میں اسے نہیں جانتی۔''

شیبا آنٹی ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے ان سے سوال جواب کر رہی تھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ ''تو پھر اس کا نام کیسے جانتی ہو؟''

وہ کچھ پریشان سی ہو گئیں۔ اپنی پیشانی کو ایک انگلی سے رگڑتے ہوئے

بولیں۔ ”وہ...وہاں آیا تھا۔“

میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ”کہاں آیا تھا؟“

”شائد ہوسپٹل کے کمرے میں...“

”ہوسپٹل کا کمرہ....؟“

اس وقت ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ماما نے خوابیدہ حالت میں پاپا کو دیکھا تھا۔ان کا نام سنا تھا۔ایسے وقت وہ کسی اسپتال کے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں۔

انہوں نے جب ہوسپٹل کے کمرے کا ذکر کیا تو میں' شیبا آنٹی اور دانیال انکل یہی سمجھے کہ جب وکی ماما پر حملہ کرنے وہاں پہنچ سکتا ہے تو ممکن ہے' کبھی پاپا بھی ان کے پاس آئے ہوں اور شیبا آنٹی کو خبر نہ ہوئی ہو۔حالات جو سمجھا رہے تھے' اس وقت ہم وہی سمجھ رہے تھے۔

میں نے پوچھا۔ ”کیا آپ انہیں شکل وصورت سے پہچانتی ہیں؟“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئیں۔پھر بولیں۔ ”واضح طور پر تو نہیں پہچانتی ۔لیکن شائد کبھی سامنا ہوگا تو پہچان لوں گی۔“

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آگیا۔شیبا آنٹی نے ماما سے کہا۔ ”تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔باقی باتیں کل ہوں گی۔“

وہ رحمانی بیگم کے ساتھ اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئیں۔میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔دوسری طرف سے نانا جان کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو نانا کی جان! کیا حال ہے؟“

میں نے کہا۔ ”میں ابھی آپ ہی کو فون کرنے والا تھا۔“

”خیریت تو ہے؟“

”ماما جب بھی اپنے ماضی کی کوئی اہم بات یاد کرتی ہیں تو میں فوراً آپ کو مطلع کرتا ہوں۔ابھی ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔وہ پاپا کا نام جانتی ہیں۔انہیں کسی حد تک شکل صورت سے بھی پہچانتی ہیں۔“

”یہ تو بہت خوش آئند انکشاف ہے۔“

”خوش آئند تو ہے مگر اس سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ پاپا مینٹل ہوسپٹل میں کبھی ماما سے ملنے آئے تھے۔یقیناً اجنبی بن کر آئے ہوں گے۔تب ہی وہ انہیں شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہیں۔“

پھر ہم پاپا اور وکی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔آخر میں نے نانا جان نے

کہا۔ ”یہ بڑی بات ہے کہ وہ تمہیں اپنا بیٹا مانتی ہے۔کاش... مجھے بھی باپ کی حیثیت سے پہچاننے لگے۔میں تو اپنی بیٹی کی محبت کے لئے ترس کر رہ گیا ہوں۔پتہ نہیں' کب اسے سینے سے لگا کر پیار کرسکوں گا؟“

”ماما کی ذہنی حالت سمجھا رہی ہے کہ وہ دن جلد ہی آئے گا۔“

ہمارے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ماما اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام سے لیٹ گئی تھیں۔میں شیبا آنٹی اور دانیال انکل کو رخصت کرکے اپنے کمرے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ایسے وقت فون کی گھنٹی نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ”ہیلو....! کون...؟“

دوسری طرف سے پاپا کے اسی نمائندے کی آواز سنائی دی۔ ”بھئی مان گئے تمہاری ماں کی قسمت کو....موت کے شکنجے سے بچ کر نکل آئی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”وہ تو قسمت کی دھنی ہیں۔تم اپنی بات کرو۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”میں جانتا تھا' تم ایسی چھوٹی سی فتح حاصل کرنے کے بعد بچوں کی طرح خوش ہو رہے ہوگے۔یہ کبھی نہیں سمجھو گے کہ قسمت ہر بار مہربان نہیں ہوتی۔“

”یہی حقیقت تو تمہیں بھی سمجھنی چاہئے۔ایک بار ماما کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو چکے ہو۔لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔“

”آہستہ بچے! آہستہ....اتنا تیز دوڑو گے تو اوندھے منہ گر پڑو گے۔یہ دنیا پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی جگہ ہے۔اپنی ماں کو چند باڈی گارڈز کے گھیرے میں رکھ کر یہ نہ سمجھو کہ ہم اسے جھپٹ کر لے جا نہیں سکیں گے۔ پیار سے سمجھا رہے ہیں' سمجھ جاؤ۔ہمارے مطالبات مانو گے تو تمہاری ماں کو بے خوف وخطر آزادی سے جینے کا موقع ملتا رہے گا۔“

”ہم انکار نہیں کر رہے ہیں۔نانا جان سلطان ظفر کو اپنی جائیداد کا ستر فیصد حصہ دینے کے لئے تیار ہیں۔مگر شرط یہی ہے کہ تمہارے اُس مسٹر ایکس کو ہمارے سامنے آنا پڑے گا۔“

”اور تم جانتے ہو' ایسا کبھی نہیں ہوگا۔“

”جب ایسا نہیں ہوگا تو ویسا بھی نہیں ہوگا۔“

”تم سمجھ نہیں رہے ہو' تمہاری یہ ہٹ دھرمی تمہیں لے ڈوبے گی۔“

"فکر نہ کرو۔ ہم اپنے ساتھ اپنی جائیداد کو بھی لے ڈوبیں گے۔ تمہارے ہاتھ کچھ لگنے نہیں دیں گے۔"

"مان گیا۔ انسان خود ہی اپنی شامت کو دعوت دیتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اور تم یہ بیوقوفی کر چکے ہو۔"

اس نے تلملا کر کہا۔ "بہت بول رہے ہو۔"

میں نے کہا۔ "تم ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کر دو۔ میں نہیں بولوں گا۔"

"آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ ہمارا مطالبہ تسلیم کر لو۔ ورنہ یہ دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

میں نے جمائی لینے کے انداز میں کہا۔ "مجھے سستی چیزیں خریدنے کی عادت بھی نہیں ہے۔ مزید کچھ کہنا ہے تو جلدی جلدی بولو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر ریسیور پٹخ دیا گیا۔ میں نے کریڈل پر ایک انگلی رکھی پھر نانا جان کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "ابھی پاپا کی طرف سے دھمکی آمیز فون کال موصول ہوئی ہے۔"

انہوں نے پوچھا۔ "کیا قربان علی نے تم سے خود رابطہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ ان کا وہی نمائندہ بول رہا تھا۔"

"تمہاری زندگی میں جائز ولدیت کی ایک الجھن تھی۔ وہ بڑی حد تک دور ہو گئی ہے۔ مگر اب اس کے بعد نئی نئی الجھنیں جنم لے رہی ہیں۔"

"آپ نے مجھے بچپن سے ہی ذہنی طور پر تیار کر رکھا ہے۔ دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ کر رہنا سکھایا ہے۔ یہ آپ کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ دشمنوں کی کوئی دھمکی مجھے مرعوب نہیں کرتی۔ لیکن جب ماما کی بات آتی ہے تو میں کسی حد تک فکر مند ہو جاتا ہوں۔"

"ہونا بھی چاہئے۔ حد سے زیادہ خود اعتمادی دشمنوں کو فاتح بنا دیتی ہے۔ وہاں بنگلے کی سیکورٹی اطمینان بخش ہے۔ ان کے علاوہ امیر حمزہ اور ماسٹر فو جیسے باڈی گارڈز موجود ہیں۔ وہ تمہارا اور سعدیہ کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے باوجود تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

ہمیں اندازہ تھا' دشمن اپنے حملے کی ناکامی کے بعد بری طرح جھنجلا رہے ہوں گے۔ دوسری بار کسی زبردست حملے کی تیاریاں کر رہے ہوں گے۔ تھوڑی دیر پہلے آنے والی فون کال نے ہمارے اندازے کی تصدیق کر دی تھی۔ مجھے تربیت کے دوران سمجھایا گیا تھا

کہ دشمن ہمیشہ اپنے مقابل کی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہیں۔ انہیں اپنی گرفت میں لینے کی کوششیں کرتے ہیں اور پھر اپنے مخالف کو شہہ مات دیتے چلے جاتے ہیں۔

میری سب سے بڑی کمزوری ماما تھیں۔ دشمن ان کے ذریعے مجھے بے بس اور مجبور بنا دینا چاہتے تھے۔ پاپا کے نمائندے نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ اس بار ہم تمہاری ماں کو جان سے نہیں ماریں گے۔ تمہیں ہلکان کرنے کے لئے انہیں زندہ رکھا جائے گا۔

ان دنوں میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی کریمنل انٹیلی جنس برانچ میں تربیت کے دوران مختلف مراحل سے گزر رہا تھا۔ میرے علاوہ اور بھی بہت سے نوجوان ماہر سراغ رسانوں کے زیر نگرانی مختلف تجربات حاصل کر رہے تھے۔

وہاں زیر تربیت رہنے والے نوجوانوں کی پانچ پانچ افراد پر مشتمل ٹیمیں تشکیل دی گئی تھیں۔ ان پانچ رکنی ٹیموں کو دو سربراہوں کی سرپرستی میں چھوٹے بڑے جرائم کی وارداتوں کی تحقیقات کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا جاتا تھا۔

یہ تحقیقاتی کارروائیاں سراغ رسانی کے نت نئے پہلوؤں کو اُجاگر کرتی تھیں اور ہم ان کے ذریعے بہت کچھ سیکھتے اور سمجھتے رہتے تھے۔ یوں کہنا چاہئے کہ ادارے والے ہمیں عملی تجربات کی بھٹی میں پکا کر کندن بنا رہے تھے۔

جب میں وکی کو ڈھونڈنے کے سلسلے میں مصروف تھا اور ماما کی سیکورٹی کے بارے میں نئے پہلوؤں پر غور کر رہا تھا' تب ہمارے افسرانِ بالا کی طرف سے یہ احکامات جاری ہوئے کہ ہماری ٹیم کو ایک قتل کی تحقیقات کے سلسلے میں ویسٹ لندن بھیجا جائے گا۔ وہاں بیز واٹر نامی ایک علاقے میں کسی خاتون کو بڑے پراسرار طریقے سے ہلاک کیا گیا ہے۔

ادھر میں اپنے معاملات کی وجہ سے پریشان تھا۔ دشمن کی دھمکی آمیز کال سننے کے بعد ماما کو چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتا تھا۔ دوسری طرف اپنے افسران کے احکامات سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ماسٹر فو نے کہا۔ "آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ یوں سمجھیں' سعدیہ میڈم یہاں فولادی قلعے میں محفوظ ہیں۔ ان پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

امیر حمزہ نے کہا۔ "یہاں ماسٹر فو کے علاوہ دیگر سیکورٹی گارڈز ہمہ وقت موجود رہیں گے اور اُدھر آپ کی حفاظت کے لئے میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

میں نے کہا۔ "تم جانتے ہو' تحقیقات کے دوران کوئی غیر متعلقہ شخص ہمارے ساتھ نہیں رہتا۔ میں پہلے بھی تنہا آتا جاتا رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔"ہم جانتے ہیں۔مگر اس بار حالات بہت مختلف ہیں۔دشمنوں کی نظریں آپ پر جمی ہوئی ہیں۔لہٰذا کسی حال میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

میں نے کہا۔"مجھ سے زیادہ ماما کی سلامتی کو خطرہ ہے۔"

ماسٹر فو نے کہا۔"دشمن کبھی اپنے آئندہ منصوبوں کا اعلان نہیں کرتے۔جبکہ انہوں نے واضح الفاظ میں دوسری بار سعدیہ میڈم پر حملہ کرنے کی بات کہی ہے۔بیشک۔ہمیں ان کے معاملے میں محتاط رہنا چاہئے۔لیکن دشمنوں کی سیاست کو بھی سمجھنا چاہئے۔وہ کسی وقت بھی پینترا بدل سکتے ہیں۔ہمیں سعدیہ میڈم کی طرف لگا کر کسی دوسری طرف سے آپ پر حملہ کر سکتے ہیں۔"

میں نے قائل ہو کر اسے دیکھا۔امیر حمزہ نے کہا۔"یہ درست کہہ رہا ہے۔سعدیہ میڈم کی طرح آپ کی سیکورٹی بھی بہت ضروری ہے۔"

"لیکن مسئلہ وہی ہے۔تمہیں ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے میرے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔میں دور ہی دور سے خفیہ طور پر آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

ماسٹر نے کہا۔"اور یہی مناسب بھی رہے گا۔اس طرح آپ کی طرف بڑھنے والے دشمن اسی دھوکے میں رہیں گے کہ آپ تنہا ہیں۔"

ہماری ٹیم دوسرے دن ویسٹ لندن کی طرف روانہ ہونے والی تھی۔امیر حمزہ اس سے پہلے ہی بیز واٹر کے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔اب ہمیں دشمن کی کارروائیوں کو سمجھنا تھا۔یہ دیکھنا تھا کہ وہ مجھے تنہا سمجھ کر اِس طرف آتے ہیں یا اُدھر ماما کی طرف جاتے ہیں؟



زرینہ بانو اور شاہنواز نانا جان کو شہہ مات دینے کے لئے بے چین تھے۔زرینہ بانو نے اپنے شوہر راجہ تسلیم نواز سے رابطہ کر کے اسے اپنے منصوبے کے بارے میں بتایا۔اس نے خوش ہو کر کہا۔"بہت خوب...دشمن کو چاروں شانے چت کرنے کے لئے کیا غضب کا منصوبہ بنایا ہے؟ اگرچہ اس کے لئے میری بیٹی کو دشمن کے بچے کی ماں بننا پڑے گا۔مگر کوئی بات نہیں... جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

پتہ نہیں وہ کیسے لوگ تھے؟ان کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے اپنے دین اور ایمان کو تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا ہے۔ہم مغربی تہذیب سے بہت سی چیزیں گود لیتے آ رہے ہیں۔مگر یہ انتہائی شرمناک بات تھی کہ وہ تینوں فری سیکس کے کلچر کو اپنانے

ہوئے ایک ناجائز بچے کو شہناز کی گود میں پہنچانا چاہتے تھے۔

اُس نے وکی سے دوسرے دن شام کو ملنے کا وعدہ کیا تھا۔لہٰذا وہ اپنا وعدہ وفا کرنے کے لئے لائٹ ہاؤس بوٹ میں پہنچ گئی۔ایسے وقت شاہنواز دور ہی دور سے بہن کی نگرانی کر رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک کیمرہ تھا۔اس بے غیرت بھائی نے بہن کو مشورہ دیا تھا کہ وہ میرے معاملے کو زیادہ طول نہ دے۔جتنی جلدی ممکن ہو سکے' مجھے یعنی وکی کو اپنی تنہائی میں لے جائے۔ایسے وقت وہ اُن رنگین اور سنگین لمحات کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرتا رہے گا۔

وہ ایک ستون کی آڑ میں کرسی پر بیٹھا بہن کو دیکھ رہا تھا۔آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔لیکن وکی ابھی تک شہناز کے پاس نہیں آیا تھا۔وہ اس کے انتظار میں کبھی بیٹھ رہی تھی اور کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی تھی۔اس دوران اس کے موبائل فون پر رابطے کی کوششیں بھی کر رہی تھی۔لیکن اس کا فون آف مل رہا تھا۔یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ کہاں رہ گیا ہے؟

اس نے اسی بوٹ ہوٹل میں رات گزارنے کی بات کہی تھی۔اسے تو شہناز سے پہلے وہاں موجود ہونا چاہئے تھا۔یہ خیال بھی دماغ میں آ رہا تھا کہ وہ ایک سراغ رساں ہے۔ممکن ہے' کہیں سے چھپ کر اسے دیکھ رہا ہو۔یہ اطمینان کرنا چاہتا ہو کہ اس کے خلاف کوئی چال تو نہیں چلی جا رہی ہے؟

وہ دونوں بھائی بہن بڑے کائیاں تھے۔انہوں نے آنکھوں کے اشارے سے بھی ایک دوسرے کو مخاطب نہیں کیا۔وہ وکی کو کسی شبے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ شکار کو اپنے جال میں پھانسنے کے لئے انتظار تو کرنا ہی پڑتا ہے۔

مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا۔وہ جیسے ان کے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔شہناز نے بے زار ہو کر کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔پھر تھکے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی ایک میز کے پاس آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔اس کی منتظر نگاہیں استقبالیہ کاؤنٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

شام کے سائے گہرے ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی آمد و رفت بھی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔مگر جس کا انتظار تھا' وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔وہ وقت گزارنے کے لئے ایک سافٹ ڈرنک منگوا کر پینے لگی۔

ایسے وقت اسے لوگوں کے ہجوم میں وکی کا چہرہ دکھائی دیا۔وہ ایکدم سے کھل گئی۔فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ لہرا کر اسے متوجہ کرنا چاہتی تھی۔یکایک اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔اٹھا ہوا ہاتھ نیچے ہونے لگا۔مارے حیرت کے دیدے پھیل گئے۔اس کی حالت سے

اندازہ ہورہا تھا' جیسے اس نے کوئی غیر متوقع منظر دیکھ لیا ہو۔

شاہنواز نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو وہ بھی ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔شدید حیرت سے زیرلب بولا۔''خان علی خان.....''

وہ آگے چلنے والے وکی کو ایک طرف ہٹاتا ہوا مسکراتا ہوا شہناز کی طرف آرہا تھا۔اُن کے رویے سے یہ عیاں تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے انجان ہیں۔

شہناز کی تو جیسے سانسیں رُکنے لگیں۔وہ شدید پریشانی سے تھوک نگلتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔وہ تو ایک وقت میں ایک ہی کشتی پر سوار رہنا چاہتی تھی۔حالات نے اسے بیک وقت دو کشتیوں پر پہنچا دیا تھا۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا' ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لئے اُسے کیا کرنا چاہئے؟

اس نے کن انکھیوں سے بھائی کو یوں دیکھا' جیسے آنکھوں ہی آنکھوں سے مشورہ طلب کررہی ہو۔پھر ان دونوں کو دیکھنے لگی۔یا تو ایک بھی نہیں آرہا تھا اور اب دو دو امیدوار چھپر پھاڑ کر مل رہے تھے۔

وہ ہمیشہ خان علی خان کے سامنے پارسا بنی رہی تھی۔اب اس کی موجودگی میں وکی سے ہیلو ہائے بھی کرتی تو بات بہت دور تک بگڑ جاتی۔دوسری طرف وکی پر یہ حقیقت ظاہر ہو کہ شہناز کا پہلے سے ایک بوائے فرینڈ ہے تو ممکن ہے' وہ اس سے منہ پھیر لیتا۔ شاہنواز کا پورا پلان چوپٹ ہوجاتا۔

ایسے وقت شاہنواز کے شاطر دماغ میں ایک تدبیر آئی۔وہ خان علی باچا کو اپنی طرف متوجہ کرکے اسے شہناز کی طرف جانے سے روک سکتا تھا۔معاملہ بگڑنے سے پہلے سنبھال سکتا تھا۔لیکن دیر ہوگئی تھی۔

وہ وکی سے پہلے شہناز کے پاس پہنچ گیا۔اسے بڑی بے تکلفی سے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔''ہیلو میری جان! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' آج یہاں پہنچوں گا اور آج تم سے ملاقات ہوجائے گی۔''

اُدھر وکی آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹک گیا۔سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔شہناز نے اس سے نظریں چرا کر خان علی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔''تم ... اچانک ہی بغیر اطلاع آئے ہو۔خیریت تو ہے؟''

وہ اس کے چہرے کو ہاتھوں کے کٹوروں میں لیتے ہوئے بولا۔''سرپرائز

اس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔خان علی نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔''کیا میرے آنے سے تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

وکی چبھتی ہوئی نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔وہ جبراً مسکرا کر بولی۔''خوشی سے زیادہ حیرت ہورہی ہے۔''

وہ اسے ایک کرسی پر بٹھا کر خود برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔''میں نے تمہیں حیران کرنے کے لئے ہی یہ سرپرائز دیا ہے۔''

وکی ان سے ذرا فاصلے پر ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔ان کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔شہناز' خان علی سے نظریں چرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔پھر بولی۔''مجھے امید نہیں تھی' تم میرے پیچھے پیچھے یہاں تک چلے آؤ گے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔''ارے میری جان! ہم تو تمہارے پیچھے جہنم تک جا سکتے ہیں۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔''کیا یہ کہنا چاہتے ہو' میں مرنے کے بعد جہنم میں جاؤں گی؟''

''جہنم میں جائیں تمہارے دشمن.....میں نے تو بس یونہی ایک مثال دی تھی۔''

اُدھر ستون کے پیچھے شاہنواز تلملا رہا تھا۔غصے اور ناگواری سے سوچ رہا تھا۔''پتہ نہیں یہ خان علی ہمارے منصوبے کو خاک میں ملانے کے لئے کہاں سے آن ٹپکا ہے؟''

دوسری طرف وکی کے تیور بتا رہے تھے کہ اب وہ شہناز پر بھروسہ نہیں کرے گا۔جو شکار آرام سے ہاتھ آنے والا تھا۔اب اسے پھانسنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔

خان علی نے شہناز کا ہاتھ تھام کر بڑی محبت سے کہا۔''مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہورہی ہے کہ تم اس مغربی ماحول میں بھی تنہا بیٹھی ہو۔تمہارے آس پاس کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔''

اس نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔''اگر ہوتا تو...؟''

اس نے تیور بدل کر کہا۔''پہلے اسے جان سے مارتا پھر تمہیں بھی گولی سے اڑا دیتا۔ہم محبت کرتے ہیں تو ٹوٹ کر کرتے ہیں۔لیکن جب انتقاماً نفرت کرتے ہیں تو جان سے عزیز ہستی کو بھی خاک میں ملا دیتے ہیں۔''

وہ اندر ہی اندر سہم کر رہ گئی۔موضوع بدلتے ہوئے بولی۔''تم یہاں کب پہنچے؟''

''آج صبح کی فلائٹ سے آیا ہوں۔سوچ رہا تھا' تمہیں ڈھونڈنے کے لئے جگہ جگہ

بھٹکنا پڑے گا۔ مگر تم تو بڑی آسانی سے مل گئیں۔"

"کیا تنہا آئے ہو؟"

وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "میرے ساتھ چار دوست بھی آئے ہیں۔ وہ... اُدھر بیٹھے ہیں۔"

شہناز نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ دور ایک میز کے اطراف تین جوان بیٹھے ایک دوسرے سے ہنس بول رہے تھے۔ خان علی نے کہا۔ "یہ ابھی ڈیڑھ گھنٹے بعد لندن چلے جائیں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "اور تم کہاں جاؤ گے؟"

"میں تمہارے لئے آیا ہوں۔ یہاں سے اور کہاں جاؤں گا؟"

اس کی بات سن کر شہناز کا منہ لٹک گیا۔ وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی۔ "اچھا...."

وہ چہک کر بولا۔ "اچھا نہیں۔ بہت اچھا ہوا جو میں یہاں آ گیا۔ ورنہ تم تنہا اس خوبصورت شہر کو کیا خاک انجوائے کرتیں؟"

پھر وہ ذرا توقف سے بولا۔ "تمہاری ممی اور شاہنواز کہاں ہے؟"

وہ بولی۔ "شاہنواز کے تو بیرون ملک آتے ہی پر نکل آتے ہیں۔ کہیں اُڑتا پھر رہا ہوگا اور ممی پاکستان کی سوشل لائف سے جان چھڑا کر یہاں آئی ہیں۔ خوب آرام کر رہی ہیں۔"

شاہنواز کی نگاہیں وکی پر یوں جمی ہوئی تھیں' جیسے شکاری اپنے شکار کو نشانہ بنائے بیٹھا ہو۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وکی کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دے گا۔ اگر وہ یہاں سے جائے گا اور بہن ناکام رہے گی تو ان کا بنا بنایا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

خان علی نے کہا۔ "ہماری تہذیب اور روایت کے مطابق دوستوں کا ساتھ چھوڑا نہیں جاتا۔ انہیں رخصت کرنے کے لئے مجھے ایئر پورٹ تک جانا ہوگا۔ لیکن اب تم مل گئی ہو تو کیسے جاؤں؟"

وہ ہمیشہ اس کی ایسی محبت بھری باتیں سن کر نہال ہو جاتی تھی۔ مگر اس وقت دماغ کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔ محبت کا جواب محبت سے دے نہیں پا رہی تھی۔ خان علی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "تمہاری باتیں پریشان کر رہی ہیں۔ آتے ہی منہ پھیر کر جانا چاہتے ہو۔"

وہ اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم سے تو کوئی کافر ہی منہ پھیرے گا۔

محبت میں کفر کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ تم ادھر بیٹھو.... میں ابھی ان سے بات کر کے آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر دوستوں کے پاس چلا گیا۔ ایسے وقت شہناز نے کن اکھیوں سے اس طرف دیکھا' جہاں وکی بیٹھا ہوا تھا۔ مگر ادھر دیکھتے ہی چونک گئی۔ خالی کرسی بتا رہی تھی' شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ "ایسے حالات میں تو ممی اور شاہنواز کو اپنا منصوبہ ملتوی کرنا پڑے گا۔ یہ دیوانہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ جب میرے لئے یہاں آیا ہے تو میرے ساتھ ہی چپکا رہے گا۔ ویسے بھی مجھے اس کی موجودگی میں کوئی رِسک نہیں لینا چاہئے۔ اچھا ہی ہوا، جو وکی یہاں سے چلا گیا۔"

پھر اس نے اس ستون کی طرف دیکھا' جس کے پیچھے بھائی چھپا ہوا تھا۔ مگر اب وہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ خان علی واپس آ رہا تھا۔ شاہنواز کی غیر موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ جل بھُن کر وہاں سے چلا گیا ہے۔

اس نے اپنی کرسی پر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے دوست بھی دل والے ہیں۔ دل کے معاملات کو خوب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے قسم دی ہے کہ میں پٹھان کا بچہ ہوں تو تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں۔ اب تم دیکھو گی' یہ پٹھان کا بچہ سائے کی طرح تمہارے ساتھ لگا رہے گا... چلو اٹھو! پہلے تمہاری ممی سے ملاقات کروں گا۔ پھر ان کے ساتھ کوئی پروگرام بنایا جائے گا۔"

وہ اس کے ساتھ لائٹ ہاؤس بوٹ سے نکل کر پارکنگ ایریا میں آ گئی۔ شاہنواز گاڑی لے گیا تھا۔ خان علی کے پاس رینٹیڈ کار تھی۔ وہ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر وہاں سے جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ "یہ واقعی پٹھان کا بچہ ہے۔ مجھے ہلکان کر دے گا مگر ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ ویسے کیا کیا جائے؟ اہمیت تو خان کی ہی ہے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔"

وہ دونوں زرینہ بانو کے پاس پہنچ گئے۔ شاہنواز فون کے ذریعہ ماں کو اطلاع دے چکا تھا کہ کباب میں ہڈی آ گئی ہے۔ وہ بھی خان علی کو اہمیت دیتی تھی۔ وکی سے تو محض انتقامی کارروائی تک دلچسپی تھی۔

وہ خان علی کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ اس کی بلائیں لیتے ہوئے بولی۔ "صبح سے

میری بائیں آنکھ پھڑک رہی تھی۔ یہ جب بھی پھڑکتی ہے' مجھے ڈھیر ساری مسرتیں ملتی ہیں۔ تم تو عید کی خوشیاں بن کر آ گئے ہو۔"

خان علی نے ہونے والی ساس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے شہناز کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "عید کا چاند تو آپ لے آئی ہیں۔ ہمیں تو پیچھے پیچھے آنا ہی تھا۔ کیا خیال ہے' کہیں تفریح کے لئے چلیں؟"

زرینہ بانو نے کن اکھیوں سے بیٹی کو دیکھا پھر کہا۔ "یہ شہناز تمہارے ساتھ جائے گی تو تفریح نہیں کرنے دے گی۔ شاپنگ ہی کرتی رہے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "لڑکیوں کے دل تک پہنچنے کا یہی راستہ ہوتا ہے۔ یہ شاپنگ کرتی رہتی ہیں اور ہم کراتے رہتے ہیں۔"

شہناز نے کہا۔ "ابھی کوئی لمبی شاپنگ نہیں کروں گی۔ ایک ہیرے کا سیٹ دیکھا ہے' بس وہی خریدوں گی۔ پچیس ہزار پاؤنڈ کا ہے۔"

وہ بولا۔ "تم سے کتنی بار کہا ہے' قیمت کا حساب نہ کیا کرو۔ ابھی چلو... اور ابھی لو۔"

ایسے وقت خان علی کے موبائل فون نے شور مچایا۔ وہ اسے دیکھ کر بڑبڑایا۔ "اوہو... یہ تفریح کے وقت کس کو موت آ گئی ہے؟"

پھر اس نے ننھی سی اسکرین پر نام پڑھتے ہوئے کہا۔ "مارون ہنٹر کا فون ہے۔ فرینکفرٹ سے کال کر رہا ہے۔"

وہ ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہاں۔ بولو... خان علی خان اسپیکنگ۔"

پھر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پتہ نہیں' کیا باتیں ہو رہی تھیں؟ پہلے تو وہ ایکدم ساکت رہا۔ پھر جیسے کھل اٹھا۔ چہک کر بولا۔ "اوئے پانچ لاکھ ڈالرز کا گیم ہے۔ پھر یہ کہ کام پیرس میں ہی ہے۔ میں نہیں چھوڑوں گا۔ تم یہاں کے ایجنٹ کا فون نمبر اور پتہ بتاؤ۔"

وہ سننے لگا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ ڈیل کنفرم ہے۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

وہ فون بند کر کے شہناز کو بڑی معذرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "سوری ڈارلنگ... تم نے سنا ہے' بہت ضروری کام ہے۔ نہیں جاؤں گا تو پانچ لاکھ ڈالرز ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ پاکستانی کرنسی کے حساب سے کروڑوں کا نقصان ہو جائے گا۔"

زرینہ بانو نے کہا۔ "نہیں بیٹے! ہم تمہارا اتنا بڑا نقصان نہیں چاہیں گے۔"

شہناز نے کہا۔ "لیکن میرا کیا فائدہ ہوگا؟"

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "یہ خان علی خان کا وعدہ ہے۔ تمہیں ایک لاکھ ڈالر ملیں

گے۔"

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ پھر اسے بڑے پیار سے رخصت کر کے اس کی گاڑی کو ذرا دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ میں اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ وہ میرا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس نے فون نکال کر اپنی دانست میں میرے نمبر پنچ کئے۔ جبکہ وہ وکی کے نمبر تھے۔ وہ فون کو کان سے لگا کر سننے لگی۔ پھر جھنجلا کر بولی۔ "پتہ نہیں' کیسا نمبر دیا ہے؟ مسلسل آف جا رہا ہے۔"

وہ واپس ہوٹل کے سوئیٹ میں آ گئی۔ وہاں شاہنواز پہنچا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ بولا۔ "شکاری باپ کا بیٹا ہوں۔ شکار کو کیسے ہاتھ سے جانے دیتا؟ اب تک وجی کا پیچھا کرتا رہا۔ وہ جولی لوٹی ہوٹل کے کمرہ نمبر سات میں ہے۔ تم فوراً تیار ہو جاؤ۔ ابھی وہاں چلنا ہے۔"

شہناز نے کہا۔ "کیا پاگل ہو گئے ہو؟ میں خان علی کی موجودگی میں وجی سے نہیں ملوں گی۔ اس سے فون پر رابطہ کرنا چاہ رہی ہوں مگر اس کا موبائل بڑی دیر سے آف مل رہا ہے۔"

بھائی نے کہا۔ "فون آف جا رہا ہے تو کیا ہوا؟ فون والا تو ہماری نظروں میں ہے۔"

زرینہ نے بیٹی سے کہا۔ "تم خان علی کی فکر نہ کرو۔ وہ اپنے کسی معاملے میں مصروف ہو گیا ہے۔ کل تک ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔"

اس نے ذرا پریشانی سے کہا۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ غصے کا بہت تیز ہے۔ کہتا ہے' اس نے کبھی مجھے کسی دوسرے شخص کے ساتھ دیکھ لیا تو پہلے اسے ختم کرے گا پھر مجھے گولی سے اڑا دے گا۔ جان کسے پیاری نہیں ہوتی؟ میں اس کی گولی کا نشانہ بننا نہیں چاہتی۔"

شاہنواز نے کہا۔ "تم تو ایسے بول رہی ہو' جیسے تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ وہ تمہیں جان سے مارنے آئے گا اور ہم دور کھڑے تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

ماں نے کہا۔ "ڈرتی کیوں ہو؟ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

شہناز پریشان کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اس نے بھائی پوچھا۔ "کیا تم مجھے وہاں چھوڑ کر آ جاؤ گے؟"

"میں نے کمرہ نمبر گیارہ کرائے پر لیا ہے۔ تم اس کے ساتھ رہو گی۔ مجھے جہاں جہاں موقع ملے گا' میں اس کے ساتھ تمہاری تصویریں اتارتا رہوں گا۔"

ماں نے کہا۔ ''یہ تم نے اچھا کیا۔اس کی حفاظت کے لئے وہاں رہو گے تو مجھے کوئی فکر نہیں ہوگی۔''

یہ کیسی حفاظت تھی؟ بھائی اپنی بہنوں کی عزت بچانے کے لئے ان کی نگرانی کرتے ہیں اور وہ بے غیرت اپنی عزت کی دھجیاں بکھیرنے کے لئے بہن کو مکمل سیکورٹی فراہم کررہا تھا۔اسے وکی کے پاس ایسے لئے جارہا تھا، جیسے تھالی میں سجا کر اس کے سامنے پیش کرنے والا ہو۔

شہناز نہ چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ مطلوبہ ہوٹل میں پہنچ گئی۔وہ اسے کمرہ نمبر سات کے دروازے پر پہنچا کر اپنے کمرے کی طرف آگیا۔وہاں سے جھانک کر ادھر دیکھنے لگا۔

شہناز کی دوسری دستک پر ہی وکی نے دروازہ کھول دیا۔اسے دیکھتے ہی حیرانی سے بولا۔''تم یہاں....؟''

شاہنواز نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔کی ہول سے کان لگا کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔ ادھر وکی شہناز کے پیچھے دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔''کس کے ساتھ آئی ہو؟''

وہ بڑی ادا سے مسکرا کر بولی۔''کوئی ساتھی نہیں ہے۔ اسی لئے تو تمہارے پاس آئی ہوں۔''

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔''زیادہ ہوشیاری نہ دکھاؤ۔میں تمہیں لائٹ ہاؤس بوٹ میں اس یار کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔پھر یہاں کیسے پہنچ گئیں؟''

''فضول باتیں نہ کرو۔خوامخواہ اسے میرا یار بنا رہے ہو۔تم مردوں کی یہی عادت زہر لگتی ہے۔ جو دل و جان سے چاہتی ہے' اسی پر شبہ کرتے ہو۔یہ نہیں' دیکھتے کہ کس طرح تمہیں ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔''

''مانتا ہوں۔اپنے مطلوب کو یا تو دیوانے ڈھونڈتے ہیں یا دشمن...''

وکی نے پہلی ملاقات کے بعد اپنے اس شبے کو ذہن سے جھٹک دیا تھا کہ میں شہناز کے ذریعے اس کی شہ رگ تک پہنچ رہا ہوں۔لیکن اب اسے یوں اچانک اپنے دروازے پر دیکھ کر پھر سے چوکنا ہوگیا تھا۔وہ اسے بڑے پیار سے دھکیلتے ہوئے بولی۔''میں دیوانی بن کر تمہیں ڈھونڈتی ہوئی آئی ہوں۔اندر تو چلو۔کیا دروازے پر کھڑے رہو گے؟''

وہ اسے روکتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔''پہلے یہ بتاؤ' یہاں تک کیسے پہنچیں؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔''اوہو۔میں بھول گئی تھی کہ ایک جاسوس سے دل لگا رہی ہوں۔''

''دل لگی کی باتیں نہ کرو۔میں تم پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔بوائے فرینڈ کے معاملے میں تمہارا ایک جھوٹ میرے سامنے آچکا ہے۔یہ نہ سمجھو کہ تم مجھے بہلاؤ گی تو میں بہل جاؤں گا۔''

وہ ذرا خفگی سے بولی۔''ایسی بھی کیا بے اعتمادی؟ کیا ہم اندر بیٹھ کر باتیں نہیں کرسکتے؟''

اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔''تم مجھے مروانا چاہتی ہو؟''

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''یہ میرا نہیں تمہارے اس عاشق کا کہنا ہے۔میں تم دونوں کی باتیں سنتا رہا ہوں۔وہ تمہارے ساتھ کسی بوائے فرینڈ کو برداشت نہیں کرسکتا۔''

وہ مسکرا کر بولی۔''پھر تو میری جان کو بھی خطرہ ہے۔وہ صرف تمہیں نہیں مجھے بھی مار ڈالے گا۔''

پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔''کیا میں اتنی بیوقوف دکھائی دیتی ہوں کہ ایسی الٹی کھوپڑی والے سے دل لگاؤں گی؟ یہ تو خاندان کے بزرگ چاہتے ہیں کہ ہمارا رشتہ ہوجائے اور میں مسلسل انکار کرتی آرہی ہوں۔میں نے وہاں جو کیا' تمہاری سلامتی کے لئے کیا۔کیا تم نے مجھے ایک بار بھی اس کے ساتھ خوشدلی سے مسکراتے ہوئے دیکھا؟''

یہ ایسی بات تھی کہ وہ قائل ہونے لگا۔ ذرا نرم پڑ گیا۔ پھر سر جھٹک کر بولا۔''میں آسانی سے تم پر بھروسہ نہیں کروں گا۔اپنا پرس دکھاؤ...''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔''تم میری انسلٹ کررہے ہو۔''

پھر وہ اپنا پرس اس کے آگے کرتے ہوئے بولی۔''تمہارے اس روّیے پر مجھے غصہ بھی آرہا ہے۔لیکن کیا کروں' دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔پلیز۔اندر چل کر تلاشی لو۔کوئی دیکھے گا تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟''

وہ پرس لے کر ایک طرف ہٹ گیا۔شہناز اندر آئی تو اس نے بھی پیچھے آکر دروازے کو بند کردیا۔پھر بیڈ کے پاس آکر پرس کو کھول کر اسے الٹ دیا۔ساری چیزیں بستر پر بکھر گئیں۔وہاں میک اپ کے سامان کے علاوہ کچھ نقد رقم اور موبائل فون تھا۔

شہناز نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔''لباس کی تلاشی بھی لے لو۔شک کی

کوئی گنجائش نہ چھوڑو۔“

وہ کوئی رِسک لینا نہیں چاہتا تھا۔اس نے پیشکش کی تو فوراً ہی اسے اِدھر اُدھر ٹٹولتے ہوئے بولا۔”برا مت ماننا۔دراصل... میرے خفیہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔وہ کسی کے بھی ذریعے میری شہہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔“

وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔”میرے لئے تمہارا اطمینان ضروری ہے۔“

دروازہ اندر سے بند تھا۔باہر کوریڈور ویران تھے۔صرف گیارہ نمبر کمرے کا بے غیرت دروازہ ایک ذرا سا کھلا ہوا تھا۔وہاں سے اس بھائی کی بے حیا آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

ہماری دنیا کے بیشتر لوگ نہیں جانتے کہ حیا کیا ہوتی ہے اور غیرت کس پرندے کا نام ہے؟ ایسی اخلاقی قدریں کم از کم ایسے ہوٹلوں سے پرواز کر جاتی ہیں۔

بہت سارا وقت گزر گیا۔پہلے پرس کی چیزیں بکھری تھیں۔اب وہ بکھری پڑی تھی۔

وکی چاروں شانے چت پڑا سوچ رہا تھا۔”یہ فلرٹ کرنے والی لڑکیاں بڑی باتیں بناتی ہیں۔میں اس کی باتوں میں آنے والا نہیں ہوں۔اس نے کسی تگڑے پاکستانی مرغے کو پھانس رکھا ہے۔یہ نہیں جانتی‘ میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ابھی میں نے ایک پر کاٹا ہے۔باقی پر دوسرے چڑی ماروں کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔“

ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔وہ دونوں ہی چونک کر اٹھ بیٹھے۔وہ لباس درست کرتے ہوئے بولی۔”شاید روم سروس ہے؟“

وہ گھور کر بولا۔”اتنی رات کو کال کئے بغیر کسی ہوٹل میں روم سروس نہیں دی جاتی۔“

وہ دونوں بیڈ سے اتر کر گئے۔وکی کے دل و دماغ میں میرا نام گونجنے لگا۔پھر سے یہ شبہ پیدا ہونے لگا کہ میں نے شہناز کو کسی سازش کے تحت اس کے کمرے میں پہنچایا ہے۔وہ سائیڈ ٹیبل کی دراز سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے بولا۔”لگتا ہے تم نے کوئی چالاکی دکھائی ہے۔“

وہ گھبرا کر بولی۔”کیا پاگل ہوگئے ہو؟ اسے پیچھے ہٹاؤ۔“

وہ اسے چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔”یہ پیچھے نہیں ہٹے گی۔تم اس کے آگے رہو گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولی۔”یہ اچانک تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ باہر پتہ نہیں کون آیا ہے اور تم خوانخواہ مجھے...“

”بحث نہ کرو۔تم دروازے کے پیچھے میرے نشانے پر رہوگی۔باہر والے نے کوئی

چالاکی دکھائی تو میں تمہیں ڈھال بنا کر اپنا بچاؤ کروں گا۔چلو ادھر....“

اس نے ریوالور کی نال اس کے بازو میں چبھوتے ہوئے دروازے کی طرف چلنے کا حکم دیا۔وہ پریشان ہو کر سہمے ہوئے انداز میں آگے چلنے لگی۔پھر وکی نے دروازے پر پہنچ کر اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ میں وہاں پہنچ گیا ہوں اور شہناز کے دل میں یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ شائد بھائی کسی وجہ سے وہاں آ گیا ہے۔دوسری بار دستک سنائی دی۔وکی نے ذرا جھک کر کی ہول سے جھانکا۔پھر سیدھا ہو کر کہا۔”آنے والا سفید کاٹن کے شلوار سوٹ میں ہے۔“

شہناز نے پریشان ہو کر زیر لب کہا۔”شلوار سوٹ....“

پھر وہ فوراً ہی جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکنے لگی۔دستک پھر سنائی دی۔وہ پریشان ہو کر سیدھی کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔”یہ....مجھے خان علی لگ رہا ہے۔“

وکی نے دھیرے مگر سخت لہجے میں پوچھا۔”وہ یہاں کیسے آگیا؟“

وہ شدید پریشانی سے بولی۔”پتہ نہیں...؟ پلیز مجھے کہیں چھپا دو۔ورنہ ہم دونوں بے موت مارے جائیں گے۔“

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے گھورنے لگا۔پھر دروازے کے پیچھے دیوار گیر الماری کا ایک پٹ کھولتے ہوئے بولا۔”اس میں چھپ جاؤ۔لیکن یاد رکھو میں خون خرابہ نہیں چاہتا۔صلح صفائی سے کام لوں گا۔“

اس نے جلدی سے الماری میں گھس کر اس کا پٹ بند کر دیا اور کان لگا کر باہر کی باتیں سننے لگی۔ادھر وکی نے ریوالور کو لباس میں چھپاتے ہوئے محتاط انداز میں دروازہ کھولا تو باہر واقعی خان علی ایک ہینڈ بیگ اٹھائے کھڑا ہوا تھا۔اس کے ساتھ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل بھی دکھائی دے رہی تھی۔وکی نے انہیں ٹٹولی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔”جی فرمائیے....؟“

وہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔”میرا نام خان علی خان ہے۔“

وکی اسے بغور دیکھ رہا تھا۔مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔”اچھا تو پھر....؟“

وہ بولا۔”یہ میرا کمرہ ہے۔میں نے ائیر پورٹ سے ہی اسے ریزرو کرایا تھا۔“

وکی نے اسے ذرا تعجب سے دیکھا۔پھر کاؤنٹر گرل کو دیکھتے ہوئے کہا۔”مگر اس کمرے کی چابی تو مجھے دی گئی ہے۔“

وہ ذرا شرمندگی سے بولی۔ ''سوری سر! غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ میں نے مسٹر خان کے کمرے کی چابی آپ کو دے دی۔ پلیز آپ کمرہ نمبر چھ میں شفٹ ہو جائیں۔''

ان کی باتیں شہناز تک پہنچ رہی تھیں۔ یہ سن کر ہوش اڑ گئے تھے یہ کمرہ خان علی کا ہے اور وہ یہاں رہنے آیا ہے۔ وکی نے کن اکھیوں سے بند الماری کی طرف دیکھا۔ پھر خان علی سے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے۔ کاؤنٹر گرل کی غلطی کے باعث میں اب تک آپ کا کمرہ استعمال کرتا رہا۔ بہر حال اس کمرے پر آپ کا پورا پورا حق ہے۔''

اس نے لفظ ''پورا پورا'' پر زور دیتے ہوئے الماری کی طرف دیکھا۔ خان علی نے کہا۔ ''جب تم اسے استعمال کر ہی رہے ہو تو میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں برابر والے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔''

شہناز نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ وہ کاؤنٹر گرل کے ساتھ پلٹ کر جانا چاہتا تھا۔ وکی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ ''ارے خان صاحب! آپ تو بڑے مزے سے ہار مان کر چلے جا رہے ہیں۔ یہ نہیں جانتے، نمبر سیون بہت لکی ہوتا ہے اور آپ خوش قسمتی کو چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟''

شہناز کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وکی ٹلنے والی بلا کو روک رہا تھا۔ وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا غضب کر رہا ہے؟ اگر یہ یہاں سے چلا گیا تو میں کہاں جاؤں گی؟ خان علی کی موجودگی میں کیسے اس الماری سے نکل کر کمرے سے باہر جا سکوں گی؟''

ادھر وہ اپنا سامان سمیٹ کر بیگ میں رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''زندگی میں بڑے بڑے ڈرامے ہو جاتے ہیں۔ بے چاری کاؤنٹر گرل سے بھی ایک بڑی ہی ڈرامائی غلطی ہو گئی۔ یہ ڈرامائی کمرہ آپ کو بہت اچھا لگے گا۔ خوب انجوائے کریں گے۔''

پھر اس نے خان علی کے ہاتھ پر اس کمرے کی چابی رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہے کھل جا سم سم... خوش نصیبی کے دروازے کی کنجی...''

الماری کے اندر اس بدنصیب کی آدھی جان نکل چکی تھی۔ ایک ذرا دیر کے لئے خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ خاموشی پر اسرار بن گئی تھی۔ پتہ نہیں، کیسا لین دین، کیسا ادل بدل ہو رہا تھا؟ اس کے تو اوسان خطا ہو رہے تھے۔

پھر خان علی کی آواز سنائی دی۔ ''او برادر! یہ آپ کا سامان رہ گیا۔''

وکی نے جاتے جاتے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں شہناز کا پرس جھول رہا تھا۔ وہ مسکرا کر اسے لیتے ہوئے بولا۔ ''میری گرل فرینڈ خود تو چلی گئی۔ اسے یہاں بھول گئی۔''

پھر وہ اس سے مصافحہ کر کے باہر آ گیا۔ کاؤنٹر گرل اس کے لئے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ وہ انکار کرتے ہوئے بولا۔ ''رہنے دو۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

وہ وہاں رہ کر خان علی سے بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جانے لگا۔

دوسری طرف بھائی مطمئن ہو کر گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بہن ایسی مصیبت میں پھنس گئی ہے کہ مدد کے لئے منہ سے آواز بھی نہیں نکال سکتی۔ وہ الماری کے اندر دم سادھے کھڑی تھی۔ اسے دروازہ بند ہونے اور دھیرے دھیرے گنگنانے کی آواز سنائی دی۔ ''اوئے قربان....!

تیری آنکھوں کا سرمہ
تیرے ہونٹوں کا دنداسا
مجھے یاد آ رہا ہے
مجھے تڑپا رہا ہے
ہم اِدھر ہے
تم کدھر ہے....''

وہ تڑپانے والی زندہ تو تھی۔ مگر الماری کی قبر میں دفن ہو چکی تھی۔ جب تک وہاں رہتی، سانسیں لیتی رہتی۔ باہر نکلتے ہی مردہ ہو جاتی۔

بعض اوقات انسان حالات کی قبر میں زندہ رہتا ہے۔ باہر آتے ہی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ پتہ نہیں، اس کا کیا بننے والا تھا؟



میں اپنی ٹیم کے ساتھ بیز واٹر کے علاقے میں پہنچا ہوا تھا۔وہاں قتل ہونے والی خاتون کا نام ٹریسا کیری تھا۔ ہماری ٹیم کے افسران نے تحقیقات کے سلسلے میں قریبی تھانے سے رجوع کیا۔

انسپکٹر اس کیس کی تفصیلات بتاتے ہوئے بولا۔''رات گئے ہمیں ایک اجنبی کال موصول ہوئی تھی۔ایک شخص نے ٹریسا کیری کا ایڈریس بتاتے ہوئے یہ اطلاع دی کہ اس خاتون کو قتل کیا گیا ہے۔ہمیں فوراً وہاں پہنچ کر تحقیقات کرنی چاہئیں۔

میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر چند سپاہیوں کے ساتھ ٹریسا کے دروازے پر پہنچ گیا۔وہاں اس کے جوان بیٹے میلسن کیری اور بیٹی جینا کیری سے ملاقات ہوئی۔ ہماری آمد اُن کے لئے غیر متوقع تھی۔وہ ہمیں دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ہمیں بھی یہ سن کر حیرانی ہوئی کہ وہ اپنی ماں کے قتل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔''

جینا نے کہا۔''لگتا ہے' آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے یا کوئی شرارت کی جارہی ہے۔کیونکہ ہماری مما تو اپنے بیڈروم میں آرام سے سورہی ہیں۔''

انسپکٹر نے کہا۔''اگر واقعی یہ کسی کی شرارت ہے تو آپ ٹریسا کو بلائیں۔ہم مطمئن ہونے کے بعد ہی یہاں سے جائیں گے۔''

جینا نے جلدی سے کہا۔''ہاں ہاں۔ کیوں نہیں؟ میں ابھی انہیں جگاتی ہوں۔''

وہ وہاں سے چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔اس نے میلسن سے کہا۔''میں نے کئی بار دستک دی ہے۔لیکن مما دروازہ نہیں کھول رہی ہیں۔''

میلسن نے کہا۔''وہ اکثر نیند کی دوائیں لیتی ہیں۔ یقیناً گہری نیند میں ہوں گی۔تم یہاں ٹھہرو۔میں دیکھتا ہوں۔''

وہ اندر چلا گیا۔لیکن تھوڑی دیر بعد واپس آکر پریشانی سے بولا۔''ان کی کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا ہوا تھا۔میں نے وہاں سے جھانک کر دیکھا ہے۔مما بیڈ پر نہیں ہیں۔نیچے فرش پر اوندھے منہ پڑی ہوئی ہیں۔''

وہ بھائی کی بات سن کر پریشان ہوگئی۔اسے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔انسپکٹر بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ میلسن کے پیچھے پیچھے وہاں آگیا۔

جینا کھڑکی سے جھانک کر ماں کو پکار رہی تھی۔اس کے شیشے کو پیٹ رہی تھی۔پھر بھائی کو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔''مما کو کیا ہوگیا ہے؟ پلیز۔کسی طرح دروازہ کھولو۔''

وہ مضبوط دروازہ اندر سے مقفل تھا۔لاک توڑے بغیر کھولا نہیں جا سکتا تھا۔انسپکٹر کے حکم کے مطابق اسے فوراً ہی توڑا گیا۔دروازہ کھلتے ہی جینا دوڑتی ہوئی جاکر ماں سے لپٹ گئی۔پھر چونک کر الگ ہوتے ہوئے بولی۔''میلسن! یہ مما.....؟''

ٹریسا کا سرد وجود زندگی کی حرارت سے محروم ہوچکا تھا۔ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کی نبض ٹٹولی۔موت کی تصدیق ہوتے ہی جینا دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔میلسن کی بھی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔وہ بہن کو تسلی دینے کے انداز میں تھپک رہا تھا۔لیکن کچھ بول نہیں پارہا تھا۔

انسپکٹر اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کمرہ کا جائزہ لینے لگا۔ٹریسا کے آس پاس مختلف دواؤں کے علاوہ ایک انہیلر دور پڑا ہوا تھا۔سپاہی ایسی تمام چیزوں کو ایک شاپر میں جمع کرنے لگے۔

انسپکٹر کے پوچھنے پر میلسن نے روتے ہوئے بتایا۔ وہ مرنے والی دمے کی مریضہ تھی۔سانسوں کو بحال رکھنے کے لئے مختلف ادویات کے علاوہ انہیلر استعمال کرتی رہتی تھی۔

انسپکٹر نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج کر تحقیقات شروع کردیں۔اس کمرے کا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔کھڑکی کا شیشہ بھی ٹوٹا ہوا نہیں تھا۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قاتل کس ذریعے سے ٹریسا تک پہنچ کر اسے ہلاک کرکے فرار ہوگیا ہے؟

میلسن نے کہا۔''ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔میں یقین سے کہتا ہوں' مما کو قتل نہیں کیا گیا ہے۔ضرور انہوں نے خودکشی کی ہے۔''

انسپکٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔یہ نئی بات سامنے آئی تھی۔اس نے پوچھا۔''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟''

وہ بولا۔''مما کو ہر چوتھے یا پانچویں گھنٹے میں انہیلر کی ضرورت پڑتی تھی۔وہ اپنی

بیماری سے بیزار ہوچکی تھیں۔ اکثر اکھڑتی ہوئی سانسوں کے دوران انہیلر جیسی اہم ضرورت کو دور پھینکتے ہوئے کہتی تھیں کہ سانسوں کی خیرات مانگ مانگ کر جینے سے بہتر ہے، میں مر جاؤں۔"

جینا نے روتے ہوئے کہا۔ "ایسے وقت ہم مما کو انہیلر لینے پر مائل کرتے ہوئے ان کی زندگی بچاتے تھے۔ مگر وہ ہمیشہ ایسا نہیں کرتی تھیں۔"

ہم وہاں تھانے میں بیٹھے یہ تمام تفصیلات سن رہے تھے۔ ہمارے ایک افسر نے انسپکٹر سے پوچھا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کیا کہتی ہے؟"

وہ ایک میڈیکل رپورٹ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ جینا اور میلسن کے بیان کی تصدیق کررہی ہے۔ سانس کی نالی کا تناؤ اور ڈیڈ باڈی کے پھیپھڑے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ اس نے یقیناً انہیلر نہ لیتے ہوئے خود کو موت کی آغوش میں پہنچایا ہے اور ہم نے دیکھا تھا۔ وہ انہیلر ٹریسا کی لاش سے بہت دور پڑا ہوا تھا۔"

ہم باری باری اس میڈیکل رپورٹ کو پڑھ رہے تھے۔ بیشک اس سے یہ ظاہر ہورہا تھا کہ ٹریسا نے خودکشی کی ہے۔ لیکن یہ سوال بھی پیدا ہورہا تھا کہ فون پر اطلاع دینے والے کسی اجنبی شخص نے اسے قتل کی واردات کیوں کہا؟ اسے کیسے معلوم ہوا کہ بند کمرے میں ٹریسا ہلاک ہوچکی ہے؟

یہ سوالات انسپکٹر کو بھی الجھاتے رہے تھے۔ لیکن جب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ساری حقیقت واضح کردی تو اس نے یہ سوچ کر اس کیس کو خارج کردیا کہ شائد کسی نے انہیں ہلاکت کی بات کہہ کر بھٹکانے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا خوامخواہ سر کھپانے اور وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے، اس فائل کو بند کردیا جائے۔

لیکن ہم ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ ٹریسا کا کیس ہمارے ہاتھوں میں آچکا تھا۔ اب یہ معلوم کرنا ہمارا کام تھا کہ ایک خودکشی کے واقعے کو قتل کی واردات کیوں قرار دیا گیا؟ پولیس کو غلط اطلاع دینے والے کے اپنے کیا مقاصد ہوسکتے ہیں؟ ان کے علاوہ سب سے اہم سوال یہی تھا کہ بند کمرے کی بات باہر کیسے نکلی؟ جبکہ گھر کے افراد اس سانحے سے بے خبر تھے۔

جائے وقوعہ سے ملنے والی تمام چیزیں ہم نے اپنی تحویل میں لے لیں۔ ان میں دواؤں اور انہیلر کے علاوہ ٹریسا کی میڈیکل فائل بھی موجود تھی۔ میں اسے تفصیلی طور پر پڑھنے لگا اور میرے ساتھی دوسرے زاویوں سے اس کیس کا تجزیہ کرتے رہے۔

[illegible] حمزہ خفیہ طور پر میری نگرانی کررہا تھا۔ دوسرے دن ہم ٹریسا کیری کے

گھر پہنچ گئے۔ وہاں میلسن کے علاوہ ایک بوڑھی ملازمہ لوری سے ملاقات ہوئی۔ جینا کے بارے میں پوچھا گیا تو پتہ چلا، وہ اپنی ماں کی قبر پر پھول چڑھانے گئی ہوئی ہے۔

میلسن نے کہا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد سارا معاملہ ختم ہوچکا تھا۔ اب کیا مسئلہ ہے؟ آپ لوگوں کو یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد ہی تو اصل مسئلہ شروع ہوا ہے۔"

اس نے ذرا گھبرا کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "پلیز۔ میری مما کی ہلاکت کو معمہ نہ بنائیں۔ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ انہوں نے خودکشی کی تھی۔"

میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "اگر وہ جینا نہیں چاہتی تھیں تو پھر باقاعدگی سے اپنے ڈاکٹر کے پاس کیوں جایا کرتی تھیں؟ نئے نسخوں کے مطابق نئی دوائیں کیوں خریدتی تھیں؟"

وہ میرے سوالوں پر گڑبڑا گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "یہ باتیں آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں نے ان کی میڈیکل فائل پڑھی ہے۔"

اس نے کہا۔ "دراصل.... ان کا مزاج کچھ عجیب سا تھا۔ یہ درست ہے کہ وہ باقاعدگی سے کلینک جاتی تھیں۔ دوائیں بھی خریدتی تھیں۔ مگر کھاتی نہیں تھیں۔"

"کھاتی تھیں....."

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہہ رہی ہے، انہوں نے اپنی ہلاکت سے پندرہ بیس منٹ پہلے تک ایسی دوائیں استعمال کی تھیں، جن کے ذریعے سانسیں کسی حد تک بحال ہوسکتی ہیں۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زندہ رہنا چاہتی تھیں۔"

میں بول رہا تھا اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے انہیلر استعمال کیوں نہیں کیا؟"

وہ کچھ گڑبڑا سا گیا تھا۔ پھر میرے افسران اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ ٹریسا کیری کی میڈیکل فائل پڑھنے کے بعد یہ انکشاف بھی ہوا تھا کہ وہ سدا بہار رہنے کے لئے چھوٹی موٹی کاسمیٹک سرجری کرواتی رہتی تھی۔ یہ سوچنے کی بات تھی کہ جو عورت بقول اس کے بیٹے کے اپنے علاج کے معاملے میں کوتاہی برتتی ہو، وہ ظاہری خوبصورتی کو اس قدر اہمیت کیوں دے گی؟

جینا ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ ایسے وقت مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ میں اس کمرے

سے نکل کر کچن کی طرف آ گیا۔ وہاں بوڑھی ملازمہ لوری ہمارے لئے کافی بنا رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی ذرا ٹھٹک گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''ایک گلاس پانی ملے گا؟''

اس نے فوراً ہی ایک گلاس میں پانی بھر کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق بیٹھ کر پانی پینے کا عادی تھا۔ اس وقت بھی ایک اسٹول پر بیٹھ کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ لوری مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''تم مسلمان ہو؟''

میں گلاس خالی کر کے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''الحمد للہ۔ مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''

اس نے محتاط نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر میرے قریب آ کر بہت ہی دھیرے سے کہا۔ ''میں بھی مسلمان ہوں۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ایک برطانوی خاتون تھی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پھر سرگوشی میں کہا۔ ''ہم نے دو ماہ پہلے اسلام قبول کیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''ہم سے مراد...؟''

وہ سرگوشی میں بولی۔ ''ہم.... یعنی میں اور جینا کیری....''

یہ اتنا خوشگوار انکشاف تھا کہ میرے دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ اب وہ کوئی غیر ملکی برطانوی خاتون نہیں لگ رہی تھی۔ اپنے ہی دین کی، اپنے ہی خاندان کی ایک فرد لگ رہی تھی۔ میں اسے بڑی محبت سے اور عقیدت سے دیکھنے لگا۔

وہ محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''میلسن کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میڈم ٹریسا بھی نہیں جانتی تھیں۔ میرا اسلامی نام زبیدہ ہے اور جینا کا رابعہ رکھا گیا ہے۔''

''مگر یہ باتیں تم مجھے کیوں بتا رہی ہو؟''

اس نے بڑے ہی رازدارانہ انداز میں سرگوشی کی۔ ''کیونکہ تم اس اجنبی انفارمر کے بارے میں تحقیقات کرنے یہاں آئے ہو۔''

''کیا تم اسے جانتی ہو؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ میرا شوہر ہے۔''

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ ''پھر تو تم دونوں قاتل کو بھی جانتے ہو گے؟''

''اس معاملے میں ہم الجھے ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میڈم کو قتل کیا گیا ہے۔ مگر

اس دشمن کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے۔''

''کسی پر شبہ تو ہو گا؟''

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے محتاط لہجے میں بولی۔ ''پہلے میں تمہیں اِس فیملی کا بیک گراؤنڈ بتانا چاہتی ہوں۔''

باہر کوئی آہٹ ہوئی تھی۔ وہ گھبرا گئی۔ پھر سرگوشی میں بولی۔ ''ابھی تفصیلی باتیں نہیں ہو سکیں گی۔ میں پورا ہفتہ یہاں ڈیوٹی دینے کے بعد ہفتے کی رات اپنے گھر چلی جاتی ہوں۔ اور کل ہفتہ ہے۔ تم اپنا کوئی کونٹیکٹ نمبر مجھے دو۔ میں فون کر کے اپنا پتہ لکھواؤں گی۔ پھر تم وہاں چلے آنا۔''

وہ میرے لئے معاون ثابت ہو سکتی تھی۔ میں اسے اپنا موبائل نمبر نوٹ کروا کے کچن سے چلا آیا۔ میلسن کو کسی شبے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر اسے گھر کے بھیدی کا پتہ چل جاتا تو ممکن ہے، میں لوری جیسے معلومات کے اہم ذریعے سے محروم ہو جاتا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جینا کیری سے ملاقات ہوئی۔ جب وہ میرے روبرو آئی تو مجھے یوں لگا، کسی اجنبی لڑکی سے سامنا نہیں ہو رہا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور ہم میں سے ہے۔ مجھے یہ سن کر اچھا لگا تھا کہ دو برطانوی خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں۔ لیکن پہلے لوری کو اور پھر جینا کیری کو دیکھ کر ذرا افسوس بھی ہوا کہ وہ اپنے حالات سے مجبور ہیں۔ کلمہ پڑھنے کے باوجود اپنے حلیے سے اور اپنی باتوں سے خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتیں۔

جینا ایک سیدھی سادی اور خاموش طبع سی لڑکی تھی۔ اس کی گہری سوچتی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں، جیسے وہ کسی الجھن کا شکار ہو۔ اس سے مختلف سوالات کئے گئے۔ لیکن کوئی اہم اور نئی بات معلوم نہ ہو سکی۔ اس نے تقریباً وہی جوابات دیئے جو میلسن نے دیئے تھے۔ میں نے ایک افسر سے کہا۔ ''میں جینا سے تنہائی میں اپنے طور پر کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ میلسن نے بھی کوئی ہچکچاہٹ ظاہر نہیں کی۔ ہم دونوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ میں نے اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں اپنے ساتھیوں کے درمیان اسے اس کے نام سے مخاطب کرتا رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''حیرت ہے، آپ میرا پورا نام جانتے ہیں پھر بھی پوچھ رہے ہیں؟''

''ہاں۔ جانتا ہوں۔ لیکن تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ”جینا... جینا کیری نام ہے۔“

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”تم اب جینا کیری نہیں ہو۔ اپنا اصل نام بتاؤ؟“

اس نے ذرا چونک کر مجھے دیکھا۔ ”یہی میرا اصل نام ہے۔“

”اگر تم جینا کیری ہو تو پھر رابعہ کون ہے؟“

وہ بیٹھے بیٹھے اچھل پڑی۔ شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”رابعہ.... یہ نام آپ کو کیسے معلوم ہوا؟“

”مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے اپنے مسلمان ہونے کی بات میلسن سے چھپائی ہوئی ہے۔ تمہاری ماں کو بھی خبر نہیں تھی۔“

اس کا سر جھک گیا۔ میں نے کہا۔ ”ابھی میں یہاں اس مسئلے پر بحث کرنے نہیں آیا کہ تم نے اتنے اہم معاملے کو پوشیدہ کیوں رکھا ہوا ہے؟ مجھے تمہاری مما کے بارے میں کچھ سوالات کرنے ہیں۔“

اس نے ذرا پہلو بدل کر مجھے دیکھا۔ ”کیا اب بھی کچھ پوچھنے کے لئے رہ گیا ہے؟“

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ”اِس وقت میں جو بھی پوچھوں‘ اس کا بہت سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ‘ کیا تمہیں یقین ہے کہ میڈم ٹریسا خودکشی کر سکتی تھیں؟“

”میرا اور میلسن کا بیان آپ سن چکے ہیں۔ پھر یہ کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی آپ کے سامنے ہے۔“

میں نے ٹریسا کی میڈیکل فائل کھول کر چند کاغذات نکالتے ہوئے کہا۔ ”میرے سامنے تو یہ رپورٹس بھی ہیں۔ ان کے مطابق تمہاری مما کئی بار کاسمیٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے کو اور گزری ہوئی عمر کی شگفتگی کو برقرار رکھنا چاہتی تھیں اور یہ زیادہ پرانی نہیں ہیں۔ پندرہ دن پہلے انہوں نے اپنے ہونٹوں کی سرجری کروائی تھی۔“

وہ ان رپورٹس کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ ”کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ وہ زندگی سے بیزار ہونے کے باوجود ایسی ٹریٹمنٹ کرواتی رہیں؟“

وہ جیسے کسی الجھن میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر ذرا ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ”آپ نے اپنے سوالات میلسن سے تو نہیں پوچھے۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

”کیونکہ ماں اور بیٹی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ کیا تم ان کے معاملات سے باخبر تھیں؟“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ ”اس زاویے سے دیکھا جائے تو تمہاری مما نے خودکشی نہیں کی۔ یہی شبہ ہوتا ہے کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔“

اس نے گھبرا کر مجھے دیکھا۔ ”قتل....؟ لگتا ہے آپ کو کسی نے میرے خلاف بھڑکایا ہے؟“

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسی بات کیوں کہہ رہی ہے؟ میں نے پوچھا۔ ”کوئی مجھے تمہارے خلاف کیوں بھڑکائے گا؟“

وہ ذرا سنبھل گئی۔ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ”وہ۔ بات یہ ہے کہ آئے دن مما سے میری تُو تُو میں میں ہوتی رہتی تھی۔ یہ بات میلسن اور لوری دونوں جانتے ہیں۔“

”بے شک۔ جانتے ہوں گے۔ لیکن انہوں نے تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔ بائی دا وے... ماں بیٹی کے درمیان تُو تُو میں میں کی نوعیت کیا تھی؟“

وہ جلدی سے بولی۔ ”ایسی نہیں تھی کہ محبت کرنے والی بیٹی‘ ماں کی جانی دشمن بن جاتی۔ میں دل کھول کر نہیں دکھا سکتی کہ مما سے مجھے کتنی محبت تھی؟ میں انہیں یاد کر کے روتی رہتی ہوں۔“

فی الحال میں نے اسے مزید کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں لوری سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اس کے ذریعے بڑی اہم معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

دوسری شام اس نے فون کے ذریعے اپنا پتہ ٹھکانہ مجھے بتایا۔ میں فوراً ہی وہاں پہنچ گیا۔ ایسے وقت امیر حمزہ میری نگرانی کرتا رہا۔ وہ اس ایک کمرے کے مکان میں اپنے شوہر جان کے ساتھ رہتی تھی۔

جان نے کہا۔ ”مجھ سے غلطی ہو گئی، جو میں نے پولیس کو فون کیا اور بات اتنی پھیلتی چلی گئی۔“

میں نے کہا۔ ”تم نے کسی وجہ سے ہی ایسا کیا ہوگا۔“

اس کے بجائے لوری نے جواب دیا۔ ”دراصل... جینا اور اس کی ماں کے درمیان اختلافات رہتے تھے۔ وہ بچپن سے جوانی تک یہی سمجھتی آئی کہ دنیا کے دوسرے بچوں کی طرح ان کا بھی ایک باپ ہے۔ اس کی مما جو جوان مردوں سے فلرٹ کرتی پھرتی ہے اور ان کے ساتھ راتیں کالی کرتی پھرتی ہے تو وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔

پھر یہ بھید کھلا کہ ان کا تو کوئی باپ ہی نہیں ہے۔ وہ بہن بھائی ڈنمارک میں پیدا ہوئے تھے۔''

لوری کی باتوں سے ماں بیٹی کے جھگڑوں کی اصل وجہ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ بولی۔ ''جینا اکثر لڑائی جھگڑے کے دوران یہی کہتی تھی کہ اس کا دل چاہتا ہے' وہ اپنی مما کو مار ڈالے۔ ایسی گناہ گار عورت کی صورت نہ دیکھے۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''ایسے وقت میں اسے سمجھاتی تھی۔ وہ جیسی بھی ہے' آخر کو تمہاری ماں ہے۔ اس نے تمہیں جنم دیا ہے۔ جینا روتے ہوئے کہتی تھی' بیشک۔ انہوں نے مجھے نو مہینے اپنے پیٹ میں رکھا۔ زچگی کے درد سے گزر کر مجھے جنم دیا اور شائد یہی وجہ ہے کہ میں ان کے خلاف سوچنے کے باوجود کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھاتی ہوں۔''

لوری نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اس نے کئی بار ماں کو سمجھانا چاہا کہ وہ نائٹ کلب وغیرہ جانا آنا چھوڑ دے۔ لیکن میڈم ثریا نے اس کی ایک نہ سنی۔ اپنی روش پر چلتی رہی۔ اکثر کسی اجنبی کے ساتھ رات کو گھر آتی تھی تو ماں بیٹی کے درمیان خوب لڑائی ہوتی تھی۔''

میں نے پوچھا۔ ''میلسن کا روّیہ کیسا تھا؟ ماں کی مصروفیات پر وہ کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا؟''

''وہ تعلیم کے سلسلے میں جرمنی گیا ہوا تھا۔ ایک ہفتے پہلے ہی یہاں آیا ہے۔ لیکن جب ماں بیٹی کی لڑائی ہوتی تھی تو وہ بھی میڈم کو سمجھاتا تھا کہ اب انہیں بوائے فرینڈز وغیرہ کے جھمیلوں میں نہیں الجھنا چاہئے۔''

''کیا کبھی ماں بیٹے کے درمیان اس معاملے پر تُو تُو میں میں ہوئی؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''کبھی نہیں۔ وہ صرف سمجھاتا تھا۔ جھگڑا نہیں کرتا تھا۔''

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اس کا مطلب ہے' تم دونوں جینا پر شبہ کر رہے ہو؟''

لوری نے جلدی سے کہا۔ ''پہلے ہمیں یہی شبہ ہوا تھا کہ وہ طیش میں آ کر ایسا کر گزری ہے۔ لیکن مجھے اس بچی کی معصومیت پر اور اس کی قسموں پر اعتبار ہے۔ وہ اتنا بڑا قدم اٹھا ہی نہیں سکتی۔''

میں نے ان میاں بیوی کو کریدتے ہوئے پوچھا۔ ''ممکن ہے' میلسن نے ایسا کیا ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''وہ بہت ہی سلجھا ہوا اور ٹھنڈے مزاج کا لڑکا ہے۔ اتنی

بڑی واردات نہیں کر سکتا۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ زندگی سے محبت کرنے والی ثریا نے خودکشی نہیں کی ہے۔ اب لوری اور جان سے حاصل ہونے والی معلومات کے بعد یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ دشمنی گھر کے کسی فرد نے ہی کی ہے۔ اگرچہ انہوں نے جینا یا میلسن کے خلاف کوئی شبہ ظاہر نہیں کیا تھا۔ لیکن میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ چونکہ ماں بیٹی کے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اس لئے جینا پر شبہ یقینی تھا۔ لیکن میلسن کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں قاتل تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ طریقۂ واردات کے بارے میں بھی جانچ پڑتال کر رہا تھا۔ دواؤں پر تحقیق کے دوران یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ لاش کے قریب جو انہیلر پایا گیا' وہ خالی تھا۔ کسی بھی دمے کے مریض کی سانسیں بحال کرنے کے لئے ناکارہ ہو چکا تھا۔

میں نے اسے آلۂ قتل قرار دیتے ہوئے کہا۔ ''ثریا کو یقیناً اس کے ذریعہ ہلاک کیا گیا ہے۔''

میرے ایک ساتھی نے کہا۔ ''ممکن ہے' یہ اچانک ہی ختم ہو گیا ہو اور وہ دھوکے میں ماری گئی ہو۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ثریا جیسے مریض اپنی سانسوں کو بحال رکھنے کے لئے کوئی رِسک نہیں لیتے۔ ایسی دواؤں کا اسٹاک رکھتے ہیں۔ تاکہ ایک اچانک ہی ختم ہو جائے تو فوراً ہی نئے انہیلر کو استعمال میں لایا جا سکے۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ کیونکہ وہاں کوئی دوسرا انہیلر نہیں تھا۔''

میرے ایک اور ساتھی نے کہا۔ ''اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ انہیلر کام نہیں آئے گا تو وہ اسے دور پھینک کر سانسوں کو بحال رکھنے کے لئے متبادل دواؤں کا سہارا لینے لگی۔ لیکن مرض کی شدت کے باعث ان دواؤں نے کوئی اثر نہ دکھایا اور وہ کسی کو مدد کے لئے پکارنے سے پہلے ہی موت کی آغوش میں چلی گئی۔''

ایک ساتھی نے قائل ہو کر کہا۔ ''اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہو سکتا ہے' جس نے ثریا سے دشمنی کرتے ہوئے ایک ناکارہ انہیلر اس کے پاس پہنچایا اور جو اضافی انہیلر اس کے کمرے میں رہا کرتا تھا' اسے غائب کر دیا؟''

ایسے وقت میرے دماغ میں دو ہی نام گردش کر رہے تھے۔ یہ دشمنی یا تو اس سیدھی

سادی معصوم سی لڑکی جینا کیری نے کی تھی یا پھر میلسن کیری نے...



شہناز الماری میں بند تھی۔ گھبراہٹ کے مارے اس کا برا حال تھا۔ اس نے شائد ہی کبھی خدا کو یاد کیا ہو' سجدے میں سر جھکایا ہو اور ہاتھ پھیلا کر دعا مانگی ہو۔ مگر اس وقت بڑی شدت سے خدا کو یاد کررہی تھی۔ ہاتھ نہیں پھیلا سکتی تھی۔ اس لئے دل ہی دل میں گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ ''خان علی الماری کی طرف نہ آئے۔ کسی طرح یہ وقت ٹل جائے۔''

اُدھر وہ بیگ میں سے اپنا ضروری سامان نکالتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔ اِدھر شہناز کو اس کی گنگناہٹ موت کی بھنبھناہٹ لگ رہی تھی۔ پھر وہ بھنبھناہٹ کچھ قریب آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے ایکدم سے سانس روک لی۔ ملک الموت روح قبض کرے تو اسی طرح سانس رک جاتی ہے۔ اگرچہ ابھی روح قبض نہیں کی گئی تھی' ابھی تو وہ فرشتہ گنگناتا ہوا آرہا تھا۔

اس نے گھبرا کر سوچا۔ ''او گاڈ! وہ اسی طرف آرہا ہے۔''

اس کا اندیشہ درست تھا۔ وہ ہینڈ بیگ اٹھائے الماری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہناز کی زندگی میں جیسے آخری لمحات آگئے تھے۔ اب تب میں دروازہ کھلنے ہی والا تھا۔ ایسے وقت موبائل فون کے بزر نے خان علی کو مخاطب کیا۔ اس نے پلٹ کر بیڈ پر پڑے ہوئے فون کو دیکھا۔ پھر بیگ کو وہیں فرش پر رکھ کر اُدھر چلا آیا۔

قریب آنے والی شامت ٹل گئی تھی۔ شہناز نے سکون کی سانس لی۔ لیکن یہ سکون دیرپا نہیں تھا۔ یہ سوچ سوچ کر جان نکلی جارہی تھی کہ وہ ابھی فون پر کسی سے باتیں کررہا ہے۔ کب تک کرتا رہے گا؟ آخر کو رابطہ ختم کرکے اسی طرف آئے گا......

کمرہ نمبر گیارہ میں شاہنواز جاگ چکا تھا۔ اس نے بہن کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اس کے نمبر پنچ کئے۔ پھر فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف بیل جارہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ پھر بہن کی مصروفیت کو سمجھتے ہوئے کال منقطع کردی۔

اُدھر وکی نے شہناز کے پرس سے اس کا موبائل فون نکال کر دیکھا۔ آنے والی کال مِس ہوچکی تھی۔ وہ اس کی اسکرین پر شاہنواز کا نام پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ بھائی اپنی بہن کو پکار رہا ہے۔

وکی اس بات سے بے خبر تھا کہ اسے وجی سمجھتے ہوئے وہ بہن بھائی کیسا کھیل کھیل رہے ہیں؟ اس نے کچھ سوچ کر شاہنواز کے نمبر پنچ کئے۔ پھر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو شہناز.....!''

''میں شہناز نہیں۔ وجی بول رہا ہوں۔''

شاہنواز' وکی پر یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ اسے معلوم ہے' بہن ان لمحات میں اس کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ ''تم....؟ مگر یہ تو شہناز کا نمبر ہے۔''

''ہاں۔ اُسی کا ہے۔ لیکن ابھی میرے پاس ہے۔''

''پھر تو شہناز بھی تمہارے پاس ہوگی؟''

''کیا خوب بھائی ہو؟ یہ جانتے ہو' جس مرد کے پاس یہ موبائل فون ہوگا۔ بہن بھی وہیں پہنچی ہوگی۔ بڑے تربیت یافتہ دلال ہو۔''

وہ ذرا ناگواری سے بولا۔ ''پلیز۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ شہناز سے دوستی ہوئی ہے تو میں بھی تمہارا دوست ہوں۔ پھر یہ کہ ہم رشتہ دار ہیں۔ پلیز بتاؤ نا... وہ کہاں ہے؟''

''مجھے تو یاد نہیں کہ ہمارے درمیان کبھی کوئی رشتہ تھا؟ بہرحال وہ خوب دل کھول کر رشتہ نبھانے آئی تھی۔''

بھائی نے چونک کر پوچھا۔ ''آئی تھی کا مطلب..؟ جب اس کا فون تمہارے ہاتھ میں ہے تو پھر وہ کہاں چلی گئی؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''کیا بتائیں برادر...! ہمارے ہاتھ میں تو بس یہ فون ہی رہ گیا ہے۔ وہ تو حمام کے گیلے صابن کی طرح تھی۔ ہاتھ سے پھسل گئی۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''پلیز وجی...! مذاق نہ کرو۔ شہناز سے میری بات کراؤ۔''

''میں فارسی میں نہیں بول رہا ہوں۔ کہا ناں... وہ میرے پاس نہیں ہے۔''

شاہنواز نے پوچھا۔ ''تو پھر کہاں ہے؟''

''جولی لوٹی ہوٹل کے کمرہ نمبر سات میں....''

وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ اپنے غصے کو دباتے ہوئے بولا۔ ''تم پھر مذاق کررہے ہو۔''

''اگر میری باتیں تمہیں مذاق لگ رہی ہیں تو خود جا کر دیکھ لو۔ وہ وہاں خان علی خان کے پاس ہے۔''

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ''خان علی خان...؟ وہ اس کے پاس کہاں سے آگیا؟''

''یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا۔ وہ میرے اور تمہاری بہن کے درمیان اچانک ہی کہاں سے کود پڑتا ہے؟ بہرحال ابھی جو ہوا... بہت برا ہوا۔ جاکر اپنی بہن کی خبر لو۔ وہ بڑی مصیبت میں ہے۔''

وکی نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کیا۔ پھر موبائل فون کو آف کردیا۔ دوسری طرف شاہنواز گڑبڑا کر رہ گیا تھا۔ فوری طور پر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حالیہ صورت حال کے مطابق کیا کرے؟ یہ فکر بھی لاحق ہورہی تھی کہ پتہ نہیں' وہ شہناز کے ساتھ کیسا سلوک کررہا ہوگا؟

خان علی اپنے فون پر بول رہا تھا اور الماری کے اندر شہناز کا دل ڈول رہا تھا۔ وہ اب تب میں رابطہ ختم کرکے اس کی طرف آنے والا تھا۔ بزنس کے سلسلے میں کچھ اہم معاملات طے کئے جارہے تھے۔ اس لئے باتیں بھی لمبی ہورہی تھیں۔

اس نے فون پر کہا۔ ''باقی کام میرا ایجنٹ سنبھال لے گا۔ میں ابھی تمام کاغذات تیار کرکے واپس آیا ہوں''

وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا۔ ''ہاں بھئی۔ میرا کام ہواؤں میں نہیں ہوتا۔ جو کرتا ہوں' زمین پر قدم جما کر کرتا ہوں۔ راستے میں آنے والوں کو زمین میں گاڑ دیتا ہوں۔''

پیرس کی سردی میں شہناز کے بدن سے پسینہ پھوٹ رہا تھا وہ پتہ نہیں' کہاں کہاں سے پھوٹ رہی تھی' ٹوٹ رہی تھی اور بکھر رہی تھی؟ یہ سمجھ رہی تھی' وہ واقعی اسے زندہ گاڑ دے گا۔

اس نے فون پر کہا۔ ''اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ کل ہر حال میں میرے اکاؤنٹ میں مطلوبہ رقم پہنچ جائے۔ کیونکہ میں نے کسی کو ایک لاکھ ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ وعدہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ سمجھو... اسے نبھانے کے لئے ہی جلد بازی کا مظاہرہ کررہا ہوں۔''

شہناز سمجھ گئی کہ وہ اس سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق ایک لاکھ ڈالر دینے کے لئے بے چین ہورہا ہے۔ ایسے شدت سے چاہنے والے کے سامنے اس کی پول کھلے گی تو کیا ہوگا؟ وہ اس سے آگے نہ سوچ سکی۔ لرز کر رہ گئی۔

اُدھر خاموشی چھا گئی تھی۔ رابطہ ختم ہوچکا تھا۔ وہ گنگناتا ہوا بیگ کے پاس آیا۔ پھر اسے

اٹھا کر الماری کی طرف جانے لگا۔

شہناز کی شامت ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔ وہ آنکھیں میچ کر یوں دعائیں مانگنے لگی' جیسے حقیقت سے نظریں چرا رہی ہو۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کے لرزتے ہوئے ہونٹ تھم گئے۔ کان لگا کر سننے لگی۔ پتہ نہیں کون آیا تھا؟ جو بھی تھا' اس کے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہورہا تھا۔

خان علی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پھر شاہنواز کو دیکھ کر بڑی حیرت سے کہا۔ ''اوئے برادر تم...؟ اس وقت یہاں کیا کررہے ہو؟''

شاہنواز تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہاں منفی صورت حال پیش آئے گی۔ خان علی شدید غصے میں ہوگا۔ لیکن وہ تو خلافِ توقع بڑی خوش دلی سے مسکرا رہا تھا۔ شاہنواز کا ایک ہاتھ لباس میں چھپے ہوئے ریوالور پر تھا۔ وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''شہناز کہاں ہے؟''

اُدھر وہ بھائی کی آواز سن کر ذرا مطمئن ہوگئی۔ لیکن یہ سوچ کر پریشان ہونے لگی کہ وہ اُس کے بارے میں سوال کیوں کررہا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو' خان علی اسے دریافت کرنے کے لئے کمرے کی تلاشی شروع کردے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''پلیز۔ شانی...! میرے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔ اِس سے میری جان چھڑانے کی کوئی تدبیر کرو۔''

وہ تدبیر کیسے کرتا؟ جبکہ اسے یہ علم ہی نہیں تھا کہ بہن وہیں دروازے کے پیچھے الماری میں چھپی ہوئی ہے۔ سامنے آئے گی تو خان کے ہاتھوں ضائع ہوجائے گی۔

اِدھر خان علی نے تعجب سے کہا۔ ''شہناز کو تو میں تمہاری ممی کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔''

وہ کن اکھیوں سے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''میں اندر آسکتا ہوں؟''

وہ فوراً ہی ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ ''ہاں آجاؤ۔ مگر یہ بتاؤ شہناز کہاں گئی؟ تم اسے رات کے اس وقت ڈھونڈتے کیوں پھر رہے ہو؟ آخر مسئلہ کیا ہے؟''

اس کے رویے سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ شاہنواز ایکدم سے پریشان ہوگیا۔ وکی کی اطلاع کے مطابق شہناز کو وہاں ہونا چاہئے تھا۔ جبکہ وہ نہیں تھی۔ اور بھائی نے آکر خوامخواہ خان کے کانوں میں یہ بات پہنچا دی تھی کہ بہن اتنی رات کو کہیں گم ہوگئی ہے۔ یعنی اس نے انتہائی حماقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اپنی زبان سے اپنے ہی گھر کا بھیدی بن گیا تھا۔

خان علی نے پوچھا۔ ''کہاں گم ہوگئے؟ مجھے کچھ تو بتاؤ؟ کیا معاملہ ہے؟''

وہ بولا۔ ”شہناز بغیر بتائے کہیں چلی گئی ہے۔ میں یہی سمجھا کہ تمہارے پاس آگئی ہوگی۔“

پھر اس نے اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کرتے ہوئے کہا۔ ”ممی سے پوچھتا ہوں۔ ممکن ہے، میں یہاں آیا ہوں اور وہ وہاں پہنچ چکی ہو۔“

خان علی اپنی چہیتی محبوبہ کی گمشدگی کا سن کر پریشان ہوگیا تھا۔ بے چینی سے شاہنواز کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے رابطہ ہوتے ہی ماں سے پوچھا۔ ”شہناز ادھر آئی ہے؟“

دوسری طرف زرینہ بانو چونک گئی۔ ”مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو؟ وہ تمہارے ساتھ گئی تھی۔“

اس نے بے بسی سے خان کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ”وہ یہاں نہیں ہے۔ میں اس وقت خان علی کے ساتھ ہوٹل کے کمرہ نمبر سات میں ہوں۔“

وہ شدید حیرت سے بولی۔ ”تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ تم اسے وجی کے پاس لے گئے تھے۔ پھر خان علی کا ذکر کیوں کر رہے ہو؟“

ادھر خان علی نے بے چین ہوکر شاہنواز سے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ شہناز کی کوئی خبر مل رہی ہے؟“

زرینہ بانو اس کی آواز سن کر چونک گئی۔ شدید حیرانی اور پریشانی سے بولی۔ ”یہ تو خان علی بول رہا ہے؟“

وہ جھنجھلا کر بولا۔ ”اتنی دیر سے میں کیا بول رہا ہوں؟ ممی! کچھ تو سچویشن کو سمجھا کریں۔“

شاہنواز اُس کی موجودگی میں ماں کو اپنے حالات بتا نہیں سکتا تھا۔ اس نے اتنا کہہ کر فون بند کردیا کہ وہ شہناز کی تلاش میں نکل رہا ہے۔ اگر وہ سوئیٹ میں پہنچے تو فوراً اسے اطلاع دی جائے۔

وہ رابطہ ختم کرکے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ خان علی نے کہا۔ ”وہ صرف تمہاری بہن نہیں، میری جانِ جاناں بھی ہے۔ تم اکیلے نہیں جاؤ گے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔“

شہناز ان کی باتیں سن رہی تھی۔ خان کے وہاں سے جانے کی بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی۔ نجات کی صورت نکل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ بیرونی دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ دونوں وہاں سے جا چکے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک یونہی کھڑی رہی۔ یہ اندیشہ تھا کہ جانے والے کسی ضرورت کے تحت

واپس آسکتے ہیں۔

اس نے کچھ دیر تک انتظار کیا۔ یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ اس کے لئے راستہ کھل چکا ہے۔ وہ الماری کا پٹ کھولتی ہوئی اس تابوت سے نکل کر کھلی فضا میں آگئی۔ یوں گہری گہری سانسیں لینے لگی، جیسے ابھی پیدا ہوکر سانسیں لینا سیکھ رہی ہو۔

اس نے خان علی کے بیگ کو دیکھا۔ وہ الماری سے ذرا دور فرش پر رکھا ہوا تھا۔ گویا قیامت آتے آتے چند قدم کے فاصلے سے ہی پلٹ گئی تھی۔

نیچے خان علی شاہنواز کے ساتھ استقبالیہ کاؤنٹر پر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے کمرے کی چابی کاؤنٹر گرل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میں ذرا جلدی میں ہوں۔ اوپر کمرے میں میرا ایک لباس رکھا ہوا ہے۔ پلیز۔ اسے ابھی استری کے لئے بھجوا دیں۔“

اُدھر وہ دونوں چابی دے کر چلے گئے۔ ادھر شہناز اپنا پرس ڈھونڈنے لگی۔ ایسے وقت اس کی نظر قدِ آدم آئینے پر پڑی تو ایکدم سے ٹھٹک گئی۔ الماری کی بند قبر سے نکلی تھی۔ روپ اجڑ گیا تھا، رنگ اڑ گیا تھا، زلفیں بکھر گئی تھیں۔ کیا قبر میں بھی کوئی لوٹ مار کرتا ہے؟

کوئی بھی لڑکی کسی بھی حال میں دنیا والوں کے سامنے تماشہ نہیں بننا چاہتی۔ وہ تو دوسروں کو تماشہ بنانے کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جلدی جلدی اپنا آپ درست کرنے لگی۔ بڑی مشکل ہے، آئینے کے سامنے کوئی عورت جلدی کر ہی نہیں سکتی۔ موت بھی آئے تو کہتی ہے، بس ذرا ایک منٹ......

ویسے یہ اطمینان تھا کہ خان علی موت کی صورت میں اتنی جلدی واپس نہیں آئے گا۔ اس نے آئینے کے سامنے کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے خود کو دیکھا۔ ہر زاویے سے جانچا، پرکھا۔ پھر مطمئن ہوکر بیرونی دروازے پر آگئی لیکن باہر کسی کی آہٹ سن کر ٹھٹک گئی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید خان علی واپس آگیا ہے۔ وہ ایکدم سے بوکھلا گئی۔ اسی بوکھلاہٹ میں الماری کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔

ایسے وقت دروازہ کھل گیا۔ اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ دروازہ کبھی اچانک پورا نہیں کھلتا۔ آہستہ آہستہ کھلتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی جان نکل رہی تھی۔ موت ایسے ہی توقع کے خلاف دھاوا بولتی ہے۔

کیا خوش بختی ہے؟ موت آتے آتے رہ گئی۔ ملک الموت کا چہرہ بدل گیا۔ وہ خان علی نہیں، ایک ملازم تھا۔ مارنے نہیں، جان میں جان ڈالنے آیا تھا۔ آنے والے ملازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہ دیکھ کر ذہن کو جھٹکا سا لگا کہ چابی اس کے پاس ہے پھر وہ لڑکی

بند کمرے کے اندر کیسے پہنچی؟ اور اگر وہ وہاں پہلے سے موجود تھی تو استری کا آرڈر دینے والے صاحب اسے لاک کر کے کیوں چلے گئے؟ وہ کچھ الجھ سا گیا۔ شہناز کی گھبراہٹ بھی چغلی کھا رہی تھی۔ وہ ذرا سنبھل کر بولی۔ ''کیا کام ہے؟''

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''صاحب کے کپڑے لینے تھے۔''

اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے اسے اندر آنے کو کہا۔ وہ بولا۔ ''مجھے بتایا گیا تھا یہ کمرہ لاکڈ ہے۔ اندر کوئی نہیں ہے۔ لیکن آپ یہاں موجود ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے انتظامیہ کو مطلع کرنا ہوگا۔ آپ یہیں رکیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

وہ پلٹ کر چلا گیا۔ شہناز پریشان ہوگئی۔ وہ جلد از جلد وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔ مگر اب یہ نیا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ ایک طرف خان علی کی واپسی کا دھڑکا لگا ہوا تھا اور دوسری طرف یہ پریشانی بھی لاحق ہونے لگی کہ ہوٹل کی انتظامیہ کو اپنے بارے میں کیا بتائے گی؟ اس سے پوچھا جائے گا' وہ اس کمرے میں بند کیسے ہوگئی تو وہ کیا جواب دے گی؟ وہ سوچ رہی تھی اور الجھ رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا' وہاں سے بھاگ جائے۔ مگر یہ جانتی تھی' ایسا کرے گی تو اور پھنسے گی۔

ملازم نے نیچے آکر کاؤنٹر گرل کو تمام صورتحال بتائی۔ وہ ذرا ٹھٹک گئی۔ تھوڑی دیر پہلے اس کمرے کی چابی کے سلسلے میں اس سے غلطی ہوئی تھی۔ خان علی نے فون پر ریزرویشن کروائی تھی۔ مگر اس نے بے دھیانی میں اس کمرے کی چابی وکی کو دے دی تھی۔ اس غلطی کے باعث منیجر نے اس کی اچھی خاصی کلاس لی تھی۔

اب یہ سننے کے بعد وہ ذرا الجھ سی گئی کہ کوئی لڑکی اس کمرے میں موجود ہے۔ اس نے پہلے وکی کو پھر خان علی کو وہاں تنہا دیکھا تھا۔ یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ وہ لڑکی کون ہے اور اس کمرے میں کیسے پہنچی ہوئی ہے؟

اس نے زیرلب کہا۔ ''ہوں.... ضرور کوئی چکر ہے۔ مجھے منیجر کو اطلاع دینی چاہیے۔''

وہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے زیرلب بڑبڑانے لگی۔ ''سنتے آئے ہیں' نمبر سات کی لکی ہے۔ مگر آج اس کی وجہ سے میری جاب جاتے جاتے رہ گئی۔ اب وہاں ایک لڑکی کی موجودگی الجھا رہی ہے۔ اگر وہ کوئی چور اُچکی ہوئی اور مسٹر خان کا کچھ سامان غائب کر کے یہاں سے فرار ہوگئی تو سارا الزام میرے سر آئے گا۔ کیونکہ مسٹر خان اپنے روم کی چابی میرے حوالے کر کے گئے ہیں۔ منیجر تو میری چھٹی کر دے گا۔ بلکہ مجھے تھانے پہنچا دے گا۔''

رابطہ ہونے پر منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے تمام تفصیلات بتاتے ہوئے

بولی۔ ''آپ وہاں جا کر معلوم کریں' وہ لڑکی کون ہے؟ اگر مسٹر خان کے ساتھ تھی تو وہ اسے لاک کر کے کیوں چلے گئے؟ مجھے تو کوئی گڑبڑ لگ رہی ہے۔''

منیجر فوراً ہی اس ملازم کے ساتھ کمرہ نمبر سات میں پہنچ گیا۔ شہناز سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہمیں تعجب ہے' آپ اس کمرے میں لاک کیسے ہوگئیں؟''

وہ کھسیانے انداز میں مسکرا کر بولی۔ ''بس وہ... جلد بازی میں چلے گئے اور چابی بھی اپنے ساتھ لے گئے۔''

وہ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''آپ مسٹر خان کی گیسٹ ہیں؟''

اس نے ہچکچا کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''نہیں۔ میرا مطلب ہے... ہاں میں اُن کی گیسٹ ہوں۔''

لہجے کی ہچکچاہٹ نے منیجر کو چوکنا کر دیا۔ وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر خان کا نمبر بتائیں؟ میں اُن سے کنفرم کرنا چاہوں گا۔''

خان علی سے رابطہ کرنا' گویا شامت کو دعوت دینے والی بات تھی۔ ایسے وقت قسمت نے ساتھ دیا۔ وہ بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''خان صاحب سے رابطہ کیسے کریں گے؟ وہ اپنا موبائل فون تو یہاں چھوڑ گئے ہیں۔''

منیجر نے سوچتی ہوئی نظروں سے فون کو دیکھا۔ پھر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہمارے ساتھ چلیں۔''

''آپ کے ساتھ...؟ مگر کہاں...؟''

وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''نیچے استقبالیہ کاؤنٹر پر... چونکہ خان صاحب سے رابطہ نہیں ہوا ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ آپ واقعی اُن کی گیسٹ ہیں۔ لہٰذا جب تک ان سے بات نہیں ہو جاتی' یا وہ واپس نہیں آجاتے' تب تک ہم آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔''

اس نے ایکدم سے چونک کر پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا مجھ پر شبہ کر رہے ہیں؟ مجھے قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں؟''

''پلیز میڈم! غصہ نہ کریں۔ ہماری مجبوری کو سمجھیں۔ اگر مسٹر خان کے روم سے ان کی ایک بھی چیز غائب ہوگئی تو سارا الزام ہمارے عملے کے سر آئے گا۔ ہم اپنے ہوٹل کی بدنامی نہیں چاہتے۔''

وہ تڑخ کر بولی۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟ آپ مجھ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں؟''

وہ بولا۔ ''ہم آپ پر کوئی الزام نہیں لگا رہے ہیں۔ مگر یہاں سے جانے کے لئے آپ کو مسٹر خان کا انتظار کرنا ہوگا۔''

آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنے والی بات تھی۔ پنجرہ کھل چکا تھا۔ وہ آزاد ہوچکی تھی۔ لیکن وکی نے ایسے پَر نوچے تھے کہ آزادی کے باوجود پرواز نہیں کرسکتی تھی۔ اندر ہی اندر جھنجھلا رہی تھی۔ منیجر سے بولی۔ ''پلیز۔ میرا وقت ضائع نہ کریں۔ مجھے جانے دیں۔''

وہ کچھ لے دے کر معاملہ ختم کرنا چاہتی تھی۔ لیکن کچھ دینے کے لئے پرس نہیں تھا۔ اسے وکی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ایسی جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرنے والی صورت حال میں شہناز کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنا سر کسی دیوار پر دے مارے۔

وہ منیجر کے ساتھ اس کمرے سے نکل کر نیچے استقبالیہ کاؤنٹر پر آگئی۔ پھر بولی۔ ''پلیز۔ یہاں سے جانے کی کوئی صورت ہے تو مجھے بتائیں؟''

منیجر نے کہا۔ ''دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو مسٹر خان سے فون پر رابطہ ہوجائے یا پھر وہ یہاں آکر اس بات کی تصدیق کردیں کہ آپ واقعی ان کی مہمان ہیں۔''

اور یہ دونوں ہی صورتیں اس کے لئے مصیبت بن سکتی تھیں۔ اس نے بیزار ہوکر بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں دو مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ فرار ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ حالات کی ایسی مار پڑ رہی تھی کہ گرنے کے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

اُدھر وہ دونوں اس کی تلاش میں جگہ جگہ بھٹکتے پھر رہے تھے۔ ایسے وقت خان علی نے اپنی جیبوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اوہو.... میں جلد بازی میں اپنا موبائل ہوٹل میں ہی بھول آیا۔''

شاہنواز نے پوچھا۔ ''تمہیں کہاں کال کرنی ہے؟''

''اس وقت میرے دل ودماغ پر صرف شہناز چھائی ہوئی ہے۔ اسے ہی فون کرنا ہے۔''

شاہنواز نے یہ سن کر سکھ کی سانس لی کہ خان علی کے پاس اس کا موبائل فون نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ شہناز سے رابطے کی کوشش کرتا اور وہاں وکی سے بھی بات ہوتی۔ یہ غنیمت ہی تھا کہ وکی نے شہناز کا موبائل فون بند کررکھا تھا۔ فی الحال کسی بھی نمبر سے رابطہ نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ بات اس نے خان علی کو بتائی تو وہ مزید پریشان ہوگیا۔ اس کا فون لیتے ہوئے

بولا۔ ''میں کوشش کرتا ہوں۔''

شاہنواز نے ذرا پریشان ہوکر اسے دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے رابطہ کرنا چاہا تھا۔ لیکن وکی نے موبائل آف کررکھا تھا۔ اس وقت یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو' یہاں خان علی نمبر پنچ کرے اور وہاں فون آن ملے۔

وہ فون کو کان سے لگائے انتظار کررہا تھا۔ شاہنواز اسے چور نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد جھنجھلا کر بولا۔ ''کیا مصیبت ہے مڑا....! اس کا نمبر تو بند ہے۔''

شاہنواز اس کے ہاتھ سے فون لیتے ہوئے بولا۔ ''میں نے کہا تھا ناں' اس سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔''

ایسے ہی وقت فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسکرین پر دیکھا' زرینہ بانو کال کررہی تھی۔ اس نے فوراً ہی ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو ممی! کیا ہوا شہناز واپس آئی؟''

''نہیں بیٹا...! میں نے تو خود یہی پوچھنے کے لئے فون کیا ہے کہ اس کی کوئی خیر خبر ملی یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ تم نے خان علی کا نام لے کر میرے اوسان خطا کردیئے ہیں۔ اب تو وہ تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔ مجھے بتاؤ' معاملہ کیا ہے؟ وہ وہاں کیسے پہنچ گیا؟''

ادھر خان علی نے بے چین ہوکر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ ممی کیا کہہ رہی ہیں؟ شہناز آگئی یا نہیں...؟''

زرینہ نے چونک کر کہا۔ ''او گاڈ! وہ تمہارے ساتھ ہے؟''

شاہنواز نے خان سے کہا۔ ''شہناز وہاں نہیں ہے''

پھر اس نے فون پر کہا۔ ''او کے ممی! اب تو آپ کو حالات کا اندازہ ہوگیا ہے۔ ہم اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ابھی فون بند کررہا ہوں۔ بعد میں رابطہ کروں گا۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔ مگر جیسے ہی شہناز کی کوئی اطلاع ملے فوراً مجھے فون کرنا۔''

وہ اس شہر کے مختلف تفریحی مقامات پر اور شاپنگ سینٹر وغیرہ میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا؟ شاہنواز نے تھک کر اپنی گاڑی سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' وہ کہاں جاسکتی ہے؟''

وہ آتے جاتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر بولا۔ ''اپنی ممی کو پھر فون کرو۔ ہوسکتا ہے' وہ وہاں پہنچ چکی ہو۔''

''کیا بات کرتے ہو خان علی...؟ اگر وہ پہنچ چکی ہوتی تو ممی ہمیں انفارم نہ کرتیں؟''

خان علی اس کے ہاتھ سے موبائل فون لیتے ہوئے بولا۔ ''ہمیں شہناز کے نمبر پر بھی ٹرائی کرتے رہنا چاہئے۔ ہوسکتا ہے' کسی وقت اس کا فون آن مل جائے۔''

وہ ری ڈائل کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ پھر جھنجلا کر بولا۔ ''یہ تو ابھی تک بند ہے۔''

شاہنواز نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے' ہمیں ممی کے پاس چلنا چاہئے۔ وہاں بیٹھ کر سکون سے سوچا جائے گا کہ اسے کس ذریعے سے تلاش کیا جاسکتا ہے؟''

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگے۔ اس دوران خان علی کی نگاہیں ادھر اُدھر ایسے بھٹک رہی تھیں' جیسے شہناز اسے راستے میں کہیں ملنے والی ہو۔

زرینہ بانو کے پیروں تلے جیسے انگارے بچھ گئے تھے۔ وہ کسی ایک جگہ ٹِک کر بیٹھ نہیں پارہی تھی۔ مسلسل ٹہل رہی تھی۔ منتظر نگاہوں سے بیرونی دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اس دوران اس نے کئی بار بیٹی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔

تھوڑی دیر بعد شاہنواز اور خان علی بھی وہاں پہنچ گئے۔ پھر وہ تینوں سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ شہناز کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کرنا چاہئے؟

خان علی نے کہا۔ ''میں آپ کو اپنے اندر کی بات سمجھا نہیں سکتا۔ جی تو چاہتا ہے' پورے پیرس کو جھنجھوڑ کر رکھ دوں ۔ پتہ نہیں' میری شہناز اس شہر کے کس کونے میں جا کر چھپ گئی ہے؟ اور کیوں چھپ گئی ہے؟ آخر وہ اس وقت باہر گئی کیوں؟ ایسا کیا کام تھا؟''

زرینہ بانو نے ہچکچا کر بیٹے کو دیکھا۔ پھر بات بناتے ہوئے کہا۔ ''اس کی ایک کزن کا فون آیا تھا کہ وہ آج شام کو پیرس آئی ہے اور اس سے ملنا چاہتی ہے۔ وہ اسی کے پاس گئی تھی۔''

''مگر کہاں گئی تھی؟ کوئی پتہ ٹھکانہ تو بتایا ہوگا؟''

''تمہیں تو پتہ ہے' بچوں سے ایسے سوالات نہیں کئے جاتے۔ وہ خود ہی بتا دیتے ہیں کہ کہاں پہنچے ہیں اور کہاں وقت گزار رہے ہیں؟''

شاہنواز نے کہا۔ ''اور اس نے ابھی تک اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ فون کی خاموشی سمجھا رہی ہے' اس کے ساتھ کچھ ایسا ہوگیا ہے' جس کی ہم توقع نہیں کر رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ لوگوں کا یہاں کوئی دشمن تو نہیں ہے؟''

ماں بیٹے نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ زرینہ بانو نے جلدی سے کہا۔ ''نہیں

بیٹا! ہم تو دوست بنانے کے قائل ہیں۔ دشمنوں کو نہیں پالتے۔''

خان علی نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' اسے اغوا کرلیا گیا ہے۔ ہمیں رپورٹ لکھوانی چاہئے۔''

زرینہ نے کہا۔ ''تمہارا اور شہناز کے ڈیڈی کا بزنس پاکستان سے یہاں تک پھیلا ہوا ہے۔ بزنس کمیونٹی میں ہماری بڑی عزت ہے۔ یہاں بھی سینکڑوں کاروباری حضرات ہمیں جانتے ہیں۔ بیٹی کی بات پولیس تک پہنچے گی تو بڑی بدنامی ہوگی۔''

وہ قائل ہوکر بولا۔ ''آپ درست کہتی ہیں۔ شہناز کو اپنے طور پر ہی تلاش کرنا ہوگا۔''

اُدھر وہ تینوں باتیں کررہے تھے۔ اِدھر شہناز چپ چاپ اپنے حالات پر غور کررہی تھی۔ بار بار سہمی ہوئی نظروں سے بیرونی دروازے کو دیکھتی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ ابھی بندوق اٹھائے وہاں پہنچنے ہی والا ہے۔

وہ سوچ سوچ کر ہلکان ہوئی جارہی تھی۔ کوئی راہِ فرار سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے منیجر سے ڈیل کرنا چاہی تھی۔ اسے یہ پیشکش کی تھی کہ وہ اس کے ساتھ سوئیٹ میں چلے۔ وہاں وہ اسے ایک بھاری رقم کا چیک دے سکے گی۔ لیکن وہ اس کی پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے بولا۔ ''آپ اپنی رقم کو ضائع نہ کریں۔ بہتر ہے' خان علی کا انتظار کرتی رہیں۔''

وہ سوچتے سوچتے ذرا چونک گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیا میں ایک فون کرسکتی ہوں؟''

وہ ٹیلی فون سیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''کیوں نہیں....؟''

وہ جلدی سے ریسیور اٹھا کر بھائی کے نمبر پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف شاہنواز کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ خان علی نے اور زرینہ بانو نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اسکرین پر جلنے بجھنے والے نمبر کو غور سے پڑھ رہا تھا۔ یہ تو سمجھ میں آگیا تھا کہ جُولی لُوٹی ہوٹل سے کال کی جارہی ہے۔

خان علی نے بے چین ہوکر پوچھا۔ ''کس کا فون ہے؟ اٹینڈ کیوں نہیں کررہے ہو؟''

اسے شبہ تھا کہ شاید وکی وہاں پہنچ کر اس سے رابطہ کر رہا ہے۔ ممکن ہے' شہناز کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہو۔ وہ خان علی کی موجودگی میں اس سے باتیں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''میری دوست کا فون ہے۔''

پھر ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتا ہوا باہر گیلری میں آگیا۔ دوسری طرف سے بہن

کی آواز سنائی دی۔ شاہنواز نے چونک کر پوچھا۔ ”تم...؟ یہ تو اس ہوٹل کا نمبر ہے۔ کیا تم وہاں ہو؟“

وہ کن اکھیوں سے مینیجر کو دیکھتے ہوئے فون پر بولی۔ ”ہاں۔ ابھی خان علی کے کمرے سے باہر آئی ہوں۔ یہاں کی انتظامیہ مجھ پر شبہ کر رہی ہے۔ یہ لوگ کہہ رہے ہیں' جب تک مسٹر خان یہاں نہیں آئیں گے یا ان سے فون پر بات نہیں ہوگی' تب تک مجھے جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اب تم ہی سوچو... اُس سے سامنا ہوگا تو کیا ہوگا؟“

وہ پریشان ہو کر سرگوشی میں بولا۔ ”مگر ہوٹل والے تم پر شبہ کیوں کر رہے ہیں؟“

”کیونکہ میں غلطی سے اُن کے کمرے میں لاک ہوگئی تھی۔ ابھی تفصیل نہیں بتا سکوں گی۔“

”کمال ہے' تم وہاں تھیں اور مجھے کہیں نظر نہیں آئیں؟ کیا واش روم میں چھپی ہوئی تھیں؟“

”یہی سمجھ لو۔ لیکن یہ سارا مسئلہ وجی کا پیدا کیا ہوا ہے۔“

وہ غصے سے بولا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا' اس کم بخت نے کیسا چکر چلایا ہے؟ ہمیں مصیبتوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ خان علی کو ایک بلا کی طرح ہمارے پیچھے لگا دیا ہے۔“

”ابھی یہ بتاؤ' میں یہاں سے کیسے نکلوں؟“

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سرگوشی میں بولا۔ ”فی الحال خان علی اُدھر نہیں آئے گا۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ میں اُسے روک کر رکھوں گا۔ مگر سوچنا یہ ہے کہ کب تک روک سکتا ہوں اور تمہیں وہاں سے نکالنے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ اسے بھی غنیمت ہی جانو کہ وہ اپنا موبائل فون وہیں بھول آیا ہے۔ ورنہ ہوٹل کی انتظامیہ اس سے رابطہ کر کے تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کر سکتی تھی۔“

وہ کاؤنٹر پر رکھے ہوئے موبائل فون کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ”ہاں۔ اس کا فون یہاں مینیجر کے پاس ہے۔ پلیز۔ مجھے یہاں سے نکالنے کی بات کرو۔ خوامخواہ میرا وقت برباد ہو رہا ہے۔“

ایسے وقت خان علی نے وہاں آتے ہوئے کہا۔ ”او برادر...! تم کیا ادھر کھسر پھسر کر رہے ہو؟“

وہ اسے دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ ”کک۔ کچھ نہیں۔ بس ابھی آتا ہوں۔“

وہ بولا۔ ”اس گرل فرینڈ کو گولی مارو۔ ادھر شہناز کو تلاش کرنے کا مسئلہ اٹکا ہوا ہے اور تم

فون سے چپکے ہوئے ہو؟“

دوسری طرف شہناز اس کی آواز سن کر سہم گئی۔ اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کر دیا۔ شاہنواز نے اس نمبر کو مٹاتے ہوئے کہا۔ ”بس..... ہوگئی بات... چلو.. اندر چلو۔“

وہ اس کے ساتھ ماں کے پاس آگیا۔ یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ بہن خیر خیریت سے ہے۔ دوسری طرف وہ بھی یہ سن کر کسی حد تک مطمئن ہوگئی تھی کہ خان علی' شاہنواز کے ساتھ ہے۔ اب وہ اُسے اس طرف آنے نہیں دے گا۔ لیکن اطمینان کے باوجود یہ مسئلہ اپنی جگہ قائم تھا کہ ہوٹل کی انتظامیہ سے کس طرح جان چھڑائی جائے؟

دوسری طرف خان علی اپنے کسی دوست سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ شہناز کے سلسلے میں وہ اس کے کام آسکتا تھا۔ لیکن اس کا نمبر خان علی کے موبائل فون میں سیو تھا۔ وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے اسے یاد کرنے لگا۔ پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے' مجھے ہوٹل جا کر اپنا فون لے آنا چاہئے۔“

شاہنواز نے گھبرا کر کہا۔ ”ایک نمبر کے لئے اتنی خواری اٹھاؤ گے۔ ہوٹل جاؤ گے پھر آؤ گے۔ اس میں بہت وقت ضائع ہوگا۔ بہتر ہے' اس نمبر کو یاد کرو یا وہ دوست کہیں قریب ہی ہے تو میرے ساتھ وہاں چلو۔“

وہ جلدی سے بولا۔ ”ہاں ہاں۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ میں ابھی جا کر اس سے مل سکتا ہوں۔“

شاہنواز اسے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اٹھتے ہوئے بولا۔ ”چلو۔ میں تمہیں لے چلتا ہوں۔“

وہ انکار کرتے ہوئے بولا۔ ”تم ممی کے پاس رہو اور گاڑی کی چابی مجھے دو۔ یہاں ہوٹل کے نمبر پر شہناز رابطہ کر سکتی ہے۔ میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔“

شاہنواز نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ گاڑی لے جاؤ۔ مگر جولی لوٹی ہوٹل کی طرف جاؤ تو مجھے ساتھ لے جانا۔ بلکہ ممی بھی ہمارے ساتھ جائیں گی۔“

وہ چابی لے کر چلا گیا۔

اُدھر شہناز صوفے پر نڈھال سی بیٹھی ہوئی تھی۔ بیٹھنے کا انداز ایسا تھا' جیسے ہاتھوں پیروں سے جان نکل چکی ہو۔ سزائے موت سنا دی گئی ہو۔ آنے والے لمحات میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

پھر وہی ہوا' جس کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ خان علی کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے

چونک کر ادھر دیکھا۔وہ دروازے سے نہیں آیا تھا۔ شاید فون کے ذریعے وہاں پہنچ رہا تھا۔منیجر نے کال اٹینڈ کر کے اسے کان سے لگایا۔"ہیلو مسٹر خان! آپ کہاں ہیں؟"

شہناز ایکدم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔دیدے پھیلا کر اسے دیکھنے لگی۔وہ دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد کہہ رہا تھا۔"آپ اپنے کمرے میں یہ موبائل فون چھوڑ گئے ہیں۔ورنہ ہم بہت پہلے آپ سے رابطہ کر لیتے۔"

اس نے چپ ہوکر دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر کہا۔"مگر جناب! آپ صرف موبائل فون ہی نہیں۔اپنی ایک مہمان کو بھی یہاں چھوڑ گئے ہیں۔"

شہناز نے ایکدم سے گہری سانس یوں کھینچی۔ جیسے زندگی کی بھیک مانگ رہی ہو۔وہ کہہ رہا تھا۔"معلوم ہوتا ہے' آپ کچھ زیادہ ہی جلدی میں تھے۔بے چاری کو کمرے میں لاکڈ کر گئے۔اب یہ ہماری تحویل میں ہیں۔آپ انہیں جانتے ہیں؟"

شہناز کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔منیجر کی صورت میں خان علی بولتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔اس نے فون پر کہا۔"او کے سر...!"

پھر وہ موبائل فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔"مسٹر خان آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے ذرا پیچھے ہوگئی۔ جیسے وہ فون نہیں تھا' بندوق کی گولی تھی۔اسے لگنے ہی والی تھی۔ بھلا کوئی اپنی موت کو چھونے کی جرأت کر سکتا ہے...؟



منیجر کا فون والا ہاتھ شہناز کی طرف بڑھا ہوا تھا۔خان علی کی کال آئی تھی۔مگر شہناز کو یوں لگ رہا تھا' جیسے موت کال کرتی آرہی ہے۔وہ اسے لینے سے ہچکچا رہی تھی۔شدید پریشانی سے فون کو دیکھ رہی تھی۔منیجر ایسی سوغات پیش کر رہا تھا' جسے قبول کرنے سے پہلے ہی وہ مر جانا چاہتی تھی۔مگر زندگی بہت خوبصورت ہوتی ہے۔پھر ایسی بھری جوانی میں کون مرنا چاہے گا؟

اس نے سہمے ہوئے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر لرزتے ہاتھوں سے فون لے کر کان سے لگا لیا۔اٹکتے ہوئے کہا۔"ہے....ہیلو...!"

دوسری طرف سے جیسے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلنے والی تھی۔اس نے ایک ذرا آنکھیں سکیڑ لیں۔پھر ایکدم سے اچھل پڑی۔دیدے پھاڑتے ہوئے بولی۔"تم...؟"

دوسری طرف سے شاہنواز نے کہا۔"زیادہ حیرانی ظاہر نہ کرو۔میں خان علی بن کر بول رہا ہوں۔منیجر بھی یہی سمجھ رہا ہے۔اسے کسی شبے میں مبتلا نہ کرو۔"

اس نے کن انکھیوں سے منیجر کو دیکھا۔پھر فون پر کہا۔"ان لوگوں نے میرا بہت وقت برباد کیا ہے۔پلیز۔ان سے کہو! مجھے یہاں سے جانے دیں اور وہ کہاں ہے؟"

شاہنواز سمجھ گیا کہ وہ خان علی کے بارے میں پوچھ رہی ہے۔اس نے کہا۔"مطمئن رہو۔فی الحال وہ ادھر نہیں آئے گا۔میں ابھی منیجر سے بات کرتا ہوں۔تم فوراً کسی ٹیکسی میں یہاں پہنچو۔"

وہ ذرا دھیرے سے بولی۔"ٹیکسی کا کرایہ کیسے دوں گی؟ میرے ہاتھ میں تو ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن تم تو اچھی خاصی رقم لے کر گئی تھیں؟"

"میرا پرس وجی لے گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔تم وہاں سے تو نکلو۔یہاں آؤ گی تو میں نیچے آجاؤں گا۔ٹیکسی کا کرایہ ادا کردیا جائے گا۔اب منیجر سے بات کراؤ۔"

اس نے موبائل فون منیجر کی طرف بڑھادیا۔وہ اسے کان سے لگا کر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔پھر بڑے مؤدبانہ انداز میں بولا۔"او کے سر! آپ کی اجازت مل گئی۔اب کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

اس نے رابطہ ختم کرتے ہوئے شہناز سے کہا۔"سوری میڈم! آپ کو پریشانی اٹھانی پڑی۔"

وہ بولی۔"مجھے یہ سوچ سوچ کر ہیبت ہورہی ہے' اگر ابھی مسٹر خان کا فون نہ آتا تو آپ لوگ شاید مجھے صبح تک یہاں بٹھا کر رکھنے والے تھے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔"یقیناً ہم یہی کرتے۔لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ جاسکتی ہیں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔منیجر نے اسے پکارا۔"ایکسیوزمی میڈم.....!"

وہ چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔پلٹ کر اسے دیکھا۔وہ بولا۔"یہ مسٹر خان کا موبائل فون.....؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔"جب وہ یہاں آئیں گے تو آپ سے لے لیں گے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر آگئی۔پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف جانے لگی۔یہ حیرانی کی بات تھی کہ کایا پلٹ کیسے ہوگئی؟ موت کے بجائے بھائی رحمت کا فرشتہ بن کر کیسے آگیا؟ وہ نہیں جانتی تھی کہ بھائی نے کیسا چکر چلایا ہے؟ یہ باتیں اب اس سے مل کر ہی معلوم ہونے والی تھیں۔

پچھلے باب میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ شہناز نے بھائی کو فون پر اپنے حالات بتاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ خان علی کے بند کمرے سے برآمد ہوئی ہے۔لہٰذا ہوٹل کی انتظامیہ اس پر شبہ کررہی ہے۔منیجر کا کہنا ہے' جب تک خان علی خود وہاں نہیں آئے گا یا فون کے ذریعہ ان سے رابطہ نہیں کرے گا' تب تک شہناز کو وہاں سے جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔

اس وقت خان علی اُن ماں بیٹے کے ساتھ سوئیٹ میں موجود تھا۔شہناز کی باتیں سن کر شاہنواز ذرا الجھ گیا۔فوراً ہی سمجھ نہیں پایا کہ بہن کو ہوٹل سے نکالنے کے سلسلے میں کیا کرسکتا ہے؟

اس نے شہناز کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔"فی الحال خان علی اُدھر نہیں آئے گا۔وہ

میرے ساتھ ہے۔میں اُسے روک کر رکھوں گا۔مگر سوچنا یہ ہے کہ کب تک روک سکتا ہوں اور تمہیں وہاں سے نکالنے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟"

شہناز بری طرح پھنس کر رہ گئی تھی۔بھائی اس کی جان چھڑانے کے سلسلے میں سوچ کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ایسے وقت خان علی کو اپنے موبائل فون کی ضرورت محسوس ہوئی۔اس نے ہوٹل جانے کی بات کی تو شاہنواز ایکدم سے اچھل پڑا۔وہاں جانے کا مطلب یہی ہوتا کہ شہناز کی شامت آنے والی تھی۔

لہٰذا شاہنواز نے موبائل فون کے معاملے کو بڑی چالاکی سے ٹالتے ہوئے کہا تھا کہ خان علی جس دوست کا نمبر اپنے فون سے حاصل کرنا چاہتا ہے' اس سے روبرو ملاقات کرلے۔خان علی اس کے مشورے پر عمل کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تب شاہنواز کے شاطر دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ اس کا موبائل فون منیجر کے پاس ہے۔وہ خان علی بن کر اس سے رابطہ کرے گا اور شہناز کو وہاں سے جانے کی اجازت دینے کے لئے کہے گا تو سارا جھمیلا ہی ختم ہوجائے گا۔

اور اس نے یہی کیا تھا۔بہن کو مکھن کے بال کی طرح وہاں سے نکال لایا تھا۔وہ اپنے ہوٹل میں پہنچی تو شاہنواز ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے اس کے ساتھ سوئیٹ میں آگیا۔

زرینہ بانو بیٹی سے لپٹ کر بولی۔"شکر ہے...تم خیریت سے واپس آگئیں۔"

وہ اس سے الگ ہوکر بولی۔"آج تو خان علی کے ہاتھوں میری لکھی گئی تھی۔بس یوں سمجھیں' موت کے منہ سے بچ کر آرہی ہوں۔"

پھر وہ انہیں تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔شاہنواز نے غصے سے کہا۔"وجی نے جان بوجھ کر تمہیں پریشان کیا ہے۔اگر وہ اس وقت خان علی کو نہ روکتا تو کوئی مسئلہ ہی نہ ہوتا۔"

زرینہ بانو نے کہا۔"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ جبکہ وہ شہناز سے ناراض بھی نہیں تھا۔اس کے ساتھ اچھا وقت گزار رہا تھا۔"

بیٹی نے کہا۔"اسے یہ بات بری لگی ہے کہ میں نے خان علی کے سلسلے میں اس سے جھوٹ کیوں بولا؟"

شاہنواز نے کہا۔"دشمن سانپ کی طرح ہوتا ہے۔کبھی دوست بن کر نہیں رہتا۔جب بھی موقع ملتا ہے' ڈس لیتا ہے۔اس نے تمہیں موت کے دہانے پر پہنچا دیا۔مجھے دلال کہا۔یہ گالی میرے دل پر لکھی ہوئی ہے۔جی تو چاہتا ہے' ابھی جا کر اس کا گلا دبا دوں۔بڑی

مشکل سے خود کو روک رہا ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں' دشمن کا سر کچلنے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری ہے۔"

ماں نے کہا۔ "عقلمندی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ دیکھ لینا...! ہمارا یہ صبر اس پر بجلی بن کر گرے گا۔ ایک ہی جھٹکے میں سارے انتقام پورے ہو جائیں گے۔"

پھر وہ بیٹی کا ہاتھ تھام کر معنی خیز لہجے میں بولی۔ "وہ نادان نہیں جانتا۔ آج اُس نے فساد کا ایسا بیج بویا ہے' جس سے اُگنے والی فصل اسے اور اس کے نانا جان کو کنگال بنا کر فٹ پاتھ پر پہنچا دے گی۔"

شہناز کو جس مقصد کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا۔ وہ بڑی حد تک پورا ہو چکا تھا۔ اس نے وکی کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا تھا۔ لیکن ان لمحات کو کیش کرنے کے لئے ابھی تصویری شواہد حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔

تھوڑی دیر بعد خان علی بھی وہاں پہنچ گیا۔ شہناز کو دیکھتے ہی مسرتوں سے نہال ہو کر بولا۔ "تمہیں دیکھ کر لگ رہا ہے' روٹھی ہوئی سانسیں لوٹ کر آ گئی ہیں۔ اب تک کہاں تھیں؟ تمہاری تلاش میں تو میں پورے پیرس کو کھنگالنے والا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ممی نے مجھے بتایا ہے' تم میرے لئے کس قدر پریشان ہوتے رہے ہو؟ یہ سب کچھ سن کر تو دل کر رہا ہے' دوبارہ گم ہو جاؤں۔ تمہیں خوب تڑپاؤں۔"

وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "خدا کو مانو... تمہاری گمشدگی کا ایک ایک لمحہ میں نے سُولی پر لٹک کر گزارا ہے۔"

وہ بولی۔ "حالانکہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں ممی کو بتا کر گئی تھی۔"

"بتا کر جاتیں تو ہم اِدھر اُدھر بھٹکتے کیوں پھرتے؟ تمہیں کم از کم اپنی اُس کزن کا پتہ ٹھکانہ تو بتانا چاہئے تھا۔ اور تو اور اپنا موبائل بھی آف کر رکھا تھا۔ کیا یہ پریشانی میں مبتلا کرنے والی باتیں نہیں ہیں؟"

وہ کان پکڑتے ہوئے بولی۔ "اچھا بابا! غلطی ہو گئی۔ اب بولو کیا سزا دو گے؟"

وہ شاہنواز اور زرینہ بانو سے نظریں چراتے ہوئے بڑی محبت سے مسکرا کر بولا۔ "بہت کڑی سزا دینا چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی موقع نہیں ہے۔"

پھر اس نے زرینہ بانو سے کہا۔ "خدا کا شکر ہے' یہ خیریت سے واپس آئی ہے۔ صبح ہوتے ہی اس کے نام کا صدقہ اتاریں اور خیرات دیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ تم فکر نہ کرو۔ آنکھ کھلتے ہی

پہلا کام یہ کروں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک ان کے درمیان بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ شہناز کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "اب رات بھر خوب آرام کرتی رہو۔ میں صبح دس گیارہ بجے تک یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی شہناز نے شاہنواز نے کہا۔ "اپنا موبائل فون مجھے دو۔"

اس نے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ نمبر ملانے لگی۔ ماں نے پوچھا۔ "اتنی رات گئے کسے کال کر رہی ہو؟"

وہ فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرتے ہوئے بولی۔ "اسی منحوس کو... جس نے ہماری نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔"

دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔ پھر وکی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون.....؟"

وہ جل کر بولی۔ "واہ کیا بات ہے؟ ہمارا سکون تباہ کر کے خود مزے سے سو رہے ہو؟"

"او ہو.....تو تم بول رہی ہو؟"

"ہاں میں بول رہی ہوں۔ حیران ہو رہے ہو گے کہ زندہ کیسے بچ گئی؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "ارے۔ ہم تو تمہاری طویل عمر کی دعائیں مانگتے رہے ہیں۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ وہاں مجھے خان علی کے رحم و کرم پر چھوڑ آئے تھے۔ یہ اچھی طرح جانتے تھے' اگر سامنا ہو گا تو وہ یہ اندازہ کرتے ہی کہ میں تمہارے ساتھ وقت گزارتی رہی ہوں' مجھے گولی سے اڑا دے گا۔"

"ایسے کیسے اڑا دیتا؟ جبکہ میں نے اُسے اتنی مہلت ہی نہیں دی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ذرا عقل سے سوچو ڈارلنگ! اگر میں تمہاری جان کا دشمن ہوتا تو شاہنواز کو اس وقت خان علی کے پاس کیوں بھیجتا؟"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بھائی کو دیکھنے لگی۔ وکی نے کہا۔ "اپنے بھائی سے پوچھو... کیا میں نے اسے خان علی کے متعلق انفارم نہیں کیا تھا؟"

وہ ہاتھ جھٹک کر بولی۔ "میں صرف ایک بات جانتی ہوں' تم نے مجھے جان بوجھ کر

پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ نہ اس وقت خان علی کو روکتے نہ یہ سارا مسئلہ پیدا ہوتا۔“

”تو میں کب منع کر رہا ہوں؟ بیشک۔ میں نے ہی تمہیں پھنسایا اور پھر میں نے ہی بچاؤ کا راستہ بھی ہموار کیا۔“

وہ جھنجھلا کر بولی۔ ”یہی تو پوچھ رہی ہوں‘ تم نے ایسا کیوں کیا؟“

”کیونکہ میں سب کچھ برداشت کرسکتا ہوں۔ لیکن کوئی جھوٹ بول کر مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرے‘ یہ برداشت نہیں کرتا۔ تم نے خان علی کے معاملے میں مجھ سے جھوٹ بولا۔ اس لئے میں نے تمہیں ایک چھوٹی سی سزا دی۔ تاکہ آئندہ سچ بولتی رہو۔“

”بیشک۔ مجھے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے تھا۔ لیکن جانتے ہو‘ تمہاری یہ چھوٹی سی سزا میرے لئے سزائے موت بن سکتی تھی۔“

وہ بیزار ہو کر بولا۔ ”جو بات ہوئی نہیں‘ اسے بار بار کیوں دہرا رہی ہو؟ یہ بتاؤ‘ کل کہاں ملو گی؟“

اس نے بھائی کو دیکھا۔ پھر ماں کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ”کل تو بہت دور ہے۔ میں ابھی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔“

ماں بیٹے نے چونک کر اسے دیکھا۔ اُدھر سے وکی نے کہا۔ ”کیا بات ہے؟ تم تو مجھ سے بھی زیادہ بے چین ہو رہی ہو؟ کہیں زخمی شیرنی کی طرح پلٹ کر حملہ تو نہیں کرنا چاہتیں؟“

”کیا مجھ سے ڈر رہے ہو؟“

”جو ڈرتے ہیں‘ وہ مرتے ہیں۔ جبکہ میں اپنا بچاؤ کرنا خوب جانتا ہوں۔ ابھی ملنا چاہتی ہو تو ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر نوٹ کرلو۔“

”فی الحال میں اپنی چیزیں لینے آرہی ہوں۔ اس لئے کمرے میں ملنا ضروری نہیں ہے۔ میرا پرس اور موبائل فون لے کر ٹولیریز (Tuileries) گارڈن پہنچو۔ میں ابھی وہاں آرہی ہوں۔“

پھر اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ماں نے کہا۔ ”اتنی رات گئے اس سے ملنے جا رہی ہو۔ کیا پھر کوئی خطرہ مول لینا چاہتی ہو؟“

”خطرے کو دور کرنے جا رہی ہوں۔ میرا موبائل فون اُس کے پاس ہے۔ خان علی کسی وقت بھی اس نمبر پر رابطہ کرسکتا ہے۔ یوں سنبھلنے والی بات پھر بگڑ جائے گی۔“

شاہنواز نے کہا۔ ”یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر اُن کے درمیان رابطہ ہوگا تو وکی ہمیں

پھر کسی نئی مصیبت میں الجھا دے گا۔“

شہناز نے کہا۔ ”ابھی اس کے خلاف ہمیں تصویری ثبوت بھی حاصل کرنے ہیں۔ اسی لئے میں نے اسے گارڈن میں بلایا ہے۔ تم اپنا کیمرہ لے کر میرے ساتھ چلو گے۔ میں وہاں اُس سے ملتی رہوں گی۔ تم دور ہی دور سے ہماری تصویریں اتارتے رہنا۔“

بھائی نے خوش ہو کر کہا۔ ”تم تو بہت ہی ارادے کی پکی ہو۔ اس دشمن نے تمہیں کس بری طرح حواس باختہ کیا تھا؟ اس کے باوجود ہار نہیں مان رہی ہو۔ پلٹ کر حملہ کرنے جا رہی ہو۔“

”ایک ہی ملاقات نے سمجھا دیا ہے‘ وہ بہت خطرناک ہے۔ میں جلد از جلد اس معاملے سے نمٹ کر اس سے جان چھڑانا چاہتی ہوں۔“

ماں نے کہا۔ ”یہ معاملہ اتنی جلدی نمٹنے والا نہیں ہے۔ تم کیا سمجھ رہی ہو‘ ایک ہی ملاقات میں بات بن جائے گی؟“

اس نے ماں کو دیکھا۔ وہ ذرا توقف سے بولی۔ ”ابھی تو صرف دانہ ڈال کر جال بچھایا گیا ہے۔ وہ جیسے جیسے دانہ چگتا رہے گا‘ ویسے ویسے ہمارے جال میں الجھتا چلا جائے گا۔“

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں ٹولیریز گارڈن پہنچ گئے۔ وکی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ شاہنواز اس سے ذرا دور ایک اوپن کیفے ٹیریا میں ایسی جگہ بیٹھ گیا‘ جہاں سے اس کی نظروں میں نہ آسکے اور تصویریں اتارنے میں کوئی دشواری بھی نہ ہو۔

شہناز‘ وکی کے پاس آئی تو وہ اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تنہا آئی ہو؟“

وہ ایسے سوال پر ذرا گھبرا گئی۔ پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ یہ شبہ ہو رہا تھا کہ کہیں اس کی نظر بھائی پر نہ پڑ گئی ہو۔ پھر اس نے مطمئن ہو کر پوچھا۔ ”کیا مجھے باراتیوں کے ساتھ آنا چاہئے تھا؟“

وہ مسکرا کر بولا۔ ”باراتی تو خان علی لے کر آئے گا۔“

وہ جلدی سے بولی۔ ”پلیز۔ اس کا نام نہ لو۔ ابھی کہیں نہ کہیں سے نازل ہو جائے گا۔“

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک بینچ پر آکر بیٹھ گئے۔ وکی نے اس کا پرس اور موبائل فون لوٹاتے ہوئے کہا۔ ”اچھی طرح دیکھ لو... میں نے کوئی چیز نہیں چرائی ہے۔“

وہ اس کے پہلو سے لگتے ہوئے بولی۔ ”دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا تو سمجھ گئی ہوں‘ تم چھوٹی موٹی وارداتیں نہیں کرتے۔ بہت بڑے لٹیرے ہو۔ تم نے تو مجھے بری طرح لوٹ لیا ہے۔“

وہ ایک دوسرے سے لگے بیٹھے تھے۔ ذرا اور قریب ہوگئے۔ شاہنواز کیمرے کی آنکھ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اُدھر قربت بڑھ رہی تھی' اِدھر تصویروں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک ایک دوسرے میں مگن رہے۔ پھر وکی ذرا چونک کر الگ ہوگیا۔

شہناز نے پوچھا۔ ''کیا ہوا.....؟''

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اِدھر اُدھر دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔ ''کہیں کوئی گڑبڑ ہے۔''

وہ گھبرا کر اٹھتے ہوئے بولی۔ ''کک... کیسی گڑبڑ؟''

اُدھر شاہنواز بھی فکر مند ہوگیا تھا۔ یہ شبہ ہو رہا تھا کہ شائد وکی اس کی موجودگی کو بھانپ گیا ہے۔ وہ اس کیفے ٹیریا میں پودوں کی باڑ سے اچک کر ان کی تصویریں لیتا رہا تھا۔ لیکن جب وکی اٹھ کر کھڑا ہوا تو وہ فوراً ہی نیچے کو جھک گیا۔ پودوں کے درمیان سے چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔

بھائی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شہناز مطمئن ہو کر وکی کو بازو سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولی۔ ''تمہارے ذہن پر خان علی چھا گیا ہے۔''

''میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔ کبھی کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دیتا۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''اس کا اندازہ مجھے ہوٹل کے کمرے میں ہو چکا ہے۔ اتنے خوبصورت لمحات گزارنے کے بعد بھی تمہیں اپنا بدلہ یاد رہا۔ ویسے تم ہو بہت خطرناک آدمی.....''

''جی دار تو تم بھی بہت ہو۔ انسان خطرات سے بچتا ہے اور تم کھیلنے چلی آئی ہو؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''دل سے مجبور ہو کر آئی ہوں۔''

وہ شہناز سے باتوں کے دوران اِدھر اُدھر بھی دیکھ رہا تھا۔ ایسے میں شاہنواز کو تصویریں اتارنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ وہ چھپ کر انہیں دیکھتا رہا۔ وکی نے کہا۔ ''تم دل سے مجبور ہوتیں تو میرے کمرے میں آتیں۔''

وہ بولی۔ ''تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے جس عذاب میں مبتلا کیا۔ اس کے بعد ذرا سہمی ہوئی ہوں۔ دراصل... تم خان علی کو نہیں جانتے۔''

وہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اب تو خوب جان پہچان ہوتی رہے گی۔ میں دوست بن کر اس کے اندر کی باتیں معلوم کروں گا۔ آخر مجھے بھی تو پتہ چلے' وہ چیز کیا ہے؟''

شہناز ذرا پریشان ہوئی پھر بولی۔ ''اس کے بارے میں جو پوچھنا ہے' مجھ سے

پوچھو۔ دوستی بڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے جتنا دور رہو گے' اتنا ہی بہتر ہوگا۔''

''میں اپنی بہتری خوب سمجھتا ہوں۔ یہ جانتا تھا' تم مجھے اُس سے دور رکھنے کی کوشش کرو گی۔ اسی لئے میں نے اپنے طور پر رابطے کی صورت نکال لی ہے۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کیسی صورت؟''

''ابھی تم نے کہا تھا' میں چھوٹی موٹی وارداتیں نہیں کرتا۔ بہت بڑا لٹیرا ہوں۔ بیشک۔ میں نے تمہارے پرس سے کچھ نہیں چرایا۔ لیکن تمہارے موبائل فون سے اُس کا دل چرا لیا ہے۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے وکی کو دیکھا۔ پھر اپنے موبائل فون کو آپریٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا مطلب؟ میں کچھ سمجھی نہیں...؟''

وہ اپنا موبائل فون اسے دکھاتے ہوئے بولا۔ ''سمجھنے کے لئے اپنے فون کو نہیں... اسے دیکھو...!''

اس نے ادھر دیکھا۔ اس کی روشن اسکرین پر خان علی کے نام کے ساتھ ہی اُس کا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایکدم سے پریشان ہوگئی۔ ہاتھ بڑھا کر اسے لینا چاہتی تھی۔ وکی فوراً ہی پیچھے ہٹ کر اپنے فون کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔ ''خان علی سے دور رہ کر دوستی بڑھانے کا ایک یہی ذریعہ ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''کیوں میری جان کے دشمن بن گئے ہو؟ پلیز۔ اس نمبر کو مٹا دو۔ اگر اسے ہمارے تعلقات کی خبر ہوگئی تو میرے ساتھ ساتھ تم بھی اس کے عذاب سے بچ نہیں پاؤ گے۔ فار گاڈ سیک... اسے بھول جاؤ۔ کوئی خطرہ مول نہ لو۔''

''خطرے کو سمجھنے کے لئے ہی میں نے یہ نمبر نوٹ کیا ہے۔''

وکی نے جیسے اس کی کمزوری اپنی مٹھی میں لے لی تھی۔ وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی تھی۔ کسی بھی صورت اس کے موبائل فون سے خان علی کا نمبر مٹانا چاہتی تھی۔ اپنی کمزوری دور کرنا چاہتی تھی۔ اس نے وکی کی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

وہ اس کی کلائی پکڑتے ہوئے بولا۔ ''آں ہاں... میں نے تمہیں دل تک پہنچنے کی اجازت دی ہے۔ جیب تک نہیں...''

وہ اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے ذرا الجھ کر بولی۔ ''آخر تم خان علی سے پوچھنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہ تو ابھی میں خود نہیں جانتا۔ جب کبھی رابطہ کروں گا' تب سوچوں گا۔''

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ شاہنواز کو ان کی باتیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ لیکن بہن کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ سمجھا رہا تھا' ضرور کوئی پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات ہوئی ہے۔ شہناز اور وکی کے درمیان تھوڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ پھر وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر گارڈن سے باہر آ گئے۔

شہناز اور شاہنواز نے یہ پہلے سے طے کیا ہوا تھا کہ وہ ٹیکسی کے ذریعے وہاں سے جائے گی تاکہ وکی اس کا پیچھا کرے تو کوئی شبے والی بات نہ ہو۔ شاہنواز چھپ کر انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ٹیکسی کی طرف جانے لگی تو وکی نے پوچھا۔ ''کیا گاڑی میں نہیں آئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''ڈرائیونگ کو دل نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے ٹیکسی سے آئی تھی۔ ٹیکسی سے ہی جاؤں گی۔''

وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ ''تو پھر میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔''

شاہنواز دیکھ رہا تھا۔ بہن ٹیکسی میں جانے کے بجائے وکی کے ساتھ اس کی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ شاہنواز بھی اپنی کار میں ان کا پیچھا کرتا وہاں سے جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وکی نے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ شاہنواز اس سے ذرا دور رک گیا تھا۔

جب شہناز عمارت کے اندر چلی گئی اور وکی کی گاڑی دور جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ اپنی کار سے اتر کر سویٹ میں آ گیا۔ وہاں بہن نے یہ دھماکا خیز خبر سنائی کہ وکی نے خان علی کا موبائل نمبر نوٹ کر لیا ہے۔ اب وہ جب چاہے گا' اس سے رابطہ کر سکے گا۔

بھائی نے غصے سے جھنجھلا کر کہا۔ ''یہ وجی بہت ہی چالباز ہے۔ ہمیں بلیک میل کرنے کے لئے اس نے خان علی کا نمبر چرایا ہے۔ ایسے سر پھرے شکار کو قابو کرنے میں تھوڑا وقت تو لگے گا۔ لیکن میں بھی ہار نہیں مانوں گا۔''

شہناز نے پریشان ہو کر کہا۔ ''جب سے اس کم بخت کو ٹریپ کر رہی ہوں' وہ پلٹ کر مجھے پیس ڈالنے اور مار ڈالنے کی حد تک الجھا رہا ہے۔ میرا دم الجھنے لگتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں گئی۔ اگلی سانسیں نہیں لے پاؤں گی۔''

وہ بولا۔ ''تمہیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے۔ سانسیں تو ہم اس کی چھین لینے والے ہیں۔''

''اب میں کوئی رسک نہیں لوں گی۔ اس کے یہ مسلسل حملے میرا دل دہلا رہے ہیں۔''

ماں نے کہا۔ ''کمزوروں کے دل دہلتے ہیں۔ آجکل میں جب اُسے کمزور بناؤ گی' تب

پتہ چلے گا' تم کتنی شہزور ہو اور ہم تمہارے آس پاس چٹان کی طرح کھڑے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ہماری طرف سے کی جانے والی حکمت عملی کئی ماہ بعد رنگ لائے گی۔ لیکن ابھی جو حالات پیدا ہو رہے ہیں' انہیں دیکھ کر لگتا ہے' اُس چھوٹے شکار کے چکر میں خان علی جیسا بڑا شکار بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔''

ماں نے جلدی سے کہا۔ ''خیر کی باتیں کرو۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''جب سے وجی ملا ہے' تب سے خیریت کہاں رہی ہے؟ سیدھی سی بات ہے' میں اس سے بری طرح خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ پلیز شانی...! اس منصوبے کو کینسل کر دو۔ ورنہ ہم بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے۔''

بھائی نے کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

ماں نے کہا۔ ''آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے کی باتیں نہ کرو۔ میں برسوں سے علیم شیرازی کی دولت و جائیداد کو سمیٹنے کی کوششیں کرتی آ رہی ہوں۔ پہلے میں نے سعدیہ کو اپنی بہو بنانا چاہا۔ لیکن اس نے شاہنواز کے رشتے کو ٹھکرا دیا۔ پھر میں نے علیم کو مختلف مقدمات میں الجھاتے ہوئے یہ پیشکش کی کہ وہ تمہارے پاپا کو اپنے کاروبار میں ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنا لے۔ مگر وہ بہت ہی ضدی ہے۔ حالات کی مار کھانے کے باوجود اس نے میری آفر قبول نہیں کی۔ یوں میرا خواب ایک بار پھر ادھورا رہ گیا۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''اب میں وجی کے ذریعہ اپنے خواب کی تعبیر حاصل کرنا چاہتی ہوں اور یہ تب ہی ممکن ہو سکے گا' جب تم اسے پوری طرح اپنے جال میں پھانس لو گی۔''

شہناز نے پریشان ہو کر کہا۔ ''لیکن ممی...! یہ بھی تو دیکھیں' اسے پھانسنے کے لئے مجھے کیسے کیسے خطرات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے؟''

وہ بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ''آج جو ہوا' وہ ہر بار نہیں ہوگا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ خان علی اس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ ورنہ تم ہی بتاؤ' کیا اپنے منصوبے کے مطابق کامیابی حاصل نہیں کر رہی تھیں؟''

اسے وکی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات یاد آنے لگے۔ وہ قائل ہو کر ماں کو دیکھنے لگی۔ بھائی نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ میں اس بار ایسی ٹھوس پلاننگ کروں گا کہ اتفاقیہ طور پر بھی غلطی کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔''

وہ شدید تذبذب کے عالم میں ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔ ''آئندہ جو ہوگا' دیکھا جائے

گا۔ فی الحال خان علی کی طرف دھیان دو۔ اس کا نمبر وکی کے پاس پہنچ چکا ہے۔ ان کے درمیان رابطہ ہوگا تو قیامت آجائے گی۔''

وہ تینوں سوچ میں پڑ گئے۔ اپنی کوئی کمزوری دشمن کے ہاتھوں میں چلی جائے تو راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اس رات انہیں نیند آنے والی نہیں تھی۔ اسی سوچ بچار میں صبح ہوگئی۔

خان علی نے دوسرے دن دس بجے تک آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے وعدے کے مطابق وہاں پہنچ گیا۔ وہ تینوں طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا تھے۔ لیکن اس کا موڈ دیکھ کر یہ اطمینان ہوگیا کہ وکی نے اب تک اس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ پھر بھی وہ کچھ الجھا الجھا سا دکھائی دے رہا تھا۔

زرینہ بانو نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے بیٹا...! تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''جب سے اُس ہوٹل میں کمرہ لیا ہے' عجیب و غریب تماشے ہو رہے ہیں۔''

وہ تینوں ہی ذرا سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ بولا۔ ''پہلے وہاں میرے بجائے کوئی اور شخص پہنچ گیا۔ پھر جب میں شاہنواز کے ساتھ شہناز کو ڈھونڈنے نکلا تو پتہ چلا' میرے کمرے سے ایک لڑکی برآمد ہوئی ہے۔''

شہناز نے پہلو بدل کر اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''تمہاری طرف سے مطمئن ہونے کے بعد جب میں رات گئے ہوٹل پہنچا تو مینیجر نے بتایا کہ میں نے فون کر کے اس لڑکی کو وہاں سے جانے کی اجازت دی تھی۔ جبکہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں تو تمہارے معاملے میں مصروف تھا۔''

وہ ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔ ''مینیجر کی باتوں نے مجھے الجھا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ لڑکی کون تھی؟ میرے کمرے میں کیسے پہنچی؟ آخر اس کا مقصد کیا تھا؟ پھر وہ فون کرنے والا کون تھا' جس نے میرے نام سے جھوٹ بول کر اس لڑکی کو وہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا؟''

شاہنواز نے کن انکھیوں سے بہن کو دیکھا۔ پھر خان علی سے کہا۔ ''یقیناً وہ کوئی چور اُچکی ہوگی۔ کیا تمہارے کمرے سے کوئی قیمتی سامان غائب ہوا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہی تو الجھن ہے۔ اس نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ حتیٰ کہ مینیجر اسے میرا موبائل فون دینا چاہتا تھا۔ لیکن وہ انکار کر کے چلی گئی۔''

شہناز نے موضوع بدلنے کے لئے کہا۔ ''جب اس نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اس کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان کیوں ہو رہے ہو؟''

''سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ وہ بند کمرے کے اندر کیسے پہنچ گئی؟ جبکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے' میں دروازہ لاک کر کے آیا تھا۔''

زرینہ نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے' اس کا تعلق اس شخص سے ہو' جو تم سے پہلے اُس کمرے میں موجود تھا۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے زرینہ کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ''اس کا مطلب' اس شخص نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ اس کی گرل فرینڈ اپنا پرس بھول کر چلی گئی ہے۔ جبکہ وہ گئی نہیں تھی۔ کمرے میں ہی کہیں چھپی ہوئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ میری نظروں میں آتی' میں شاہنواز کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔''

شاہنواز نے جلدی سے کہا۔ ''یقیناً یہی بات ہوگی۔ ممکن ہے' وہ اپنی گرل فرینڈ سے جان چھڑانا چاہتا ہو۔ اسی لئے اسے تم جیسے اجنبی کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔''

خان علی نے ذرا سوچنے کے بعد کہا۔ ''مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ایسا کر رہا تھا تو وہ لڑکی چھپ کر کیوں بیٹھی رہی؟ فوراً ہی سامنے کیوں نہیں آئی؟''

شاہنواز نے معنی خیز انداز میں اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ ''سمجھا کرو' وہ بند کمرے میں اس کے ساتھ تھی۔ پتہ نہیں' کیسی حالت میں ہوگی' جو سامنے نہ آسکی۔''

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن.... یہ بات بھی الجھا رہی ہے کہ کسی اجنبی کو میرا موبائل نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

شہناز نے اس کے بازو سے لگتے ہوئے کہا۔ ''اب چھوڑو بھی اس بحث کو... یہ بتاؤ' ابھی مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

وہ اس سے آ کر لگی تو جیسے سارے مسائل دور ہوگئے۔ وہ ہوٹل والے معاملے کو ذہن سے جھٹک کر بولا۔ ''مجھے یاد ہے' کل تم کسی ہیرے کے سیٹ کا ذکر کر رہی تھیں۔''

اس نے کہا۔ ''وہ تو خریدنا ہی ہے۔ لیکن پہلے ہم آؤٹنگ کریں گے۔ اس کے بعد شاپنگ کرتے ہوئے واپس آئیں گے۔''

وہ دونوں تفریح کے لئے نکل گئے۔ راستے میں شہناز نے خواہش ظاہر کی کہ وہ کشتی میں دریا کی سیر کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا وہ اسے دریا کنارے لے آیا۔ اس دوران شہناز کا سارا دھیان اس کے موبائل فون کی طرف تھا۔ وہ جب بھی بجتا تھا۔ شہناز کے اندر خطرے کی

گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔

کشتی دھیرے دھیرے ڈولتی ہوئی' پانی کی لہروں سے کھیلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔ خان علی بہت خوش تھا۔ چہیتی محبوبہ کے ساتھ محبت بھرے لمحات گزارنے کے لیے بہت ہی رومانوی ماحول میسر آیا تھا۔ ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کے ساتھ جیسے وہ بھی جھوم رہا تھا۔ شہناز کو نہ جانے کن کن زاویوں سے تول رہا تھا۔ وہ ہلکان ہوئی جارہی تھی۔

ایک گہری سانس لے کر اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔ ''توبہ ہے۔ تمہیں انگلی تھماؤ تو پہونچے تک پہنچ جاتے ہو۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''تم میری جاگیر ہو اور ہم جیسے جاگیردار اپنی ملکیت کے ذرّے ذرّے پر نظر رکھتے ہیں۔''

وہ مچلتی ہوئی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر اپنا موبائل فون نکالا۔ پھر اسے آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''اوہو... اس کی تو بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے۔ ذرا اپنا موبائل دینا۔''

اس نے جیب سے فون نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ ''کسے کال کرنی ہے؟''

وہ اسے لیتے ہوئے بولی۔ ''ممی سے بات کروں گی۔''

وہ نمبر پنچ کرتے ہوئے پانی کی طرف گھوم گئی۔ ایک ذرا انتظار کرنے کے بعد بولی۔

''ہیلو ممی...!''

وہ خیالی ممی کو مخاطب کر رہی تھی۔ جبکہ رابطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ تو کچھ اور ہی کر گزرنے والی تھی۔ اس نے چور نظروں سے خان علی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ ''ممی! یہ بھی کوئی جوک سنانے کا وقت ہے؟ چلیں... سنا دیں۔''

وہ ایسے چپ ہوگئی' جیسے لطیفہ سن رہی ہو۔ پھر یکبارگی قہقہہ لگاتے ہوئے پانی کی طرف جھکی اور موبائل کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے پانی میں ڈوب کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

وہ فوراً ہی جھک کر پانی پر ہاتھ مارتے ہوئے چلائی۔ ''خان علی....! وہ.... موبائل....''

اس نے بھی فون کو ہاتھ سے پھسلتے اور پانی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔ لیکن اسے موبائل فون سے زیادہ اپنی محبوبہ کی فکر تھی۔ وہ اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا۔ ''کیا کرتی ہو؟''

وہ شدید پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ ''تمہارا فون پانی میں چلا گیا ہے۔''

''میں نے بھی دیکھا ہے۔ وہ ڈوب چکا ہے۔ کیا تم بھی ڈوب جانا چاہتی ہو؟''

''لیکن اب ہوگا کیا؟ اسے کیسے...''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''لعنت بھیجو اس پر.. ابھی مارکیٹ جائیں گے تو دوسرا خرید لیں گے۔''

وہ خان علی کے سامنے پریشانی ظاہر کر رہی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھی۔ اس نے موبائل فون کو ہی نہیں' وکی کے تمام مخالفانہ منصوبوں کو بھی دریا برد کر دیا تھا۔ اب وہ اس کے ذریعے خان علی تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے شہناز کو بلیک میل کرنے کے لئے جو چال چلی تھی۔ اسے بڑی مکاری سے پانی میں غرق کر دیا گیا تھا۔ نہ فون رہا تھا' نہ سم رہی تھی اور نہ وہ نمبر رہے تھے۔ بڑا نمبری بن رہا تھا۔ عورت چاہے تو مردوں کو اسی طرح گنتی بھلا دیتی ہے۔



میں ٹریسا کیری کے قتل کی واردات کے سلسلے میں اپنی ٹیم کے ساتھ بیز واٹر پہنچا ہوا تھا۔ وہاں مقتولہ کی بوڑھی ملازمہ لوری کے ذریعے بڑی اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ سب سے اہم انکشاف تو یہ ہوا تھا کہ لوری نے اور مقتولہ کی بیٹی جینا کیری نے دو ماہ پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مجھے ان دونوں خواتین سے قدرتی طور پر انسیت سی ہوگئی تھی۔ لوری کا اسلامی نام زبیدہ تھا اور جینا کیری کا نام رابعہ رکھا گیا تھا۔

ٹریسا کیری کی ہلاکت بظاہر ایک خودکشی کی واردات لگ رہی تھی۔ وہاں کے انسپکٹر کا بھی یہی کہنا تھا۔ لیکن ہمارا دماغ اس اجنبی انفارمر میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ جس نے فون کے ذریعے پولیس والوں کو یہ اطلاع دی تھی کہ ٹریسا کا قتل ہوچکا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ سوال کھٹک رہا تھا کہ جب اس نے خودکشی کی ہے تو اُسے قتل کی واردات کیوں کہا گیا؟

پھر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کو تفصیلی طور پر پڑھنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوتی چلی گئی کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے۔ وہ سانس کی مریضہ تھی۔ اسے خالی انہیلر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا تھا کہ ٹریسا سے ایسی دشمنی کون کر سکتا ہے؟

جینا کے علاوہ اس کا ایک جوان بیٹا میلسن کیری تھا۔ تحقیقات کے دوران یہ بات بڑی حد تک واضح ہوگئی تھی کہ اسے گھر کے کسی فرد نے ہلاک کیا ہے۔ لوری یعنی زبیدہ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق میلسن ایک ٹھنڈے مزاج والا نوجوان تھا۔ اس کے برعکس جینا

یعنی رابعہ اکثر ماں سے لڑتی جھگڑتی رہتی تھی اور ان چھوٹے بڑے جھگڑوں کی بنیادی وجہ ثریا کی غیر ضروری مصروفیات تھیں۔

اس کا نائٹ کلب میں راتیں کالی کرنا اور ڈانس پارٹیاں وغیرہ اٹینڈ کرنا جینا کو ناگوار گزرتا تھا۔ وہ کہتی تھی۔ ''پلیز مما! اگر آئینہ آپ کو جوان کہتا ہے تو اپنی اس جوان بیٹی کو دیکھیں... اندر کا بڑھاپا محسوس ہوگا۔ کب تک بالوں میں خضاب لگاتی رہیں گی؟ کب تک کاسمیٹک سرجری کے ذریعہ جھریوں کو چھپاتی رہیں گی؟''

اکثر عورتیں بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھو کر بھی یہ نہیں مانتیں کہ عمر رسیدہ ہو چکی ہیں۔خاص طور پر مغربی خواتین کو پرائے مردوں سے چاہے جانے اور نائٹ کلب کی رنگینیوں میں گم ہوجانے کا ایسا چسکا پڑتا ہے کہ وہ جگہ جگہ سے اپنی ٹوٹ پھوٹ کو درست کراتی رہتی ہیں۔

بیٹی کی باتیں سن کر ثریا ناگواری سے کہتی تھی۔ ''تم کیا جانو' میری عمر کیا ہے؟ میں چودہ برس میں ماں بن گئی تھی۔ یہ جو میلسن ہے اور تم ہو....''

جینا ماں کو آگے بولنے سے روک دیتی تھی۔ ''بس کریں مما! کئی بار سن چکی ہوں۔عمر کا حساب بتانے کے بعد کہیں گی' آپ ہماری ماں نہیں' بڑی بہن لگتی ہیں۔''

وہ غصے سے بھڑک کر کہتی تھی۔ ''کیا میں جھوٹ بولتی ہوں؟''

''اس گھر میں دو ہی ایسے ہیں' جو جھوٹ نہیں بولتے۔ ایک آپ ہیں اور دوسرا آئینہ۔''

زبیدہ نے یہ بھی بتایا تھا کہ جب ثریا اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ رات گئے گھر لوٹتی تھی تو ماں بیٹی کے درمیان خوب لڑائی ہوتی تھی۔ایسے وقت جینا ماں کو ہلاک کرنے کی بات کرتی تھی اور ایسی بات کرتے ہی رونے لگتی تھی۔ یہ سوچ کر پگھل جاتی تھی کہ ثریا نے اسے جنم دیا ہے۔ ماں جیسی بھی ہو' اس کی تعظیم لازمی ہوتی ہے۔

میلسن کیری کو بھی ماں کی ایسی مصروفیات پر اعتراض تھا۔لیکن ان کے درمیان بھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔اس کے اور جینا کے بارے میں زبیدہ کا کہنا تھا۔ ''بیشک وہ ماں سے جھگڑا کرتی رہتی تھی ۔اسے قتل کرنے کی بات بھی کرتی تھی۔لیکن اتنا بڑا قدم کبھی نہیں اٹھا سکتی اور میلسن تو اپنی ماں پر جان چھڑکتا تھا۔ بھلا وہ اس کا دشمن کیسے ہوسکتا ہے؟''

زبیدہ اپنے خیالات کے مطابق کچھ بھی کہتی رہے۔ لیکن میرا دھیان اس معصوم سی لڑکی جینا کیری یعنی رابعہ کی طرف ہی تھا۔ممکن ہے' اس نے غصے میں آکر ایک خالی انہیلر ماں کے پاس پہنچا دیا ہو۔یہ ایسی سیدھی سادی سی واردات تھی کہ میں اُس لڑکی پر یقین کی حد

تک شبہ کر رہا تھا اور اسی لئے اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

چونکہ وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوئی تھی۔ اس لئے بھائی سے چھپ کر ایک دینی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے جاتی تھی۔ اس روز وہ ادارے سے باہر آئی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو رابعہ....!''

وہ اپنا نام سن کر چونک گئی۔ پلٹ کر مجھے دیکھتے ہوئے حیرانی سے بولی۔ ''آپ یہاں.....؟''

وہ اسلامی روایات کے مطابق اسکارف اوڑھے ہوئے تھی۔ بڑی ہی معصوم اور پیاری سی لگ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ قتل جیسی واردات کی مرتکب ہو سکتی ہے۔

میں نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ ''تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں۔''

وہ کچھ گھبرا سی گئی تھی۔ انداز ایسا تھا' جیسے مجھ سے کترانا چاہتی ہو۔ ذرا ہچکچا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ایسی کون سی اہم باتیں ہیں' جو آپ مجھے یوں سرِ راہ روک رہے ہیں؟''

''وہ باتیں یہاں نہیں ہوسکیں گی۔ کیا ہم کہیں بیٹھ سکتے ہیں؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''تمہاری مما کی ہلاکت کا معمہ ابھی حل نہیں ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں تمہارا اور میلسن کا تعاون درکار رہے گا۔''

وہ انکار نہ کر سکی۔ میرے ساتھ ایک قریبی ریسٹورنٹ میں آگئی۔ وہاں اسکارف اتار کر بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔ ''میرا خیال' آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں؟''

''شبہ کرنے کی کوئی تو وجہ ہوگی؟''

وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''ایک ہی وجہ ہے کہ میں مما سے لڑتی رہتی تھی۔''

میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اور انہیں جان سے مار ڈالنے کے نیک ارادے بھی ظاہر کرتی تھیں؟''

اس نے ایکدم سے نظریں اٹھا کر بڑے دکھ سے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''کہنے میں اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔''

میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔ ''غصے اور جنون میں انسان ایسے ایسے کام کر گزرتا ہے' جو عام حالات میں سوچے بھی نہیں جاسکتے۔''

وہ بولی۔ ''مما کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہلاک کیا گیا ہے۔ کیا کوئی بھی جنون

میں مبتلا ہونے والا شخص ایسی زبردست منصوبہ بندی کر سکتا ہے؟"

اس کا یہ سوال قابلِ غور تھا۔ میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "غصے سے بھرا ہوا شخص اپنے مخالف کو مارنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہیں کرتا۔ فوری طور پر اس کی سمجھ میں جو آتا ہے، وہ کر گزرتا ہے۔ لڑائی کے دوران میری سمجھ میں بھی بس اتنا ہی آتا تھا کہ میں کوئی چیز اٹھا کر انہیں دے ماروں۔ یا پھر کچن کی چھری ان کے پیٹ میں اتار دوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اگر میں نے انہیں ہلاک کیا ہوتا تو واردات کی نوعیت ایسی نہ ہوتی، جیسی اب ہے۔"

میں نے قائل ہو کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں بھی مما کے دشمن کو تلاش کر رہی ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا، وہ ایسا کون تھا، جو انہیں بند کرے میں ہلاک کر کے چلا گیا اور ہمیں خبر تک نہ ہوئی؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ بولی۔ "یہ بھی ایک معمہ ہے کہ انہیں کس چیز سے ہلاک کیا گیا؟"

میں نے کہا۔ "یہ معمہ حل ہو چکا ہے۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "انہیں انہیلر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔"

وہ ذرا ٹھٹک کر زیرِ لب بولی۔ "انہیلر کے ذریعے...؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ان کے کمرے سے جو انہیلر برآمد ہوا، وہ خالی تھا۔ تمہاری مما کو جب سانس کی تکلیف ہوئی ہوگی اور انہوں نے اسے استعمال کرنا چاہا ہوگا تو پتہ چلا ہوگا کہ وہ سانسیں بحال کرنے کے سلسلے میں ناکارہ ہو چکا ہے۔ ایسے وقت نیا انہیلر استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اُن کے پاس کوئی دوسرا انہیلر نہیں تھا۔"

وہ شدید حیرانی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "دمے کے مریض احتیاطاً اپنے پاس ایک فاضل انہیلر رکھتے ہیں۔ کیا تمہاری مما ایسا نہیں کرتی تھیں؟"

وہ بولی۔ "بیشک۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط رہتی تھیں۔"

"تو پھر ان کے کمرے سے کوئی دوسرا انہیلر کیوں نہیں ملا؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "اس کے علاوہ تمہارا اور میلسن کا یہ بیان کہ میڈم ٹریسا کو اپنی بیماریوں بھری زندگی سے نفرت تھی۔ سراسر

غلط ثابت ہو رہا ہے۔ آخر تم دونوں نے ایسا جھوٹ کیوں بولا؟"

"ہم نے کوئی جھوٹ نہیں بولا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ انہیلر کی محتاجی سے الجھتی تھیں۔ لیکن اس کی اہمیت کو بھی سمجھتی تھیں۔ اسی لئے اُس سے بیزار ہونے کے باوجود اپنے پاس ایک اضافی انہیلر رکھا کرتی تھیں....."

وہ بولتے بولتے اچانک ہی یوں چپ ہو گئی، جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ ذرا کتراتے ہوئے بولی۔ "کک... کچھ نہیں۔"

اس کا انداز تجسس میں مبتلا کر رہا تھا۔ میں نے ٹوہ لینے کے انداز میں کہا۔ "تمہارا تعاون ہمارے لئے بہت اہم ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی۔ "کیا آپ کو یقین ہے، ان کی ہلاکت ایک ناکارہ انہیلر کے باعث ہی ہوئی ہے؟"

"سو فیصد یقین ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی یہی کہہ رہی ہے۔ پھر یہ کہ نہ وہاں کوئی ہتھیار پایا گیا اور نہ ہی کسی قاتل کے وجود کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کھڑکی اور دروازہ اندر سے بند تھا۔"

اس نے قائل ہونے کے انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اگر یہ باتیں تمہاری سمجھ میں آ چکی ہیں تو اب ہمارے نقطہ نظر سے سوچو... کہ انہیلر کے سلسلے میں کس نے ہیرا پھیری کی ہوگی؟ یقیناً کوئی تمہاری مما سے عداوت رکھتا ہوگا۔ اس نے بڑی شاطرانہ چال چلی ہے۔ خود قتل کرنے نہیں آیا۔ مگر اپنا کام بھی دکھا دیا۔ وہ کہتے ہیں ناں... ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے.... اب ذرا سوچو اور سمجھنے کی کوشش کرو، وہ شاطر رنگ باز کون ہو سکتا ہے؟"

وہ کچھ الجھی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "واقعی آپ کی باتیں مجھے اس پہلو سے سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، ایسا کون کر سکتا ہے؟"

پھر وہ چپ ہو گئی۔ اسے اپنے اندر ایک حرارت سی محسوس ہو رہی تھی، جیسے کوئی خیال پک رہا ہو۔ دور تاریکی میں کہیں سے کوئی سگنل مل رہا ہو۔ وہ اس اشارے کو سمجھنے کے بعد ہی مجھ سے کچھ کہہ سکتی تھی۔

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ "میرا خیال ہے، تم کسی اہم

نقطے تک پہنچ رہی ہو اور کچھ الجھی ہوئی بھی ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''آپ درست سمجھ رہے ہیں۔''

''کیا اپنی الجھن مجھے بتانا چاہو گی؟''

وہ بولی۔ ''بعض اوقات حالات اچانک ہی ایسے رخ بدلتے ہیں کہ انسان چکرا کر رہ جاتا ہے۔ تنہا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے گھر میں میلسن ہے' لوری ہے۔ ہم تینوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے معاملات میں شیئر کرتے ہیں۔ میں ان سے باتیں کرنے کے بعد ہی شاید کسی نتیجے تک پہنچ سکوں گی۔''

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ بیشک اس پر شبہ کرتا ہوا وہاں تک آیا تھا۔ لیکن اس سے ملنے اور باتیں کرنے کے دوران وہ شبہ بڑی حد تک زائل ہو چکا تھا۔ اس نے بڑی اہم بات کی تھی کہ کوئی بھی جنون میں مبتلا ہونے والا شخص کسی کو مارنے کے لئے ایک بھرپور منصوبہ بندی نہیں کر سکتا۔ میں اسی حوالے سے سوچتا ہوا مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا۔

اس وقت رابعہ کی باتیں اور اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کسی دشمن تک پہنچ رہی ہے۔ مگر دشمن ایسا ہے' جس کے بارے میں فی الحال کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''اگر تم کسی پر شبہ کر رہی ہو اور اس کی تصدیق کے لئے کچھ وقت لینا چاہتی ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں کل اسی وقت' اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔''

امیر حمزہ خفیہ طور پر میری نگرانی کرتا رہتا تھا۔ کسی بھی حال میں مجھے تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔ اس وقت بھی وہ وہاں موجود تھا۔ ہمیں یہ اندیشہ تھا کہ پاپا کی طرف سے بھیجے جانے والے دشمن صرف ماما کو ہی نہیں' مجھے بھی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ماما کی حفاظت کے لئے بنگلے میں ماسٹر فو کے علاوہ دیگر سیکورٹی گارڈز موجود تھے اور یہاں امیر حمزہ میری حفاظت کر رہا تھا۔

میں رابعہ کے ساتھ ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔ اس سے رخصت ہو کر اپنی گاڑی کی طرف جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت سامنے سڑک سے آنے والی گاڑی نے ہم پر فائر کئے۔ میں نے فوراً ہی رابعہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ ''کم آن... نیچے بیٹھ جاؤ.....''

وہ ایکدم سے بوکھلا گئی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ ایک جھٹکا کھا کر میرے سینے سے آ لگی۔ اسے میرے ساتھ بیٹھنا چاہئے تھا۔ مگر وہ تن گئی تھی۔ سینے سے لگ کر ٹھن گئی تھی۔ جیسے ٹکرانے کے بعد ایک دوسرے سے ٹھن جاتی ہے۔ اُدھر سے

دوبارہ فائر کئے گئے۔ کیا ہونا تھا؟ اور جو ہونا تھا' اس سے کچھ سوا ہو گیا۔

ایسے ہی وقت ایک اندھی گولی اس کے بازو میں انگارے بھرتی ہوئی گزر گئی۔ حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کا منہ کھل گیا' وہ پھیلے ہوئے دیدوں سے صرف مجھے تک رہی تھی۔ نڈھال سی ہو کر پھر ایک بار مجھ سے آ لگی۔ میں فوراً ہی اسے لے کر گاڑی کی آڑ میں بیٹھ گیا۔

وہ میری آغوش میں تھی۔ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ زخمی بازو سے بہنے والا لہو میرے لباس میں جذب ہو رہا تھا۔ درد کی شدت سے آنکھیں بند ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ مجھے تک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی اپنائیت بھر گئی تھی۔

اس وقت تو میں کچھ سمجھ نہیں پایا کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے' زندگی اور موت کے سنگم پر اچانک ہی چاہت پیدا ہو جائے تو ایک باؤلی نہ زندگی کو اہمیت دیتی ہے' نہ موت کو خاطر میں لاتی ہے۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں محبوب کی طرف چلی آتی ہے۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ نیم بے ہوشی میں ڈوب رہی تھی۔

میں نے اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''رابعہ.....! رابعہ...! حوصلہ کرو۔ میں ابھی تمہیں ہوسپٹل لے چلتا ہوں۔''

اِدھر میں اسے سنبھال رہا تھا۔ اُدھر امیر حمزہ نے جوابی فائرنگ کی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ گاڑی آندھی طوفان کی رفتار سے دور جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میرے علاوہ دوسرے راہ گیر بھی فائرنگ سے خوفزدہ ہو کر گاڑیوں کے پیچھے دبک گئے تھے۔

امیر حمزہ دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ مسلسل خون بہتے رہنے کے باعث رابعہ بیہوش ہو گئی تھی۔ میں اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پچھلی سیٹ پر آتے ہوئے بولا۔ ''فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور سب سے قریبی ہوسپٹل میں لے چلو۔''

خطرہ ٹل چکا تھا۔ چھپنے والے راہگیر گاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ امیر حمزہ نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ میں رابعہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر تھا۔ ہماری گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی پھر جیسے ہواؤں میں اڑتی ہوئی ایک اسپتال کی عمارت کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔

میں نے فوراً ہی اتر کر رابعہ کو گود میں اٹھایا۔ اس دوران امیر حمزہ ایک اسٹریچر لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ دو وارڈ بوائے بھی تھے۔ رابعہ کو فوراً ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا۔ وہاں دو ڈاکٹر اسے فوری طبی امداد دینے لگے۔

میں اور امیر حمزہ شیشے کی کھڑکی سے ادھر دیکھ رہے تھے۔ میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ’’یہ معصوم لڑکی خوامخواہ ہماری دشمنی کی زد میں آ گئی ہے۔‘‘

وہ بولا۔ ’’ہمارا شبہ درست نکلا۔ دشمن ہمیں سعدیہ میڈم کی طرف الجھا کر آپ کو نشانہ بنانا چاہتے تھے اور انہوں نے یہی کیا۔‘‘

میری نگاہیں رابعہ پر جمی ہوئی تھیں۔ میں ان لمحات میں ساری دنیا کو بھولا ہوا تھا۔ اس کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہا تھا۔ امیر حمزہ نے کہا۔ ’’آپ ادھر بینچ پر بیٹھ جائیں۔‘‘

’’نہیں۔ جب تک ڈاکٹر کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا بات سامنے نہیں آئے گی، تب تک میں سولی پر لٹکتا رہوں گا۔‘‘

وہ اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولا۔ ’’میں ماسٹر فو سے رابطہ کر کے وہاں کے حالات معلوم کرتا ہوں۔‘‘

مجھے پاپا پر ہی شبہ تھا۔ اب تک انہی کے حوالے سے دشمنی ہوتی چلی آ رہی تھی۔ انہوں نے پھر ایک بار کھلی دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میرے دل میں ان کے لئے نفرت اور بڑھ گئی تھی۔ انہوں نے پہلے ماما کو نشانہ بنایا۔ بیٹے کے ذریعے ماں کو قتل کروانا چاہا۔ وہ تو ان کی قسمت اچھی تھی کہ ماسٹر فو عین موقع پر پہنچ گیا اور اب انہوں نے دوسری بار مجھ پر حملہ کرایا۔ یعنی اپنے ہی لہو کو سرِ راہ اچھالنا چاہا۔ لیکن میرے نام کی گولی رابعہ کو چھو کر گزر گئی۔

مجھے یہ سوچ کر دکھ بھی ہو رہا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا کہ پاپا کے کارندوں نے ایک بے قصور لڑکی کو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔

فون پر رابطہ ہو گیا تھا۔ امیر حمزہ، ماسٹر فو سے وہاں کے حالات دریافت کر رہا تھا۔ میرے دشمن پاپا نے ماما کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ ان کا رخ میری طرف ہی تھا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہیڈ واٹر میں تنہا ہوں۔ لیکن جب میری طرف سے خفیہ طور پر جوابی فائرنگ کی گئی تو ان کے کارندے ذرا بوکھلا کر گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔

پہلے ماسٹر فو نے اور اب امیر حمزہ نے پاپا کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا تھا۔ مجھے اپنے ان دو محافظوں پر فخر تھا۔ اگرچہ انہوں نے مجھے دشمنوں کو پچھاڑنے کے لئے ماہرانہ داؤ پیچ سکھائے تھے۔ پھر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ماہر سراغ رسانوں کی تربیت میں رہ کر میں اس قابل ہو چکا تھا کہ دشمنوں کا تنہا مقابلہ کر سکوں۔ لیکن اب بھی ماسٹر فو اور امیر حمزہ جیسے ذہین استادوں کی ہدایات قدم قدم پر میری رہنمائی کرتی تھیں۔

امیر حمزہ فون پر مصروف تھا۔ ماسٹر فو سے وہاں کے حالات جاننے کے بعد اسے یہاں ہونے والے واقعے کی تفصیلات بتا رہا تھا۔ پھر میری اور ماما کی سیکورٹی کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے بولا۔ ’’دشمنوں کو دوسری بار بھی ناکامی کا سامنا ہوا ہے۔ یقیناً وہ بری طرح جھنجھلا رہے ہوں گے۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ و۔جی بابا اپنے دوسرے معاملات میں الجھنے کے باوجود ان سے غافل نہیں ہیں۔‘‘

وہ چپ ہو کر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پھر بولا۔ ’’بیشک۔ اب جو انتقامی کارروائی کی جائے گی، وہ بہت شدید ہو گی۔ ہمیں پہلے سے زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔‘‘

ادھر وہ فون پر مصروف تھا۔ ادھر مجھے رابعہ کی سلامتی کی فکر ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر باہر آیا۔ میں نے فوراً ہی اس کی طرف بڑھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔ ’’وہ ٹھیک تو ہے ناں....؟ خطرے کی کوئی بات تو نہیں ہے؟‘‘

وہ مجھے تھپکتے ہوئے بولا۔ ’’پریشان نہ ہوں۔ وہ خطرے سے باہر ہے۔ گولی بازو کا گوشت ادھیڑتی ہوئی گزر گئی ہے۔ اس لئے زخم ذرا گہرا ہے۔ خون بھی بہت ضائع ہو چکا ہے۔ کم از کم ایک بوتل خون کی ضرورت ہے۔ آپ فوراً انتظام کریں۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’آپ گروپ بتائیں۔ میں ابھی بلڈ بینک سے رابطہ کرتا ہوں۔‘‘

’’گروپ تو ایسا ہے، جو بڑی مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔ بلڈ بنکوں میں نایاب ہوتا ہے۔‘‘

میں نے ایکدم سے کہا۔ ’’یعنی او نیگیٹو ہے؟‘‘

’’جی ہاں۔ اسی خون کا بندوبست کرنا ہو گا۔‘‘

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ’’پھر تو سمجھیں بندوبست ہو گیا۔ میں او نیگیٹو سر سے پاؤں تک آپ کے سامنے موجود ہوں۔ آپ جتنا خون لینا چاہیں، لے لیں۔‘‘

وہ پلٹ کر اندر جاتے ہوئے بولا۔ ’’تو پھر آئیں میرے ساتھ۔‘‘

میں اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔ حمزہ فون پر ماسٹر سے باتیں کرتا ہوا شیشے کی کھڑکی کے پاس آ گیا تھا۔ وہاں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بہت خوش تھا۔ ایک تو یہ کہ رابعہ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں رہا تھا اور دوسرا یہ کہ میرا خون اسے نئی زندگی دینے والا تھا۔

پہلے میرا بلڈ گروپ چیک کیا گیا۔ پھر مطمئن ہونے کے بعد انتقالِ خون کے لئے مجھے رابعہ کے قریب ہی ایک بیڈ پر لٹا دیا گیا۔ میں نے شیشے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ فون کا رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ امیر حمزہ تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتا رہا۔ پھر میرے انتظار میں اِدھر سے

اُدھر ٹہلنے لگا۔

میں نے سر گھما کر رابعہ کو دیکھا۔ وہ بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ میرے جسم سے لیا جانے والا خون اس کے جسم میں منتقل ہورہا تھا۔ کچھ ہورہا تھا' قدرت کوئی تماشہ کررہی تھی۔ وہ مجھ سے دور تھی۔ مگر مجھے اس کے اندر پہنچا رہی تھی۔ جانے انجانے میں دو افراد مختلف ڈگر سے چلتے ہوئے کس طرح ایک ہی موڑ پر آجاتے ہیں' یہ بات ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

سیدھی سی بات یہ ہے کہ بچپن ہی سے بدترین حالات مجھے بری طرح رگیدتے آرہے تھے۔ تب سے اب تک میرے ہاتھوں میں کبھی شاعری کی کتاب نہیں آئی۔ دماغ میں بارود بھرتا چلا گیا۔ اسی لئے ان لمحات میں میری سوچ محبوبانہ نہیں تھی۔ میں انسانیت کے ناطے اس کے کام آنا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں' وہ کس ناطے ڈھال بن کر میری جگہ زخمی ہوگئی تھی؟ ایسا اتفاقاً ہوا تھا یا اس کے اندر کوئی چور جذبہ تھا؟ اس سلسلے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ زندگی میں بس ایسا ہی ہوتا ہے۔ کچھ ہونے اور نہ ہونے کے دوران کبھی بہت کچھ ہوجاتا ہے اور کبھی کچھ ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے۔

مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ میری وجہ سے زخمی ہوئی تھی اور میں ہی اس کا مرہم بن رہا تھا۔ یہ دکھ بھی تھا کہ وہ میرے حصے کا زخم کھا کر اسپتال پہنچی ہوئی تھی۔ گولی لگنے کے پہلے لمحے سے لے کر اب تک میرے حصے کی اذیت برداشت کررہی تھی۔ اگر اسے اسپتال پہنچانے میں ذرا دیر ہوجاتی یا گولی چھو کر گزرنے کے بجائے اس کے جسم میں پیوست ہوجاتی تو یقیناً میرے نام کی موت بھی اس کے حصے میں آنے والی تھی۔

میں بے اختیار بڑے جذبے سے سوچ رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ جذبات ایسے ہی بے اختیار ہوتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود قطرہ قطرہ چٹان کے سینے پر ٹپکتے رہتے ہیں۔

میں سوچوں میں گم تھا۔ ایسے وقت میرے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے نکال کر نمبر پڑھے۔ ہماری ٹیم کا ایک سربراہ کال کررہا تھا۔ میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو سر....!''

افسر نے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟''

''ہوسپٹل پہنچا ہوا ہوں۔''

''خیریت تو ہے؟''

میں اسے تمام تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ میرا ایک محافظ میری حفاظت کے لئے وہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس نے یہ تمام حالات سننے کے بعد کہا۔ ''ایسی ذاتی دشمنیاں ہم جیسے سراغ رسانوں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب کسی کیس کی تحقیقات کی جارہی ہوں۔ وہ تو شکر کرو کہ جینا کی جان بچ گئی۔ ورنہ بڑی مشکلات پیش آنے والی تھیں۔ پھر بھی تمہاری ہوسپٹل کی مصروفیات سے ہمارا شیڈول متاثر ہورہا ہے۔ مگر کوئی بات نہیں۔ یہ تو ہماری تمہاری ڈیوٹی کا حصہ ہوا کرتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ میں پرسنل معاملات کو اہمیت نہیں دے رہا ہوں۔ اپنے دشمنوں سے تو بعد میں نمٹوں گا۔ فی الحال میرا دھیان میڈم ثریا کے کیس کی طرف ہی ہے۔''

پھر میں نے رابعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ویسے اس لڑکی کے ذریعہ اہم معلومات حاصل ہونے کی توقع ہے۔ یہ بھید ضرور کھلے گا کہ بند کمرے میں خالی انہیلر کس نے پہنچایا تھا؟''

افسر نے کہا۔ ''یہ معلوم ہوجائے تو سمجھو' قاتل گرفت میں آگیا۔ ٹھیک ہے' میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

ادھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی موبائل فون نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اسکرین پر نمبر پڑھے۔ گھر سے کال آئی تھی۔ شائد ماسٹر فو نے یاد کیا تھا۔ میں نے اسے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو...!''

دوسری طرف سے خلاف توقع ماما کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہوکر پوچھ رہی تھیں۔ ''ڈی جی! میری جان! یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ وہاں تمہارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ تم خیریت سے تو ہو؟''

زندگی میں پہلی بار میری ماں میرے لئے فکر مند ہوئی تھی۔ ان کے لہجے میں پریشانی تھی اور اس پریشانی میں ممتا کی تڑپ پوری طرح واضح تھی۔ ان کی آواز سننے سے پہلے میرا دماغ مختلف جھمیلوں میں الجھا ہوا تھا۔ لیکن اب جیسے تمام مسائل اچانک ہی ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ یہ سوچ کر بڑی آسودگی مل رہی تھی کہ اب میں جہاں بھی جاؤں گا' میرے ساتھ ماں کی دعائیں رہا کریں گی۔ وہ ممتا بھری دعائیں ہمیشہ میرے لئے ڈھال بنتی رہیں گی اور

دشمنوں کے مقابلے میں مجھے فاتح اعظم بناتی رہیں گی۔

میں جذباتی انداز میں بہت کچھ سوچتا چلا جارہا تھا۔ ان کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ ''ہیلو وجی...! تم چپ کیوں ہو؟ کیا میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟ ہیلو....''

میں نے جلدی سے کہا۔ ''جی ماما! میں سن رہا ہوں۔ آپ کی ممتا بھری آواز سن کر مسرتوں سے بھر گیا ہوں۔ میرے لئے پریشان نہ ہوں۔ میں بالکل خیریت سے ہوں...''

وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولیں۔ ''خیریت سے ہو تو پھر ہوسپٹل کیوں پہنچے ہو؟''

میں کچھ بولنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی انہوں نے کہا۔ ''مجھے پتہ چلا ہے' تم پر فائرنگ کی گئی ہے۔ پلیز بیٹا! اپنی ماما سے کچھ نہ چھپاؤ۔ جیسے بھی حالات سے گزر رہے ہو مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے دعائیں کروں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ماں کی دعائیں تو مانگنے سے پہلے ہی قبول ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن میرا بال بھی بیکا نہ کرسکے۔''

میں نے ایک نظر رابعہ کو دیکھا پھر کہا۔ ''اس وقت آپ کی دعاؤں کی ضرورت اُسے ہے' جو میرے دشمنوں کا نشانہ بن کر ہوسپٹل پہنچی ہوئی ہے۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''تم کس کی بات کررہے ہو؟''

میں انہیں رابعہ کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ میری تمام باتیں سننے کے بعد بولیں۔ ''یہ سن کر بہت اچھا لگ رہا ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا ہے۔ میں ان لمحات میں اس کے لئے عجیب سی کشش اور انسیت محسوس کررہی ہوں۔ وہاں دوا کی جارہی ہے۔ یہاں میں دعائیں کرتی رہوں گی۔ انشاءاللہ اسے کچھ نہیں ہوگا۔''

انہوں نے ذرا توقف سے پوچھا۔ ''ابھی جن دشمنوں نے تم پر حملہ کیا ہے' کیا اُن کا تعلق اس کیس سے ہے' جس کی تحقیقات کے سلسلے میں تم ہیڈ واٹر پہنچے ہوئے ہو یا یہ وکی کا کام ہے؟''

شیبا آنٹی نے مجھے ماما کے سلسلے میں بہت محتاط رہنے کو کہا تھا۔ فی الحال ان کی ذہنی حالت ایسی نہیں تھی کہ انہیں کسی بھی چھوٹے بڑے جھمیلے میں الجھایا جائے۔ اگر میں اس وقت وکی کا نام لیتا تو ماما کے دل کو یہ صدمہ پہنچتا کہ وہ پہلے ماں سے اور اب بھائی سے دشمنی کررہا ہے۔ یقیناً وہ اس کے بارے میں سوچتی رہتیں اور ذہنی انتشار میں مبتلا رہتیں۔ میں پاپا کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ یہ تو ان کے دماغ پر مزید بوجھ ڈالنے والی ہوجاتی۔

میں نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''ابھی میں اس سلسلے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ آپ ماسٹر فو کو بلائیں۔''

''ابھی بلاتی ہوں۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ' کیا کبھی رابعہ سے میری ملاقات ہوسکے گی؟''

میں نے سر گھما کر اسے دیکھا، پھر فون پر کہا۔ ''آپ اس کے لئے دعا کریں۔ اوپر والے کو منظور ہوا تو ملاقات بھی ہو ہی جائے گی۔ ابھی ماسٹر فو سے میری بات کرادیں۔''

فون پر تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ میں نے شیشے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ امیر حمزہ کبھی ٹہل رہا تھا اور کبھی رک کر مجھے دیکھنے لگتا تھا۔ چند لمحوں بعد ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ ''یہ تم نے کیا کیا؟ ماما کو میرے حالات کیوں بتا دیئے؟ جبکہ ان کی ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ انہیں کسی بھی مسئلے سے آگاہ کیا جائے؟''

وہ بولا۔ ''جو ہوا میری لاعلمی میں ہوا۔ تھوڑی دیر پہلے حمزہ کا فون آیا تھا۔ میں اس سے آپ کے سلسلے میں باتیں کرتا رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ میری وہ تمام باتیں سعدیہ میڈم سن رہی ہیں۔ میں نے انہیں اپنے طور پر مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ آپ سے بات کرنے کے لئے تڑپ گئیں۔ اسی لئے رابطہ کیا گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہمارے اندازے کے مطابق دشمنوں کا رخ میری طرف ہی تھا۔ اب وہ یقیناً ماما کو ٹارگٹ بنائیں گے۔''

''میڈم کے بارے میں تو یہ سمجھیں کہ وہ ایک فولادی قلعے میں محفوظ ہیں۔ اپنی بات کریں۔ دشمن آپ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ وہاں آپ کو صرف امیر حمزہ کی سیکورٹی حاصل ہے۔ یوں دیکھا جائے تو آپ کے لئے خطرہ زیادہ ہے۔''

''نانا جان نے ایسے ہی خطرات سے نمٹنے کے لئے مجھے تم جیسے استادوں کی نگرانی میں رکھا ہے۔ حالات سمجھا رہے ہیں' میں نے اب تک جو داؤ پیچ سیکھے ہیں۔ اُنہیں آزمانے کا وقت آگیا ہے۔ بیشک۔ نانا جان کا تجزیہ درست تھا۔ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی مجھ پر دشمنوں کے حملے شروع ہوگئے ہیں۔ میری حفاظت کے لئے امیر حمزہ ہی کافی ہے۔ یوں بھی مجھے اپنی جنگ خود لڑنی چاہئے۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ کی واپسی کب تک ہوگی؟''

''اس واقعے کے بعد معاملات کچھ پیچیدہ ہوگئے ہیں۔ پاپا کی طرف سے کی جانے والی دشمنی نے میرے افسران کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔''

ایک ڈاکٹر اپنے اسسٹنٹ کے ساتھ مجھے اور رابعہ کو اٹینڈ کرنے وہاں آگیا۔ میں نے

رابطہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ ’’ٹھیک ہے۔ میں پھر کسی وقت بات کروں گا۔ ابھی فون بند کررہا ہوں۔‘‘

ڈاکٹر رابعہ کے زخم کا معائنہ کررہا تھا۔ اس دوران اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ ’’کیسا محسوس کررہی ہو؟‘‘

چند لمحوں میں ہی اسے یاد آگیا کہ وہ بیہوش ہونے سے پہلے کیسے حالات سے گزر رہی تھی؟ اس کے ساتھ ہی گولی لگنے کی اذیت بھی یاد آنے لگی۔ زخم خوردہ بازو سے ایک ذرا ٹیس سی اٹھی تھی۔ اس نے دوسرا ہاتھ ادھر لے جاتے ہوئے پوچھا۔ ’’مجھے گولی لگی تھی۔ پھر میں زندہ کیسے بچ گئی؟‘‘

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ ’’تم بہت خوش قسمت ہو۔ گولی تمہیں چھو کر گزر گئی تھی۔ مگر زخم ذرا گہرا ہے۔ اس کے باعث خون کی کمی ہوگئی تھی۔ لیکن وہ کمی بھی بروقت پوری ہوگئی۔‘‘

وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ’’مسٹر وجاہت علی تمہیں یہاں لے کر آئے تھے اور یہی تمہارے مسیحا بھی بن گئے۔ تمہارا اور ان کا بلڈ گروپ ایک ہی ہے۔‘‘

رابعہ نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں احسان مندی کے تاثرات نمایاں تھے۔ جبکہ میرے حوالے سے دیکھا جائے تو وہ میری محسنہ تھی۔ میں اس پر کوئی احسان نہیں کررہا تھا۔ مجھے تو قدرتی طور پر موقع ملا تھا کہ میری وجہ سے اسے جو نقصان پہنچا ہے۔ ا
کی کسی حد تک تلافی ہوسکے۔

وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔ ’’آپ نے ایسا احسان کیا ہے‘ جو آخری سا
تک میری رگوں میں دوڑتا رہے گا۔ محاورتاً کہا جاتا ہے کہ میرا روم روم آپ کا احسان
رہے گا۔ اس وقت مجھ پر یہ محاورہ صادق آرہا ہے۔‘‘

انتقالِ خون کا مرحلہ مکمل ہوچکا تھا۔ ڈاکٹر کے اسسٹنٹ نے میرے ہاتھ سے ڈ
نکال دی۔ میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ’’ایک دوسرے کے کام آنے سے بڑے بڑ
مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ احسان میں نے نہیں‘ تم نے مجھ پر کیا ہے۔ میں یہ کبھی
بھولوں گا کہ جو گولی مجھے لگنے والی تھی‘ وہ تمہیں آلگی تھی۔‘‘

ڈاکٹر اپنے اسسٹنٹ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ وہ گہری سوچتی ہوئی نظروں
مجھے دیکھنے لگی۔ شاید اس کی نگاہوں میں پچھلے تمام مناظر گھومنے لگے تھے۔ پتہ نہیں‘ ا
... آنکھیں ڈال کر گم صم سی ہوگئی تھی۔

میں ہچکچانے لگا کہ اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں جھانکتے رہنا چاہئے یا نہیں...؟ میں نے نظریں ہٹالیں۔ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ یا حیرت...! دوسری طرف بھی اس کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو بند آنکھوں میں بھی اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کی طرف دیکھا تو وہ بدستور مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں پوچھنا چاہتا تھا۔ ’’ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟‘‘

لیکن میرے اندر ہچکچاہٹ تھی۔ میں نے پوچھا۔ ’’کیا سوچ رہی ہو؟‘‘

وہ دھیمے سروں میں بولی۔ ’’جب تمہیں دیکھ رہی ہوں تو تمہیں ہی سوچ رہی ہوں۔ میرے احساسات کچھ عجیب سے ہوگئے ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے‘ جیسے تمہارا خون مجھے....تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔‘‘

میں نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی۔ ’’میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم نہ کرنا۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ تم....اچھے لگ رہے ہو۔‘‘

میں اپنے بیڈ پر تھا۔ میرا رُخ اس کی طرف تھا۔ اس کی بات سنتے ہی چاروں شانے چت ہوگیا۔ جبکہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا۔ یہ تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ کیا ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا؟

ہاں۔ مگر ان لمحات میں اس کی یہ بات بالکل اپنوں جیسی لگی۔ اپنوں میں نانا جان تھے‘ ماما تھیں...اب ایک نئی اپنائیت مل رہی تھی۔ میں اس اپنائیت کو فی الحال کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے سوچتے سوچتے سر گھما کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے حمزہ وہاں موجود تھا۔ لیکن اب دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

میں چند لمحوں تک اُدھر دیکھتا رہا۔ یہ خیال تھا کہ وہ ٹہلتے ہوئے وہاں سے گزرے گا تو اسے اشارہ کروں گا۔ کتنا ہی وقت گزر گیا۔ وہ دکھائی نہیں دیا۔ میں نے سوچا۔ ’’ہوسکتا ہے‘ وہ کسی ضرورت کے تحت کہیں گیا ہو۔ تھوڑی دیر میں آجائے گا۔‘‘

میں بیڈ سے اتر کر دروازے پر آیا۔ وہاں سے جھانک کر دیکھا۔ کوریڈور میں دوچار افراد ادھر سے ادھر آتے جاتے دکھائی دیئے۔ لیکن امیر حمزہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ میں پلٹ کر رابعہ کے بیڈ کے پاس آگیا۔ اسے مخاطب کیا تو اس نے خیالوں سے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ’’میرے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ میلسن اور لوری کو

یہاں ہونا چاہئے تھا۔کیا انہیں اطلاع نہیں دی گئی ہے؟''

میں اپنا موبائل فون نکالتے ہوئے بولا۔''میں انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔تمہاری حالت سنبھلتے ہی انہیں اطلاع دینے والا تھا۔میلسن کا نمبر بتاؤ؟''

اس نے نمبر بتائے۔میں انہیں پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگا۔پھر فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔''لو... بات کرو۔''

وہ اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولی۔''ہیلو میلسن!میں جینا بول رہی ہوں۔''

میں نے شیشے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔حمزہ اب تک واپس نہیں آیا تھا۔یہ تشویش میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔وہ میری حفاظت کے سلسلے میں بہت محتاط رہتا تھا۔میرا سایہ بنا ہوا تھا۔کسی بھی حال میں مجھے تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری پریشانی بڑھنے لگی۔یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ ایسے حالات میں جبکہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔وہ مجھے چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہے؟

رابعہ میلسن کو اپنے حالات بتا رہی تھی۔پھر رابطہ ختم کر کے فون میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔''وہ ابھی لوری کے ساتھ یہاں آئے گا۔''

میں نے اس سے فون لیتے ہی امیر حمزہ کے نمبر پنچ کئے۔لیکن دوسری طرف سے یہ ریکارڈنگ سنائی دی کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ ممکن نہیں۔تھوڑی دیر بعد کوشش کریں...

میں نے جھنجلا کر فون بند کردیا' آخر یہ کہاں چلا گیا ہے؟ یہ تو یقین تھا کہ وہ غیر ذمہ دار نہیں ہے۔ڈیوٹی کی جگہ سے کہیں گیا ہے تو ضرور کوئی بات ہوگی۔

دوسرے پہلو سے یہ خیال بے چین کر رہا تھا کہ ممکن ہے' وہ خود یہاں سے نہ گیا ہو' اسے کسی چالاکی سے دور کردیا گیا ہو۔تب یکبارگی میرا بدن گرم ہوگیا۔میرا ہاتھ بے اختیار لباس کے اندر ریوالور پر گیا۔مجھے محض ایک باڈی گارڈ پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔وہ بے چارہ بھی انسان ہے۔اس سے بھی بھول چوک ہوسکتی ہے۔اسے بھی ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔میں نے پلٹ کر رابعہ سے کہا۔''تم آرام کرو۔میں ابھی آتا ہوں۔''

میں وہاں سے جانے کے لئے دروازے کے پاس آیا۔ہاتھ بڑھا کر اسے کھولنا چاہتا تھا۔مگر وہ خود بخود کھل گیا۔میں نے ٹھٹک کر دیکھا۔لباس کے اندر ریوالور پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔سامنے ایک وارڈ بوائے تھا۔وہ ایک ٹرے میں رابعہ کے لئے دودھ سے بھرا ہوا گلاس لایا تھا۔

میں ایک طرف ہٹ گیا۔لیکن اس نے اندر آ کر وہ گلاس میری طرف بڑھایا۔میں نے رابعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''مریضہ وہ ہے۔میں نہیں ہوں۔''

اس نے انکار میں سر ہلا کر اشارے سے کہا کہ یہ دودھ رابعہ کے لئے نہیں ہے۔میرے لئے بھیجا گیا ہے۔

میں نے پوچھا۔''یہ اشارے بازی کیا کر رہے ہو؟ کیا بول نہیں سکتے؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر منہ کھول کر ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ گونگا ہے۔بول نہیں سکے گا۔میں وہ دودھ پی لوں۔بات سمجھ میں آگئی کہ خون دینے والوں کو ایک گلاس دودھ پینے کے لئے دیا جاتا ہے۔میں نے گلاس لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا۔ایسے ہی وقت امیر حمزہ بجلی کی سی تیزی سے اندر آیا پھر اس گونگے وارڈ بوائے کو دبوچ کر اسے گن پوائنٹ پر لیتے ہوئے مجھ سے بولا۔''یہ دودھ نہیں' دشمن کی سازش ہے۔''

میں ایکدم سے ٹھٹک گیا۔رابعہ اچانک ہی بدلتی ہوئی صورتحال سے پریشان ہوگئی تھی۔آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھنے لگی۔اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ادھر وہ گونگا وارڈ بوائے خود کو چھڑانے کے لئے مچل رہا تھا۔کسی بھی طرح اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔امیر حمزہ نے اس کی گردن کو ایک جھٹکا دیا۔وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔

حمزہ نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔''اگر ایک اور جھٹکا دیا تو عمر بھر کے لئے مچلنا بھول جائے گا۔سلامتی چاہتا ہے تو چپ چاپ ادھر بیٹھ جا....''

اس نے دھکا دیا۔وہ پیچھے کی طرف ڈگمگاتا ہوا ایک کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔اپنی گردن کو سہلاتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔حمزہ نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔رابعہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گئی تھی۔اس نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا۔''یہ کون ہے؟''

میں نے کہا۔''ڈرومت۔یہ میرا محافظ ہے۔''

میں نے اس بہروپئے وارڈ بوائے کو دیکھا۔پھر سوچتی ہوئی نظروں سے دودھ کے گلاس کو دیکھنے لگا۔ان لمحات میں میری ذہنی حالت عجیب سی ہوگئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا' جیسے کچھ سوچنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔اگرچہ میں کسی حال میں حوصلہ نہیں ہارتا تھا۔لیکن ایک باپ کا رشتہ مجھے جانے کیسے کمزور بنا دیتا تھا؟

اتنا کچھ ہونے کے باوجود کہیں سے یہ بات میرے اندر مچلتی تھی کہ باپ اپنے لہو کے رشتے سے جان لیوا دشمنی نہیں کرے گا۔ جبکہ وہ کرتے آ رہے تھے۔ زندگی بڑے تلخ تجربات سے دوچار کر رہی تھی۔ یہ سمجھا رہی تھی کہ برخوردار! اپنے باپ پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔

میرے اندر لاوہ سا پک رہا تھا۔ میں نے اس گلاس کو ایک طرف رکھتے ہوئے موت کے اس ہرکارے کو گھور کر دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر ایک الٹا ہاتھ اسے رسید کیا۔ اس کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔

ادھر رابعہ بری طرح سہم گئی تھی۔ وہ پہلی بار میرا ایسا روپ دیکھ رہی تھی۔ میں نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔ ''یہ سالا بہروپیا بولتا بھی ہوگا۔ اس کے ذریعے ہمیں دشمنوں کے بارے میں اچھی خاصی معلومات مل سکتی ہیں۔''

اس نے ''آں آں...'' کی آوازیں نکالتے ہوئے اشارے سے سمجھایا کہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اس کے منہ پر ایک اور زوردار طمانچہ رسید کیا۔ چہرے پر انگلیوں کے نشان اور گہرے ہوگئے۔ وہ اپنا گال سہلاتے ہوئے رونے لگا۔

میں نے حمزہ سے کہا۔ ''یہاں رابعہ کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔ تم اسے باہر لے جاؤ اور اس کی زبان کھلواؤ۔ اسے میری موت بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے۔ اب دشمنوں کا یہ ہتھیار ہمارے کام آئے گا۔''

رابعہ چپ چاپ بیٹھی ہمیں دیکھ رہی تھی۔ ہماری باتیں سن رہی تھی۔ ایسے وقت میرے موبائل فون نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اسے نکال کر دیکھا۔ کسی اجنبی کی کال تھی۔ میں اسے کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہیلو! کون.....؟''

دوسری طرف سے جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ پاپا کا وہی نمائندہ بول رہا تھا۔ ''کیا حال ہے مسٹر وجاہت! خون دینے کے بعد کچھ کمزوری محسوس کر رہے ہوگے۔ ہم نے سوچا' تمہیں توانائی پہنچائی جائے۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے کہ وہ دودھ تمہارے حلق سے نہیں اترا۔''

میں نے کہا۔ ''پھر تو یہ دیکھ کر بھی افسوس ہو رہا ہوگا کہ میری کمزوری دور کرتے کرتے تم نے اپنی ایک کمزوری میرے ہاتھوں میں پہنچا دی ہے۔''

میری یہ بات سنتے ہی امیر حمزہ سمجھ گیا کہ دشمنوں کی طرف سے فون کال آئی ہے۔ اس نمائندے نے کہا۔ ''پھر تو تمہیں دیر نہیں کرنی چاہئے فوراً اس کمزوری سے فائدہ اٹھاؤ اور ہم

تک پہنچ جاؤ۔''

''کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ تم نے مجھے ہلاک کرنے کے سلسلے میں جس نادانی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے بعد یقیناً اپنے بال نوچ رہے ہوگے؟''

وہ ایک قہقہہ لگا کر بولا۔ ''نادانی....؟ ارے بیٹا! جتنی تمہاری عمر ہے' اُتنا تو ہمارا تجربہ ہے اور ہم جیسے تجربہ کار کوئی نادانی نہیں کرتے۔''

میں نے کہا۔ ''تم دیکھ رہے ہوگے' تمہارا یہ موت کا ہرکارہ میری گرفت میں آچکا ہے۔ کیا یہ نادانی کی بات نہیں ہے؟''

وہ ہنس کر بولا۔ ''کہہ تو رہا ہوں' اُس ہرکارے کے ذریعہ ہم تک پہنچ جاؤ۔''

''میں جانتا ہوں' تمہیں ٹھکانہ بدلنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اسی لئے کھلے دل سے دعوت دے رہے ہو۔''

''ہم جہاں ہیں' وہیں رہیں گے۔ لیکن پہلے تم اس گونگے سے کچھ اگلوانے کی کوشش تو کرو۔ یہ تو دیکھو کہ وہ کچھ بتا بھی پائے گا یا نہیں؟''

میں نے کہا۔ ''تم تجربہ کار ہو۔ اتنا تو جانتے ہوگے زبان کھلوانے کے کچھ حربے ایسے ہوتے ہیں کہ گونگے تو کیا' مُردے بھی بول پڑتے ہیں۔''

''وہ بولنے والا گونگا نہیں ہے۔ تم اس وقت ہوسپٹل میں ہو۔ ابھی اُس کا معائنہ کرالو۔ ڈاکٹر کی رپورٹ یہی کہے گی کہ تم اسے سُولی پر چڑھا دوگے' تب بھی وہ ایک لفظ بول نہیں پائے گا۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور گونگے بہروپئے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نمائندے نے کہا۔ ''جب زبان نہیں بولتی تو ہاتھ بولتے ہیں۔ لیکن اس کے ہاتھ بھی نہیں بولیں گے۔ وہ ایک غریب اور انتہائی ضرورت مند شخص ہے۔ ہم نے اس کی تمام ضرورتیں پوری کی ہیں۔ مگر اسے یہ نہیں بتایا کہ ہم کون ہیں؟ اور تمہارے لئے دودھ کا گلاس کیوں بھیج رہے ہیں؟''

میں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس حد تک سچ بول رہا ہے؟ اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اسے کہتے ہیں تجربہ... اب تو سمجھ میں آرہا ہوگا کہ ہم کچی گولیاں کھیلنے والوں میں سے نہیں ہیں؟''

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''ہاں۔ اچھی طرح سمجھ میں آرہا ہے' بڑی پکی گولیاں کھیلتے ہو۔ اسی لئے اب تک مجھے نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ناکام ہوتے آرہے ہو۔''

وہ بولا۔ ’’کسی بھی دشمن پر حملہ کرنے کے نتیجے میں دو ہی صورتیں سامنے آتی ہیں' کامیابی یا پھر ناکامی... دشمن کی قسمت اچھی ہوتی ہے تو وہ بچ نکلتا ہے۔ بری ہوتی ہے تو ایک ہی وار میں چاروں شانے چت ہوجاتا ہے۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’پھر تو یہ مان لو' میں قسمت کا دھنی ہوں۔‘‘

’’ناکامی بہت کچھ سکھاتی ہے اور ہم یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تمہاری قسمت تمہارے اُن دو وفادار محافظوں سے وابستہ ہے۔‘‘

میں نے حمزہ کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ’’بے شک۔ میرے یہ دو محافظ بڑے ہی جاں نثار ہیں۔ مگر میرا ایمان ہے کہ محافظ صرف اور صرف میرا خدا ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے' وہی موت دیتا ہے۔ اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ زندگی دے رہا ہے۔‘‘

’’بہر حال اب اپنے ان وفاداروں کو سنبھال کر رکھنا...‘‘

اس نے اتنا کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ میں نے چونک کر اپنے فون کو دیکھا۔ پھر اس نمبر کو ریڈائل کرنا چاہا تو رابطہ نہ ہوسکا۔ امیر حمزہ نے پوچھا۔ ’’کیا ہوا....؟‘‘

میں نے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’نئی دھمکی ملی ہے۔ وہ لوگ یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ جب بھی مجھ سے دشمنی کی جاتی ہے تو تم یا ماسٹر فو ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے ہو۔ لہٰذا اب وہ مجھ سے پہلے تم دونوں کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔‘‘

وہ خوش ہوکر بولا۔ ’’خدا کا شکر ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں' کبھی وہ بھول کر ہماری طرف رخ کریں۔ اب وہ براہِ راست حملہ کریں گے تو آپ زبردست تماشہ دیکھیں گے۔‘‘

پھر وہ اس گونگے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ’’فی الحال ان کی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ آئی ہے۔‘‘

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ’’مگر یہ کمزوری بہت کمزور ہے۔ تم اسے یہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ اس کا مکمل معائنہ کراؤ پھر مجھے بتاؤ' واقعی یہ گونگا ہے یا نہیں؟‘‘

ایسا کہتے ہوئے میں اس بہروپیے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے جھلکتی ہوئی مظلومیت اور بے بسی سمجھا رہی تھی کہ وہ کوئی مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا شخص نہیں ہے۔ یقیناً اس کی کوئی مجبوری اسے دشمنوں کا آلۂ کار بنا کر یہاں تک لے آئی تھی۔ حمزہ میری ہدایت کے مطابق اسے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔

میں نے پلٹ کر رابعہ کو دیکھا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر مجھے متوجہ پاتے

ہی بولی۔ ’’یہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کیسے کیسے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں؟‘‘

میں نے ایک گہری سانس لے کر ایک اَن دیکھے باپ اور ایک سگے بھائی کا تصور کیا۔ پھر کہا۔ ’’یہی تو سمجھنا چاہ رہا ہوں' یہ کیسے دشمن ہیں؟‘‘

میں ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔ ’’جس کے نطفے سے میں نے جنم لیا۔ جو میری رگوں میں لہو بن کر دوڑ رہا ہے، وہی میری جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔‘‘

اس نے شدید حیرت سے پوچھا۔ ’’یعنی یہ سب کچھ آپ کے پاپا کر رہے ہیں؟‘‘

میں نے کہا۔ ’’یہ دنیا بڑی عجیب جگہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے تماشے ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی جنم دینے والا اپنی ہی تخلیق کو مٹا دیتا ہے اور کبھی کوئی جنم لینے والا اپنے ہی تخلیق کار کی سانسیں چھین لیتا ہے۔‘‘

میں بول رہا تھا اور رابعہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ میں نے کہا۔ ’’لہو کے رشتے پانی ہوجائیں تو ایسے ایسے واقعات جنم لیتے ہیں' جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔‘‘

اس نے میری طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ یوں لرز رہے تھے' جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ لیکن ہچکچا رہی ہو۔ پھر اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔ ’’آپ درست کہہ رہے ہیں۔ ہمارے گھر میں بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوا ہے۔ لیکن مجھے ..... مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا ہے۔‘‘

میں سیدھا ہوکر بیٹھ گیا تھا۔ توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر بولا۔ ’’کیا تم اپنی مما کی ہلاکت کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟‘‘

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ شدت جذبات سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ روہانسی ہوکر بولی۔ ’’جب سے آپ نے یہ بتایا ہے کہ میری مما کی موت ناکارہ انہیلر کی وجہ سے ہوئی ہے' تب سے میرا دماغ گھوم رہا ہے۔‘‘

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ میں نے کہا۔ ’’وہاں ریسٹورنٹ میں تم میری باتیں سن کر ڈسٹرب ہوگئی تھیں۔‘‘

’’میں اب بھی ذہنی طور پر الجھی ہوئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' ایسا کیوں ہوگیا؟ کیسے ہوگیا؟‘‘

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ میں نے کہا۔ ’’پلیز رابعہ! مجھ سے کھل کر بات کرو۔‘‘

وہ بولی۔ ''آپ نے پوچھا تھا' مما کے پاس صرف ایک ناکارہ انہیلر کیوں پایا گیا؟ دوسرا انہیلر کہاں گیا' جسے وہ احتیاطاً اپنے پاس رکھا کرتی تھیں؟''

''اس سوال کا جواب بہت اہم ہے۔ ہم اس انہیلر کے ذریعے اصل مجرم تک پہنچ سکتے ہیں اور میرا خیال ہے' تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتی ہو؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ میں نے اس انہیلر کو میلسن کے پاس دیکھا ہے۔''

میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ''لیکن وہ تو اپنی مما کو بہت چاہتا تھا؟''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے' میں نے اس انہیلر کو میلسن کے پاس ہی دیکھا تھا۔''

میں نے پہلو بدل کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کب دیکھا تھا؟''

''اس روز میں اُس کے واش روم سے میلے کپڑے لینے گئی تو ایک پینٹ کی جیب سے مجھے پیکڈ انہیلر ملا۔ میں نے اسے میلسن کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ مما کا انہیلر تمہاری جیب میں کیوں رکھا ہوا ہے؟''

وہ میرے سوال پر کچھ گھبرا سا گیا تھا۔ فوراً ہی اس پیکٹ کو لیتے ہوئے بولا۔ ''یہ مما نے منگوایا تھا مگر افسوس... وہ اسے استعمال کرنے سے پہلے ہی ہم سے روٹھ گئیں۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں نے اس وقت اس کی گھبراہٹ کو محسوس نہیں کیا۔ لیکن اب دور تک سوچنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ انہیلر اگر میلسن کی جیب میں نہ رہتا' مما کے پاس پہنچ چکا ہوتا تو وہ اس وقت زندگی کی سانسیں لے رہی ہوتیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہیں یقین ہے' میلسن نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوگا؟''

''میں اسی پہلو سے الجھی ہوئی ہوں۔ اگر ایسا انجانے میں ہوا ہے تو وہ انہیلر کو دیکھتے ہی گھبرا کیوں گیا تھا؟''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ لوری کے ذریعے اس کے متعلق یہی سنا تھا کہ وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ کبھی اس سے اونچی آواز میں بات بھی نہیں کرتا تھا۔ پھر ایسی جان لیوا دشمنی کیوں کرے گا؟

بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے۔ بظاہر بے ضرر اور معصوم سے دکھائی دینے والے افراد اندر سے بہت ہی جنونی ہوتے ہیں۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ ایک محبت کرنے والے بیٹے کے اندر ایسا جنون یا ایسا اشتعال کیوں پیدا ہوا کہ ماں کی جان چلی گئی؟

تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوری کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں نے رابعہ کو سمجھا دیا تھا کہ فی الحال اس سلسلے میں وہ میلسن سے کوئی بات نہیں کرے گی۔ اس نے بہن سے پوچھا۔ ''وہ کون لوگ تھے' جنہوں نے تم پر فائرنگ کی؟''

رابعہ نے مجھے دیکھا۔ پھر بات بناتے ہوئے کہا۔ ''مجھے خاص طور پر نشانہ نہیں بنایا گیا ہے۔ وہ بگڑے ہوئے شہزادے تھے۔ موج مستی میں ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے جا رہے تھے اور میں ان کی زد میں آ گئی۔''

پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر وجاہت کا شکریہ ادا کرو۔ اگر یہ بروقت مجھے ہوسپٹل نہ پہنچاتے' خون دے کر میری جان نہ بچاتے تو میں اس وقت مما کے پاس ہوتی۔''

میں محسوس کر رہا تھا کہ میلسن جب سے آیا ہے' مجھ سے کترا رہا ہے۔ اس نے ٹٹولتے ہوئے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ ''مجھے حیرت ہے' آپ جینا کے پاس کیسے پہنچ گئے؟''

میں نے کہا۔ ''اوپر والا' جسے زندہ رکھنا چاہتا ہے' اس کی جان بچانے کے لئے وسیلے پیدا کر دیتا ہے اور جسے ہلاک کرنا مقصود ہو' اسے گھر والوں کے ہاتھوں ہی قتل کروا دیتا ہے۔''

اس نے ایک ذرا چونک کر مجھے دیکھا۔ میں اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ کہیں کوئی غیر آ کر زندگی بچاتا ہے اور کہیں لہو کے رشتے سانسیں چھین لیتے ہیں۔''

وہ میری معنی خیز باتیں سن کر الجھنے لگا تھا۔ مجھ سے بار بار نظریں چراتے ہوئے کبھی بہن کو اور کبھی لوری کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے رابعہ سے پوچھا۔ ''ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ تمہیں یہاں کب تک رکنا ہوگا؟''

''میں نے پوچھا نہیں۔ یہ ڈاکٹر آ کر بتائے گا۔''

ایسے وقت حمزہ نے شیشے کی کھڑکی کے پاس آ کر مجھے اشارہ کیا۔ میں فوراً ہی اٹھ کر باہر آ گیا۔ وہ اس گونگے بہروپئے کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ چیک اپ ہو گیا؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ڈاکٹر کہتے ہیں' یہ پیدائشی گونگا نہیں ہے۔ اس کے گلے میں ٹیومر تھا۔ اس نے کبھی آپریشن کرایا ہوگا۔ جس کے نتیجے میں قوت گویائی سے محروم ہو چکا ہے۔ اب یہ کبھی بول نہیں پائے گا۔''

میں نے ایک نظر اسے دیکھا۔حمزہ نے کہا۔"میں نے اسے مجبور کیا تھا۔اس نے تحریر کے ذریعہ بیان دیا ہے کہ اس کے حالات نے اسے ہمارے خلاف آلۂ کار بننے پر مجبور کیا تھا اور یہ ان دشمنوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔یہ ہمارے کسی کام نہیں آسکے گا۔"

میں نے کہا۔"تو پھر اسے جانے دو۔"

اس نے خوش ہو کر مجھے دیکھا۔پھر سوالیہ نظروں سے امیر حمزہ کو دیکھنے لگا۔وہ اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے بولا۔"جاؤ...تم آزاد ہو۔"

وہ بڑی احسان مندی سے ہمیں دیکھتا ہوا اشاروں میں ہمارا شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔میں نے حمزہ سے کہا۔"ماسٹر فو کو فون کر کے موجودہ صورت حال سے آگاہ کرو اور اپنے سلسلے میں بہت محتاط رہنے کا مشورہ دو۔میں نہیں چاہوں گا کہ دشمن تمہیں یا ماسٹر فو کو ایک ذرا بھی نقصان پہنچائیں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق نمبر پنچ کر کے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔میں نے شیشے کی کھڑکی کے پاس آکر رابعہ کو دیکھا۔وہ اندر میلسن اور لوری کے ساتھ مصروف تھی۔باتوں کے دوران کبھی کبھی بیرونی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔شائد میری واپسی کی منتظر تھی۔

رابطہ ہو گیا تھا۔حمزہ' ماسٹر فو سے باتیں کر رہا تھا۔میں اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتا ہوا اسپتال کے ایک میڈیکل اسٹور کی طرف جانے لگا۔امیر حمزہ فون پر مصروف ہونے کے باوجود مکمل طور پر چوکنا تھا۔ہم ایک میڈیکل اسٹور کے کاؤنٹر پر پہنچ گئے۔اس نے رابطہ ختم کرنے کے بعد مجھ سے کہا۔"کوئی دوا چاہئے تھی تو مجھے بتایا ہوتا۔"

میں نے دکاندار سے ایک انہیلر منگوایا۔پھر حمزہ سے کہا۔"میں میڈم ٹریسا کے کیس سے جلد از جلد فارغ ہونا چاہتا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔"کیا قاتل کا سراغ مل رہا ہے؟"

دکاندار نے مطلوبہ انہیلر کاؤنٹر پر لا کر رکھا۔میں اس کی ادائیگی کرنے کے بعد بولا۔"یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ بیٹے نے ماں سے دشمنی کی ہے۔"

میں وہاں سے پلٹ کر اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔"اب صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ دشمنی کیوں کی گئی؟"

ادھر رابعہ میری غیر موجودگی پر بے چین ہو رہی تھی۔یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ میں

اچانک ہی کہاں غائب ہو گیا ہوں؟

وہ اپنے دل کو ٹٹولنے لگی۔"میں اس کے بارے میں اتنی شدت سے کیوں سوچ رہی ہوں؟اس نے کیسا جادو کیا ہے؟میں ابھی میلسن کے بارے میں اسے کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔لیکن سب کچھ بتاتی چلی گئی۔کیوں بتاتی چلی گئی؟"

اس نے ایک ہاتھ کو مٹھی کی صورت سختی سے بند کیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ہتھیلی کی گلابی جلد تلے جگہ جگہ خون جم گیا تھا۔پھر وہ سرخ دھبے دھیرے دھیرے تحلیل ہوتے چلے گئے۔اس نے ایک گہری سانس یوں لی' جیسے لہو کی اس سرخی کے ساتھ میں بھی اس کے وجود میں پھیلتا چلا جا رہا ہوں۔

میں نہیں جانتا تھا' وہ اپنی ہتھیلی پر مقدر کی لکیریں پڑھ رہی ہے یا لہو کی سرخی میں مجھے دیکھ رہی ہے۔میں اس کے ایسے جذبوں سے بے خبر تھا اور میرے ہی لہو کی آبیاری اس کے دل و دماغ میں رنگا رنگ پھول کھلا رہی تھی۔وہ ان ہی کیفیات میں الجھی ہوئی تھی۔ایسے وقت میں وہاں آیا تو کچھ گھبرا سی گئی۔جیسے میں اس کے چور جذبوں کو سمجھنے وہاں پہنچ گیا ہوں۔

میلسن نے باتوں کے درمیان مجھ سے پوچھا۔"مما کے سلسلے میں آپ کی تفتیش کہاں تک پہنچی ہے؟"

میں نے کہا۔"بس یوں سمجھو...اصل مجرم تک پہنچ چکے ہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے میں نے بڑے معنی خیز انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔اس نے ایکدم سے پریشان ہو کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔"وہ....وہ مجرم کون ہے؟"

میں کوئی جواب دینے کے بجائے اسے خاموش نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ میرے اس انداز سے اور گھبرا گیا۔ہچکچاتے ہوئے بولا۔"آ-آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟"

میں نے جیب سے وہ انہیلر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔"اسے پہچانتے ہو؟"

وہ اسے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"ہماری مما اسی برانڈ کا انہیلر استعمال کرتی تھیں۔"

رابعہ ذرا حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔اس کی نگاہوں میں یہ سوال تھا کہ مجھے وہ انہیلر کہاں سے ملا؟جبکہ میلسن اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔کیا میں ان کے گھر جا کر خود ہی اسے ڈھونڈ کر لے آیا ہوں؟

میں نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے میلسن سے پوچھا۔ ''تم نے اُس رات اس انہیلر کو اپنی مما کے کمرے میں کیوں نہیں پہنچایا؟''

وہ بیٹھے بیٹھے ایکدم سے اچھل پڑا۔ شدید حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ ''کیا مطلب...؟''

''تم اپنی ماں کی سانسیں جیب میں لئے پھرتے رہے اور اُسے ایک ناکارہ انہیلر کے سہارے چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ سسک سسک کر مرتی رہے۔''

لوری بھی میری باتیں سن کر حیران ہورہی تھی۔ میلسن بری طرح گڑبڑا گیا تھا۔ اس نے بہن کو دیکھا۔ پھر پریشان ہوکر کہا۔ ''آپ کو غلط فہمی ہورہی ہے۔ م... میں...''

میں نے کہا۔ ''تو تم اس غلط فہمی کو دور کردو۔ یہ بتاؤ میڈم ٹریسا نے تم سے یہ انہیلر منگوایا تھا؟''

وہ ہچکچانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''یقیناً اپنی ہلاکت سے پہلے منگوایا ہوگا؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''جی ہاں...''

''تم نے ان کی ضرورت کے مطابق اسے خریدا لیکن ان کے کمرے تک نہیں پہنچایا۔ میں ایسی جان لیوا کوتاہی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں؟''

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر ذرا سنبھل کر بولا۔ ''دراصل میں اس رات دیر سے گھر پہنچا تھا۔ مما سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔''

''کیا ضرورت کی ایسی اہم دوا انہیں جگا کر نہیں دی جاسکتی تھی؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ماں سے کوئی دشمنی تھی؟''

اس نے میرے اس سوال کا بھی جواب نہیں دیا۔ سر جھکا کر فرش کو گھورنے لگا۔ اس کے چہرے کا تناؤ بتا رہا تھا' وہ اندر ہی اندر کسی کشمکش کا شکار ہے۔ میں اس انہیلر کو مٹھی میں جکڑ کر اس کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ ''تم تو اپنی ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ پھر ان کی سانسوں کو مٹھی میں جکڑ کر کیوں بیٹھے رہے؟''

وہ ایکدم سے پھٹ پڑا۔ چیخ کر بولا۔ ''ہاں ہاں... میں ان سے محبت کرتا تھا۔ بہت محبت کرتا تھا... وہ میرے لئے ایک پاکیزہ ہستی تھیں۔ لیکن یہ ایک کڑوی حقیقت ہے' ہمارے معاشرے میں کوئی بھی ماں بننے والی عورت پاکیزگی کے زمرے میں نہیں آتی۔''

بھائی کی بات سن کر بہن کا سر جھک گیا۔ وہ بولا۔ ''ہمارے آزاد معاشرے میں شادی

کو غیر ضروری پابندی قرار دیتے ہوئے فری سیکس کا کلچر عام کیا گیا ہے۔ یعنی جو دل کو بھا جائے' اس کے ساتھ عارضی تعلقات قائم کرو' رنگین لمحات گزارو اور آگے بڑھ جاؤ۔''

وہ جیسے جھنجلایا ہوا تھا۔ سر کو اِدھر اُدھر جھٹکتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''کوئی نہیں سمجھتا... کوئی نہیں سمجھتا... کہ ایسی بے حیائی ہم جیسے نوجوانوں کے لئے تو بہت پرکشش ہے۔ لیکن یہ ہماری آئندہ نسلوں کو سوالیہ نشان بناتی چلی جارہی ہے۔ گھریلو عورتیں بازاری بن گئی ہیں۔ رنگ برنگے بچے پیدا کررہی ہیں۔ میں نے اور جینا نے ایک ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ لیکن ہمارے باپ نہ جانے کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟''

رابعہ نے ہچکچا کر مجھے دیکھا۔ پھر نظریں چرانے لگی۔ میلسن نے ذرا توقف سے کہا۔ ''بیشک۔ میری مما نے اس معاشرے کے اصولوں پر چلتے ہوئے بیشمار غلطیاں کیں۔ ہمیں ناجائز بنا کر پیدا کیا۔ اس کے باوجود میں ان کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات برداشت نہیں کرسکتا' جو ایک ماں کے تقدس کو پامال کرتی ہو۔''

وہ اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے بولا۔ ''اس رات میں ایک پارٹی میں گیا ہوا تھا۔ وہاں پانچ معمر افراد کو اپنی مما کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے سنا۔ وہ پی رہے تھے' جام پر جام لنڈھا رہے تھے اور مما کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ایک لمحے کو ایک دوسرے سے شیئر کررہے تھے۔

اس میز پر شراب کے ہر گھونٹ کے ساتھ میری مما کے جسم کے حصے کئے جارہے تھے۔ ان کی عزت و وقار کی اور عظمت کی دھجیاں اڑائی جارہی تھیں۔

ان لمحات میں میرے اندر آندھی سی چل رہی تھی۔ چیختے ہوئے سوالات تھے کہ جوانی میں میری مما صرف ایک جوان عورت کیوں تھیں؟ میں جو ابھی ان کی پاکیزگی اور عظمت کے تار تار ہونے کی بات کررہا ہوں تو اُس وقت میری ماں کے اندر یہی پاکیزگی کیوں نہیں تھی؟ اُس وقت انہوں نے کیوں نہیں سوچا کہ جوانی میں کی جانے والی غلطیاں آئندہ اپنے ہی جوان بچوں کے منہ پر جوتوں کی طرح پڑتی ہیں؟

میں جوتے کھا رہا تھا اور اندر ہی اندر شرم سے مرا جارہا تھا۔ پہلے تو مما پر غصہ آتا رہا۔ پھر عقل نے سمجھایا کہ ہماری تہذیب نے بے حیائی کی کھلی چھٹی دی ہے۔ آج کی رنگینی کو اہمیت دے کر کل کی سنگینی کو بھلا دیا ہے۔ اسی لئے مما نے اس سنگین حقیقت کو نہیں سمجھا کہ جب اُن کے بچے جوان ہوں گے تو اُن کی جوانی کی دلدل میں بچوں کی معصومیت اور شرافت بھی دھنستی چلی جائے گی۔

شادی کا پاک صاف بندھن میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بناتا ہے۔ لیکن ہماری تہذیب نے اس لباس کو نوچ ڈالا ہے۔ یہاں ہم سب ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہیں۔ لیکن ماں.... ماں جیسی عظیم ہستی کے بارے میں ایسا سوچتے ہوئے میرا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ ان لوگوں کی باتیں میرے کانوں میں سیسہ انڈیل رہی تھیں۔

ایسے وقت ایک شخص نے کہا کہ اس نے مما کو کال کی ہے۔ وہ اگلے ہفتے اس سے ملنے آئیں گی۔ اس کی بات سن کر دوسرے نے پوچھا۔ ”کیا اکیلے اکیلے ملو گے؟“ وہ شراب کی بوتل اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”کیا بھول گئے؟ وہ اس شراب کی طرح تھی۔ جب ہم پانچوں کے درمیان آتی تھی تو سب پر نشہ بن کر چھا جاتی تھی۔ اب بھی یہی ہوگا۔ وہ صرف مجھ سے نہیں‘ ہم سب سے ملنے آ رہی ہے۔“

میلسن بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ وہ شدید ذہنی انتشار میں مبتلا تھا۔ کبھی بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر نوچ رہا تھا‘ کبھی دونوں ہاتھوں سے چہرے کو مسلنے لگتا تھا۔ اپنی ماں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں بتا رہا تھا کہ رابعہ منہ چھپا کر سسک پڑی تھی۔ میرا سر بھی جھکا ہوا تھا۔

وہ بولا۔ ”یہ سچ ہے۔ میں اپنی مما کو بہت چاہتا تھا۔ آج بھی چاہتا ہوں۔ ایک بیٹے کا دل کہتا تھا‘ میری ماں کو کھلونا بنایا گیا ہے۔ صرف کھیلنے اور عیاشی کرنے کے لئے۔ وہ لاکھ گناہ گار سہی... لیکن میری ماں ہیں۔ قصور تو اُس باپ کا ہے‘ جو ہمیں اُس کی کوکھ میں چھوڑ گیا۔ جو گناہ گار ہے‘ جو مجرم ہے‘ میں اس سے نمٹنا چاہتا تھا۔“

اس نے رابعہ کو دیکھا۔ پھر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تنہائی میں مما سے کہا‘ مما غصے سے پاگل ہو جاؤں گا۔ میرا دماغ پھٹ پڑے گا۔ مجھے اس شخص کا نام بتاؤ‘ جو ہمارا باپ ہے؟ اُس بے غیرت کو آپ کا نہ سہی۔ ہمارا تو خیال کرنا چاہئے۔ ہم اس کی اولاد ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اُس کا نام‘ اُس کی سرپرستی بھی نہیں ہے تو آج ہم ایک بازاری ماں کی اولاد کہلا رہے ہیں۔“

مما نے کہا۔ ”یورپ کے کئی ملکوں میں لاکھوں بچے اپنے باپ کا نام نہیں جانتے۔ اس کے باوجود خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔“

”اس لئے کہ انہوں نے فری سیکس کے قوانین کو تسلیم کیا ہے۔ وہ بچے بھی جوان ہو کر ایسی ہی دلدل میں دھنس رہے ہیں۔ مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ اس لئے مجھ جیسے نوجوان اپنی بنیاد‘ اپنی شناخت اور اپنی ماں کی شرم چاہتے ہیں۔ آج ہم ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں۔ کوئی ایسا سہارا چاہتے ہیں‘ جو ہماری لاج رکھ لے۔

اور مما! میں آپ کی لاج رکھنا چاہتا ہوں۔ پلیز۔ ہمارے باپ کا نام ہمیں بتائیں؟ وہ بتانا نہیں چاہتی تھیں۔ یہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ جس طرح کسی شخص نے اُنہیں زندگی سے باہر تھوک دیا ہے‘ اسی طرح وہ اولاد کو بھی تھوک کر نہیں چاٹے گا۔

میں مما کو مجبور کرنے لگا تو انہوں نے سوئچ بورڈ کے پاس جا کر لائٹ آف کرتے ہوئے کہا۔ ”میرے بچے! میں نہیں جانتی‘ شرم و حیا کیا ہوتی ہے؟ مگر ان لمحات میں یہ کہتے ہوئے تم سے نظریں نہیں ملا سکتی کہ میرا تعلق کسی ایک سے نہیں تھا۔ میں کسی ایک کی نشاندہی نہیں کر سکوں گی۔ تم ایسا کرو‘ مجھے مار ڈالو۔ اگر اپنی مما کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اس اندھیرے میں مجھے منہ چھپانے دو اور تم منہ پھیر کر چلے جاؤ۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر ذرا چپ ہوا۔ میرا سر جھکا ہوا تھا۔ رابعہ اور میلسن کے حالاتِ زندگی ایسے تھے کہ اُن پر ترس آ رہا تھا۔ رابعہ نے تو دینِ اسلام کا ایک مضبوط سہارا ڈھونڈ لیا تھا۔ لیکن میلسن تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ”میں مما کو مزید گمراہی سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے ان کی عظمت کو مزید تار تار نہیں ہونے دیا۔ میں نے اپنی ماں کی عزت بچائی ہے۔ انہیں تابوت میں بند کر کے زمین کی گہرائیوں میں چھپا دیا ہے۔ اب کوئی عیاش ان تک پہنچ نہیں پائے گا۔ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی ہیں۔ اگر آپ اور آپ کا قانون ایک غیرت مند بیٹے کی طرف سے ماں کو دیئے جانے والے ایسے تحفظ کو قتل کی واردات قرار دیتے ہیں تو ٹھیک ہے... مجھے سُولی پر چڑھا دیں۔“

وہ اقبالِ جرم کر چکا تھا۔ میں نے اسے ہمدردی سے دیکھا۔ پھر فون نکال کر اپنے افسران سے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ”میڈم ٹریسا کا قاتل اپنا جرم قبول کر چکا ہے۔ آپ آ جائیں۔“

میلسن کا سر جھکا ہوا تھا۔ لیکن میری بات سنتے ہی رابعہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس کے بھائی کو قانون کے حوالے کروں گا۔

ابھی وہ زبان سے کچھ نہیں بول رہی تھی۔ بس شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

جب میلسن پولیس والوں کی کسٹڈی میں چلا گیا اور وہ اسے لے گئے تو میں نے رابعہ سے کہا۔ ”تمہیں مجھ سے شکایت کرنی چاہئے۔ مگر تم چپ ہو۔ ویسے میں آنکھیں پڑھنا بھی جانتا ہوں۔ یہ سوالی سوالی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جب میں بحالاتِ مجبوری کسی کو زخم دیتا

ہوں تو مرہم بھی رکھتا ہوں۔ ابھی میلسن کے سلسلے میں اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اب دوسرا اہم فرض ادا کروں گا۔''

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''وہ مجرمانہ ذہن رکھنے والا جوان نہیں ہے۔ حالات نے اس کے اندر ایسی تحریک پیدا کی ہے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ تم بھی جانتی ہو' میں بھی جانتا ہوں کہ وہ ماں سے کتنی محبت کرتا تھا؟ اس نے جو کیا' جبراً کیا۔''

رابعہ نے کہا۔ ''ہم ایسا سمجھتے ہیں۔ مگر قانون کی نظروں میں تو وہ قاتل ہی سمجھا جائے گا۔''

میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اسے ایک قاتل کی حیثیت سے سزا نہ ملے۔ فیصلے میں زیادہ سے زیادہ لچک پیدا کی جائے۔ فی الحال اسے ضمانت پر رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔''

میں وہاں سے چلا آیا۔ ابھی میلسن کے سلسلے میں بہت سے معاملات نمٹانے تھے۔ اس کے بعد ہی اس کی ضمانت کے لئے کچھ کیا جا سکتا تھا۔



شہناز' شاہنواز اور زرینہ بانو یہ دیکھ رہے تھے کہ وکی کے معاملے میں ہر بار کوئی نہ کوئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ جب شہناز بھائی کے منصوبے کے مطابق پہلی بار اس سے ملنے گئی تو ایسے وقت شاہنواز بھی اپنے کیمرے کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ ان کی پہلی ملاقات کی تصویریں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر خان علی خان نے اچانک ہی وہاں پہنچ کر اس کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔

دوسری بار وکی کو ٹریپ کرنے کے لئے شہناز کو بھرپور تیاری کے ساتھ ہوٹل کے اس کمرے میں بھیجا گیا۔ ایسے وقت بھی بدقسمتی نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تنہائی میں ہونے والی ملاقات کامیابی کے باوجود جان کا عذاب بن گئی۔ اس دنیا میں بڑے بڑے اتفاقات ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اس روز شہناز کے ساتھ کچھ زیادہ ہی اتفاق ہو رہے تھے۔ خان علی خان ایک بار پھر رنگ میں بھنگ ڈالنے اچانک ہی اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

ایسے وقت وکی اس خطرے کو ٹال سکتا تھا۔ لیکن وہ سراسر دشمنی کا مظاہرہ کرتا ہوا شہناز کو برے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کی یہ دشمنی شہناز کو بہت مہنگی پڑی تھی۔ وہ بند الماری سے نکلنے کے بعد ہوٹل منیجر کے شکنجے میں پھنس گئی تھی۔ ایسے وقت شاہنواز نے چالاکی دکھائی اور بہن کو مکھن کے بال کی طرح نکال کر لے گیا۔ بدقسمتی کی ایسی مار پہلے کبھی نہیں پڑی تھی۔ شہناز' شاہنواز اور زرینہ بانو بری طرح جھنجھلا گئے تھے۔

اس روز شہناز بھائی کے ساتھ ایک فوٹو شاپ کے سامنے پہنچی ہوئی تھی۔ شاہنواز نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم نہیں چلو گی؟''

وہ انکار کرتے ہوئے بولی۔ ''نہیں۔ میں یہاں گاڑی میں انتظار کروں گی۔ تم جا کر وہ تصویریں لے آؤ۔''

وہ اتر کر دکان کی طرف چلا گیا۔وکی اور شہناز کے تعلقات کو ثابت کرنے کے لئے جو تصویریں اتاری گئی تھیں وہ پرنٹ ہو کر آنے والی تھیں۔

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بھائی کی واپسی کو انتظار کرنے لگی۔گاڑی میں گونجنے والی موسیقی سے محظوظ ہونے لگی۔ایسے وقت اس کے قریب ہی ایک گاڑی آکر رکی۔اس کے کلرڈ شیشوں کے پیچھے وکی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔باہر سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔مگر وہ شہناز کو واضح طور پر دیکھ رہا تھا۔

پھر اپنا موبائل فون اٹھاتے ہوئے زیرِ لب بڑبڑایا۔''یہ محترمہ یہاں کیا لینے آئی ہیں؟ یقیناً خان علی کے ساتھ ہوگی؟''

وہ نمبر ڈائل کر کے فون کو کان سے لگا کر ادھر دیکھنے لگا۔دوسری طرف بیل جارہی تھی۔شہناز نے چونک کر اپنے فون کو دیکھا۔پھر منہ بنا کر زیرِ لب کہا۔''یہ منحوس کہاں سے آگیا؟ جب بھی آتا ہے' نحوست پھیلا دیتا ہے۔''

وکی اسے دیکھ رہا تھا۔وہ کال ریسیو کرنے سے پہلے ناگواری ظاہر کررہی تھی۔لیکن فون کو کان سے لگاتے ہی چہک کر بولی۔''آج تو یقین ہوگیا' جسے دل سے یاد کرو' وہ فوراً ہی نگاہوں کے سامنے چلا آتا ہے۔تم سامنے نہیں آئے۔لیکن فون کے ذریعے اپنی آواز میرے دل تک پہنچا رہے ہو۔''

یہ کہتے ہوئے شہناز نے فون کو غصے سے دیکھتے ہوئے گھونسا دکھایا۔وکی اس کی دوغلی حرکتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ فون پر بولنے والا قریب ہی ایک گاڑی میں بیٹھا اسے دیکھ رہا ہے۔وہ بولا۔''میں چراغ کا جن تو نہیں ہوں' لیکن حکم دو گی تو ابھی نگاہوں کے سامنے بھی پہنچ جاؤں گا۔''

وہ جلدی سے بولی۔''ہرگز نہیں....میں ابھی بہت مصروف ہوں۔''

اس نے ذرا طنزیہ لہجے میں پوچھا۔''اچھا...؟ کس کے ساتھ مصروف ہو؟''

''دکاندار کے ساتھ....تمہارے پاس آنے کے لئے بہت ہی خوبصورت ڈریس خرید رہی ہوں۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے شہناز کو دیکھا۔سمجھ میں نہیں آیا' وہ اتنا بڑا جھوٹ کیوں بول رہی ہے؟ وہاں گاڑی میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے۔پھر فون پر یہ ظاہر کیوں کررہی ہے کہ کسی بوتیک میں مصروف ہے؟

وکی نے اسے کریدنے کے لئے پوچھا۔''کیا تنہا شاپنگ کرنے آئی ہو؟''

وہ اپنے طور پر اسے اُلّو بنا کر محظوظ ہو رہی تھی۔زیرِ لب مسکرا کر فوٹو شاپ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔''تنہا نہیں ہوں۔شاہنواز میرے ساتھ ہے۔اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں خریدنے کے لئے دوسری دکان میں گیا ہوا ہے۔''

اس نے شہناز کی نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اس فوٹو شاپ کو دیکھا۔یہ شبہ ہو رہا تھا کہ وہ ضرور خان علی کے ساتھ وہاں پہنچی ہوئی ہے۔لیکن اس سے جھوٹ بول رہی ہے۔جبکہ سچ بول کر بھی اسے اپنے قریب آنے سے روک سکتی تھی۔

اس کے اتنے لمبے چوڑے جھوٹ نے وکی کو چوکنا کر دیا تھا۔شہناز نے پوچھا۔''کیا ہوا؟ تم چپ کیوں ہوگئے؟''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔''سوچ رہا ہوں' لڑکیاں اتنا جھوٹ کیوں بولتی ہیں؟''

وہ ایکدم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ہچکچاتے ہوئے بولی۔''جھوٹ....؟ مم....میں نے کیا جھوٹ بولا ہے؟''

''میں تمہاری نہیں' دوسری لڑکیوں کی بات کررہا ہوں۔''

اس نے سکون کی ایک گہری سانس لی۔پھر اس سے پوچھا۔''کیا میرے علاوہ بھی کوئی دوسری زندگی میں آگئی ہے؟''

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔''یہ ایک اور دو کے کھیل تو تم کھیلتی ہو۔اُدھر خان علی کو بیوقوف بنا رہی ہو اور ادھر مجھ سے دل لگا رہی ہو۔''

''طعنے نہ دو۔شوہر کا لیبل لگانے کے لئے کسی نہ کسی کا ہاتھ تو تھامنا ہی پڑتا ہے۔خان علی میری ضرورت ہے۔جبکہ تم میری محبت ہو۔''

''مان گیا تمہاری ذہانت کو....ضرورت اور محبت کے ترازو کو برابر رکھنا خوب جانتی ہو۔''

وہ شاہنواز کو شکل وصورت سے نہیں پہچانتا تھا۔اسی لئے جب وہ فوٹو شاپ سے نکل کر گاڑی کے قریب آکر اس کا دروازہ کھولنے لگا تو وکی اُس اجنبی نوجوان کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔فوری طور پر یہی سمجھ میں آیا کہ وہ شہناز کا نیا شکار ہے اور وہ اس کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی پھر رہی ہے۔

شاہنواز کار کا دروازہ کھول کر بہن کے برابر بیٹھتے ہوئے بے ساختگی سے بولا۔''تصویروں میں وجی کا چہرہ واضح طور پر دکھائی نہیں....''

شہناز نے فوراً ہی لپک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ادھر وکی چونک کر انہیں دیکھنے

لگا۔وہ بھائی کو چپ کرا کے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی کہ وکی کی کال آئی ہوئی ہے۔مگر اس سے پہلے شاہنواز کے وہ الفاظ فون کے ذریعے وکی کے کانوں تک پہنچ چکے تھے۔اس نے تصویروں کی بات کی تھی۔وکی سوچتی ہوئی نظروں سے فوٹو شاپ کی طرف دیکھنے لگا۔پھر اس نے فون پر پوچھا۔"کیا ہوا شہناز! یہ ابھی کون بول رہا تھا؟"

اس نے ذرا سنبھل کر کہا۔"یہ.....شاہنواز ہے۔"

وکی نے ان کی گاڑی کی طرف دیکھا۔شاہنواز ایک لفافے میں سے چند تصویریں نکال کر بہن کو دکھا رہا تھا۔شہناز نے فون پر کہا۔"اچھا وجی! ہم یہاں سے جارہے ہیں۔میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔او کے بائے۔"

وہ رابطہ ختم کرکے تصویریں دیکھنے لگی۔وکی کو اتنے فاصلے سے کچھ دکھائی دینے والا نہیں تھا۔اس کے کانوں میں شاہنواز کے یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ ان تصویروں میں وجی کا چہرہ واضح طور پر دکھائی نہیں.....

وہ زیرلب بڑبڑایا۔"یہ لوگ مجھے وجی سمجھتے ہیں۔لہٰذا ابھی جو تصویریں دیکھی جارہی ہیں۔ان کا تعلق مجھ سے ہی ہوگا۔مگر.....یہ فوٹو گراف کہاں لئے گئے؟ کیسے لئے گئے؟"

ان کی کار اسٹارٹ ہوچکی تھی۔وکی نے سوچتی ہوئی نظروں سے ادھر دیکھا۔پھر فوٹو شاپ کو دیکھتے ہوئے زیرلب کہا۔"مجھے معلوم کرنا چاہئے' آخر یہ لوگ کیا کھچڑی پکا رہے ہیں؟ وہ کیسی تصویریں ہیں؟ آئندہ ان کے ذریعے یہ کیا کرنے والے ہیں؟"

اُن کی گاڑی پارکنگ ایریا سے نکل کر مین سڑک پر جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔وکی فوراً ہی اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا اس فوٹو شاپ میں آیا۔پھر اس نے کاؤنٹر بوائے سے پوچھا۔"ابھی ایک بلیو شرٹ والا نوجوان یہاں سے چند تصویریں لے کر گیا ہے۔کیا ان کی کچھ کاپیاں مجھے مل سکتی ہیں؟"

کاؤنٹر بوائے اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔اس کے چہرے کو ذرا توجہ سے دیکھتے ہوئے بولا۔"ارے! ان تصویروں میں تو آپ ہی تھے۔"

اس کا شبہ درست نکلا۔اس نے کہا۔"وہ میری تصویریں تھیں۔کیا مجھے مل سکتی ہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔"سوری سر! بیشک ان تصویروں میں آپ تھے۔لیکن آپ ہمارے کسٹمر نہیں ہیں۔ہم ایک کی چیز دوسرے کو نہیں دیتے۔یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے۔"

وہ نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر کاؤنٹر پر پٹختے ہوئے بولا۔"تمہارے اصول گئے تیل

لینے۔اب بولو.....؟"

گڈی کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔اس نے محتاط نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر فوراً ہی اسے کھینچ کر کاؤنٹر کے نیچے چھپاتے ہوئے کہا۔"وہ تصویریں ہمارے کمپیوٹر میں سیو ہیں۔میں ابھی پرنٹ نکال کر دیتا ہوں۔آپ یہاں بیٹھیں۔"

وہ دکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔وکی بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد ہی اس کے سامنے ایک لفافہ آیا۔اس کے اندر کی تصویریں دیکھتے ہی اس نے مسکرانے کے انداز میں سیٹی بجائی۔پھر زیرلب کہا۔"اچھا تو وہاں گارڈن میں بھائی بھی موجود تھا۔اس نے بہن کے یار کے ساتھ یہ رومانوی تاریخی تصویریں اتاری ہیں؟ مگر اناڑی فوٹو گرافر ہے۔دو چار کے علاوہ کوئی بھی تصویر واضح نہیں ہے۔"

وہ تصویریں لے کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔



لفافے سے نکلنے والی تصویریں سینٹر ٹیبل پر بکھری ہوئی تھیں۔شہناز' شاہنواز اور زرینہ بانو انہیں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔زرینہ بانو نے اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔"توبہ ہے..ایک بھی تصویر واضح نہیں ہے۔"

شاہنواز نے کہا۔"وہاں روشنی تو تھی۔لیکن شبنمی دھند چھائی ہوئی تھی۔ایسے میں اس سے زیادہ واضح تصویریں نہیں اتر سکتی تھیں۔"

شہناز نے کہا۔"رزلٹ جیسا بھی ہو' یہ تو صاف پتہ چل رہا ہے کہ میں وجی کے ساتھ ہوں۔کئی ایک تصویروں میں اس کا چہرہ واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے۔"

اس نے چند تصویریں زرینہ بانو کی طرف بڑھائیں۔وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔"ہاں۔یہ کچھ بہتر ہیں۔مگر..."

وہ انہیں میز کی طرف پھینکتے ہوئے بولی۔"یہ عام سی تصویریں ہیں۔ان سے تو بس اتنا ہی ظاہر ہورہا ہے کہ وجی اور شہناز کے درمیان فرینڈ شپ ہے اور ایسی فرینڈ شپ ہزاروں لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے کرتے رہتے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔"علیم جیسا مکار شخص ایسے کھوکھلے ثبوت کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔"

وہ بولا۔"ابھی تو شروعات ہے۔آپ فکر نہ کریں۔ان ہلکے پھلکے شواہد کے ساتھ ساتھ میں بھاری بھرکم ثبوت بھی جمع کروں گا۔"

شہناز خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ماں نے کہا۔''کسی کے بھی تعلقات ثابت کرنے کے لئے ان کے بیڈروم کی تصویریں لی جاتی ہیں۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔''جانتا ہوں...اسی لئے میں نے کہا تھا' ایک بار شہناز وجی کو تنہائی میں ٹریپ کرے۔پھر یہ اسے جہاں بلائے گی' جب بلائے گی' وہ کچے دھاگے سے بندھا چلا آئے گا اور اب یہی کرنا ہے۔میں اس سلسلے میں بڑی زبردست پلاننگ کررہا ہوں۔''

شہناز نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ماں نے بے چین ہوکر پوچھا۔''کیسی پلاننگ کررہے ہو؟ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ؟''

''بتاؤں گا لیکن ابھی نہیں۔اس نئے منصوبے کے سلسلے میں ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔کچھ رکاوٹیں بھی پیش آرہی ہیں۔ایسے تمام معاملات سے نمٹنے میں تھوڑا وقت لگے گا۔''

شہناز نے کہا۔''پلیز شانی! خیال رکھنا' اس بار کوئی گڑبڑ نہ ہو۔وہ بہت مکار ہے اور شائد خوش قسمت بھی ہے۔ہم جو جال اس کے لئے بچھاتے ہیں'اس میں خود ہی الجھتے چلے جاتے ہیں۔''

وہ بولا۔''فکر نہ کرو۔اس بار میں جو منصوبہ بنا رہا ہوں' اس میں وجی کی خوش قسمتی کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑوں گا۔''

ماں نے پھر بے چین ہوکر کہا۔''تم سسپنس پیدا کررہے ہو۔بتاتے کیوں نہیں؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''کہا ناں' وقت آنے پر بتا دوں گا۔ابھی یہ تجسس برقرار رہنے دیں۔''

ایسے ہی وقت بیرونی دروازے پر دستک سنائی دی۔ان تینوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔شاہنواز نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔''کون ہوسکتا ہے؟''

شہناز کو جیسے کچھ یاد آیا تھا۔وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔''او گاڈ! میرے دماغ سے یہ بات کیسے نکل گئی؟ خان علی نے مجھے تھیٹر لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔وہی آیا ہوگا۔''

دستک دوبارہ سنائی دی۔وہ تینوں ہی گھبرا گئے۔ ماں بیٹی جلدی جلدی تصویریں سمیٹ کر لفافے میں بھرنے لگیں۔پھر شہناز نے وہ لفافہ ماں کے حوالے کرکے اپنا حلیہ درست کرتے ہوئے کہا۔''اسے کہیں لے جا کر چھپا دیں۔''

وہ اسے لے کر ڈریسنگ روم کی طرف چلی گئی۔شہناز نے گہری سانس لے کر اپنے حواس بحال کئے۔پھر شاہنواز کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔خان علی تیسری بار دستک دینا چاہتا تھا۔ایسے ہی وقت دروازہ کھل گیا۔وہ اندر آتے ہوئے بولا۔''لگتا ہے' آپ لوگ کچھ مصروف تھے؟''

شہناز نے جلدی سے کہا۔''نہیں تو....کوئی بھی مصروفیت نہیں تھی۔''

وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔''مانا کہ یہ سوئیٹ وسیع وعریض ہے۔مگر اتنا بڑا بھی نہیں ہے کہ دروازے تک پہنچنے میں اتنی دیر ہوجائے؟''

وہ اسے ایک صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولی۔''یہ ساری شاہنواز کی غلطی ہے۔ممی اُدھر ڈریسنگ روم میں مصروف ہیں۔میں بالکونی میں تمہارا انتظار کررہی تھی۔یہ یہاں بیڈ پر لیٹا میوزک سن رہا تھا اور جب یہ لیٹ جائے تو اٹھنے میں بہت دیر کرتا ہے۔تم تو جانتے ہی ہو؟''

شاہنواز اس کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا خان علی نے مسکرا کر کہا۔''ہاں جانتا ہوں۔میرا سالا بہت ہی لیٹ لطیف ہے۔''

زرینہ بانو بھی وہاں آگئی۔وہ اسے سلام کرتے ہوئے بولا۔''کمال ہے۔آپ ڈریسنگ روم سے آئی ہیں پھر بھی فریش نظر نہیں آرہی ہیں؟''

وہ ذرا کھسیانی سی ہوکر اپنے چہرے کو ادھر اُدھر سے چھوتے ہوئے بولی۔''پتہ نہیں کیا بات ہے؟ آج صبح سے میرا چہرہ کچھ اترا اترا سا لگ رہا ہے۔''

وہ بولتی ہوئی اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔خان علی نے شہناز کو دیکھا پھر پوچھا۔''کیا تم کھڑی رہوگی؟''

وہ چونک کر بولی۔''آں۔نہیں بیٹھ جاتی ہوں۔''

وہ اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔خان نے پوچھا۔''آج کا پروگرام تو یاد ہے ناں؟''

''یاد ہے' تب ہی تو بے چینی سے انتظار کررہی تھی۔''

زرینہ بانو نے کہا۔''تم نے تو یہاں آکر شہناز کو ہم سے چھین لیا ہے۔دن رات تمہارے ساتھ آؤٹنگ کے لئے کہیں نہ کہیں جاتی رہتی ہے۔ہمیں تو وقت ہی نہیں دیتی۔''

وہ مسکرا کر بولا۔''اب اس کے بغیر رہنا سیکھ لیں۔کیونکہ میں پاکستان جاتے ہی بابا جانی کو آپ کے پاس بھیجوں گا۔''

زرینہ نے پوچھا۔ ''تم یہاں کب تک ہو؟''

وہ بولا۔ ''جب تک آپ لوگ یہاں ہیں۔''

اس نے بیٹے کو دیکھا۔ پھر خان علی کو دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''دراصل ..... ہمارا قیام کچھ طویل ہو سکتا ہے۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''پروگرام تو یہی تھا کہ پیرس میں دو تین ہفتے گزار کر واپس چلے جائیں گے۔ مگر اب ہم بلجیم اور پھر فرینکفرٹ جانے کا سوچ رہے ہیں۔''

خان علی نے شہناز کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''یعنی آپ لوگوں کو اس ٹور میں دو ماہ بھی لگ سکتے ہیں؟''

زرینہ نے کہا۔ ''ابھی ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''لیکن میں اتنے دنوں تک اپنے کاروبار سے اور جاگیرداری کے معاملات سے دور نہیں رہ سکوں گا۔''

زرینہ نے کہا۔ ''ہاں تو ٹھیک ہے' تم وہاں جا کر اپنے معاملات نمٹاؤ۔ جب ہم آئیں گے تو رشتے کی بات آگے بڑھائی جائے گی۔''

ایسے وقت زرینہ بانو کی نظر خان علی کے قدموں کی طرف گئی۔ وہ بولتے بولتے ایکدم سے چپ ہو گئی۔ پریشان ہو کر بیٹے اور بیٹی کو دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں۔ بیٹی نے سوالیہ نظروں سے ماں کو دیکھا۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں خان علی کے قدموں کی طرف اشارہ کیا۔

شہناز بھائی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اور زرینہ بانو خان علی کے ساتھ سامنے والے صوفے پر بیٹھی تھی۔ ان کے درمیان سینٹر ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ماں کے اشارے کے مطابق خان علی کے قدموں کی طرف دیکھنا چاہا۔ لیکن وہ میز دیوار بن گئی۔

خان علی' شاہنواز سے اس کے بزنس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ ''تمہاری اتنی طویل غیر حاضری سے کاروبار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؟''

وہ بولا۔ ''پاپا زندہ باد... جب میں پاکستان میں نہیں ہوتا تو میرے حصے کے معاملات بھی وہ خود ہی سنبھال لیتے ہیں۔''

زرینہ بانو کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ چہرے سے یوں لگ رہا تھا' جیسے جان نکلی جا رہی ہو۔ اس نے پھر بیٹی کو دیکھ کر اُدھر اشارہ کیا۔ شہناز کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' آخر اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ وہ کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہے؟ زرینہ بانو پہلو پر پہلو بدل

رہی تھی۔ ایک طرف خان علی سے اپنی پریشانی چھپانا چاہتی تھی اور دوسری طرف بیٹی کو بتانا بھی ضروری تھا۔

ایسے ہی وقت خان علی نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے ممی...! آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟''

وہ فوراً ہی سنبھل کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''نن... نہیں۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔''

شہناز اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ماں کے پاس جا کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے قدموں کی طرف نظر گئی تو دل دھک سے رہ گیا۔ دماغ میں دھماکا سا ہوا۔ وہ اِدھر کھڑی ہوئی تھی اور اُدھر خان علی کے جوتے تلے دبی ہوئی تھی۔ تصویر میں واضح طور پر وکی کے ساتھ دکھائی دے رہی تھی۔

اگر خان علی کا سر جھکتا یا نظریں جھکتیں تو قیامت آ جاتی۔ چشم زدن میں شہناز کی پارسائی کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔

یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس کے آنے سے پہلے وکی اور شہناز کی پیار بھری تصویریں دیکھ رہے تھے۔ پھر انہیں جلدی جلدی سمیٹ کر چھپا دیا گیا تھا۔ ایسی ہی افراتفری میں وہاں ایک تصویر کیسے گر پڑی؟ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اب خبر ہوئی تو دیر ہو چکی تھی۔ پانی سر سے گزرنے ہی والا تھا۔

شہناز کے اندر لرزہ سا طاری ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' ان حالات میں کیا کرے کیا نہ کرے؟ ایسا لگ رہا تھا' جیسے تصویر ہی نہیں' وہ خود بھی اس کے جوتے تلے آ گئی ہے۔ بس اب تب میں کچلی جانے والی ہے۔

وہ پریشانی سے سوچتی ہوئی ماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ خان علی سے نظریں بچاتے ہوئے اسی تصویر کو دیکھتی رہی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس تصویر کو وہاں سے ہٹا دے؟ اگر نہ ہٹا سکے تو اللہ کرے' خان علی تھوڑی دیر کے لئے اندھا ہو جائے۔

اس نے پریشان ہو کر بھائی کو ایسے دیکھا' جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہہ رہی ہو۔ ''میں تو دو پاٹن کے بیچ آ گئی ہوں۔ اب تب میں پسنے ہی والی ہوں۔ پلیز میری مدد کرو۔''

خان علی نے پوچھا۔ ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ ایسی گم صم کیوں ہو گئی ہو؟''

وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''آں۔ کک۔ کچھ نہیں... میں ممی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔''

زرینہ بانو نے کن انکھیوں سے جوتے کے نیچے دبی ہوئی تصویر کو دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' بیٹی کو بچانے کے لئے کیا کرے؟ مصیبت تو یہ تھی کہ تصویر مکمل طور پر جوتے کے نیچے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ خان علی کے ایک ذرا نظر جھکا کر دیکھنے کی دیر تھی۔ اس کے بعد تو اندھیر مچ جاتا۔

ماں اور بہن کی پریشانی شاہنواز کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ شہناز نے خان علی کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھا رکھا تھا تاکہ وہ اپنے جوتوں کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ لیکن وہ کب تک الجھا رہتا؟

زرینہ بانو نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر وہ اچانک ہی مچل کر صوفے سے پھسلتی ہوئی نیچے داماد کے قدموں میں گر گئی۔ گرتے ہی اس نے تصویر کو جوتے تلے سے کھینچا اور اسے صوفے کے نیچے پھینک دیا۔ صرف خان علی ہی نہیں' بیٹی اور بیٹا بھی پریشان ہو گئے تھے۔

بیٹے نے قریب آکر پوچھا۔ ''کیا ہوا ممی...؟''

شہناز ماں سے آکر لپٹ گئی۔ ''آپ ٹھیک تو ہیں ممی...؟''

خان علی اس ساری صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے جھک کر زرینہ کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اس طرح کیوں گر پڑی ہیں؟''

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''انسان خود نہیں گرتا۔ حالات اسے گرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔''

وہ سوچ رہی تھی۔ منہ سے نہیں بول رہی تھی۔ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ چہرے سے یوں ظاہر کر رہی تھی' جیسے شدید تکلیف میں مبتلا ہو۔ اس کا ہاتھ اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھا ہوا تھا۔ وہ اٹک اٹک کر بولی۔ ''یہاں اچانک ہی ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔ سوری... میں برداشت نہ کر سکی۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی یہاں آگری۔''

ایسے وقت شہناز نے خان علی کے جوتوں کی طرف دیکھا۔ وہ تصویر دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے خوش ہو کر اطمینان کی سانس لی۔ یہ مان گئی کہ اس کی ممی بہت پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ خود بھی پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے جلدی سے خان علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ ممی کے ساتھ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ پریشانی کی بات نہیں ہے' یہ دودھ یا جوس کے ساتھ ایک گولی کھاتی ہیں تو طبیعت سنبھل جاتی ہے۔''

زرینہ اس دوران خان علی کا سہارا لیتی ہوئی اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ شاہنواز اس حد

تک سمجھ گیا تھا کہ ماں بیٹی کی اس نوٹنکی کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔ اس نے کہا۔ ''ممی! کیا میں ڈاکٹر کو کال کروں؟''

''نہیں بیٹے! وہاں دراز میں میری دوا رکھی ہوئی ہے۔ مجھے اُدھر لے چلو۔ میں ذرا لیٹنا بھی چاہتی ہوں۔''

شاہنواز نے آکر ماں کو سہارا دیا۔ وہ بیٹی سے بولی۔ ''تم خان علی کے ساتھ جاؤ۔ یہاں شاہنواز میرے پاس رہے گا۔''

خان علی نے کہا۔ ''ہمارا جانا ضروری نہیں ہے۔ آپ کی طبیعت خراب ہے۔''

وہ بولی۔ ''اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ گولی کھا کر لیٹوں گی تو آرام آجائے گا۔ میری وجہ سے اپنا پروگرام کینسل نہ کرو۔ جا کر انجوائے کرو۔''

وہ بیٹے کے ساتھ چلی گئی۔ شہناز نے خان علی سے کہا۔ ''تم یہاں بیٹھو۔ میں بس پانچ منٹ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔''

وہ پلٹ کر ڈریسنگ روم کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد تیار ہو کر واپس آئی تو خان علی تعریفی نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ پھر ذرا چونک کر بولا۔ ''یہ پرس....؟''

شہناز نے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟ اچھا نہیں ہے؟''

وہ اسے لے کر اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اس رات جو شخص غلطی سے میرے کمرے میں آیا تھا' میں نے ایسا ہی پرس اس کے پاس بھی دیکھا تھا.....''

وہ ایکدم سے گھبرا گئی۔ یہ بھول گئی تھی کہ اس رات وہ پرس خان علی کے کمرے میں رہ گیا تھا اور اُسی کے ذریعے وکی کے ہاتھوں تک پہنچا تھا۔

اس نے فوراً ہی بات بناتے ہوئے کہا۔ ''دراصل گوچی بہت ہی مشہور کمپنی ہے۔ برطانیہ اور یورپ کے علاوہ پاکستان میں بھی تمام با ذوق خواتین اسی کمپنی کے ہینڈ بیگ اور جیولری وغیرہ استعمال کرتی ہیں۔''

ایسا کہتے ہوئے اس نے وہ پرس خان علی کے ہاتھوں سے لے لیا۔ اس کی نظریں بار بار اس صوفے کی طرف جا رہی تھیں' جس کے نیچے ایک بہت بڑا راز چھپا ہوا تھا۔ ابھی وہ پرس بھی بھید کھولنے والا تھا۔ جان بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی۔ وہ ایک مصیبت سے بچی تھی تو دوسری در آتی تھی۔ بہتری اسی میں تھی کہ خان علی کو وہاں سے لے جائے اور وہ اس محبوب نما بھاری بھرکم بہتری کو اپنے ساتھ لے گئی۔

ان دنوں میں جینا یعنی رابعہ کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔اس خون کے عطیے کے ذریعے جیسے اس کے پورے وجود میں سما گیا تھا۔اس کی ذات میں شریک ہوگیا تھا اور اسے یہ شراکت داری اچھی لگ رہی تھی۔وہ میرے بارے میں ہی سوچتی رہتی تھی۔اپنے کمرے میں لیٹی خوابوں اور خیالوں میں میرے ساتھ نہ جانے کہاں کہاں اڑتی رہتی تھی؟

اس کے دل میں ایسے جذبات پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ میں دن رات اس کا خیال رکھ رہا تھا۔ پہلے ماں کی دائمی جدائی نے اور اب بھائی کی گرفتاری نے اسے بالکل تنہا اور بے یارو مددگار کردیا تھا۔ایسے میں میری طرف سے ملنے والی بھرپور اپنائیت اسے میری طرف کھینچ رہی تھی۔میں اس سے ہمدردی کرنے کے ساتھ ساتھ میلسن کے معاملات میں بھی الجھا ہوا تھا۔

کبھی کبھی انسان دوہری کیفیات سے گزرتا رہتا ہے۔رابعہ ایک طرف تو نئی نویلی محبت کے گدگداتے ہوئے جذبوں سے محظوظ ہورہی تھی۔اور دوسری طرف بھائی کے سلسلے میں شدید پریشانی سے بھی دوچار تھی۔

اگرچہ میلسن نے اقبالِ جرم کیا تھا۔مختصری کارروائی کے بعد اسے سزا سنائی جانے والی تھی۔ایسے وقت میں نے ضمانت پر اس کی رہائی کے لئے اپیل دائر کردی۔میری طرف سے اٹھایا جانے والا یہ قدم سب ہی کے لئے حیرت کا باعث تھا۔حتیٰ کہ میلسن بھی حیران ہورہا تھا۔

میں اس سے ملاقات کرنے حوالات میں آیا تو اس نے کہا۔"کمال ہے....آپ مجرم کو پکڑنے یہاں آئے تھے اور اب رہائی دلوانے کی کوششیں کررہے ہیں؟"

میں نے کہا۔"کیونکہ میری نظر میں تم مجرم نہیں ہو۔"

"آپ کے کہنے سے کیا ہوگا؟ جبکہ میں اپنے جرم کا اعتراف کرچکا ہوں اور یہی سچ ہے۔"

"مگر اس سچائی کے پیچھے ایک اور اہم سچائی چھپی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ تم انسان ہو اور انسانوں کی طرح جینا چاہتے ہو۔اسی لئے یہاں کے گھناؤنے سسٹم کو قبول نہیں کررہے ہو۔اس حوالے سے دیکھا جائے تو تمہاری سوچ مثبت ہے۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"میری اسی مثبت سوچ نے مجھے مثنی بنادیا ہے۔یہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ٹھیک کیا۔لیکن قانون نہیں سمجھے گا۔"

"بے شک۔یہاں جذبات کے نہیں' حالات و واقعات کے مطابق فیصلے کئے جاتے

ہیں۔"

اس نے کہا۔"اور میرے لئے ایسے حالات پیدا کس نے کئے؟ یہی قانون ساز ہیں' جنہوں نے فری سیکس کو قانونی حیثیت دے رکھی ہے۔"

میں نے کہا۔"کوئی اپنی غلطی کو نہیں سمجھتا۔بہر حال میں تمہاری ضمانت کے سلسلے میں کوششیں کررہا ہوں۔جلد ہی کوئی حوصلہ افزا بات سامنے آئے گی۔"

اس نے ایک ذرا احسان مندی سے مجھے دیکھا۔پھر کہا۔"آپ اُدھر جینا کے لئے اور اِدھر میرے لئے بہت کچھ کررہے ہیں۔ہم آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔میں اگر یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں تو صرف اپنی بہن کے لئے...."

دشمن میری مصروفیات پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ان پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ جینا کیری نے اسلام قبول کیا ہے۔چونکہ میرے پاپا کا تعلق انڈر ورلڈ سے تھا اور انڈر ورلڈ کے تقریباً سب ہی اعلیٰ عہدیدار برطانیہ سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا انہیں یہ بات ناگوار گزری تھی کہ ایک برطانوی لڑکی نے اسلام قبول کیا ہے اور اب میں اس کے بھائی میلسن کی مدد کررہا ہوں۔میرے دشمنوں کا خیال تھا کہ میں اس نوجوان کو بھی اپنے دین کی طرف لانے والا ہوں۔

کٹر یہودی اور عیسائی تنظیمیں صدیوں سے یہ دیکھتی اور سمجھتی آرہی ہیں کہ ان کے مقابلے میں سب سے بڑی قوت اسلام ہے۔اس طاقت کو کچلنے کے بعد ہی وہ پوری دنیا میں اپنا بول بالا کرسکیں گے اور اپنے مخالفین کو کچلنے کا ایک حربہ یہ بھی ہے کہ اُن کی تعداد کم کردی جائے۔

اس سلسلے میں ایسی ہی ایک خفیہ تنظیم کا اجلاس ہورہا تھا اور ہمارے معاملے میں بڑی گرماگرم بحث ہورہی تھی۔

ایک سربراہ نے کہا۔"ہم بوسنیا' کوسوو' لبنان' فلسطین' عراق اور افغانستان پر ایسی حکمت عملی سے جنگیں مسلط کرتے آرہے ہیں کہ ان کے نتیجے میں جگہ جگہ لاکھوں مسلمان مارے جارہے ہیں۔ہزاروں زخمی ہوکر عمر بھر کے لئے اپاہج ہوچکے ہیں۔ہم نے بیشمار مسلمانوں کو نقل مکانی پر مجبور کردیا ہے۔"

تنظیم کے ایک اعلیٰ رکن نے کہا۔"مگر نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟اسلام کا راستہ روکنے کی جتنی بھی کوششیں کی جارہی ہیں۔یہ دین اُتنی ہی تیزی سے پھیلتا جارہا ہے۔یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مذہب کو ہم دوکوڑی کا بنادینا چاہتے ہیں' اُس میں مقناطیسیت کیسے پیدا ہورہی

ہے؟ دیگر مذاہب کے لوگ اس کے متعلق اسٹڈی کرنے لگے ہیں۔ اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔''

اُن کی الجھن درست تھی۔ اسلام کی ایسی پھلتی پھولتی ہوئی عظمت نے مغربی دنیا کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کردیا ہے۔ اس زمین پر سب سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ جس دین کے ماننے والوں کو سب سے زیادہ کچلا جارہا ہے۔ ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ وہی تعداد میں سب سے زیادہ ہیں۔

ایسے میں جینا اور اس کی ملازمہ لوری کا مسلمان ہونا اُن دشمن تنظیموں کی نظروں میں کھٹک رہا تھا۔ اس اجلاس میں میرے پاپا کا نمائندہ بھی موجود تھا۔ اس نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ ''جینا کے لئے وجی کی ہمدردیاں اب سمجھ میں آرہی ہیں۔ وہ اسے متاثر کررہا ہے۔ بھائی کی گرفتاری کے بعد وہ تنہا ہوگئی تھی۔ ایسے میں وہ جینا کی مدد کرکے یہ ثابت کررہا ہے کہ مسلمان بہت ہمدرد ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ لہٰذا اس نے اسلام قبول کیا ہے تو وہ اپنے اس ارادے پر ثابت قدم رہے۔''

اعلیٰ افسر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''دوسری طرف میلسن سے کی جانے والی ہمدردی سمجھا رہی ہے کہ وجی رفتہ رفتہ اسے بھی اپنے دین کی طرف لے جائے گا۔''

دوسرے نے کہا۔ ''جینا اور لوری جیسے بھٹکنے والوں کو واپس اپنے مذہب کی طرف بلانا ہماری تنظیم کا ایک اہم فریضہ ہے۔ ہم وجی جیسے لوگوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے منظم ہوئے ہیں اور یہ تشویش کی بات ہے کہ ہمارے لوگ اِدھر سے اُدھر جاکر ان کی تعداد میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں۔''

نمائندے نے کہا۔ ''وجی میلسن کی رہائی کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ کررہا ہے۔ اس کا یہ روّیہ یقیناً اس قیدی لڑکے کو متاثر کررہا ہوگا۔ یہ قوی امکان ہے کہ وہ رہائی پانے کے بعد بہن کے نقش قدم پر چلے گا۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''اور ہم ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ نہ صرف میلسن کو روکیں گے۔ بلکہ جینا کیری کو بھی واپس اپنی طرف لے آئیں گے۔''

''یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اس طرح ہمارے دیگر یہودی اور عیسائی، جو اسلامی اداروں میں جانے لگے ہیں' وہاں کی تعلیمات سے متاثر ہوکر اپنے مذہب سے پھر رہے ہیں' ہم انہیں واپس لاسکیں گے اور یہ ثابت کرسکیں گے کہ مسلمانوں کا جادو اگرچہ سر چڑھ کر بولتا ہے' مگر عارضی ہوتا ہے۔ سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ جینا اور

لوری کی طرح اپنے باپ دادا کے مذہب کی طرف پلٹ آتا ہے۔''

نمائندے نے کہا۔ ''ہمیں اس سلسلے میں کوئی ٹھوس لائحہ عمل طے کرنا چاہئے۔''

اعلیٰ افسر نے ذرا سوچنے کے بعد کہا۔ ''وجی اسے ضمانت پر رہا کرا کے ان دونوں بھائی بہن کو اپنا احسان مند بنانا چاہتا ہے اور ہم چاہیں گے کہ اس کا یہ مقصد ہرگز پورا نہ ہو۔''

نمائندے نے کہا۔ ''میں سمجھ گیا۔ وجی اسے رہا کرانے کے سلسلے میں ناکام ہوگا تو وہ بھائی بہن اس سے بدظن ہوجائیں گے۔ پھر ایسے حالات میں ہم ان سے تعاون کریں گے۔ میلسن کو رہا کرا کے اسے اپنا احسان مند بنائیں گے تو جینا کیری بھی ہم سے متاثر ہوتی رہے گی۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''اگر نہیں ہونا چاہے گی تو ہم میلسن کے ذریعے اس پر دباؤ ڈالیں گے۔ یوں ہمارے دشمنوں کے منہ پر یہ جوتا پڑے گا کہ ان کے دین میں داخل ہونے والی ایک لڑکی واپس اپنے مذہب کی طرف پلٹ آئی ہے۔ کیوں پلٹ آئی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہم جینا کیری کی پریس کانفرنس کرائیں گے۔ جس میں وہ اسلامی اقدار کی دھجیاں اڑائے گی۔ ہم اسے بتائیں گے کہ وہ کس کس حوالے سے ان کے خلاف بولے گی؟''

دوسرے افسران قائل ہوکر سن رہے تھے۔ ایک نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہ زبردست آئیڈیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے وہ پریس کانفرنس پوری دنیا میں دیکھی جائے گی۔ لوگ جینا کیری کی باتوں پر اس لئے بھی یقین کریں گے کہ اس نے مسلمانوں کو اور اُن کے دین کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا ہوگا۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے خوش ہوکر کہا۔ ''یہ اپنے دشمنوں کو مات دینے کا ایک کامیاب طریقۂ کار ہوگا۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اور ہم اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ جینا کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا والوں کو یہ بات بھی جتاتے رہیں گے کہ مسلمانوں کا اصول ہے' کوئی بھی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد زندگی بھر کسی دوسرے مذہب کی طرف نہیں جاسکتا... اور جو جاتا ہے۔ ان کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے' وہ ان کی نظروں میں واجب القتل ہوجاتا ہے۔''

تمام افسران نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''ہم اسی حوالے سے اپنے منصوبے میں توسیع کریں گے۔''

افسران نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''جب جینا کیری کی پریس کانفرنس اور اسلام کے خلاف دیئے گئے انٹرویوز اس دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جائیں گے تب .... وہ ہمارے لئے غیر ضروری ہوجائے گی۔لیکن جس طرح مرا ہاتھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے' اسی طرح جینا کی ہلاکت مسلمانوں کے خلاف ہمیں فائدہ پہنچائے گی۔ کیونکہ ہم پہلے سے یہ بات لوگوں کے دماغوں میں ٹھونس چکے ہوں گے کہ وہ انتہا پسند ہیں۔جینا ان کے لئے واجب القتل ہوگئی تھی۔ لٰہذا جیسے ہی موقع ملا' انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

بلا شبہ ہمارے دین کے خلاف وہ ایک زبردست منصوبہ بنا رہے تھے۔جینا کیری کی پریس کانفرنس کے اور پھر اس کے قتل کے بعد ہم پر انتہا پسند ہونے کی چھاپ لگنے والی تھی۔ایسے حالات میں جبکہ اسلام کے ماننے والوں کو دہشت گرد ثابت کیا جارہا ہے۔اُن کا یہ منصوبہ ہمارے خلاف چلنے والی مہم میں بہت معاون ثابت ہونے والا تھا۔

میں اُن کی ایسی سازشوں سے بے خبر تھا۔یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جینا سے کی جانے والی دشمنی کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو نشانہ بنانے والے ہیں اور ان کا یہ منصوبہ جینا اور میلسن کے تعاون پر منحصر تھا۔

اس روز میں جینا (رابعہ) سے ملنے اس کے گھر گیا۔میں جب بھی وہاں جاتا تھا تو اس کا پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ میلسن کب رہا ہوکر واپس آئے گا؟

اس روز بھی حسبِ معمول اس نے میلسن کے بارے میں پوچھا۔میں نے کہا۔''میں اس کی رہائی کے لئے سرتوڑ کوششیں کررہا ہوں۔مجھے پوری امید ہے' میری یہ محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔وہ جلد ہی آکر تم سے مل سکے گا۔''

وہ بولی۔''اس بھری دنیا میں ایک وہی میرا سہارا ہے۔بیشک۔اس نے مما کے سلسلے میں ایک انتہائی قدم اٹھا کر بہت بڑا جرم کیا ہے۔مگر اپنی دانست میں اس نے مما کو ایک گناہ آلود گھناؤنی زندگی سے نجات دلائی ہے۔''

''ایک بیٹے کے جذبوں کو قانون نہیں سمجھے گا۔''

وہ تڑپ کر بولی۔''تو آپ انہیں سمجھائیں ناں...''

''قانون کو صرف دلائل سے سمجھایا جاسکتا ہے یا پھر رحم کی اپیل کی جاسکتی ہے۔میرا وکیل بہت پُر امید ہے۔وہ کہہ رہا تھا' اسے سزائے موت سے بچالے گا۔اس کے باوجود شاید چند برسوں کی قید بامشقت ضرور ملے گی۔''

وہ سر جھکا کر سوچ میں پڑ گئی۔پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔''کاش...! مما کے سلسلے میں وہ مجھے اپنا رازدار بنالیتا تو میں اسے ہرگز یہ قدم اٹھانے نہ دیتی۔''

میں نے کہا۔''تم فکر نہ کرو۔میں اپنے افسران سے بھی صلح مشورے کررہا ہوں۔اس کی رہائی کی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔''

زبیدہ (لوری) ہمارے لئے کافی اور کچھ اسنیکس وغیرہ لے آئی تھی۔میں نے رابعہ سے پوچھا۔''یہ بتاؤ' تمہارے زخم کا کیا حال ہے؟''

وہ لیٹی ہوئی تھی۔اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔''بڑی حد تک مندمل ہوچکا ہے۔روزانہ مرہم پٹی کی جاتی ہے۔اٹھ کر بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔اس کے باوجود زبیدہ مجھے بستر سے اٹھنے نہیں دیتی۔''

زبیدہ نے کافی کی ایک پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔''جب چھوٹے بڑے ہر طرح کے کام کرنے کے لئے میں موجود ہوں تو اسے بستر سے نکلنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟یوں بھی ڈاکٹر نے مکمل بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا ہے۔یہ جتنا آرام کرے گی۔زخم اتنی ہی تیزی سے بھرتا چلا جائے گا۔''

رابعہ نے کافی کی ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔''کاش...میں سفر کرنے کے قابل ہوتی تو میلسن سے ملاقات کرنے ضرور جاتی۔اسے دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کے لئے جی مچلتا رہتا ہے۔''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔اکثر بھائی کو یاد کرتے کرتے اچانک اداس ہوجایا کرتی تھی۔میں نے کہا۔''بہنیں جب دل کی گہرائیوں سے اپنے بھائیوں کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتی ہیں تو اوپر والا بھی پسیج جاتا ہے۔مجھے امید ہے' اِدھر تمہاری دعائیں اور اُدھر میری کوششیں میلسن کو سلاخوں کے پیچھے سے نکال لائیں گی۔''

زبیدہ نے رابعہ کو تھپکتے ہوئے مجھ سے کہا۔''یہ تو آپ کا سہارا ہے کہ میلسن کی رہائی کی امید بندھی ہوئی ہے۔ورنہ کون کس کے کام آتا ہے؟یہ بیمار ہے۔میں اور میرا بوڑھا شوہر پولیس کے معاملات کو نہیں سمجھتے۔آپ رابعہ اور میلسن کے کام آکر ہم پر بہت بڑا احسان کررہے ہیں۔''

میں نے کہا۔''میں کوئی احسان نہیں کررہا ہوں۔''

رابعہ نے کہا۔''آپ ہماری وجہ سے یہاں رُکے ہوئے ہیں۔ہماری مدد کررہے ہیں' یہ

بہت بڑی بات ہے۔"

اس کی اس بات نے پہلی بار مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ یہ بڑی بات کیوں ہو رہی ہے؟ کیا میں میلسن کی رہائی سے دلچسپی لے رہا ہوں یا.....

میں نے جینا کی طرف دیکھا۔ ان لمحات میں ایک اور خیال پیدا ہوا کہ اُسے اصولاً رابعہ ہی کہنا چاہئے اور اس کے متعلق سوچتے ہوئے رابعہ کا نام ہی آنا چاہئے۔ لیکن میرے ذہن میں جینا کا نام گنگنانے لگتا تھا۔ اس نام میں ایسی رومانیت اور کشش تھی، جو بظاہر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ مگر دل کہتا تھا، میں اسے جینا ہی کہوں اور ایسا کہنے سے پہلے جھجکتے ہوئے رابعہ کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

سیدھی سی بات یہ ہے کہ میں ابھی اپنے اندر کے چور کو پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ اُدھر وہ کہہ رہی تھی کہ میں اس کے معاملات سے دلچسپی لے کر اس پر احسان کر رہا ہوں اور یہ اس کے لئے بہت بڑی بات تھی۔ بس اسی طرح ہمارے جانے انجانے میں بات سے بات بنتی چلی جاتی ہے۔

میں نے میلسن کی ضمانت کے سلسلے میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ریٹائرڈ افسر گیری کوپر سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے تمام حالات سننے کے بعد مجھ سے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ ضمانت کے سلسلے میں بار بار رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں اور کسی نہ کسی وجہ سے میلسن کا معاملہ طول پکڑتا جا رہا تھا۔

جینا اپنے بھائی سے ملنے کے لئے بے چین تھی۔ اس کا زخم بڑی حد تک بھر چکا تھا۔ اس نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ کل میرے ساتھ میلسن سے ملاقات کرنے جائے گی۔

میں نے ہامی بھرتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں صبح گیارہ بجے تک تمہیں لینے آؤں گا۔ میلسن سے ملاقات کرنے کے بعد ہم کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں لنچ کریں گے۔"

وہ میری بات سن کر چہکتے ہوئے بولی۔ "آپ نے پہلی بار میرے ساتھ باہر کھانا کھانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ میں جانا بھی چاہتی ہوں۔ آپ کے ساتھ اچھا وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ لیکن یہ جانتی ہوں، میلسن سے ملنے کے بعد میں بہت اداس ہو جاؤں گی۔ یہ سوچ کر بھی دل دُکھتا ہے کہ میرا بھائی سلاخوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اس سے ملنے کے بعد تو میں بالکل ہی ٹوٹ جاؤں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہمیشہ ٹوٹنے کا نہیں، اپنے آپ کو جوڑنے کا اور مستحکم رہنے کا حوصلہ کرتی

رہو۔"

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ اس کے لئے عدالتی فیصلہ کیا ہوگا؟ مگر یہ یقین دلاتا ہوں، آجکل میں اسے ضمانت پر چھڑا لاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "واقعی آپ جیسے ساتھی کی باتیں سن کر اور تعاون حاصل کر کے مجھے حوصلہ مند رہنا چاہئے۔"

وہ ذرا چپ ہوئی، پھر بولی۔ "آپ زندگی میں کبھی دوہری کیفیات سے دوچار ہوئے ہیں؟"

"ہاں۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔ کیا تمہارے ساتھ بھی ایسا کچھ ہو رہا ہے؟"

وہ بولی۔ "میں دن رات اپنے بھائی کے لئے دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔ ابھی آپ کی ان باتوں نے مجھے مسرتوں سے مالا مال کر دیا ہے کہ آجکل میں آپ اسے رہا کرانے والے ہیں۔ مگر... اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر دل اداس ہو گیا ہے کہ اس کی رہائی کے بعد آپ دوسری ذمہ داریوں میں، کسی دوسرے کیس میں مصروف ہو جائیں گے۔ اور میں شاید بھولا ہوا سبق بن جاؤں گی۔"

اب وہ اپنی باتوں سے کھل کر اپنے جذبوں کا اظہار کرنے لگی تھی۔ مجھے یہ سن کر عجیب سا لگا اور اچھا بھی لگا کہ آئندہ وہ کبھی میری کمی محسوس کرے گی۔ مجھے بھلا نہیں پائے گی۔ کیا اسی گہری اپنائیت سے مجھے یاد کرتی رہے گی؟ جبکہ میں اپنائیت کے حوالے سے ابھی اس کا کچھ نہیں ہوں۔ اسی کو تو رومانیت کہتے ہیں کہ جو کچھ نہیں ہوتا، اسے محبوب کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم تو ایسے اداس ہو رہی ہو جیسے میں ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے جا رہا ہوں۔"

اس نے تڑپ کر کہا۔ "شٹ اپ۔ ایسی باتیں نہ کریں۔ اتنے سارے مرہم رکھتے رکھتے یوں گھائل نہ کریں۔"

پھر اس نے بڑے جذبے سے کہا۔ "ویسے ... جس رشتے کا تعلق سیدھا دل سے ہو اُسے ٹوٹنا یا بچھڑنا نہیں چاہئے۔ پلیز۔ دنیا سے جانے والی باتیں نہ کریں۔"

"چلو فی الحال دنیا سے نہیں جاتا مگر ابھی ایک کام سے جانا ہے۔ پھر کسی وقت کال کروں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ میرے بارے میں بڑی محبت سے سوچنے لگی۔ "جب کبھی تم میری

نظروں سے اوجھل ہو جاؤ گے‘ مجھ سے دور ہو جاؤ گے تو جانے کے باوجود جا نہیں پاؤ گے۔ یہ جو لہو ہے.... آخر کیا ہے؟ اور کون ہے؟ تم میری رگوں میں گردش کر رہے ہو اور کرتے رہو گے۔“

اس رات اسے نیند آنے والی نہیں تھی۔ایک تو بھائی سے ملنے کی خوشی تھی اور دوسری طرف میرے ساتھ وقت گزارنے والی تھی۔اس نے زبیدہ سے کہا۔”میرا کوئی اچھا سا لباس نکال کر استری کرو۔میں کچن میں جا رہی ہوں۔“

وہ اسے روکتے ہوئے بولی۔”تم کل باہر جانے والی ہو۔بستر پر لیٹ کر آرام کرتی رہو۔جو بھی کام ہے‘ مجھے بتاؤ؟“

وہ مسکرا کر بولی۔”میلسن کو میرے بنائے ہوئے چکن چیز برگر بہت پسند ہیں۔اسی کی تیاری کرنے جا رہی ہوں۔صبح جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔“

”تمہارا زخم ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ایک ذرا اونچ نیچ ہو گی تو تکلیف شروع ہو جائے گی۔چپ چاپ لیٹ کر آرام کرتی رہو۔“

”لیکن میں اس کے لئے کچھ لے جانا چاہتی ہوں۔“

”فکر نہ کرو۔وہ میرے ہاتھ کی بہت سی ڈشیں شوق سے کھاتا ہے۔میں ان میں سے کوئی ایک بنا کر صبح تمہیں دے دوں گی۔“

وہ اسے بیڈ کی طرف لاتے ہوئے بولی۔”آرام سے لیٹ جاؤ۔میں استری کرنے کے بعد کچن میں جاؤں گی۔“

وہ اسے لٹا کر لائٹ آف کرتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد جینا نے آنکھیں بند کر لیں۔نیند کا انتظار کرنے لگی۔بعض اوقات جس کا انتظار کرو۔وہ نہیں آتا کوئی اور چلا آتا ہے....

وہ سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ایسے وقت میں دبے قدموں چلتا ہوا اس کے خیالوں میں جھانکنے لگا۔اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔نیم اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔پھر پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے مسکرا کر بولی۔”توبہ ہے۔میں کل اُن سے ملنے والی ہوں اور یہ ابھی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔“

اس نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔لوگ دروازے کھلے چھوڑ کر آنے والے کا انتظار کرتے ہیں اور وہ آنکھیں بند کر کے پھر میرا انتظار کر رہی تھی۔

ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی نے دل کے دروازے پر دستک دی۔اس نے چونک کر

اُدھر دیکھا۔دل نے دھڑک کر کہا‘ شائد میں فون کے ذریعے اس کے پاس پہنچ رہا ہوں۔

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔”ہیلو...!“

خلاف توقع کسی اجنبی کی آواز سن کر وہ ایکدم سے بجھ گئی۔خیالی اڑان کے پَر ٹوٹ گئے۔دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔”تم جینا کیری بول رہی ہو؟“

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔”جی ہاں...مگر آپ کون ہیں؟“

”ہم بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھاتے ہیں۔اپنی سمت بھول کر کسی دوسری راہ پر جانے والے کو واپس صحیح سمت کی طرف لاتے ہیں۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھی‘ آپ کون بول رہے ہیں؟“

”ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔تم جینا سے رابعہ بن گئیں۔اِدھر سے بھٹک اُدھر چلی گئیں۔کیوں چلی گئیں؟ ہم یہ نہیں پوچھیں گے۔صرف اتنا کہیں گے کہ اپنے مذہب کی طرف واپس آجاؤ۔اسی میں تمہاری بہتری ہے۔“

وہ تعجب سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔پھر بولی۔”میں اپنی بہتری خوب سمجھتی ہوں اور ویسے بھی یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔تم بولنے والے کون ہوتے ہو؟“

”یہ تمہارا ذاتی نہیں‘ ہمارا مذہبی معاملہ ہے اور اس سے ہماری قومی غیرت مجروح ہو رہی ہے۔تم کیا سمجھتی ہو‘ ہماری طرف سے کوئی ردِعمل نہیں ہو گا؟“

وہ بولی۔”یعنی کوئی ردِعمل پیش کرنے کے لئے یہ کال کی گئی ہے؟“

”اگر تم ہماری بات کو محبت سے سمجھو گی اور گمراہی سے باز آجاؤ گی تو یہ کال تمہارے لئے باعث رحمت ہو گی۔ورنہ جو عذاب نازل ہو گا‘ اس کے نتیجے میں اپنے بھائی کو الیکٹرک چیئر پر دیکھو گی۔“

اس نے گھبرا کر ریسیور کو دیکھا۔پھر پریشان ہو کر پوچھا۔”تم ہو کون؟ میرے بھائی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

وہ بولا۔”ہم صرف اپنے بارے میں جانتے ہیں۔بڑے سے بڑے قاتل اور لٹیرے کو چٹکیوں میں رہا کرا سکتے ہیں۔یوں سمجھو‘ تمہارا بھائی بھی ہمارے رحم و کرم پر ہے۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔”تم بتاتے کیوں نہیں کون ہو؟ کس بنیاد پر میرے بھائی کی قسمت بدلنے کا دعویٰ کر رہے ہو؟“

”اسی بات کو سمجھو...ہم چاہیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے نہ چاہیں تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔تمہارا وہ مسلمان عاشق یونہی جھک مارتا رہ جائے گا۔میلسن کی ضمانت کے لئے جوتیاں

چٹخاتا پھرے گا۔"

اس نے پوچھا۔ "تو کیا تم ہی اس کی راستے میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہو؟"

"تم چاہو تو ساری رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں' نہ چاہو تو رہا ہونے والا بیچارہ میلسن سزائے موت تک پہنچ سکتا ہے۔"

اس نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تم چاہو گی تو ایسا نہیں ہوگا۔"

وہ بولی۔ "اگر میں اپنے بھائی کی رہائی کے سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہوں تو مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟"

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ "تم..... واپس آجاؤ۔ رابعہ سے پھر جینا کیری بن جاؤ۔ یعنی اپنے مذہب کی طرف پلٹ آؤ۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر ہم بھی کچھ نہیں کریں گے اور نہ اس مسلمان عاشق کو کچھ کرنے کا موقع دیں گے۔ تم دیکھو گی... اس کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود میلسن کی ضمانت منظور نہیں ہوگی۔"

وہ بہت ہی دلبرداشتہ ہو رہی تھی۔ جیسے رونے کے انداز میں بولی۔ "تم کیوں ہم سے دشمنی کر رہے ہو؟"

"ہم ایک ہی وقت میں تمہارے خیر خواہ بھی ہیں اور دشمن بھی.... اب یہ تمہاری صوابدید پر ہے کہ ہم سے کون سی رشتے داری نبھانا چاہتی ہو؟ دوست بناؤ گی تو بھائی زندگی کے گلے لگے گا۔ دشمن سمجھو گی تو اس کے گلے میں موت کا پھندہ پڑ جائے گا۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "ہیلو... ہیلو...؟"

ٹیلی فون سیٹ میں سی ایل آئی کی سہولت موجود نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو وہ نمبر دیکھ کر اپنے طور پر رابطہ کرنے کی کوشش کرتی۔ اس نے شدید پریشانی سے ریسیور کو دیکھا پھر اسے کریڈل پر پٹخ کر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

وہ بری طرح الجھ گئی تھی۔ اس حد تک اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی اسلام دشمن تنظیم سے تعلق رکھنے والا شخص ہے۔ اور صرف اسے دین اسلام سے چھڑانے کے لئے اس کے بھائی کو چارہ بنا رہا ہے۔ اس طرح بیک وقت دوست بھی بن رہا ہے اور دشمن بھی.....

مگر یہ ایسی سودے بازی تھی' جسے جینا کا ضمیر اور اس کا ایمان کسی صورت قبول نہیں کر

سکتا تھا۔ اور قبول نہ کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ میلسن کی رہائی اور ضمانت کھٹائی میں پڑ جاتی۔

وہ موجودہ حالات پر غور کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ یہ دیکھتی آرہی تھی کہ میں میلسن کی ضمانت کے سلسلے میں مسلسل ناکام ہوتا آرہا ہوں۔ بات بنتے بنتے اچانک ہی بگڑ جاتی ہے... کیوں بگڑ جاتی ہے؟

اس نے پریشان ہو کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ دل و دماغ میں اس اجنبی دشمن کی یہ باتیں گونجنے لگیں۔ "ہم چاہیں گے تو وہ آزاد ہوگا۔ ورنہ سزائے موت کو پہنچے گا۔ تمہارا وہ مسلمان عاشق کچھ نہیں کر پائے گا۔"

اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ حالات سمجھا رہے تھے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ کچھ زیادہ ہی اثرو رسوخ رکھتا ہے۔ جب بھی میلسن کی ضمانت کے سلسلے میں مکمل انتظامات کئے جاتے ہیں' وہ بڑی خاموشی سے دشمنی کرتے ہوئے تمام کوششوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چاہے گا تو میلسن رہائی پا سکے گا۔ مگر اس کی شرط بہت کڑی تھی۔ جینا جان دے کر بھی اسے قبول نہیں کر سکتی تھی۔

وہ نیم اندھیرے میں سر جھکائے بالوں کو مٹھی میں جکڑے آنسو بہا رہی تھی۔ ایسے وقت اس کے کانوں میں میرے یہ الفاظ گونجنے لگے۔ "آنسو بہانے سے مسائل حل نہیں ہوتے....."

اس نے سر اٹھا کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ پھر ریسیور کو کان سے لگا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

میں امیر حمزہ کے پاس بیٹھا باتوں میں مصروف تھا۔ ایسے وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ وہ کوئی اجنبی نمبر تھا۔ ضرور پاپا کا نمائندہ ہوگا۔ نمبر بدل کر کال کر رہا ہے۔ میں نے ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

"ہیلو... کون؟"

"تعارف کرانا ضروری نہیں ہے۔ مجھے آواز سے پہچان رہے ہو گے؟"

میرا اندازہ درست نکلا۔ وہ پاپا کا نمائندہ بول رہا تھا۔ میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ "بڑے دنوں بعد مخاطب کر رہے ہو؟ کیا چپ کا روزہ رکھے بیٹھے تھے؟"

وہ بولا۔ "کبھی کبھی چپ چاپ بیٹھ کر تماشہ دیکھنا پڑتا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ قتل کیس کی تحقیقات کرتے کرتے تم نے تو عشق کی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں۔ لڑکی کو متاثر

کرنے کے لئے کیا خوب کھیل کھیل رہے ہو؟ پہلے جس مجرم کا کھوج لگا کر اسے گرفتار کرایا' اب اسی کو چھڑانے کی کوششیں کر رہے ہو؟''

میں نے حمزہ کی طرف دیکھا۔ پھر فون پر کہا۔''اگر میں کسی کو متاثر کر رہا ہوں تو تم کیوں بیمار ہو رہے ہو؟''

''ہم بیمار ہونے والوں میں سے نہیں.... بیماری لگانے والوں میں سے ہیں۔ تمہیں یونہی تو کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔''

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔''جو خود مسلسل ناکامیوں سے دوچار ہوتے آ رہے ہوں ۔وہ بھلا کسی دوسرے کی کامیابی کو کیسے روک سکیں گے؟''

''کس دنیا میں رہتے ہو؟ کیا اپنے حالات پر غور نہیں کرتے؟''

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے حمزہ کو دیکھا۔ پھر فون پر پوچھا۔''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ ذرا کھل کر بات کرو۔''

''کھل کر بات کرنے کے لئے ہی تمہیں فون کیا ہے۔ ذرا اُن رکاوٹوں کا حساب تو کرو، جو میلسن کی ضمانت کے سلسلے میں تمہارا منہ چڑا رہی ہیں۔''

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔''اچھا... تو اب سمجھ میں آیا۔ تم اس حوالے سے چھپ چھپ کر مجھ سے دشمنی کر رہے ہو؟''

''ہمیں چھپنا ہوتا تو اب بھی تمہارے سامنے نہ آتے۔''

''خود کو ظاہر کرنے کا ضرور کوئی مقصد ہوگا؟''

''ہاں.... تمہیں سمجھانے آیا ہوں۔ تمہاری ہمدردیاں میلسن کو لے ڈوبیں گی۔''

''میری تمام تر ہمدردیاں اسے ڈبونے کے لئے نہیں ہیں۔ سلاخوں سے باہر نکالنے کے لئے ہیں۔''

''جب تک ہم نہیں چاہیں گے' تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ تم نے ان بھائی بہن کو اپنا احسان مند بنانے کے لئے بہت بڑا چکر چلایا ہے۔ لیکن ہم تمہیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو... اگر تم نے اپنے طور پر میلسن کو آزاد کرانے کی کوشش کی تو ہم اسے کسی بھی طرح موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اور اگر تم ہماری بات مانتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تو ہم اسے خود نئی زندگی دیں گے۔''

میں نے کہا۔''یعنی تم اسے اپنا احسان مند بنانا چاہتے ہو؟ اگر میرے پیچھے ہٹنے سے اسے سلامتی مل سکتی ہے تو ٹھیک ہے... تم کل ہی اسے ضمانت پر رہا کرا دو۔''

اس نے کہا۔''اسے کب اور کیسے رہا کرایا جائے گا یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ تم اپنی بات کرو۔''

''میں حساب کتاب میں بہت کھرا ہوں۔ جب تمہارا مطالبہ مانتے ہوئے ابھی اسی وقت میلسن کے معاملے سے دستبردار ہو رہا ہوں تو تم بھی میرا مطالبہ تسلیم کرو۔ ابھی نہ سہی صبح تک اسے رہا کراؤ۔''

اس نے کہا۔''یہ تو تم شروع سے دیکھتے آ رہے ہو۔ دشمنوں کے مطالبات تسلیم کرنے کے سلسلے میں ہم بہت ضدی ہیں۔ تم سے جتنا کہا جا رہا ہے' اتنا کرو۔ میلسن اور جینا کے معاملے پر مٹی ڈال کر ان سے دور ہو جاؤ۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں بھی بہت ضدی ہوں۔ میلسن کو آزاد کرا کے ہی یہاں سے جاؤں گا۔''

''اور ہمارے تعاون کے بغیر ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ تم اس سے جتنی ہمدردی کرو گے۔ ہم اسی قدر دشمنی کی انتہا کر دیں گے۔ پھر کوئی اسے سزائے موت سے بچا نہیں پائے گا۔ اور تم دیکھ ہی رہے ہو۔ تمہاری بنتی ہوئی باتیں اچانک ہی کیسے بگڑ جاتی ہیں؟''

''بیشک۔ تم میرے راستے میں رکاوٹ بنتے رہے۔ ایک بار بھی ضمانت منظور نہیں ہونے دی۔ تم نے کہا تھا کہ انسان تجربوں سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ میں نے بھی کچھ نہ کچھ سیکھ ہی لیا ہے۔ اس بار میلسن کی رہائی یقینی ہے۔ اگر تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو تو پانچ تاریخ کو اسے آزاد دیکھ کر اپنی خوش فہمی دور کر لینا۔''

''اوّل تو ہم ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ فرض کرو' تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو بھی گئے تو ہم میلسن کو آزاد ہو کر گھر تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اسے راستے میں ہی ختم کر دیں گے۔''

اتنا کہہ کر دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں سوچتی ہوئی نظروں سے اپنے فون کو دیکھنے لگا۔ ایسے وقت ہی موبائل فون نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ جینا کال کر رہی تھی۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔''ہیلو...!''

وہ بولی۔''تھینکس گاڈ! آپ سے رابطہ تو ہوا۔ کتنی دیر سے کوشش کر رہی تھی۔ لیکن آپ کا نمبر مسلسل انگیج جا رہا تھا۔''

''ہاں۔ وہ ایک اہم کال آئی ہوئی تھی۔ تم کہو.... !اس وقت کیسے یاد کیا؟''

''میرے پاس بھی ایک کال آئی تھی۔ اس کے بعد سے نیند اڑی ہوئی

ہے۔میں...میں بہت پریشان ہوں۔''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔میں نے پوچھا۔''ہیلو رابعہ...! کیا پریشانی ہے؟ مجھے بتاؤ؟''

وہ بولی۔''ابھی ایک اجنبی کی کال آئی تھی۔وہ کہہ رہا تھا' میلسن کی رہائی کے سلسلے میں جو رکاوٹیں پیش آرہی ہیں۔وہ اس کی پیدا کردہ ہیں۔''

میں ذرا چونک گیا۔یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پاپا کا نمائندہ رابعہ سے رابطہ کرسکتا ہے۔اس نے کہا۔''وہ لوگ آپ کو بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔میلسن کو اپنے طور پر رہا کرانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے بہت ہی کڑی شرط رکھی ہے۔''

میں نے پوچھا۔''کیسی شرط....؟''

''وہ کہتے ہیں' میں رابعہ سے جینا کیری بن جاؤں۔یعنی جس دین کو دل سے گلے لگایا ہے' اس سے پھر جاؤں۔ان کا یہ مطالبہ پورا ہوگا' تب ہی میلسن کو رہائی مل سکے گی۔''

میں اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔وہ پاپا کا نمائندہ تھا۔میرے خلاف جو بھی کارروائی کرتا ہوگا۔یقیناً اُن ہی کے حکم سے کرتا ہوگا۔میرے ذہن میں یہ سوال چیخنے لگا۔''پاپا مسلمان ہیں۔وہ ایک نومسلم لڑکی کو واپس دوسرے مذہب کی طرف جانے پر مجبور کیوں کررہے ہیں؟''

میں نے رابعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔''اپنے اور میلسن کے بارے میں کسی بات کا ٹینشن نہ لو۔دماغ کو تمام پریشانیوں سے آزاد کرکے سوجاؤ۔میں صبح تمہارے پاس آنے والا ہوں۔پھر باتیں ہوں گی۔''

وہ پریشانی سے بولی۔''میں اس کی دھمکیوں سے بہت خوفزدہ ہوگئی ہوں۔وہ دوبارہ فون کرے گا تو...؟''

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔''ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر سو جاؤ۔جب بانس ہی نہیں رہے گا تو وہ بانسری کیسے بجائے گا؟''

ہمارے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔میں پاپا کے حوالے سے سوچنے لگا۔یہ جانتا تھا کہ اُن کا تعلق انڈر ورلڈ سے ہے اور وہاں یہودی چھائے ہوئے ہیں۔ممکن ہے' رابعہ کے سلسلے میں اس نمائندے کو کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہدایات ملی ہوں۔ویسے کچھ بعید نہیں تھا' پاپا مجھ سے اب تک جیسی دشمنی کرتے آرہے تھے۔اسے سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچ کر ایک ذرا حیرت نہیں ہورہی تھی۔کہ جو شخص اتنا بے حس ہوگیا ہو کہ اپنے سگے بیٹے کو ہلاک

کرنے کے منصوبے بناتا رہتا ہو۔اس کے لئے دین کیا اور دنیا کیا؟

امیر حمزہ نے مجھے سوچ میں گم دیکھ کر پوچھا۔''کیا مسئلہ ہے؟ کیا وہ دشمن رابعہ کو مہرہ بنانا چاہتے ہیں؟''

میں نے کہا۔''ہماری دشمنی کو مذہبی رنگ دیا جارہا ہے۔''

میں نے اسے تفصیل سے تمام باتیں بتائیں۔پھر سوچتے ہوئے کہا۔''مخالفین نے اندیشوں میں مبتلا کردیا ہے۔ایک تو وہ طرح طرح سے رکاوٹیں پیدا کررہے ہیں۔پھر یہ کہ میں کسی طرح میلسن کو ضمانت پر رہا کراؤں گا' اسے آہنی سلاخوں سے باہر لاؤں گا تو ان کا یہ چیلنج ہے کہ اسے گھر تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔''

وہ بولا۔''شیطان تو ہلکان کرے گا ہی۔آپ پریشان نہ ہوں۔ہم اپنی حکمتِ عملی سے اسے تحفظ دیں گے اور بخیریت گھر تک پہنچائیں گے۔''

پھر اس نے پوچھا۔''کیا پانچ تاریخ کو اس کی ضمانت ہوجائے گی؟''

''وکیل نے تو پوری امید دلائی ہے۔گیری گو پر بھی اس سلسلے میں اپنی سی کوششیں کر رہا ہے۔''

میں نے کیلنڈر کی طرف دیکھا۔اب سے اڑتالیس گھنٹے بعد پانچ تاریخ تھی۔اس تاریخ کو میں جینا کی نظروں میں سرخرو ہوسکتا تھا۔بھائی کو ایک بہن کے پاس پہنچا سکتا تھا یا پھر دشمن اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہوسکتے تھے۔

ہمارے اور مخالفین کے درمیان کچھ بھی ہوتا تو یہ محض ہماری ہار یا جیت کی بات ہوتی۔لیکن میلسن کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ہار اور جیت کے اس کھیل میں وہ اپنی زندگی ہار سکتا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا۔میرے سامنے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔



میرے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔اس بساط پر میں اور میری ماما دو تنہا مہرے تھے۔جو بے شمار دشمن مہروں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔

شطرنج کا یہ کھیل جس طرح شروع ہوا' اُس کی وضاحت میں ایک بار پھر کرنا چاہتا ہوں۔دراصل میرے نانا جان علیم شیرازی نے رخشی نامی ایک الٹرا ماڈرن عورت سے دوسری شادی کی تھی۔وہ چاہتے تھے' ان کی ایک اولادِ نرینہ ہو۔

ان کی یہ خواہش پوری تو ہوئی تھی۔مگر یہ ٹھوس ثبوت بھی حاصل ہوگیا تھا کہ رخشی نے نانا جان کے خون میں ملاوٹ کی ہے۔جو بیٹا پیدا ہوا ہے' وہ ناجائز ہے۔انہوں نے اسے

اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا اور رخشی کو طلاق دے دی تھی۔

یہ عام سے گھریلو معاملات ہو سکتے تھے۔ مگر پتہ چلا' رخشی کی پہنچ بہت دور تک ہے اور اس کا حمایتی انڈر ورلڈ کا ایک اعلیٰ عہدیدار ہے۔ اُس نے چیلنج کیا تھا کہ میرے نانا علیم شیرازی نے رخشی سے ہونے والے بیٹے کو اپنا جائز بیٹا تسلیم نہ کیا تو وہ انہیں پورے خاندان سمیت خاک میں ملا دے گا۔

نانا جان کے خاندان میں صرف میری ایک ماما اہم تھیں۔ ان کی پھوپھی زرینہ بانو نے انہیں بہو بنانے اور نانا جان کی پوری دولت و جائیداد پر قبضہ جمانے کے لئے اپنے بیٹے شاہنواز کو نانا جان کی فرزندی میں دینا چاہا تھا۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں' نانا جان بھی انڈر ورلڈ کے ایک اہم کارندے تھے۔ پھوپھی زرینہ اور ان کے شوہر راجا تسلیم نواز کا کچا چٹھا اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے شاہنواز کا رشتہ ٹھکرا دیا۔

یوں یک نہ شُد دو شُد.... دو طرف سے دشمن پیدا ہو گئے۔ ایک طرف سے رخشی اور اس کا پراسرار حمایتی تھا۔ اور دوسری طرف زرینہ بانو قسم کھا کر بیٹھ گئی کہ یا تو میری ماما کو کسی بھی طرح بہو بنائے گی یا پھر نانا جان کو تباہ و برباد کر دے گی۔

بیس برس بعد زرینہ بانو کی چھوٹی بیٹی شہناز جوان ہوئی تو زرینہ نے دوسری چال چلنی شروع کی۔ وہ میری ماما کو اپنی بہو نہ بنا سکی تھی۔ اب مجھے اپنا داماد بنانے کے سلسلے میں ہیرا پھیری کر رہی تھی۔ جبکہ شہناز مجھ سے چھ برس بڑی تھی۔ ویسے وہ میرے ڈیل ڈول کے سامنے چھوئی موئی سی لگتی تھی۔

میں نے ابھی کہا تھا' یک نہ شُد دو شُد.... مگر اب تیسرا بھی پیدا ہو گیا تھا اور وہ تیسرا دشمن مجھے پیدا کرنے والا باپ تھا۔ میں اپنی روداد بیان کر رہا ہوں۔ مگر اس بات سے بے خبر ہوں کہ دشمن کون لوگ ہیں؟ ان کے چہرے کیسے ہیں؟ حتیٰ کہ میں نے اپنے پاپا کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے۔ البتہ زرینہ بانو' شہناز اور شاہنواز میرے دیکھے بھالے ہیں۔ فی الحال وہ مجھ سے دشمنی کرتے نظر نہیں آ رہے تھے۔

وہ اس لئے کہ مجھ سے دشمنی کرنے کے باوجود وہ دھوکا کھا رہے تھے۔ وکی کو وجی سمجھ کر اپنے طور پر چالیں چل رہے تھے۔ فی الحال میں اُن کی دشمنی سے بے نیاز تھا۔ اُس وقت میں جن حملوں کی زد میں تھا' وہ یا تو پاپا کی طرف سے ہو رہے تھے یا اسلام دشمن تنظیموں کی جانب سے ہو رہے تھے۔

ابھی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وکی کیا کرتا پھر رہا ہے؟ وہ چھوٹی بڑی وارداتیں کرتا تھا اور شہزادوں کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ کیا وہ خود مختار تھا یا کسی کا آلۂ کار بنا ہوا تھا؟ چونکہ میری معلومات کے مطابق پاپا کے حکم سے ماما پر حملہ کیا گیا تھا اور وہ حملہ وکی نے کیا تھا تو اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ وہ باپ بیٹے' ہم ماں بیٹے کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں۔

دوسری طرف سے ہمیں یہ دھمکیاں بھی دی گئی تھیں کہ نانا جان نے رخشی کے ناجائز بیٹے سلطان ظفر کو اپنی جائیداد میں ستر فی صد کا وارث نہ بنایا تو مجھے اور میری ماما کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ یہ دھمکی بھی ہمیں پاپا کی طرف سے ملی تھی۔

اور اُنہوں نے اپنی اس دھمکی پر عمل بھی کیا تھا۔ وکی کے ذریعہ ماما پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور دوسرا حملہ مجھ پر ہوا تھا۔ لیکن میرے حصے کا زخم جینا نے کھایا تھا۔ اب میں جینا' میلسن اور دینی معاملات میں بری طرح مصروف ہو گیا تھا۔ فی الحال نانا جان کے حوالے سے ہونے والی دشمنی کو ثانوی حیثیت دے رہا تھا۔ کیونکہ اڑتالیس گھنٹے بعد میلسن کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔



خان علی' شہناز کے ساتھ کریزی ہورس کلب پہنچا ہوا تھا۔ اس وسیع و عریض ہال میں موسیقی کی دھواں دھار آوازیں گونج رہی تھیں۔ نیم اندھیرے میں رنگ برنگی روشنیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں۔ لمحے بھر کے لئے اس ماحول کو ایک ذرا روشن کرتی تھیں' پھر بجھ جاتی تھیں۔

اس آنکھ مچولی میں اندازہ ہوا کہ وہ ہال جوان لڑکے لڑکیوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سب ہی ایک دوسرے کے ساتھ رقص میں مصروف تھے۔ شہناز نے خان علی کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اس نے ایک بار کاؤنٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھایا۔ "اُدھر چلتے ہیں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے چپک کر راستہ بناتے ہوئے مطلوبہ کاؤنٹر پر پہنچ گئے۔ شہناز نے ایک اسٹول پر بیٹھتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں پوچھا۔ "تم تو یہ سب پسند نہیں کرتے؟ پھر آج مجھے یہاں کیسے لے آئے؟"

خان علی نے ادھر اُدھر دیکھا۔ جو لڑکے لڑکیاں رقص نہیں کر رہے تھے۔ وہ کاؤنٹر کے آس پاس دیوار سے لگے ایک دوسرے میں مگن تھے۔

اس نے کہا۔ "زندگی میں ہر طرح کے تجربوں سے گزرنا چاہئے۔ سنا ہے' اس کلب میں

ایک ساتھ رقص کرنے والے زندگی بھر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔"

وہ اس کے سامنے ایک اسٹول پر بیٹھ گیا تھا۔ شہناز نے اسے تعجب سے دیکھا۔ پھر اس کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم سے کس نے کہا؟"

اس نے کاؤنٹر گرل سے دو پیگ بنوائے پھر ان میں سے ایک کو شہناز کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے ایک دوست نے بتایا تھا۔ اب جبکہ ہم دونوں پیرس آئے ہوئے ہیں تو میں نے سوچا' اس کلب کی کرامات آزمالوں۔"

اس نے شوخی سے پوچھا۔ "کیا تمہیں جدائی کا خدشہ ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "ہرگز نہیں..... مجھے اپنی محبت پر پورا بھروسہ ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "تو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں زندگی کے بہت سے معاملات میں رِسک لیتا رہتا ہوں۔ لیکن تمہارا معاملہ میرے لئے بہت اہم ہے۔ اس یقین کے باوجود کہ ہمیں موت کے سوا کوئی جدا نہیں کرپائے گا' میں اس کلب میں آیا ہوں۔ کیونکہ انسان کبھی کبھی جو سوچتا ہے 'وہ نہیں ہوتا۔ حالات اچانک ہی ایسے پلٹا کھاتے ہیں کہ انہونی ہونی ہوجاتی ہے۔"

شہناز کے دل میں چور تھا۔ اس نے پہلو بدل کر خان علی کو دیکھا۔ ایسے وقت وکی اس کے اندر رینگ رہا تھا۔ خان علی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں تمہارے سلسلے میں کوئی نقصان برداشت نہیں کرنا چاہتا۔ اگر یہ کلب ہمارے رشتے کو اور مضبوط بنا سکتا ہے تو اسے آزمانے میں حرج ہی کیا ہے؟ اور دیکھ لو..... میں آزما رہا ہوں۔"

وہ شانے اچکا کر بولی۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بس حیران ہو رہی ہوں اور خوش بھی ہوں کہ آج پہلی بار تمہارے ساتھ ڈانس کروں گی۔"

وہ رقص میں مصروف لڑکے لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہاں آکر سمجھ میں آرہا ہے کہ کسی بھی نائٹ کلب میں روشنی کم سے کم کیوں رکھی جاتی ہے؟"

شہناز نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں اس کے قریب ہوکر بولا۔ "تاکہ رقص کے دوران صرف اپنا پارٹنر دکھائی دیتا رہے۔ باقی ساری دنیا اندھیرے میں گم ہوجائے۔"

وہ بڑے پیار سے بولی۔ "اوہو... تم تو پئے بغیر بہک رہے ہو۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے ایک پیگ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے لیتے ہوئے بولا۔ "ہائے...! یہ بیچاری شراب مجھے کیا بہکائے گی؟ میرے دل و دماغ پر تو تمہارا نشہ چھایا

ہوا ہے۔"

انہوں نے جام سے جام ٹکرا کر چیئرز کہتے ہوئے ایک ہی گھونٹ میں وہ پیگ خالی کرکے کاؤنٹر پر رکھ دیئے۔ خان علی نے دوسرے پیگ کا آرڈر دیا۔ شہناز نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اور نہیں پیئوں گی۔ بس تمہارا ساتھ دینا تھا۔ اب تم اپنے لئے منگوالو۔"

اس نے تائید میں سر ہلایا۔ پھر دوسرا پیگ حلق سے اتارنے کے بعد اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ لوگوں سے سنا ہے' جو محبت کرتے ہیں' اپنے محبوب کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔ وہ کبھی ایک ہو نہیں پاتے۔ لیلیٰ مجنوں' شیریں فرہاد اور ایسے ہی تمام محبت کرنے والوں کا انجام جدائی ہے۔ آؤ... ہم محبت کے افسانے کا انجام بدل دیں۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے رقص کرنے والوں کے درمیان آگئے۔ پھر آرکسٹرا کی دُھن پر تھرکنے لگے۔ ہجوم اس قدر تھا کہ وہ سب ہی ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ مگر کسی کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ موج مستی کے ایسے میلوں میں اپنے ساتھی کے سوا اور کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

خان علی کی نگاہوں سے سارے منظر گم ہوگئے تھے۔ ہال کے نیم اندھیرے میں صرف شہناز کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ روشنی کی آنکھ مچولی میں وہ کبھی واضح ہوتی تھی اور کبھی یوں دھندلا جاتی تھی' جیسے چاند بادلوں کے پیچھے سے ابھر کر چھپ رہا ہو۔

کچھ محبوب کی قربت کا اثر تھا۔ کچھ شراب کا نشہ تھا۔ ایسے میں رقص و موسیقی نے اس نشے کو آتشہ بنا دیا تھا۔ وہ دونوں ہی مستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جھوم رہے تھے' لہرا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت شہناز ایکدم سے چونک گئی۔ کسی نے اس کی کلائی پکڑی تھی۔ وہ خان علی کی گرفت نہیں ہوسکتی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی۔ کسی کو دیکھ پاتی۔ جکڑنے والے نے اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔ وہ خان علی کی آغوش سے نکل کر دوسرے نوجوانوں سے ٹکراتی ہوئی اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔

پھر نیم اندھیرے میں شدید پریشانی سے دیدے پھیلا کر بولی۔ "وجی....! تم یہاں....؟"

لمحاتی روشنی میں اس کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک ذرا واضح ہوا پھر بجھ گیا۔ وہ اسے بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے بولا۔ "میں خان علی کی طرح تمہیں ڈھونڈتا ہوا اور جہنم میں تو نہیں جاؤں گا۔ لیکن دیکھ لو... دنیا کی اس جنت تک آگیا ہوں۔"

وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔فوراً ہی خود کو چھڑاتے ہوئے بولی۔''کیا غضب کر رہے ہو؟ خان علی میرے ساتھ ہے۔''

''ہاں۔جانتا ہوں۔وہ تمہیں یہاں لے کر آیا ہے مگر نچانا تو مجھے بھی آتا ہے۔کیا میرا ساتھ نہیں دوگی؟''

وہ اسے خود سے دور کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی۔''پاگل ہوگئے ہو؟ وہ دیکھو...! وہ اُدھر مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔اس طرف آسکتا ہے۔''

وہ بولا۔''فکر نہ کرو۔میں نے دیکھا ہے' اس نے دو بڑے پیگ پئے ہیں۔ایسے میں در و دیوار گھومنے لگتے ہیں۔پھر یہاں تو اندھیرے اجالے کی آنکھ مچولی ہو رہی ہے۔وہ اُدھر بھٹک رہا ہے۔اِدھر آئے گا تو ہم اُدھر چلے جائیں گے۔''

وہ بولی۔''کیوں اُس بے چارے کے رنگ میں بھنگ ڈالنے آگئے ہو؟ پلیز۔یہاں سے چلے جاؤ۔''

''کہاں چلا جاؤں؟ یہاں سب ہی اپنے پارٹنر کے ساتھ رقص کر رہے ہیں۔لیکن تم میری اور خان علی کی مشترکہ پارٹنر ہو۔جب اُسے وقت دے رہی ہو تو مجھے بھی دو۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے ذرا اور دور لے گیا۔اُدھر خان علی حیران پریشان کھڑا ہوا تھا۔وہ اچانک ہی اس کی آغوش سے نکل کر ایسے گم ہوگئی تھی۔جیسے مچھلی ہاتھوں سے پھسل کر گہرے پانیوں میں چلی گئی ہو۔

چند لمحوں تک وہ ہکا بکا سا کھڑا رہا' گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔کبھی اس جوڑے سے' کبھی اُس جوڑے سے ٹکراتا رہا۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا' آخر ہوا کیا ہے؟ وہ خالی ہاتھوں کو پھیلائے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کا چہرہ تک رہا تھا۔نیم اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' وہ کس طرف گئی ہے؟

پھر وہ بھٹکتے بھٹکتے رُک گیا۔فوراً ہی اس ہنگامہ خیز ہجوم سے نکل کر ایک طرف جاتے ہوئے موبائل فون پر اس کے نمبر پنچ کرنے لگا۔

موسیقی کی دھواں دھار میں موبائل فون کا بزر سنائی نہیں دے سکتا تھا۔لیکن وائبریشن کی تھرتھراہٹ نے شہناز کو چونکا دیا۔اس نے فوراً ہی گریبان سے فون نکال کر دیکھا۔پھر شدید پریشانی سے کہا۔''اوہ گاڈ! وہ کال کر رہا ہے۔میں اسے کیا جواب دوں؟ پلیز مجھے جانے دو وِجی...!''

شہناز کی کلائی اس کی گرفت میں تھی اور اُس گرفت سے آزاد ہونا اُس کے بس کی

بات نہیں تھی۔وکی اس کی پریشانی سے محظوظ ہو رہا تھا۔مسکرا کر بولا۔''اپنی چیز کو کوئی نہیں چھوڑتا۔اُدھر خان علی تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔اِدھر میرا بھی یہی حال ہے۔اب تم ہی بتاؤ کیا کیا جائے؟''

آنے والی کال ڈراپ ہوگئی۔وہ بڑی عاجزی سے بولی۔''وہ تمہیں نہیں جانتا۔لیکن اُس کے معاملے میں تم میرے رازدار ہو۔پلیز مجھ سے تعاون کرو۔یہ میرا وعدہ ہے۔آج جتنا وقت اُس کے ساتھ گزاروں گی۔کل اس سے زیادہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

''کل کس نے دیکھی ہے؟ جو ہوتا ہے' آج ہوتا ہے۔ہاں۔میں اتنا تعاون کرسکتا ہوں کہ کل جو وقت میرے ساتھ گزارنے والی ہو' وہ تم خان علی کے ساتھ گزار لینا۔''

موبائل فون نے دوبارہ مخاطب کیا۔وہ اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے بولی۔''پلیز وِجی! میری مجبوری کو سمجھو۔مجھے جانے دو۔''

اُدھر اُن کے درمیان ضد' بحث ہو رہی تھی اور اِدھر خان علی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔وہ فون کو کان سے لگائے محبوبہ کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا اور متلاشی نظروں سے لوگوں کے ہجوم کو بھی دیکھ رہا تھا۔شہناز نے سرخ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔وہاں درجنوں لڑکیاں اس رنگ سے ملتے جلتے لباس میں نظر آرہی تھیں۔لیکن جس کی تلاش تھی' وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔فون پر بھی اپنی آواز نہیں سنا رہی تھی۔

ایسے ہی وقت وہ دور ایک بار کاؤنٹر کی طرف دیکھ کر چونک گیا۔شاید وہ وہاں کھڑی ہوئی تھی۔اس کی پشت خان علی کی طرف تھی۔وہ چہرہ دیکھے بغیر اس کے لباس سے اور بالوں کی تراش خراش سے اپنی محبوبہ کو پہچان گیا۔فوراً ہی دوڑتا ہوا' راستے میں آنے والے لوگوں کو اِدھر اُدھر ہٹاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔پھر وہاں پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔''شہناز....!''

اس نے فوراً ہی پلٹ کر اسے دیکھا۔وہ کوئی اجنبی لڑکی تھی۔خان علی نے مایوس ہو کر کہا۔''سوری....! میں سمجھا...تم میری شہناز ہو۔''

وہ مسکرا کر بولی۔''تو اس میں سوری کہنے کی کیا بات ہے؟ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔''

وہ پھر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔اُس لڑکی کے ایک ہاتھ میں سگریٹ سلگ رہی تھی اور دوسرے ہاتھ میں جام چھلک رہا تھا۔وہ ایک گھونٹ حلق سے اتار کر سگریٹ کا ایک کش لیتے ہوئے بولی۔''لگتا ہے' تمہاری پارٹنر گم ہوگئی ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''اسی کو ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔''

اس لڑکی نے ایک گہری سانس لی۔ پھر رقص کرنے والے نوجوانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہاں گم ہونے والے مشکل سے ہی ملتے ہیں۔ بس ہاتھ چھوٹنے کی دیر ہوتی ہے۔ برسوں پرانا ساتھ چھوٹ جاتا ہے۔''

خان علی نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ وہ یہیں کہیں ہوگی۔ ابھی مل جائے گی۔''

وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم پاکستانی ہو؟''

اس نے موبائل فون پر نمبر پنچ کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ گلاس کو کاؤنٹر پر رکھ کر بڑی خوشدلی سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''میرا نام ایشلے ہے۔ اگر تم چاہو تو ابھی اسی وقت نام بدل لوں گی۔ تمہاری شہناز بن جاؤں گی۔''

وہ فون کو کان سے لگائے رابطے کا انتظار کر رہا تھا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔ اس نے ایشلے کو غصے سے گھورا۔ پھر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو ناگواری سے دیکھ کر منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''جا کر کسی اور کو شکار بناؤ۔ یہاں تمہاری بات نہیں بنے گی۔''

وہ ایک ہائے کے ساتھ بولی۔ ''تم ایشیائی مردوں کی یہی بات اچھی لگتی ہے۔ بار بار منہ کے ذائقے نہیں بدلتے۔ ایک ہی عورت کے ساتھ پوری زندگی گزار دیتے ہو۔ یہاں میں وضاحت کر دوں کہ میں بھی ذائقے بدلنے والی کال گرل نہیں ہوں۔''

شہناز نے اس بار بھی کال ریسیو نہیں کی تھی۔ وہ اس سے ذرا کترا کر دوبارہ نمبر پنچ کرنے لگا۔ ایشلے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایک محبوبہ کے لئے اس کی تڑپ اور بے چینی دیکھ کر متاثر ہو رہی تھی۔ ایسے وقت اس کے دل میں یہ خواہش شدت سے مچلنے لگی کہ کوئی اس کے لئے بھی اسی طرح پریشان ہو۔ اس کا انتظار کرے، وہ نہ ملے تو اسے دیوانوں کی طرح ڈھونڈتا پھرے۔

وہ خان علی کی شخصیت سے ایسی متاثر ہو رہی تھی کہ جب وہ شہناز کی تلاش میں دوسری طرف جانے لگا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

اُدھر شہناز کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ وکی نے بڑی مکاری سے مسکراتے ہوئے دور خان علی کو دیکھا۔ وہ تلاش میں آگے بڑھتا آ رہا تھا۔ یہ شہناز کو کھینچتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔ وہ زچ ہو کر بولی۔ ''تم مجھے خریدی ہوئی لونڈی کی طرح برت رہے ہو۔ کیا اسی طرح میری انسلٹ کرتے رہو گے؟''

''نہیں میری جان! میں انسلٹ نہیں کر رہا ہوں۔ تمہاری قدر کر رہا ہوں۔ اپنے مال کو چھپاتا پھر رہا ہوں۔''

پھر وہ اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا۔ ''اگر میں تمہیں خان علی سے مانگنے جاؤں تو کیا وہ تمہیں میرے حوالے کرے گا؟''

شہناز نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''تو اسی طرح سمجھ لو... کوئی مرد اپنی عورت دوسروں کے حوالے نہیں کرتا۔''

شہناز اسے غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ یہ پریشانی تھی کہ ابھی خان علی وہاں پہنچ گیا اور وکی نے سارا بھانڈا پھوڑ دیا تو اس کے ساتھ بہت برا ہوگا۔ وہ گھر کی رہے گی نہ گھاٹ کی... ابھی تو ایک گھاٹ لگی ہوئی تھی۔

وکی اسے اپنی طرف کھینچ کر زبردستی رقص کرنے لگا۔ ایک تو خان علی کا خوف دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ دوسری طرف وکی کی زورا زوری نے اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ وہ مچل کر اس کا بازو جھٹکتی ہوئی دور ہو گئی۔ مگر کلائی اب بھی اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ وہ اسے جھٹکا دیتے ہوئے غصے سے بولی۔ ''چھوڑو مجھے...''

پھر اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... ذرا جھک کر وکی کے ہاتھ پر اس زور سے کاٹا کہ وہ تلملا کر رہ گیا۔ گرفت ایک ذرا ڈھیلی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی ایک جھٹکے سے اپنی کلائی کھینچتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔ نوجوان لڑکے لڑکیوں کی بھیڑ سے گزرتی ہوئی دور ہو گئی۔

اِدھر ایشلے خان علی کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ وہ ایک جگہ رُک کر غصے بولا۔ ''اے لڑکی! اپنا راستہ ناپو.... کیوں میرے پیچھے پیچھے گھوم رہی ہو؟''

''تم بھی تو کسی کے پیچھے بھٹک رہے ہو۔''

''وہ میری محبت ہے۔''

''اور مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''بکواس نہ کرو۔ اگر تمہیں پاکستانی یا ایشیائی مرد بھاتے ہیں تو جاؤ... جا کر کسی اور کو پھانسو۔ میرے چکر میں اپنا وقت برباد نہ کرو۔''

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''ہائے...! وقت کیا چیز ہے؟ میں تو پوری کی پوری برباد ہو جانا چاہتی ہوں۔ ایک بار مجھے آزما کر تو دیکھو۔ بائی گاڈ! میں فلرٹ نہیں ہوں۔''

ایسا کہتے ہوئے اس نے خان علی کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ اس سے کسی بھی طرح پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھ کو دھتکارنے کے انداز میں جھٹک کر

بولا۔ ''کیا مصیبت ہے؟''

پھر وہ اپنی جیب سے کڑکتے ہوئے نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''یہ پکڑو اور میرا پیچھا چھوڑو...''

اس نے ٹھٹک کر نوٹوں کو دیکھا۔ پھر چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''اگر تمہاری شہناز کو یہ نوٹ دیئے جائیں تو کیا وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے گی؟''

اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ آس پاس کھڑے ہوئے کتنے ہی لڑکے لڑکیاں ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ایشلے کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ وہ اپنا گال سہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ وہ جیسے اپنے کیئے پر پچھتا رہا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔ ''میں عورتوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ لیکن تم نے مجھے ایسی بدتمیزی پر مجبور کردیا۔''

ایشلے نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ پھر خان علی سے کہا۔ ''میں نے تمہارے اِن نوٹوں کو لینے سے انکار کیا ہے۔ اگر یہ بدتمیزی ہے تو ان سب کے سامنے پھر ایک طمانچہ مارو۔''

وہ بھول گیا تھا کہ ایشیا میں نہیں' یورپ میں ہے۔ اور یہاں اپنی مردانگی دکھانے کے لئے عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا۔ ایشلے کی بات سن کر کئی لوگوں نے کہا۔ ''مسٹر! یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ تم اس سے معافی مانگو۔''

خان علی اور عورت سے معافی مانگے...؟ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا۔ مگر اس وقت ایسے ملک اور ایسے ماحول میں تھا کہ ایک عورت پر خوامخواہ ہاتھ اٹھانے کا مجرم کہلا سکتا تھا۔ پولیس والے اسے حراست میں لے سکتے تھے۔

ایشلے نے اس کی حالت دیکھی۔ پھر جلدی سے کہا۔ ''نہیں۔ یہ پاکستانی ہے۔ غیرت مند ہے۔ کیوں مجھ سے معافی مانگے گا؟ آپ لوگوں نے میری پوری بات نہیں سنی۔ دراصل... میں نے اس لئے نوٹ لینے سے انکار کیا کہ اسے خود سے کمتر سمجھ رہی تھی۔ میں نے اس کی انسلٹ کی تھی۔ بہرحال جو ہوا' آپ سب اسے درگزر کریں۔''

پھر وہ خان علی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے بولی۔ ''پلیز۔ یہاں سے چلو۔ ورنہ بات بڑھتی چلی جائے گی۔''

اس نے کھینچا۔ وہ دو قدم آگے کھنچتا چلا گیا۔ ایشلے کے روّیے نے اسے متاثر کیا تھا۔ اگر وہ جھوٹ نہ بولتی تو خان علی کو سب کے سامنے ایک عورت سے معافی مانگنی پڑتی۔ اس

نے اس کی غیرت اور حمیت کا بھرم رکھا تھا۔ وہ اسے سب کے سامنے جھکا سکتی تھی۔ لیکن اس نے ایسی کم ظرفی نہیں دکھائی۔

خان علی نے دھیرے سے کہا۔ ''سوری... میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''بس آگے احسان مندی کی بات نہ کرنا۔ میں صرف ایک چھوٹی سی چیز مانگتی ہوں۔ کیا دو گے؟''

''اگر میرا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے تو ضرور دوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میں نے تمہاری عزت رکھی ہے۔ چاہتی ہوں' آئندہ کبھی سامنا ہو تو مجھے بھی عزت کے قابل سمجھو۔ میرے اس سچ کو مان لو کہ میں نہ تو کال گرل ہوں اور نہ ہی کوئی فلرٹ کرنے والی لڑکی ہوں۔''

ایشلے نے اسے اپنے روّیے سے متاثر کیا تھا۔ وہ چند لمحوں کے لئے شہناز کو بھول گیا تھا۔ پھر وہ یاد آئی تو چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری عزت کروں گا۔ پلیز۔ ابھی الجھا ہوا ہوں۔ پتہ نہیں' وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟''

ایسے ہی وقت خان علی کے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ اس نے جلدی سے اس کی اسکرین پر نمبر دیکھے۔ محبوبہ اسے پکار رہی تھی۔ وہ تڑپ کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''شہناز! میری جان! تم کہاں ہو؟ میں پاگلوں کی طرح تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''اس کلب نے تو ابھی سے ہمیں جدا کر دیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''مجھے بتاؤ' ابھی تم کہاں ہو؟''

''اس کلب کی منحوسیت سے نکل آئی ہوں۔ پارکنگ ایریا میں اپنی گاڑی کے پاس کھڑی ہوں۔ تم بھی چلے آؤ۔''

وہ فوراً ہی بیرونی دروازے کی طرف لپکتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے... میں آ رہا ہوں....''

وکی بھی شہناز کو ڈھونڈتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ ایسے وقت اس کی نظر خان علی پر پڑی۔ وہ بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ ایشلے جیسے سحر زدہ سی ہو کر اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ وکی نے اسے دیکھ کر تعجب سے سوچا۔ ''خان علی شہناز کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ پھر یہ لڑکی کون ہے اور شہناز کہاں گئی؟''

وہ تینوں ہی ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت سے باہر آگئے۔ شہناز گاڑی کے پاس خان علی کی منتظر تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی تقریباً دوڑتا ہوا اس کی طرف جانے

لگا۔ایشلے ذرا دور تک اس کے پیچھے گئی۔پھر مایوس ہو کر رُک گئی۔

ادھر خان علی نے شہناز کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔''تم کہاں گم ہوگئی تھیں؟''

وہ بولی۔''یہی تو میں پوچھ رہی ہوں' تم کہاں گم ہو گئے تھے؟''

''یہ کیسی الٹی بات کر رہی ہو؟ تم اچانک ہی مجھ سے الگ ہوئی تھیں۔''

وہ کار میں بیٹھتے ہوئے بولی۔''الگ نہیں ہوئی تھی۔ مجھے زور کا دھکا لگا تھا۔ دیکھ نہیں رہے تھے؟ وہاں سب ہی مستی میں تھے' ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔تمہیں پلٹ کر دیکھنا تو چاہئے تھا۔''

وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آتے ہوئے بولا۔''میں تو دیکھ رہا تھا۔اُس اندھیرے اُجالے میں صرف لباس سے ہی پہچان سکتا تھا اور ایسا شوخ رنگ کا لباس کتنی ہی لڑکیوں نے پہنا ہوا تھا۔ ویسے تم نے میری کال کیوں اٹینڈ نہیں کی تھی؟''

''میرا فون وائبریشن پر ہے۔بیل سنائی دیتی تو ضرور اٹینڈ کرتی۔آخر ہار پچھتا کر باہر آئی۔تمہیں فون کرنا چاہا' تب پتہ چلا تم مجھے کال کر رہے تھے۔''

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔وہ بڑی صفائی سے اپنی صفائی پیش کرتی جا رہی تھی۔

وکی ایشلے کے پیچھے آ کر رک گیا تھا۔شہناز کو خان علی کے ساتھ وہاں سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔پھر ایشلے سے بولا۔''کیا تمہارا اور خان علی کا ساتھ یہیں تک ہے؟''

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔''کون خان علی.....؟''

''وہی' جو اُس لڑکی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر ابھی یہاں سے گیا ہے۔''

''اچھا...تو اُس اینگری ینگ مین کا نام خان علی ہے؟''

وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔''کمال ہے...تم اس کا نام نہیں جانتیں۔جبکہ ابھی اس کے ساتھ باہر آئی تھیں؟''

''ساتھ نہیں۔اس کے پیچھے پیچھے تھی۔''

پھر اس نے ٹھٹک کر وکی کو دیکھا۔''میرا خیال ہے' تم اسے جانتے ہو؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔''یعنی تم خان علی کے پیچھے تھیں اور وہ اپنی شہناز کے پیچھے تھا؟''

ایشلے نے پوچھا۔''اور تم کس کے پیچھے تھے؟''

''مجھے تو مقدر نے اُن کے پیچھے لگا دیا ہے۔''

پھر وہ اسے ٹٹولتے ہوئے بولا۔''لگتا ہے' خان علی پر تمہارا دل آ گیا ہے؟''

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔''ہاں۔مگر وہ تو اُس کا دیوانہ ہے۔ہمارے ہاں بیوفائی کا کلچر عام ہے۔ایسی دیوانگی کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔شہناز بڑی خوش قسمت ہے' جو اسے خان علی جیسا باوفا شخص ملا ہے۔''

وہ اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔''بے چارہ باوفا شخص....مرد کو بیوفائی بھی عورت ہی سکھاتی ہے۔شاید یہ بھی بے وفائی سیکھ لے۔''

اس نے ذرا چونک کر سوچتی ہوئی نظروں سے وکی کو دیکھا پھر پوچھا۔''کیا تم اس کا پتہ ٹھکانہ جانتے ہو؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ایشلے نے بے چین ہو کر پوچھا۔''پلیز۔مجھے بتاؤ' میں اپنی قسمت آزمانا چاہتی ہوں۔''

''سیدھی طرح کہو' سوکن بن کر شہناز کے حق پر ڈاکہ ڈالنا چاہتی ہو؟''

''یہ تو قسمت کی بات ہے۔ممکن ہے' میں اس پتھر کو پگھلانے میں ناکام ہو جاؤں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میری محبت سے متاثر ہو کر شہناز کو بھول جائے۔''

وہ بولا۔''ہار جیت کا اندازہ تو کھیل شروع ہونے کے بعد ہی ہو سکے گا۔''

''تو پھر کھیل شروع کرو اور مجھے اس کا پتہ ٹھکانہ بتاؤ؟''

وکی نے دور اُس سمت دیکھا۔جہاں وہ خان علی کے ساتھ جا چکی تھی۔وہ شہناز سے بری طرح بدظن ہو چکا تھا۔انتقامی کارروائی کے حوالے سے اس نے یہی سوچا تھا کہ کھلی دشمنی نہیں کرے گا۔چھپ چھپ کر اس کے خلاف ایسی چالیں چلتا رہے گا' جن کے باعث وہ ذہنی طور پر ٹارچر ہوتی رہے۔ان تصویروں کو حاصل کرنے کے بعد یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ بھائی بہن اسے وجی سمجھتے ہوئے اس کے خلاف کوئی گہری سازش کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر پہلے اس نے اچانک ہی شہناز کے سامنے پہنچ کر ایک زبردست دھماکہ کیا تھا اور آئندہ بھی ایسے دھماکے کر کے اس کے بارہ بجانے والا تھا۔ایسے میں ایشلے سے ملاقات ہوگئی۔وکی کا شاطر دماغ تیزی سے سوچنے لگا۔شہناز کو مزید الجھانے اور اس کا سکون تباہ کرنے کے لئے ایک اور ذریعہ ہاتھ آ رہا تھا۔اس نے بہت دور تک سوچنے اور سمجھنے کے بعد ایشلے کو خان علی کا پتہ ٹھکانہ بتا دیا۔

حالات بتا رہے تھے کہ آئندہ ایشلے اور شہناز کے درمیان خان علی کے حوالے سے رسہ کشی شروع ہونے والی ہے۔

❁✪❁

جینا کو ساری رات نیند نہیں آئی۔ دوسرے دن پانچ تاریخ تھی۔ بھائی گھر آنے والا تھا۔ میں نے اسے خوشخبری سنائی تھی کہ ضمانت منظور ہونے والی ہے۔

مستی میں ناچتی ہوئی مورنی کو جب اپنے بھدے پاؤں دکھائی دیتے ہیں تو وہ ناچتے ناچتے تھم جاتی ہے۔ اپنے اُس عیب پر شرمندہ بھی ہوتی ہے اور مغموم بھی.....

وہ بھی مسرتوں کے ہجوم میں اچانک ہی نڈھال سی ہو گئی۔ اس اجنبی کی فون کال یاد آئی۔ اس نے کہا تھا۔ "ہم ایک ہی وقت میں تمہارے خیر خواہ بھی ہیں اور دشمن بھی....اب یہ تمہاری صوابدید پر ہے کہ ہم سے کون سی رشتے داری نبھانا چاہتی ہو؟ دوست بناؤ گی تو بھائی زندگی کے گلے لگے گا۔ دشمن سمجھو گی تو اس کے گلے میں موت کا پھندہ پڑ جائے گا۔"

اگر چہ اس کی ضمانت منظور ہو چکی تھی۔ وہ دوسری صبح رہا ہونے والا تھا۔ لیکن دشمن زبردست تھے۔ میری باتوں سے جینا کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ بہت ہی وسیع و عریض اختیارات کے مالک ہیں۔ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

صبح ہوتے ہی اُس نے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ پھر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔"

"میں تمہاری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ اتنی صبح فون کر رہی ہو۔ یقیناً بھائی کے انتظار میں جاگتی رہی ہو گی۔"

"ہاں۔ سونے کی کوششیں کرتی رہی۔ مگر عجیب بے چینی سی تھی۔ اگر چہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے' ضمانت منظور ہو چکی ہے۔ آپ ابھی دس بجے تک اسے لینے جائیں گے۔ پھر بھی دھڑکا سا لگا ہوا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ وہ منحوس فون کال تمہیں پریشان کر رہی ہے۔ کوئی بات نہیں... شیرینی میں ہلکی سی تلخی ہو تو اسے پی لینا چاہئے۔ دُکھوں اور مایوسیوں کے ساتھ بھی جینے کا مزہ آتا ہے۔
"

وہ بولی۔ "آپ جیسا معاون اور ساتھی یوں نفس نفس ساتھ رہے تو میں پہاڑ کاٹ کر بھی راستے بنالوں گی اور جینے کا ہنر سیکھ لوں گی۔"

میں نے کہا۔ "خدا تمہیں حوصلہ دے۔ مخالف تنظیم سے تعلق رکھنے والے سازشیں کر رہے ہیں۔ تمہاری جیسی لڑکیوں کو ہمارے دین سے پھیرنے کے لئے طرح طرح سے ہراساں کر رہے ہیں۔ ایسے میں حوصلہ ہی تمہیں ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "اب تم اٹھو۔ شاور لو۔ میں تھوڑی دیر میں یہاں سے

نکلنے والا ہوں۔ میلسن کو رہائی ملتے ہی تمہیں فون کروں گا اور اسے لے کر سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے وکیل سے' اس کے بعد گیری گوپر سے فون پر باتیں کرتا رہا۔ وہ بھی میلسن کی رہائی کے وقت میرے ساتھ رہنے والے تھے۔

ہم وقتِ مقررہ تک جینے کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں۔ لیکن بیشتر بدنصیب ایسے ہیں' جو وقت سے پہلے ہی افسوسناک موت یا حرام موت مر جاتے ہیں۔ اکثر ہماری غفلت اور لاپروائی یا دشمنوں کی سازشیں ہمیں طبعی عمر سے پہلے مار ڈالتی ہیں۔

وہ دشمن تنظیمیں کچھ ایسا ہی کر رہی تھیں۔ پچھلی رات برطانیہ میں واقع اپنے ایک مرکز میں ان کا خفیہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ ایسے بڑے اجلاس کو "گرینڈ میٹنگ" کہا جاتا ہے۔ یہ اجلاس انڈر ورلڈ کی سب سے بڑی تنظیم "بلڈر برج" کی سربراہی میں ہو رہا تھا۔

بلڈر برج کا مطلب ہے' یہاں سے وہاں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے پل تعمیر کرنے والے لوگ... یعنی یہ لوگ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خود کو پل بنا کر چھائے ہوئے ہیں۔

دنیا کے ایک امیر ترین شخص "راک فیلر" نے اس تنظیم کو سب سے پہلے مالی امداد فراہم کی تھی۔ اس کے بعد کتنے ہی امیر ترین یہودی اور عیسائی صنعت کاروں اور بینکاروں نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ یہ تنظیم اس قدر طاقتور ہے کہ ورلڈ بینک بھی اس کے زیر اثر ہوتا ہے۔ اگر اس تنظیم کے دولتمند افراد اپنے آئل ٹینکروں کے ذریعہ تیل پیدا کرنے والے ممالک کا تیل اٹھانے سے انکار کر دیں تو وہ تیل پانی ہو جائے گا۔ اس کی قیمت مٹی کے برابر ہو جائے گی۔

اُس اجلاس میں یہودیوں کی سب سے خطرناک خفیہ میسونی تنظیم پی ٹو کے ارکان شامل تھے۔ اس کے علاوہ موساد اور گلاڈیو تنظیم کے چند اعلیٰ عہدیدار بھی موجود تھے۔ یہ تینوں میسونی تنظیمیں دراصل مثلث کے مانند ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور دنیا بھر میں خوب دھڑلے سے اسلحے کی تجارت کر رہی ہیں۔

آج تقریباً پوری دنیا پر میسونیت اور ان کی دیگر خفیہ تنظیمیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ امریکہ کے ایک ڈالر کے نوٹ پر جارج واشنگٹن کی تصویر کے علاوہ اہرام مصر پر نصب ایک آنکھ بھی دکھائی جاتی ہے۔ جو تمام دنیا کو دیکھ رہی ہے اور یہی آنکھ دراصل میسونیت کے منشور کا حصہ ہے۔

یہ تو ساری مجرمانہ کاروباری نوعیت کی باتیں ہیں۔ اصل بات جو اُن سب کو ڈستی رہتی ہے' وہ دینِ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہے۔ ان کے بڑے مقاصد میں اسلام کو ایک فرسودہ مذہب قرار دلوانا شامل ہے۔ مسلمانوں میں جو طبقہ مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے۔ وہ اس سلسلے میں ان کا آلۂ کار بنا رہتا ہے۔

برطانیہ میں منعقد ہونے والے اجلاس میں یہی رپورٹ پیش کی جا رہی تھی کہ امریکہ اور یورپ کے کتنے ممالک میں ان کے عیسائی اور یہودی افراد دینِ اسلام قبول کر رہے ہیں اور ان کے خلاف کیسی کیسی کارروائیاں کی جا سکتی ہیں؟

جینا' لوری اور میلسن کے سلسلے میں بھی یہی طے پایا گیا کہ انہیں اپنے مذہب کی طرف واپس لایا جائے۔ اگر وہ باتوں سے نہ مانیں تو لاتوں سے اس طرح منوایا جائے کہ دوسرے نومسلموں پر دہشت طاری ہو جائے۔ جینا کی پریس کانفرنس کے ذریعہ عالم اسلام پر کیچڑ اچھالنے کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا' ایک اعلیٰ عہدیدار نے اُسے سراہتے ہوئے کہا۔ ''یہ ان کے خلاف ایک زبردست کارروائی ہوگی۔''

''اور اس کے لئے پہلے جینا کو واپس اپنے مذہب کی طرف لانا ہوگا۔ اس وقت ایک بھائی اپنی بہن کی کمزوری بنا ہوا ہے۔ اگر وہ رہائی پا کر اس کے پاس پہنچ گیا تو وہ ہماری دھونس میں نہیں آئے گی۔''

''کسی کو بھی کمزور بنانا ہمارے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسے ضمانت پر رہا ہونے دو۔ کل صبح ہم انہیں دن میں تارے دکھا دیں گے۔''

وہ دوسری صبح اپنے اپنے محاذوں پر موجود تھے۔ دور ہی دور سے اُس عدالتی عمارت کی نگرانی کر رہے تھے' جہاں سے میلسن ضمانت پر رہا ہو کر باہر آنے والا تھا۔ وہ سب آس پاس کی مختلف عمارتوں میں تھے۔ فون کے ذریعہ ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے تھے۔

ایک نے فون کے ذریعہ دوسرے سے کہا۔ ''وجاہت علی کو تو صحیح وقت پر کورٹ میں نظر آنا چاہئے۔ مگر وہ ابھی تک دکھائی نہیں دے رہا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کوئی چال چل رہا ہے؟''

''وہ ہمارے حملوں سے اب تک جس طرح بچتا آ رہا ہے' اُس سے تو یہی سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بڑے ہی حفاظتی انتظامات کے ذریعہ میلسن کو یہاں سے لے جائے گا۔''

''ہمارے چند ساتھی کورٹ میں موجود ہیں۔ انہوں نے بھی اب تک وجاہت علی کی موجودگی کے سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں دی ہے۔''

اس نے جیسے اپنے ساتھی کو تسلی دی۔ ''ہمیں زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اس عمارت کے چاروں طرف ہمارے آدمی موجود ہیں۔ وہ جہاں سے بھی آئے گا اور جس راستے سے بھی میلسن کو لے جائے گا' ہمارے گن مین اسے بچ کر جانے نہیں دیں گے۔''

وہ بولتے بولتے چپ ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ''وہ دیکھو... وجاہت علی کی کار وہاں آ کر رُک رہی ہے۔ میں دوربین سے دیکھ رہا ہوں' وہ کار سے باہر آیا ہے۔ کیا تم دیکھ رہے ہو؟''

دوسرے نے کہا۔ ''ہاں۔ وہ عمارت کے اندر جا رہا ہے۔''

صرف وہ دونوں ہی نہیں' پتہ نہیں کتنی آنکھیں اس عمارت پر لگی ہوئی تھیں؟ ایک نے کہا۔ ''وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ مگر اندر ہمارے آدمی موجود ہیں۔ وہ ہمیں پل پل کی خبر دیتے رہیں گے۔''

اور واقعی انہیں ایک ایک لمحے کی رپورٹ مل رہی تھی کہ کس طرح وہاں کاغذی کارروائیاں ہو رہی ہیں؟ کورٹ کے اندر اور باہر جیسے سنسنی سی پھیلی ہوئی تھی۔ دشمن جانتے تھے کہ وہی ہونے والا ہے' جو وہ چاہتے ہیں۔

ایسے وقت مقدر خاموش رہتا ہے۔ اُس کی خاموشی بھرپور سسپنس پیدا کرتی رہتی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک نے چونک کر فون پر اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔ ''جوڈی! کیا تم سب دیکھ رہے ہو؟ اپنی گاڑیوں میں موجود ہو؟''

جوڈی نے کہا۔ ''اسے نشانہ بنانے کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ ہے۔ ہم یہاں گھیرے جا سکتے ہیں۔ ویسے ہم اسے نکلنے نہیں دیں گے۔ آگے جا کر ان کی کار کو دو لاشوں کا تابوت بنا کر چھوڑیں گے۔''

وہ سب دیکھ رہے تھے کہ میلسن اپنے مسلمان حمایتی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ سب یکے بعد دیگرے بڑی ترتیب سے اور بڑے ہی منظم طریقے سے اُس گاڑی کا تعاقب کرنے لگے۔

اس گاڑی کا رخ اب لندن کی طرف تھا۔ وہ تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ تعاقب کرنے والوں نے بھی تیز رفتاری برقرار رکھی تھی۔ پھر انہوں نے بتدریج فاصلہ کم کرتے کرتے فائرنگ شروع کر دی۔

پیچھے تین گاڑیاں تھیں۔ دو گاڑیاں اگلی کے برابر آنے کی کوششیں کر رہی تھیں۔ مگر اس کی رفتار بھی طوفانی تھی اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کا شکار شوٹنگ رینج سے باہر نکل جائے۔ تینوں گاڑیوں سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی۔ آگے جانے والی کو روکنے کا بس ایک

ہی طریقہ تھا۔ وہ سب اس کے پچھلے پہیوں کو نشانہ بنا رہے تھے۔

یکبارگی جیسے دھماکا سا ہوا۔ دونوں پہیے بیک وقت ناکارہ ہو گئے۔ میلسن کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ یہ ایسا دھماکا تھا کہ اسٹیرنگ کو قابو میں رکھا نہیں جا سکتا تھا۔ گاڑی اِدھر سے اُدھر ہوئی۔ ایک طرف اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور دوسری طرف گہری پستیاں تھیں۔ گاڑی بے قابو ہو کر ہوا کے دوش پر اچھلی اور پستیوں کا مقدر بن گئی۔

وہ سب وہاں آ زُب لیے۔ گاڑی بلند) سے ڈھلان پر لڑھکتی جا رہی تھی۔ انہوں نے فاتحانہ انداز میں ادھر دیکھا۔ بہت دور نیچے جانے کے بعد آگ بھڑک اٹھی تھی۔ موت کے شعلوں نے میلسن اور وجاہت علی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ان سب نے فاتحانہ انداز میں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

یا حیرت...! انہوں نے اس داستان کے راوی وجاہت علی عرف وجی کو مار ڈالا تھا۔



جو نہ سوچو وہ ہو جائے تو واقعہ کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ ہماری دنیا میں خلافِ توقع ایسے عجیب و غریب واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ دشمنوں نے مجھے زندگی کے آخری زوال تک پہنچانے میں کمال کیا تھا۔ مجھے حیران کر دیا تھا۔ اگر اُن کے کمال کے مطابق مجھے زوال آجاتا تو میں ابھی حیران ہونے کے لئے زندہ نہ رہتا۔

فوری طور پر یہ پتہ چلا کہ میری جگہ وکی کام آ گیا ہے۔ دُشمن دھوکا کھا چکے ہیں۔ وہ فتح کا جشن منا رہے ہوں گے۔ وہ لوگ ایک پہلو سے ناکام ہونے کے باوجود دوسرے پہلو سے کامیاب ہو چکے تھے۔ یعنی مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے تھے۔ مگر میلسن کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔

میں یہ سوچ کر شرمندہ ہو رہا تھا کہ جینا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ کس منہ سے ایک بہن کو بھائی کی المناک موت کی خبر سناؤں گا؟ یہ میری زندگی کی پہلی بہت بڑی ناکامی تھی۔ ہر طرح سے احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کے باوجود میں ناکام رہا تھا۔

ایسا کیوں ہوا...؟

میں اس کی ضمانت کے لئے دیر سے کیوں پہنچا...؟

مجھ سے پہلے وکی وہاں کیسے پہنچ گیا....؟

اس وقت میرے ساتھ جو ہوا' اُسے میں نے محض ایک اتفاق سمجھا۔ میں میلسن کی ضمانت کے لئے کار ڈرائیو کرتا ہوا عدالت کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ہی گیئر بکس میں خرابی پیدا ہو گئی۔ مجھے ایک جگہ کار روکنی پڑی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اچھی بھلی اے ون کار کا گیئر بکس کیسے بیٹھ گیا؟

فی الوقت سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ دس بجنے سے پہلے عدالت میں پہنچنا لازمی تھا۔ میں سامنے سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ ٹیکسی بھی

آگے جا کر مسئلہ پیدا کرنے لگی۔ڈرائیور ایک غلط راستے پر جانے لگا۔ میں نے پوچھا۔" یہ کدھر جارہے ہو؟"

اس نے کہا۔" معافی چاہتا ہوں۔ بے خیالی میں اِدھر چلا آیا۔آگے جا کر یوٹرن لوں گا۔آپ کو وقت پر پہنچا دوں گا۔"

آگے جا کر اس نے پریشانی ظاہر کی۔بار بار گاڑی کی رفتار دھیمی کرنے اور اسے روکنے کے لئے بریک لگانے لگا۔میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔" یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ گاڑی کو روکنے کی پوری کوششیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔" آپ دیکھ رہے ہیں' بریک فیل ہو گیا ہے۔کام نہیں کر رہا ہے۔میں اِس سڑک پر اپنے ٹریک سے ہٹوں گا تو حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

میں پریشان ہو کر دور ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔وہ ٹیکسی ڈھلان والی سڑک پر تھی۔رفتار دھیمی کرنے باوجود تیزی سے جا رہی تھی۔اگر رفتار سست ہوتی تو اسے کسی تدبیر سے روکا جاسکتا تھا۔فی الوقت یہ ممکن نہیں تھا۔میں ممکنہ حادثے کے وقت دائیں یا بائیں کا دروازہ کھول کر چھلانگ لگانے کے متعلق فیصلہ کر چکا تھا۔مگر آگے جا کر بات بن گئی۔

آگے ایک پل کی چڑھائی تھی۔ڈھلان ختم ہوئی اور چڑھائی شروع ہوئی تو ٹیکسی کی رفتار سست پڑ گئی۔وہ دھیرے دھیرے رینگنے لگی۔میں فوراً ہی کرایہ ادا کر کے گاڑی سے اتر گیا۔پھر دوسری ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔سامنے ایک ٹاور کی گھڑی بتا رہی تھی کہ خاصی دیر ہو چکی ہے۔

یہ سب کیا تھا؟ بظاہر تو یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ بعض اوقات ایسے واقعات اور غیر متوقع مسائل پیدا ہو جاتے ہیں کہ اپنی سوچی ہوئی تدبیر کام نہیں آتی۔میں نے پریشان ہو کر فون پر اپنے وکیل سے رابطہ کیا اور کہا۔"میں وجاہت علی بول رہا ہوں۔مجھے پہنچنے میں کچھ دیر ہو گی۔وہاں کی صورت حال بتاؤ؟"

وکیل نے طنزیہ انداز میں کہا۔" اچھا تو آپ جناب وجاہت علی بول رہے ہیں؟ اور یہ جو ابھی میلسن کو اپنے ساتھ لے گیا ہے کیا وہ تمہارا باپ تھا...؟"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔چشم زدن میں دماغ نے کہا۔" دشمن قیامت کی چال چل گئے ہیں۔"

میں نے فون پر کہا۔" یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں وجاہت علی ہوں۔کیا اپنے فون پر میرا نمبر نہیں دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا۔" اچھا مذاق کرتے ہو۔یقیناً یہ جانتے ہو گے کہ میرے ٹیلی فون میں سی ایل آئی کی سہولت نہیں ہے۔مسٹر وکی....! یہ بچگانہ فراڈ مجھ سے نہ کرو۔"

اُس نے فون بند کر دیا۔میں نے فوراً ہی گیری گوپر سے رابطہ کیا۔اس نے میری آواز ن کر حیرانی سے کہا۔" وجاہت علی! میں تمہیں آواز اور لہجے سے پہچان رہا ہوں۔مائی ڈ! مجھ جیسا بوڑھا سراغ رساں ایک جوان چھوکرے سے دھوکا کیسے کھا گیا۔وہ ابھی پندرہ ٹ پہلے میلسن کو یہاں سے لے گیا ہے۔میں ابھی اس کے تعاقب میں نکل رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔میں ایک خالی ہاتھ کنگال کی طرح سڑک کے کنارے ٹیکسی کے ظار میں کھڑا ہوا تھا۔میرے ہاتھوں سے ایک بہت بڑی بازی نکل چکی تھی۔میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔تب دشمنوں کی سازش پوری طرح سمجھ میں آنے لگی۔میری کار کا یئر بکس بیٹھا نہیں تھا' بٹھا دیا گیا تھا۔انہوں نے کب اور کس طرح میری کار تک رسائی حاصل کی تھی' یہ میں نہیں جان سکتا تھا؟

ٹیکسی کا بریک بھی فیل نہیں ہوا تھا۔وہ ڈرائیور بھی ان کا آلۂ کار تھا۔اس نے ڈرامہ پلے کیا تھا اور یہ سب وکی کی طرف سے ہوتا رہا تھا۔یہ میری بدبختی تھی کہ دشمنوں سے زیادہ دشمن میرا اپنا باپ' میرا اپنا بھائی تھا۔اپنے ہی خون کے رشتے میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

میلسن کو رہائی دلانے کے سلسلے میں میرا سارا دھیان اسلام دشمن تنظیموں کی طرف تھا۔یہ تو پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ پاپا ایسی تنظیموں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور اب ان کی موجودگی اس اندازے پر تصدیق کی مہر لگا رہی تھی۔لیکن بہت عرصے بعد انکشاف ہوا کہ میرا اندازہ غلط ہے۔

فی الحال یہ انکشاف کر رہا ہوں کہ پاپا اور وکی کا تعلق ان دشمن تنظیموں سے نہیں تھا۔وہ دونوں اپنا ایک الگ ہی خطرناک کھیل کھیل رہے تھے۔اس کھیل میں باپ اور بیٹا متحد نہیں تھے۔ان دونوں کے راستے الگ الگ تھے۔پس پردہ الجھا ہوا ایک مجرمانہ کھیل تھا' جسے میں ابھی سلجھا نہیں پاؤں گا۔سلجھانے کی کوشش کروں گا تو میری داستان کے کئی معاملات الجھ کر رہ جائیں گے۔

بہرحال میلسن کے معاملے میں وکی نے میرے ساتھ جو کیا' وہ کیوں کیا؟ اس نے میرے خلاف ایسی جان لیوا سازش کیوں کی؟ ایسی سازش کے محرکات کیا تھے؟ یہ ایسے حالات ہیں جن کا جواب دینے کے لئے مجھے وکی کے وہ حالات بیان کرنے ہوں گے جو

مجھے بعد میں معلوم ہوئے...قصہ کچھ یوں ہے۔



جب وکی پہلی بار میری نظروں میں آیا' تب سے میں اس کے پیچھے پڑا تھا۔اس سے ملنے اور دو باتیں کرنے کے لئے ترس رہا تھا۔پہلے اس کے لئے برادرانہ جذبات تھے۔میں اسے مجرمانہ ماحول سے نکال لانا چاہتا تھا۔اس کم بخت تک پہنچنے کے لئے میں نے ایک سراغ رساں اور اس کے کتے کی خدمات حاصل کیں۔پھر بھی وہ ہاتھ نہ آیا۔اس کے بعد پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

وہ میری لاعلمی میں میرے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔شہناز اسے وجی سمجھ رہی تھی اور وہ اس کی غلط فہمی سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔شہناز کے ساتھ آئندہ کسی بہت ہی سنگین معاملے میں ملوث ہو کر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس سنگین جرم کا مرتکب وکی نہیں' وجاہت علی عرف وجی ہے۔

اس رات بھی وہ کریزی ہورس کلب میں شہناز اور خان علی کے درمیان کباب میں ہڈی بنا ہوا تھا۔وہ دو پاٹن کے بیچ پستی آ رہی تھی۔پریشان ہونے کے باوجود یہ حوصلہ تھا کہ رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد......

اس کی ماں زرینہ کو یقین تھا' بیٹی کی محنت رنگ لائے گی۔وہ مجھے اپنا داماد بنا کر نانا جان کی تمام دولت اور جائیداد حاصل کرے گی۔یا کسی بہانے مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گی۔

وکی اس کلب میں شہناز اور خان علی کے ساتھ پلے کرتا ہوا ایشلے نامی ایک لڑکی تک پہنچ گیا تھا۔ایشلے' خان علی سے متاثر ہو گئی تھی۔یوں کہنا چاہئے کہ اس کے آگے اپنا دل ہا[ر] چکی تھی۔ان حالات میں وکی جیسے مکار کو ایشلے کی صورت میں ایک نیا مہرہ مل گیا۔

اس نے اس حسینہ کو خان علی کا فون نمبر اور موجودہ رہائش گاہ کا پتہ بتایا اور یہ یقین دلا[یا] کہ وہ خان علی کا دل جیتنے کے سلسلے میں اس کی مدد کرتا رہے گا۔

وہ ایشلے سے رخصت ہو کر پھر کلب میں آیا تو فون کی رنگ ٹون سنائی دی۔اس کی نم[...] سی اسکرین نے بتایا کہ کال بہت اہم ہے۔بگ باس اسے طلب کر رہا ہے۔

وہ کلب کے شور ہنگامے سے نکل کر باہر گارڈن میں آ گیا۔پھر اسے کان سے لگا[...] بولا۔"یس باس...!"

دوسری طرف سے ایک انتہائی سخت اور بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔"تم نے کال ا[...]

کرنے میں دس سیکنڈ لگا دیئے۔"

"سوری باس! میں بھیڑ میں تھا۔اس وقت کریزی ہورس کلب میں ہوں۔"

"ہوں...شہناز کے ساتھ کب تک پلے کرتے رہو گے؟"

"اس کے ساتھ وجی بن کر کوئی بڑی سنگین واردات کرنے کا موقع ہاتھ نہیں آ رہا ہے۔وجی کو الٹا لٹکانے کے لئے یہ کھیل ذرا لمبا ہو رہا ہے۔"

"خان علی بھی اُس وقت تک بہت اہم ہے' جب تک اس کی اصلیت معلوم نہیں ہو جاتی۔اب تک کی رپورٹ یہی ہے کہ وہ ایک سیدھا سادا سا بندہ ہے۔جرائم کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

وکی گارڈن کی ہریالی میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔اس نے کہا۔"اب تک میں بھی دیکھتا آ رہا ہوں۔وہ شہناز جیسی بے تکی چالیں چلنے والی سے دھوکہ کھا رہا ہے۔میں نے کئی بار ایسی چالیں چلیں' جن کی نتیجے میں اسے اس مکار محبوبہ پر شبہ کرنا چاہئے تھا۔مگر وہ بڑے ہی احمقانہ انداز میں بڑے خلوص سے عشق فرما رہا ہے۔"

باس کی سخت بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی نادانی کے پیچھے دانائی چھپی ہو؟"

باس ذرا چپ ہوا۔پھر الفاظ چبا چبا کر بولنے لگا۔"اس کا باپ خان بابا پوست کے کھیتوں کا مالک ہے۔افیون اور ہیروئن کا ایک بے لگام تاجر ہے۔اسے دنیا کی تمام انڈر ورلڈ ڈرگ مافیا کی پشت پناہی حاصل ہے۔خان علی اس کا ایک ہی بیٹا ہے۔وہ باپ کے نقش قدم پر چل رہا ہوگا۔مگر بظاہر ایک فرشتہ یا ایک احمق جوان دکھائی دیتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔"آپ کا خیال درست ہو سکتا ہے۔مگر یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مولوی کے گھر میں شیطان اور شیطان کے گھر میں مولوی پیدا ہو جاتا ہے۔اب تک خان علی سچا' کھرا اور جرائم سے پاک دکھائی دے رہا ہے۔ویسے ایک زبردست مہرہ میرے ہاتھ آیا ہے۔ایک لڑکی کے ذریعے جلد ہی اُس کی جڑوں تک پہنچ سکوں گا۔"

پھر وہ باس کو ایشلے کے متعلق بتانے لگا۔اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اُس دیوانی لڑکی کو کس طرح استعمال کر کے خان علی کا اعتماد حاصل کرے گا اور یوں اس کی اصلیت معلوم کر سکے گا؟

باس نے قائل ہو کر کہا۔"اچھی پلاننگ ہے۔اسے کیری آن کرو۔اب قربان علی واسطی کی رپورٹ پیش کرو۔"

وہ بولا۔ ''پاپا کو دو ہفتے پہلے فرینکفرٹ میں دیکھا گیا ہے۔ وہ چھلاوہ ہیں۔ ہمارے آدمیوں کی نظروں سے پھر اوجھل ہو گئے ہیں۔''

''ہوں... برسوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے' جو ہم چاہتے ہیں۔ وہ کبھی میرے شکنجے سے نکل نہیں پائے گا۔ اختلافات کے باوجود میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ خیر... تم اپنے باپ کی تاک میں رہو۔ اسے روپوش ہو جانے کا موقع نہ دیا کرو۔''

''آل رائٹ باس! میں پاپا کو جلد ہی ڈھونڈ نکالوں گا۔''

''کیا تمہیں پتہ ہے' وجی آج کل کن چکروں میں ہے؟''

''وہ ثریا کیری کے قتل کیس میں الجھا ہوا ہے۔''

''نہیں۔ وہ ثریا کی بیٹی جینا کیری کی زلفوں میں الجھا ہوا ہے۔''

وکی نے سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹوں کو سکیڑا۔ پھر کہا۔ ''اوہ گاڈ! وجی اور عشق؟ اگر آپ کی زبان سے نہ سنتا تو کبھی یقین نہ آتا۔ ویسے یہ زبردست نیوز ہے۔ میں اس کی محبوبہ کو براہ راست یا بالواسطہ آلۂ کار بنا سکوں گا۔''

''تمہیں پرسوں تک اس کی محبوبانہ مصروفیات کا کباڑا کرنا ہے۔ میں نے اسی لئے ابھی تم سے رابطہ کیا ہے۔''

''آپ حکم دیں... مجھے کرنا کیا ہے؟''

وہ پراسرار باس اسے وجی' جینا' میلسن اور لوری کے متعلق بہت کچھ بتانے لگا۔ پھر بولا۔ ''جینا اور لوری جیسی خواتین اور دیگر مرد دین اسلام قبول کر کے مذہبی تعصب رکھنے والی تنظیموں کے لئے چیلنج بن جاتے ہیں۔ وہ مخالف تنظیمیں ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کے خلاف بہت کچھ کرتی رہتی ہیں۔ میرا نمائندہ ایسی ہی ایک تنظیم میں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے ذریعہ اہم معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ وہ لوگ وجی' جینا اور میلسن کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں مذہبی معاملات سے کچھ لینا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اپنا اُلّو سیدھا کریں گے۔''

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میں نے علیم شیرازی پر دباؤ ڈالا تھا کہ اس نے رخشی سے ہونے والے بیٹے سلطان ظفر کو اپنا جائز بیٹا تسلیم نہ کیا اور اسے اپنی دولت اور جائیداد میں سے ستر فیصد حصہ نہ دیا تو وہ ذلیل و خوار' تباہ و برباد ہوتا رہے گا۔''

وکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے مجھے اور وجی کو ناجائز اولاد ثابت کرنے کا ڈرامہ خوب پلے کیا ہے۔ میری ماما' نانا جان اور وجی تو ایسی ذلت پر تلملا رہے ہیں۔ مگر

میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ آپ کی تعلیم و تربیت نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ برتھ سرٹیفکیٹ اور ولدیت محض کاغذی کارروائیاں ہیں۔ کاغذی کشتیاں ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں طلاقیں ہوتی رہتی ہیں۔ عورتیں اور بچے دربدر ہوتے رہتے ہیں۔ کاغذی کشتیاں ڈوبتی رہتی ہیں۔''

وہ فون کو کان سے لگائے ایک طرف بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''سعدیہ خاتون میری ماما نہ ہوتیں' کوئی اور ہوتی۔ میں قربان علی واسطی کے نطفے سے ہوں یا نہیں؟ میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

باس نے کہا۔ ''ان کے لئے فرق پڑ رہا ہے۔ علیم شیرازی نے اب تک رخشی کے بیٹے کو اپنا وارث تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہم اس کے نواسے وجی کے لئے جتنے خطرات پیدا کریں گے اور اسے جتنی ناکامیوں سے دوچار کریں گے۔ علیم اس کی سلامتی کی خاطر اُتنا ہی کمزور پڑتا چلا جائے گا۔''

''ہم جینا کے مسئلے میں انہیں کس طرح کمزور بنا سکتے ہیں؟''

''وجی اس کے بھائی میلسن کو سزائے موت سے بچانا چاہتا ہے۔ پرسوں صبح اسے ضمانت پر رہا کرائے گا۔ ہمیں اس کی اس کامیابی کو ناکامی میں بدلنا ہے۔''

''آپ کے ذہن میں کوئی تدبیر ہے؟''

''تم کسی بھی طرح وجی سے پہلے کورٹ میں پہنچو گے اور میلسن کو وہاں سے اپنے ساتھ لے آؤ گے۔ ہم میلسن کو قیدی بنا کر جینا کو کمزور بنائیں گے۔ وہ بھائی کی سلامتی کی خاطر وجی کو بڑی محبت سے کمزور بنائے گی۔ یہ کھیل ذرا دیر تک چلے گا۔ مگر گیند ہمارے ہی کورٹ میں رہے گی۔ ہم آخری کامیابی تک یہ جنگ لڑتے رہیں گے۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ یہ بگ باس کہلانے والا دراصل انڈرورلڈ کا وہی پراسرار عہدیدار تھا' جو رخشی اور اس کے بیٹے کے سلسلے میں نانا جان سے رابطہ کرتا رہا تھا۔ پھر اس نے انتقام کی صورت میں پہلے ماما کو بدنام کیا پھر وکی کو ہسپتال سے چرا کر لے گیا۔ ایسے وقت اس نے نانا جان سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا۔ ''تم نے رخشی کو صرف اس لئے طلاق دی کہ وہ تمہارا نہیں' کسی اور کا بچہ پیدا کر رہی تھی۔ اب ڈھونڈتے پھرو' تمہاری بیٹی نے کس کے بچے کو جنم دیا ہے؟ بہرحال میں نے بچے کے باپ سے انصاف کیا ہے۔ آج سے میرا تمہارا جھگڑا ختم۔ آئندہ پھر کبھی فون پر میری آواز نہیں سنو گے۔''

تب سے اب تک نانا جان نے پھر کبھی اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ مگر اب وہ وکی کو مہرہ

بنا کر ہم پر حملے کر رہا تھا۔

وکی اس وقت پیرس میں تھا۔ بگ باس کے حکم کے مطابق دوسرے روز ایک فلائٹ کے ذریعہ لندن پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے طور پر چالیں چلیں۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ میری کار ٹیوننگ کے لئے ورکشاپ گئی ہے۔ اس نے وہیں ورکشاپ کے مالک کو اس کی اوقات سے زیادہ رقم دی اور گیئر بکس میں خرابی پیدا کرادی۔

پھر اس نے دوسری صبح ایک ٹیکسی ڈرائیور کی خدمات حاصل کیں۔ جب میں کوٹھی سے نکل کر عدالت کی طرف جانے لگا تو ٹیکسی ڈرائیور میرے تعاقب میں رہا۔ پھر وہ کار راستے میں ناکارہ ہوئی تو وہ ڈرائیور اپنی ٹیکسی میرے سامنے لے آیا۔ اس طرح ایک طرف تو مجھے ٹریپ کیا جاتا رہا اور دوسری طرف وکی اپنا کام کر کے نکل گیا۔

اس نے بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ دشمن تنظیموں کے درجنوں مسلح افراد اس کی تاک میں تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ دشمنوں نے اس کے ساتھ میلسن کو ہلاک کرنے کی کیسی پلاننگ کی ہے؟ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ عدالت کے دروازے سے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔

جب تعاقب شروع ہوا اور اس کی کار پر فائرنگ ہونے لگی' تب پتہ چلا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ اگر اس نے ڈوبنے سے پہلے بچاؤ کی تدبیر نہ کی تو حرام موت مارا جائے گا۔

فائرنگ کے باعث پچھلی اسکرین کے شیشے ٹوٹ رہے تھے۔ گولیاں کار کی باڈی میں جگہ جگہ لگ رہی تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ بے بسی سے مرنے کے بجائے کار سے چھلانگ لگا کر کہیں گرے گا تو اٹھ کر دوڑتا ہوا جائے گا۔ پھر دشمنوں پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔

میلسن بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے کئی بار اسے وجی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں ہم سے دشمنی کر رہے ہیں؟"

وکی بڑی مہارت سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جھنجلا کر بولا۔ "سالے....! چپ ہو جا۔ میں تیری بہن کا یار نہیں ہوں۔ آگے دیکھ...! موت ہے۔ اگر بہن کی طرح مسلمان ہو چکا ہے تو کلمہ پڑھ لے۔"

اس نے جو سوچا تھا' وہی کیا۔ باہر چھلانگ لگانے کے لئے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ایسے ہی وقت کار کے پچھلے دونوں پہیئے زوردار دھماکوں سے برسٹ ہو گئے۔ کار بالکل ہی بے قابو ہو گئی۔ میلسن کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس وقت تک وکی دروازہ کھول کر

باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔

ناکارہ ہونے والی کار ایک طرف گھوم کر بلندی سے پستی کی طرف چلی آئی تھی۔ تعاقب کرنے والے دوسری طرف کے کھلے ہوئے دروازے سے اسے چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھ نہ سکے۔ اُن کے قریب آنے سے پہلے ہی وکی لڑھکتا ہوا نیچے پستی کی طرف گیا۔ ایسا لگا' جیسے کسی گہری کھائی میں جانے والا ہے۔

وہ بڑا جی دار تھا۔ جان لیوا مصیبتوں میں حواس قائم رکھنا جانتا تھا۔ چند سیکنڈ کے اندر ہی کہیں پانی میں آ کر گرا۔ وہاں پانی میں گہرائی نہیں تھی۔ اس نے ابھر کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر اس کی کار لڑھکتی ہوئی گہری پستی کی طرف جا رہی تھی۔ پیٹرول کی ٹینکی پھٹ گئی تھی۔ دھماکوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ کار شعلوں میں لپٹی ہوئی دور نیچے کی طرف چلی جا رہی تھی۔

تعاقب کرنے والے بلندی کے کنارے آ کر دیکھ رہے تھے۔ خوش ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار رہے تھے۔ وہ ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں چھپ کر آرام سے بیٹھ گیا۔

اوپر زندگی سے بھرپور قہقہے تھے۔ نیچے گہری پستی میں موت میلسن کو نگل چکی تھی۔ وہ دیکھ اور سوچ رہا تھا۔ "اگر میں اس تالاب میں آ کر نہ گرتا تو ابھی کہاں ہوتا؟ نیچے میری بھی چتا جل رہی ہوتی۔"

وہ پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اوپر تقریباً پچیس فٹ کی بلندی پر خاموشی چھا گئی تھی۔ تعاقب کرنے والے مطمئن ہو کر واپس جا چکے تھے۔ اس نے پچھلی جیب سے فون نکال کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ وہ اس کی طرح زخمی نہیں ہوا تھا۔ محفوظ تھا۔ لیکن تالاب میں گرنے کے باعث ناکارہ ہو گیا تھا۔ اس نے مایوسی سے اسے دیکھا۔ پھر اسے کھینچ کر ایک بڑے سے پتھر پر دے مارا۔ اب وہ زخمی ہو گیا تھا۔ کراہتا ہوا پانی میں چلا گیا تھا۔

وہ موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ وہاں سے واپس جائے گا تو کن حالات سے دوچار ہو گا؟

اس کی ذہانت نے جواب دیا۔ "برخوردار! تم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ذمہ دار افسران سے ٹکر لی ہے۔ ان کے ایک قیدی کو اغوا کیا ہے۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ میلسن کو وجی نے نہیں' اس کے ہم شکل نے اغوا کیا تھا۔ وجی دفتری کارروائی کے طور پر اپنا بیان دے چکا ہوگا اور اس کے جاننے والے تمام سراغ رساں اس کے بیان کی تصدیق کر چکے ہوں

گے۔"

وکی بڑی مہارت سے واردات کرتا آرہا تھا۔کبھی قانونی گرفت میں نہیں آیا تھا۔آئندہ بھی شہناز کے ساتھ کوئی سنگین واردات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔اس واردات کے نتیجے میں بھائی پکڑا جانے والا تھا۔مگر بدنصیبی کا ایک جھٹکا لگتے ہی اس کی شامت آگئی تھی۔اب تک میرے لئے گڑھا کھودنے والا خود ایک خندق میں گرنے والا تھا۔

اس نے سوچا کہ حالات سازگار ہونے تک روپوش رہنا ہوگا۔اپنا چہرہ' اپنی شناخت بدلنی ہوگی۔

لیکن حالات سازگار کیسے ہوسکتے تھے؟اگر کبھی گرفتار ہوگا تو سزا اسی وقت کم سے کم ہوگی' جب وہ اغوا کئے ہوئے قیدی کو واپس کرے گا اور وہ قیدی کہیں سے واپس آنے والا نہیں تھا۔شیر کے منہ سے لقمہ چھیننے والی بات تھی۔وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے قیدی کو چھین کر لایا تھا۔اس کا پراسرار باس بھی اسے قانون کی گرفت سے بچا نہیں سکتا تھا۔

وہ بہت دیر تک سوچتا رہا۔موجودہ حالات میں ایک ہی بات اٹل تھی کہ اسے دوستوں سے' دشمنوں سے اور قانون کے محافظوں سے منہ چھپانا ہوگا۔اپنا نام اور اپنی شناخت بدلنی ہوگی۔



وکی کے ساتھ جو ہوا، سو ہوا۔آئندہ جو ہونے والا ہے' وہ سامنے آئے گا۔مجھ پر جو گزر رہی تھی۔اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکوں گا۔مجھے آنکھوں کے سامنے جینا کا آنسوؤں سے تربتر چہرہ دکھائی دے رہا تھا اور میں اس کے سامنے اپنا جھکا ہوا سر دیکھ رہا تھا۔"یا خدا!میں اس کا سامنا کیسے کروں گا؟"

پیٹرولیم پولیس نے اطلاع دی تھی کہ تین گاڑیاں اس گاڑی کا تعاقب کررہی تھیں۔جس میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا سینئر افسر وجاہت علی میلسن کو لے جا رہا تھا۔گشت کرنے والے سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے میری گاڑی کو گہری کھائی میں گرتے اور تباہ ہوتے دیکھا تھا۔مگر سپاہیوں کے وہاں پہنچنے تک تعاقب کرنے اور فائر کرنے والے فرار ہوگئے تھے۔انہیں تلاش کیا جا رہا تھا۔

عدالت میں میری موجودگی نے ثابت کردیا کہ میرے ایک ہم شکل نے وہ واردات کی ہے۔میں نے اپنے بیان میں وضاحت سے لکھ دیا کہ وہ میرا جڑواں بھائی وقار علی عرف وکی ہے۔بچپن سے بچھڑا ہوا ہے۔مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔

میں نے تحریری بیان میں یہ بھی لکھا کہ اس واردات سے پہلے کسی دشمن تنظیم کی طرف سے مجھے اور جینا کو فون پر دھمکیاں ملتی رہی تھیں کہ جینا دین اسلام ترک کرکے اپنے سابقہ مذہب میں واپس نہیں آئے گی تو میلسن کو عارضی رہائی کے بعد گھر آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور انہوں نے جو کہا تھا' وہ کر دکھایا تھا۔

میرا یہ بیان پڑھ کر کتنے ہی افسران نے منہ بنایا اعتراض کیا اور پوچھا۔"کیا ثبوت ہے کہ یہودی اور عیسائی تنظیموں کے انتہا پسند لوگوں نے تمہیں اور جینا کو فون پر ایسی دھمکیاں دی تھیں؟"

میں نے کہا۔"میں نے اپنے بیان میں یہودی اور عیسائی تنظیموں کو الزام نہیں دیا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔"براہِ راست الزام نہ دینے کے باوجود تم یہ کہہ رہے ہو کہ تمہارے دین کے خلاف ہمارے مذہبی بانیوں نے سازش کی ہے۔"

میں نے کہا۔"جو ہمارے ساتھ ہوچکا ہے۔اسے میں نے قلم بند کیا ہے۔سچ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔جو دھمکی دی گئی تھی' اس پر عمل ہوچکا ہے۔انہوں نے میلسن کو گھر پہنچنے نہیں دیا۔"

بہرحال اسکاٹ لینڈ یارڈ کے نہ جانے کتنے جونیئر اور سینئر افسران مجھ سے ناراض ہوگئے۔مجھے ان کی پروا نہیں تھی۔جینا کی فکر تھی۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس دل سے اس کے سامنے جاکر کہوں گا کہ میں تو بچ گیا مگر اس کے بھائی کو نہیں بچا پایا؟

میں دوپہر تک عدالتی اور دفتری معاملات میں الجھا رہا اور سوچتا رہا کہ کس طرح جینا کو یہ المناک خبر سنائی جائے؟ایسے المناک واقعات سب ہی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ابتدا میں کسی عزیز کو ایسی خبر سنانے اور اس سے آنکھیں ملانے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔اس کے باوجود سب ہی ایسے مراحل سے گزر جاتے ہیں۔

آخر میں نے حوصلہ کیا۔یہ سوچا کہ پہلے فون پر خبر سنائی جائے۔ابھی وہ میلسن کے علاوہ میری ہلاکت کا بھی صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ایک کو زندہ پا کر شائد دوسرے کی موت کا صدمہ کچھ کم ہوسکے گا۔

میں نے اپنا فون نکال کر اسے آپریٹ کرنا چاہا تو ایکدم سے ٹھٹک گیا۔اس کی بیٹری ڈاؤن تھی۔"یا خدا!یہ مجھ سے کیسی غلطی ہوگئی؟"

یہ یاد نہیں آیا کہ پچھلی بار کب بیٹری چارج کی تھی؟ کتنے گھنٹے' کتنے دن گزر گئے تھے؟

فکر و پریشانیاں، دشمنوں کے چیلنج اور اُن سے نمٹنے کی احتیاطی تدابیر جیسے معاملات اور مصروفیات ایسی تھیں کہ میں اسے چارج کرنا بھول گیا تھا۔

یہ سوچ کر دکھ ہو رہا تھا کہ جینا بار بار مجھ سے فون پر رابطہ کرنے کی کوششیں کرتی رہی ہوگی اور مایوس ہوتی رہی ہوگی۔ میں نے فوراً ہی دفتر کے فون سے رابطہ کیا۔ ریسیور کو کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ ”فی الحال آپ کے مطلوبہ نمبر سے رابطہ ممکن نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ.....“

میں نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی نمبر ریڈائل کئے۔ پھر وہی جواب سنائی دیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ اس نے اپنا موبائل فون بند کر رکھا تھا۔ جبکہ بھائی کے گھر نہ پہنچنے پر اسے فون کو آف نہیں رکھنا چاہئے تھا۔

میں نے سوچا۔ ”وہ ایسی نادان تو نہیں ہے۔ ذاتی فون کو بند کیوں رکھے گی؟“

پھر میں نے گھر کے نمبر پنچ کئے تو رابطہ ہونے پر زبیدہ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ ”جینا کہاں ہے؟“

وہ میری آواز سنتے ہی شدید حیرانی سے چیخ کر بولی۔ ”آپ.....آپ زندہ ہیں؟ یا خدا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ پھر تو ہمارا میلسن بھی آپ کے ساتھ خیریت سے ہوگا۔“

میں نے ذرا چپ رہنے کے بعد کہا۔ ”مجھے افسوس ہے زبیدہ! میلسن اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ تمہاری باتوں سے پتہ چلتا ہے، ہم دونوں کی ہلاکت کی اطلاع جینا کو مل چکی ہے؟“

”ہاں.....کسی نے اسے فون پر اطلاع دی تھی۔ وہ چیخیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ اس اطلاع پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پھر فون پر اس سے کچھ کہا گیا، جسے سنتے ہی وہ اپنا موبائل فون پھینک کر ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے اسے آوازیں دیں۔ اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہی ہے؟ مگر وہ باہر جا کر اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی مجھ سے دور ہوتی چلی گئی۔“

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”آخر وہ کہاں گئی ہوگی؟ اسے کس نے فون کیا تھا؟ اس کا فون چیک کرو اور بتاؤ، کس نمبر سے کال آئی تھی؟“

”جسٹ آمنٹ...ابھی بتاتی ہوں۔“

میں انتظار کرنے لگا۔ عجیب چکر چل پڑا تھا۔ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس سے کیا کہا گیا ہوگا، جسے وہ سنتے ہی ننگے پاؤں گھر سے نکل گئی تھی؟

زبیدہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے اجنبی شخص کا فون نمبر بتایا۔ میں انہیں سنتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ یہ اُسی نمائندے کا نمبر تھا۔ جس نے مجھے میلسن کی رہائی کے سلسلے میں چیلنج کیا تھا اور اپنے چیلنج کے مطابق اسے ہلاک کر چکا تھا۔ اب اس کی ایک کال پر جینا کو ندا کی طرف دوڑتی چلی گئی تھی۔

یا خدا...! اُس نو مسلم لڑکی پر رحم فرما...



خان علی خان اس بات سے بے خبر تھا کہ شہناز کے لئے اس کی دیوانگی اور محبت یکطرفہ ہے۔ یکطرفہ اس طرح تھی کہ شہناز اسے چاہنے کے باوجود اس سے مخلص نہیں تھی۔ اس کی چاہت میں خود غرضی اور مفاد پرستی چھپی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس خان علی دل کی گہرائیوں سے اس کا دیوانہ تھا اور آئندہ اسے اپنی شریک حیات بنا کر اس دیوانگی کو ایک طویل عمر دینے والا تھا۔

بعض اوقات عقل پر پتھر پڑے ہوں تو قسمت کی مہربانیاں سمجھ میں نہیں آتیں۔ شہناز کی سمجھ میں بھی نہیں آرہی تھیں۔ وہ ایسے سچے اور دیوانے عاشق سے چاہے جانے کے باوجود اپنی قسمت میں خرابیاں لکھتی جارہی تھی۔

وکی کو یعنی مجھے ٹریپ کرنے کے لئے بڑے بڑے خطرات سے دوچار ہوتی رہتی تھی۔ لیکن دُھن کی پکی تھی۔ ہار نہیں مان رہی تھی۔ ماں اور بھائی کے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دو کشتیوں کی سوار بنی ہوئی تھی۔ کبھی چھلانگ لگا کر اُدھر جاتی تھی اور کبھی اِدھر آتی تھی اور کبھی درمیان میں ہی لٹکتی رہ جاتی تھی۔ ایسے وقت بس یہی لگتا تھا کہ اب تب میں ڈوب جائے گی۔

لیکن پھر کوئی نہ کوئی حکمت عملی، کوئی نہ کوئی تدبیر اسے بچا لیتی تھی۔ تقدیر اور تدبیر کی ایسی جنگ میں ہر بار تدبیر کی جیت ہوتی رہے تو انسان کو بڑا حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے ارادے میں مزید مستحکم ہوتا چلا جاتا ہے۔

شہناز کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہورہا تھا۔ وہ وکی سے تعلقات بڑھانے کے سلسلے میں ایک ذرا ڈرتی تھی، پریشان ہوتی تھی، لیکن یہ بھی دیکھتی رہتی تھی کہ پیش آنے والی تمام تر پریشانیاں عارضی ہوتی ہیں۔ آتی ہیں اور ٹل جاتی ہیں۔ ان حالات میں اسے ایک ذرا حوصلہ ملنے لگا تھا۔ یوں بھی وکی یعنی کہ میں اس فیملی کے لئے چیلنج بنا ہوا تھا اور وہ ہر حال

میں اس چیلنج کا منہ توڑ جواب دینا چاہتے تھے۔ فی الحال خان علی کی پیرس میں موجودگی ان کے اس معاملے کو ایک ذرا طول دے رہی تھی اور پیچیدہ بھی بنا رہی تھی۔

اس رات وکی نے کریزی ہورس کلب میں اچانک ہی پہنچ کر جو دھماکہ کیا تھا۔ اس کی بازگشت اب تک شہناز کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس نے سر جھٹک کر بھائی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے۔ وجی اب ہمارے ارادوں کو کچھ کچھ سمجھنے لگا ہے۔“

وہ بہن کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ماں نے کہا۔ ”ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ ایک سراغ رساں ہے۔ دیکھا نہیں..... کلب کے ہجوم میں کیسے شہناز تک پہنچ گیا؟“

وہ بولی۔ ”اگر میں اس وقت چالاکی نہ دکھاتی۔ اس کے ہاتھ پر کاٹ کر وہاں سے فرار نہ ہوتی تو نہ جانے وہ کب تک میری کلائی تھامے چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہتا؟“

شاہنواز نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”یہ تو پکی بات ہے۔ اس کلب میں وجی کی آمد اتفاقیہ نہیں ہوسکتی۔ وہ یقیناً تمہارا پیچھا کرتا ہوا وہاں تک پہنچا ہوگا۔ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ خان علی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔“

پھر وہ ہاتھ مسلتے ہوئے بولا۔ ”اگر خان علی یہاں نہ آتا تو ہم کسی پہلو سے کمزور نہ ہوتے۔“

ماں نے بیٹی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تم کسی بھی طرح خان علی کو جلد از جلد پاکستان جانے پر مجبور نہیں کرسکتیں؟“

اس نے ماں کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ”خان علی یہاں نہیں ہوگا تو سارے مسائل خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ پھر تم بھرپور آزادی کے ساتھ وجی کو جس طرح چاہو گی، ٹریپ کرسکو گی۔“

شہناز نے کہا۔ ”شاہنواز نے اُس سے کہا تھا، ہم یہاں سے فرینکفرٹ جانے والے ہیں۔ وہ ہمیں رخصت کرنے کے بعد ہی پاکستان جائے گا۔“

پھر اس نے بھائی سے کہا۔ ”اب اسی حوالے سے سوچو..... کیا اسے یہاں سے بھیجنے کے لئے ہمیں فرینکفرٹ جانا چاہئے؟“

ماں نے کہا۔ ”تمہارے پاپا نے بتایا تھا، وجی کا قیام لندن میں ہے۔ مگر وہ سراغ رسانی کے سلسلے میں شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں گھومتا رہتا ہے۔ شہناز کو تو اس نے یہی بتایا ہے کہ تفریحاً پیرس آیا ہوا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے، یہاں بھی اُس کا کوئی کام ہے۔ پھر شہناز کے معاملے نے بھی اسے روک رکھا ہے۔ اگر ہم یہاں سے چلے جائیں گے تو ممکن ہے، وہ بھی اپنے کام نمٹا کر یہاں سے کوچ کر جائے۔ پھر ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟“

بیٹے نے قائل ہو کر کہا۔" آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہمارے اس شکار کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔ فی الحال ہم کہیں نہیں جاسکیں گے۔ میں اس کے خلاف جو منصوبہ تیار کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں میری یہاں موجودگی بہت ضروری ہے۔"

ماں نے کہا۔" تم نے تو اپنے منصوبے کے حوالے سے ہمیں تجسس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب تو بتا دو' کیا کر رہے ہو؟ اور آئندہ کیا کرنے والے ہو؟"

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر مسکراتے ہوئے بولا۔" صرف بتاؤں گا' نہیں دکھاؤں گا بھی.... بس دو تین دن اور صبر کرلیں۔"

زرینہ بانو نے تعجب سے پوچھا۔" ایسا کون سا منصوبہ بنا رہے ہو؟ کیا دکھانے والے ہو؟ پلیز شانی! کچھ تو بتاؤ....؟"

وہ بولا۔" یہاں سے سو ڈیڑھ سو کلو میٹر دور کنٹری سائیڈ میں ایک بہت ہی خوبصورت علاقہ ہے۔ وہاں مقامی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن تفریح پر آنے والوں کو چھوٹے بڑے کاٹیج کرائے پر دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ تمام کاٹیج ایک دوسرے سے کئی کئی فاصلے پر بنائے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں لوگوں کی چہل پہل بہت کم ہوتی ہے۔ لوگ قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لئے آگے ایک جھیل کی طرف نکل جاتے ہیں یا دن بھر چھوٹی بڑی آبشاروں اور سبزہ زاروں کے درمیان پکنک مناتے رہتے ہیں۔ اس لئے بھی اس رہائشی علاقے میں سناٹا چھایا رہتا ہے اور میں نے یہی سب دیکھتے ہوئے وہاں ایک کاٹیج کرائے پر حاصل کیا ہے۔ آئندہ تین چار دنوں میں ہم ادھر شفٹ ہو جائیں گے۔"

ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زرینہ بانو نے بیٹے سے پوچھا۔" اس سناٹے میں جا کر کیا کرو گے؟"

بہن نے کہا۔" یہاں ہم بھرے پرے شہر میں ہیں۔ کبھی وجی کی موجودگی میں خان علی سے اور کبھی خان علی کی موجودگی میں وجی سے سامنا ہوتا ہے تو کسی ایک کی نظر سے بچنے کے لئے دس جگہیں مل جاتی ہیں۔ کبھی اپنے بچاؤ کے لئے لوگوں کے ہجوم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور یہ تو ابھی کی بات ہے' اگر اس کلب میں نوجوانوں کی بھیڑ نہ ہوتی تو میں یقیناً وجی کے ساتھ خان علی کی نظروں میں آجاتی۔ اب تم ایک غیر آباد علاقے میں جانے کی بات کر رہے ہو۔ ذرا عقل سے سوچو....! اگر وہاں ایسا کوئی واقعہ ہوگا تو میں خان علی یا وجی کی نظروں سے بچنے کے لئے کہاں چھپتی پھروں گی؟"

وہ بولا۔" میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

وہ بولی۔" بتاؤ گے تو کچھ پتہ چلے گا' کیا سوچا اور سمجھا ہے؟"

اس نے ماں کو دیکھا۔ پھر کہا۔" میں نے سوچا ہے' شہناز اب وجی سے ملنے کہیں نہیں جائے گی۔ میں نے اس کاٹیج میں انتظام کیا ہے۔ یہ وہاں اس سے ملاقات کرے گی۔ ایسے وقت ہم دونوں اس کے پاس موجود رہیں گے۔"

" گویا تم دشمن کو گھر بلانا چاہتے ہو؟"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔" میں نے اس کاٹیج کے کمرے میں ان دونوں کی متحرک اور ساکت تصویریں لینے کے لئے کیمرے وغیرہ کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔ ایسی ارینجمنٹ ہوٹل کے کسی روم میں نہیں ہوسکتی تھی۔ اس طرح شہناز کو باہر جا کر اس سے ملنے کے لئے کسی قسم کی خواری نہیں اٹھانی پڑے گی۔ یہ بڑے آرام سے گھر کی چار دیواری میں اس سے ملتی رہے گی اور دوسری طرف خود کار کیمروں کے ذریعے ان کی تصویریں بھی لی جاتی رہیں گی۔ پھر ہم بھی اس کی حفاظت کے لئے وہاں موجود رہیں گے۔"

ماں بیٹی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر شہناز نے کہا۔" تمہاری پلاننگ تو اچھی ہے۔ لیکن وہ ایک ہی مسئلہ ہے...."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔" ہمارا ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ ہے خان علی..... ویسے اس سرمایہ دار کو مسئلہ تو نہیں کہنا چاہئے۔ مگر وجی کے معاملے میں اس کی موجودگی ہمیں الجھاتی رہتی ہے۔"

"اور یہ الجھن اس غیر آباد علاقے میں بھی ہوگی۔"

"نہیں ہوگی... میرے منصوبے کے مطابق خان علی کو اس کاٹیج کے بارے میں ایک ذرا بھنک بھی نہیں ملنی چاہئے۔"

شہناز نے تعجب سے پوچھا۔"" کیا مطلب ...؟ تم دیکھ رہے ہو' وہ جب سے یہاں آیا ہے۔ میرا سایہ بنا ہوا ہے۔ میں اس سے چھپ کر اس کاٹیج میں کیسے رہ پاؤں گی؟"

ماں نے لقمہ دیا۔" چھپ کر رہنا تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم اس سوئیٹ سے نکل کر اس کاٹیج میں جائیں گے تو کیا خان علی کو خبر نہیں ہوگی؟ اور ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اسے بتائے بغیر بڑی رازداری کے ساتھ یہاں سے وہاں شفٹ ہو جائیں۔ اس طرح تو وہ ہم سے بدظن ہو جائے گا۔ یہ سوال پیدا ہوگا کہ ہم کہاں روپوش ہو گئے ہیں؟ اور کیوں ہو گئے ہیں؟ بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔"

شاہنواز نے سر جھٹک کر کہا۔" آپ دونوں میری بات بھی سنیں گی یا اپنی ہی بولی بولتی

رہیں گی؟"

وہ دونوں چپ ہوکر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ وہ بولا۔ "ہم وجی کو یہاں چھوڑ کر فرینکفرٹ نہیں جاسکتے اور خان علی ہمیں فرینکفرٹ بھیج کر ہی یہاں سے رخصت ہوگا۔ یہ تمام باتیں میرے دماغ میں بھی تھیں۔ اسی لئے میں نے پاپا سے رابطہ کیا تھا۔"

ماں بیٹی نے ذرا چونک اسے دیکھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "پاپا اس وقت پاکستان میں ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے' وہ خان علی کے کاروباری معاملات میں کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا کردیں گے کہ ان سے نمٹنے کے لئے خان علی کو ہر حال میں پاکستان جانا پڑے گا۔"

ان دونوں نے اسے حیرت اور مسرت سے دیکھا۔ پھر ماں نے کہا۔ "یہ تو تم نے کمال کردیا۔ تمہاری ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مان لیں... آپ کا یہ بیٹا بہت ذہین ہے۔ میں ہر پہلو کو نظر میں رکھتے ہوئے اپنے منصوبے پر ایسے عمل کررہا ہوں کہ نہ خان علی کی طرف سے بات بگڑے اور نہ ہی وجی ہمارے ہاتھ سے نکلے۔"

شہناز نے پوچھا۔ "اور یہ کب تک ہوگا؟ میرا مطلب ہے.... خان علی کب یہاں سے جائے گا؟"

وہ بولا۔ "دوتین دنوں میں اس کے پاس کال آنے والی ہے۔ پھر تم دیکھو گی! وہ یہاں سے کُوچ کرجائے گا۔"

ماں نے کہا۔ "پھر تو ہم اسے رخصت کرنے کے بعد ہی کاٹیج میں جائیں گے۔"

شہناز اپنے موبائل فون کو آپریٹ کرتے ہوئے بولی۔ "وجی کل سے خاموش ہے۔ نہ فون پر مخاطب کررہا ہے۔ نہ اس سے کہیں سامنا ہورہا ہے۔"

شاہنواز نے سوچتی ہوئی نظروں سے بہن کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کلب سے آنے کے بعد تمہاری اس سے بات ہوئی تھی؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ اس نے خود مجھے فون کیا تھا۔ مگر کچھ جلدی میں تھا کہہ رہا تھا' کوئی ارجنٹ کام آن پڑا ہے۔ صبح مجھ سے باتیں کرے گا۔ لیکن اس نے اب تک دوبارہ رابطہ نہیں کیا ہے۔"

زرینہ بانو نے کہا۔ "اس نے نہیں کیا ہے تو تم کرو۔"

وہ موبائل فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ "دوتین بار کوششیں کرچکی ہوں۔ لیکن

اس کا نمبر مسلسل آف مل رہا ہے...."

وہ فون کو کان سے ہٹاتے ہوئے بولی۔ "اب بھی بند ہے۔ پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے؟"

ماں نے بیٹے کو دیکھا۔ وہ بولا۔ "یہ تو تشویش کی بات ہے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "وہ ابھی جس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے' میں اس کا نام اور روم نمبر جانتا ہوں۔ ایک سیکنڈ...."

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ وہ دونوں بھی وہاں چلی آئیں۔ ماں نے پوچھا۔ "کسے فون کررہے ہو؟"

دوسری طرف رابطہ ہوگیا تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے ماں کو چپ کراتے ہوئے فون پر بولا۔ "مجھے ہوٹل رِٹز کا کونٹیکٹ نمبر چاہئے.....جی.....ایک منٹ...."

دوسری طرف سے نمبر بتایا جارہا تھا۔ وہ فوراً ہی قلم نکال کر ایک کاغذ پر انہیں نوٹ کرنے لگا۔ پھر اس نے "تھینک یو" کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ ماں نے پوچھا۔ "کیا وجی ہوٹل رِٹز میں ٹھہرا ہوا ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر دوبارہ ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ابھی معلوم ہوجائے گا' وہ کہاں ہے اور شہناز سے رابطہ کیوں نہیں کررہا ہے؟"

بہن نے فوراً ہی اس سے ریسیور لیتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا بیوقوفی کررہے ہو؟ اسے اب تک یہی معلوم ہے کہ میں اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں جانتی اور نہ اس نے مجھے بتایا ہے۔ اب تم وہاں رابطہ کروگے تو وہ یہی سمجھے گا کہ ہم اس کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔ پچھلی بار جب میں جولی لوٹی ہوٹل میں پہنچی تھی تو اس نے دس طرح کے سوالات کئے تھے۔ حتیٰ کہ میری جامہ تلاشی لی تھی۔ اب اس بار بھی یہی ہوگا تو وہ آپے سے باہر ہوجائے گا۔"

ماں نے بیٹی کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ وجی کو معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کوئی اور طریقہ استعمال کرو۔"

وہ بولا۔ "تو پھر میں اجنبی بن کر بات کرلیتا ہوں۔"

شہناز نے کہا۔ "وہاں سی ایل آئی پر اِس ہوٹل کا نمبر جائے گا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ اجنبی بن کر بولنے والے ہم ہی ہیں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "پھر تو اس مسئلے کا آسان حل یہی ہے کہ میں باہر جا کر کسی پی سی او کے ذریعے اس سے رابطہ کروں۔"

"اور یہی مناسب بھی رہے گا۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ماں بیٹی بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگیں۔ اس دوران شہناز وجی کے موبائل فون پر رابطہ کرنے کی کوششیں کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ وجی کی ایسی پراسرار خاموشی نے ان تینوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اچانک ہی شہناز سے لاتعلق کیوں ہوگیا ہے؟

تھوڑی دیر بعد ہی شاہنواز نے واپس آکر بتایا کہ وکی اس ہوٹل میں نہیں ہے۔ اگرچہ اس کا کمرہ اسی کے نام پر ریزرو ہے لیکن وہ وہاں سے جا چکا ہے۔

وکی بہت ہی چالاک تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شہناز، اس کی ماں اور اس کا بھائی اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ہوٹل رٹز میں میرے یعنی وجاہت علی واسطی کے نام سے ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا تھا۔ اگر وہ کمرہ اس کے اصلی نام سے لیا جاتا تو ابھی شاہنواز، شہناز اور زرینہ بانو کو اس کی اصلیت معلوم ہوجاتی۔ یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ وہ تینوں اسے وجی سمجھ کر زبردست دھوکا کھا رہے ہیں۔

زرینہ بانو نے پریشان ہوکر کہا۔ "وہ کہاں جاسکتا ہے؟ اب ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟ تمہاری سمجھ میں کیا آرہا ہے؟ کیا شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے؟"

شہناز نے کہا۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ وہ یقیناً اُسی کام کے سلسلے میں کہیں گیا ہوگا، جس کا ذکر اس نے فون پر کیا تھا۔ پھر وہاں اس کا کمرہ بھی ریزرو ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ عارضی طور پر کہیں گیا ہے۔ مصروفیت ختم ہوتے ہی واپس چلا آئے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے شانی....؟"

اس نے بھائی کو دیکھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "بیشک۔ یہی بات ہوگی۔"

شہناز نے کہا۔ "ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا۔ ممکن ہے، اس کی واپسی تک خان علی بھی یہاں سے چلا جائے۔"

زرینہ بانو نے کہا۔ "ہمیں اتفاقیہ طور پر یہ مہلت ملی ہے۔ ہماری کوشش یہی ہونی چاہئے کہ خان علی یہاں سے ٹل جائے۔ آج رات میں بھی تمہارے پاپا سے بات کروں گی۔ ان سے کہوں گی، وہ اس سلسلے میں جو کرنا چاہتے ہیں، جلدی کریں۔"

شہناز نے بھائی کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر کہا۔ "اگر سب کچھ ہماری پلاننگ کے مطابق ہوتا رہا تو میرا خیال ہے، آئندہ وجی کے خلاف تصویری شواہد جمع کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ لیکن ہمیں اس پہلو پر بھی توجہ دینی چاہئے کہ وہ صرف خان علی کے حوالے

سے ہماری جان کا عذاب نہیں بنا ہوا ہے۔ وہ فطری طور پر ایک خطرناک اور چالاک شخص ہے۔ بیشک خان علی کے جانے کے بعد ہم اس کاٹیج میں بڑی آزادی کے ساتھ اسے ٹریپ کرتے رہیں گے۔ مگر یہ بات ذہن میں رکھنا کہ جیسے ہی اپنا مطلب پورا ہو، اس سے فوراً جان چھڑائی جائے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "اس سلسلے میں تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ وہ اس وقت تک سانسیں لیتا رہے گا، جب تک ہمارا مقصد پورا نہیں ہوجاتا۔ پھر میں اسے علیم شیرازی کو جھوٹ اور سچ بتانے کے لئے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماں نے پوچھا۔ "تم جعلی نکاح نامہ حاصل کرنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ اس کا بندوبست بھی ہوجائے گا۔"

وہ بولی۔ "یہ سب سے اہم کام ہے اور اس کے لئے وجی کے دستخط چاہئے ہوں گے۔ ویسے بھی اس کی ہلاکت سے پہلے پہلے نکاح نامہ تیار ہوجانا چاہئے۔ تاکہ اس پر درج کی گئی تاریخ سے ہم یہ ثابت کرسکیں کہ وجی نے اپنی زندگی میں ہی شہناز کو قبول کیا تھا۔ اس طرح وہ جعلی نکاح نامہ مشتبہ نہیں رہے گا اور علیم شیرازی اسے چیلنج نہیں کرسکے گا۔"

وہ بولا۔ "بے شک۔ یہی کیا جائے گا۔ لیکن میں اس نکاح نامے کو مزید ٹھوس بنانے کے لئے کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں۔"

ماں بیٹی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ذرا توقف سے بولا۔ "یہ تو کنفرم ہے کہ اس کی موت میرے ہاتھوں سے لکھی جائے گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں، اسے اس وقت تک زندہ رکھا جائے، جب تک شہناز امید سے نہیں ہوجاتی۔"

شہناز نے کہا۔ "یہ تو ہم نے پہلے بھی طے کیا تھا کہ جب میں اس کے ساتھ ہوسپٹل آتی جاتی رہوں گی تو اس دوران تم ہماری تصویریں اتارتے رہو گے۔ لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے، ہم اپنے منصوبے کو جتنا طول دیں گے۔ وجی کی طرف سے خطرات اُتنے ہی بڑھتے چلے جائیں گے۔ تصویریں حاصل کرنے کا معاملہ کاٹیج کے ذریعے حل ہو رہا ہے۔ اب تم بس اسی پہلو پر غور کرو کہ کس طرح اس کے دستخط حاصل کرسکتے ہو؟ پھر جعلی نکاح نامہ تیار کراؤ اور اسے ٹھکانے لگا دو۔ اس کے بعد صرف علیم شیرازی سے نمٹنا ہوگا۔"

ماں نے بیٹے کو دیکھا پھر کہا۔ "بیشک۔ ہم شہناز کی پریگنینسی کا یقین کرنے کے بعد ہی اُسے موت کے گھاٹ اتاریں گے اور میرا خیال ہے، اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

بعض اوقات انسان سوچتا کچھ ہے اور ہو کچھ جاتا ہے۔ فی الحال وہ تینوں بڑی ٹھوس

منصوبہ بندی کرر ہے تھے۔تدبیریں کرتے وقت سب یہی سوچتے ہیں کہ کسی صورت ناکامی نہیں ہوگی اور ہوگی تو اسے پھر کسی نئی تدبیر کے ذریعے کامیابی میں بدل دیا جائے گا۔

اس وقت ان تینوں کی سوچ بھی یہی تھی۔ پھر یہ تو آنے والا وقت ہی سمجھاتا ہے کہ تقدیر اپنا سکہ جمائے رکھے گی یا انسانی تدبیر اسے اپنی ٹھوکروں میں اڑاتی رہے گی؟

کریزی ہورس کلب میں وکی سے ٹکرانے کے بعد شہناز یہی سوچ رہی تھی کہ اب خان علی کے ساتھ باہر کہیں گھومنے پھرنے جائے گی تو ایسے وقت اس کی جان سولی پر لٹکتی رہے گی۔وکی کی طرف سے دھڑکا لگا رہے گا کہ وہ پھر اسے پریشان کرنے کے لئے اچانک ہی کہیں سے اس کے سامنے آسکتا ہے۔لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔اس کی غیر موجودگی میں شہناز کو ایک ذرا سکون مل رہا تھا۔ یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ خان علی کے پاکستان جانے سے پہلے وہ اس کے ساتھ آزادی سے گھومتی پھرتی رہے گی۔

اس شام بھی وہ اس کے ساتھ ایک شاپنگ سینٹر میں پہنچی ہوئی تھی۔اس بڑے دل والے محبوب کا خوب بل بڑھا رہی تھی۔ایسے وقت اس نے محسوس کیا کہ خان علی کچھ الجھا الجھا سا دکھائی دے رہا ہے۔جبکہ تھوڑی دیر پہلے اس کا موڈ ایسا نہیں تھا۔وہ شہناز کے لئے اپنی پسند کی چیزیں خریدتا رہا تھا اور اس کی پسند کردہ چیزوں میں بھی دلچسپی لیتا رہا تھا۔لیکن اب یہ دیکھ رہی تھی کہ جب بھی اسے مخاطب کرتی ہے تو وہ ایسے چونک جاتا ہے' جیسے اس کا دھیان شہناز کی طرف نہ ہو' بلکہ کسی اور طرف بھٹک رہا ہو۔

اس نے اِدھر اُدھر دور تک نظریں دوڑائیں۔سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسی کون ہے' جو اُس کی موجودگی میں خان علی کا دھیان بانٹ رہی ہے؟

اس نے اپنی کلائی پر ایک کلون اسپرے کرنے کے بعد خان علی کو مخاطب کیا۔پھر اسے اپنی کلائی سونگھاتے ہوئے پوچھا۔''کیسی خوشبو ہے؟''

وہ بولا۔''ہُوں۔بہت اچھی ہے۔تمہیں مہکاتی رہے گی۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔''کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ یہ جینٹس کلون ہے۔میں تمہارے لئے پسند کررہی ہوں۔''

وہ سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بولا۔''اوہ سوری..... مجھے خیال نہیں رہا۔''

''تمہارا خیال تو نہ جانے کہاں اٹکا ہوا ہے؟میں بڑی دیر سے نوٹ کررہی ہوں'تم میرے ساتھ ہو۔لیکن کہیں اور بھٹک رہے ہو۔کیا پوچھ سکتی ہوں' یہاں کون تمہیں بھٹکا رہا ہے؟''

وہ بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے بولا۔''تم پہلی بار مجھ پر شبہ کررہی ہو اور بہت ہی اچھی لگ رہی ہو۔خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔تمہارے ہوتے ہوئے کوئی مجھے بھٹکا نہیں سکتی چلو...جو خوشبو پسند کی ہے' وہ خریدو۔پھر وہ سامنے والی شاپ میں چلو۔میں تمہاری ممی کے لئے کوئی گفٹ خریدنا چاہتا ہوں۔''

وہ پرفیوم خرید کر اس کے ساتھ دوسری دکان میں میں آگئی۔وہ ایک وسیع وعریض گفٹ سینٹر تھا۔وہاں خوبصورت جالی دار الماریوں میں بچوں اور بڑوں کے لئے چیزیں سجی ہوئی تھیں۔ان الماریوں کو اس طرح رکھا گیا تھا کہ وہاں راہداریاں سی بن گئی تھیں۔وہ دونوں ایک راہداری میں آکر دائیں بائیں سجی ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگے۔

شہناز نے نیکلس کا ایک بکس اٹھاتے ہوئے کہا۔''ممی پر یہ بہت سوٹ کرے گا۔ہے نان....؟''

وہ اس کی طرف متوجہ ہوکر بولا۔''ہاں۔ہاں۔اچھا ہے....''

وہ اُس بکس کو الماری میں پٹختے ہوئے بولی۔''کیا بات ہے خان علی...!تم اتنے ڈسٹرب کیوں دکھائی دے رہے ہو؟تمہارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتاؤ؟''

وہ ایک طرف دیکھنے لگا۔پھر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔''پتہ نہیں وہ کون ہے؟تم شاپنگ میں مصروف ہو۔لیکن میں بڑی دیر سے نوٹ کررہا ہوں۔وہ جیسے ہمارا تعاقب کررہی ہے۔''

اس کی اس بات نے شہناز کو چونکا دیا۔اس نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔''تم کس کی بات کررہے ہو؟کون ہمارا تعاقب کررہی ہے؟''

''وہ...ابھی وہاں تھی۔ظاہر تو ایسے ہی کررہی ہے' جیسے شاپنگ کرنے آئی ہو۔لیکن کچھ گڑبڑ ہے۔وہ ہم سے دور تو ہے۔مگر ساتھ ساتھ گھوم رہی ہے....''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔پھر ذرا دور ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔''وہ دیکھو.....! وہ سیاہ رنگ کے عباء میں .....ہماری روایات کے مطابق اس نے نقاب بھی لگایا ہوا ہے۔''

وہ اجنبی خاتون انہیں اپنی طرف متوجہ پاکر شاپنگ میں مصروف ہوگئی تھی۔شہناز سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔''یہ کون ہوسکتی ہے؟''

وہ بولا۔''یہی تو میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔لیکن اس کی حرکتوں سے صاف اندازہ ہورہا ہے کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے ہے۔''

شہناز کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔اس نے تشویش بھری نظروں سے اس پردہ نشین خاتون کو دیکھا۔دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔"کیا وکی کسی نئے ڈھنگ سے میرے سامنے آرہا ہے؟"

پیرس میں سیاحوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔مسلم ممالک سے آنے والی کئی خواتین اسکارف میں یا نقاب میں دکھائی دیتی ہیں۔اس لئے اس خاتون کو دیکھ کر تعجب نہیں ہورہا تھا۔لیکن یہ سوال پیدا ہورہا تھا کہ وہ ان کا تعاقب کیوں کررہی ہے؟ کیا اس نقاب کے پیچھے کوئی دشمن چھپا ہوا ہے؟

اور وہ ایک ہی دشمن ہوسکتا تھا۔شہناز کے دل و دماغ میں وکی دھماکے کررہا تھا۔اس نے خان علی کو دیکھا پھر کہا۔"تم یہاں ٹھہرو۔میں اس سے بات کرکے آتی ہوں۔"

وہ اسے روکتے ہوئے بولا۔"تم کیا بات کروگی؟ کیا اس سے یہ پوچھوگی کہ وہ ہمارا پیچھا کیوں کررہی ہے؟"

"میں اتنی بیوقوف نہیں ہوں اور نہ وہ اتنی سیدھی سادی ہوگی کہ میرے پوچھنے پر سچ اگل دے گی۔"

اس دوران وہ خان علی کو اور شہناز کو کن انکھیوں سے دیکھتی رہی۔پھر اس نے دیکھا کہ شہناز اس کی طرف چلی آرہی ہے۔وہ ایک ذرا گھبرا گئی۔اس سے کترا کر الماری میں سجی ہوئی چیزیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگی۔

شہناز نے قریب آکر اسے مخاطب کیا۔"ایکسکیوزمی.....!"

اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔شہناز کو یہ اندیشہ تھا کہ شائد اس نقاب کے پیچھے وکی کی کوئی آلۂ کار چھپی ہوگی۔اگر وہ واقعی کوئی آلۂ کار تھی تو اس کی غزالی آنکھیں اور کمان دار ابرو بڑے ہی پرکشش تھے۔اُسے تو نہیں' خان علی کو گھائل کرسکتے تھے۔شہناز نے پوچھا۔"کیا تم ہمیں جانتی ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔نقاب سے جھانکنے والی نگاہیں اس کی پیشانی پر جم گئیں۔شہناز نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔پھر اپنی پیشانی پر پھیلے ہوئے بالوں کو ہٹانے کے بہانے یوں ہاتھ پھیرا' جیسے کچھ محسوس کرنا چاہتی ہو۔مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔پھر پتہ نہیں' وہ کیا دیکھ رہی تھی؟ اور دیکھتی ہی جارہی تھی۔

شہناز نے ایک ذرا ہچکچا کر پوچھا۔"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس کی نگاہیں بدستور پیشانی پر جمی ہوئی تھیں۔اس نے کہا۔"دیکھ نہیں رہی ہوں۔

پڑھ رہی ہوں۔"

اس نے پھر ذرا تعجب سے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔"پڑھ رہی ہو.....؟ مگر کیا.....؟"

"تمہارے حالات....."

خان علی دھیرے دھیرے چلتا ہوا ان کے قریب آگیا تھا۔اس پردہ نشین خاتون نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔پھر شہناز کو دیکھتے ہوئے کہا۔"حالات نے تمہیں دو کشتیوں کا سوار بنا دیا ہے۔تم اِدھر اُدھر ڈولتی رہتی ہو۔نہ اِس سے دامن چھڑا سکتی ہو' نہ اُس سے دور ہوسکتی ہو۔"

شہناز نے ایک ذرا ٹھٹک کر اسے دیکھا۔وہ جیسے اس کے اندر کی باتیں بول رہی تھی۔وکی اور خان علی کے حوالے سے دیکھا جائے تو واقعی وہ دو کشتیوں کی سوار بنی ہوئی تھی اور اِدھر اُدھر ہونے کے دوران اکثر خطرات سے دوچار ہوتی رہتی تھی۔اس نے ایک ذرا ہچکچا کر خان علی کو دیکھا۔ایسی سچی اور کھری باتیں بتانے والے کم کم ہی نظر آتے ہیں۔

وہ اس عورت سے اپنے بارے میں جاننے کے لئے مچل گئی تھی۔لیکن محبوب کے موجودگی میں اس سے کچھ پوچھنا گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوتا۔وہ جبراً اس سے کترا کر خان علی کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔وہ اسے روکتے ہوئے بولا۔"ٹھہرو تو سہی۔لگتا ہے یہ علم نجوم جانتی ہے۔اس سے اپنے بارے کچھ پوچھنا چاہیئے۔"

شہناز نے پریشان ہوکر اُس عورت کو دیکھا۔وہ بولی۔"کسی بھی شخص کے اندر کی باتیں راز کی طرح ہوتی ہیں۔جنہیں وہ کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔شائد تم بھی نہیں کرنا چاہتیں۔"

وہ جیسے اس کی پریشانی کو بھانپ گئی تھی۔خان علی نے جلدی سے کہا۔"ہمارے درمیان کوئی راز' کوئی پردہ نہیں ہے۔یوں سمجھو.....ہم ایک جان دو قالب ہیں۔تم میرے اندر کی باتیں اس کے سامنے اور اس کے اندر کی باتیں میرے سامنے کرسکتی ہو۔"

اس عورت نے شہناز کو سوالیہ نظروں سے ایسے دیکھا' جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں پوچھ رہی ہو۔"کیا شروع ہو جاؤں...؟ کیا تم اپنے محبوب کے خیالات سے متفق ہو؟"

شہناز نے خان علی سے کہا۔"جب ہم ایک دوسرے کے اندر کی باتیں جانتے ہیں تو اس سے پوچھ کر کیا کروگے؟"

اس کے بجائے اس عورت نے جواب دیا۔"ہر انسان کی زندگی میں بہت سے مقاصد

ہوتے ہیں۔جنہیں وہ ہر حال میں پورا کرنا چاہتا ہے۔تم بھی چاہتی ہوگی' یہ بھی چاہتے ہوں گے۔لیکن کبھی کبھی بہت بڑے مقصد میں مسلسل ناکامی منہ چڑاتی رہتی ہے۔ایسے وقت دل کہتا ہے' کاش!ہمیں مستقبل کے حالات پہلے سے معلوم ہو جاتے تو ہم اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لئے کوئی دوسراطریق کار استعمال کرتے۔''

خان علی نے اس کی تائید میں کہا۔''بے شک۔ایسا ہوتا ہے۔لیکن غیب کی باتیں اوپر والا جانتا ہے یا پھر کوئی صاحب علم کسی حد تک رہنمائی کرتا ہے۔کیاتم مستقبل کے حوالے سے ہماری کوئی رہنمائی کرسکتی ہو؟''

اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے شہناز کو دیکھتے ہوئے کہا۔''کیوں نہیں....؟''

شہناز کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔ان لمحات میں وہ دوہری کیفیات سے گزر رہی تھی۔اس سے پیچھا بھی چھڑانا چاہتی تھی اور یہ سن کر اس کے حوالے سے دلچسپی بھی بڑھ رہی تھی کہ وہ مستقبل کی باتیں جانتی ہے۔یقیناً یہ بھی بتا سکے گی کہ وکی کو ٹریپ کرنے کے سلسلے میں جو منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔اس میں کامیابی ہوگی یا نہیں؟یا اس منصوبے میں کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے تو اس سے آگاہ کرسکتی ہے۔لیکن مسئلہ تو خان علی کا تھا۔وہ اس کی موجودگی میں اس عورت سے کوئی مشورہ نہیں کرسکتی تھی۔

خان علی نے کہا۔''میرا خیال ہے' ہمیں کہیں اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کرنی چاہئیں۔''

شہناز نے پریشان ہوکر خان کو دیکھا۔پھر اس کا ہاتھ تھام کر ایک طرف جاتے ہوئے کہا۔''ذرا ایک منٹ...میری بات سن لو۔''

وہ دونوں اس عورت سے معذرت کرکے ذرا دور آ گئے۔شہناز نے پوچھا۔''اس سے کیا پوچھنے والے ہو؟''

''وہ مستقبل شناس ہے۔پہلے تو میں اپنے اور تمہارے فیوچر کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا کہ ہماری ازدواجی زندگی کیسی گزرے گی؟شادی کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ تو پیش نہیں آئے گی؟اس کے بعد اپنے کاروبار کے سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ پوچھوں گا۔یہ بہت کام کی عورت ہے۔ہمارے مستقبل کے بارے میں وقت سے پہلے ہمیں بہت کچھ بتانے والی ہے۔لیکن میں محسوس کررہا ہوں' تم کچھ الجھی ہوئی ہو۔''

''کیونکہ میں کسی اجنبی پر فوراً ہی بھروسہ نہیں کرتی۔یہ دنیا چالبازوں سے بھری پڑی ہے اور یہ بات مجھ سے زیادہ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ بولی۔''اگر یہ سچی اور کھری مستقبل شناس ہے تو بیشک ہمارے بہت کام آئے گی۔لیکن فوراً ہی اعتماد نہ کرو۔''

وہ قائل ہوکر بولا۔''کہتی تو تم ٹھیک ہو۔مگر یہ سوچ لو..!ایسے لوگ قسمت سے ملتے ہیں۔اگر یہ دھوکے باز نہ ہوئی اور ہم شک و شبے میں مبتلا ہوکر اس موقع کو گنوا دیں گے تو بعد میں بہت پچھتائیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ہم ابھی اس سے پتہ ٹھکانہ معلوم کریں گے۔کوئی کونٹیکٹ نمبر بھی حاصل کریں گے۔پھر میں شاہنواز کے ذریعے اس کے بارے میں تحقیقات کراؤں گی آخر پتہ تو چلے' یہ کون ہے؟کہاں رہتی ہے؟کیا کرتی ہے؟اور ابھی ہمارا پیچھا کیوں کررہی تھی؟''

خان علی نے اُدھر دیکھا۔وہ شاپنگ میں مصروف تھی۔لیکن بار بار پلٹ کر انہیں دیکھ رہی تھی۔خان نے شہناز سے کہا۔''ہاں۔یہ بات تو سوچنے کی ہے کہ وہ ہمارا پیچھا کیوں کررہی تھی؟''

شہناز اندر ہی اندر اس عورت سے بری طرح متاثر ہوئی تھی۔لیکن خان علی کو اس سے متنفر کرنے کے لئے خوامخواہ باتیں بنا رہی تھی۔وہ تنہائی میں ملاقات کرکے اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔سب سے اہم معاملہ وکی کا تھا۔یہ جاننا بہت ضروری تھا کہ وہ دشمن پر قابو پاسکیں گے یا نہیں؟

خان علی نے کہا۔''تو پھر ٹھیک ہے۔ہم ابھی اس سے ایکسکیوز کرلیتے ہیں۔لیکن اس نے اپنا پتہ ٹھکانہ یا نمبر بتانے سے انکار کیا تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا؟''

''اوّل تو ایسا ہوگا نہیں اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہوا تو وہ یقیناً انکار کرے گی۔پھر تو اس سے دامن بچا لینا ہی ہمارے لئے بہتر ہوگا۔''

وہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد اس خاتون کے پاس آنا چاہتے تھے۔لیکن اُدھر دیکھتے ہی ٹھٹک گئے۔وہ دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔خان علی نے حیرانی سے کہا۔''وہ کہاں گئی....؟''

شہناز نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔''کمال ہے....تھوڑی دیر پہلے تو یہیں تھی۔ویسے اس کا حلیہ کسی حد تک اوروں سے مختلف تھا۔ہمیں کاؤنٹر پر معلوم کرنا چاہئے۔''

انہوں نے کاؤنٹر پر آکر اس کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا' وہ تھوڑی دیر پہلے وہاں سے جا چکی ہے۔وہ کون تھی؟کہاں سے آئی تھی؟اور کہاں چلی گئی تھی؟کچھ اندازہ نہیں

ہو رہا تھا۔ شہناز کے دماغ میں مختلف خیالات چیخنے لگے۔ اِدھر خان علی بھی کچھ الجھ سا گیا تھا۔

شہناز کو تو یقین ہو چلا تھا کہ وہ ضرور وکی کی کوئی آلۂ کار تھی۔ وہ ہمیشہ اچانک ہی کباب میں بن جایا کرتا تھا۔ اس بار خود نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنی کسی پرچھائیں کو بھیجا تھا۔ وہ پرچھائیں اُن کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ لیکن جب پکڑی گئی تو اس نے فوراً ہی ایک لمبے چوڑے جھوٹ کا سہارا لے لیا۔ خود کو مستقبل شناس ظاہر کر کے انہیں متاثر کرنے لگی۔ پھر جیسے ہی موقع ملا۔ وہاں سے فرار ہو گئی۔

شہناز نے قائل ہو کر سوچا۔ ''میرا اندازہ درست ہی نکلا۔ وکی دور رہتے ہوئے بھی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے۔''

خان علی کو اس عورت کی آنکھیں یاد آ رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ ان آنکھوں کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔ کہاں دیکھا ہو گا...؟

اُدھر وہ عباء پوش اس گفٹ سینٹر سے نکل کر ان کی نظروں سے بچتی بچاتی اپنی کار کے اندر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک نظر شاپنگ سینٹر کی طرف دیکھا۔ پھر عقب نما آئینے میں دیکھنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ ''میرے اور خان علی کے درمیان اچھی بھلی آنکھ مچولی چل رہی تھی۔ لیکن شہناز نے اچانک ہی میری طرف آ کر میرا سارا کھیل بگاڑ دیا۔''

وہ اپنے نقاب سے چھپے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے زیرِ لب بولی۔ ''میں کسی طور پہچان میں نہیں آ رہی ہوں۔ یوں بھی ہماری ایک ہی ملاقات ہوئی ہے۔ ویسے وہ مجھے آنکھوں سے کسی حد تک پہچان سکتا تھا۔ لیکن تعجب ہے..... اسے کچھ یاد نہیں آیا۔''

مگر اب یاد آ رہا تھا۔ خان علی اس گفٹ شاپ سے باہر آ گیا۔ متلاشی نظروں سے دور دور تک دیکھنے لگا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''وہ آنکھیں.....''

اُدھر وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ آنکھیں.....''

خان علی نے کہا۔ ''میں نے اس وقت دھیان کیوں نہیں دیا؟''

اُدھر وہ بولی۔ ''اگر وہ دھیان دیتا تو یقیناً مجھے پہچان لیتا.....''

وہ زیرِ لب بولا۔ ''مجھے یقین ہے۔ اگر اس کا نقاب اتار دیا جاتا تو.....''

اُدھر وہ نقاب اتارتے ہوئے بولی۔ ''اگر اس کے ساتھ شہناز نہ ہوتی تو میں اسے وہیں اس کے سامنے ہی اتار دیتی اور خان علی سے کہتی' یہ لو تمہاری آرزو پوری ہو گئی.....''

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں...

''یہ عباء ایک لباسِ مجاز تھا۔ اب میں اصل روپ میں تمہارے سامنے ہوں۔''

دوسری طرف وہ بڑی خود اعتمادی سے سوچ رہا تھا۔ ''وہ... وہ ایشلے ہی تھی۔''

چہرے سے نقاب اتر چکا تھا۔ وہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لے کر کہہ رہی تھی۔ ''ہائے... وہ پہچان لے کہ میں ہی ایشلے ہوں تو سمجھوں گی' قسمت مہربان ہو رہی ہے۔ دیکھو مجھے! تمہاری کشش اور طلب نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ میں تمہیں چھپ چھپ کر دیکھنے کے لئے بھیس بدل کر یہاں آئی ہوں۔''

اور واقعی وہ یہی کرتی رہی تھی۔ لیکن جب چوری پکڑے جانے کا اندیشہ ہوا تو اس نے فوراً ہی خود کو مستقبل شناس ظاہر کر کے شہناز اور خان علی کی سوچ کا رخ بدل دیا۔ اس نے ایک نظر شاپنگ سینٹر پر ڈالی۔ پھر سوچا۔ ''اب دوسری ملاقات کے لئے کوئی دوسری رومان پرور تدبیر کرنی ہو گی۔''

وہ کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔



زندگی میں اکثر ہی توقع کے خلاف بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ لیکن میلسن کی رہائی کے سلسلے میں جو حالات پیش آئے تھے' وہ اتنے غیر متوقع تھے کہ میں ذہنی طور پر بری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی وکی اسے یوں اڑا کر لے جائے گا۔ مگر اس کی ایسی اڑان کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس نے اپنے ساتھ ساتھ میلسن کو بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔

اچانک ہی کیا سے کیا ہو گیا تھا؟ پانچ تاریخ ہمارے لئے بہت ہی مبارک تھی۔ خوشیوں کا پیغام لانے والی تھی۔ لیکن پہلے میلسن کے اغوا نے اور پھر اس کی ہلاکت نے اس پیغام کو ماتمی بنا دیا تھا اور میں اس ماتمی پیغام کو جینا تک پہنچانے سے کترا رہا تھا۔

پھر جب ہمت کر کے اسے بتانا چاہا۔ اس سے رابطہ کرنا چاہا تو پتہ چلا' وہ کوئی فون کال اٹینڈ کرنے کے بعد روتی ہوئی اپنی کار میں بیٹھ کر گھر سے کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے ساتھ کیسے حالات پیش آئے تھے؟ اس کا علم مجھے بعد میں ہوا تھا۔ لیکن داستان کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے میں یہ تمام حالات یہاں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پانچ تاریخ کی صبح جینا نے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا۔ اس روز میں میلسن کو رہا کرا کے اس کے پاس لانے والا تھا۔ دشمنوں کی طرف سے جو دھمکی آمیز فون کال موصول ہوئی تھی' اس کے باعث وہ بڑی حد تک سہمی ہوئی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ دشمن اس کے بھائی کی رہائی کے سلسلے میں پھر کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر دیں۔

ایسے وقت میں نے اسے بھرپور یقین کے ساتھ تسلی دی تھی کہ وہ کسی اندیشے کو دل میں جگہ نہ دے۔ میرا انتظار کرتی رہے۔ میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میلسن کے ساتھ وہاں پہنچنے والا ہوں۔

میں نے یقین دلایا تو وہ مطمئن ہوگئی۔ بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کرنے لگی۔ زبیدہ اس کی بے چینی دیکھ رہی تھی۔ باہر کوئی آہٹ ہوتی تھی تو فوراً ہی دوڑتی ہوئی بیرونی دروازے پر پہنچ جاتی تھی۔ اس وقت بھی باہر آ کر گلی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظریں دوڑا رہی تھی۔

زبیدہ نے وہاں آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتی ہوں۔ جب تک وہ گھر نہیں آجائے گا' تم چین سے نہیں بیٹھو گی۔ بیشک اس کے انتظار میں دوڑتی رہو۔ لیکن کم سے کم ناشتہ تو کرلو۔ صبح سے ایک نوالہ منہ میں نہیں رکھا ہے۔“

وہ اس کے ساتھ اندر آتے ہوئے بولی۔ ”بس ایک گلاس دودھ دے دو۔ ناشتہ تو اب میلسن اور وجاہت کے ساتھ ہی ہوگا۔“

زبیدہ نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ان کے آنے میں تو ابھی دیر ہے۔“

”دیر کہاں ہے؟ آدھا گھنٹہ ہی تو رہ گیا ہے۔“

پھر وہ آدھا گھنٹہ بھی گزر گیا۔ انتظار طویل ہونے لگا تو بے چینی بھی بڑھنے لگی۔ تب اس نے فون کے ذریعے مجھے مخاطب کرنا چاہا۔ لیکن رابطہ نہ ہوسکا۔ یہ وہ وقت جب میرے موبائل فون کی بیٹری ڈاؤن ہوچکی تھی۔ وہ بار بار کوششیں کرتی رہی اور ہر بار ناکام ہوتی رہی۔

شدید پریشانی سے بولی۔ ”نہ خود آرہے ہیں' نہ فون سے رابطہ ہورہا ہے۔ میرا تو دل ڈوبنے لگا ہے۔“

زبیدہ نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ”قانونی معاملات بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ممکن ہے تمام کارروائیوں سے نمٹنے میں زیادہ وقت لگ رہا ہو۔“

”وہ چاہے شام تک آئیں۔ لیکن انہیں فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ تو رکھنا چاہئے تھا۔ ان کا موبائل بھی مسلسل آف جارہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ کیسے وہاں کے حالات معلوم کروں؟“

اسے دشمنوں کی دھمکیاں یاد آرہی تھیں۔ پھر میری مسلسل خاموشی اس کے اندر طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے پیدا کررہی تھی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا تھا۔ ویسے ویسے

یقین ہوتا چلا جارہا تھا کہ دشمنوں کی طرف سے کوئی نہ کوئی پیش رفت ہوئی ہے اور انہوں نے اپنی دھمکی کے مطابق میلسن کی رہائی کے سلسلے میں کوئی نئی رکاوٹ پیدا کردی ہے۔

وہ جو سوچ رہی تھی۔ دوسری طرف حقیقتاً وہی ہورہا تھا۔ میلسن کو وکی لے گیا تھا اور وکی کو انڈر ورلڈ والوں نے گہری کھائیوں میں لڑھکا دیا تھا۔ دشمن اپنی دانست میں یہی سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے میلسن کے ساتھ ساتھ مجھے یعنی وجاہت علی واسطی کو بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیا ہے۔

جینا کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے ایکدم سے چونک کر اسکرین کو دیکھا۔ وہ کوئی اجنبی نمبر تھا۔ اسے یہی گمان ہوا کہ میں کسی دوسرے نمبر سے رابطہ کررہا ہوں۔ وہ فوراً ہی اسے آن کرکے کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ”ہیلو وجی.....!“

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر کہا گیا۔ ”محبوب کو پکارنے کا وقت گزر چکا ہے۔ اب ہیلو وجی نہ کہو.... ہائے ہائے کرکے ماتم کرتی رہو۔“

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ”کون ہو تم...؟ اور یہ کیا بکواس کررہے ہو؟“

دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”بکواس وہ کرتے ہیں' جو کچھ کر نہیں سکتے۔ لیکن ہم جو کہتے ہیں' وہ کر گزرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں ہدایت دی تھی' اپنے مذہب کی طرف واپس آجاؤ۔ اسی میں تمہارے بھائی کی سلامتی ہے۔ لیکن تم نہیں سمجھیں اور تمہاری اس ناسمجھی کی سزا میلسن کو مل چکی ہے۔“

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ شدید پریشانی سے بولی۔ ”کیا ہوا ہے میرے بھائی کو....؟“

”تم اسے حوالات سے رہا کرانا چاہتی تھیں اور ہم نے اسے زندگی کی قید سے ہی آزاد کردیا ہے۔“

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولی۔ ”نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بکواس کررہے ہو۔ میلسن وجی کے ساتھ ہے۔ وہ اس پر آنچ بھی نہیں آنے دے گا۔“

”تم بڑی بدقسمت ہو۔ پہلے ماں گئی۔ پھر بھائی گیا اور اس کے ساتھ ساتھ تمہارا وہ مسلمان محبوب بھی مارا گیا ہے۔ ہمیں اپنے ترکش سے ایک کے بعد دوسرا تیر نکالنا نہیں پڑا۔ ایک ہی تیر سے دو شکار ہوگئے ہیں۔“

زبیدہ بھی وہاں آگئی تھی۔ جینا کو اس اجنبی کی باتوں پر یقین نہیں ہورہا تھا۔ وہ پہلے بھائی کی اور پھر میری المناک موت کی خبر سن کر روتے ہوئے فون پر چیختے ہوئے بولی۔ ”تم

جھوٹے ہو۔وجی اور میلسن کو کچھ نہیں ہوگا۔وہ زندہ ہیں.....وہ زندہ رہیں گے۔تم بکواس کر رہے ہو۔"

زبیدہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر شدید حیرانی اور پریشانی سے جینا کو دیکھا۔بات سمجھ میں آ گئی تھی۔یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ فون پر اُسے وجی اور میلسن کی ہلاکت کے بارے میں بتایا جارہاہے۔

دوسری طرف سے کہا جارہاتھا۔"اگر ان کی زندگی پر یقین ہے تو ہم اس مقام کی نشاندہی کردیتے ہیں' جہاں وہ گہری پستی میں اپنی کار کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔"

دوسری طرف سے اس مقام کی نشاندہی کی گئی۔ادھر یہ دیوانوں کی طرح دوڑتی ہوئی باہر جانے لگی۔زبیدہ نے اس کے پیچھے پیچھے جاتے ہوئے پوچھا۔"کہاں جارہی ہو؟ رابعہ! سنو تو.....رابعہ.....!"

اس کے کانوں تک جیسے زبیدہ کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔دل و دماغ میں بس یہی سوال چیخ رہاتھا کہ میرے اور میلسن کے ساتھ کیا ہوا ہے؟اس اجنبی کی باتوں میں کس حد تک سچائی ہوسکتی ہے؟

وہ ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی آکر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔پھر اسے آندھی طوفان کی رفتار سے چلاتی ہوئی مطلوبہ مقام کی طرف جانے لگی۔وہ زاروقطار رورہی تھی اور ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔اس اجنبی کی باتوں پر یقین نہ کرنے کے باوجود کوئی سچائی تھی' جو اندر ہی اندر اسے کچوکے لگارہی تھی۔اس کا دل دہلا رہی تھی۔

اسے میری خاموشی یاد آنے لگی۔صبح سے اب تک ہمارے درمیاں صرف ایک ہی بار رابطہ ہوا تھا۔اس کے بعد پھر اس نے میری آواز نہیں سنی تھی.....کیوں نہیں سنی تھی؟میرا موبائل فون مسلسل آف جارہا تھا.....کیوں جارہا تھا؟

بعض اوقات ساری حقیقت واضح ہونے کے باوجود بات سمجھ میں نہیں آتی یا پھر ذہن اسے سمجھنا ہی چاہتا۔وہ بھی ایسی ہی کیفیات سے گزر رہی تھی۔سر جھٹک کر روتے ہوئے زیر لب کہنے لگی۔"وجی اور ان کا وہ باڈی گارڈ امیر حمزہ بہت ذہین ہے۔دشمنوں کی چالوں کو چٹکیوں میں بھانپ لیتے ہیں۔مجھے یہ یقین ہونا چاہئے کہ وہ میلسن کے ساتھ سلامتی سے سانسیں لے رہے ہوں گے...مگر....."

وہ بڑے حوصلے سے سوچ رہی تھی۔ایسے وقت ذہن میں ابھرنے والے "مگر" نے جیسے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔وہ مایوسی سے سوچنے لگی۔"وجی اور میلسن زندہ

سلامت ہیں تو مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ اگر کسی وجہ سے ان کا فون ناکارہ ہوچکا ہے تو....."

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ونڈ اسکرین کے پار دور سڑک کے کنارے نوٹس بورڈ دکھائی دے رہا تھا۔سرخ ربن کے ذریعے جائے حادثہ کا احاطہ کیا گیا تھا۔تاکہ وہاں سے گزرنے والی گاڑیاں اس مقام سے کترا کر آتی جاتی رہیں۔

جینا کا دل ڈوبنے لگا۔ایسے انتظامات تو وہیں کئے جاتے ہیں' جہاں کوئی حادثہ پیش آتا ہے۔وہ جیسے جیسے اس مقام کی طرف بڑھ رہی تھی' دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جارہی تھیں اور اس کے برعکس گاڑی کی رفتار دھیمی پڑتی جارہی تھی۔وہ بے یقینی سے ونڈ اسکرین کے پار تکتی ہوئی سڑک کے کنارے آکر رک گئی۔اسکاٹ لینڈ یارڈ والے جائے حادثہ کی ابتدائی تحقیقات کرنے کے بعد وہاں سے جاچکے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک کار میں بیٹھی رہی۔آندھی طوفان کی رفتار سے وہاں پہنچ تو گئی تھی۔لیکن اب اتر کر اس طرف جانے اور گہری پستی میں جھانکنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔پتہ نہیں' وہاں کیسا منظر دکھائی دینے والا تھا؟کوئی بھی اپنے عزیزوں کی تباہی دیکھ نہیں سکتا۔

پھر وہ کیسے دیکھتی؟سکتے کی سی حالت میں سیٹ پر جمی بیٹھی تھی۔گاڑی کے ہینڈل کو دونوں مٹھیوں میں ایسے جکڑ رکھا تھا' جیسے اپنے برے حالات کا گلا دبا رہی ہو۔پھر اچانک ہی اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔وہ گاڑی سے اتر کر روتی ہوئی' دوڑتی ہوئی اس طرف آئی۔پھر سرخ ربن کے پار بلندی پر پہنچ کر رک گئی۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ نیچے ڈھلان کی طرف دیکھنے لگی۔بہت دور پستی میں جھاڑیوں کے درمیان مسخ شدہ گاڑی کے بچے کھچے ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے۔وہ ادھر اُدھر دور تک یوں بکھرے پڑے تھے' جیسے کوئی کھلونا گر کر ٹوٹ گیا ہو۔زندگی بھی کھلونے کی طرح ہوتی ہے۔ایک بار ہاتھ سے چھوٹ جائے' سانس کا رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر لاکھ روتے اور گڑگڑاتے رہو'روٹھی ہوئی زندگی اور ٹوٹی ہوئی سانسیں کبھی لوٹ کر نہیں آتیں۔

وہ دھاڑیں مار کر روتی ہوئی وہیں سڑک کے کنارے بیٹھ گئی۔وہ رشتوں کے معاملے میں بالکل ہی کنگال ہوگئی تھی۔نہ ماں رہی تھی' نہ بھائی رہاتھا اور نہ دل وجان سے چاہنے والا محبوب رہاتھا۔وہ صدمات سے ٹوٹ رہی تھی۔ایسے وقت ایک طرف دیکھتے ہوئے یکلخت سے چونک گئی۔اچھل کر ایسے اٹھ کھڑی ہوئی' جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔بات ہی کچھ

ایسی تھی۔

وہ شدید حیرانی سے اُدھر دیکھ رہی تھی۔ بے یقینی سے سوچ رہی تھی۔ ''کیا مرنے والے زندہ ہو سکتے ہیں؟ یہ حقیقت ہی ہے یا... میں دماغی طور پر بہک رہی ہوں؟''

وہ ایک ایک قدم چلتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ ''نہیں۔ میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر دیکھ رہی ہوں۔ یہ... وجی ہے۔ وجی زندہ ہے...''

بیشک وہ اپنے وجی کو پہچان رہی تھی۔ اسے زندہ سلامت دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ میں نہیں تھا۔ میرا ہم شکل وکی تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اسکاٹ لینڈ یارڈ والے اس جگہ کی تحقیقات کرنے وہاں آئے تھے۔ وہ تب سے اب تک جھاڑیوں کے درمیان چھپا بیٹھا رہا تھا۔ جب یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ لوگ وہاں سے جا چکے ہیں تو وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر محتاط نظروں سے ادھر اُدھر دیکھتا ہوا اوپر سڑک کی طرف آنے لگا۔

ایسے ہی وقت جینا کی نظر اس پر پڑی اور وہ یہی سمجھی کہ میں موت کی گہری کھائی سے زندہ سلامت نکل کر اس کے پاس آ رہا ہوں۔ وہ مسرتوں سے بھر گئی۔ دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی اتنے زبردست حادثے سے دوچار ہونے کے باوجود زندہ بچ سکتا ہے؟

اس نے ایکدم سے تڑپ کر اسے پکارا۔ ''وجی...! وجی...!''

وکی ایکدم سے چونک گیا۔ اس کی طرف دیوانہ وار آنے والی اسے وجی کہہ رہی تھی۔ پہلے تو وہ گھبرا گیا' کیونکہ ابھی دنیا والوں سے چھپنا چاہتا تھا اور کوئی شناسائی کے جذبوں سے بھری ہوئی چلی آ رہی تھی۔ جیسے اس نے وکی کو پہچان لیا ہو۔

پھر جان میں جان آئی۔ وہ اسے وجی کہہ رہی تھی۔ اسی لمحے میں اسے اطمینان ہوا کہ بھید نہیں کھل رہا ہے۔ اسے وکی نہیں' وجی سمجھنے والی غلط فہمی کے چھلکے پر پھسلتی ہوئی اس کی طرف چلی آ رہی ہے۔

وہ ایکدم سے آ کر لپٹ گئی۔ خوشی کے مارے ہنسنے لگی' رونے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو' اس کی گردن کو اور شانوں کو چھو کر یقین کرنے لگی کہ جسے کھو چکی تھی' اسے پا رہی ہے۔ پھر بے یقینی سے بولی۔ ''وجی....! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم....تم....''

وہ بولتے بولتے سسک پڑی۔ پھر اس کے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وکی اسے دیکھ رہا تھا اور بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے؟ مجھے وجی سمجھ کر مجھ سے آ لگی ہے۔ یقیناً اس کی کوئی جاننے والی ہوگی۔ جان پہچان کی نوعیت بھی سمجھ

میں آ رہی ہے۔ یہ اُس کی کوئی دیوانی ہے۔''

جینا ایک باحیا لڑکی تھی۔ مجھے دل وجان سے چاہنے کے باوجود اس نے کبھی ایسی بے باکی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت صورت حال ہی کچھ ایسی تھی' ایک مردہ زندہ ہو کر واپس چلا آیا تھا۔ ایسے میں وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی۔ بے اختیار آ کر اپنی دانست میں مرکر زندہ ہونے والے محبوب سے لپٹ گئی۔ پھر جیسے اچانک ہی اسے ہوش آ گیا۔ وہ ایک ذرا جھجکتی ہوئی وکی سے الگ ہو گئی۔

روتے ہوئے بولی۔ ''میلسن کہاں ہے؟ اگر تم زندہ سلامت ہو تو وہ....؟''

وہ نیچے شکستہ گاڑی کے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''وہ وہاں ہے۔ اپنے حصے کی موت کو گلے لگا چکا ہے۔''

اسے زندہ سلامت دیکھ کر بھائی کی سلامتی کی ایک امید بندھی تھی۔ لیکن وکی کی یہ بات سن کر وہ پھر ایک بار صدمے سے ٹوٹ کر رہ گئی۔ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولی۔ ''نہیں۔ تم سلامت ہو تو وہ کیوں نہیں ہے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے... کہہ دو کہ میرا بھائی زندہ ہے۔''

چشم زدن میں وکی کے اندر روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ ایک پل میں ساری معلومات حاصل ہو گئیں کہ یہ میلسن کی بہن جینا کیری ہے۔ یعنی وجی کی محبوبہ ہے...

وکی نے کہا۔ ''خود کو سنبھالو جینا! تقدیر کسی کو مارتی ہے اور کسی کو آہیں بھرنے کے لئے زندہ چھوڑ دیتی ہے۔''

وہ صدمات کا اظہار کر رہا تھا اور اندر سے خوش تھا کہ اس کی مرضی کے مطابق بات بن رہی تھی۔ میلسن نہ سہی' اُس کی بہن ہاتھ آ رہی تھی۔ وہ اسے تھپکتے ہوئے بولا۔ ''صبر کرو۔ یہ دنیا ہے۔ کسی کو جانا ہوتا ہے' کسی رہ جانا ہوتا ہے۔ تقدیر نے ہمیں ایک دوسرے کے کام آنے کے لئے مجھے بچا لیا ہے۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''اس وقت میں عجیب کیفیات سے گزر رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' بھائی کی موت کا ماتم کروں یا تمہاری سلامتی کی خوشیاں مناؤں؟''

وکی کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اس کے بگ باس نے میرے خلاف یہی سازش تیار کی تھی کہ وہ دونوں میلسن کو اپنا قیدی بنا کر جینا کو کمزور بنائیں گے۔ پھر اس کے ذریعہ مجھے کمزور بناتے رہیں گے۔ اب جبکہ ایک مہرہ ہاتھ سے پھسل چکا تھا۔ لیکن اس کا نعم البدل دوسرا اہم مہرہ جینا کی صورت میں خود بخود اس کی مٹھی میں آ رہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر دل ہی دل میں بولا۔ ''لگتا ہے' وجی کی تمام محبوبائیں

میری قسمت میں لکھی گئی ہیں۔فی الحال شہناز کا تو پتہ نہیں' لیکن ابھی یہ میرے بہت کام آتی رہے گی۔"

وہاں سے گزرنے والی گاڑیاں جب ان کے قریب سے گزرتی تھیں تو وہ فوراً ہی دوسری طرف منہ پھیر لیتا تھا۔پھر جینا کے ساتھ ایک درخت کی آڑ میں آتے ہوئے بولا۔"بیشک۔میں زندہ بچ گیا ہوں۔لیکن اسکاٹ لینڈ یارڈ والے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میلسن کے ساتھ میں بھی جل کر راکھ ہوگیا ہوں۔"

"جب تم اُن کے سامنے جاؤ گے تو وہ میری طرح تمہیں دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔"اب ان کے سامنے جانا گویا اپنی شامت کو دعوت دینے والی بات ہوگی۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟تم تو اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تعلق رکھتے ہو۔وہاں کے ایک جونیئر افسر ہو۔وہ تمہیں....."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔"جو تھا'اس ایکسیڈنٹ سے پہلے تھا۔مگر اب ایک مجرم ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔"یہ کیا کہہ رہے ہو؟تم نے کیا جرم کیا ہے؟"

"میری وجہ سے اُن کا ایک قیدی مارا گیا ہے۔میں بھی اس کے ساتھ ہلاک ہوجاتا تو کوئی بات نہیں تھی۔لیکن اب میں زندہ سلامت ان کے سامنے پہنچوں گا تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔میں ان کے قیدی کو لے کر فرار ہورہا تھا اور مجھے یہ یقین ہوگیا تھا کہ میں میلسن کو سزائے موت سے نہیں بچا سکوں گا۔"

وہ بڑے پیار سے اس کے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں لیتے ہوئے بولا۔"وہ تو یہی سمجھیں گے کہ میں تمہارا دل جیتنے کے لئے میلسن کو سرحد پار لے جانا چاہتا تھا۔تم قانونی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھتی ہو۔وہ میرے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہیں۔میلسن کی جگہ مجھے سزائے موت دے سکتے ہیں۔"

وہ تڑپ کر بولی۔"نہیں...ایسا نہیں ہوگا۔میں تمہاری حمایت میں بیان دوں گی۔"

"کوئی تمہارے بیان کو تسلیم نہیں کرے گا۔کیونکہ تم مسلمان ہوچکی ہو۔لہٰذا مذہبی تعصب کے باعث یہی سمجھا جائے گا کہ تم اپنے ہم مذہب کی حمایت کررہی ہو۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔"تو پھر ہوگا کیا؟"

"مجھے قانون کی آنکھوں سے چھپ کر رہنا ہوگا۔"

"مگر قانون کے ان محافظوں سے کب تک چھپتے رہو گے؟"

وہ بولا۔"آزادی سے جینے کے لئے آئندہ مجھے اپنا حلیہ اور اپنی شناخت بدلنی ہوگی۔صرف تمہیں معلوم ہوگا کہ میں تمہارا وِجی ہوں۔باقی دنیا کا کوئی شخص میری اصلیت پہچان نہیں پائے گا۔کیا تم میرا ساتھ دوگی؟"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بڑے جذبے سے بولی۔"تمہارے لئے تو میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔ابھی میرے ساتھ گھر چلو اور وہاں آرام سے بیٹھ کر سوچو!آئندہ تمہیں کیا کرنا چاہئے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔"میرے لئے واپسی کا اب کوئی راستہ نہیں ہے۔اسی لئے تم سے کہہ رہا ہوں' اگر میرا ساتھ دینا چاہتی ہو تو مڑ کر پیچھے نہ دیکھو۔میرے ساتھ نئی راہوں پر جانے کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار کرلو۔"

"تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کرنے کے لئے میں سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں۔"

پھر وہ اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔"لو....اسے تھامو اور جہاں لے جانا چاہو، لے جاؤ۔"

بعض اوقات قسمت کی ہیرا پھیریاں سمجھ میں نہیں آتیں۔وہ نہیں جانتی تھی کہ جسے محبوب سمجھ کر اپنا ہاتھ تھما رہی ہے۔وہ دراصل ایک سراب ہے۔دھوکہ ہے اور دھوکہ کبھی کسی کو صحیح سمت کی طرف نہیں لے جاتا۔وہ بھی اسے نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچانے والا تھا؟

وکی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔پھر سڑک کے دوسرے کنارے کھڑی ہوئی گاڑی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔"تم کار میں آئی ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ اس کے ساتھ درخت کی آڑ سے نکل کر گاڑی کی بڑھتے ہوئے بولا۔"اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے۔"

وہ دونوں سڑک پار کرکے کار میں آکر بیٹھ گئے۔جینا نے اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔"کہاں جانا ہے؟"

وہ بولا۔"ہم اس گاڑی کو بھی زیادہ دور تک استعمال نہیں کرسکیں گے۔اسکاٹ لینڈ یارڈ والے میرے اور میلسن کے بارے میں تفتیش کرنے کے لئے تمہارے گھر پہنچیں گے۔لیکن جب تم وہاں نہیں ملو گی تو تمہیں ڈھونڈا جائے گا۔ایسے میں تمہاری یہ کار ان کے لئے سگنل

کا کام کرے گی۔وہ پلک جھپکتے ہی ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

جینا نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔"کیا اسے کہیں چھوڑ کر ٹیکسی میں بیٹھنا ہوگا؟"

اس نے تائید سر ہلا کر کہا۔"ٹیکسی تو کرنی پڑے گی۔لیکن اس کا ڈرائیور ہمارے ساتھ رہے گا۔جبکہ میں کسی بھی انجانے شخص کو اپنے نئے ٹھکانے تک پہنچانا نہیں چاہتا۔لہٰذا ہم کسی بھی رینٹ اے کار شاپ کے سامنے پہنچ کر اُس ٹیکسی کو فارغ کر دیں گے۔پھر تم ایک کار کرائے پر حاصل کرو گی۔"

"مگر ہم جائیں گے کہاں؟ کیا کسی ہوٹل میں رہنا ہوگا؟"

وہ انکار کرتے ہوئے بولا۔"ہم ایک خفیہ پناہ گاہ میں رہیں گے۔پھر جب تک میں اپنا حلیہ اور اپنی شناخت مکمل طور پر تبدیل نہیں کرلوں گا' تب تک دنیا والوں کے سامنے نہیں آؤں گا۔"

وہ ذرا سوچ کر بولی۔"ابھی میری گمشدگی سب ہی کو چوکنا کر رہی ہوگی۔آئندہ جب کبھی میں تمہاری اُس خفیہ پناہ گاہ سے باہر آؤں گی تو فوراً ہی مجھے پہچان لیا جائے گا۔ایسے میں تم اپنی شناخت بدلنے کے باوجود میرے ساتھ ساتھ ان کی گرفت میں آجاؤ گے۔یہ پوچھا جائے گا کہ میں اب تک کہاں تھی؟ اور تم کون ہو؟"

"ایسی نوبت نہیں آئے گی۔میں اپنے ساتھ ساتھ تمہاری شناخت بھی بدل دوں گا۔"

وہ ایسی منصوبہ بندی کر رہا تھا' جس کے بعد نہ تو اسکاٹ لینڈ یارڈ والے اُس تک پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی میں کبھی جینا تک پہنچ سکتا تھا۔

جب مجھے زبیدہ کے ذریعے جینا کی گمشدگی کا علم ہوا تو میرے ہوش اڑ گئے۔زبیدہ نے میرے کہنے پر اس کا موبائل فون چیک کیا تھا۔نمبر سنتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ دشمنوں کی طرف سے کال آئی تھی۔

میں امیر حمزہ کے ساتھ اس کی تلاش میں سب سے پہلے اس مقام پر پہنچا' جہاں وکی اور میلسن کو حادثہ پیش آیا تھا۔لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔اب وہاں جینا کے قدموں کے نشانات بھی ملنے والے نہیں تھے۔

اس وقت تک کوئی نہیں جانتا تھا۔میں بھی بے خبر تھا کہ وکی اس جان لیوا حادثے میں زندہ بچ گیا ہے۔اسی لئے میں اس کے حوالے سے سوچنے کے بجائے ان لمحات میں یہی سمجھ رہا تھا کہ دشمن تنظیم والے جینا کو بھٹکا کر کہیں لے گئے ہیں....کہاں لے گئے

ہیں....؟ یہ ابھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں نے امیر حمزہ سے اسی راستے پر آگے چلنے کو کہا۔وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔"سننے اور دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں ہو رہا ہے کہ وکی آپ سے دشمنی کرتے کرتے خود اپنے ہی جال میں الجھ کر موت کی آغوش میں پہنچ چکا ہے۔"

میری گہری سوچتی ہوئی نگاہیں ونڈ اسکرین کے پار ناگن کی طرح بل کھاتے ہوئے راستے پر جمی ہوئی تھیں۔ سوچ یہ تھی کہ پاپا کی عداوتوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ ایک خون پانی ہوگیا۔وکی حرام موت مر گیا۔

کیا واقعی وہ مر چکا ہے؟

دل نہیں مان رہا تھا۔میرے دل کے ایک گوشے میں لہو مچل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔"نہیں۔وہ نہیں مرے گا۔اسے مرنا نہیں چاہئے۔"

میرے دل میں یہ بات ابتدا سے تھی کہ وہ لاکھ دشمن سہی۔مگر جب کبھی میرے قابو میں آئے گا تو میں اسے ماما کے قدموں میں لاؤں گا اور قائل کروں گا کہ اسے ماں کے قدموں میں ہی جنت ملے گی۔

امیر حمزہ نے ایک نظر مجھ پر ڈالی۔پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا۔"کس سوچ میں گم ہیں؟"

میں نے ذرا چونک کر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔"پاپا نے دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔مگر افسوس! ان کی اس جنگ میں میرے بجائے وکی اپنی جان گنوا بیٹھا ہے۔"

وہ جیسے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔"لیکن....یہ معاملہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔وہ بولا۔"یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے پاپا کا تعلق دشمن تنظیم سے ہے۔تب ہی ان کا وہ نمائندہ میلسن کی رہائی کے سلسلے میں آپ کو اور جینا کو فون پر دھمکیاں دیتا رہا اور آخر کار ان دھمکیوں پر عمل بھی کیا گیا۔یقیناً آپ کے پاپا اس پوری منصوبہ بندی سے باخبر ہوں گے۔"

وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔"سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب انہیں معلوم تھا' میلسن کو ایک جان لیوا حادثے سے دوچار کیا جائے گا اور ایسے وقت جو بھی اس کے ساتھ ہوگا' وہ بھی مارا جائے گا تو انہوں نے آپ کی جگہ وکی کو عدالت میں کیوں پہنچایا؟"

میں نے پہلو بدل کر اسے دیکھا۔وہ بولا۔"وہ آپ کی جان کے دشمن ہیں۔آپ کو ہلاک کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔پھر انہوں نے اتنا سنہری موقع

کیوں گنوا دیا؟"

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔اس وقت وکی اور اس کے بگ باس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ بظاہر خفیہ تنظیم کے آلۂ کار دکھائی دینے والے دراصل میرے خلاف ایک الگ ہی گیم کھیل رہے ہیں اور اس گیم میں میرے پاپا شامل نہیں ہیں۔

یہ انکشافات بعد میں ہونے والے تھے۔فی الحال میرے دماغ میں یہی سوال چیخ رہا تھا۔" واقعی ..... جب پاپا میرے اور میلسن کے خلاف کی جانے والی سازش سے باخبر تھے تو انہوں نے وکی کو اس معاملے میں کیوں ڈالا؟"

امیر حمزہ نے کہا۔"ان پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد دو ہی باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ دشمن تنظیم والوں کی منصوبہ بندی سے بے خبر تھے۔آپ سے اپنے طور پر دشمنی کرتے ہوئے وکی کے ذریعے میلسن کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔لیکن مذہبی تعصب رکھنے والوں نے ان کا سارا پلان چوپٹ کر دیا۔یوں وہ بے خبری میں اپنے ہی چہیتے بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

میں نے کہا۔"تمہاری یہ بات دل کو لگ رہی ہے۔واقعی انہیں معلوم ہوتا تو وہ کبھی وکی کو خطرے سے دوچار نہ ہونے دیتے۔ویسے..دوسرے پہلو سے تم کیا سمجھ رہے ہو'ایسا کیوں ہوا؟"

اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی۔پھر آگے جانے والے راستے کو دیکھتے ہوئے کہا۔"دوسری بات تو یہی سمجھ میں آتی ہے کہ ممکن ہے'انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔"کیا مطلب...؟ کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ پاپا باخبر تھے اور انہوں نے جان بوجھ کر وکی کو موت کے دہانے تک پہنچایا ہے؟"

"تمام حالات آپ کے سامنے ہیں۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔"میں مان ہی سکتا۔وہ کبھی وکی کو داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ہاں۔تمہاری یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ لاعلم تھے۔"

"مگر یہ بات بھی اس پوائنٹ پر پہنچ کر کمزور پڑ رہی ہے کہ ہمیں جو بھی دھمکیاں ملیں۔ان کے نمائندے کے ذریعے ملیں۔جب وہ اس سازش سے باخبر تھا تو آپ کے پاپا کیسے بے خبر رہے؟"

ابھی یہ الجھانے والی بات تھی۔پاپا شروع سے ہی اپنے تمام پیغامات اس نمائندے

کے ذریعے مجھ تک پہنچاتے رہے ہیں۔وہ ان کا آلۂ کار تھا۔ان ہی کے حکم سے مجھ پر جان لیوا حملے کرتا رہا تھا۔بالفرض یہ سوچا جاتا کہ وہ ایک طرف پاپا کا ماتحت بنا ہوا ہے اور دوسری طرف دشمن تنظیم سے ملا ہوا ہے' تب بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ جب وہ میرے خلاف بنائے گئے منصوبے میں شامل تھا تو اس نے پاپا کو اپنا رازدار کیوں نہیں بنایا؟ اگر بناتا تو یقیناً اس وقت میرے بجائے وکی سلامتی سے سانسیں لے رہا ہوتا۔

میں نے کہا۔"معاملات بڑے الجھے ہوئے ہیں۔انہیں سلجھانے کے لئے اور اصل بات کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے ذہنی یکسوئی ضروری ہے۔اس وقت تو میں جینا کی وجہ سے بری طرح اپ سیٹ ہوں۔پتہ نہیں'وہ دشمن اسے بھٹکا کر کس طرف لے گئے ہیں؟"

ہم آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ایسے وقت میں کھڑکی کے پار دیکھتے ہوئے ایکدم سے چونک گیا۔تقریباً چیخ کر بولا۔"گاڑی روکو....."

امیر حمزہ نے فوراً ہی بریک لگائی۔پہیئے سڑک پر گھسٹتے ہوئے زور دار آواز کے ساتھ ایک طرف گھوم کر رک گئے۔وہاں سے ذرا دور ایک درخت کے نیچے جینا کی گاڑی دکھائی دے رہی تھی۔میں اپنی کار سے نکل کر تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف ایسے جانے لگا'جیسے وہاں مجھے جینا دکھائی دے رہی ہو۔

امیر حمزہ بھی میرے پیچھے پیچھے تھا۔میں جینا کو پکارتا ہوا کار کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ اندر سے خالی ہے۔میں یکلخت اندر سے خالی ہو گیا۔اس کے چاروں دروازے مقفل تھے۔میں نے متلاشی نظروں سے آس پاس کا جائزہ لیا۔

امیر حمزہ نے بھی دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔"گاڑی یہاں ہے تو وہ بھی یہیں کہیں ہوگی۔"

وہ میرے ساتھ اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔وہ کسی درخت'کسی جھاڑی کے پیچھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔میں نے کار کے پاس آتے ہوئے مایوسی سے کہا۔"یہ یقین ہو رہا ہے کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے۔یہ گاڑی اُس کی پہچان تھی۔ہم اس کے ذریعے اُس تک پہنچ سکتے تھے۔لہٰذا دشمنوں نے چالاکی دکھائی'اسے یہاں چھوڑ کر جینا کو لے گئے۔"

امیر حمزہ نے دُور ایک چھوٹی سی دکان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"ہمیں وہاں جا کر کسی سے پوچھنا چاہئے۔معلوم تو ہو'جینا کو اغوا کرنے والے کس سمت میں گئے ہیں؟ وہ کتنے افراد تھے؟ ممکن ہے'وہ دکاندار ہمیں کارآمد معلومات فراہم کر سکے۔"

ہم دونوں اس دکان میں پہنچ گئے۔اس کے مالک نے ہمیں ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔''وہ گاڑی آپ کی ہے؟''

میں نے کہا۔''نہیں۔وہ ہماری ایک عزیزہ کی ملکیت ہے۔''

وہ بولا۔''کمال ہے۔وہ ایسی قیمتی ملکیت کو اس جنگل بیابان میں چھوڑ کر کہاں چلی گئی ہے؟''

''کیا آپ نے اسے یہاں سے کہیں جاتے ہوئے دیکھا ہے؟''

''میں تو جب سے دکان میں آیا ہوں' اس خالی گاڑی کو دیکھ رہا ہوں۔نہ یہاں سے کوئی جاتا ہوا دکھائی دیا اور نہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ایسا لگ رہا تھا' جیسے اس کا کوئی پرسان حال ہی نہیں ہے۔میرے لئے تو یہ گاڑی مشکوک ہو چکی تھی۔ابھی آپ دونوں کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کسی خاتون کی ملکیت ہے اور آپ اسے جانتے ہیں۔ورنہ ذرا اور دیر ہوتی تو میں پولیس کو فون کرنے والا تھا۔''

میں نے ایک ذرا مایوسی سے حمزہ کو دیکھا۔پھر اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔اس نے پوچھا۔''کسے کال کر رہے ہیں؟''

میں نے دکان سے باہر آتے ہوئے کہا۔''اسکاٹ لینڈ یارڈ والے یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ اسلام دشمن تنظیم کے افراد جینا سے' مجھ سے اور میلسن سے دشمنی کر رہے ہیں۔اب میں انہیں بتاؤں گا کہ پہلے انہوں نے بھائی کو حادثے سے دوچار کیا اور اب اس کی بہن کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔''

رابطہ ہو گیا تھا۔دوسری طرف سے ایک اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی۔میں نے کہا۔''ہیلو سر!میں وجاہت علی واسطی بول رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔''ہاں بولو.....!کیا کوئی اور اہم انفارمیشن ملی ہے؟''

''جی سر!میں دشمن تنظیم کے اس کارکن کا فون نمبر آپ کو دے چکا ہوں' جو میلسن کی رہائی کے سلسلے میں مجھے اور جینا کو دھمکیاں دیتا رہا تھا اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ جینا آج صبح اسی نمبر سے آنے والی کال سننے کے بعد لاپتہ ہو گئی ہے۔''

''ہاں۔یہ تمام باتیں تم بتا چکے ہو۔آگے بولو؟''

''میں نے یہ شبہ بھی ظاہر کیا تھا کہ جینا کو دھوکے سے کہیں بلا کر اغوا کیا جا رہا ہے اور اب میرے اس شبے کی تصدیق ہو گئی ہے۔جینا کو اغوا کرنے والے اُس کی گاڑی یہاں چھوڑ گئے ہیں۔''

میں فون پر اس مقام کا نام اور لوکیشن بتاتے ہوئے بولا۔''آپ ابھی یہاں آ کر تصدیق کر سکتے ہیں۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔میں امیر حمزہ کے ساتھ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔وہ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔''ذرا ٹھہرو.....میں ابھی گیری گوپر سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔''

میں نے فون پر اس کے پنچ کئے۔پھر اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد دوسری طرف اس کی آواز سنائی دی۔''ہیلو وجاہت علی...!میں ابھی تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔لیکن تمہارا نمبر بزی جا رہا تھا۔''

''ہاں۔میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ایک افسر سے باتیں کر رہا تھا۔دراصل جینا کیری کو اغواء کر لیا گیا ہے۔''

وہ بولا۔''یعنی دشمنوں کی طرف سے ایک کے بعد دوسرا حملہ کیا گیا ہے؟''

میں نے پوچھا۔''آپ ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے والے تھے۔اس سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟''

''تم انجانے میں ایک بہت ہی خطرناک تنظیم کے لوگوں سے ٹکرا گئے ہو۔تم نے انڈرورلڈ کی سب سے بڑی اور خفیہ تنظیم بلڈر برج کا نام تو سنا ہوگا؟''

میں نے پہلو بدل کر امیر حمزہ کو دیکھا۔اسکاٹ لینڈ یارڈ میں تربیت کے دوران ہمیں تمام دنیا کی خطرناک اور خفیہ تنظیموں کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ان میں بلڈر برج کا نام سرفہرست تھا۔یہ ایسی طاقتور تنظیم ہے' جو دنیا بھر کی حکومتوں پر حکومت کرتی ہے۔حتیٰ کہ سپر پاور کہلانے والے بھی اس کے لئے کٹھ پتلی کا کام کرتے ہیں۔بلڈر برج جیسے خفیہ اور طاقتور ہاتھ کا آشیرواد لئے بغیر امریکی صدر اور وزیراعظم بننے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

یہ خفیہ ہاتھ برس ہا برس سے پوری دنیا کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے۔امریکہ' برطانیہ 'دولت مشترکہ' عالمی مالیاتی ادارے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف اس بین الاقوامی تنظیم کے زیر اثر رہتے ہیں۔

میں نے فون پر کہا۔''جی ہاں۔اس تنظیم سے بخوبی واقف ہوں۔یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ سمیت دنیا کے تمام چھوٹے بڑے جاسوس اداروں کے لئے چیلنج بنی رہتی ہے۔''

اس نے کہا۔''ابھی چند روز پہلے برطانیہ میں واقع ایک مرکز میں ان کی گرینڈ میٹنگ ہوئی تھی۔وہاں اسلام دشمنی کے حوالے سے بہت سی نئی پالیسیاں تیار کی گئی ہیں۔یہ

معاملات بھی طے کیے گئے کہ جو عیسائی اور یہودی اسلام قبول کر رہے ہیں انہیں راہ راست پر لانے کے لئے کیسی کیسی کارروائیاں کی جاسکتی ہیں؟ میلسن کے ساتھ جو ہو چکا ہے اور اب جینا کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان ہی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔"

میں نے کہا۔"میں میلسن کے سلسلے میں بری طرح شکست کھا چکا ہوں۔ مگر اب جینا کے معاملے میں کوئی نقصان اٹھانا نہیں چاہتا۔ اسے سلامتی کے ساتھ دشمنوں کے چنگل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ آپ میری رہنمائی کریں۔ مجھے بتائیں۔ دشمنوں تک پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟"

وہ بولا۔"فون پر تفصیل سے باتیں نہیں ہو سکیں گی۔ تم اپنے تمام معاملات نمٹا کر بیز واٹر سے چلے آؤ۔ ہم مل کر بیٹھیں گے اور سوچیں گے کہ جینا کی بازیابی کے سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے؟"

ہم اپنے طور پر سوچ رہے تھے اور پلاننگ کر رہے تھے۔ فی الحال تمام واقعات اور حالات بھی یہی سمجھا رہے تھے کہ جینا کو خفیہ تنظیم والوں نے ہی اغواء کیا ہے۔ جبکہ وہ ہماری سوچ کے بالکل برعکس وکی کے ہاتھوں میں پہنچی ہوئی تھی۔

دوسری طرف پاپا کا وہ نمائندہ اپنے اعلیٰ افسران کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عہدیدار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔"جانتے ہو تم جیسے چھوٹے چھوٹے آلۂ کار ہمیشہ چھوٹے ہی کیوں رہ جاتے ہیں؟"

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ عہدیدار نے کہا۔"کیونکہ تم جیسوں کا دماغ اور سوچ بہت ہی چھوٹی ہے.... تمہیں ایک چھوٹی سی فتح حاصل ہوئی۔ میلسن اور وجاہت علی دونوں مارے گئے تو تم نے اس فتح کی خوشی میں ہمارے منصوبے کے دوسرے اہم پوائنٹ کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ کہاں ہے جینا...؟ تم تو اسے فون کرنے والے تھے؟ اس کے بھائی اور محبوب کی ہلاکت کی خبر سنا کر اسے جائے حادثہ کی طرف لانے والے تھے؟ پھر اغواء کر کے ہمارے پاس پہنچانے والے تھے؟"

اس نے سر اٹھا کر عہدیدار کو دیکھا۔ پھر کہا۔"میں نے منصوبے کے مطابق اسے فون کیا تھا۔ مجھے یقین ہے وہ میری کال سننے کے بعد جائے حادثہ کی طرف آئی ہوگی۔ مگر ایسے وقت میرے ساتھ ٹریجڈی ہو گئی۔ بدقسمتی سے میری کار کا ایک پہیہ ناکارہ ہو گیا۔ میں مقررہ وقت پر اس جگہ پہنچ نہ سکا۔ لیکن میں....."

وہ اس کی بات کاٹ کر ڈپٹتے ہوئے بولا۔" تمہاری یہ کہانی ہم سن چکے ہیں۔ مجھے تم

سے ایسی نادانی کی توقع نہیں تھی۔ یہیں سے تمہاری کمزوری شروع ہوتی ہے۔ جینا کو جائے حادثہ کی طرف لانے سے پہلے تمہیں وہاں موجود ہونا چاہئے تھا۔"

وہ بولا۔"میں مطمئن تھا۔ یہ پوری امید تھی کہ اس سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"یہ امید نہیں تھی، تمہاری خوش فہمی تھی۔ بہت زیادہ ہوشیار بننے والے مقدر کا چابک کھا کر اسی طرح اوندھے منہ گرتے ہیں۔ لیکن تمہاری اس نادانی نے ہمارے ہاتھوں سے ایک اہم مہرہ چھین لیا ہے۔ وہ گھر نہیں لوٹی ہے۔ نہ جانے وہاں سے کہاں چلی گئی ہے؟"

وہ جلدی سے بولا۔" آپ فکر نہ کریں۔ میں اپنی غلطی کا ازالہ کروں گا۔ اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ کر لے آؤں گا۔"

ایسے وقت ان کا ایک نمائندہ کانفرنس ہال میں داخل ہوا۔ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اعلیٰ عہدیدار نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔"پورے پندرہ منٹ لیٹ آئے ہو۔"

وہ قریب آ کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑے ادب سے بولا۔"دیر آئد درست آئد.... بیشک۔ میں دیر سے آیا ہوں۔ لیکن ایک دھماکہ خیز خبر لایا ہوں۔"

وہاں موجود سب ہی افراد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اعلیٰ عہدیدار نے پوچھا۔"کیسی خبر.....؟"

اس نے ایک نظر پاپا کے نمائندے پر ڈالی۔ پھر کہا۔"ابھی ابھی معلوم ہوا ہے، وجاہت علی واسطی زندہ سلامت ہے۔"

تمام افراد نے چونک کر اسے دیکھا۔ پاپا کا نمائندہ بھی چونک گیا تھا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے مجھے اپنی گاڑی میں میلسن کے ساتھ بیٹھتے اور عدالت سے رخصت ہوتے دیکھا تھا۔

پھر وہ اپنے حواریوں کے ساتھ مسلسل اس گاڑی کے تعاقب میں رہا تھا اور اپنی دانست میں میلسن کے ساتھ مجھے جہنم رسید کر کے ہی لوٹا تھا۔ یہ ماننے والی بات نہیں تھی کہ کوئی اتنی گہری پستی میں گرنے اور گاڑی کے ساتھ تباہ ہونے کے بعد زندہ بچ جائے۔

اس نے دوسرے نمائندے سے کہا۔"تمہاری یہ انفارمیشن سراسر غلط ہے۔ ایسے جان لیوا حادثے کے بعد اس کے زندہ بچ جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

دوسرے نمائندے نے کہا۔"میں نے بہت ہی ٹھوس ذرائع سے معلومات حاصل کی ہیں۔ میلسن کو رہا کرا کے لے جانے والا اور حادثے سے دوچار ہونے والا وجاہت علی نہیں

تھا۔اس کا کوئی ہم شکل تھا۔"

پاپا کے نمائندے کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔اس نے دل ہی دل میں کہا "وجاہت علی واسطی کا ہم شکل...؟ یعنی وکی....؟"

اس نے فوراً ہی انکار میں سر ہلا کر سوچا۔"نہیں۔ وہ تو پیرس میں ہے۔اور پھر بگ باس یہ جانتا ہے کہ اس تنظیم کے عہدیدار وجاہت علی اور میلسن کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔وہ وکی کو اس معاملے میں کیوں گھسیٹے گا؟"

ایک عہدیدار نے اس نمائندے سے پوچھا۔"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے وجاہت علی کو دیکھا ہے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"جی ہاں۔اس حادثے کے بعد اسے عدالت میں دیکھا گیا ہے۔اس نے دعویٰ کیا ہے کہ میلسن کی رہائی کے وقت وہاں موجود نہیں تھا۔اس کا ایک ہم شکل بھائی وقار علی عرف وکی سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ایک قیدی کو لے گیا ہے۔"

پاپا کا نمائندہ ایک بار پھر چونک گیا۔اس کی نگاہیں ایسا زبردست دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں۔اس نے سوچا۔"بگ باس بہت ہی چالاک اور ناقابلِ شکست آدمی ہے۔وہ جان بوجھ کر کبھی اتنا بڑا نقصان نہیں اٹھائے گا۔یقیناً اصل بات کچھ اور ہے' جو ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے..."

اس کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔جیسے اصل بات تک پہنچ رہا ہو۔وہ اپنے طور پر سوچنے لگا۔"واہ کیا بات ہے؟ بگ باس تو میری سوچ بھی زیادہ شاطر دماغ نکلا۔اِدھر میں نے وجی کو حادثے سے دوچار کیا' اُدھر وہ وکی کو وجی بنا کر منظر عام پر لے آیا۔"

وہ اعلیٰ عہدیدار غصے سے تلملا رہا تھا۔میز پر ہاتھ مار کر بولا۔"ہماری سازش کا نتیجہ کیا نکلا؟ ہم اپنے کسی ہم مذہب کو خواہ مخواہ ہلاک کرنا نہیں چاہتے۔لیکن وجاہت علی کا پتا صاف کرنے کے لئے ہم نے میلسن کی قربانی قبول کی۔مگر وہ.....وہ مسلمان نوجوان زندہ ہے۔ اسے جینا کیری کے ذریعے کمزور بنایا جاسکتا تھا لیکن وہ بھی ہمارے ہاتھ نہیں آئی۔"

اس نے پاپا کے نمائندے کو گھور کر دیکھا۔پھر کہا۔"تمہاری نادانیوں نے سمجھا دیا ہے کہ تمہیں ابھی مزید ٹریننگ کی ضرورت ہے۔فی الحال جاں بخشی کی جارہی ہے۔اسے غنیمت جانو۔"

وہ جلدی سے بولا۔"پلیز سر! سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی

ہے۔سب کچھ ہمارے منصوبے کے مطابق ہوا ہے۔"

وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔"وجاہت علی زندہ دیکھا گیا ہے۔کیا بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"بے شک آرہی ہے۔لیکن جو میں سمجھ رہا ہوں' وہ آپ سمجھ نہیں سکتے۔"

وہ اعلیٰ عہدیدار غصے سے تلملا گیا۔"یعنی ہم ناسمجھ ہیں؟"

وہ فوراً ہی انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا۔"نہیں۔میرا یہ مطلب نہیں ہے۔دراصل ہم سب ہی سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ابھی اس نمائندے نے کہا ہے کہ وجاہت علی زندہ ہے اور وقار علی مر چکا ہے۔اگر اسی بات کو یوں سوچا جائے کہ وقار علی زندہ ہے اور وجاہت علی مر چکا ہے تو اصل بات ہماری سمجھ میں آئے گی۔"

وہ اعلیٰ عہدیدار اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔دوسرے عہدیدار نے کہا۔"اس کی بات میں وزن ہے۔"

"گویا وہ شیطان کی طرح ہے۔مر کر زندہ ہو گیا ہے۔ہمارے لئے پھر سے چیلنج بن گیا ہے؟"

"اُس چیلنج بننے والے شیطان سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا تاکہ آئندہ وہ ہمارے کسی ہم مذہب کو بہکا کر اپنے دین کے راستے پر لگا نہ سکے۔"

چونکہ وہ میرے اور وکی کے ذاتی معاملات کو نہیں جانتے تھے۔ اس لئے اسے بھی اسلام دوست سمجھ رہے تھے۔ان کی یہ سوچ تھی' اگر وکی میری جگہ سنبھال رہا ہے تو یقیناً وہ بھی میری روش پر چلے گا۔آئندہ پھر کسی جینا کو اور لوری کو اپنے دین کی طرف لائے گا۔

ان نے ایسے عزائم سن کر وہ نمائندہ بری طرح گھبرا گیا۔وہ اپنے بگ باس کا اور وکی کا ماتحت تھا۔یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے آقا موجودہ تبدیلیوں سے اور بدلتے ہوئے حالات سے بے خبر رہیں۔وہ انہیں خفیہ تنظیم کی سازشوں سے باخبر کرنے کے لئے بے چین ہو گیا۔

اس نے میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی اپنا موبائل فون آن کیا پھر بگ باس کے نمبر پنچ کر کے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف بیل جارہی تھی۔مگر کوئی اٹینڈ کرنے والا نہیں تھا۔وہ بے چین ہو کر زیرِ لب بڑبڑایا۔"کہاں ہو بگ باس...؟ فون اٹھاؤ۔"

دوسری طرف مسلسل بیل بجتی رہی۔پھر ٹیپ چلنے لگا" صاحب فون اس وقت موجود

نہیں۔تھوڑی دیر بعد رابطہ کریں۔"

اس نے فون کو کان سے ہٹا کر دیکھا۔دوبارہ رابطہ کرنا چاہا۔مگر اس سے پہلے ہی اس کا بزر بولنے لگا۔ننھی سی اسکرین پر بگ باس کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔وہ ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولا۔"ہیلو باس! میں ابھی آپ ہی کو کال کررہا تھا۔"

دوسری طرف سے باس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔"ہوں.... بولو....؟"

نمائندے نے کہا۔"وہ دراصل بات کچھ ایسی ہے کہ...."

اس کا پتھر جیسا لہجہ سنائی دیا۔"بات تو ایسی ہے کہ تمہیں الٹا لٹکا کر تمہاری کھال کھینچ دی جائے۔"

اس نے ایکدم سے گھبرا کر اپنے فون کو دیکھا پھر پوچھا۔"مم۔مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی باس....؟"

"تمہاری ایک غلط انفارمیشن نے میرے ایک بہت ہی اہم مہرے کو موت کے منہ میں پہنچا دیا۔"

"آپ کس کی بات کررہے ہیں؟"

وہ انتہائی سخت لہجے میں بولا۔"نادان بچے نہ بنو۔تم نے خود وکی کو میلسن کے ساتھ گہری کھائیوں میں دھکیلا ہے۔"

وہ ایکدم سے چکرا گیا۔وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ وکی کو میری جگہ عدالت میں پہنچایا گیا ہے۔اس نے شدید پریشانی اور بے یقینی سے کہا۔"وکی....؟"

سب ہی جانتے تھے کہ بگ باس نے وکی کو سونے کا نوالہ کھلا کر پالا پوسا اور جوان کیا ہے۔وہ اس کا بیٹا تو نہیں تھا۔لیکن بگ باس ایک باپ کی طرح اس کی سرپرستی کرتا آیا تھا۔دوسرے تمام ماتحت اسے باس کا لاڈلا آلۂ کار کہتے تھے۔

دوسری طرف سے اس کی گرج دار آواز سنائی دی۔"ہاں۔وکی.... میرا وکی مارا گیا ہے۔"

نمائندے نے سہم کر بے یقینی سے پوچھا۔"ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ وکی تو پیرس میں ہے۔وہ اچانک ہی وہاں پہنچ کر وجی کی جگہ کیسے لے سکتا ہے؟"

"ناممکن کو ممکن بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔مگر تم نے...."

وہ فوراً گڑگڑاتے ہوئے بولا۔"سوری باس! جو ہوا انجانے میں ہوا۔اگر مجھے یہ بھنک بھی مل جاتی کہ اس گاڑی میں میرے مطلوبہ شکار کے بجائے وکی بیٹھا ہوا ہے تو میں بھی

اس پر جان لیوا حملہ نہ کرتا۔"

وہ جیسے غرّا کر بولا۔"کیا بھنک مل جاتی؟ میرے تمام معاملات گہرے راز کی طرح ہوتے ہیں۔"

"بے شک۔ہم سب ہی جانتے ہیں۔آپ اپنے اہم معاملات میں صرف وکی کو رازدار بناتے ہیں۔میں تو اتنا کہنا چاہتا ہوں' اگر اس منصوبے میں آپ مجھے بھی شامل کرلیتے' یہ بتا دیتے کہ وہاں وجی کے بجائے وکی کو بھیجنے والے ہیں تو میں ....."

وہ اس کی بات کاٹ کر گرجتے ہوئے بولا۔"کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا مجھے کوئی بھی نیا منصوبہ بناتے وقت تم جیسے بونوں سے مشورے کرنے پڑیں گے؟"

اس نمائندے نے فون پر تو کچھ نہ کہا۔مگر دل ہی دل میں کہنے لگا۔"بے شک۔میں بونا ہوں۔مگر ہم جیسے بونے ہی تم جیسے قد آور آقاؤں کے دست راست ہوتے ہیں۔میں جانتا ہوں' تجھ جیسا حاکم اپنی غلطی کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔لیکن اصل حقیقت یہی ہے کہ اس بونے نے وکی کو موت کے منہ میں دھکیلا ہے اور یہی اسے سلامتی بھی دے سکتا تھا۔"

بگ باس کی آواز سنائی دی۔وہ سخت لہجے میں پوچھ رہا تھا۔"تم نے مجھے اطلاع دی کہ خفیہ تنظیم والے وجاہت علی اور میلسن کے خلاف کوئی جان لیوا سازش نہیں کررہے ہیں۔مگر اس واقعے کے بعد تمہاری یہ انفارمیشن سراسر غلط ثابت ہورہی ہے۔تم نے ایسی غلط بیانی سے کام کیوں لیا؟"

"میں نے کوئی غلط بیانی نہیں کی ہے۔یہاں جو سازشیں ہوتی رہیں' انہیں آپ تک پہنچاتا رہا۔مگر یہ لوگ بھی آپ کی طرح ہیں۔اپنے اہم منصوبوں کو گہرے راز کی طرح چھپا کر رکھتے ہیں۔بیشک۔مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ وجی اور میلسن کو اغواء کرنا ہے۔لیکن عین موقع پر اچانک ہی نیا حکم ملا کہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔آپ ہی بتائیں' ایسے ہنگامی حالات میں آپ کو کیسے انفارم کرتا؟"

"تم نے مجھے زبردست نقصان پہنچایا ہے۔یہ یاد رکھو...! ابھی تو خفیہ تنظیم کی پناہ میں پہنچے ہوئے ہو۔بلکہ میں نے تمہیں وہاں پہنچایا ہے۔لیکن جس دن وہاں سے نکلو گے' وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

وہ جلدی سے گڑگڑاتے ہوئے بولا۔"پلیز باس! میرے خلاف اتنا سخت فیصلہ نہ سنائیں۔یہ مانتا ہوں کہ وکی کی موت ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔لیکن میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔"

وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔ ”بکواس مت کرو۔ میں نے تمہیں پل پل کی اطلاع دینے کے لئے اس تنظیم تک پہنچایا تھا۔ مگر تم نے.....“

”میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ کا غلام ہوں۔ ہمیشہ غلام بن کر رہوں گا۔ لیکن پلیز... مجھ پر غیر ذمہ داری کا الزام نہ لگائیں۔ ہم سب ہی جانتے ہیں' وکی کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہے۔ میں جان بوجھ کر اس کے ساتھ ایسا کیوں کروں گا؟ پلیز باس....! ہیلو.... ہیلو....!“

دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ اس نے ٹھٹک کر اپنے فون کو دیکھا۔ ادھر سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا۔ وہ شدید پریشانی سے سوچنے لگا۔ یہ قسمت کی خرابی تھی کہ بیٹھے بٹھائے بگ باس اس کا دشمن بن گیا تھا۔ جو جرم اس سے سرزد ہی نہیں ہوا تھا۔ اس کی سزا دینے والا تھا۔ بگ باس کی دشمنی سے تو بڑے بڑے شہزور گھبراتے تھے۔ پھر وہ تو ایک چیونٹی کی طرح تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جس روز اسے موقع ملے گا' وہ اسے مسل ڈالے گا۔ اسے اپنے چاروں طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی تھی۔



بگ باس بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ وکی کی ہلاکت کا یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے یقین نہ کرنے سے حقیقت بدلنے والی نہیں تھی۔ وکی جیسے تربیت یافتہ مہرے کی ہلاکت نے اسے کئی معاملات میں کمزور بنا دیا تھا۔

سب سے اہم معاملہ میرا اور نانا جان کا تھا۔ وہ وکی کے ذریعے میرے اور نانا جان کے خلاف زبردست گیم کھیلنے والا تھا۔ مگر افسوس! پچھلے بائیس برس سے وہ جس پودے کو سینچ رہا تھا جس کی آبیاری کر رہا تھا۔ جب وہ پھل پھول کر تن آور درخت بنا۔ پھل دینے کے قابل ہوا' تب اس نے خود ہی کلہاڑی کے ایک ہی وار سے اسے زمین بوس کر دیا۔ بائیس برسوں کی محنت مٹی میں مل گئی۔

اس نے زندگی کے کسی معاملے میں ہار نہیں مانی تھی۔ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر بھاری پڑتا آیا تھا۔ ان کے لئے چیلنج بنا رہتا تھا۔ ایک نانا جان ایسے تھے' جنہیں اپنے سامنے جھکانے کے لئے اس نے ایک لمبا چوڑا منصوبہ تیار کیا تھا۔ لیکن اب وکی کے بعد اس کے تمام تر منصوبے خاک ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

دوسری طرف اگرچہ پاپا اس کے اتحادی نہیں تھے۔ اپنے طور پر اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن وکی نے انہیں ایک دوسرے سے جوڑ کر رکھا ہوا تھا۔ بیٹا کمزوری بنا ہوا تھا۔ اس لئے پاپا بہت سے معاملات میں بگ باس کے مخالف ہونے کے باوجود اس کے خلاف کچھ کر نہیں پاتے تھے۔

اب وہ کمزوری ختم ہو چکی تھی۔ بگ باس کو یقین ہو چلا تھا کہ حالات نے اس انداز میں پلٹا کھایا ہے کہ اس کی خبر قربان علی واسطی کو ہو گی تو اس جیسی چیونٹی کے بھی پر نکل آئیں گے۔

وہ غصے سے ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایسی شکست کا سامنا ہوا تھا اور یہ شکست اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ایک بڑے سے ہال کمرے میں تھا۔ غم و غصے کے باعث اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ وہاں کے قیمتی آرائشی سامان کو اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگا۔ چیزیں ٹوٹ رہی تھیں' بکھر رہی تھیں۔ قیمتی سامان کی ایسی کی تیسی ہو رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ ان لمحات میں پوری دنیا کو اجاڑ ڈالتا۔

وہ ٹہل رہا تھا اور غصے سے بڑبڑا رہا تھا۔ وہاں چند ماتحت ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ سہمی ہوئی نظروں سے اپنے باس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ پلٹ کر ایک ایک کو گھورتے ہوئے بولا۔ ''فی الحال وہ نمک حرام خفیہ تنظیم کی پناہ میں ہے۔ میری دھمکی سننے کے بعد ابھی اپنے بل سے باہر نہیں آئے گا مگر جب بھی باہر آئے گا...''

اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکالا۔ سامنے قد آدم آئینے میں اس کے ماتحت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح ٹریگر دباتے ہوئے فائر کرنے لگا۔ گولیاں آئینے کو چکنا چُور کر رہی تھیں' ماتحتوں کا عکس فنا ہو رہا تھا۔ وہ بگ باس کے پیچھے سہمے ہوئے کھڑے تھے۔

اس نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ جب بھی اس بل سے باہر نکلے اسے گولی سے اڑا دو۔ ورنہ اس بار تمام گولیاں کسی آئینے میں نہیں' تمہارے جسموں میں اتریں گی۔''

پھر اس نے شدید غصے سے اپنے ریوالور کو فرش پر دے مارا۔ نڈھال سا ہو کر ایک صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کے تمام ماتحت اپنی سلامتی کے لئے اُس نمائندے کی موت کے ہرکارے بن کر وہاں سے چلے گئے۔

دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اندر کا غبار کچھ کم ہو گیا تھا۔ ذہن پر چھائی ہوئی دھند چھٹنے لگی۔ وہ مختلف پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے تیزی سے سوچنے لگا۔ پہلی سوچ یہی تھی کہ مخالفین کو خود پر حاوی ہونے کا موقع نہیں دینا ہے۔ وہ خاص طور پر پاپا کے حوالے سے سوچ رہا تھا۔ کوئی بھی نیا لائحہ عمل طے کرنے تک خود کو شہزور بنائے رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ فی الحال وکی کی ہلاکت کو پوشیدہ رکھا جائے۔ مگر وہ دیکھ رہا تھا کہ ایسی سنسنی خیز خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہے۔

وہ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ''قربان علی واسطی اس وقت

کہاں ہوگا؟ وکی نے بتایا تھا کہ اسے آخری بار فرینکفرٹ میں دیکھا گیا ہے۔ کیا وہ اب بھی وہیں ہوگا؟''

اس نے سر جھٹک کر سوچا۔ ''وہ کبھی کسی ایک جگہ ٹِک کر نہیں رہتا۔ اِدھر سے اُدھر بھٹکتا رہتا ہے۔''

وہ سوچتے سوچتے جھنجلا گیا۔ مٹھیاں بھینچ کر اپنے گھٹنوں پر مارتے ہوئے بولا۔ ''اوہ وکی....! میں نے تم جیسے دست راست کو کیسے کھو دیا؟''

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''ایک وکی ہی تھا' جو مسلسل اس پر نظر رکھتا تھا۔ قربان علی اکثر ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت بیٹا جیسے اپنے باپ کی بو سونگھتا ہوا اس تک پہنچ جاتا تھا۔ پتہ نہیں' اس وقت وہ دشمن کہاں ہوگا؟ اسے بیٹے کی ہلاکت کی خبر مل چکی ہوگی یا نہیں...؟''

وہ ٹہل رہا تھا۔ فرش پر بکھری ہوئی ٹوٹی ہوئی چیزوں کو ٹھوکروں میں اڑا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت موبائل فون کے بزر نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے سر گھما کر گھورتے ہوئے اسے یوں دیکھا' جیسے کوئی خوامخواہ مداخلت کرنے آ گیا ہو۔ اسے جی بھر کر غصہ کرنے اور اپنے اندر کا غبار نکالنے کا موقع نہ دے رہا ہو۔

اس نے ناگواری سے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔ اسکرین پر اجنبی نمبر دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگا لیا۔ ہیلو نہیں کہا۔ خاموش رہ کر دوسری طرف کی آواز سننا چاہتا تھا۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ کون اسے مخاطب کر رہا ہے؟

فون پر تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''میں جانتا ہوں' تم کبھی ہیلو کہنے میں پہل نہیں کرو گے۔''

اس نے تیور بدل کر کہا۔ ''اوہ... تو تم قربان علی واسطی بول رہے ہو؟''

''مجبوراً تم سے بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ' میرا بیٹا کہاں ہے؟''

''پہلے تو تم نے کبھی اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے مجھ سے رابطہ نہیں کیا؟''

''آج کر رہا ہوں۔ کیونکہ بیٹے سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا موبائل مسلسل آف مل رہا ہے۔ کیوں مل رہا ہے؟ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو گے۔''

پاپا کے لب و لہجے سے بگ باس کو اندازہ ہو رہا تھا' جیسے وہ ابھی وکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''میرے شہزادے کا نمبر اسی وقت آف ہوتا ہے۔ جب وہ کہیں مصروف ہوتا ہے۔''

''ایسی بھی کیا مصروفیت ہے؟ چار گھنٹے کم نہیں ہوتے۔ اتنی دیر تک تو تم بھی اس سے غافل نہیں رہتے۔ سچ بولو....! وہ کہاں ہے....؟''

''جہاں بھی ہے۔ خیریت سے ہے۔''

پھر اس نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ ''ویسے تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟''

پاپا نے کہا۔ ''میرے کانوں تک جو اڑتی اڑتی خبر پہنچی ہے' اسے سن کر تم بھی فکر مند ہو جاؤ گے۔''

اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیسی خبر....؟''

''میں نے سنا ہے وکی.... مارا گیا ہے۔''

بیشک پاپا نے اس کی پرورش نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ بگ باس کی پناہ میں رہا تھا۔ لیکن تھا تو اُن ہی کے لہو کی پیداوار... اسی لئے بیٹے کے بارے میں ایسی خبر سناتے ہوئے ان کا لہجہ ایک ذرا کمزور سا ہو گیا۔

بگ باس جیسے شاطر شخص کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ پاپا کو وکی کے بارے میں مصدقہ رپورٹ نہیں ملی ہے۔ لٰہذا وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولا۔ ''اڑتی ہوئی خبروں پر کان مت دھرا کرو۔ وہ میرا نورِ نظر ہے۔ اس نور کو جب تک میں اپنی آنکھوں سے خود نوچ کر نہ پھینک دوں۔ کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔''

پاپا نے قائل ہو کر کہا۔ ''یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں' تم مجھے ہمیشہ کمزور بنائے رکھنے کے لئے وکی کی بھرپور حفاظت کرتے ہو۔ میرا وہ بیٹا تمہارے ہاتھوں میں میری لگام بنا ہوا ہے۔''

''اور میں کبھی تمہیں بے لگام ہونے نہیں دوں گا۔''

پاپا کچھ دیر چپ رہے۔ پھر بولے۔ ''مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وکی کے بارے میں ایسی جھوٹی خبر اڑائی کس نے؟ کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہے' تب ہی خبر بنتی ہے۔''

وہ بولا۔ ''اِسے خبر نہ کہو۔ یہ سراسر افواہ ہے۔''

''مگر یہ افواہ پھیلی کیوں؟ یا تو تم اس کے بارے میں واقعی کچھ نہیں جانتے یا پھر جان بوجھ کر انجان بن رہے ہو۔ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم تو خود چوروں کی طرح چھپ کر زندگی گزار رہے ہو۔ بھلا میں تم سے کیا چھپاؤں گا؟''

''میں اس وقت ایسی جگہ پہنچا ہوا ہوں' جہاں سے اپنے بیٹے کے مکمل حالات معلوم نہیں کر سکتا۔ اسی لئے تم سے رابطہ کیا ہے۔ بیشک۔ تم ہی نے اسے ناقابلِ شکست بنایا ہوا ہے۔ پھر بھی حد سے زیادہ خود اعتمادی نقصان پہنچاتی ہے۔ لٰہذا جو خبر یا افواہ مجھے ملی ہے اور میں نے تم تک پہنچائی ہے۔ اس پر دھیان دو۔ وکی کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور مجھے یقین دلاؤ کہ وہ زندہ سلامت ہے۔''

بگ باس کو یہ سن کر ایک ذرا اطمینان ہوا کہ پاپا مجبور ہیں۔ فی الحال اپنے طور پر وکی کے حالات معلوم نہیں کر سکتے۔ یعنی گیم اوور ہونے کے باوجود ابھی اس کے ہاتھوں میں تھا۔

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''میں آرڈر سننے کا عادی نہیں ہوں۔ تمہاری تسلی کے لئے اتنا بتا دیتا ہوں کہ وکی کا پرانا نمبر بھول جاؤ۔ اس نے میرے کہنے پر اپنا نمبر بدل لیا ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو اس کا نیا نمبر مجھے دو۔ ہم باپ بیٹے کے درمیان ابتداء سے رابطہ رہا ہے اور رہنا بھی چاہئے۔''

''ضروری نہیں ہے کہ جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے' وہ آئندہ بھی ہوتا رہے۔ جب میں بہتر سمجھوں گا' تمہیں اس کا نمبر مل جائے گا۔''

وہ پاپا کی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب باتیں بنا رہا تھا۔ پاپا نے کہا۔ ''یہ تم میرے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو۔''

''میں نے جو کہنا تھا' وہ کہہ چکا ہوں۔ اب صبر سے بیٹے کے نمبر کا انتظار کرتے رہو۔''

پاپا کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ دوبارہ گھنٹی بجا سکتے تھے۔ لیکن اس نے اپنا موبائل فون ہی آف کر کے رکھ دیا۔ اب کوئی گھنٹی بجنے والی نہیں تھی۔ وہ تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ اپنے تازہ ترین حالات پر غور کرنے لگا۔ کیونکہ اس کی دانست میں جو بگڑ چکا تھا' اسے سنوارنے کے لئے نئی منصوبہ بندیوں کی ضرورت تھی۔



گیری کوپر نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے تمام معاملات نمٹا کر بیز واٹر سے چلا آؤں۔ ایک مختصر سے عرصے میں اس علاقے سے بہت سی یادیں وابستہ ہو گئی تھیں۔ ان میں سب سے اہم جینا تھی۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ مجھے بہت کچھ سکھاتے آ رہے تھے۔

لیکن جینا وہ پہلی لڑکی تھی۔ جو مجھے پیار کرنا سکھا رہی تھی۔ مجھ جیسے اناڑی کو بڑی محبت سے پیار کا نیا سبق پڑھا رہی تھی۔ میں زندگی میں پہلی بار چاہت بھرے گدگداتے ہوئے

جذبوں سے آشنا ہو رہا تھا اور یہ میری بدقسمتی تھی کہ زندگی کی پہلی محبت بے رحم حالات کی نذر ہوگئی تھی۔

جینا کی گمشدگی نے مجھے ذہنی طور پر ماؤف کررکھا تھا۔ایسا لگ رہا تھا' جیسے دشمنوں نے میری سانسیں اپنی مٹھی میں بند کرلی ہوں۔اسے تلاش کرنے اور اس تک پہنچنے کی تمام تر کوششیں ایسی تھیں' جیسے میں زندگی سے بھرپور سانسیں لینے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں اور کچھ ہاتھ نہیں آرہا ہے۔میرے چاروں طرف ایک خلا تھا' اندھیرا تھا اور میں اس اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔

ہم اپنے طور پر یہی سمجھ رہے تھے کہ جینا خفیہ تنظیم والوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے اور اس کی بازیابی کے لئے اس خطرناک تنظیم تک پہنچنا بچوں کا کھیل نہیں ہوگا۔

میں حمزہ کے ساتھ گھر پہنچ چکا تھا۔جینا کی گمشدگی کے علاوہ وکی کی المناک ہلاکت کا صدمہ دل و دماغ کو بوجھل کررہا تھا۔وہ جیسا بھی تھا' آخر کو میرا بھائی تھا۔اس سے لہو کا رشتہ تھا اور اس رشتے کو رنگ لانے سے پہلے ہی مٹی میں ملایا جاچکا تھا۔

ماما کو دیکھتے ہی میری نگاہوں میں ایک بار پھر وکی کا چہرہ گھوم گیا۔میں ان سے نظریں چرانے لگا۔یہ بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے کو پانے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لئے کھو چکی ہیں۔

اولاد چاہے پھول کی طرح مہکتی رہے یا کانٹے کی طرح چبھتی رہے۔کوئی ممتا کی ماری اس کی دائمی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کرپاتی۔ٹوٹ کررہ جاتی ہے اور ماما تو ایک عرصے تک ٹوٹے رہنے کے باوجود اب اپنے سگے رشتوں سے جڑ رہی تھیں۔ہم انہیں بڑے پیار سے سمیٹ رہے تھے۔پھر سے توڑنا اور بکھیرنا نہیں چاہتے تھے۔

لہٰذا میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔اندر ہی اندر بھائی کی موت کا ماتم کرتا رہا اور اوپر ہی اوپر مسکراتا رہا۔مگر یہ بھول گیا کہ وہ ایک ماں ہے۔ممتا کی خوردبین سے بیٹے کے اندر جھانک رہی ہیں۔

شیبا آنٹی اپنے شوہر دانیال انکل کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے آئی ہوئی تھیں۔جب وہ دونوں ڈنر کے بعد رخصت ہوگئے تو ماما نے مجھے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔''جانتے ہو' مجھ جیسے افراد جو ابنارمل رہنے کے بعد نارمل زندگی کی طرف پلٹ کرآتے ہیں۔وہ بہت ہی حساس ہوجاتے ہیں۔خاص طور پر ان کا دماغ....وہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو' چھوٹے سے چھوٹے احساس کو فوراً ہی بھانپ لیتے ہیں۔''

میں نے ان کا ہاتھ تھام کر بڑے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔''بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔لیکن یہ کس نے کہا کہ آپ ابنارمل تھیں؟ آپ کی صرف یادداشت گم ہوگئی تھی۔جو اب مستقل علاج اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ پھر سے بحال ہوتی چلی جارہی ہے۔ہاں۔یہ ضرور ہے کہ آپ کا ذہن حساس ہوگیا ہے۔بائی داوے...کیا ابھی آپ کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی ہے؟''

''ہوئی نہیں ہے....کوئی بات چھپائی جارہی ہے۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔''ایسی کیا بات ہے اور کون چھپا رہا ہے؟''

وہ مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔''تم چھپا رہے ہو....''

اچانک ہی میری نگاہوں میں وکی کا چہرہ گھوم گیا۔میں نے فوراً ہی سر جھٹک کر کہا۔''مم۔میں بھلا آپ سے کیا چھپاؤں گا؟''

وہ بڑی شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔''میں صرف حساس ذہن کی مالک ہی نہیں، ایک ماں بھی ہوں۔اولاد کے اندر کب پھول کھل رہے ہیں اور کب اسے کانٹے چبھ رہے ہیں؟ یہ جاننے کے لئے ماں کو لفظوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔وہ اپنی اولاد کے چہرے سے اس کے دل کا حال پڑھ لیتی ہے۔''

میں نے انہیں سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔پھر پوچھا۔''آپ کیا پڑھ رہی ہیں؟''

''میرا بیٹا کچھ ٹوٹا ٹوٹا سا' کچھ بکھرا بکھرا سا لگ رہا ہے۔''

میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔''اور اس کا سبب آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔''جانتی ہوں۔رابعہ (جینا) کی گمشدگی تمہیں کچوکے لگا رہی ہے۔مگر....''

''مگر کیا....؟''

''تمہارے چہرے پر' تمہاری آنکھوں میں جو صدمہ اور مایوسی چھائی ہوئی ہے' وہ اس بات سے کہیں بڑھ کر ہے۔اتنا تو میں سمجھتی ہوں کہ رابعہ گم ہوئی ہے۔تم اسے تلاش کرسکتے ہو۔اس کے لئے اُداس ہوسکتے ہو۔مگر ایسے مایوس نہیں ہوسکتے۔مایوسی تو وہاں ہوتی ہے جہاں انسان بے بس ہوجاتا ہے اور میں دیکھ رہی ہوں۔رابعہ کے معاملے میں تم بے بس نہیں ہو۔اسے تلاش کرنے کے لئے سرتوڑ کوششیں کررہے ہو اور انشاءاللہ...تمہاری یہ کوششیں ضرور رنگ لائیں گی۔''

"مجھے بھی امید ہے۔"

وہ جیسے میرے چہرے کو پڑھتے ہوئے بولیں۔ "امید ہے تو پھر یہ مایوسی کیسی ہے؟ کون سا صدمہ تمہیں توڑ رہا ہے؟"

میں نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ پھر جھکتے ہوئے ان کی گود میں یوں سر رکھ دیا کہ میرا چہرہ ممتا کی آغوش میں چھپ گیا۔ وہ میرے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔ ذرا دیر میں یونہی چھپا رہا۔ سوچتا رہا۔ یہ سن کر اچھا لگ رہا تھا کہ میری ماما میرے چہرے کو پڑھنے لگی ہیں۔ وہ جب سے میری زندگی میں آئی تھیں، تب سے مجھے محبتیں دے رہی تھیں۔

مگر ان محبتوں میں ایک مبہم سی اجنبیت تھی۔ جیسے وہ مجھے اپنے بیٹے کے طور پر قبول کرنے کے باوجود ایک ذرا ہچکچا رہی ہوں۔ لیکن اب وہ ہچکچاہٹ، وہ اجنبیت یکسر ختم ہو چکی تھی۔ مجھے ایسا لگتا تھا، جیسے میں اب تک ایک کھلونے سے بہلتا رہا اور اب اچانک ہی اس کھلونے میں جان پڑ گئی ہے۔ ایک ڈمی کی طرح رہنے والی میری ماں اب سچ مچ میری ماما بن گئی ہیں۔

ان کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "بہت دیر سے خاموش ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "سوچ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے چہروں پر آنکھوں کے بجائے ایکسرے مشین فٹ کر دی ہے۔ بچے ان سے کچھ چھپانا بھی چاہیں تو چھپا نہیں سکتے۔"

"تم کیا چھپا رہے ہو؟"

"کم از کم آپ سے تو کچھ نہیں چھپا سکتا۔ فی الحال کہہ بھی نہیں سکتا۔ کیا مجھے سوچنے کا وقت دیں گی؟"

انہوں نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے اندازے کو غلط ثابت کرنے کے لئے حجت نہیں کی۔ فوراً ہی یہ قبول کر لیا کہ تمہارے دل پر کوئی بوجھ ہے۔ اگر اسے ابھی شیئر نہیں کرنا چاہتے تو کوئی بات نہیں.... جا کر آرام سے لیٹ جاؤ۔ نیند نہ آئے تو میرے پاس چلے آنا۔"

بوجھ تو ایسا تھا کہ میں بوجھل ہو رہا تھا۔ ان کے پاس سے اٹھ کر تھکے ہوئے قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ ماما لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کئے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ایسے ہی وقت پاس رکھے ہوئے فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔

انہوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے نانا جان کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو وجی...!"

ماما ایکدم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ ان کے ہونٹ یوں لرز رہے تھے، جیسے جواباً کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر کہہ نہ پا رہی ہوں۔

نانا جان کی آواز پھر سنائی دی۔ "ہیلو...! کیا میری آواز نہیں آ رہی ہے؟ ہیلو.....! وجی....! یہ تم ہی ہو ناں؟"

ماما نے ایک گہری سانس لے کر شدتِ جذبات سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ن ن نہیں۔ وجی نہیں۔ میں۔ میں بول رہی ہوں ڈیڈی...!"

"ڈیڈی....؟" نانا جان بستر پر نیم دراز تھے۔ ایکدم سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ بے یقینی سے بولے۔ "سعدیہ! تم نے مجھے ڈیڈی کہا....؟"

یادداشت بحال ہونے کے بعد انہوں نے پہلی بار نانا جان کو ڈیڈی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وہ باپ کے رشتے کو پہچان رہی تھیں۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔

نانا جان نے تڑپ کر کہا۔ "سعدیہ! میری بچی! میری جان! تم مجھے پہچان رہی ہو؟ اپنے باپ کو پہچان رہی ہو؟ ہیلو...!"

وہ فون پر سسک پڑیں۔ رک رک کر بولنے لگیں۔ "جی ڈیڈی! جب میں سب کو پہچاننے لگی ہوں تو پھر اپنے پیدا کرنے والے کو کیسے نہ پہچانتی؟"

نانا جان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ منہ اٹھا کر فضا میں ایک ہاتھ دعائیہ انداز میں بلند کرتے ہوئے بولے۔ "یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ آج بائیس کے بعد میری اولاد مجھے مخاطب کر رہی ہے۔ مجھے باپ کے رشتے سے پکار رہی ہے۔"

پھر انہوں نے فون پر کہا۔ "میری بچی! ایک بار پھر سے مجھے ڈیڈی کہو اور کہتی رہو۔ اس بوڑھے باپ کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑتی رہے گی۔"

ماما نے بے اختیار بڑے جذبے سے ریسیور کو چوم کر کہا۔

"آئی لو یو ڈیڈی....! آئی لو یو...."

نانا جان نے گہری سانس لے کر سینے پر ہاتھ رکھ کر یوں آنکھیں بند کر لیں، جیسے ریسیور سے ابھرنے والے بیٹی کے ٹھنڈے میٹھے جذبوں کو سینے میں اتار رہے ہوں۔ اِدھر یہ چپ تھے۔ اُدھر ماما ان کی خاموشی پر پریشان ہو کر بولیں۔ "ہیلو...! ڈیڈی....!"

نانا جان نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ہاں بیٹی! سن رہا ہوں۔ تمہاری وہ پہلی آواز

جو پیدائش کے فوراً بعد میرے کانوں تک پہنچی تھی۔میں سن رہا ہوں...تمہاری وہ پہلی قلقاری، پہلی کھلکھلاہٹ...تم بولنا سیکھ رہی ہو۔ توتلی زبان سے، معصوم سے لہجے میں مجھے ڈے۔ڈی...اور اپنی ماں کو مم۔می کہہ رہی ہو۔میں سن رہا ہوں۔پھر رفتہ رفتہ تمہارا لب و لہجہ صاف ہوتا چلا گیا۔تم واضح طور پر مجھے ڈیڈی کہنے لگیں۔لیکن آج ایسا لگ رہا ہے، جیسے بائیس برسوں کے بعد دوبارہ جنم لے رہی ہو اور میں پہلی بار تمہاری آواز سن رہا ہوں۔''

باپ کے ایسے جذبات سن کر ماما سسک پڑیں۔ ریسیور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر روتے ہوئے بولیں۔ ''مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے، جیسے آپ میرے کانوں میں اذان پھونک رہے ہیں۔اللہ اکبر....اللہ اکبر....بیشک ۔ اللہ بہت بڑا ہے۔وہ جدائی دیتا ہے تو ملن کی راہیں بھی ہموار کرتا ہے۔''

ریسیور ان کے کان سے لگا ہوا تھا۔وہ بولتے بولتے صوفے سے اتر کر فرش پر آگئیں۔بے اختیار سجدے میں گر پڑیں۔پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔نانا جان نے کہا۔
''حوصلہ کرو میری بچی!زندگی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔خدا کا شکر ادا کرو۔حالات کی کڑی دھوپ میں جھلنے کے بعد اب ہم باپ بیٹی کو ٹھنڈی چھاؤں نصیب ہو رہی ہے۔''

وہ تھوڑی دیر تک یونہی سجدے میں پڑی رہیں۔پھر اٹھ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔آنچل کے کونے سے چہرے کو پونچھنے لگیں۔

نانا جان نے کہا۔ ''ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔تمہیں ہوسپٹل سے یہاں وجی کے پاس آئے ہوئے کئی ہفتے گزر چکے ہیں۔اس دوران میں مسلسل رابطے میں رہا اور تمہارا اجنبیت بھرا لہجہ سن کر مایوس ہوتا رہا۔سوچتا رہا، تم اپنے ماضی کو کسی حد تک یاد کر رہی ہو۔اُدھر وجی کو بیٹا کہہ کر سینے سے لگا رہی ہو۔مگر یہ بوڑھا باپ کب تک اپنی بیٹی کی محبتوں اور اپنائیت کے لئے ترستا رہے گا؟تم کب مجھے ڈیڈی کہہ کر میرے سینے سے آ کر لگو گی؟ لیکن ابھی یہ سن کر خوشی بھی ہو رہی ہے اور حیرت بھی کہ تم اچانک ہی مجھے پہچاننے لگی ہو۔''

ماما ذرا چپ رہیں۔پھر بولیں۔ ''یہ اچانک نہیں ہوا ہے ڈیڈی!میں پچھلے کئی دنوں سے اپنے ماضی کے زخموں کو کریدتی رہی، لہو رِستا رہا، تکلیف ہوتی رہی۔کوئی جان بوجھ کر اذیت برداشت نہیں کرتا۔لیکن میں کر رہی تھی۔ کیونکہ اپنے آس پاس بکھرے ہوئے رشتوں کو اور خود کو پہچاننے کے لئے ایسی خود سوزی ضروری تھی۔''

وہ بول رہی تھیں۔نانا جان خاموشی سے سن رہے تھے۔ وہ ذرا ٹھہر کر بولیں۔ ''میں وجی کو دیکھتی تھی اور سوچتی تھی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔شیبا بھی یہی کہتی تھی ۔وجی کی بھرپور

اپنائیت اور محبتیں بھی یہی سمجھاتی تھیں ۔میری سوچ یہ تھی کہ ایک لڑکی کی زندگی میں پہلے شوہر آتا ہے، پھر بیٹا آتا ہے۔میری زندگی میں کون آیا تھا؟''

نانا جان نے ایک ذرا کسمسا کر پہلو بدلا۔ریسیور کو ایک کان سے ہٹا کر دوسرے کان سے لگا کر سننے لگے۔ ماما کہہ رہی تھیں۔''یہ ایک سیدھا سادا سا سوال ہے اور اس کا جواب بھی سیدھا سادا سا ہونا چاہئے۔لیکن میں دیکھتی تھی، جب بھی شیبا سے اس بارے میں بات کرتی ہوں تو وہ الجھ جاتی ہے۔کوئی جواب نہیں دے پاتی۔''

وہ ذرا چپ ہوئیں۔پھر بولیں۔''سوال کرو اور جواب نہ ملے تو بے چینی بڑھنے لگتی ہے۔میرے اندر بھی تجسس بڑھتا چلا جا رہا تھا۔تب شیبا نے دو عدد ڈائریاں میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ وہ میری ہیں۔میں نے بہت پہلے اپنے حالات کو لفظوں کا جامہ پہنا کر ان ڈائریوں میں محفوظ کیا تھا۔آج انہیں کھول کر پڑھوں گی تو میرا ذہن بھی کھلتا چلا جائے گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولیں۔''میں نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انہیں پڑھنا شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ محض ڈائریاں نہیں ہیں۔ایسے دریچے ہیں، جنہیں کھولتے ہی میرا ماضی، میرا بیتا ہوا وقت مجھ پر کھلنے لگا۔میں ان دریچوں کے ذریعے پہلے اپنے آپ تک پہنچی...پھر اپنے ڈیڈی تک....شیبا کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہوتا رہا۔
پیار بھرے رشتوں کے ایسے خوشبودار ماحول میں نفرتوں کی زہریلی مہک بھی محسوس ہوتی رہی۔زرینہ پھوپھی ان کے شوہر راجہ تسلیم نواز اور ان کا بیٹا راجہ شاہنواز ببول کے کانٹے بنے رہے۔''

نانا جان نے کہا۔''یہ میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے ۔زرینہ بانو میری اکلوتی سگی بہن ہے ۔مگر اس کی حرکتوں سے ایسا لگتا ہے، جیسے وہ ماں کی کوکھ سے بہن بن کر نہیں، ناگن بن کر پیدا ہوئی ہے۔ مجھے ڈسنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔''اور آپ ہمیشہ ان کے زہر کا توڑ کرتے رہے ہیں۔''

''اپنے ارادے چٹان کی طرح مستحکم ہوں تو دشمن کا کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوتا۔اس کی تمام تر سازشیں چٹانی ارادوں سے سر پھوڑ کر رہ جاتی ہیں اور زرینہ بانو کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔''

ماما نے پوچھا۔''کیا وہ اب بھی آپ سے دشمنی کرتی رہتی ہیں؟''

''وہ ہار ماننے والی عورت نہیں ہے۔ بہت ہی ضدی ہے۔اپنی فطرت سے مجبور ہو کر

چھوٹے بڑے حملے کرتی رہتی ہے۔لیکن میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔تم اس کی بات چھوڑو۔میری اور اپنی باتیں کرو۔"

ماما جواباً کچھ کہنا چاہتی تھیں۔اُدھر سے وہ بولے۔"تم آج مجھے پہچان رہی ہو۔اس سلسلے میں تمہارے احساسات کیا ہیں؟تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولیں۔"ایسی بات نہیں ہے کہ میں آج اور ابھی آپ کی آواز سن کر آپ کو پہچان رہی ہوں۔"

"کیا مطلب....؟"

"میری یادداشت بحال ہوئے کئی روز گزر چکے ہیں۔شائد ایک ہفتہ یا اس سے بھی زیادہ...."

"کمال ہے...زندگی میں اتنی بڑی اور خوشگوار تبدیلی آئی اور تم نے مجھے انفارم نہیں کیا؟اب بھی میں رابطہ کر رہا ہوں تو بتا رہی ہو۔کیا اپنے ڈیڈی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا؟"

وہ ایک ہاتھ منہ پر رکھ کر پھر سے سسک پڑیں۔نانا جان نے پوچھا۔"کیا ہوا بیٹا....؟"

وہ بولیں۔"ان ڈائریوں سے معلوم ہوا کہ میں منکوحہ ہوں۔قربان علی واسطی میری زندگی میں ہوا کے جھونکے کی طرح آئے اور گزر گئے۔میں بابل کے انگنا سے پیا کے دیس نہ جاسکی....تب میں ڈائری پڑھتے پڑھتے رک گئی۔دل و دماغ میں یہ سوال چیخنے لگا کہ جب میری رخصتی نہیں ہوئی تو پھر وجی اور وکی کہاں سے آگئے؟کیسے آگئے؟"

نانا جان فوراً ہی کچھ کہنا چاہتے تھے۔لیکن ماما اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔"اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے میں جلدی جلدی صفحات پلٹنے لگی۔ہر صفحے پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔تب...تب یہ اذیت ناک اور شرمناک حقیقت معلوم ہوئی کہ میرے یہ بچے....سوالیہ نشان ہیں۔"

ان کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔نانا جان نے جلدی سے کہا۔"نہیں میری بچی!تم غلط سوچ رہی ہو۔یہ جھوٹ ہے۔"

"شیبا نے کہا تھا' ان ڈائریوں کی ایک ایک بات سچ ہے تو پھر اس بات کو جھوٹ کیوں کہہ رہے ہیں؟آپ شکایت کر رہے ہیں کہ جب میری یادداشت بحال ہوگئی اور میں آپ کو پہچاننے لگی تو پھر میں نے آپ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟میں کیا بتاؤں

ڈیڈی...!ایک بیٹی کو اس کی شرم مار رہی ہے۔میں اس زہریلے باپ کو اپنی ڈائری سے تو نوچ کر پھینک سکتی ہوں۔لیکن اپنی زندگی سے کیسے نوچوں؟کیسے آپ کا سامنا کروں؟"

"خود کو سنبھالو سعدیہ!بات وہ نہیں ہے' جو تم سمجھ رہی ہو۔کیا تمہیں وجی اور شیبا نے یہ نہیں بتایا کہ قربان علی واسطی زندہ ہے؟اس نے اقرار کیا ہے کہ وکی اور وجی تمہارے اور اس کے جائز بچے ہیں؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔"وجی نے مجھے بتایا ہے۔شیبا نے ڈائری میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ پیدائش کے پہلے دن ہی وکی کو ہوسپٹل سے چرا کر لے گئے تھے۔لیکن یہ بھی تو سچ ہے ناں کہ میں نے قربان علی کی صورت تک نہیں دیکھی تو پھر یہ دونوں بچے....؟یہاں آکر الجھ جاتی ہوں۔"

میں لاؤنج کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ان کے پاس آکر قالین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔"آپ کو الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ فوراً ہی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔"تم ابھی تک سوئے نہیں؟"

میں ان کی بھیگی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔"جب بچے روتے ہیں تو مائیں جاگتی رہتی ہیں۔لیکن جب بوڑھے والدین روتے ہیں تو جوان اولاد کو نیند نہیں آتی۔"

اُدھر سے نانا جان پوچھ رہے تھے۔"وجی جاگ گیا ہے؟"

ماما نے فون پر کہا۔"یہ شریر سویا نہیں تھا۔چھپ کر ہماری باتیں سنتا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔"ابھی اتنا بڑا انکشاف ہوا ہے۔آپ کی یادداشت مکمل طور پر بحال ہو چکی ہے۔آپ نانا جان کو پہچان رہی ہیں۔اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی؟"

نانا جان نے فون پر کہا۔"دیکھ لو سعدیہ!بیٹا بھی شکایت کر رہا ہے۔تم کم از کم اسے تو بتا سکتی تھیں۔"

ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔انہوں نے فون پر کہا۔"نہ بتانے کی وجہ آپ کو بتا چکی ہوں۔میں تو اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پا رہی ہوں۔"

میں نے جلدی سے کہا۔"پلیز ماما!ایسی باتیں نہ کریں۔نظریں جھکانے والی کوئی بات نہیں ہے۔"

نانا جان نے کہا۔"فون وجی کو دو۔"

انہوں نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔میں نے اسے کان سے لگا کر انہیں سلام کیا۔وہ بولے۔"بیٹا!اپنی ماں کو سمجھاؤ۔اسے بتاؤ' قربان علی واسطی اس کا شوہر ہے اور وہی

تمہارا باپ ہے۔ یہ بات صرف ہم نہیں کہہ رہے ہیں‘ اس نے خود اقرار کیا ہے۔‘‘

میں نے انہیں بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’میری ماما بہت سمجھدار ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں انہیں سمجھاؤں گا‘ یہ سمجھ جائیں گی۔‘‘

وہ بولے۔ ’’سعدیہ نے تو مجھے ہواؤں میں اڑا دیا ہے۔ مارے خوشی کے زمین پر پاؤں نہیں ٹِک رہے ہیں۔ لیکن زندگی میں خوشی اور غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ایک طرف کوئی خوشی ملتی ہے تو دوسری طرف صدمات کے پہاڑ ٹوٹنے لگتے ہیں۔ یہ بتاؤ‘ وہاں وکی کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو کر مارا گیا ہے؟‘‘

میرے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ میں نے ماما سے نظریں چراتے ہوئے فون پر کہا۔

’’جی نانا جان! آپ کو درست خبر ملی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہوا ہے۔‘‘

ان کا شکستہ لہجہ سنائی دیا۔ ’’اوہ گاڈ! ابھی تم اس خبر کی تصدیق نہ کرتے تو میں کبھی یقین کرنے والا نہیں تھا۔ بیشک۔ میں نے اسے تمہاری طرح پال پوس کر جوان نہیں کیا۔ لیکن وہ تھا تو میرا نواسہ۔ جو رشتہ تم سے ہے‘ وہی اس سے تھا۔ وقت اور حالات نے بھائیوں کو جدا کر دیا۔ ایک کو کھرا اور دوسرے کو کھوٹا بنا دیا۔ ہم اسے چمکا سکتے تھے۔ مگر.....‘‘

ماما نے میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ’’یہ تمہارا چہرہ کیوں اتر گیا ہے؟ نانا اور نواسے کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ کچھ مجھے بھی پتہ چلے؟‘‘

میں نے ذرا ہچکچا کر انہیں دیکھا۔ ادھر سے نانا جان نے پوچھا۔ ’’میرا خیال ہے‘ تم نے وکی کے بارے میں سعدیہ کو کچھ نہیں بتایا ہے؟‘‘

’’ابھی بتانا بھی نہیں ہے۔‘‘

’’اچھی بات ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں تم سے تفصیلی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دن بھر کاروباری مصروفیات مہلت نہیں دیتیں۔ اسی لئے ابھی فون کیا تھا۔ مگر سعدیہ سے بات ہوگئی۔ یہ ابھی تم سے باتیں کرنے کے بعد سونے چلی جائے گی۔ اسے قربان علی کے سلسلے میں مطمئن کرو پھر مجھ سے رابطہ کرو۔‘‘

’’اوکے نانا جان! میں بعد میں رابطہ کروں گا۔ خدا حافظ.....‘‘

میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور رکھ دیا۔ ماما نے کہا۔ ’’یہ کیا؟ تم نے فون کیوں بند کر دیا؟‘‘

میں ان کا ہاتھ تھام کر اٹھتے ہوئے بولا۔ ’’پہلے اوپر صوفے پر بیٹھیں۔‘‘

وہ میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ان کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھا۔ میں اسے

بڑے پیار سے تھپکتے ہوئے بولا۔ ’’میں آپ کو کیسا لگتا ہوں؟ میرا مطلب ہے... کیا ایسا لگتا ہوں کہ اگر میری پیدائش سوالیہ نشان بنی رہتی تو میں اس دھبے کے ساتھ زندگی گزارتا چلا جاتا؟ اپنی ولدیت کو‘ اپنی شناخت کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرتا؟‘‘

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ’’غیرت مند لوگ بدنامی کا ایک چھینٹا بھی برداشت نہیں کرتے۔‘‘

’’میں پچھلے بائیس برسوں سے انگاروں پر چلتا رہا ہوں۔ آپ کو تو اب ہوش آیا ہے۔ لیکن میں چھ برس کی عمر سے ناجائز ہونے کی اذیت برداشت کرتا رہا ہوں۔ بچپن گزر گیا۔ لڑکپن گزر گیا۔ جوانی آ گئی۔ میں اس اذیت کے ساتھ مر مر کر جیتا رہا۔ ولدیت کا کانٹا میرے دل میں‘ میرے دماغ میں چبھتا رہا۔ لیکن اب پاپا نے وہ کانٹا نکال دیا ہے۔ یہ تصدیق کر دی ہے کہ میں آپ کا اور ان کا جائز بیٹا ہوں۔‘‘

میں نے ان کا دامن تھامتے ہوئے کہا۔ ’’دل پر کوئی بوجھ نہ لیں۔ آپ کا دامن پاک اور صاف ہے۔ اس پر کوئی داغ نہیں ہے۔‘‘

انہوں نے ایک نظر مجھ پر ڈالی۔ پھر کہا۔ ’’میں کیا بولوں بیٹا...! مجھے اپنے ماضی کی ہر اہم بات یاد آ گئی ہے۔ لیکن تمہارے پاپا کے ساتھ گزارا ہوا ایک لمحہ بھی یاد نہیں آ رہا ہے۔ نہ ان ڈائریوں میں کچھ لکھا ہے۔‘‘

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ’’آپ کی زندگی کا یہ باب کچھ الجھا ہوا ہے اور اس الجھن کو صرف پاپا ہی سلجھا سکتے ہیں۔‘‘

’’تو پھر وہ سلجھاتے کیوں نہیں؟‘‘

میں نے ان کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ’’سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق فوراً ہی نہیں ہو جاتا۔ زندگی رفتہ رفتہ‘ لمحہ لمحہ اپنے اسرار کھولتی ہے۔‘‘

’’مگر یہ بھی تو دیکھو...! وہ باپ بیٹا ہم ماں بیٹے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں؟ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟‘‘

’’میں نے کہا ناں... ابھی بہت سے معاملات الجھے ہوئے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سلجھتے چلے جائیں گے۔‘‘

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ’’آپ اپنے دماغ پر بہت بوجھ ڈال رہی ہیں۔‘‘

’’میں نے دو بیٹوں کو جنم دیا ہے۔ تم دونوں میرے بازو ہو۔ لیکن تقدیر نے ایک کے

ہاتھوں میں پھول اور دوسرے کے ہاتھوں میں اسلحہ تھما دیا ہے۔میرا وہ دوسرا بیٹا مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل پر ایک گھونسا سا لگتا ہے۔''

انہوں نے بولتے بولتے میرا ہاتھ تھام لیا۔تڑپ کر پوچھا۔''کیا تم وکی کو میرے پاس نہیں لا سکتے ؟''

میں اندر ہی اندر صدمے سے ٹوٹ کر رہ گیا۔وہ ایسا مطالبہ کر رہی تھیں' جسے میں آخری سانس تک کبھی پورا نہیں کر سکتا تھا۔انہوں نے جس مضبوطی سے میرے ہاتھ کو جکڑ رکھا تھا' اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ممتا اپنے دوسرے بیٹے کے لئے بے چین ہو گئی ہے۔

میں ان سے کترا رہا تھا۔وہ میرے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اپنی طرف کرتے ہوئے بولیں۔''ممتا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔تم بس اسے میرے پاس لے آؤ۔میں اسے پیار سے سمجھاؤں گی تو وہ سمجھ جائے گا۔اپنی روش کو بھول کر تمہارے نقشِ قدم پر چلنے لگے گا۔''

میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔''بے شک۔آپ اسے راہ راست پر لا سکیں گی۔لیکن میں اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں جانتا۔وہ کہاں رہتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ مجھے کچھ علم نہیں ہے۔''

''تم اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ہو۔سراغ رسانی تمہارا پیشہ ہے۔کیا اپنے بھائی کو تلاش نہیں کر سکو گے؟''

''آپ کا وہ بیٹا ہوا کے جھونکے کی طرح ہے۔اسے قابو میں کرنا مشکل ہے۔لیکن فکر نہ کریں۔میں اسے آپ کے قدموں میں پہنچا کر ہی دم لوں گا۔''

پھر میں نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''یہ آپ کے سونے کا وقت ہے۔چلیں...کمرے میں چل کر آرام کریں۔''

انہوں نے سر گھما کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔میں نے پوچھا۔''کیا بات ہے؟ اسے کیا دیکھ رہی ہیں؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولیں۔''نہیں۔کچھ نہیں...بس یونہی....''

پھر وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولیں۔''تم بھی جا کر سو جاؤ۔''

مجھے تو نانا جان سے باتیں کرنی تھیں۔لیکن ماما کو مطمئن کرنے کے لئے ایسے اٹھ کر کھڑا ہو گیا' جیسے سونے کے لئے اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہوں۔وہ اپنے بیڈ روم میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔دروازہ بند ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد لائٹ بھی آف ہو گئی۔

میں تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔پھر مطمئن ہونے کے بعد ٹیلی فون کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔چند لمحوں بعد رابطہ ہو گیا۔دوسری طرف بیل

جانے لگی۔لیکن میں نانا جان کی آواز سن نہ سکا۔اس سے پہلے ہی مجھے ریسیور رکھنا پڑا۔

ماما کے کمرے کا دروازہ کھل گیا تھا۔وہ چوروں کی طرح دبے قدموں چلتی ہوئی باہر آ رہی تھیں۔لیکن مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔

میں بھی انہیں دیکھ کر چونک گیا۔اپنی چوری چھپاتے ہوئے بولا۔''آپ ابھی تک لیٹی نہیں؟''

وہ بھی جیسے چور سی ہو گئی تھیں۔ہچکچاتے ہوئے بولیں۔''آں۔ہاں لیٹ گئی تھی۔وہ....''

پھر انہوں نے ذرا تن کر پوچھا۔''تم بھی تو سونے چلے گئے تھے۔پھر یہاں فون کے پاس کیا کر رہے ہو؟''

''فون سے مجھے کیا لینا ہے؟ میں تو بس یونہی بیٹھا ہوا تھا۔ابھی جا کر سو جاؤں گا۔''

''جھوٹ مت بولو۔میں نے دیکھا تھا' ریسیور تمہارے کان سے لگا ہوا تھا۔''

میں نے اٹھ کر ان کے پاس آتے ہوئے کہا۔''کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ اسی لئے بزرگ کہتے ہیں' وقت پر سو جانا چاہئے۔ورنہ کچھ کا کچھ دکھائی دیتا ہے۔''

میں انہیں شانے سے تھام کر اندر لے جانا چاہتا تھا۔لیکن وہ مجھے دھکیلتی ہوئی میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے بولیں۔''بزرگ میں ہوں۔تم نہیں ہو۔میں یہ بھول گئی تھی کہ بچوں کو سلا کر پھر سونے کے لئے جانا چاہئے۔''

وہ مجھے میرے کمرے میں لے آئیں۔میں نے مسکرا کر پوچھا۔''کیا لوری سنا کر سلائیں گی؟''

وہ مجھے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولیں۔''تمہاری یہ لوری سننے کی نہیں۔بیوی کے نغمے سننے کی عمر ہے۔خدا رابعہ پر رحم فرمائے اور تم اس کی تلاش کے سلسلے میں جو کوششیں کر رہے ہو' ان میں کامیابی عطا فرمائے۔تم جس روز اسے میرے پاس لے کر آؤ گے' میں اسی روز تمہارا نکاح پڑھوا دوں گی۔''

جینا کی یاد نے میرے اندر اداسی سی بھر دی۔ماما میری پیشانی کو چوم کر مجھے لیٹنے کی ہدایت کرتے ہوئے کمرے سے چلی گئیں۔میں ان کے جانے کے بعد سر جھکائے بیٹھا رہا۔پھر وال کلاک کو دیکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔''بیچارے نانا جان انتظار کرتے کرتے سو گئے ہوں گے۔''

میں فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر آیا۔محتاط نظروں سے ماما کے کمرے کی طرف دیکھتا ہوا ٹیلی فون کے قریب پہنچا تو میز کی طرف دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔شدید حیرانی سے زیرِ لب

بولا۔"یہ ٹیلی فون کہاں گیا؟"

میں متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔پھر میری نظر اس کے تار پر پڑی۔میں اسے اٹھا کر یہ تعین کرنے لگا کہ وہ کہاں ہوسکتا ہے؟ میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا ماما کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔دروازے کے نیچے سے اندر جانے والا تار بتا رہا تھا کہ ٹیلی فون اس کمرے میں ہے۔

میں نے تعجب سے سوچا۔"ماما اسے اٹھا کر اندر کیوں لے گئی ہیں؟"

میں نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ بہت ہی دھیمی سی سرگوشی ابھر رہی تھی۔مجھے حیرت ہوئی کہ ماما اس وقت کس سے باتیں کر رہی ہیں؟

میں دستک دینا چاہتا تھا۔پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔وہاں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔یہ خیال تھا کہ شائد وہ شیبا آنٹی سے باتیں کر رہی ہیں اور نہ جانے کب تک کرتی رہیں گی؟ پاکستان کے وقت کے مطابق نانا جان تو گہری نیند میں ڈوب جائیں گے۔

میں نے اپنا موبائل فون اٹھایا۔پھر ان کے نمبر پنچ کرکے اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔دوسری طرف نمبر مصروف جا رہا تھا۔میں نے تھوڑی دیر بعد پھر کوشش کی۔نانا جان کی آواز سنائی دی۔میں نے انہیں سلام کرنے کے بعد پوچھا۔"ابھی آپ کا نمبر بزی جا رہا تھا۔کیا مجھے کال کر رہے تھے؟"

"ارے نہیں بیٹا!میں تو تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔لیکن جب گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو سعدیہ کی آواز سنائی دی۔"

"ماما کی آواز....؟"

"ہاں بیٹا!مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی تھی کہ وہ مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہے۔لیکن میرا ذہن تمہاری طرف اٹکا ہوا تھا۔وکی کے سلسلے میں مجھے بڑی بے چینی ہے۔بیٹی سے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا کہ سونے جا رہا ہوں۔صبح اس سے خوب باتیں کروں گا۔"

میں نے مسکرا کر سوچا۔"اچھا تو ٹیلی فون اسی لئے ماما کے کمرے میں پہنچا ہوا ہے۔وہ اپنے ڈیڈی سے باتیں کرنے کے لئے بے چین تھیں۔"

نانا جان نے کہا۔"تم اب تک ایک کیس کی تحقیقات میں الجھے ہوئے تھے۔اس لئے میں تم سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔لیکن تمہارے حوالے سے ایک ایک پل کی رپورٹ مجھے ملتی رہی ہے۔وکی کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہو رہا ہے۔"

پھر انہوں نے سر جھٹک کر کہا۔"یہ قربان علی آخر کر کیا رہا ہے؟ خوامخواہ رخشی کے ناجائز بیٹے کی حمایت کرتے کرتے اپنے ہی جائز بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔"

"میں ماما کو ابھی یہ المناک خبر سنانا نہیں چاہتا۔لیکن وہ بڑی محبت سے تقاضا کر رہی ہیں کہ میں وکی کو ان کے پاس لے آؤں۔"

نانا جان نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"اس نے بیٹے کا مطالبہ بھی کیا تو کب....جب وہ اس دنیا میں نہ رہا۔فی الحال اسے تو مختلف بہانوں سے ٹالا جاسکتا ہے۔تم مجھے قربان علی کے بارے میں بتاؤ' کیا اس حادثے کے بعد اس نے تم سے رابطہ کیا ہے؟"

"پاپا خود کب رابطہ کرتے ہیں؟ان کی طرف سے تو وہ نمائندہ ہی بولتا ہے۔لیکن ابھی وہ بھی خاموش ہے۔"

"تم بیز واٹر جانے سے پہلے قربان علی کی کھوج میں لگے ہوئے تھے۔تمہیں اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔"

"فی الحال میری تمام تر توجہ اس نومسلم لڑکی جینا کی طرف ہے۔"

"یہ جینا....اس نوجوان کی بہن ہے ناں' جو وکی کے ساتھ مارا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"مگر تمہارا دھیان اس کی طرف کیوں لگا ہوا ہے؟"

"شائد آپ تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ اسے اغوا کرلیا گیا ہے؟اور جب تک میں اسے دشمنوں کے چنگل سے نکال نہیں لاؤں گا' تب تک چین سے نہیں بیٹھوں گا۔اس سلسلے میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک ریٹائرڈ افسر گیری کوپر میری معاونت کر رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔تم اس کی تلاش میں لگے رہو۔لیکن قربان علی کی طرف سے غافل نہ رہنا۔وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔اب میرے سر پر ماں کی دعاؤں کا سایہ رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ میں تین بار جان لیوا حملوں سے محفوظ رہا ہوں۔"

"خدا تمہیں اور تمہاری ماں کو سلامتی دے۔"

میں نے آمین کہتے ہوئے پوچھا۔"آپ اپنی بیٹی سے ملنے کب آرہے ہیں؟"

"دل تو چاہتا ہے ابھی اڑ کر اس کے پاس چلا آؤں۔لیکن آنے سے پہلے یہاں اپنے دیگر سنگین معاملات کو سمیٹنا ہوگا۔انشااللہ...جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔"

پاکستان کے وقت کے مطابق آدھی رات سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔فجر کی اذان کے

لئے اٹھنا ضروری تھا۔لہٰذا انہوں نے شب بخیر کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔

میں بھی بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے سونے کی کوششیں کرنے لگا۔مگر نیند نہیں آئی۔وہ چلی آئی.....بند آنکھوں کے پیچھے جینا کا چہرہ جگمگانے لگا۔وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔مسکرا رہی تھی۔ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔

میرے دل نے تڑپ کر پوچھا۔''تم کہاں ہو جینا...!میں تمہارے پاس آنا تو چاہتا ہوں مگر راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔''

وہ جیسے جگنو کی طرح آئی تھی۔چند لمحے روشن رہی پھر بجھ گئی۔مجھے اندھیروں میں چھوڑ کر کہیں گم ہوگئی۔میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔دل سے بے اختیار دعا نکلی۔''یا اللہ!اس کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد فرما۔''

میں کروٹ بدلنا چاہتا تھا۔ایسے وقت موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔میں نے تعجب سے سوچا۔''اس وقت کون ہوسکتا ہے؟''

پھر فوراً ہی اسے اٹھا کر دیکھا۔فون کی ننھی سی اسکرین پر پاپا کے نمائندے کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔''کیا جینا کی کوئی خبر ملنے والی ہے؟''

میں نے اسے فوراً ہی آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔''ہیلو...!''

نمائندے نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔''اچھا...تو تم واقعی زندہ بچ گئے ہو؟''

''تم نے تو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔یہ بتاؤ' جینا کہاں ہے؟''

''مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو؟میں تو خود اس کی تلاش میں ہوں۔''

میں نے غصے کہا۔''بکواس مت کرو۔تم نے اسے فون کر کے جائے حادثہ کی طرف بلایا تھا۔پھر اس کی گاڑی وہاں چھوڑ کر اسے اغواء کر کے لے گئے۔''

''ہاں۔میں نے اُسے بلایا تھا۔لیکن خود وہاں نہ پہنچ سکا۔''

''تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔باتیں بنا رہے ہو۔''

''مجھے باتیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟تم ابتداء سے دیکھتے آرہے ہو۔میں نے کبھی اپنے آقاؤں کے حکم مطابق تمہارے خلاف کوئی کارروائی کی تو اس کی ذمہ داری بھی قبول کی۔باقاعدہ فون کر کے تمہیں بتاتا رہا۔یقین کرنا چاہتے ہو تو کرلو...جینا میرے پاس نہیں ہے۔''

میں اس کی یہ بات سن کر قائل ہوگیا' واقعی مجھ سے جب بھی دشمنی کی جاتی ہے تو پاپا کا یہ نمائندہ فون پر مجھ سے بات ضرور کرتا ہے۔

میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔''وہ میرے پاس نہیں ہے۔تمہارے پاس نہیں ہے تو پھر کہاں چلی گئی؟تم پاپا سے میری بات کراؤ۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔''وکی اور میلسن کی موت نے سب کچھ الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔اِدھر خفیہ تنظیم والے مجھ سے خفا ہیں۔اُدھر بگ باس نے غدار کہہ کر میرے خلاف موت کا حکم جاری کردیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔''یہ بگ باس کون ہے؟''

''بہت بڑی چیز ہے۔بڑے بڑے سیاستدان اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے اور سر جھکاتے ہیں۔''

''تم شاید میرے پاپا کو بگ باس کہہ رہے ہو؟''

''وہ تمہارے باپ کا بھی باپ ہے۔میں نے اب تک تمہارے خلاف جو بھی کارروائی کی' اس کے حکم سے کی۔''

میں نے چونک کر پوچھا۔''لیکن تم تو ہمیشہ پاپا کے نمائندے بن کر مجھ سے رابطہ کرتے رہے ہو؟''

''بیشک۔میں تمہارے پاپا کا نمائندہ بنا رہا۔لیکن مجھے جو بھی حکم ملا' بگ باس کی طرف سے ملا۔ممکن ہے' وہ دونوں مل کر منصوبہ بندی کرتے ہوں۔بہر حال میں اندر کی باتیں نہیں جانتا۔''

میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔''بائی دا وے...جب جینا تمہارے پاس نہیں ہے تو تم نے ابھی مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟''

''میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسا سودا...؟''

''ایک ایسا سودا' جس سے تمہیں بھی فائدہ پہنچے اور مجھے بھی....کیا تم اپنے پاپا اور بگ باس تک پہنچنا چاہو گے؟''

میں نے پہلو بدل کر کہا۔''مجھے کسی جال میں پھانسنے کی کوشش نہ کرو۔''

''میں تو خود پھنسا ہوا ہوں۔تمہیں کیا پھانسوں گا؟دراصل وکی بگ باس کا لاڈلا آلۂ کار تھا۔اس نے شہزادوں کی طرح اُس کی پرورش کی تھی۔اسے ماسٹر مائنڈ بنایا تھا اور میں نے اُس کے ایسے اہم آلۂ کار کو ہلاک کردیا۔''

وہ نمائندہ بڑے بڑے انکشافات کرر ہا تھا۔پہلا انکشاف تو یہ تھا کہ کوئی بگ باس مجھ

سے دشمنی کر رہا ہے اور اب یہ نئی بات معلوم ہو رہی تھی کہ وکی کی پرورش پاپا نے نہیں کی ہے۔ وہ اسی بگ باس کا بیٹا بنا ہوا ہے۔

نمائندے کی آواز سنائی دی۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ ''باس میری جان کا دشمن بن گیا ہے۔ اس کے آلۂ کار میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔ ایسے حالات میں اگر کسی طرح وکی زندہ ہو کر اس کے سامنے پہنچے گا تو وہ یقیناً میری جاں بخشی کر دے گا۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ایک مردہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟''

''وہ مرنے والا ہو بہو تم جیسا تھا۔ اگر تم وجی کے بجائے وکی بن جاؤ تو وہ زندہ ہو سکتا ہے۔''

میرے دماغ میں سنسنی سے پھیلنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ ''اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟''

''سیدھی سی بات ہے' تم وکی بن کر اپنے پاپا اور بگ باس تک پہنچ سکتے ہو۔ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔ اس طرح میری جاں بخشی ہو جائے گی اور تم ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گے۔''

اس کی بات سنتے ہی میرا دماغ ایک جھماکے سے روشن ہو گیا۔ وہ بلاشبہ ایک زبردست تدبیر بتا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ذرا رکو۔ مجھے سوچنے دو۔''

میں سوچنے لگا۔ بات تو یہی سیدھی سی سمجھ میں آ رہی تھی کہ لوہے کو لوہے سے کاٹنا اور مکاروں کو مکاری سے مارنا چاہئے۔ یہ لوگ اب تک ہم سے مکاری کرتے آ رہے تھے۔ اب میری باری تھی۔ میں وکی بن کر واقعی کسی بگ باس تک ہی نہیں' اپنے پاپا تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

دوسری طرف نمائندے نے کہا۔ ''تم اچھی طرح سوچو۔ مگر وقت بہت کم ہے۔ یہ بات یاد رکھو! اس سودے بازی میں ہم ایک دوسرے کے رازدار رہیں گے۔ ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ ہم میں سے جو بھی راز کھولے گا' وہ بگ باس کے ہاتھوں جان سے جائے گا۔''

میں نے قائل ہو کر کہا۔ ''تمہاری پلاننگ تو زبردست ہے۔ مجھے بتاؤ' ہم کہاں مل سکتے ہیں؟''

وہ بولا۔ ''ابھی میں مجبور ہوں۔ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل نہیں سکتا۔ جیسے ہی کوئی مناسب موقع ہوگا' میں تمہیں کال کروں گا۔''

ہمارے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے فون کو دیکھا۔ پھر نانا جان

کے نمبر پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ان کی بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ گہری نیند میں تھے۔ میں نے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''سوری نانا جان! میں آپ کی نیند خراب کر رہا ہوں۔ بات کچھ ایسی ہے کہ صبح تک انتظار نہیں کر سکتا تھا۔''

انہوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''خیریت تو ہے؟''

''ابھی پاپا کے نمائندے کا فون آیا تھا۔ اس نے بڑے اہم انکشافات کئے ہیں۔ سب سے پہلا انکشاف تو یہی ہے کہ وہ پاپا کا نمائندہ نہیں ہے۔ کسی بگ باس کا آلۂ کار ہے۔''

پھر میں انہیں تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ سننے کے بعد بولے۔ ''میرا خیال ہے' یہ بگ باس وہی اعلیٰ عہدیدار ہے' جو رخشی کی حمایت کے سلسلے میں مجھے فون کرتا رہا تھا۔''

''یقیناً یہ وہی ہے۔ اُسی نے وکی کی پرورش کی ہے اور پاپا اس کے ساتھ مل کر ہم سے دشمنی کر رہے ہیں۔''

وہ بولے۔ ''اس نمائندے کے ذریعے ہم دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔ تم اس سلسلے میں کوئی ٹھوس پلاننگ کرو۔ وہ نمائندہ ہمارے بڑے کام آئے گا۔''

''اب آپ آرام کریں۔ میں سوچتا ہوں' اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ صبح ماسٹر فواد اور امیر حمزہ سے بھی مشورے کروں گا۔''

ہمارے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس نمائندے نے کئی گتھیاں سلجھا دی تھیں۔ ایک تو یہ کہ مذہبی تعصب رکھنے والی اس خفیہ تنظیم کا بگ باس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

دوسرا یہ کہ وکی پاپا کا نہیں' دراصل بگ باس کا آلۂ کار تھا۔ مگر تیسری گتھی ابھی الجھی ہوئی تھی۔ ذہن میں یہ سوال ابھر رہا تھا کہ پاپا دراصل کیا ہیں؟ وہ مجھ سے اور ماما سے دشمنی کیوں کر رہے ہیں؟ بگ باس کے آلۂ کار کیوں بنے ہوئے ہیں؟

بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہر سوال کا جواب ملتا رہتا ہے۔ لیکن ذرا صبر سے انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس انتظار کے دوران عجیب و غریب واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ میں حالات کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے والا تھا۔



بگ باس بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ اسے وکی کی موت کے ساتھ ساتھ اپنے اُن

منصوبوں کے خاک مل جانے کا بھی افسوس تھا' جن پر عمل کرتے ہوئے وہ آئندہ ناناجان کی دولت اور جائیداد رخشی کے ناجائز بیٹے سلطان ظفر کے نام کرانا چاہتا تھا۔اس کی ولدیت میں ناناجان کے نام کو مصدقہ کرانا چاہتا تھا۔

مگراب ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ سارا کھیل تو وہ وکی کے ذریعہ کھیل رہا تھا اور وہی سب سے اہم کھلاڑی دغا دے گیا تھا۔ پہلی بار اس کے منہ سے وکی کے لئے گالی نکلی۔

''اُس گدھے کے بچے کو ایسے ہی وقت مرنا تھا؟ میں جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔وجی اور وکی جیسے جائز وارثوں کو ٹھوکریں مار کر سلطان ظفر کو جبراً وارث بنانے والا تھا۔''

وہ بڑا شیطانی کھیل کھیل رہا تھا۔ وکی نہیں جانتا تھا کہ اسی کے شانے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے اور اسی کی لاش پر سلطان ظفر کو نیک نامی دینا چاہتا ہے۔اب وہ وکی کو موت کی گہری کھائیوں سے نکال کر نہیں لاسکتا تھا اور جو واپس نہیں آسکتا تھا' وہ اُس کے لئے دو کوڑی کا ہوگیا تھا۔ لہٰذا وہ اسے ذہن سے جھٹک کر سوچنے لگا کہ اب کوئی نیا منصوبہ بنانا ہوگا۔کوئی نئی چال چلنی ہوگی۔

فی الحال تو وہ بگ باس جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔مگر رخشی کے لئے جو کھیل شروع کر چکا تھا' اسے ختم کرنے والا نہیں تھا۔ ذہن میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ ناناجان کا ایک جائز وارث تو مارا گیا۔ دوسرا میں رہ گیا ہوں۔اب مجھے ٹھکانے لگانے کی پلاننگ کرنی تھی۔

وہ ایک بازی ہارنے کے باوجود اس خیال سے تازہ دم ہو رہا تھا کہ اب میں ہی اس کے راستے کا کانٹا رہ گیا ہوں۔ وہ کسی بھی طرح میری جان جوکھم میں ڈال کر ناناجان کو سلطان ظفر کے حق میں وصیت لکھنے پر مجبور کر سکے گا۔

اِدھر میں تھا۔ مجھے اُس بگ باس کے سامنے وکی کا رول ادا کرنے کے سلسلے میں بہت سی اہم معلومات حاصل کرنی تھیں۔ مثلاً یہ کہ بگ باس سے اس کے تعلقات کس حد تک دوستانہ تھے؟ان کے درمیان کس طرح گفتگو ہوتی تھی؟

یہ بھی معلوم کرنا تھا' کیا وکی کی کوئی کمزوری باس کے ہاتھوں میں تھی اور ہمارے سلسلے میں وہ کیسی رازداری برتتے رہتے تھے؟

اندر کی یہ اہم باتیں معلوم کئے بغیر میں اُس انجانے اور خطرناک ماحول میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

تیسری طرف ہم سب کی لاعلمی میں وکی زندہ تھا۔مگر وہ کہاں تھا؟ میری جینا کو کس طرح ٹریپ کر چکا تھا اور اسے کہاں لے گیا تھا؟ یہ میں نہیں جانتا تھا۔

اُسے نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد اپنے بگ باس سے رابطہ کرنا چاہئے۔لیکن فی الحال وہ اپنے سب سے بڑے سرپرست کو بھی نظرانداز کر رہا تھا۔اس کی ایسی پراسرار خاموشی اور گمشدگی کے باعث میں وکی کا رول ادا کر کے ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہونے والا تھا۔

کیا مجھے وکی بننے کا خطرہ مول لینا چاہئے؟

مجھے الہام ہونے والا نہیں تھا کہ ایسا نہ کروں۔آگے موت کی کھائی ہے۔

واہ...!میرا بھی کیا بھائی ہے؟

ٹوبی اور ناٹ ٹوبی...وہ ہے... وہ نہیں ہے۔اس کے ہونے اور نہ ہونے کے درمیان میں سُولی پر لٹکنے والا تھا۔



آگے کھائی ہو اندھیرا ہو تو کوئی جان بوجھ کر کھائی میں گرنے اور اندھیروں میں بھٹکنے نہیں جاتا۔ لیکن میرے حالات مجھے ایسی خود ساختہ شامت کو دعوت دینے پر مجبور کر رہے تھے۔ ویسے مجبوری سے زیادہ میری ضرورت مجھے پکار رہی تھی اور ضرورت یہ تھی کہ جو باپ فون پر اپنے بیٹے کو جائز کہہ چکا ہے۔ وہ دنیا والوں کے سامنے بھی اس بات کی تصدیق کرے اور میری شناخت کو مستند بنا دے۔

میرے حالات مجھے سمجھا رہے تھے کہ زندگی میں کچھ بھی حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اپنے باپ کا نام بھی .... پاپا اپنی زبان سے میرے جائز ہونے کا اقرار کر چکے تھے۔ میں مطمئن ہو گیا تھا۔ لیکن دنیا کو سرٹیفکیٹ دکھانے کے لئے اور پاپا کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اُن تک پہنچنا بہت ضروری تھا اور اُن تک پہنچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں وکی بن جاؤں۔

مگر وکی بننا اور اُس بگ باس کو بنانا بچوں کا کھیل نہیں تھا' پھر بھی میں یہ کھیل کھیلنا چاہتا تھا۔ گویا کسی بیل کو پچکار کر کہنا چاہتا تھا۔ ''آ بیل مجھے مار.....''

وہ بگ باس کسی سانڈ سے کم نہ تھا۔ مجھے بھرپور تیاری کے ساتھ میدان میں اترنا تھا۔ اس کے بعد دو ہی صورتوں میں انجام ہوتا یا تو میں میدان مار لیتا یا اس سانڈ کے قدموں تلے آکر مارا جاتا۔

یہ قوی امکان تھا کہ میں بھول سے کوئی بھول کرتا' وکی بن کر رہنے میں ایک ذرا کوتاہی برتتا تو میری وہ کوتاہی بگ باس کی نظروں میں آجاتی۔ یوں وہ سمجھ لیتا کہ میں اصل نہیں ہوں' نقل ہوں۔ وکی نہیں ہوں' فراڈ ہوں۔

میری سب سے بڑی بدبختی تو یہ تھی کہ ہم جسے مردہ سمجھ رہے تھے' وہ زندہ تھا۔ کسی بھی وقت بگ باس کے سامنے آکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے والا تھا۔

ان تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے تو میرے لئے وہاں قدم قدم پر خطرات تھے۔ ایسے جان لیوا خطرات سے باخبر رہنے کے باوجود میں اس موت نگر میں جانے کے لئے تیار تھا۔ مگر ابھی میری تیاری ادھوری تھی۔ جب تک پاپا کا وہ نمائندہ مجھے وکی اور بگ باس کے پورے حالات سے واقف نہ کرتا۔ ان کے زندگی کے طور طریقوں کے بارے میں نہ بتاتا' تب تک میں وکی کا ڈپلی کیٹ نہیں بن سکتا تھا۔ وہ یقیناً آپس میں اہم معاملات پر بات کرنے کے دوران کوڈ ورڈز یا کوئی خاص اندازِ تخاطب استعمال کرتے ہوں گے اور وہ خفیہ بول چال کیا ہو سکتی تھی؟ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آسان نہ تھا۔

چونکہ وہ نمائندہ میرے اور نانا جان کے سلسلے میں بگ باس کا اہم آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ اس کی رہنمائی بڑے کام آسکتی تھی۔ وہ ہمارے لئے معلومات کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ لیکن فی الحال وہ اپنی چند مجبوریوں کے تحت ابھی ہم سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ ہماری کوشش یہ تھی کہ اس بار فون پر بات کرنے کے بجائے اس سے روبرو ملاقات کی جائے۔

میں اس سلسلے میں نانا جان کے علاوہ ماسٹر فو اور امیر حمزہ سے بھی صلح مشورے کر رہا تھا۔ ہم کامیابی سے ناکامی کے پہلوؤں پر غور کر رہے تھے۔ یوں کئی پیچیدگیاں ہمارے سامنے آرہی تھیں۔

میں اس پہلو پر بھی غور کر رہا تھا کہ کوئی بھی آلۂ کار اپنے آقاؤں کے خفیہ معاملات اُسی حد تک سمجھ سکتا ہے' جتنا اسے سمجھایا جاتا ہے۔ بیشک وہ نمائندہ معلومات کا ذریعہ بننے والا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ توقعات نہیں رکھی جاسکتی تھیں۔

ماسٹر فو نے کہا۔ ''ہر شخص کی اپنی ایک خاص پہچان ہوتی ہے۔ اور کسی کا بھی ڈپلیکیٹ بننے کے لئے اس پہچان تک پہنچنا لازمی ہوتا ہے۔ آپ دونوں بھائی جڑواں تھے۔ اس حوالے سے صرف صورتیں ہی نہیں' آپ دونوں کے مزاج بھی ایک جیسے ہونے چاہئے تھے۔ لیکن مختلف پرورش' تربیت اور ماحول نے آپ کو ایک دوسرے کا متضاد بنا دیا ہے۔''

امیر حمزہ نے کہا۔ ''ویسے یہ قدرتی بات ہے' وکی کی کچھ تو خاص عادتیں وجی بابا سے ملتی جلتی ہوں گی۔''

''اور وہ چند خاص عادتیں کیا ہو سکتی ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''اصل مسئلہ تو یہی ہے۔ ہم ایک مردے کو قبر سے نکال کر یہ نہیں پوچھ سکتے کہ زندگی میں اس کی اہم عادتیں اور خصلتیں کیا تھیں؟''

میں ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''وہ بڑا شاطر کھلاڑی

تھا۔کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔اس لئے اس کا کوئی ریکارڈ بھی موجود نہیں ہے۔"

ماسٹر فو ذرا سوچ کر بولا۔"بالفرض کوئی آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہے گا تو وہ سب سے پہلے آپ کے قریب رہنے والے میں سے کسی فرد کو ٹریپ کرے گا۔جس طرح میں اور امیر حمزہ آپ کے دستِ راست بنے ہوئے ہیں۔اسی طرح وکی کا بھی کوئی نہ کوئی دایاں بازو ضرور رہوگا۔"

میں نے قائل ہوکر اسے دیکھا پھر کہا۔"اس سلسلے میں وہ نمائندہ ہی ہمیں کچھ بتا سکے گا۔ویسے وہ بگ باس سب سے پہلے وکی کی اس اہم شناخت کو چیک کرے گا۔"

انہوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔میں نے کہا۔"وکی کی کمر پر گولی کے زخم کا نشان ہے اور وہ نشان ہمیں ایک دوسرے سے قدرے مختلف کرتا ہے۔"

ماسٹر فو نے کہا۔"ایک معمولی سرجری کے ذریعے اس فرق کو مٹایا جا سکے گا۔"

حمزہ نے سوچتے ہوئے پوچھا۔"کیا خیال ہے؟ وکی کی اس سابقہ گرل فرینڈ سبرینا مائیکل کو ٹریپ کیا جائے؟"

میں نے اور ماسٹر نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔وہ بولا۔"وہ ایک لالچی لڑکی تھی۔وکی کے رنگ ڈھنگ سے اچھی طرح واقف ہوگی۔رقم کے لالچ میں ہمیں بہت کچھ بتا سکے گی۔"

میں نے کہا۔"بیشک۔بتا سکے گی مگر اس کے ذریعے بات پھیل سکتی ہے۔یہ سوال پیدا ہوگا کہ ہم وکی کے بارے میں ایسی معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

ماسٹر فو نے میری تائید کرتے ہوئے کہا۔"ویسے معلومات کا بہتر ذریعہ وہ نمائندہ ہی ہے۔ہمیں اسی پر توجہ دینی چاہئے۔"

"اور اس کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ ہم خود اس سے رابطہ نہیں کر سکتے۔جب اسے موقع ملتا ہے' تب وہ فون پر بات کرتا ہے۔"

میں ایسے اہم معاملات پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ جینا کو بھی تلاش کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔لیکن کئی دنوں کی کوششوں کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہیں مل پایا تھا۔میرے اندر ایک الگ طرح کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔اس بے چینی کا تعلق دل سے تھا اور دل کے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ جانے انجانے میں چپ چاپ تڑپاتے رہتے ہیں۔

پاپا کے نمائندے نے بتایا تھا کہ جینا نہ تو خفیہ تنظیم والوں کے ہاتھوں تک پہنچی ہے اور نہ ہی بگ باس کے شکنجے میں آئی ہے۔یہ دو ہی بڑے دشمن اس کی تاک میں لگے ہوئے

تھے۔اگر وہ ان کے پاس نہیں تھی تو کہاں پہنچی ہوئی تھی؟اس کے لئے میری تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کا ایسا کون سا انجانا دشمن ہوسکتا ہے' جسے میں نہیں جانتا؟

فی الحال میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اپنے بھائی اور محبوب کی تلاش میں اس جائے حادثہ کی طرف جانے والی کیسے وکی کے فریب میں آچکی ہے؟

ہمیں نمائندے کی کال کا انتظار تھا۔ٹیلی فون کی گھنٹی سنتے ہی میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔دوسری طرف سے نانا جان کی آواز سنائی دی۔میں نے انہیں سلام کیا۔وہ سلام کا جواب دینے کے بعد بولے۔"تم نے بتایا تھا' بگ باس کا تعلق انڈر ورلڈ سے ہے۔میں اپنے طور پر معلومات حاصل کر رہا ہوں۔لیکن اب تک بگ باس کہلانے والے کسی شخص کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکا ہے۔"

میں نے کہا۔"بگ باس ایک فرضی اندازِ تخاطب ہے۔ممکن ہے' کوئی اپنی شناخت بدل کر میرے اور آپ کے خلاف یہ سارا گیم کھیل رہا ہو؟"

وہ بولے۔"درست کہتے ہو۔انڈر ورلڈ کے کئی ناقابلِ شکست سورما دوہری زندگی گزارتے ہیں۔کئی معاملات میں چھپ کر ایسے رہتے ہیں کہ بغل میں بیٹھنے کے باوجود ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے۔یقیناً بگ باس کا بھی کوئی جانا پہچانا نام ہوگا۔یہ بھی ممکن ہے کہ وہ میرے آس پاس کا ہی کوئی بندہ ہو۔لیکن میں نام کی وجہ سے اسے پہچان نہیں پا رہا ہوں۔"

پھر انہوں نے پوچھا۔"اس نمائندے کا فون آیا؟"

میں نے کہا۔"ہم اسی کی کال کا انتظار کر رہے ہیں۔"

نانا جان نے کہا۔"دیکھو بیٹا! بیشک۔تم ہمارے ایک بہت بڑے دشمن تک پہنچ رہے ہو اور اس کے ذریعے اپنے باپ تک بھی پہنچنے والے ہو۔لیکن یہ راستہ انتہائی خطرناک ہوگا۔مجھے اپنی تربیت پر بھروسہ ہے۔خدا نے چاہا تو تم اپنے دشمنوں کے لئے ناقابلِ شکست ثابت ہوتے رہوگے۔پھر بھی...نہ جانے کیوں دل ڈوبتا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔"کمال ہے...ناقابلِ شکست بھی کہہ رہے ہیں اور وسوسوں میں بھی گھرے ہوئے ہیں؟"

"کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور تمہیں بھی سمجھا رہا ہوں' کبھی بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ہمیشہ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنے والے ہی شہزور بنتے ہیں۔تم اس بگ باس کے قریب

پہنچ کر گویا اس کے لئے چیلنج بننے والے ہو۔تمہیں ہر پہلو سے محتاط رہنا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔میں حمزہ اور ماسٹر فو کے ساتھ مل کر بہت ہی ٹھوس پلاننگ کروں گا۔"

پھر انہوں نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کردیا کہ اس نمائندے کی کال آنے والی ہے تو فون کو بزی نہیں رکھنا چاہئے۔میں ریسیور رکھ کر پلٹنا ہی چاہتا تھا۔ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا۔"ہیلو کون....؟"

دوسری طرف سے اسی نمائندے کی آواز سنائی دی۔ میں نے پہلو بدل کر کہا۔"میں ابھی تمہاری کال کا انتظار کررہا تھا۔"

اس نے پوچھا۔"میری آفر کے بارے میں کیا سوچا؟"

"میں وکی بننے کو تیار ہوں۔لیکن اس سلسلے میں بہت سی قباحتیں ہیں۔پہلے انہیں دور ہونا چاہئے۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔"وکی اور بگ باس اہم معاملات پر باتیں کرنے کے لئے کوئی خاص بول چال یا لب ولہجہ استعمال کرتے ہوں گے۔کیا تم اس سے واقف ہو؟"

وہ بولا۔"بیشک۔کرتے ہوں گے۔لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' اندر کی باتیں نہیں جانتا۔جس حد تک معلوم ہے' اتنا ہی بتا سکوں گا۔"

میں نے ذرا مایوس ہوکر ماسٹر فو اور امیر حمزہ کو دیکھا۔پھر فون پر پوچھا۔"اتنا تو جانتے ہوگے کہ وکی کا کوئی دست راست یا کوئی خاص آلہ کار تھا یا نہیں...؟"

"نہیں۔وہ اپنے آس پاس ماتحتوں کی بھیڑ پسند نہیں کرتا تھا۔اس لئے اسے ہمیشہ تنہا ہی دیکھا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔"پھر تو اس کا رول پلے کرنے کے سلسلے میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔بگ باس چٹکیوں میں بھانپ لے گا کہ میں وکی بن کر وہاں پہنچا ہوا ہوں۔"

"میرے مشورے پر عمل کروگے تو ایک ذرا دشواری پیش نہیں آئے گی۔"

میں نے پوچھا۔"کیسا مشورہ......؟"

وہ بولا۔"وکی ایک بہت زبردست حادثے سے دوچار ہوا ہے۔تمہارا کوئی قابلِ اعتماد ڈاکٹر بگ باس کو یقین دلائے گا کہ وکی کا بچ جانا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔چونکہ حادثہ شدید تھا' اس لئے دماغ میں اندرونی چوٹیں آئی ہیں۔جن کے باعث تم اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔"

میں نے چونک کر ماسٹر فو اور امیر حمزہ کی طرف دیکھا۔اس نمائندے نے کہا۔"تم یادداشت گم ہونے کا ڈرامہ پلے کروگے تو ساری رکاوٹیں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔اب بولو، کیا وکی کے بارے میں چھوٹی بڑی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے؟"

میں نے کہا"ہرگز نہیں۔تم نے بہت ہی زبردست مشورہ دیا ہے۔میں حیران ہوں' یہ آئیڈیا میرے دماغ میں کیوں نہیں آیا؟"

وہ بولا۔"جس کی گردن پھنسی ہو وہ اسے نکالنے کے لئے مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہتا ہے۔اس وقت میں مصیبت میں ہوں۔موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے۔میں خود بھی محسوس کررہا ہوں کہ زندگی کی طرف لوٹ کر آنے کے لیے میرا دماغ بڑی تیزی سے کام کرنے لگا ہے۔"

"میں ایک ڈاکٹر کا انتظام کرلوں گا۔لیکن پہلے یہ طے ہونا چاہئے کہ بگ باس کو کیسے انفارم کیا جائے گا؟اس تک یہ خبر کیسے پہنچائی جائے گی کہ اس کا وکی کسی ہوسپٹل میں زخمی پڑا ہے؟"

وہ بولا۔"اسے باخبر کرنے کے کئی راستے ہیں۔تم میدان میں اترنے کی تیاری شروع کرو۔"

اب تیاری اتنی مشکل نہیں رہی تھی۔میں غائب دماغ رہ کر بگ باس کو بڑی آسانی سے دھوکہ دے سکتا تھا۔بس ایک سرجری کے ذریعے کمرے پر زخم کا نشان بنوانا تھا۔پھر اس کے بعد میرا گیم شروع ہونے والا تھا۔



وکی مسلسل روپوش تھا۔حتیٰ کہ اپنے سرپرست بگ باس سے بھی رابطہ نہیں کررہا تھا۔اس جان لیوا حادثے سے بچنے کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اپنی شناخت بدلنے تک دوستوں اور دشمنوں سے چھپ کر رہے گا۔فی الحال باس سے بھی رابطہ نہیں کرے گا۔پھر کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد اسے یہ خوشخبری سنائے گا کہ اس کا شہزادہ زندہ سلامت ہے۔موت کو ٹھینگا دکھا کر زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔لیکن ابھی تک اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔وہ مسلسل خاموش تھا اور اس خاموشی کی وجہ کیا ہوسکتی تھی؟

وہ ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد اپنے حالات پر غور کررہا تھا۔دماغ میں یہ خیال پک رہا تھا کہ بگ باس نے اپنے ایک آلۂ کار کو اس خفیہ تنظیم میں پہنچایا ہوا تھا۔اس کے ذریعے یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ تنظیم والے وجی کے خلاف کیسی کیسی سازشیں کررہے

ہیں؟ باس نے وہاں کے تمام حالات جاننے کے بعد ہی یہ منصوبہ بندی کی تھی کہ وجی کو کمزور بنانے کے لئے میلسن کو اغوا کیا جائے اور وکی نے اس کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا تھا۔

لیکن اب یہ بات اسے کھٹک رہی تھی کہ جب وہ آلۂ کار باس کو پل پل کی رپورٹ دیتا رہتا تھا تو اس نے تنظیم والوں کی اس سازش کے بارے میں بھی اسے ضرور بتایا ہوگا کہ وہ لوگ میلسن کی رہائی کے بعد ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں.... یعنی بگ باس ان کی اس سازش سے باخبر تھا... پھر اس نے وکی کو وجی بنا کر عدالت میں پہنچنے کا آرڈر کیوں دیا؟

وہ سوچتے سوچتے رک گیا۔ یہ سوال اس کے دل و دماغ میں کچوکے لگا رہا تھا۔ وہ پہلو بدل کر سوچنے لگا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک بگ باس کو ایک سرپرست کی حیثیت سے دیکھتا آیا تھا۔ اس نے ایک باپ کی طرح اس کی پرورش کی تھی۔ دشمنوں کے لئے اسے ناقابِ شکست بنایا تھا۔ پھر ایسا کیوں ہوا؟ باپ بن کر رہنے والے نے اسے موت کی کھائی کی طرف کیوں بھیجا؟ کیا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے؟

یہ سوال اس کے اندر دھماکے کر رہا تھا۔ وہ مضطرب سا ہو کر اٹھ گیا۔ اس سوال کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ کیا وہ وکی کی موت چاہتا تھا؟ کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ محبتیں جتا کر پرورش کرنے والے نے اسے بڑی مکاری سے موت کے دہانے تک پہنچا دیا تھا؟

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ لیکن موجودہ حالات اسے یہی سمجھا رہے تھے۔ اس کے باوجود وہ انکار میں سر ہلا کر زیرِ لب بڑبڑایا۔ "نہیں۔ میں غلط سوچ رہا ہوں۔ وہ مجھ سے ایسی جانی دشمنی نہیں کرے گا۔"

انسان کے حالات اس کی سوچ کے مطابق ہوں تو الجھن پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن وکی کے حالات اس کی سوچ کے برخلاف تھے۔ اسی لئے وہ الجھ رہا تھا۔ ایک صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ "بگ باس نے میرے خلاف ایسا کیوں کیا؟ کیا میں اس کے ناکارہ ہو چکا تھا؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر زیرِ لب کہا۔ "میں ناکارہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ وہ میرے ذریعے وجی اور علیم شیرازی کے خلاف بہت کرنے والا تھا۔ پاپا کے حوالے سے بھی میں اس کے لئے ایک اہم مہرہ تھا...."

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ "کہیں وہ..... مجھے راستے

سے ہٹا کر کوئی نیا گیم تو شروع نہیں کرنا چاہتا؟"

اس نے پہلو بدل کر سوچا۔ "اگر ایسی بات ہے تو وہ ابھی میری ہلاکت کا جشن منا رہا ہوگا۔ اور اگر میں اس کے بارے میں غلط رائے کر رہا ہوں تو وہ یقیناً میری موت کے ساتھ ساتھ اپنے تمام تر منصوبوں کے خاک میں مل جانے کا صدمہ اٹھا رہا ہوگا...."

وہ پہلو بدل کر سوچنے لگا۔ "میں نے حادثے سے بچنے کے بعد فوراً اس سے رابطہ نہیں کیا۔ قدرت نے مجھے دوست اور دشمن کو پہچاننے کے لئے موقع فراہم کیا ہے۔ میں بگ باس کی اور دوسرے تمام دشمنوں کی دانست میں ہلاک ہو چکا ہوں اور کوئی مرنے والا یہ دیکھنے کے لئے واپس نہیں آتا کہ اس کے پیچھے اس دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ لیکن میں دیکھتا رہوں گا۔ شناخت بدلنے کے بعد کوئی دوسرا تو کیا بگ باس بھی مجھے پہچان نہیں پائے گا۔ یوں میں اپنے چہرے پر نقلی چہرہ چڑھا کر اس کے اصلی چہرے کو پہچان سکوں گا۔"

اس نے سر گھما کر ایک کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کمرے کے بند دروازے کے پیچھے جینا تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ایک قدم چلتا ہوا وہاں آیا۔ پھر دروازے کو کھول کر دیکھا۔ وہ عبادت میں مصروف تھی۔ چونکہ اس خفیہ پناہ گاہ میں جائے نماز نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ایک صاف ستھری چادر بچھا کر نماز ادا کر رہی تھی۔ اس نے سلام پھیرنے کے بعد اسے دیکھا۔ پھر اشارے سے پوچھا کہ وہ دروازے پر کھڑا کیا سوچ رہا ہے؟

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر کہا۔ "کوئی خاص بات نہیں ہے۔ نماز پڑھ لو تو چلی آنا۔"

وہ وہاں سے پلٹ گیا۔ صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا۔ "میں کبھی کسی لڑکی کو منہ لگانے میں پہل نہیں کرتا۔ لڑکیاں خود ہی میری طرف کھنچی چلی آتی ہیں، جیسے مکھیاں مٹھاس پر آتی ہیں۔ لیکن.... یہ ان سب سے مختلف ہے۔ مجھ جیسے خوبرو نوجوان کو اپنا محبوب سمجھنے کے باوجود قربت کا کوئی لمحہ میسر نہیں آنے دیتی۔ ہمیشہ فاصلہ رکھتی ہے۔

اپنے وجی کی دیوانی ہے مگر اس دیوانگی میں حد سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کی چاہت میں، اس کی طلب میں ہوس نہیں ہے۔ جسم کی بھوک نہیں ہے۔ یہ اپنے محبوب کو جی بھر کر دیکھتی رہتی ہے۔ لیکن اسے سر سے پاؤں تک پانے اور اس کی ہو جانے کے لئے کہتی ہے کہ ہم محبت کرتے ہیں۔ اس لئے گناہ نہیں کریں گے۔ حالات سازگار ہوتے ہی شادی کر لیں گے۔"

وہ سر جھٹک کر طنزیہ انداز میں زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''اُونہہ شادی....؟ جب چاہوں گا' اٹھا کر پٹخ دوں گا۔ مگر کیا کروں' مجھے وجی بن کر رہنا ہے۔ آگ بن کر نہیں رہ سکتا۔ آئس کریم بن کر بڑی ٹھنڈک سے' بڑی نرمی سے اسے قابو میں رکھنا ہوگا۔ لیکن یہ بھی دیکھوں گا کہ یہ مجھ جیسے مقناطیس سے کب تک دور رہ سکے گی؟ میرا دعویٰ ہے' اپنی عادت کے خلاف میں کبھی پہل نہیں کروں گا۔ یہ خود ہی پکے ہوئے پھل کی طرح ایک دن میں میری آغوش میں آپڑے گی۔ ابھی پارسائی جتارہی ہے' جتاتی رہے....''

بیشک۔ وہ فطرتاً ضدی تھا۔ ایسی فطرت کے لوگ کبھی کسی دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ ہمیشہ دردِ سر بنے رہتے ہیں۔ لیکن اس وقت وکی کی ضد' انا اور حالات کے مطابق مصلحت اندیشی جانے انجانے میں جینا کو فائدہ پہنچا رہی تھی۔ گویا وہ دشمن خود ہی حافظ بن گیا تھا۔

جینا کمرے سے نکل کر اس کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کا جائزہ لیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ ''تم تو اب کسی طور میرے وجی نہیں لگتے۔''

اس نے گردن سے پیشانی تک اس انداز میں ٹیٹوز (Tattoos) بنوائے تھے کہ اس کا چہرہ کسی سرجری کے بغیر بڑی حد تک تبدیل ہوگیا تھا۔ کلرڈ لینز کے ذریعے آنکھوں کا رنگ بدل گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ باہر کہیں آنے جانے کے لئے رنگین چشمہ استعمال کرتا تھا۔ پھر بالوں کی تراش خراش ایسی تھی کہ وہ کہیں سے وکی دکھائی نہیں' دیتا تھا۔

وہ مسکرا کر بولا۔ ''کیا کیا جائے؟ حالات انسان کو تماشہ بنا دیتے ہیں۔ مگر تم تو فائدے میں رہیں۔ شناخت بدلنے کے سلسلے میں تمہیں کچھ کرنا نہیں پڑا۔ باہر جاتے ہوئے سر سے پاؤں تک عباء میں چھپ جاتی ہو۔ نقاب سے صرف آنکھیں جھانکتی رہتی ہیں۔ ایسے میں کوئی تمہیں پہچان نہیں پاتا۔''

وہ بولی۔ ''پردے کی افادیت کا اب اندازہ ہو رہا ہے۔ ویسے تمہارے چہرے کے یہ نقش ونگار صاف تو ہوجائیں گے ناں....؟''

وہ بولا۔ ''ہاں بالکل صاف ہو جائیں گے۔ یہ مشین کے ذریعے نہیں گودوائے گئے ہیں۔ پکے رنگوں کی کاریگری ہے۔ یہ پانی سے نہیں دھلیں گے۔ انہیں ایک خاص کیمیکل کے ذریعے آسانی سے ریموو کیا جاسکتا ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''پتہ نہیں حالات کب موافق ہوں گے؟ میں کب تمہارا اصلی چہرہ دیکھ پاؤں گی؟''

وہ دل ہی دل میں مسکرا کر سوچنے لگا۔ ''میرا اصلی چہرہ اور میری اصلیت دیکھو گی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔''

جینا نے پوچھا۔ ''تم نے ابھی مجھے بلایا تھا۔ کیا کام ہے؟''

''میرے لئے فون بہت ضروری ہے۔ ہم ابھی مارکیٹ چلیں گے۔ تم نے بھی جو سامان خریدنا ہو۔ اس کی لسٹ تیار کرلو۔''

تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے ساتھ ایک مارکیٹ میں پہنچ گئی۔ اب وہ جینا کیری نہیں رہی تھی۔ سیاہ نقاب میں چھپنے کے باعث ایک باپردہ مسلم خاتون بن گئی تھی۔ وکی اسے نورین کہہ کر مخاطب کررہا تھا اور وہ اسے زبیر کہہ رہی تھی۔

وہ ایک دکان میں موبائل فون پسند کرنے لگا۔ جینا نے کہا۔ ''مجھے اپنے لئے کچھ چیزیں خریدنی ہیں۔ میں برابر والی دکان میں جارہی ہوں۔ تم فون خرید کر وہیں آجانا۔''

وہ وہاں سے نکل کر مطلوبہ دکان کی طرف جانا چاہتی تھی۔ لیکن کوریڈور میں پہنچتے ہی ایکدم سے ٹھٹک گئی۔ شدید حیرانی اور بے یقینی سے دیدے پھیلا کر دیکھنے لگی۔ میں اچانک ہی اس کی نگاہوں کے سامنے چلا آیا تھا....

ہاں۔ وہ میں ہی تھا۔ اس کا وجی... سر سے پاؤں تک اس کا وجی.....

اس نے بے یقینی سے پلکیں جھپک کر یوں دیکھا' جیسے جاگتے میں خواب دیکھ رہی ہو یا کوئی زبردست دھوکا کھا رہی ہو۔ لیکن میں خواب نہیں تھا۔ فریبِ نظر بھی نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی پلٹ کر وکی کی طرف دیکھا۔ وہ وہاں شاپنگ میں مصروف تھا۔ جینا بری طرح الجھ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا پھر وکی کو دیکھ کر سوچا۔ ''یہ...وجی یہاں ہے تو پھر وہاں کون ہے؟''

میں اس سے ذرا دور ایک اسٹال پر چیزیں پسند کررہا تھا۔ اُس کے پیچھے وکی اور آگے میں تھا۔ مگر ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا' جیسے اس کے آگے پیچھے میں ہی میں ہوں۔

وہ سحر زدہ سی ہوکر میری طرف آنے لگی۔ شائد یہ قدرتی کشش تھی۔ اسے پلٹ کر وکی کی طرف جانا چاہئے تھا لیکن وہ میری سمت کھنچی چلی آرہی تھی۔ وہ نقاب میں چھپی ہوئی تھی۔ میں دیکھ بھی لیتا تو پہچان نہ پاتا اور ممکن ہے' میں نے اسے دیکھا بھی ہو۔ لیکن جس طرح نظریں کسی اجنبی کو دیکھتی ہوئی گزر جاتی ہیں۔ اسی طرح میں بھی گزر گیا۔ وہاں سے دوسرے اسٹال کی طرف بڑھ گیا۔

اُدھر جیسے اس کا سحر ٹوٹ گیا تھا۔ وہ بے اختیار میری طرف آتے آتے ایک راہ گیر

سے ٹکرائی تھی۔ پھر سنبھل کر مجھے دیکھتے ہوئے حاضر دماغی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کون ہو سکتا ہے؟ ہو بہو وجی کا ہم شکل ہے۔ وہی پہناوا... وہی بالوں کی تراش خراش... یا اللہ! ایسا لگ رہا ہے' میں وجی کا عکس دیکھ رہی ہوں۔ اتنی مشابہت تو جڑواں بھائیوں میں ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ وجی کا کوئی ہم شکل بھائی ہے؟''

میں شاپنگ میں مصروف تھا۔ ایک کے بعد دوسری دکان میں جا رہا تھا اور وہ مجھ سے ذرا فاصلہ رکھتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے تھی۔ یہ تجسس اسے بے چین کر رہا تھا کہ میں کون ہوں؟ اگر وجی کا جڑواں بھائی ہوں تو اتنی اہم اور حیرت انگیز بات اس سے کیوں چھپائی گئی؟

اِدھر وہ میرے پیچھے تھی اور اُدھر وکی اسے دوسری دکان میں نہ پا کر پریشان ہو گیا تھا۔ آس پاس کی دکانوں میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس کی گمشدگی تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ ''یہ لڑکی اچانک ہی کہاں غائب ہو گئی ہے؟ کیا اسے میرے سلسلے میں کسی طرح کا شبہ ہو گیا ہے؟''

اس نے فوراً ہی اپنے خیال کی نفی کرتے ہوئے سوچا۔ ''نہیں۔ میں کچی گولیاں نہیں کھیلتا۔ میں نے شبے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اسے ابتداء سے ہی بڑی مکاری سے ٹریپ کرتا آ رہا ہوں۔ وہ مجھے دل کی گہرائیوں سے اپنا محبوب مان رہی ہے۔ پھر ابھی مجھے بتائے بغیر کہاں جا سکتی ہے؟''

یہ بھی کیا عجب تماشہ تھا؟ میں جس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا' وہ ان لمحات میں میرے پیچھے پیچھے تھی اور میں اس سے انجان تھا۔ اس کے نقاب نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

ماسٹر فو میرے ساتھ تھا۔ ہم شاپنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس مارکیٹ سے باہر جانے لگے۔ ایسے ہی وقت وکی کی نظر مجھ پر پڑی۔ میں اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی وہ احتیاطاً ایک ستون کی آڑ میں چلا گیا۔ جینا ہمارے پیچھے پیچھے تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وکی ایکدم سے چونک گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''یہ... یہ اس کے پیچھے کہاں جا رہی ہے؟''

اُدھر جینا کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔ میں مارکیٹ سے باہر جا رہا تھا۔ جیسے اس کے ہاتھ سے پھسل رہا تھا۔ وہ مجھے مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ میرے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت وکی اس کے سامنے آ گیا۔ ''کہاں جا رہی ہو؟''

وہ اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے حیرانی ظاہر کرتے

ہوئے بولی۔ ''وہ ادھر دیکھو! وہ بالکل تمہارے جیسا ہے۔''

میں ماسٹر فو کے ساتھ لوگوں کی بھیڑ میں نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ وکی اس کا ہاتھ تھام کر کھینچنے کے انداز میں اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ ''ادھر آؤ...''

وہ اس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی اور پلٹ پلٹ کر مجھے بھی دیکھ رہی تھی۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوششیں کرتے ہوئے بولی۔ ''مجھے کہاں کھینچے لئے جا رہے ہو؟ میں اتنی بڑی بات بتا رہی ہوں اور تم سن نہیں رہے ہو؟ بائی گاڈ! وہ سر سے پاؤں تک تمہارے جیسا تھا۔ وہ۔''

وہ مارکیٹ کے بیرونی راستے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اوہ نو.... وہ لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا ہے۔ یقیناً ابھی پارکنگ ایریا میں ہو گا۔ ہمیں وہاں جا کر معلوم کرنا چاہئے' وہ کون ہے؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟''

وہ اسے ایک دیوار سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں۔ جانتا ہوں۔ بس اب خاموشی سے سامنے کیفے میں چلو۔ ابھی ساری بات بتاؤں گا۔''

وہ کیفے میں ایک کارنر ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئے۔ وکی ویٹر کو بلا کر دو کپ کافی کا آرڈر دینا چاہتا تھا۔ جینا نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اس نقاب میں کافی نہیں پی سکوں گی۔ تم اپنے لئے منگوا لو۔''

ویٹر کافی لینے چلا گیا۔ جینا نے متجسس ہو کر پوچھا۔ ''ہاں۔ تو اب بتاؤ وہ کون ہے؟ تمہارا ہم شکل کیوں ہے؟ ایسا تو جڑواں بھائیوں میں ہوتا ہے۔ جبکہ تم نے آج تک مجھے کسی جڑواں بھائی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

وہ بولا۔ ''اگر تمہارے سوالوں کی بوچھاڑ کم ہو گئی ہو تو میں بھی کچھ بولوں؟''

''بولنے کو ہی تو کہہ رہی ہوں۔ سچ پوچھو تو اسے دیکھ کر میرے دماغ کو ایسا جھٹکا لگا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔''

ویٹر کافی کا ایک کپ اس کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ وہ بولا۔ ''تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔ وہ میرا جڑواں بھائی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''مگر تم نے پہلے کبھی اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟''

وہ کافی کی چسکی لینے کے بعد بولا۔ ''میں کبھی اُس کا ذکر کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اب وہ نظروں میں آ گیا ہے تو مجبوراً بتا رہا ہوں۔''

''مگر کیوں....؟ وہ تمہارا سگا بھائی ہے۔ تم ٹوئینز ہو۔ لہو کے رشتے سے جڑے ہوئے ہو

-کیا یہ چھپانے والی بات تھی؟"

وہ ایک ذرا افسردگی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔"مجبوری تھی....."

"کیسی مجبوری.....؟"

"بے شک۔وہ میرا بھائی ہے۔بالکل میرے جیسا ہے۔لیکن پھر بھی میرے جیسا نہیں ہے۔"

اس نے ذرا الجھ کر پوچھا۔"کیا کہنا چاہتے ہو؟ ذرا کھل کر بات کرو۔"

وہ ہچکچاہٹ ظاہر کرتے ہوئے بولا۔"دراصل... میں قانون کا محافظ ہوں اور وہ ....میرے بالکل برعکس مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔"

جینا کے دماغ کو ایک دھچکا سا لگا۔"اوہ نو....تمہارا بھائی اور مجرم....؟یقین نہیں آتا۔میرا مطلب ہے' وہ دیکھنے میں کہیں سے ایک کریمنل نہیں لگ رہا تھا۔"

وکی نے پہلو بدل کر کہا۔"وہ دیکھنے والوں کو اسی طرح دھوکا دیتا ہے۔سیدھا سادہ' معصوم اور بے ضرر بن کر رہتا ہے۔لیکن اندر سے بہت ٹیڑھا ہے۔انڈر ورلڈ والوں کا ایک اہم کارندہ ہے۔"

وہ حیران ہو کر بولی۔"اوہ مائی گاڈ!وہ اتنا خطرناک ہے؟"

وہ بڑی صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔اپنی مجرمانہ زندگی کو ایسے مجھ سے منسوب کر رہا تھا کہ وہ اندھا دھند یقین کرتی چلی جا رہی تھی۔وہ بولی۔"ویسے تمہیں یہ معاملہ مجھ سے چھپانا نہیں چاہئے تھا۔ذرا سوچو....!ابھی میں اسے مخاطب کر لیتی تو کتنی بڑی گڑبڑ ہو جاتی۔وہ میرے ذریعے تم تک پہنچ سکتا تھا۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"مجھے کیا معلوم تھا' اچانک ہی یوں اس سے سامنا ہو جائے گا؟ خیر....اب تو ساری بات کھل کر تمہارے سامنے آ گئی ہے۔آئندہ کبھی اس سے سامنا ہو جائے تو ایسے کترا کر گزر جانا' جیسے اسے دیکھا ہی نہ ہو۔"

وہ بڑی محبت سے بولی۔"مجھے تمہاری سلامتی عزیز ہے۔میں کبھی اس راستے کی طرف نہیں جاؤں گی' جہاں تمہارے لئے مصیبتیں کھڑی ہو جائیں۔"

وہ مطمئن ہو گیا۔میرے اور جینا کے درمیان ایسے فاصلے پیدا کر رہا تھا' جو آسانی سے ختم ہونے والے نہیں تھے۔میں وکی بن کر بگ باس کے پاس جانے والا تھا۔لیکن اس سے پہلے ہی میرے بھائی نے جینا کی نظروں میں مجھے وکی بنا دیا تھا۔



شہناز' زرینہ بانو اور شاہنواز بری طرح الجھے ہوئے تھے۔وکی کی طویل غیر حاضری انہیں تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اچانک ہی کہاں غائب ہو گیا ہے؟ کیوں ہو گیا ہے؟ پہلے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ وہ عارضی طور پر کسی کام کے سلسلے میں کہیں گیا ہے۔لیکن پھر جیسے جیسے دن گزرنے لگے' ویسے ویسے پریشانی بھی بڑھنے لگی۔

شہناز نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔"مجھے لگتا ہے' وہ ہماری سازشوں کو بھانپ گیا ہے۔اسی لئے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔اب یہ سوچو آئندہ' کیا کرنا ہو گا؟ ہم کب تک اسی شہر میں اس کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

شاہنواز نے کچھ سوچ کر کہا۔"انتظار تو کرنا ہو گا۔جو گیم شروع کر چکے ہیں' اسے ادھورا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

وہ بولی۔"اس ادھورے گیم کو پورا کرنے کے لئے وجی ضروری ہے۔اسے کہاں سے لاؤ گے؟"

ماں نے کہا۔"میں کسی صورت ہتھیار نہیں ڈالوں گی۔تمہارے پاپا سے بات کروں گی۔وہ اُس نامراد کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ بولی۔"اور جب تک پاپا اسے تلاش کریں گے۔تب تک وہ میری جان کا عذاب بنا رہے گا۔کیا یہ معمولی بات ہے کہ وہ سامنے نہیں آ رہا ہے لیکن چھپ چھپ کر میری نگرانی کر رہا ہے؟اس نے میرے پیچھے باقاعدہ مخبر لگا دیئے ہیں۔میں نے اس پردہ نشین عورت کے بارے میں آپ کو بتایا تھا۔مجھے سو فیصد یقین ہے' وہ وجی کی بھیجی ہوئی کوئی جاسوسہ تھی۔"

شاہنواز نے کہا۔"ہم انکار نہیں کر رہے ہیں۔لیکن یہ بھی تو دیکھو اس کے بعد سے اب تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔جس سے یہ اندیشہ ہو کہ وجی تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"دشمن کی ایسی خاموشی کو طوفان کا پیش خیمہ سمجھو۔پتہ نہیں اس کے عزائم کیا ہیں؟وہ آئندہ ہمارے خلاف کیا کرنے والا ہے؟ ہم بے خبری میں بہت بڑا نقصان اٹھا سکتے ہیں۔"

ماں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔شاہنواز نے قائل ہو کر کہا۔"ہمیں پاپا سے ابھی بات کرنی چاہئے۔"

اس نے موبائل فون پر نمبر پنچ کئے۔پھر اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد باپ کی آواز سنائی دی۔"ہاں بولو... کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ہمیں شبہ ہے' شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ وجی اچانک ہی کہیں غائب ہوگیا ہے۔"

"ایسے کیسے غائب ہوگیا؟ کیا تم اس کی نگرانی نہیں کررہے تھے؟"

"مجھے کیا خبر تھی' وہ یوں اچانک ہی ڈاج دے کر نکل جائے گا؟"

"بہت ہی احمق ہو تم.... یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ ابتداء سے ہی مکاریاں دکھاتا آرہا ہے۔ تمہیں بہت محتاط رہنا چاہئے تھا۔ لیکن...."

وہ بولا۔ "میں دوسرے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔"

"کمال ہے۔ اتنا بڑا گیم کھیل رہے ہو۔ تمہیں تو اس دشمن کے پیچھے سائے کی طرح پڑ جانا چاہئے تھا۔ مگر تم دوسرے معاملات میں الجھنے کی بات کررہے ہو؟"

"آپ سمجھ نہیں رہے ہیں پاپا! وہ معاملات بھی اسی گیم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "پھر اس سے متعلق ہونے کا انجام کیا ہوا؟ دشمن تمہارے ہاتھوں سے پھُر ہوگیا؟"

اس نے کن انکھیوں سے ماں اور بہن کو دیکھا۔ ذرا ناگواری سے فون پر کہا۔ "پلیز پاپا! طنزیہ لہجے میں بات نہ کریں۔"

"واہ بیٹے! میرا لہجہ تو تمہیں برا لگ گیا لیکن یہ نصیحت سمجھ میں نہیں آئی کہ ہماری ایک ذرا سی کوتاہی دشمن کو خوش قسمت بنا دیتی ہے؟"

"میں اس کی خوش قسمتی کو خاک میں ملا دوں گا۔"

"ہاتھ آنے والے کو خاک میں ملایا جاتا ہے' جبکہ وہ تمہیں نظر ہی نہیں آرہا ہے۔ تم دشمن سے خیالی جنگ تو نہیں لڑ رہے ہو۔ عملی باتیں کرو۔"

پھر اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "دشمن کو تارے دکھانے کے لئے اس کی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں لی جاتی ہیں۔ یقیناً تم اس کے خلاف تصویری ثبوت جمع کر چکے ہو گے؟ وہ نہیں رہا تو ان تصویروں کے ذریعے اس گیم کو آگے بڑھایا جائے گا۔"

اس نے ایک ذرا ہچکچا کر بہن اور ماں کی طرف دیکھا۔ پھر فون پر کہا۔ "وہ۔ تصویریں تو حاصل کی ہیں مگر.. وہ تسلی بخش نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے۔ ٹھوس ثبوت جمع کرنے کے لئے میں نے ابھی ایک زبردست منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی...."

باپ نے تیز لہجے میں کہا۔ "یعنی تم اب تک جھک مارتے رہے ہو اور اس پر یہ دعویٰ کررہے ہو کہ وجی کو خاک میں ملا دو گے؟ کس بل بوتے پر اتنا بڑا دعویٰ کررہے ہو؟ فون اپنی ممی کو دو۔"

اس نے فون ماں کی طرف بڑھا دیا۔ وہ بیٹے کے تیور دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا ہوا؟ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

زرینہ نے فون لے کر کان سے لگایا۔ شاہنواز نے کہا۔ "یہ سمجھ رہے ہیں' میں وجی کے سلسلے میں اب تک جھک مارتا رہا ہوں۔"

وہ فون پر بولی۔ "یہ آپ بیٹے سے کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو کیا معلوم اس نے تصویری ثبوت جمع کرنے کے لئے یہاں کیسی کیسی تیاریاں کررکھی ہیں؟"

دوسری طرف سے اس نے کہا۔ "جو کرنے کا کام تھا' وہ نہیں کیا۔"

"بڑے بڑے تیس مار خاں غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ بیٹے سے غلطی ہوئی ہے تو آپ باپ ہیں۔ اسے سدھاریں۔ وجی کے بارے میں معلوم کریں۔ وہ یہاں سے کہاں چلا گیا ہے؟"

راجہ تسلیم نواز تھوڑی دیر تک خاموش رہا' جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ زرینہ بانو نے پوچھا۔ "ہیلو! آپ سن رہے ہیں ناں؟"

وہ بولا۔ "ہاں ہاں سن رہا ہوں۔ ابھی فون بند کرو۔ میں بعد میں رابطہ کروں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس نے فون بیٹے کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ پاپا کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولی۔ "ابھی تو کچھ نہیں کہا ہے۔ بعد میں رابطہ کریں گے۔"

"اس کا مطلب' وہ وجی کو تلاش نہیں کرنا چاہتے۔ مجھ سے بدظن ہوگئے ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ بس یہ سمجھو' وہ ابھی اسی لمحے سے اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔"

شہناز کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ماں نے پوچھا۔ "تم بڑی دیر سے خاموش ہو۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "وجی کے بارے میں ہی سوچ رہی ہوں۔ پتہ نہیں' ہم کب اور کیسے اسے پوری طرح ٹریپ کرسکیں گے؟ کر بھی سکیں گے یا نہیں؟ اب تک کے حالات پر غور کرو تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ایک سائے کی طرح ہے۔ ہاتھ آتے ہوئے

بھی ہاتھ نہیں آتا۔"

شاہنواز اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ماں نے کہا۔" یہاں شاہنواز اور وہاں اب تمہارے پاپا دونوں کی توجہ وجی کی طرف ہے۔اس معاملے کو ہم سنبھال لیں گے۔وجی ابھی تمہارے پاس نہیں ہے۔فی الحال جو پاس ہے' اس کی طرف دھیان دو۔ممکن ہے' ابھی تمہارے پاپا خان علی کو پاکستان بلانے کے سلسلے میں کچھ نہ کرسکیں۔"

ادھر خان علی ان تینوں کے فرینکفرٹ جانے کا انتظار کررہا تھااور یہ دیکھ رہا تھا کہ وہ مسلسل پیرس میں ہی ہیں۔ اسی لئے اس نے شہناز سے کہا تھا۔اگر وہاں سے آگے جانے کا پروگرام نہیں ہے تو وہ لوگ اس کے ساتھ پاکستان چلیں۔تاکہ رشتے کی بات آگے بڑھا کرجلد سے جلد شادی کی تاریخ طے کی جاسکے۔

شادی تو ہونی ہی تھی ۔پاکستان بھی واپس جانا تھا۔لیکن ابھی میرا یعنی وکی کا معاملہ انہیں بری طرح الجھا رہا تھا۔ وہ اس سے نمٹنے کے بعد ہی اپنے گھر کا رخ کرنا چاہتے تھے۔

انہیں کیا معلوم تھا کہ دوسری طرف حالات نے کیسا پلٹا کھایا ہے؟وکی اپنے سنگین معاملات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ ابھی ان کی طرف آنے والانہیں تھا اور اگر آبھی جاتا تو وہ اسے نئی شناخت کے ساتھ پہچان نہ پاتے۔ویسے شہناز کے ساتھ بہت برا ہورہا تھا۔وہ گھر کی رہی تھی نہ گھاٹ کی....نہ ابھی وکی اس کے پاس آنے والا تھا اور نہ وہ پاکستان جاکر خان علی سے بیاہ رچاسکتی تھی۔

خان علی نے شہناز کے کہنے پر دوسرے ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا تھا۔ سابقہ ہوٹل میں وکی کی وجہ سے پہلی بار جو تماشہ ہوا تھا' اس کے بعد وہ وہاں قدم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اگر بھولے سے بھی جاتی اُدھر تو منیجر اسے پہچان لیتا۔ یوں خان علی کے سامنے یہ بھانڈا پھوٹ جاتا کہ اس کے کمرے سے شہناز ہی برآمد ہوئی تھی۔لیکن اب خان علی کے دوسرے ہوٹل میں شفٹ ہونے کے بعد وہ مطمئن ہوگئی تھی۔

خان علی اپنے کمرے میں تھا۔شہناز کے پاس جانے کے لئے تیار ہورہا تھا۔ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دماغ کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔نگاہوں کے سامنے وہی پردہ نشیں خاتون کھڑی ہوئی تھی۔وہ اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔"تم یہاں.....؟"

ایشلے یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ اسے ایک مستقبل شناس کی حیثیت سے پہچان رہا ہے۔وہ

بڑی خوشدلی سے بولی" کمال ہے...ہماری ایک ہی ملاقات ہوئی ہے اور آپ نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا؟بہت اچھی یادداشت ہے آپ کی...."

وہ ذرا طنزیہ لہجے میں بولا۔"مگر تمہاری یادداشت بڑی کمزور ہے۔اب سے پہلے ہماری ایک نہیں' دو ملاقاتیں ہوچکی ہیں۔"

ایشلے نے اسے ذرا چونک کر دیکھا۔وہ بولا۔" کیا سمجھ رہی تھیں' یوں منہ چھپا کر مجھے دھوکہ دیتی رہوگی اور میں بیوقوف بنتا رہوں گا؟ارے!میں نے تو تمہیں اسی روز شاپنگ سینٹر میں پہچان لیا تھا۔تم نجومی بننے کا ڈرامہ پلے کرنے کے بعد وہاں سے فرار ہوگئی تھیں۔"

وہ بولی۔"میں تمہیں بیوقوف نہیں بنانا چاہتی تھی۔ مجھے تو یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ تم نے مجھے اس پردے میں بھی پہچان لیا تھا۔"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑی ہوئی ہو؟"

اس نے دائیں بائیں دیکھا پھر کہا۔"کیا ہم اندر بیٹھ کر بات نہیں کرسکتے؟"

"مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔"

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔"

خان علی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔اسے کلب کی وہ رات یاد آرہی تھی ۔اس نے غصے میں ایشلے پر ہاتھ اٹھایا تھا۔مغربی ماحول کے مطابق وہ اس کا مجرم بن گیا تھا اور اس جرم کی سزا یہ تھی کہ وہ ایک عورت کے سامنے جھک جائے' اس سے معافی مانگے۔ایسے وقت ایشلے نے جھوٹ بول کر سب کے سامنے اس کی غیرت کا بھرم رکھا تھا اور اس کی ایسی اعلیٰ ظرفی نے خان علی کو متاثر کیا تھا۔

تب ایشلے نے کہا تھا۔"میں اس احسان کا صرف یہ بدلہ چاہتی ہوں کہ آئندہ کبھی سامنا ہوا تو تم بھی مجھے عزت کے قابل سمجھو۔میرے اس سچ کو مان لو کہ میں نہ تو کال گرل ہوں اور نہ ہی کوئی فلرٹ کرنے والی لڑکی ہوں۔"

خان علی نے اسے عزت دینے کا وعدہ کیا تھا۔لہٰذا اب اس وعدے کی پاسداری ضروری تھی۔اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے ایشلے کو راستہ دیا۔وہ اندر آگئی۔خان علی نے پلٹ کر اس کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔"اب بولو.....کیوں میرے پیچھے پڑی ہو؟"

وہ چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے بولی۔"دراصل میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔"

خان علی نے سر جھٹک کر ایک گہری سانس لی۔وہ بولی۔"اور دل کے معاملات تم اچھی

طرح سمجھ سکتے۔"

وہ بولا۔"تمہیں بھی سمجھنا چاہئے۔دل وہاں لگایا جاتا ہے' جہاں دل کھنچا جاتا ہو اور میرا دل میری شہناز کی طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"یہ بڑی مجبوری ہے۔میرا دل بھی تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"تم خوامخواہ میرے پیچھے اپنا وقت برباد کر رہی ہو۔"

"آگے جا کر آباد ہونے کی امید ہو تو عارضی بربادی بری نہیں لگتی۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔"میں صاف الفاظ میں سمجھا رہا ہوں۔مجھ سے کوئی امید نہ رکھو۔"

"یہ دل تمہارے کہہ دینے سے ماننے والا نہیں ہے۔"

"تو پھر جا کر اسے اپنی زبان میں سمجھاؤ۔اسے بتاؤ...."

وہ اپنے سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔"میرے سینے میں شہناز دھڑکتی ہے۔یہاں کسی دوسری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

وہ ایک ذرا بجھ سی گئی۔لیکن ہتھیار ڈالنے والی نہیں تھی۔اس نے کہا۔"جب تمہارے دین میں ایک کے بعد دوسری' تیسری اور چوتھی کی گنجائش رکھی گئی ہے تو تمہارا دل اتنا چھوٹا کیوں ہے؟"

"ہمارے دین نے خوامخواہ دل لگانے اور شادیاں کرنے کی چھوٹ نہیں دی ہے۔دوسری شادی کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت کی جاتی ہے۔لیکن میں...."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بڑی عاجزی سے بولی۔"تم میری ضرورت ہو۔پلیز۔مجھے اپنی مجبوری سمجھ کر ہی قبول کرلو۔"

"پلیز۔بحث نہ کرو۔تم ان معاملات کو سمجھ نہیں سکتیں اور ویسے بھی تم ایک برٹش لڑکی ہو۔جا کر اپنے کسی ہم مذہب سے شادی کرو۔"

وہ افسردگی سے بولی۔"یہ ہم مغرب والوں کی بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ہمارے ہاں باقاعدہ کسی ایک کے ساتھ منسوب ہوجانے کا رواج تقریباً دم توڑ چکا ہے۔ہاں۔کچھ لوگ اب بھی ایسے ہیں' جو اپنی کسی ضرورت کے تحت شادی کے نام پر ایک اگریمنٹ کرلیتے ہیں۔جسے چند دنوں' چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد توڑ دیا جاتا ہے۔"

وہ بولا۔"انسان اپنے آس پاس کے ماحول سے جو کچھ سیکھتا ہے' اسی کے تحت زندگی گزارتا ہے۔تم اس معاشرے کا حصہ ہو پھر...."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔"پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔مجھ جیسی اور نہ

جانے کتنی لڑکیاں یہاں کے اوٹ پٹانگ کلچر سے بوکھلائی ہوئی ہیں۔ہم ٹشو پیپر بن کر نہیں رہنا چاہتیں۔یہ چاہتی ہیں کہ کوئی ہمیں رومال بنا کر رکھے۔ایک بار استعمال کرنے کے بعد ڈسٹبن میں نہ ڈال دے۔"

پھر وہ ذرا توقف سے بولی۔"یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں ایشیائی مردوں اور عورتوں سے شادی کا رجحان بڑھ گیا۔بے شک مغرب نے بہت ترقی کی ہے۔جدید ٹیکنالوجی کے میدان میں سب سے آگے ہیں۔تم لوگ جدید علاج کی سہولتوں سے مستفید ہونے کے لئے یہاں آتے ہو اور ہم لوگ ....روحانی علاج کے لئے تمہاری طرف جاتے ہیں۔کہتے ہیں' جسم پر لگا گھاؤ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مندمل ہوجاتا ہے۔لیکن روح پر لگا زخم کبھی نہیں بھرتا۔ہمارے ہاں جسمانی علاج کی سہولتیں ہیں۔جبکہ تمہارے دینی اصول روح کے زخموں کا مرہم بنتے ہیں۔اب بتاؤ' ترقی کس نے کی مغرب نے یا مشرق نے....؟"

خان علی متاثر ہوکر اس کی باتیں سن رہا تھا۔وہ درست کہہ رہی تھی۔متعدد یورپی خواتین ایشیائی مردوں سے شادی کرکے کامیاب زندگی گزار رہی ہیں۔پاکستان میں بھی اس رجحان کی بڑی بڑی مثالیں ملتی ہیں۔

مشہور شاعر اور دانشور فیض احمد فیض کی شاعری اور شخصیت نے برطانوی نژاد ایلس کو اتنا متاثر کیا تھا کہ وہ ایلس فیض بن کر پاکستان آگئیں اور انہوں نے فیض کی وفات کے بعد بھی اب تک اس ملک سے رشتہ نہیں توڑا۔اسی طرح ہالینڈ کی ہینی نے پاکستانی نیوکلیئر سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی شخصیت سے متاثر ہوکر شادی کی اور ان کے ساتھ پاکستان آگئیں۔

ان سب سے بڑھ کر دنیا کی مشہور برطانوی شہزادی لیڈی ڈیانا بھی ایک پاکستانی ڈاکٹر سے شادی کی خواہاں تھی۔

یہ ایسی مثالیں ہیں' جو مغرب کے مغروروں کے منہ پر جوتے کی طرح پڑتی ہیں۔یورپی خواتین کا خاص طور پر مسلمان مردوں سے شادی کا بڑھتا ہوا رجحان انہیں جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہا ہے۔وہ اپنی طاقتور اسلام دشمن تنظیموں کے ذریعے اس رجحان کو جڑ سے ختم کر دینے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں اور ناکامی ان کا منہ چڑاتی رہتی ہے۔

خان علی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔"میں مانتا ہوں' مغرب کی ہر عورت عدم تحفظ کا شکار ہے۔ایک شوہر اور ایک مرد کا تحفظ چاہتی ہیں۔تم بھی یہی چاہتی ہو۔لیکن کسی کو زبردستی اپنا ہمسفر نہیں بنایا جاتا۔"

"میں کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتی۔ تمہیں بڑی محبت سے اپنی طرف بلانا چاہتی ہوں۔"

"مجھے بلانے والی میری زندگی میں موجود ہے۔"

ایشلے نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ "اگر وہ نہ ہوتی تو.....؟"

وہ اس کے گلاب جیسے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تو شائد میں تمہاری پکار سن لیتا۔"

وہ اندر ہی اندر خوشی سے کھل گئی۔ یہ سن کر ذرا ڈھارس بندھی کہ وہ اس کی نظروں میں جچ گئی ہے۔ فی الحال اس کی پسندیدگی ایسی تھی، جیسے کوئی شخص اپنی محبوبہ یا شریک حیات کو ٹوٹ کر چاہنے کے باوجود کسی ماڈل گرل کو پسند کررہا ہو۔ وہ اس پسندیدگی کو محبت میں بدل دینا چاہتی تھی۔ مگر اس دیوانے کی آنکھوں پر تو شہناز کی جھوٹی محبت کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ وہ اس پردے کو ہٹا کر ہی خود کو منوا سکتی تھی۔

وکی نے اسے شہناز کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اس نے ایک طرف تو خان علی کو اپنی زلفوں کا اسیر بنایا ہوا ہے اور دوسری طرف وہ وکی کے ساتھ عشق کی پینگیں بڑھا رہی ہے۔ ایشلے چاہتی تو پہلی ہی ملاقات میں شہناز کی محبت کا بھرم توڑ دیتی۔ لیکن وکی نے اسے اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں دیا تھا کہ وہ خان علی سے کس طرح بیوفائی کررہی ہے؟

ایشلے یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ شہناز کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اس کے سحر کو رفتہ رفتہ توڑنا ہوگا۔ اس نے خان علی سے پوچھا۔ "تم اسے بہت چاہتے ہو ناں؟"

وہ بولا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔"

"اگر دو کے درمیان ایک اور آجائے تو.....؟"

وہ بڑے اعتماد سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "ہو ہی نہیں سکتا اور تم تو خود آزما رہی ہو۔"

ایشلے نے کہا۔ "میں شہناز کی بات کررہی ہوں۔ اس کی زندگی میں کوئی اور آجائے تو...؟"

"میری شہناز ایسی نہیں ہے۔ وہ کسی کو لفٹ نہیں دے گی۔"

"تم ایک عملی زندگی گزار رہے ہو۔ اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ کسی وقت بھی اندھے اعتماد کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے۔"

"پیار سچا ہو تو پھر اعتماد کی آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں ہوتا۔"

وہ بولی۔ "نہ دیکھنے کے باوجود وہ دکھائی دے، جس کی توقع بھی نہ ہو تو کیا کرو گے؟"

"تم بڑی خوبصورتی سے باتیں بنا کر مجھے اُس کے خلاف بہکانا چاہتی ہو۔"

"میں فی الحال اتنا چاہتی ہوں کہ اندھے اعتماد سے باز آجاؤ۔ میرے کہنے سے نہیں، اپنی عقل سے سوچو، سمجھو، اُسے ٹٹولو، پرکھو... مگر آنکھیں بند کرکے ساری زندگی کا سودا نہ کرو۔"

اس نے بیزاری سے ایشلے کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "مجھے اس وقت تم پر ترس آرہا ہے۔ تم اپنے ٹھکرائے جانے کی اذیت کو کم کرنے کے لئے دوسری لڑکی پر الزام لگا رہی ہو۔ اُسے میری نظروں سے گرانا چاہتی ہو۔ شیم آن یو....!"

وہ جلدی سے بولی۔ "پلیز۔ یہ الزام نہیں ہے۔ میں سچ بول رہی ہوں۔ شہناز نے تمہاری سچی محبت کے تاج محل میں چور دروازہ بنایا ہوا ہے...."

وہ ایکدم سے پھٹ پڑا۔ دھاڑتے ہوئے بولا۔ "یو شٹ اپ....اب تمہاری زبان پر میری شہناز کا نام بھی آیا تو میں....."

وہ اس کے تیور دیکھ کر سہم سی گئی۔ وہ ایک ذرا ٹھہر کر سخت لہجے میں بولا۔ "میں تم سے بدتمیزی نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے، یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ بولی۔ "مجھے جانا تو ہوگا۔ لیکن تم سے صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں۔ جب تم کسی کو کوئی حقیقت بتانا چاہتے ہو اور سامنے والا تمہاری بات پر یقین نہیں کرتا تو ایسے وقت تم اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے کیا کرتے ہو؟"

"میں بنا ثبوت کے، کوئی بات نہیں کرتا۔ پلیز مجھ سے بحث نہ کرو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ اس کی بات کو جیسے نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "میں ثبوت بھی پیش کرسکتی ہوں۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اچھا...؟ چلو پھر ثبوت پیش کرو۔ ثبوت اور دلائل کے سامنے عدالت کے فیصلے بدل جاتے ہیں، میرے بھی بدل جائیں گے۔"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ وکی نے اسے شہناز کے خلاف کوئی ثبوت نہیں دیا تھا۔ لیکن بھرپور تعاون کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بولی۔ "فی الحال میں ایک نام بتا رہی ہوں۔ کبھی شہناز کے سامنے اس کا ذکر ضرور کرنا۔ تب تم اُس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ اور گھبراہٹ کو واضح طور پر سے محسوس کرسکو گے۔ ہوسکے تو اس بات کو بھی کریدنا کہ وہ اُس رات نائٹ کلب میں اچانک ہی کہاں اور کیوں غائب ہوگئی تھی؟"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ بولی۔ ''تمہارے اُس رقیب کا نام وجاہت علی عرف وجی ہے۔''

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔لیکن موبائل فون کا بزر سن کر رک گیا۔اسے اٹھا کر دیکھا۔شہناز کال کر رہی تھی۔وہ اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں شہناز! میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں۔''

اس کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''میں بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔آخر کب آؤ گے؟ کیا میں یہ گیت گنگناتی چلی آؤں تیرے در پر صنم چلے آئے تُو نہ آیا تو ہم چلے آئے....''

اُس نے کن انکھیوں سے ایشلے کو دیکھتے ہوئے بھرپور قہقہہ لگایا۔جس کے خلاف بہکایا جا رہا تھا' اُدھر سے بھرپور محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ایشلے کی تمام باتوں کی نفی ہو رہی تھی اور خان علی کا قہقہہ اُسے جتا رہا تھا کہ وہ اُس کے پیار کو کمزور نہیں بنا سکے گی۔مگر عورت کہاں ہار مانتی ہے؟ وہ جان بوجھ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو میں چلتی ہوں۔''

دوسری طرف شہناز ایکدم سے چونک گئی۔ایشلے کی آواز فون کے ذریعے اس کے کانوں تک پہنچی تھی۔اس نے فوراً ہی پوچھا۔ ''یہ کون بول رہی ہے؟''

خان علی نے ایشلے کو دیکھا۔فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ شہناز کو اس کے بارے میں کیا بتائے؟ وہ بات بناتے ہوئے بولا۔ ''ہاں۔کوئی ہے۔میں آکر بتاتا ہوں۔''

اس نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ ''کوئی ہے کا مطلب....؟ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟''

''کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔کہا ناں آکر بتاتا ہوں۔''

''معلوم تو ہو کہ وہ ہے کون....؟''

وہ ایشلے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ایک لڑکی ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی۔ ''آواز سن کر اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔میں یہ پوچھ رہی ہوں وہ کون ہے؟ تمہارے پاس کیا کر رہی ہے؟''

''میں صرف اتنا سمجھ رہا ہوں کہ تم ابھی مجھ پر شبہ کر رہی ہو۔فون بند کرو۔میں آکر بات کروں گا۔''

اس نے خدا حافظ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ایشلے نے کہا۔ ''یہ تمہارے لئے سوچنے کا

مقام ہے۔جو کھوٹا ہوتا ہے' وہ دوسروں میں بھی کھوٹ نکالتا ہے اور شہناز نے ابھی یہی کیا ہے۔''

وہ سوچنے کے لئے اسے تنہا چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی۔اس کی آخری بات نے خان علی کو جیسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔وہ اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا۔ ''کیا میں کھرا ہوں اسی لئے شہناز پر کوئی شبہ نہیں کرتا؟ مگر وہ کر رہی ہے... کیوں کر رہی ہے؟ میرے اندر کھوٹ کیوں نکال رہی ہے؟ کیا وہ خود.....''

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکا۔سر جھٹک کر زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''یہ ایشلے خوامخواہ مجھے الجھا رہی ہے۔اپنی جگہ بنانے کے لئے ہمارے درمیان دراڑ ڈالنے کی کوششیں کر رہی ہے۔''

وہ ہوٹل سے نکل کر اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شہناز کی طرف جانے لگا۔اس دوران ایشلے کی کہی ہوئی باتیں اس کے دماغ میں گڈمڈ ہونے لگیں۔وہ اس سلسلے میں کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔لیکن بے اختیار سوچتا چلا جا رہا تھا۔ایشلے جیسے ایک چنگاری چھوڑ کر چلی گئی تھی۔وہ رہ رہ کر سلگ رہی تھی اور اسے سلگا رہی تھی۔اس کے دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات اور سوالات پیدا ہو رہے تھے۔

سب سے پہلا اور اہم سوال تو یہی تھا کہ یہ وجاہت علی واسطی عرف وجی کون ہے؟ وہ گیئر بدلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''اس نام کا کوئی شخص ہماری زندگی میں نہیں ہے۔کیا ایشلے نے ہمارے درمیان بدگمانی پیدا کرنے کے لئے یونہی ایک فرضی نام لیا ہے؟ مگر....''

وہ سوچتے سوچتے رک گیا۔اسے ایشلے کا پُراعتماد لہجہ یاد آ رہا تھا۔اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ ''کیا مجھے شہناز سے وجی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی چاہئے؟ کروں گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟ یقیناً وہ اجنبیت ظاہر کرے گی۔اگر ایشلے کے مطابق وہ اِس نام کو سن کر چونک گئی۔گھبرا گئی تو....؟''

اس نے جھنجلا کر اسٹیرنگ پر ایک ہاتھ مارا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ ایشلے ایسی الجھنیں پیدا کر کے چلی گئی ہے' جنہیں سلجھائے بغیر مجھے چین نہیں آئے گا۔میں اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کے لئے ایسا انداز اختیار کروں گا' جس سے شہناز کو یہ شبہ نہ ہو کہ میں اسے کرید رہا ہوں۔''

ان لمحات میں شہناز کے بارے میں یہی کہا جا سکتا تھا کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی' آخر کو چھری تلے آئے گی....

اور اب شاید وہ چھری تلے آنے ہی والی تھی۔اپنے ہوٹل کے باہر اس کا انتظار کر رہی

تھی۔اسے کیا معلوم تھا کہ آج وہ محبوب کا نہیں' اپنی شامت کا انتظار کر رہی ہے۔

وہ ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی ۔اس کے دل و دماغ میں ایشلے کی آواز گونج رہی تھی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا' وہ کون ہو سکتی ہے؟اور جو کوئی بھی تھی خان علی نے اس کا تعارف کیوں نہیں کرایا؟"ہوں...ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔مجھے کسی بھی طرح خان علی سے سچ اگلوانا ہوگا۔کہیں ایسا نہ ہو' میں بے خبری میں ماری جاؤں اور یہ تگڑا مرغا میرے ہاتھ سے نکل جائے۔"

اس نے ابھی یہ بات ماں اور بھائی کو نہیں بتائی تھی۔وہ خان علی کو پہلے اپنے طور پر کریدنا چاہتی تھی' یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس پر جو شبہ کر رہی ہے' وہ کس حد تک درست ہے؟ اگر خان علی کی چوری پکڑی گئی اور وہ کسی دوسری لڑکی کے چکر میں ملوث پایا گیا تو وہ بھائی کو مخبر بنا کر اس کے پیچھے لگا دے گی۔یوں وہ بڑی رازداری سے خان علی کے ذریعے اُس لڑکی تک پہنچ کر اس کا پتا صاف کر سکے گی۔

وہ اپنے طور پر بڑی دور تک سوچ رہی تھی۔یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ آنے والا کیسے دھماکے کرنے والا ہے؟

وہ ٹہلتے ٹہلتے ایک جگہ رک کر کھڑی ہوگئی۔ذرا دور مین روڈ پر خان علی کی کار دکھائی دے رہی تھی۔وہ ناراضی دکھانے کے لئے ایک ذرا منہ پھلا کر کھڑی ہوگئی۔اس نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔اگلی سیٹ کا دروازہ کھل گیا۔وہ چپ چاپ اندر آکر بیٹھ گئی۔خان علی نے سر گھما کر اسے دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا۔خاموشی سے ڈرائیو کرتا ہوا گاڑی کو آگے بڑھانے لگا۔

وہ ونڈ اسکرین کے پار تک رہا تھا اور وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔پہلو بدلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔"یہ خاموش کیوں ہے؟ کچھ بولتا کیوں نہیں؟ کیا چوری کے بعد سینہ زوری دکھا رہا ہے؟"

وہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ ایشلے نے اس کے اندر کیسی الجھنیں پیدا کر دی ہیں؟وہ کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر اُن الجھنوں کو دھیرے دھیرے سلجھانا چاہتا تھا۔اسی لئے ڈرائیونگ کے دوران خاموش تھا۔لیکن عورت زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہ سکتی۔لہٰذا وہ نہ چاہتے ہوئے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر بول پڑی۔"تمہیں کچھ تو بتانا چاہئے؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔"کیا بتانا چاہئے...؟"

وہ اس سوال پر جل بھن کر رہ گئی۔اسے گھورتے ہوئے بولی۔"یعنی مجھے یاد دلانا پڑے

گا؟اسی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں' جس کی وجہ سے تم لیٹ ہوئے ہو۔کون تھی وہ؟"

اس نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھا۔پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔"تم میری محبت اور دیوانگی کو سمجھتی ہو۔اس کے باوجود مجھ پر شبہ کر رہی ہو؟"

"کیونکہ مردوں کی پسند بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

"لیکن شبہ تو وہاں ہوتا ہے' جہاں اعتماد نہ ہو۔"

وہ تیور بدل کر بولی۔"سوری...ہم لڑکیاں ذرا شکی ہوتی ہیں۔"

"مرد بھی تو ہوتے ہیں۔"

"بے شک۔ہوتے ہیں۔بال کی کھال نکالتے ہیں۔تم مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ الجھاؤ۔سچ سچ بتاؤ وہ کون تھی؟تمہارے پاس کیا کر رہی تھی؟"

وہ مسکرا کر بولا۔"ارے کوئی نہیں تھی۔تم خوامخواہ اپنا دل جلا رہی ہو۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔"تمہاری مسکراہٹ چغلی کھا رہی ہے۔"

اس نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔"کیا کہہ رہی ہے؟"

وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔اس سے سچ اگلوانا ضروری تھا۔لہٰذا تیور بدل کر ذرا نرم پڑتے ہوئے بولی۔"ہم ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں چھپاتے۔پھر تم کیوں اس لڑکی کے سلسلے میں تجسس پیدا کر رہے ہو؟اب بتا بھی دو ورنہ...."

اس نے مسکرا کر پوچھا۔"ورنہ کیا کرو گی؟"

"تمہارے بارے میں تحقیقات کراؤں گی۔"

وہ بولا۔"او ہو...یعنی میرے پیچھے مخبر لگائے جائیں گے؟"

وہ بولی۔"بیویاں اپنے شوہروں کی مخبری کرتی ہیں۔لیکن تم شادی سے پہلے مجھے اس کام پر لگانا چاہتے ہو۔"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔"کوئی بھی مخبر تمہیں میرے خلاف بھڑکائے گا تو تم بہک جاؤ گی؟"

"کوئی یونہی کیوں بھڑکائے گا؟ کہیں کچھ گڑبڑ ہوتی ہے' تب ہی قصے جنم لیتے ہیں۔"

اس کے کانوں میں ایشلے کی آواز گونجنے لگی۔"شہناز تمہاری سچی محبت کے تاج محل میں ایک چور دروازہ بنا رہی ہے...."

ایشلے کی آواز پر شہناز کے یہ الفاظ حاوی ہونے لگے۔"کہیں کچھ گڑبڑ ہوتی ہے' تب ہی قصے جنم لیتے ہیں۔"

اس نے پہلو میں بیٹھی محبوبہ کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ''کیا اس طرف کوئی گڑبڑ نہیں ہے؟ اینشلے بہت بڑی بات کہہ کر گئی ہے۔ کیا واقعی ہمارے درمیان ایسا کوئی قصہ جنم لے رہا ہے، جس سے میں انجان ہوں؟''

اس کے دل نے کہا۔ ''نہیں۔ مجھے انجان نہیں رہنا چاہئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں شہناز سے اندھی محبت کرتا ہوں۔ لیکن آنکھیں کھول کر یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اینشلے نے شہناز پر اتنا بڑا الزام کیوں لگایا ہے؟''

وہ دونوں ایک ریسٹورنٹ کی ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئے۔ شہناز کے اندر کوئی انجانی سوکن کچوکے لگا رہی تھی۔ طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا کر رہی تھی۔ لیکن وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔ خان علی کو کسی بھی صورت چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ سچ معلوم کرنے کے لئے مزاج دکھانے سے بات نہ بنی تو وہ اسے بڑی محبت سے پگھلانے لگی۔ اس کا ہاتھ تھام کر میٹھے لہجے میں بولی۔ ''میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں تم جان بوجھ کر مجھے جلا رہے ہو۔ کسی دوسری کے بارے میں تجسس پیدا کر کے محظوظ ہو رہے ہو۔''

وہ مسکرا کر اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولا۔ ''یہی بات ہے۔ شکر ہے، تم سمجھ گئیں۔ وہ روم سروس کے لئے آئی تھی۔''

اس نے جھوٹ بولا۔ وہ اس کے جھوٹ سے مطمئن ہونے والی نہیں تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ سچ معلوم کرنے کے لئے شاہنواز کو مخبر بنانا ہی پڑے گا۔

وہ شام ڈھلنے تک اس ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے۔ کھانے پینے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے دوران شہناز اسے ٹٹولتی رہی۔ یہ واضح طور پر محسوس کر رہی تھی کہ وہ کچھ کھویا کھویا سا ہے۔ بار بار کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ مخاطب کرتی ہے تو چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر سے خیالوں میں کہیں گم ہو جاتا ہے۔

شہناز نے ذرا چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''لگتا ہے، وہ روم سروس والی تمہیں بھٹکا رہی ہے؟''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا مطلب....''

''بار بار کہاں غائب ہو جاتے ہو؟ کیا وہ خیالوں میں آ رہی ہے؟''

وہ اس کے طنز پر زیرِ لب مسکرانے لگا۔ وہ بولی۔ ''تم نے کہہ دیا اور میں نے مان لیا۔ مگر اس کے باوجود پتہ نہیں کیوں ایسا لگ رہا، کوئی تیسری ہستی ہمارے درمیان آ گئی ہے۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری خاموشی سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ قسم کھا کر کہتی ہوں، اگر ایسا کچھ ہوا تو تمہاری شہناز جان سے گزر جائے گی۔''

وہ اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولا۔ ''بات کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف بھروسے کی ہے۔ جب تک بھروسہ رہتا ہے، تب تک محبت رہتی ہے۔''

وہ ذرا دیر کے لئے خاموش ہوا۔ پھر بڑی آہستگی سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولا۔ ''اس رات بات آئی گئی ہو گئی تھی۔ لیکن اب سوچتا ہوں، غور کرتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس نائٹ کلب میں اچانک ہی کہاں غائب ہو گئی تھیں؟''

شہناز نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔ خان علی کی گہری ٹٹولتی ہوئی نظریں جیسے اس کے اندر جذب ہو کر حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

وہ پہلو بدل کر ذرا ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''یہ۔ اس وقت تمہیں نائٹ کلب کی بات کہاں سے یاد آ گئی؟ اور میں نے بتایا تو تھا بھیڑ کی وجہ سے میں بھٹک گئی تھی۔''

وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے گھبرائی تھی۔ پھر نارمل ہو گئی تھی۔ خان علی نہیں جانتا تھا کہ اس رات کیا تماشہ ہوا تھا؟ لیکن اب شہناز کی ہچکچاہٹ اسے سوچنے پر مجبور کر رہی تھی پھر یہ سوال بھی پیدا ہو رہا تھا کہ اینشلے نے خصوصی طور پر اس رات کا حوالہ کیوں دیا؟ اس نے سوچا۔ ''یقیناً وہاں ایسا کچھ ہوا تھا، جس سے میں بے خبر ہوں۔''

ان لمحات میں جیسے اینشلے اس کے اندر مستحکم ہو رہی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر شہناز کو دیکھا پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ''یہ وجی کون ہے؟''

اس نے سوال نہیں کیا تھا۔ دھماکہ کیا تھا۔ شہناز جوس کا ایک گھونٹ لے رہی تھی۔ اس کی بات سنتے ہی اس زور کا ٹھسکا لگا کہ گلاس ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر لڑھک گیا۔ وہ بری طرح کھانس رہی تھی اور پھٹے پھٹے دیدوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

خان علی نے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک ذرا طنزیہ انداز میں کہا۔ ''مجھے کیا معلوم تھا، یہ نام اتنا دھماکہ خیز ہو گا؟''

وہ پانی پینے کے بعد گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ کھانسی کا زور کم ہو گیا تھا۔ ایک ویٹر وہاں آ کر میز کی صفائی کرنے لگا۔ شہناز کو جیسے مہلت مل گئی تھی۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی۔ ''پہلے اس نے نائٹ کلب کا ذکر کیا اور اب وجی کا نام لے رہا ہے۔ یقیناً کچھ گڑبڑ

ہے۔پتہ نہیں اسے کیا معلوم ہوا ہے؟ اوہ گاڈ! میں کیا بات بناؤں؟ وجی کے بارے میں اس سے کیا کہوں؟ کہیں ایسا تو نہیں وجی نے ہماری لاعلمی میں خان علی تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرلیا ہو اور ممکن ہے اس تک پہنچ بھی گیا ہو۔"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔"تم۔تم وجی کو کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا۔"میں نہیں جانتا۔لیکن تمہارے لہجے سے اندازہ ہوگیا ہے' تم اسے جانتی ہو۔"

"جب اسے جانتے نہیں ہو تو پھر یہ نام....؟"

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔"تم تو اسے جانتی ہو؟"

وہ اٹکتے ہوئے بولی۔"ہاں۔وہ۔وہ میرا کزن ہے۔"

وہ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ایشلے اس کے اندر ہلچل مچا رہی تھی۔اتنا تو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ شہناز کے بارے میں ایسی باتیں جانتی ہے' جن سے وہ بے خبر ہے۔اب باخبر ہونے کے لئے ایشلے ضروری ہو رہی تھی۔وہ چپ چاپ شہناز کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔انتظار میں تھا کہ وہ آگے کچھ بولے گی۔درست بولے گی یا غلط بولے گی۔کسی بھی حوالے سے معلومات میں اضافہ ہوگا۔

مگر وہ چپ تھی۔پہلو بدل کر سوچ رہی تھی۔"اگر اسے میرے اور وجی کے تعلقات کی بھنک بھی مل گئی ہوتی تو یہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا۔غیرت کا مارا گاڑی میں بٹھانے سے پہلے ہی مجھے مار ڈالتا۔لیکن میں زندہ ہوں۔اس کا مطلب ہے' یہ میرے خلاف کچھ زیادہ غیض و غضب میں نہیں ہے۔صرف شبہ کر رہا ہے۔"

اس نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔"تم چپ کیوں ہوگئے؟"

"سوچ رہا ہوں' تم نے پہلے کبھی اپنے اس کزن کا ذکر کیوں نہیں کیا؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولی۔"دراصل۔وہ ایک سرپھرا لڑکا ہے۔دوسروں کے بارے میں خوامخواہ جھوٹ سچ بولتا رہتا ہے اور اپنی ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتوں کی وجہ سے گھر سے بے گھر ہو چکا ہے۔اب میں تمہیں ایسے فراڈیئے کے بارے میں کیا بتاتی؟ سنا ہے' وہ کہیں مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔"

وہ اس کا ایسا نقشہ کھینچ رہی تھی کہ خان علی سے کبھی اس کا سامنا ہو جائے تو وہ اس کی کسی بات پر کان نہ دھرے۔خان علی کچھ الجھ سا گیا تھا۔ایشلے سے ملاقات کر کے جلد از جلد ان گتھیوں کو سلجھانا چاہتا تھا۔

اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔"سوری شہناز! مجھے بزنس کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے ملاقات کرنی ہے۔اگر وقت پر نہ پہنچ سکا تو میٹنگ کینسل ہو جائے گی اور وہ لوگ پاکستان روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ بھی گھبرائی ہوئی تھی۔ماں اور بھائی کو تمام باتیں بتا کر ان سے صلح مشورے کرنا چاہتی تھی۔اس نے فوراً ہی کہا۔"میری وجہ سے اپنی میٹنگ کینسل نہ کرو۔اگر دیر ہو رہی ہے تو ابھی روانہ ہو جاؤ۔میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔"

"اتنی بھی ایمرجنسی نہیں ہے کہ تمہیں ڈراپ نہ کر سکوں۔چلو آؤ....."

وہ اس کے ساتھ گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔مگر تمام راستے وہ یوں بیٹھے رہے' جیسے دریا کے دو کنارے بن گئے ہوں۔وہ دونوں خاموش تھے اور اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔خان علی کے اندر جیسے کوئی لاوا سا پک رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا۔"اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ شہناز مجھ سے کوئی دھوکہ کر رہی ہے تو خدا کی قسم! میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔بیوفائی کی ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ دنیا یاد کرے گی۔"

مگر سچائی ثابت کرنے اور ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کے لئے ایشلے ضروری تھی۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کیسے رابطہ کیا جائے گا؟ وہ شہناز کو ڈراپ کرنے کے بعد ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔اسے ایشلے سے ملنے کی بے چینی تھی۔وہ اپنے آپ پر جھنجھلا رہا تھا۔یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ اس لڑکی کا پتہ ٹھکانہ معلوم کیوں نہیں کیا؟ کم از کم اس کا فون نمبر ہی پوچھ لیتا۔

وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑبڑایا۔"اب کیسے رابطہ کروں؟ اسے کہاں ڈھونڈنے جاؤں؟ میں تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔سوائے نام کے....."

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔موبائل فون کا بزر سنائی دے رہا تھا۔کسی اجنبی نمبر سے کال آئی تھی۔وہ اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے بولا۔"ہیلو کون....؟"

دوسری طرف سے ایشلے نے کہا۔"پہلی بار تمہیں فون پر مخاطب کر رہی ہوں۔شائد آواز سے مجھے پہچان نہیں پاؤ گے۔"

وہ جلدی سے بولا۔"میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔تم ایشلے بول رہی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔پھر بولی۔"میں انتظار کر رہی تھی۔تم اُس سے ملنے گئے تھے۔میرے اندر یہ تجسس تھا کہ تم نے میرے مشورے کے مطابق اسے کچھ ٹٹولنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟"

وہ ذرا دیر چپ رہا پھر بولا۔ ''سب سے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تم شہناز کے بارے میں اور کیا کچھ جانتی ہو؟''

''جتنا بتایا ہے' کیا وہ سچ ثابت ہو رہا ہے؟''

''یہی سمجھ لو.... پلیز۔ مجھے تفصیل سے پوری بات بتاؤ۔ آخر یہ وجی کا کیا چکر ہے؟ اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ شہناز کا کزن ہے۔ لیکن تم اِس سے بھی زیادہ جانتی ہو۔''

''بالکل جانتی ہوں۔ اسی لئے تو تمہیں اندھی کھائی میں گرنے سے بچا رہی ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ شہناز تم سے مخلص نہیں ہے۔''

اس نے کریدنے کے انداز میں پوچھا۔ ''تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟''

''ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ وجی کے پاس ہے۔''

اس نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''اور یہ وجی کہاں ہے؟ مجھے اس کا پتہ ٹھکانہ بتاؤ؟ میں اپنے طور پر معلومات حاصل کروں گا۔''

''اس کا ٹھکانہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ میرے پاس صرف فون نمبر ہے۔ پچھلے کئی دنوں سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہی ہوں۔ مگر اس کا نمبر مسلسل آف مل رہا ہے۔''

''یہ تو الجھانے والی بات ہوئی۔ وجی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم نے تو مجھے درمیان میں لٹکا دیا ہے۔ اس کا نمبر نوٹ کراؤ۔ میں خود اس سے رابطہ کروں گا۔''

ایشلے نے وکی کے نمبر بتائے۔ وہ انہیں سیو کرنے کے بعد بولا۔ ''تم نائٹ کلب کی بات کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں کیا جانتی ہو؟ میرا مطلب ہے' وہاں شہناز کے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

اس نے پوچھا۔ ''بنا ثبوت کے میری بات پر یقین کر لو گے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''یقین کرنے کے لئے ثبوت بہت ضروری ہیں۔ فی الحال سن کر سمجھنے کی کوشش کروں گا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''اس رات کلب میں وجی بھی موجود تھا۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے پارکنگ ایریا میں آئی اور وہ شہناز کے پیچھے تھا۔ بس وہیں ہماری پہلی ملاقات ہوئی اور وہیں اس نے تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ بتایا۔ یہ سن کر دکھ بھی ہوا کہ جس ایک لڑکی کے لئے تم دنیا کی تمام حسیناؤں کو ٹھکرا سکتے ہو' وہ تمہیں چیٹ کر رہی ہے۔ ایک طرف وجی کو پھانس رہی ہے اور دوسری طرف تمہیں اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اس رات بھی وہ گم نہیں ہوئی تھی۔ تم

سے چھوٹ کر وجی کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔''

خان علی کے اندر دھماکے سے ہو رہے تھے۔ یہ سوچ کر شدید غصہ آ رہا تھا کہ اُسے بیوقوف بنایا جاتا رہا ہے۔ مگر.....

اُدھر ایشلے بول رہی تھی اور اِدھر شہناز کی چاہتیں' اس کی محبتیں یاد آ رہی تھیں۔ انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ اسے دھوکہ دیتی رہی ہے.....

اس کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوا۔ ''کہیں یہ ایشلے جھوٹ تو نہیں بول رہی؟ میرے دل میں اپنی جگہ پیدا کرنے کے لئے شہناز پر خوامخواہ بہتان تو نہیں لگا رہی؟''

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکا۔ وجی کا نام سنتے ہی شہناز کو جو ٹھسکا لگا تھا۔ وہ اب تک اس کے اندر گونج رہا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ' اس کی ہکلاہٹ یاد آ رہی تھی۔ وہ ذرا الجھ سا گیا۔ سر جھٹک کر سوچنے لگا۔ ''معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے بعد دو ہی باتیں سامنے آئیں گی یا تو شہناز غلط ثابت ہو گی یا ایشلے.... لیکن جو بھی خان علی سے مکاری دکھائے گی وہ ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے پائے گی۔''

ایشلے نے کہا۔ ''تمہاری خاموشی سے مجھے اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ تم میری باتوں پر یقین کر رہے ہو یا نہیں؟ کچھ تو بولو....''

''جب تک وجی سے رابطہ نہیں ہوگا میں کچھ کہہ نہیں سکوں گا۔''

''میں دعا کروں گی وجی سے جلد ہی رابطہ ہو جائے۔ میرا نمبر اس وقت تمہارے فون پر آ رہا ہے۔ تم اسے سیو کر لو۔ جب چاہو گے اس پر بات ہو سکے گی۔ ابھی فون بند کر رہی ہوں۔''

ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ دونوں ہی وکی سے بات کرنے کے لئے بے چین تھے۔ مگر اس سے رابطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ قسمت شہناز کو سلامتی سے سانسیں لینے کا موقع دے رہی تھی۔ بس وکی سے رابطہ ہونے کی دیر تھی۔ پھر اس کی خیر نہیں تھی۔

اس وقت تو وہ خیر مناتی ہوئی ماں اور بھائی کے پاس پہنچ چکی تھی۔ انہیں تمام حالات سے آگاہ کر رہی تھی۔ وہ اس کی باتیں سن کر چونک گئے۔ شدید پریشانی سے بولے۔ ''خان علی کو وجی کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا وہ نامراد اس تک پہنچ گیا ہے؟''

شہناز سر پکڑ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ شکستہ لہجے میں بولی۔ ''پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے؟ اب تو میری جان پر بن آئی ہے۔ اگر وہ واقعی خان علی تک پہنچ گیا تو غضب ہو جائے گا۔''

ماں نے کہا۔ ''غضب تو چکا ہے۔ یقیناً وہ منحوس اس کے پاس پہنچا ہے' تب ہی خان علی تمہیں کرید رہا تھا۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''اگر وہ پہنچ چکا ہوتا تو خان علی مجھ سے زبان سے نہیں گولی سے بات کرتا۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''پھر تو یہی سوچا جا سکتا ہے کہ وہ دور رہ کر اسے ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔''

شہناز نے جل کر کہا۔ ''ہم نے اپنی شامت کو خود دعوت دی ہے۔ علیم شیرازی کو برباد کرنے کے سلسلے میں اب خود برباد ہونے والے ہیں۔''

ماں نے جلدی سے کہا۔ ''خیر کی باتیں کرو۔ برباد ہوں ہمارے دشمن....''

وہ بولی۔ ''دشمنوں کو بد دعا دینے کے بجائے اپنی خیریت کی دعائیں مانگیں۔ پتہ نہیں' وجی کیا کرنے والا ہے؟''

زرینہ بانو نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''تمہارے پاپا کو ان حالات سے آگاہ ہونا چاہئے۔ شانی! ان کا نمبر ملاؤ۔ میں ابھی بات کروں گی۔''

اس نے نمبر پنچ کر کے فون ماں کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''ان کا نمبر تو آف جا رہا ہے۔''

شاہنواز نے فون لے کر سنا پھر کہا۔ ''یقیناً وہ کسی میٹنگ میں مصروف ہوں گے۔ میں میسج چھوڑ دیتا ہوں۔ فارغ ہوتے ہی ہمیں کال کریں گے۔''

ماں نے شہناز سے کہا۔ ''تم نے خان علی کو کریدا تو ہوتا۔ یہ تو معلوم کیا ہوتا کہ وہ ہمارے رشتے دار کو کیسے جانتا ہے؟ کیا وہ خود اس سے ملنے آیا تھا؟''

''اس کی زبان سے وجی کا نام سنتے ہی میرے تو ہوش اڑ گئے تھے۔ اسے کریدنے کی ہمت نہیں ہوئی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''پھر بھی تم نے وجی کو ایک سر پھرا اور مجرمانہ زندگی گزارنے والا نوجوان کہہ کر عقلمندی کا کام کیا ہے۔''

شہناز نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اب تو پکا یقین ہو گیا ہے۔ وجی نے میرے اور خان علی کے پیچھے اپنی کوئی مخبر چھوڑی ہوئی ہے۔ اس روز شاپنگ سینٹر میں بھی وہی ہمارا پیچھا کر رہی تھی اور آج فون پر بھی میں نے یقیناً اسی کی آواز سنی ہے۔ مگر خان علی یہ بات مجھ سے چھپا رہا ہے۔''

زرینہ بانو نے جھنجلا کر کہا۔ ''خدا اس وجی کو غارت کرے۔ وہ تو ہمارے لئے دردِ سر بن گیا ہے۔ تمہارے پاپا سے کہوں گی' وہ جہاں بھی پایا جائے اسے جہنم رسید کرنے میں ایک ذرا دیر نہ کی جائے۔ اس کے بعد علیم شیرازی سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔''

انسان کبھی کبھی سمجھ نہیں پاتا کہ وہ دوسروں سے دشمنی کرتے کرتے کیسے اپنے آپ سے دشمنی کر بیٹھتا ہے؟ وہ بھی سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ بیٹی کو داؤ پر لگانے کے باوجود بازی ان کے ہاتھوں میں نہیں آ رہی تھی۔ وکی نے تو جیسے انہیں دن میں تارے دکھا دیئے تھے۔ ایکسیڈنٹ کے بعد شہناز کی اس سے جان چھوٹ سکتی تھی۔ وہ اپنے معاملات میں الجھ کر اسے بھول سکتا تھا۔ مگر خرابیٔ قسمت کا کیا کہنا....؟ اگرچہ وہ بہ نفسِ نفیس نہیں تھا۔ مگر اُس کی جان جلانے کے لئے ایشلے کو اپنے روپ میں چھوڑ گیا تھا۔



شیکسپیئر نے درست کہا ہے۔ ''یہ دنیا ایک اسٹیج ہے یہاں سب اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔''

لیکن میں وجی سے وکی بن رہا تھا۔ ایک ہی اسٹیج پر دوہرا کردار ادا کرنے والا تھا۔ دشمنوں کے درمیان دوست بن کر پہنچنے والا تھا اور اس سلسلے میں تمام تر تیاریاں ایسی لگ رہی تھیں' جیسے مجھے موت کے کنویں میں اپنے کرتب آزمانے کے لئے بھیجا جا رہا ہو۔ ویسے ایسا کہنا کچھ غلط بھی نہ تھا۔

شائد میں اپنی زندگی میں بہت بڑا رِسک لے رہا تھا۔ سب ہی لوگ دشمنوں سے دور بھاگتے ہیں۔ جبکہ میں اپنے دشمنوں کے درمیان پہنچ رہا تھا اور یوں خطرہ مول لینے کا انجام کیا ہونے والا تھا' یہ تو اوپر والا ہی جانتا تھا۔

میں نے اُس نمائندے سے ملاقات کی تھی۔ اس کا نام مارٹی تھا۔ اس کے مشورے کے مطابق مجھے بگ باس کے سامنے یادداشت گم ہونے کا ڈرامہ پلے کرنا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں اپنے ایک قابل اعتماد ڈاکٹر کو رازدار بنایا تھا۔

چونکہ وکی ایک زبردست حادثے سے دوچار ہوا تھا۔ اس لئے میرا زخمی ہونا لازمی تھا۔ لہٰذا میں اپنے ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے خود ساختہ طور پر زخمی ہو کر ہوسپٹل پہنچا ہوا تھا۔

وہاں مارٹی نے مجھے فون پر مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر تم تیار ہو تو بگ باس کو انفارم کیا جائے؟''

میں نے کہا۔ ''یہاں تمام انتظامات مکمل ہیں۔ ڈاکٹر میرا رازدار ہے۔ وہ بگ باس کو بتائے گا کہ مجھے کب اور کس حالت میں ہوسپٹل پہنچایا گیا تھا اور کتنے دنوں سے ٹریٹمنٹ دی جا رہی ہے؟''

''اور اُس نشان کا کیا ہوا، جو وکی کی کمر پر تھا؟''

''وکی کی وہ خاص نشانی اب میری کمر پر ہے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ اب تم اپنا کام کرو۔ میں بڑی بے چینی سے بگ باس کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''اسے تو بس انفارم کرنے کی دیر ہے۔ پھر وہ پلک جھپکتے ہی اپنے وکی کے پاس پہنچ جائے گا۔ بس یوں سمجھو... وہ پہنچنے ہی والا ہے۔''

ہمارے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ ان لمحات میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ میری آخری فون کال تھی۔ میرے تمام رابطے' تمام رشتے عارضی طور پر ختم ہو گئے تھے۔ بگ باس تک پہنچنے کے بعد ہی میں کوئی مناسب موقع دیکھ کر کسی سے رابطہ کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ نانا جان کے چند آلۂ کار خفیہ طور پر میری نگرانی کر رہے تھے۔ بیشک۔ یہ جنگ مجھے تنہا لڑنی تھی۔ پھر بھی نانا جان کے وہ محافظ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں میرا بھرپور ساتھ دینے کے لئے وہاں موجود تھے۔

ایسے وقت جب میرے آس پاس کوئی اپنا نہیں رہا تھا۔ کسی رشتے کی آواز نہیں رہی تھی۔ تب جینا میرے اندر گنگنانے لگی۔ اس کی گمشدگی اب تک میرے لئے سوالیہ نشان بنی ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' وہ اچانک ہی کہاں غائب ہو گئی ہے؟ میں نے لوری سے بھی رابطہ کیا تھا۔ یہ امید تھی کہ شائد وہ وہاں پہنچی ہو۔ یا پھر لوری کو اس کی کوئی خبر مل رہی ہو۔

لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کی تلاش میں مسلسل ناکامی ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود میں ہار نہیں مان رہا تھا۔ اب وجی سے وکی بننے کے بعد تلاش کا یہ سلسلہ رک سکتا تھا۔ لیکن میں نے امیر حمزہ کو تاکید کر دی تھی کہ میری غیر موجودگی میں جینا کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ کہیں سے بھی کسی بھی ذریعے سے اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوششیں کی جائیں۔

فی الحال بدقسمتی نے اُسے مجھ سے دور کر رکھا تھا۔ وہ نگاہوں کے سامنے نہیں آرہی تھی۔ لیکن بند آنکھوں کے پیچھے اکثر جھانکتی رہتی تھی۔ اس وقت بھی میں اسے دیکھ رہا تھا۔ بند آنکھوں کے اندھیروں میں اُس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ محبوب پاس نہ ہو تو اس کی تصویر سے' تصویر بھی نہ ہو تو اس کے تصور سے دل بہلایا جاتا ہے اور میں اُن لمحات میں بہل رہا تھا۔ اس کے حسین تصور نے مجھے دنیا بھر کے جھمیلوں سے بہت دور حسین وادیوں میں پہنچا دیا تھا۔

ایسے ہی وقت میں ذرا چونک گیا۔ ان وادیوں میں کوئی مردانہ آواز گونجی تھی۔ کوئی مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ ''مسٹر وکی.....! مسٹر وکی.....!''

"وکی.....؟ لیکن میں تو وجی ہوں۔"

شائد میرے نئے رشتے دار آ گئے تھے۔میں نے ایک ذرا کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔تین اجنبی چہرے دکھائی دیئے۔ان کے ساتھ میرا قابل اعتماد ڈاکٹر بھی موجود تھا۔آنے والوں میں سے ایک نے خوش ہو کر کہا۔"ارے....یہ تو واقعی زندہ ہے۔"

دوسرے نے کہا۔"ہے وکی...!یو آر گریٹ..."

تیسرے نے کہا۔"تم واقعی ناقابل شکست ہو۔موت بھی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکی۔لیکن تم ہمیں یوں اجنبیوں کی طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

ڈاکٹر نے کہا۔"بلندی سے گرنے کے باعث اس کے سر میں اندرونی چوٹیں آئی ہیں' دماغ بری طرح متاثر ہوا ہے۔جس کے نتیجے میں اس کی یادداشت چلی گئی ہے۔"

ان تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ڈاکٹر نے کہا۔"اسے چند راہ گیر یہاں پہنچا کر گئے تھے۔ہم تو اس کا نام بھی نہیں جانتے۔ابھی آپ کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے کہ اس کا نام وکی ہے۔"

میں چپ چاپ لیٹا انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ایک نے موبائل فون نکالتے ہوئے کہا۔"یہ تو بہت برا ہوا۔ہمیں فوراً بگ باس کو اطلاع دینی چاہئے۔"

اس نے فون پر نمبر پنچ کئے پھر اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔چند لمحوں کے بعد بولا۔"ہیلو باس!میں بول رہا ہوں۔"

بگ باس نے پوچھا۔"ہاں بولو....کیا اُس خبر کی تصدیق ہو رہی ہے؟"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے فون پر بولا۔"یس باس!وکی زندہ ہے۔یہاں ہوسپٹل میں زیر علاج ہے۔"

وہ ایکدم سے خوش ہو کر بولا۔"وری گڈ...فون اُسے دو۔میں اپنے شہزادے کی آواز سن کر یقین کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن ایک گڑبڑ ہو گئی ہے باس!"

اس نے چونک کر پوچھا۔"کیسی گڑبڑ....؟"

"ابھی ڈاکٹر نے بتایا ہے' وکی اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔"

وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔"اوہ نو....یہ تو بہت برا ہوا۔"

"یس باس!یہ ہمیں بھی نہیں پہچان رہا ہے۔اب آپ حکم دیں' ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"سب سے پہلے تصدیق کرنی چاہئے کہ واقعی وہ ہمارا وکی ہے یا نہیں؟ وہ ایک بار

بری طرح زخمی ہوا تھا۔اس کی کمر پر زخم کا نشان ہے۔ابھی دیکھو اور مجھے بتاؤ...وہ نشان ہے یا نہیں؟"

ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا۔پھر کہا۔"پلیز۔اپنی کمر پر سے لباس ہٹاؤ۔ہم تمہیں کسی شک وشبے کے بغیر پہچاننا چاہتے ہیں۔"

میں پہلے سے تیار تھا۔یہ تو ہونا ہی تھا۔میں نے کروٹ لے کر شرٹ کو اوپر اٹھایا۔ان تینوں نے جھک کر بڑی توجہ سے دیکھا۔پھر ایک نے فون پر کہا۔"یس باس!نشان موجود ہے۔یہ ہمارا وکی ہی ہے۔آپ حکم کریں۔"

وہ بولا۔"اسے ابھی ہوسپٹل سے ڈسچارج کراؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دشمنوں کو اس کی سلامتی کی خبر ملے۔"

جو خبر پھیلنے والی ہو' وہ چھپتی نہیں ہے۔دشمن اندھے' بہرے اور بے خبر نہیں ہوتے۔کہیں نہ کہیں سے' کسی نہ کسی طرح انہیں سن گن مل ہی جاتی ہے۔مجھے وہاں سے باس کے کسی خفیہ اڈے تک لے جانا آسان نہ تھا۔اس کے لئے سخت حفاظتی انتظامات کئے جا رہے تھے۔

بگ باس کے آلہ کاروں نے اس کے حکم کے مطابق ہسپتال سے مجھے ڈسچارج کرایا تھا اور ڈاکٹر نے بھی ہمارے منصوبے کے مطابق ان سے کوئی بحث نہیں کی۔فوراً ہی کاغذی کارروائی کے بعد مجھے ان کے حوالے کر دیا۔

بگ باس یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے یعنی وکی کے بچ جانے کی خبر معمولی نہیں ہے۔یہ جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً دوستوں اور دشمنوں تک پھیلتی چلی جائے گی۔اسی لئے اس نے مجھے ہوسپٹل سے اپنے ٹھکانے تک پہنچانے کے لئے سکیورٹی کے بڑے سخت انتظامات کئے تھے۔ہوسپٹل کے اندر اور باہر کتنے ہی مسلح افراد کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے موجود تھے۔مجھے جس گاڑی میں لے جایا جانے والا تھا۔وہ بھی بلٹ پروف تھی۔

ایک طرف یہ لوگ تھے اور دوسری طرف نانا جان کے مسلح آلۂ کار خفیہ طور پر دور ہی دور سے میری نگرانی کر رہے تھے۔یعنی میں ہتھیاروں کی چھاؤں میں بگ باس تک پہنچنے والا تھا۔مگر یہ سفر اتنا آسان نہ تھا۔بگ باس کے اندیشے کے مطابق دشمنوں تک یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ وکی جان لیوا حادثے سے دوچار ہونے کے باوجود زندہ ہے۔دشمن یہ خبر سن کر حیران ہو رہے تھے۔غصے سے جھنجلا کر سوچ رہے تھے۔"یہ کیسا شخص ہے؟کبھی کسی کی

گرفت میں نہیں آتا۔حتیٰ کہ موت کی گرفت سے بھی بچ کر نکل آیا ہے۔"

دراصل وکی ان دشمنوں کے لئے پارے کی طرح تھا۔کبھی کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتا تھا۔اِدھر اُدھر ہونے کے دوران ان دشمنوں کو اِدھر سے اُدھر دوڑاتا رہتا تھا۔کبھی خبر ملتی تھی کہ وہ لندن کے فلاں علاقے میں موجود ہے۔لیکن جب اسے ٹریپ کرنے کے لئے اچانک ہی مطلوبہ مقام پر حملہ کیا جاتا تھا تو پتہ چلتا تھا کہ وہ چند لمحوں پہلے وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔لیکن آج وہ دشمنوں کو ڈاج دے کر فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

تقریباً سب ہی مخالفین تک یہ خبر بھی پہنچ گئی تھی کہ زخمی وکی اپنی یاد داشت کھو چکا ہے۔اس کے دماغ کی وہ تجوری خالی ہو چکی ہے' جہاں سے دشمنوں کو شہہ مات دینے کے لئے وہ نت نئی چالبازیاں اور مکاریاں کیش کیا کرتا تھا۔ان کی نظروں میں گویا وہ کنگال ہو گیا تھا۔صرف اپنے محافظوں کے رحم و کرم پر تھا۔مگر یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ ایسے حالات میں بھی اسے با آسانی موت کے گھاٹ اتارا نہیں جا سکے گا۔وہ درجن بھر محافظ اسے ایک ہلکی سی خراش بھی پہنچنے نہیں دیں گے۔

اُن کے سربراہ نے کہا۔"وکی کی زندگی ہمارے لئے موت سے کم نہیں ہے۔بیشک۔وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔لیکن یہ بیماری عارضی ثابت ہو سکتی ہے۔ہمیں کوئی رِسک نہیں لینا چاہئے۔پہلی بار کسی جگہ اس کی مصدقہ موجودگی کا پتہ مل رہا ہے۔ابھی وہ اس ہوسپٹل میں ہے۔وہاں سے نکال کر اسے کسی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچایا جائے گا اور ہماری یہ کوشش ہوگی کہ وہ ہوسپٹل سے نکلنے کے بعد سیدھا جہنم میں پہنچ جائے۔"

ایک ماتحت نے کہا۔"متعدد محافظوں کی موجودگی میں اسے ہلاک کرنا آسان نہ ہوگا۔اس کے لئے بھرپور پلاننگ کی ضرورت ہے۔جبکہ ہمارے پاس وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔"

وہ بولا۔"لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ہمارے مسلح آلۂ کار ان سے دوگنی تعداد میں ہوسپٹل کی عمارت کے باہر موجود رہیں گے۔انہیں وکی کو زندہ سلامت لے جانے کا موقع نہیں دیں گے اور اگر خوش قسمتی سے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو بھی گئے تو آگے کسی بھی موڑ پر ہمارے دیگر آلۂ کار ان کی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیں گے۔"

ان لمحات میں صرف ایک وہ ہی نہیں' وکی کے بے شمار دشمن ایسے ہی خطرناک منصوبے تیار کر رہے تھے اور ان منصوبوں پر تیزی سے عمل بھی کیا جا رہا تھا۔مجھے نشانہ بنانے والوں نے ہوسپٹل سے باہر دور دور تک اپنی پوزیشن سنبھال لی تھیں۔وہ موت کے ہرکارے مجھ پر

زبردست حملے کرنے والے تھے۔

خفیہ طور پر نگرانی کرنے والے نانا جان کے آلۂ کار یہ نہیں جانتے تھے کہ ہوسپٹل سے باہر نکلتے ہی موت کا زبردست کھیل شروع ہونے والا ہے۔مجھے بچانے والوں کی تعداد کم تھی۔اس لئے بچ جانے کا چانس بھی کم تھا۔

میں جیسے کوئی مردار تھا۔میدان میں آتے ہی بے شمار گدھ مجھ پر جھپٹنے والے تھے۔

پہلے وکی نے وجی بن کر میرے نام کی موت کو اپنی طرف بلا لیا تھا اور اب میں وجی سے وکی بن کر اس کے نام چلنے والی کسی بھی ایک اندھی گولی کا نشانہ بننے والا تھا۔وکی کی قسمت اچھی تھی کہ وہ موت کے منہ میں جا کر لوٹ آیا تھا۔

کیا میری قسمت بھی میرا ساتھ دے گی؟

موت کے ایسے مضبوط چنگل سے چھڑا کر مجھے خوش قسمت بنائے گی؟

یہ تو قدرت کا نظام ہے۔سب اپنا اپنا مقدر لے کر پیدا ہوتے ہیں۔جو ایک کے ساتھ ہوتا ہے' وہ دوسرے کے ساتھ نہیں ہوتا۔کوئی خوش نصیب تو بندوق کی گولی سے بھی نہیں مرتا اور کوئی بدنصیب ڈاکٹر کی گولی کھا کر مر جاتا ہے۔

پتہ نہیں' میرے ساتھ کیا ہونے والا تھا؟ویسے مجھے یعنی وکی کو جس انداز میں گھیرا جا رہا تھا' اس میں خوش قسمت ہونے نہ ہونے کے چانس برابر تھے۔میں نہ تو وکی کے دشمنوں کی تعداد جانتا تھا اور نہ ہی وقت سے پہلے یہ سمجھ سکتا تھا کہ آگے جا کر کیسے حالات سے پالا پڑنے والا ہے؟

میرا اور نانا جان کے آلہ کاروں کا دھیان صرف اس بات کی طرف تھا کہ خدانخواستہ میرا بھید کھل گیا تو مجھے وہاں سے نکالنے کے سلسلے میں کیا کیا جا سکے گا؟

فی الحال تو میں ان کے ہاتھوں میں تھا۔مجھے ہوسپٹل کے بستر سے ایک اسٹریچر پر اور پھر اس اسٹریچر کے ذریعے ایک ایمبولینس نما بلٹ پروف گاڑی میں منتقل کیا جا رہا تھا۔ایسے وقت کوریڈور خالی کرایا گیا تھا۔وہاں صرف اسلحہ بردار نوجوان دکھائی دے رہے تھے۔چند گن مین اسٹریچر کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

میری ایسی حفاظت کی جا رہی تھی' جیسے کسی خزانے کو اِدھر سے اُدھر منتقل کیا جا رہا ہو۔سیکورٹی کے انتظامات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وکی واقعی بگ باس کے لئے کتنا اہم مہرہ ہے؟

ان اسلحہ برداروں نے کسی وارڈ بوائے کی خدمات حاصل کئے بغیر مجھے ایک لگژری ایمبولینس میں پہنچا دیا۔میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔کلرڈ شیشوں کے پار

یہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر کن راستوں سے گزرتی ہوئی مجھے کہاں پہنچانے والی ہے؟

باہر جا بجا دشمن ہماری تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایمبولینس دو محافظ گاڑیوں کے ساتھ ہوسپٹل کی عمارت سے باہر آتی دکھائی دی۔ موت بن کر انتظار کرنے والے ایکدم سے چوکنا ہو گئے۔ کتنے ہی ریوالوروں اور دیگر جدید اسلحے کے سیفٹی کیچ ہٹا دیئے گئے۔

مجھے تحفظ دینے والے بھی چوکنا تھے۔ پھر بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں اور کس انداز میں مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں؟ ویسے یہ اطمینان تھا کہ ان محافظوں کے علاوہ وہ بلٹ پروف گاڑی مجھے بہترین تحفظ دینے والی تھی۔

ہوسپٹل سے ذرا دور آتے ہی وہ تینوں گاڑیاں دشمنوں کے نشانے پر آگئیں۔ چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ بگ باس کے آلۂ کار جوابی فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے اپنی گاڑیوں کو وہاں سے نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن دور تک پھیلے ہوئے دشمن انہیں موقع نہیں دے رہے تھے۔ وہ راستہ بدل کر جانے کے باوجود فائرنگ کی زد میں آرہے تھے۔

پھر وہی ہوا، جس کا انہیں ڈر تھا۔ تینوں گاڑیوں کے پہیئے زوردار آوازوں کے ساتھ ہی ناکارہ ہو گئے۔ وہ علاقہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا۔ پھر اس گونج میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ نشانہ بنائی گئی گاڑیوں پر منڈلا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کی پرواز کا مقصد سمجھ میں آتا۔ وہ شاہراہ کان کے پردے پھاڑ دینے والی آواز سے لرز اٹھی۔

جو گولی سے نہیں مرتا' اسے گولے سے اڑا دیا جاتا ہے اور دشمنوں نے یہی کیا تھا۔ آسمان سے رحمت برستی ہے۔ مگر اس ہیلی کاپٹر نے بم کے دو گولے برسائے تھے۔ بلٹ پروف گاڑی کے ساتھ ساتھ محافظ گاڑیوں کے بھی پرخچے اڑ گئے تھے۔

صرف یہی نہیں آس پاس کی دکانوں اور دیگر املاک کو بھی ان دھماکوں سے زبردست نقصان پہنچا تھا۔ پلک جھپکتے ہی وہ شاہراہ تباہی و بربادی کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دور دور تک انسانی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ بیشمار زخمیوں کی آہیں اور کراہیں گونج رہی تھیں۔

لیکن اس گونج میں میری کوئی آہ' کوئی کراہ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں کہاں تھا؟

تھا بھی یا نہیں...؟

ان محافظوں میں سے کوئی زندہ نہیں بچا تھا۔ پھر میں کیسے سلامت رہ سکتا تھا؟

موت یقیناً ان گاڑیوں کی طرح میرے بھی چیتھڑے اڑاتی ہوئی گزر گئی تھی۔

میں کسی فلم کا ہیرو نہیں تھا جو تباہی اور بربادی کے دھوئیں سے اچانک ہی نمودار ہو کر ولن کا رول ادا کرنے والوں کو حیران کر دیتا۔

لیکن بات تو حیرانی کی تھی۔ جب میں سلامت نہیں رہا۔ میری سانسیں رک چکی ہیں تو پھر یہ داستان کیسے چل رہی ہے؟

دراصل انسان کبھی کبھی اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو ایسا زبردست دھوکہ دیتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھنے والے اور عقل سے سمجھنے والے بھی اصل معاملات کو دیکھ نہیں پاتے۔ وہ دشمن بھی آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بن گئے تھے۔ کبھی سمجھ نہیں سکتے تھے کہ بگ باس جیسے چالباز شخص نے انہیں کیسے اُلّو بنایا ہے؟

سب کی توجہ ان گاڑیوں پر تھی جو ہوسپٹل کی عمارت سے نکل کر دائیں طرف والے راستے پر آگے پیچھے جا رہی تھیں۔ سب ہی کو یقین تھا کہ ان کا شکار درمیان میں رہنے والی گاڑی کے اندر موجود ہے۔ اسی لئے اسے خصوصی طور پر ٹارگٹ بنایا جا رہا تھا اور آخرکار ان تینوں گاڑیوں کو بم دھماکے سے اڑا دیا گیا تھا۔

جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ دشمن نہیں جانتے وہ کہ تینوں گاڑیاں محض چارے کے طور پر ان کے سامنے لائی جا رہی ہیں اور مجھے دوسری گاڑی میں دوسرے راستے سے روانہ کیا جا رہا ہے۔ یہ کہا جا سکتا تھا کہ بگ باس مجھے ان دشمنوں کے درمیان سے مکھن کے بال کی طرح نکال کر لے آیا تھا۔

اگرچہ اس کھیل میں اس کے متعدد آلۂ کار مارے گئے تھے اور یہ تو دستور ہے پالتو آلۂ کار قربانی کے بکروں کی طرح ہوتے ہیں۔ آقاؤں کی طرف آنے والی کسی بھی آفت کو روکنے کے لئے انہیں بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔

میں ایمبولینس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تین مسلح نوجوان میری حفاظت کے لئے وہاں موجود تھے۔ وہ ایمبولینس بڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

ایسے وقت ایک نوجوان کے موبائل فون پر دوسری طرف ہونے والے دھماکوں کی اطلاع موصول ہوئی۔

اس نے دوسرے ساتھیوں کو یہ خبر سناتے ہوئے کہا۔ ''جو سوچا تھا' وہی ہوا ہے۔ دشمن ہماری تاک میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے زبردست حملے کئے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ ان کی

آنکھوں میں کیسے دھول جھونکی گئی ہے؟"

میں چپ چاپ لیٹا ان کی باتیں سن رہا تھا۔سوچ رہا تھا۔"میں وکی بن کر ایسے خطرناک اور انجانے دشمنوں میں گھر گیا ہوں' جو میری یعنی وکی کی جان لینے کے لئے کسی بھی حد سے گزر سکتے ہیں۔"

یہ کیا کم تھا کہ انہوں نے ایک شخص کی جان لینے کے لئے اس علاقے میں تباہی و بربادی پھیلا دی تھی۔

اس واقعہ سے دشمنی کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔مسلح نوجوان نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔"ہمارا وکی سب ہی کے لئے چیلنج بنا رہتا ہے۔آج بھی یہی ہوا ہے۔یہ یہاں زندہ سلامت ہے اور وہ بیوقوف وہاں اس کی ہلاکت کا جشن منا رہے ہوں گے۔"

گاڑی کی رفتار ایک ذرا سست پڑنے لگی۔شاید منزل قریب آگئی تھی۔پھر وہ ایک احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔اسلحہ بردار نوجوان گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اترنے لگے۔میں اس کھلے ہوئے دروازے سے دیکھ رہا تھا۔پتہ نہیں وہ کون سا علاقہ تھا؟کون سی جگہ تھی؟ایک وسیع وعریض احاطے میں دور دور تک مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔

مجھے گاڑی سے نکال کر ایک اسٹریچر پر منتقل کیا گیا تو میں نے اس عالیشان عمارت کو دیکھا۔وہ کسی محل سے کم نہ تھی۔دو مسلح افراد میرے اسٹریچر کو اندر لے گئے۔پھر اس عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے مجھے ایک پرآسائش کمرے میں پہنچا دیا گیا۔وہاں نرم گداز بستر میرا منتظر تھا۔اسلحہ بردار مجھے لٹا کر اس کمرے سے چلے گئے۔ہوسپٹل سے یہاں تک انہوں نے جیسے مجھے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا تھا۔بیشک۔میں زخمی تھا۔لیکن اس قدر بھی نہیں تھا کہ بستر سے اتر کر چل پھر نہ پاتا۔

ان کے جانے کے بعد میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔چاروں طرف نظریں دوڑا کر اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔سامنے ایک دیوار پر اور سرہانے کی میز پر وکی کی تصویریں مسکرا رہی تھیں۔ان کی موجودگی سمجھا رہی تھی کہ وہ اس کا کمرہ ہے۔

مقدر کبھی کبھی عجیب تماشے دکھاتا ہے۔انسان سمجھ نہیں پاتا کہ وہ کیسی ہیرا پھیری کرتا ہوا اِس کی چیز اُس کے پاس اور اُس کی چیز اِس کے پاس پہنچا دیتا ہے؟ میرے اور وکی کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔وہ جینا کے سامنے وجی بنا ہوا تھا اور اب میں بگ باس کے پاس وکی بن کر پہنچ گیا تھا۔

لیکن وہ بگ باس کون تھا؟

کہاں تھا؟

میں نے تو اب تک فون پر بھی اس کی آواز نہیں سنی تھی۔پتہ نہیں' وہ کب اپنے درشن کرانے والا تھا؟

میں بستر سے اتر کر کھڑا ہوگیا۔ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا وہاں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا ہوا دیوار پر سجی ہوئی وکی کی تصویر کے سامنے آکر رک گیا۔اُدھر وہ مسکرا رہا تھا۔اِدھر میں گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔پھر جیسے مجھے اس کی آواز سنائی دی۔کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے' تصویریں بولتی ہوئی سی لگتی ہیں۔

لیکن حقیقتاً تصویریں نہیں بولتیں۔تصور بولتا ہے اور وہ میرے تصور میں بول رہا تھا۔مسکرا کر کہہ رہا تھا۔"ہاں تو مسٹر وجی....!اونو....وجی نہیں وکی...! واہ میرے بھائی! کیا خوب کھیل رچا رہے ہو؟ایک مردہ کو زندہ بنا رہے ہو۔سنا تھا' فنکار کبھی نہیں مرتا۔لیکن تم نے تو مجھے اپنی فنکاری سے زندہ کردیا ہے۔

ویسے پہلے ہی شاٹ میں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ وکی کا رول پلے کرنا گویا خطرات کو دعوت دینے والی بات ہے۔ابھی تو ابتداء ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا....؟تمہیں جلد ہی اندازہ ہوجائے گا کہ تم نے وکی بن کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

لوگوں کو دوست پیدا کرنے کا شوق ہوتا ہے۔لیکن میں ہمیشہ عداوت کے بیج بو کر دشمنوں کی فصل اگاتا رہا ہوں۔افسوس...!بویا میں نے اور کاٹنا تمہیں پڑے گا۔ویسے ہوشیار رہنا۔ان دشمنوں سے زیادہ میرے اکلوتے دوست بگ باس سے تمہیں زیادہ خطرہ ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔"تم جسے دوست سمجھتے تھے' وہی تمہارا' میرا اور ہماری فیملی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔پچھلے کئی برسوں سے ہمیں بدنامی کی دلدل میں گھسیٹتا آرہا ہے۔اس کا سر کچلنے کے بعد ہی دنیا والوں کے سامنے ہمارا سر اونچا ہوسکے گا۔"

میں اس کی تصویر سے ہم کلام تھا۔ایسے وقت ذرا چونک کر بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔شائد کوئی آرہا تھا۔میں تصویر کے پاس سے پلٹ کر دھیرے دھیرے چلتا ہوا بیڈ کے قریب آگیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک پستہ قامت شخص کمرے میں داخل ہوا۔میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ چھوٹے قد اور بھاری جسامت والا شخص کون ہوسکتا ہے؟

اس کے پیچھے دائیں بائیں دو حسین دوشیزائیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ آنے والا مجھے دیکھتے ہی خوشی سے کھل گیا تھا۔ دونوں بازو پھیلا کر میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''تھینکس گاڈ! اٹز اے ویری ہیپی کم بیک.... میں دل کی گہرائیوں سے ویلکم کہہ رہا ہوں۔''

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ پھر بولا۔ ''تمہاری آنکھوں میں یہ اجنبیت دیکھ کر مجھے ایک ذرا مایوسی ہو رہی ہے۔''

وہ قریب آ کر مجھے دونوں بازوؤں سے تھام کر ہولے ہولے جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

''مجھے پہچانو میرے شہزادے! میں تمہارا باس ہوں۔ بگ باس....''

''بگ باس....'' میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چار فٹ کا آدمی مجھ جیسے چھ فٹ کے شخص کے سامنے ہی نہیں' ان حسیناؤں کے سامنے بھی بونا دکھائی دے رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ ''اسے کہتے ہیں.... نام بڑے اور درشن چھوٹے....''

اس کی شخصیت تو اتنی متاثر کن نہیں تھی۔ لیکن بھاری بھرکم آواز اور لب و لہجے میں رعب و دبدبہ جھلک رہا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تمہیں کچھ بھی یاد نہیں ہے؟''

میں نے پہلی بار اس کے سامنے زبان کھولی۔ انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں تو اپنا نام بھی بھولا ہوا ہوں۔ آپ لوگ کون ہیں؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ ''میں نے تم پر بہت محنت کی ہے۔ تمہیں دشمنوں کے لئے ناقابل شکست بنایا ہے۔ کیا اب یہ سمجھ لوں کہ میری محنت پر پانی پھر چکا ہے؟ میں تو سوچ رہا تھا' مجھے دیکھتے ہی' مجھ سے ملتے ہی تمہاری یادداشت کی آنکھیں کھلنے لگیں گی۔ تم سب کو بھول سکتے ہو لیکن اپنے بگ باس کو نہیں بھول سکتے۔''

وہ سر جھٹک کر بولا۔ ''مگر تم تو مجھے بری طرح مایوس کر رہے ہو۔''

وہ ٹہلنے کے انداز میں اِدھر سے اُدھر گیا۔ پھر ایک جگہ رک کر بولا۔ ''مجھے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ تم زندہ بچ گئے ہو۔ بیشک۔ پتھر بن کر لوٹے ہو۔ میں پھر سے تمہیں ہیرا بنا دوں گا۔ لیکن اس سے پہلے تمہارے دماغ کر جو زنگ لگ چکا ہے اسے صاف کرنا ہوگا۔ یہ یاد دلانا ہوگا کہ تم کیا تھے؟''

میں نے کہا۔ ''میں بھی اپنے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ بھولے ہوئے ماضی کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کہاں ہوں؟ یہ اور ایسے ہی بہت سے سوالات میرے اندر بے چینی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ پلیز میری مدد کریں۔ میں اپنے آپ کو پہچاننا چاہتا ہوں۔''

وہ بولا۔ ''تم خود اپنے لئے اتنے ضروری نہیں ہو۔ جتنے میرے لئے ہو اور میں دنیا میں سب سے زیادہ اپنی ضرورت کو اہمیت دیتا ہوں۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے' تمہارے سامنے ماضی کی باتیں دہرائی جائیں گی اور گزرے ہوئے مناظر دکھائے جائیں گے تو امید ہے' دھیرے دھیرے یادداشت بحال ہو جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''فی الحال اتنا تو بتا دو' ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے اور میں تمہارے لئے اتنا اہم کیوں ہوں؟''

وہ ایک بازو کو پوری طرح بلند کر کے میرے شانے کو ایک ذرا تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ''تم میرے شہزادے ہو۔ میرا دایاں بازو ہو۔ اس کے علاوہ اور کیا کچھ ہو' یہ رفتہ رفتہ تمہیں سمجھایا جائے گا۔''

اس نے ان حسیناؤں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ پھر میرے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''سب سے پہلے تو تمہیں اپنا پورا نام معلوم ہونا چاہئے۔ تم وقار علی واسطی ہو۔''

''لیکن یہاں تو سب مجھے وکی کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں؟''

''وکی تمہارا نک نیم ہے۔ تم وقار علی واسطی عرف وکی ہو۔ کیا ہو....؟''

میں نے جیسے سبق دہراتے ہوئے کہا۔ ''وقار علی واسطی عرف وکی....''

''اور وکی کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتا۔ نہ دشمنوں کی' نہ قانون کی اور نہ ہی موت کی....''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کیا میں ایسا ناقابلِ شکست ہوں؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''بالکل ہو۔ اور اس حادثے کے بعد تو تم نے ثابت کر دیا ہے کہ واقعی موت بھی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ تم ایک جان لیوا حادثے سے بچ کر لوٹے ہو۔ کیا تمہیں یاد ہے' وہ سربلند پہاڑوں کا سلسلہ' بل کھاتے ہوئے خطرناک پہاڑی راستے اور گہری کھائیاں.....؟ تم کار ڈرائیو کر رہے تھے۔''

میں اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ چہرے کے تاثرات سے یہ ظاہر کرنے لگا

جیسے ماضی میں جھانکنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔ دراصل مجھے ان باتوں سے لگاؤ نہیں تھا کہ وکی کے ساتھ کیسا حادثہ پیش آیا تھا؟ مجھے تو اس بگ باس کا اصلی چہرہ دیکھنے کی بے چینی تھی۔ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہے؟ اور ابھی میں اس کے ساتھ کس علاقے میں بیٹھا ہوا ہوں؟

یہ تجسس اور بے چینی اپنی جگہ لیکن میں یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ مجھے وہاں بہت سنبھل کر رہنا ہوگا۔ اگر میں ابھی سے اسے کریدنا شروع کر دیتا تو میرا یہ تجسس اس کے اندر شکوک و شبہات پیدا کر سکتا تھا۔

لہٰذا میں مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس کے بارے میں پوچھنے کے بجائے اپنے یعنی وکی کے سلسلے میں سوال جواب کر رہا تھا اور اس حوالے سے بھی بڑی اہم معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ بگ باس اور پاپا آپس میں متحد نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ کیوں جڑے ہوئے ہیں؟ یہ وہاں رہ کر رفتہ رفتہ معلوم ہونے والا تھا۔

ویسے یہ سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ یقیناً وہ وکی کی وجہ سے اور پھر میرے اور نانا جان کے خلاف محاذ آرائی کرنے کے لئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔

باتوں کے دوران اس نے کہا۔ ”میں تمہارے ماضی کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا ہوں۔ کیا میری کسی ایک بات سے بھی تمہارے دماغ میں ہلچل پیدا نہیں ہوئی؟“

میں ایک ہاتھ سے سر تھامتے ہوئے بولا۔ ”پتہ نہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ شائد میں الجھ رہا ہوں۔ اتنا تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ ماضی کی یہ گتھیاں فوراً ہی نہیں سلجھیں گی۔“

اس نے قائل ہو کر کہا۔ ”ہوں۔ وقت تو لگے گا۔ ویسے بھی بھولا ہوا سبق خشک انداز میں یاد دلایا جائے تو آسانی سے یاد نہیں آتا۔“

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”تمہارے ماضی میں صرف سنگینیاں نہیں تھیں، رنگینیاں بھی تھیں۔ میرا خیال ہے، تمہاری یادداشت کے دریچے کھولنے کے لئے ان رنگا رنگ جلوؤں کی جھلکیاں بہت کام آئیں گی۔“

میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ ”یہاں میرے شہزادے کے آس پاس منڈلانے والی کنیزیں تو بہت ہیں۔ لیکن منظورِ نظر ایک ہے۔ وہ یقیناً تمہارے لئے مددگار ثابت ہوگی۔ اس کی خلوت میں تم اپنے ماضی کو بڑی حد تک سمجھتے رہو گے۔“

میں نے ایک ذرا ہچکچا کر اسے دیکھا۔ اس کی یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی۔ لیکن میں کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت اپنا مزاج دکھانے نہیں بلکہ اس کے مزاج کے مطابق وکی بننے کے لئے وہاں پہنچا ہوا تھا۔

اس نے پوچھا۔ ”بنتِ لیلیٰ یاد ہے؟“

”بنتِ لیلیٰ.....؟“

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے ایسے دیکھنے لگا جیسے اس نام کی کسی حسینہ کو اپنی یادداشت کے خانوں میں تلاش کر رہا ہوں۔ اس نے سر جھٹک کر کہا۔ ”تم تو مجھے بھول گئے ہو۔ وہ کیسے یاد رہ سکتی ہے؟ ویسے میرا خیال ہے، اس کا حسن، اس کی قربت تمہیں ہپناٹائز کر کے ماضی میں پہنچانے میں مددگار ثابت ہو سکے گی۔“

میں نے ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ”ذہن بوجھل ہو رہا ہے۔ تھکاوٹ بھی ہے۔ میں ذرا آرام کرنا چاہوں گا۔“

دراصل میں آرام کرنے کے بہانے کسی بھی آنے والی خوبصورت بلا کے بارے میں سوچنا اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہتا تھا کہ آئندہ ایسی عورتوں سے کس طرح دامن بچا پاؤں گا؟

بگ باس مجھے آرام کرنے کی ہدایت کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ باس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کی بے چینی تھی۔ لیکن ابھی باتوں کے دوران محسوس کیا تھا کہ وہ اپنے بارے میں بہت کم بول رہا تھا۔ اس نے وکی کی کسی منظورِ نظر بنتِ لیلیٰ کا نام بتایا۔ وکی کا پورا نام بتایا۔ لیکن اپنا نام نہیں بتایا۔ دل میں چور ہو تو مختلف اندیشے جنم لینے لگتے ہیں۔

میں دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”میں اس کا وکی ہوں۔ اسے تو میرے سامنے کھلی کتاب بن جانا چاہئے تھا۔ کیا اس کے اور وکی کے درمیان بھی کچھ پردہ داری رہتی ہے؟ کیا وہ میرے سامنے کھل کر بیٹھنے اور بولنے کے باوجود کچھ پردے میں رہ کر گیا ہے؟“

میں صوفے سے اٹھ کر بستر کے سرے پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر نیم دراز ہو کر سوچنے لگا۔ سوچنے کو بہت کچھ تھا۔ سب سے پہلی سوچ تو یہی تھی کہ میں دشمنوں کے درمیان رہتے ہوئے کب اور کیسے نانا جان سے رابطہ کر سکوں گا؟

ان کے خفیہ آلۂ کار ایک حد تک میری نگرانی کر سکتے تھے۔ اس کے بعد تو میں بگ

باس کی ایسی پناہ گاہ میں پہنچ گیا تھا' جہاں پرندہ بھی اس کی اجازت کے بغیر پر نہیں مار سکتا تھا۔ فی الحال اپنے لوگوں سے رابطے کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ میں ان لمحات میں سب ہی سے کٹ کر رہ گیا تھا۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ میں مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ ایسے ہی وقت ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ میں نے ذرا چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پہلے آنکھیں کھلیں' اس کے بعد منہ کھلا' پھر میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

میں نے حوروں کے بارے میں سنا ہے اور پڑھا ہے۔ جنت میں جانے والے اللہ کے نیک بندوں کو بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوریں ملیں گی۔ یا حیرت.....! وہ جنت کی حور تھی یا اسی دنیا کی جیتی جاگتی لڑکی تھی؟

میں حیران اس لئے ہو رہا تھا کہ میری نگاہوں نے ایسا بے مثال حسن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دیکھا بھی ہوگا تو توجہ نہیں دی ہوگی۔ ایسی بات نہیں تھی کہ میں دل و جان سے اس پر فریفتہ ہو رہا تھا۔ دراصل حسن نظر انسان کی گھٹی میں پڑا ہوتا ہے۔ میں بھی انسان تھا اور میرا حسن نظر کہہ رہا تھا۔ "یہ دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ.....!"

اور میں واقعی قدرت کی اس شاہکار تخلیق کو سر سے پاؤں تک دیکھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس کے پہناوے سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حوروں جیسی حسین تو ہے مگر باحیاء نہیں ہے۔ اس نے عربی اسٹائل کا ڈھیلا ڈھالا خوبصورت ریشمی پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ اوپر چھوٹی سے چولی تھی۔ پاجامے اور چولی کے درمیان اجلی خم دار کمر اور کولہوں کا ابھار ایسا تھا کہ جب وہ چلتی تو جیسے دو دھاری تلوار چلنے لگتی تھی۔ وہ کمر ہی کیا مہین اور مختصر سے لباس میں اُس کا اجلا تن جگہ جگہ سے اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں والی بات تھی۔

وہ طلسمِ ہوشربا وکی کی منظورِ نظر بنت لیلیٰ ہی ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر تک دروازے کے پاس کھڑی رہی۔ پھر قیامت کی چال چلتی ہوئی میرے قریب آنے لگی۔ میں اندازہ تو کر لیا تھا پھر بھی میں نے تصدیق کے لئے پوچھا۔ "کون ہو تم....؟"

وہ آگے بڑھتے بڑھتے ایکدم سے رک گئی۔ جھیل جیسی آنکھوں میں تعجب کے ساتھ ساتھ مایوسی ڈبکیاں کھانے لگی۔ یاقوتی ہونٹ پہلی بار ایک ذرا لرزے پھر جیسے سُر بولنے لگے۔

وہ گنگناتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "بگ باس کی زبان سے سن کر یقین نہیں آیا تھا

یہی خیال تھا کہ تم سب کو بھول سکتے ہو لیکن اپنی لیلیٰ کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔ مگر افسوس.....! اُس نے بھلا دیا ہمیں گزرے زمانے کی طرح....."

میں نے کہا۔ "اپنی شکائیت کیا کر رہی ہو؟ میں تو اپنے آپ کو بھولا بیٹھا ہوں۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولی۔ "فکر نہ کرو۔ میں حرف بہ حرف یاد کراتی رہوں گی تو تمہیں بھولے ہوئے سبق یاد آنے لگیں گے۔"

وہ میرے بالکل برابر آ کر بیٹھ گئی۔ انداز ایسا تھا جیسے گود میں بیٹھ کر سبق پڑھانا چاہتی ہو۔ میں اس کی ایسی بے باکی پر ذرا گھبرا گیا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ "بگ باس نے تمہارے بارے میں بتایا ہے کہ تم میری منظورِ نظر تھیں۔"

وہ فوراً ہی بولی۔ "تھی نہیں.....ہوں.....اور ہمیشہ رہوں گی۔"

"بیشک رہو گی...لیکن جب تک میرا ماضی مجھ پر واضح نہیں ہو جاتا' تب تک ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا۔"

"یہ کیسی شرط ہے؟ میں قریب نہیں آؤں گی تو تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں تمہیں کیسے سمجھا پاؤں گی؟"

اور میں اسے کیسے سمجھاتا کہ وہ میرے بھائی کی چاہت ہے۔ میرے لئے شجرِ ممنوعہ ہے۔ میں اسے ہاتھ لگاتا تب گناہ گار کہلاتا۔ ابھی تو حقیقت یہ ہے کہ میرا مزاج ہی ایسا نہیں ہے۔ بے شک وہ جنت کی حور جیسی تھی۔ اگر سچ مچ جنت سے ہی آتی' تب بھی میں اسے جینا پر بھی ترجیح نہ دیتا۔

وہاں کے حالات معلوم کرنا جتنا ضروری تھا۔ اس سے کہیں زیادہ لیلیٰ سے دور رہنا ضروری تھا۔ میں نے تنبیہ کے انداز میں کہا۔ "تم میرے مزاج کے خلاف چلو گی تو میں کچھ سمجھنا نہیں چاہوں گا۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "سمجھنا تو تمہیں ہوگا اور بہت جلد سمجھنا ہوگا۔ ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔"

میں ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ "کیسی گڑبڑ...؟"

وہ مجھے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں کھو کر پا رہی ہوں۔ اب تمہیں پھر سے کھونا نہیں چاہوں گی۔ دراصل...."

وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "یادداشت نہ ہونے کے باعث تم فی الحال بگ باس کے لئے ناکارہ

ہو گئے ہو۔ وہ چاہتا ہے' تمہیں جلد از جلد سب کچھ یاد آجانا چاہئے۔"

میں نے کہا۔ "یہ میرے اختیار میں تو نہیں ہے۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن تم اپنے ماضی میں جھانکتے رہو گے۔ بہت سی باتوں کو دہراتے رہو گے تو تمہیں جلد ہی اپنے بارے میں بہت کچھ یاد آتا چلا جائے گا اور پھر میں ہوں ناں..... قدم قدم پر تمہاری رہنمائی کرتی رہوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ابھی تم گڑبڑ والی کیا بات کر رہی تھیں؟"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر دھیمے لہجے میں کہا۔ "ابھی میں کچھ کہوں گی تو ایک ذرا سمجھ نہیں پاؤ گے۔ یہاں کے حالات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود کو پہچانو۔ پھر مجھے سمجھو اور مجھ پر اعتماد کرو۔ تب بہت کچھ جان سکو گے۔"

میں اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اپنے طور پر درست کہہ رہی تھی۔ لیکن اس نے گڑبڑ والی بات کہہ کر میرے اندر تجسس پیدا کر دیا تھا۔ میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "تم سمجھاؤ گی' مجھے بھولی ہوئی باتیں یاد دلاؤ گی اور ساتھ ہی یہ پریشانی بھی دور کرو گی کہ گڑبڑ کیا ہو رہی ہے تو مجھے اطمینان قلب حاصل ہوگا۔"

"یہاں کے معاملات بھول بھلیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ انہیں سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کچھ وقت تو لگے گا۔ میں تو بڑے جذبوں سے بڑے ارمانوں سے یہ سوچ کر آئی تھی کہ سب ٹھیک ہے۔ مگر سب ٹھیک کرنے اور حالات کو اپنے موافق کرنے تک صبر و تحمل سے تمہاری قربت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ذرا توقف سے بولی۔ "اصل مسئلہ تمہاری یادداشت کا ہے۔ یہ بحال ہو جائے گی تو تمام مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جائیں گے اور میں چاہتی ہوں' تمہیں آج نہیں تو کل سب کچھ یاد آجائے۔"

"کیا اتنی جلدی مجھے سب کچھ یاد آجائے گا؟"

وہ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "خدا کرے ایسا ہی کوئی معجزہ ہو جائے۔"

میں نے بڑی سہولت سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ وہ بول رہی تھی۔ "ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ میں تمہیں ماضی کی ایک ایک بات یاد دلاتی رہوں گی۔ اس طرح تمہیں تھوڑا تھوڑا یاد آتا رہے گا۔ لیکن دوسروں پر یہی ظاہر کرو گے کہ تمہیں بہت کچھ یاد آتا چلا جا رہا ہے اور تمہاری یادداشت بڑی تیزی سے بحال ہو رہی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "یعنی تم چاہتی ہو' میں جھوٹ بولوں؟ کچھ یاد آئے یا نہ آئے لیکن

سب پر یہی ظاہر کروں کہ خود کو وکی کی حیثیت سے پہچان رہا ہوں؟"

"اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"ورنہ کیا ہوگا؟ کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ یہاں مجھ سے کوئی دشمنی کی جا سکتی ہے؟"

وہ بولی۔ "یہ وہ جگہ ہے' جہاں خلاف توقع کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ بس اتنا یاد رکھو کہ تم بگ باس کے سگے نہیں... پالتو بیٹے ہو اور پالتو اس وقت فالتو ہو جاتا ہے' جب کسی کام کا نہ رہے۔ فی الحال تم اس کے کسی کام آنے والے نہیں ہو اور میں تمہیں جلد از جلد کارآمد بنا دینا چاہتی ہوں۔"

میں دل ہی دل میں قائل ہو رہا تھا۔ وہ بڑی اہم' بڑے پتے کی باتیں مجھے سمجھا رہی تھی۔ پھر بولتے بولتے میری طرف جھکنے لگی۔ میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے کچھ بھی سمجھانے کے لئے ہمارے درمیان فاصلہ ضروری ہے۔"

وہ میٹھی ناراضی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ "اتنے تو سنگدل نہ بنو۔ قربت کی مسرتیں نہیں دینا چاہتے' نہ سہی۔ کچھ خیرات تو دے دو۔ ہم ایک دوسرے کو چھو تو سکتے ہیں۔"

"میں آگ کو چھونے کا انجام جانتا ہوں۔"

وہ اور قریب آگئی۔ پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ لہٰذا میں بستر سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ تنبیہ کے انداز میں بولا۔ "اگر اپنے وکی کو پھر سے پانا چاہتی ہو تو پلیز۔ صبر سے انتظار کرتی رہو۔ ان جذباتی باتوں سے پہلے میں اپنے حالات اور دیگر معاملات کو سمجھنا چاہوں گا۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "اچھی بات ہے۔ تمہیں اپنے ضروری معاملات کو سمجھنا چاہئے۔ اس دوران مجھے بھی لب دریا پیاسے رہنے کا تجربہ ہوتا رہے گا۔"

پھر اس نے پیچھے سرکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "ڈرو مت بیٹھ جاؤ... تم تو ایسے مجھ سے دور ہو گئے ہو' جیسے مجھے چھوت کی بیماری ہے۔"

میں بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے وکی کے اور بگ باس کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگی۔ باتوں کے دوران پتہ چلا کہ وہ عراق کی رہنے والی ہے۔

میں نے پوچھا۔ "جب تمہارے والدین وہاں ہیں تو تم یہاں کیسے آگئیں؟"

اس کے چہرے پر افسردگی سی پھیل گئی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "بدقسمتی کی منہ زور ہواؤں کے سامنے ہم انسان محض ایک تنکے کی طرح ہوتے ہیں۔ مجھے بھی میری

قسمتی اڑا کر وہاں سے یہاں لے آئی ہے۔ دراصل بگ باس انسانی اسمگلنگ کا بھی کام کرتا ہے۔ سالانہ درجنوں ایشیائی اور خصوصاً مسلمان لڑکیاں اُدھر سے اِدھر اسمگل ہوتی رہتی ہیں۔''

میں توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''ایک برس پہلے مجھے غیر قانونی طور پر یہاں پہنچایا گیا تھا۔ پھر یہاں سے نہ جانے کہاں پہنچایا جانے والا تھا؟ ایسے وقت تم سے میرا سامنا ہو گیا۔''

وہ باتوں کے دوران مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے ایسے دیکھ رہی تھی' جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو' مجھے کچھ یاد آرہا ہے یا نہیں؟ اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''میں پہلی ہی نظر میں تمہارے دل کو بھا گئی تھی۔ لہٰذا تم نے مجھے کہیں جانے نہیں دیا۔ اپنی منظورِ نظر بنا کر اس محل میں رکھ لیا۔ اب تمہیں کچھ یاد آرہا ہے؟''

میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ''ایسا لگ رہا ہے' جیسے میں کوئی کہانی سن رہا ہوں۔ ویسے تم مجھے بگ باس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔ اس نے میری پرورش کیوں کی؟ جبکہ میرے پاپا زندہ ہیں۔''

''یہ تمہارے ذاتی معاملات ہیں اور اس سلسلے میں تم نے مجھے کبھی اپنا رازدار نہیں بنایا۔''

''اتنا تو جانتی ہوگی کہ پاپا مجھ سے ملنے یہاں آتے ہیں یا میں ان کے پاس کہیں جاتا ہوں؟''

وہ زیرِ لب مسکرا کر بولی۔ ''مجھے حیرت ہو رہی ہے' تم بار بار انہیں پاپا کہہ رہے ہو۔''

''باپ کو باپ نہ تو کیا کہوں؟''

''تم ہمیشہ بگ باس کو اپنا باپ' اپنا سرپرست مانتے آئے ہو۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا مجھے اپنے پاپا سے نفرت ہے؟''

وہ شانے اُچکا کر بولی۔ ''پتہ نہیں۔ تم میرے سامنے ان کا زیادہ ذکر نہیں کرتے تھے۔ مگر اب دیکھ رہی ہوں' انہی کی باتیں کئے چلے جا رہے ہو۔''

میں نے پہلو بدل کر کہا۔ ''دراصل میں بھولا بھٹکا ہوا ہوں۔ پہلے اپنی بنیاد کو' اپنی جڑ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ اسی لئے اُن کا ذکر کر رہا ہوں۔''

میں پاپا کے سلسلے میں ایک ذرا جذباتی ہو رہا تھا۔ جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میرے یعنی وکی کے اور ان کے تعلقات کیسے ہیں؟ وہ مجھ سے ملنے یہاں آئیں گے یا مجھے

کہیں جانا ہوگا؟

وہ بولی۔ ''نہ وہ یہاں آتے ہیں' نہ تم ان کے پاس جاتے ہو۔ ہاں۔ باس کے حکم پر ان کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا لیکن تمہیں علم ہو جاتا ہے کہ تمہارے پاپا کس ملک کے کس شہر میں موجود ہیں؟''

میں نے متجسس ہو کر پوچھا۔ ''تمہیں کچھ تو اندازہ ہوگا' میں پاپا کو کیوں تلاش کرتا ہوں؟ کیا وہ کہیں روپوش رہتے ہیں؟''

''ہاں۔ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ میں نے کہا ناں' جب تک یادداشت بحال نہیں ہوگی' تم خود کو' اپنے پاپا کو اور بہت سے معاملات کو پوری طرح سمجھ نہیں پاؤ گے۔''

''پوری طرح نہ سہی۔ کچھ تو معلوم ہو۔ کیا پاپا آنکھ مچولی کھیلتے ہیں کہ میں باس کے حکم کے مطابق انہیں ڈھونڈتا رہتا ہوں؟ پھر ان پر نظر رکھتا ہوں۔ میرے اندر عجیب سی بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ پلیز۔ کچھ تو بتاؤ...؟''

''کیا بتاؤں؟ میں اندر کے حالات پوری طرح نہیں جانتی۔ مگر یہ اندازہ ہے کہ پاپا اور تمہارے باس کے درمیان بنتی نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان رابطہ بھی رہتا ہے اور اختلافات بھی رہتے ہیں۔ شاید وہ چند معاملات میں متفق رہتے ہیں اور چند معاملات ایسے بھی ہیں' جن کے باعث وہ ایک دوسرے سے فاصلہ رکھتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''پاپا پر نظر رکھنے کے لئے میں کیا کرتا تھا؟ کونسے ذرائع استعمال کرتا تھا؟''

''تم تو اپنے منصوبوں کے متعلق اپنے سائے کو بھی رازدار نہیں بناتے تھے۔ ایسے معاملات میں مجھے بھی نظر انداز کر دیتے تھے۔''

اس کی باتیں سن کر اندازہ ہو رہا تھا کہ میں یہاں تک پہنچنے کے باوجود ابھی پاپا تک پہنچ نہیں پاؤں گا۔ یہ سن کر مایوسی بھی ہو رہی تھی کہ وکی اپنے اور بگ باس کے اہم خفیہ معاملات میں لیلیٰ کو رازدار نہیں بناتا تھا۔

یوں اس کے ذریعہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بگ باس دراصل کیا ہے؟ اپنے پیچھے کیسی مجرمانہ قوتیں رکھتا ہے؟ اسے ہمارے خاندان سے عداوت کیوں ہے؟ ویسے اس کی طرف سے پیش کئے جانے والے مطالبات نے مجھے اور نانا جان کو یہ سمجھا دیا تھا کہ وہ وہی پراسرار عہدیدار ہے' جو بہت پہلے رخشی اور اس کے ناجائز بیٹے کے سلسلے میں فون پر نانا جان سے بولتا رہا تھا۔

مگر اس کا یہ جھوٹ اب سامنے آ رہا تھا کہ اس نے وکی کو ہسپتال سے چرا کر پاپا کے حوالے کر دیا ہے۔ جبکہ وہ خود اس کی پرورش کرتا رہا تھا اور اب لہو کے رشتوں کو ایک دوسرے کے مقابلے پر لے آیا تھا۔ ہم سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وکی ہلاک ہو چکا ہے۔ لیکن آئندہ ہم بھائیوں کے درمیان نئے انداز سے محاذ آرائی شروع ہونے والی تھی۔ جسے میں ابھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔



وکی کو میری طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس نے جینا کو بڑے مؤثر انداز میں میرے خلاف یہ پٹی پڑھائی تھی کہ میں مجرمانہ زندگی گزارنے والا وکی ہوں۔ انڈر ورلڈ جیسی خطرناک تنظیم کا ایک آلۂ کار ہوں۔ لہٰذا آئندہ کبھی سامنا ہو تو جینا مجھ سے کترا کر یوں گزر جائے جیسے کسی اجنبی کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور وہ اس کے مشورے کے مطابق یہی کرنے والی تھی۔ مگر چور کی داڑھی کا تنکا اسے چین سے رہنے نہیں دیتا۔ وکی بھی چین سے ایک جگہ ٹک کر نہ رہ سکا۔ لندن سے پیرس چلا آیا۔

سب ہی جانتے ہیں، عورتیں بہت کھوجی ہوتی ہیں۔ جس بات کو منع کرو، متجسس ہو کر اسی معاملے کو کریدتی ہیں۔ وکی کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ مجھ سے پھر کبھی سامنا ہو گیا تو ممکن ہے، جینا سمجھانے کے باوجود تجسس میں مبتلا ہو کر میری طرف چلی آئے۔

لہٰذا میری طرف آنے کا راستہ بند کرنے کے لئے اس نے ہمارے درمیان مزید فاصلے بڑھا دیئے۔ جینا کے ساتھ پیرس چلا آیا۔ وہاں اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں رہ کر مختلف دوستوں اور دشمنوں کی مصروفیات پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔

سب سے پہلے بگ باس کے بارے میں یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے یا دشمن...؟ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ محض حادثہ تھا یا سوچی سمجھی سازش کے تحت اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی تھی؟

یہ حساب اپنی جگہ... لیکن پیرس میں بھی اس کے مخالفین کے کچھ کھاتے کھلے ہوئے تھے۔ ان کا بھی حساب بے باق کرنا ضروری تھا۔ اس نے سوچا۔ ”پیرس آیا ہوں تو سب سے پہلے شہناز کی گھنٹی بجانی چاہئے۔ بیچاری اپنی ماں اور اپنے بھائی کے ساتھ میرے انتظار میں دن گن رہی ہو گی۔ میں نے اس کے اور خان علی کے درمیان اسلحے کو کانٹا بنا کر پہنچایا تھا۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس کانٹے نے کیا گل کھلائے ہیں؟“

وہاں سب ہی اسے وجی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ لہٰذا وہ کسی سے بھی رابطہ کرتا تو یہ بات کبھی نہ کھلتی کہ بگ باس کا پالتو شہزادہ زندہ ہے۔ اسی لئے اس نے بے دھڑک ایشلے کو فون پر مخاطب کیا۔ وہ اس کا نام سنتے ہی خوش ہو کر بولی۔ ''تھینکس گاڈ! تم نے رابطہ تو کیا۔ اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے؟''

وہ بولا۔ ''میری چھوڑو۔ اپنی سناؤ...! خان علی کے سلسلے میں کہاں تک پہنچ رہی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''شہناز اس کے دل و دماغ پر بری طرح چھائی ہوئی ہے۔ تم نے جو کچھ مجھے بتایا' میں ان معلومات کے ذریعہ اس کا سحر توڑنے کی کوششیں کر رہی ہوں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو رہی ہوں۔''

''کسی حد تک کیوں؟''

''بے شک۔ وہ قائل ہو رہا ہے۔ لیکن اندھا دھند میری باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتا۔ اسے پوری طرح یقین دلانے کے لئے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم نے کہا تھا' شہناز کے خلاف تمہارے پاس ایسے ثبوت ہیں' جنہیں دیکھتے ہی خان علی کی آنکھیں کھل جائیں گی۔''

''صرف کھلیں گی نہیں' حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ان تصویروں کے آئینے میں وہ اپنی مکار محبوبہ کا اصلی چہرہ دیکھے گا تو غصے سے پاگل ہو جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''اب انہیں خان علی تک پہنچانے کا مناسب وقت آ گیا ہے۔ تم اس وقت کہاں ہو؟ کیا ابھی مجھ سے مل سکتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے اور میں کسی بھی کام میں جلد بازی نہیں دکھاتا۔ تم بھی ذرا دھیرج رکھو۔ شہناز تمہاری نہیں' میری دشمن ہے اور میں اپنے دشمنوں کو چٹ پٹ ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی ہلاکت کو چٹ پٹا بنا کر انتقام کے مزے لوٹتا ہوں۔''

''تو کیا تم ان تصویروں کو خان علی تک نہیں پہنچاؤ گے؟ شہناز سے اپنے طور پر انتقام لو گے تو خان علی کو اس کی اصلیت کا کیسے علم ہو گا؟ وہ ثبوت کے بغیر میری باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتا۔''

وہ بولا۔ ''خان علی کے سامنے ثبوت پیش کرنے سے کیا ہو گا؟ وہ غصے اور جنون میں مبتلا ہو کر ایک ہی گولی میں شہناز کا کام تمام کر دے گا۔ جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''یہ تو میں بھی نہیں چاہوں گی کہ خان علی اس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے۔''

''تو پھر چپ چاپ بیٹھ کر تماشہ دیکھتی رہو۔''

وہ ذرا دیر چپ رہی۔ پھر بولی۔ ''دراصل ... تم خان علی کے سلسلے میں میرے جذبات کو سمجھ نہیں سکتے۔ میں چاہتی ہوں' وہ شہناز سے مزید دھوکا کھانے کے لئے اس کے قریب نہ جائے۔''

''شہناز کے حوالے سے تم نے خان علی کے دماغ میں جو الارم بجایا ہے' اسے سننے کے بعد وہ یقیناً محتاط ہو گیا ہو گا۔ اطمینان رکھو۔ آگے وہی ہو گا' جو تم چاہتی ہو۔ مجھ جیسے کھلاڑی کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ گل کھلتے چلے جاتے ہیں۔''

وکی کا اندازہ درست تھا۔ خان علی واقعی محتاط ہو گیا تھا۔ شہناز سے میل ملاقات کے سلسلے میں ایک ذرا کترانے لگا تھا اور اس کا یہ انداز شہناز کو تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ اُدھر اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

اتنا تو یقین ہو گیا تھا کہ وکی نظروں سے اوجھل رہ کر اس سے دشمنی کر رہا ہے۔ خان علی کو دھیرے دھیرے اس کے خلاف بہکا رہا ہے۔

اس نے حقیقت معلوم کرنے کے لئے شاہنواز کو خان علی کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ بدستور اس کی مصروفیات پر نظر رکھ رہا تھا۔ ایک روز اسے خان علی کے ساتھ ایشلے دکھائی دی۔ وہ دور ہی دور سے ان کی مخبری کرنے لگا۔ وہ دونوں ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہنواز بھی وہاں موجود تھا۔ ان سے دور ایک کارنر ٹیبل پر بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر فون پر بہن کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''میں ابھی خان علی کے ساتھ ایک لڑکی کو دیکھ رہا ہوں۔''

شہناز کو یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ کوئی انجانی سوکن اس کے اور خان علی کے درمیان آ رہی ہے اور اب شاہنواز کے ذریعہ اس کے اندازے کی تصدیق ہو رہی تھی۔ اسے شاپنگ سینٹر میں ملنے والی وہ پردہ نشین عورت یاد آنے لگی۔ اس نے پہلو بدل کر فون پر پوچھا۔ ''کیا وہ لڑکی نقاب میں ہے؟''

وہ ایشلے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مسلمان عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ یہ تو کوئی برطانوی لڑکی ہے۔ یہ کیوں نقاب لگائے گی؟''

شہناز سوچ میں پڑ گئی۔ وہ بولا۔ ''خان علی کو بھی مغرب کی ہوا لگ گئی ہے۔ یقیناً یہ لڑکی وجی کی آلۂ کار ہے اور خان علی کو تمہاری طرف آنے کے راستے بھلا رہی ہے۔''

وہ بولی۔ ''یہ ہمارے درمیان آنے والی آخر کون ہو سکتی ہے؟ وجی کو کیسے جانتی ہے؟ جانتی بھی ہے یا ہم یونہی اس پر شبہ کر رہے ہیں؟''

"اُس سے جان پہچان نہیں ہے تو خان علی کو وجی کا نام کیسے معلوم ہو گیا؟ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں' وجی اس لڑکی کے ذریعہ خان علی کو ہمارے خلاف ورغلا رہا ہے۔ خود سامنے نہیں آرہا ہے مگر اس خوبصورت کبوتری کے ذریعہ اپنے پیغامات خان تک پہنچا رہا ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "ممکن ہے' وجی کی جان اس کبوتری میں ہو؟"

"اگر یہی بات ہوئی تو سمجھو! ہم اس کی ایک کمزوری تک پہنچ رہے ہیں۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ یہ لڑکی کوئی کال گرل ہو۔ وجی سے بھرپور رقم لے کر اس کا کام کر رہی ہو"

"تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ اس کا پتہ ٹھکانہ معلوم کرو۔ اگر وہ واقعی بکاؤ لڑکی ہوئی تو ہم زیادہ رقم کا لالچ دے کر اسے خرید لیں گے۔ یوں وہ خان علی کے سامنے ہمارے خلاف بولنے کے بجائے وجی کے خلاف زہر اگلنے لگے گی۔"

وہ فون پر بہن سے باتیں کر رہا تھا۔ ادھر خان علی اور ایشلے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ شاہنواز نے فون پر کہا۔ "وہ دونوں جانے کے لئے اٹھ گئے ہیں۔ مجھے سائے کی طرح اس لڑکی کے تعاقب میں رہنا ہوگا۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بھی فاصلہ رکھتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے ہوٹل سے باہر آ گیا۔ ایشلے خان علی سے رخصت ہو کر اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ اس بات سے بے خبر تھی کہ شاہنواز اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ تعاقب کرتا ہوا اس کے ٹھکانے تک پہنچ رہا ہے۔

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچی تو تھوڑی دیر بعد ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ وہاں شاہنواز کھڑا ہوا تھا۔ پہلی بار اس سے سامنا ہو رہا تھا۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "جی فرمائیے...! کس سے ملنا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہارے دروازے پر آیا ہوں تو یقیناً تم سے ہی ملنا ہے۔"

"لیکن تم ہو کون؟"

اس نے کہا۔ "میرا تعارف ذرا طویل ہے۔ کیا ہم اندر بیٹھ کر باتیں نہیں کر سکتے؟"

"سوری... میں کسی اجنبی کو اندر نہیں بلا سکتی۔"

وہ بولا۔ "میں بالکل ہی اجنبی نہیں ہوں۔ دراصل.. مجھے وجی نے یہاں بھیجا ہے۔"

وہ جھوٹ بول کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "وجی

نے...؟"

اس کے لہجے سے صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وجی کو جانتی ہے۔ مگر ابھی یہ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا کہ جان پہچان کی نوعیت کیا ہو سکتی ہے؟ شاہنواز نے پوچھا۔ "کیا اندر آنے کے لئے اتنا تعارف کافی نہیں ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ اندر چلا آیا۔ ایشلے دروازہ بند کر کے اس کی طرف پلٹی تو ایکدم سے چونک گئی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور دکھائی دے رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ شاہنواز نے کہا۔ "کوئی سوال نہ کرنا۔ چپ چاپ ادھر آکر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔ چیخنے چلانے یا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کرو گی تو یہ سائلنسر لگا ہوا ریوالور بڑی خاموشی سے تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گا۔"

سب ہی کو جان پیاری ہوتی ہے۔ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہوئی ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ شاہنواز نے وہاں آنے سے پہلے بلڈنگ کے سکیورٹی گارڈ سے ایشلے کے بارے میں معلوم کیا تھا۔

اسے یہ اندیشہ تھا کہ شائد وکی نے وہاں کوئی خفیہ پناہ گاہ بنائی ہوئی ہے۔ عین ممکن ہے' اوپر جا کر اس دشمن سے سامنا ہو جائے۔ لہٰذا پہلے سے محتاط رہنا چاہئے۔ لیکن پھر یہ سن کر اطمینان ہو گیا کہ ایشلے اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا رہتی ہے۔ اسی لئے وہ بڑی بے باکی سے اس کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "وجی کو کیسے جانتی ہو؟"

وہ بولی۔ "یہی سوال میں بھی کرنا چاہتی ہوں۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"میرے اور اس کے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ وہ میرا رشتہ دار ہے۔ مگر تمہارا اُس سے کیا تعلق ہے؟"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "ایسا کوئی تعلق نہیں ہے' جس کے بارے میں گن پوائنٹ پر تحقیقات کی جائیں۔"

وہ بولا۔ "بڑی دیدہ دلیر ہو۔ موت کو سامنے دیکھ کر بھی پٹر پٹر بول رہی ہو؟"

"تم ہو کون...؟"

"وجی کے سلسلے میں سچ بولو گی تو دوست بن جاؤں گا۔ خواہ مخواہ نادان اور انجان بن کر میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کرو گی تو دشمن بن جاؤں گا۔"

"یہ کیسے یقین کرو گے کہ میں سچ بول رہی ہوں؟"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ جو پوچھ رہا ہوں‘ اس کا جواب دو۔ وجی کو کیسے جانتی ہو اور وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"یقین کر سکتے ہو تو کر لو۔ میں وجی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟"

شاہنواز نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "اگر جانتی نہیں ہو تو اس کا نام سنتے ہی مجھے اندر آنے کی اجازت کیوں دی؟"

اینجلے نے کہا۔ "اور تم نے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ وجی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ یقیناً تم اس کے کوئی دشمن ہو۔ اس تک پہنچنے کے لئے ابھی مجھ تک پہنچ رہے ہو۔"

"اور تم نے سچ نہ اُگلا تو تمہیں اوپر پہنچا دوں گا۔"

"موت کے سامنے کوئی جھوٹ نہیں بولتا اور میں سچ بول چکی ہوں۔ یقین کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ ورنہ ہتھیار تمہارے ہاتھ میں ہے‘ گویا میری زندگی تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اگر یہ شبہ ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں تو ٹریگر دباؤ اور جھوٹ بولنے والی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دو۔"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔ "چلو یہ تمہارے اس جھوٹ کو مان لیا کہ وجی کو نہیں جانتیں۔ مگر خان علی کو تو جانتی ہو ناں...؟"

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ "خان علی...؟"

اینجلے اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ وجی یعنی وکی کا کوئی دشمن ہے مگر اب اس کی زبان سے خان علی کا نام سن کر چونک گئی۔ وہ بولا۔ "اسی خان علی کی بات کر رہا ہوں‘ جس کے ساتھ ابھی ہوٹل میں بیٹھی ہوئی تھیں۔"

"آخر تم ہو کون؟ یہ ساری تحقیقات کیوں کر رہے ہو؟"

"میں بہت اونچی چیز ہوں۔ تم کیا سمجھ رہی تھیں؟ خان علی کو ہمارے خلاف بھڑکاتی رہو گی اور ہمیں کچھ خبر نہیں ہو گی؟"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "کہیں تم شہناز کے بھائی تو نہیں ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "درست پہچانا۔ میں شاہنواز ہوں۔ اگر تم وجی کے کہنے پر شہناز اور خان علی کے درمیان آ رہی ہو تو ابھی مجھ سے سودا کرو۔ خان علی کو شہناز

کے خلاف ورغلانے کے بجائے اسے وجی کے خلاف بھڑکاؤ گی تو میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا۔"

وہ بولی۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کر رہی ہوں۔"

"یہ تو میں سمجھ گیا ہوں‘ تم آسانی سے سچ نہیں اگلو گی۔"

"سچائی وہی ہے‘ جواب خان علی کے سامنے آ رہی ہے۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "سچائی کی علمبردار بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں چاہوں تو ابھی تمہارا کام تمام کر سکتا ہوں۔"

وہ ایک دم ذرا تن کر بولی۔ "میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب پھر کہتی ہوں۔ اپنے ہتھیار کو استعمال کرو۔ مجھے ختم کرنا چاہتے ہو تو اپنا یہ شوق پورا کر لو۔ لیکن اتنا یاد رکھنا! میرے خاتمے سے تمہارا اور تمہاری بہن کا کچھ بھلا نہیں ہو گا۔ کیونکہ تم لوگوں کی کمزوریاں میرے نہیں‘ وجی کے ہاتھوں میں ہیں۔"

شاہنواز نے ایک ذرا چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "بے شک۔ مخالفین ایک دوسرے کی کمزوریوں سے کھیلتے ہیں۔ میں تمہیں زندہ رکھوں گا اور تمہارے ذریعہ وجی کو کمزور بناؤں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں وجی کی کمزوری نہیں ہوں۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "تم نے کہہ دیا اور میں نے مان لیا... کیا مجھے اتنا نادان سمجھ رہی ہو؟ وہ ہم سے چھپ کر بیٹھا ہے۔ تمہارے ذریعہ چھوٹے چھوٹے حملے کرا رہا ہے۔ لیکن اب چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔ ریوالور کی نال اس کی پیشانی پر ٹھونکتے ہوئے بولا۔ "تم مجھے اس کے ٹھکانے تک پہنچاؤ گی۔"

بے شک۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے بڑی دیدہ دلیری سے موت کو گلے لگانے کی بات کی تھی۔ لیکن کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ موت نے قریب آ کر اس کی پیشانی پر دستک دی تو وہ سہم کر بولی۔ "میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ وجی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

وہ اس کی پیشانی پر ریوالور کا دباؤ ڈالتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ میں...."

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ موبائل فون کی رنگ ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے

ایشلے کے ہینڈ بیگ کی طرف دیکھا۔ پتہ نہیں کون اسے مخاطب کر رہا تھا؟ شاہنواز نے فون کو نکال کر دیکھا۔ ایشلے نے وکی کے نئے نمبر کو وجی کے نام سے سیو کیا تھا اور اس وقت اسکرین پر وہی نام جگمگا رہا تھا۔

شاہنواز نے مسکرا کر ایشلے کو دیکھا۔ پھر طنزیہ لہجے میں کہا۔ "واہ کیا بات ہے؟ ابھی شیطان کو یاد کیا اور ابھی یہ حاضر ہو گیا۔"

اس نے ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے وکی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ایشلے! میں بول رہا ہوں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے فون پر بولا۔ "اچھا... تو اس محترمہ کا نام ایشلے ہے؟"

دوسری طرف وکی ایشلے کے بجائے کسی مرد کی آواز سن کر چونک گیا۔ لیکن ذرا غور کرنے پر سمجھ میں آیا کہ وہ لب و لہجہ اس کے لئے اجنبی نہیں ہے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "یہ شہناز کا بھائی ایشلے کے پاس کیا کر رہا ہے؟"

ادھر سے شاہنواز نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ میری آواز سن کر گونگے کیوں بن گئے ہو؟ کیا مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بھلا میں اپنی داشتہ کے دلال کو کیسے بھول سکتا ہوں؟"

وہ اس کی بات سن کر غصے سے تلملا گیا۔ تیور بدل کر بولا۔ "زبان سنبھال کر بات کرو۔ وہ تمہاری داشتہ نہیں ہے، گرل فرینڈ ہے۔"

"ابے او بے وقوف کی اولاد! کیا اتنا نہیں جانتے' داشتہ کو مہذب انداز میں گرل فرینڈ کہا جاتا ہے۔ خیر اس بحث کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ' ایشلے کے پاس کیا کر رہے ہو؟"

شاہنواز نے کہا۔ "تم کیا سمجھ رہے تھے' کہیں روپوش رہ کر اس لڑکی کے ذریعہ خان علی کو بہکاتے رہو گے' ہمارے خلاف سازشیں کرتے رہو گے اور ہم چپ چاپ بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہیں گے؟ تمہیں ڈھونڈ نہیں پائیں گے؟"

"اچھا تو تم نے مجھے ڈھونڈ لیا ہے؟"

وہ ایشلے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میری یہاں موجودگی تمہیں بہت کچھ سمجھا رہی ہوگی۔ یہ بھی سمجھ رہے ہو گے کہ جسے فون کیا ہے' وہ چپ کیوں ہے؟"

وکی نے کہا۔ "ہوں... کچھ گڑبڑ کر رہے ہو۔ اگر نہیں کر رہے ہو تو اس سے بات کراؤ۔"

اس نے فون ایشلے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو... اسے بتاؤ کہ تم اب تب کی

مہمان ہو۔ موت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔"

اس نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو وجی! یہ مجھے گن پوائنٹ پر ٹریپ کرنے آیا ہے۔ مجھ سے تمہارا پتہ ٹھکانہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اسے کیسے یقین دلاؤں کہ میں صرف تمہارا نام جانتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔"

وکی نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ اس کا باپ بھی یقین کرے گا اور وہ ریوالور جیب میں رکھ کر گھر چلا جائے گا۔ بہرحال تم سے پھر کسی وقت بات کروں گا۔ فون اُسے دو۔"

ایشلے نے فون شاہنواز کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہاں تو مسٹر وجی! اپنی اس چاکلیٹ گرل کو مجھ سے بچانا چاہتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "ہاں تو بہن کے سورما! اس بیچاری لڑکی کو بچانے کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"سب سے پہلے تو اپنا پتہ بتاؤ۔ میں تمہیں پراسرار بننے کے لئے کہیں منہ چھپانے نہیں دوں گا۔"

"پتہ معلوم کرنے کا مقصد ہے' تم میرے پاس آنا چاہتے ہو؟"

شاہنواز نے کہا۔ "میں نادان نہیں ہوں۔ اُدھر آنا چاہوں گا تو تم جگہ بدل دو گے۔ اِدھر یہ لڑکی میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس لئے وقت ضائع کئے بغیر یہاں آجاؤ۔"

"نہیں میرے مٹی کے شیر! میں کسی کے بلانے سے نہیں آتا۔ بلکہ بلانے والے کو جہاں چاہتا ہوں' پہنچا دیتا ہوں۔ ابھی یہ دیکھو... کہ میں کہاں تک پہنچا ہوا ہوں؟"

وہ چپ رہ کر سننے لگا۔ وکی نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "مجھ سے باتیں کرنے کے بجائے اپنی بہن سے رابطہ کرو اور دیکھو...! میں دور بیٹھ کر کیسے کیسے دھماکے کر سکتا ہوں؟"

اس نے پریشان ہو کر فون کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم نے شہناز کے ساتھ کچھ کیا ہے؟"

"مجھے تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا... تمہاری بہن کی بدبختی طرح طرح کے تماشے کرتی رہتی ہے۔ اس بار دیکھو! قسمت نے کیا گل کھلایا ہے؟"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ شاہنواز نے چونک کر اس فون کو دیکھا۔ پھر اسے صوفے پر پٹخ کر اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ ایشلے اس کی پریشانی دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ "پتہ نہیں' وجی نے کیا کہا ہے؟ اس کی پریشانی سمجھا رہی ہے' کوئی بڑا ہی دھماکا ہوا ہے۔"

رابطہ ہو گیا تھا۔ اس نے بہن سے پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟“

وہ بولی۔ ”ممی کے پاس سوئیٹ میں ہوں۔ ابھی تم سے ہی رابطہ کرنے والی تھی۔ فوراً یہاں پہنچو۔“

”خیریت تو ہے؟“

”خیریت نہیں ہے۔ میں نے کہا تھا ناں... دشمن کی خاموشی کو طوفان کا پیش خیمہ سمجھو۔ وجی اتنے دنوں سے غائب تھا۔ لیکن اب اچانک ہی اس نے اپنی موجودگی ظاہر کر کے ایسا دھماکا کیا ہے‘ جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔“

”کیا وہ وہاں آیا تھا؟“

”نہیں۔ وہ خود نہیں آیا‘ اس کی طرف سے ایک لفافہ آیا ہے۔ ہم نے اسے کھول کر دیکھا تو ہمارے ہوش اڑ گئے۔ اس میں میری اور اس کی کئی تصویریں تھیں۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کیسی تصویریں؟“

”یہ وہی تصویریں ہیں جو ٹو لکیریز گارڈن میں تم نے اتاری تھیں۔“

اس نے جھنجلا کر پوچھا۔ ”وہ اس کے پاس کیسے پہنچ سکتی ہیں؟“

وہ بھی جھنجلائی ہوئی تھی۔ تیز لہجے میں بولی۔ ”کیا فون پر ہی تحقیقات کرتے رہو گے؟ فوراً یہاں پہنچو۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔“

ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ایشلے کو گھور کر بڑی بے بسی سے دیکھا۔ جو تیر مارنے آیا تھا‘ اس کا رخ بہن کی طرف ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”تم سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گا۔“

وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گھر آئی ہوئی مصیبت ٹل گئی تھی۔ ایشلے نے فوراً ہی اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ سامنے ہی صوفے پر اس کا فون پڑا ہوا تھا۔ اس نے لپک کر اسے اٹھایا۔ پھر وکی کے نمبر پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ ”کیا ہوا... وہ چلا گیا؟“

وہ بولی۔ ”ہاں۔ میں حیران ہوں‘ تم نے کیسا منتر پڑھ کر پھونکا ہے؟ میری جان لینے والا ایسے بھاگا ہے‘ جیسے اپنی جان بچا کر گیا ہو۔“

”میں ایسے ہی منتر پڑھتا ہوں۔ اب وہ تمہاری طرف نہیں آئے گا۔ تم خان علی کو شہناز کی مکاریوں سے بچانا چاہتی ہو تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ وہ جلد ہی اس

سے بدظن ہونے والا ہے۔ میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ پھر ضرورت پیش آئی تو فون کروں گا۔“

ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ دوسری طرف شاہنواز سوئیٹ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں ماں بیٹی سر تھامے بیٹھی تھیں۔ حالات نے انہیں بری طرح چکرا کر رکھ دیا تھا۔ ان کے سامنے سینٹر ٹیبل پر وکی کی طرف سے بھیجا ہوا لفافہ رکھا تھا۔ اس میں سے برآمد ہونے والی تصویریں بھی وہیں بکھری ہوئی تھیں۔

شاہنواز نے انہیں اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”او نو... یہ تو وہی فوٹو گراف ہیں۔ مگر یہ... وجی کے ہاتھوں تک کیسے پہنچے؟“

زرینہ بانو نے کہا۔ ”یہ معاملہ میری سمجھ سے باہر ہو رہا ہے۔ تمہارے کیمرے سے اتاری گئی تصویریں جواب تک ہماری دراز میں جوں کی توں پڑی ہوئی ہیں‘ وہ اُدھر کیسے پہنچ گئیں؟“

اس نے بہن سے پوچھا۔ ”تم نے انہیں چیک کیا ہے؟“

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ”اُن میں سے ایک بھی تصویر غائب نہیں ہے۔“

”وجی نے فون پر کیا کہا ہے؟“

”ہماری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھوں میں ہے اور وہ اس کے ذریعہ ہمیں بری طرح کمزور بنا دینا چاہتا ہے۔“

ماں نے کہا۔ ”اس کم بخت نے ان تصویروں کے عوض اتنا بڑا مطالبہ پیش کیا ہے‘ جسے ہم مر کر بھی پورا نہیں کریں گے۔“

”کیسا مطالبہ...؟“

”وہ ہماری بازی ہم پر پلٹ رہا ہے۔ ہم نے اسے اور اس کے نانا کو کنگال کر دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اب وہ ہمیں کنگال کر دینا چاہتا ہے۔ کہہ رہا تھا‘ اگر ہم اپنی جائیداد کا ستر فی صد حصہ اس کے نام کر دیں گے تو یہ تصویریں خان علی تک نہیں پہنچیں گی۔“

وہ غصے اور ناگواری سے بولا۔ ”کیا یہاں اُس کے باپ کا راج چل رہا ہے؟“

زرینہ بانو نے بڑی حقارت سے کہا۔ ”اُس کا کوئی باپ نہیں ہے۔ وہ تو گناہ کی پود ہے۔ تب ہی ایسی کمینگی دکھا رہا ہے۔“

ایسا ہوتا ہے۔ لوگ بولتے وقت اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ یہ سمجھنا نہیں چاہتے کہ وہ خود کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

اس وقت وہ بھی وکی کو باتیں سناتے ہوئے اپنے گریبان میں جھانکنا بھول گئے تھے کہ شہناز کو کس بے غیرتی سے وکی کے ساتھ گناہ کا کھیل کھلا رہے ہیں۔ شہناز نے کہا۔ ''یہ وجی تو ہماری سوچ سے بھی زیادہ مکار اور چالباز ثابت ہو رہا ہے۔''

ماں نے کہا۔ ''اب یہ سوچو' اس کے سلسلے میں کیا کرنا ہوگا؟ اگر یہ تصویریں خان علی تک پہنچ گئیں تو قیامت آجائے گی۔''

وہ بولا۔ ''میں تو اب تک یہ سوچ کر مطمئن تھا کہ ہماری کوئی کمزوری وجی کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اب ان تصویروں کو دیکھ کر دماغ گھوم رہا ہے۔''

شہناز نے ماں کو دیکھا۔ پھر بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ مان لو... ہم لالچ میں مارے گئے ہیں۔''

ماں نے کہا۔ ''ہم دشمنی کر رہے ہیں۔ لالچ نہیں کر رہے۔ میں اپنے اُس گھمنڈی بھائی علیم شیرازی کو فٹ پاتھ پر دیکھنا چاہتی ہوں اور اس دشمنی کے نتیجے میں اس کی دولت ہمارے پاس آنے والی ہے تو اس مال غنیمت کو سمیٹنے میں حرج ہی کیا ہے؟''

وہ سر پکڑتے ہوئے بولی۔ ''مگر اس دشمنی کا انجام کیا ہو رہا ہے؟ ہم سراسر گھاٹے میں ہیں۔ ایک طرف خان علی ہاتھوں سے نکلتا دکھائی دے رہا ہے اور دوسری طرف وجی بلیک میل کر رہا ہے۔ ہماری جائیداد بٹورنا چاہتا ہے۔''

شاہنواز نے ناگواری سے سر جھٹک کر کہا۔ ''اُونہہ۔ وہ خواب ہی دیکھتا رہ جائے گا۔''

شہناز نے پوچھا۔ ''تو پھر اس سے نمٹنے کے لئے کیا کیا جائے؟''

بیٹے نے ماں سے پوچھا۔ ''آپ نے پاپا سے رابطہ کیا؟''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ ان سے بات ہوئی ہے۔ وہ پہلے ہی تم پر غصہ کر رہے تھے۔ اب یہ صورتحال سن کر مزید جھنجلا گئے ہیں۔''

''صرف جھنجلا رہے ہیں' یا کچھ کر بھی رہے ہیں؟ وہ دو منٹ میں وجی کے چھان بین کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اب تک کیا کیا؟ کچھ بتایا' وہ دشمن کہاں چھپا ہوا ہے؟''

''اب تک تو یہی معلوم ہو سکا ہے کہ وہ لندن میں نہیں ہے۔''

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ''یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے کہ وہاں نہیں' یہاں ہے۔ کمال ہے' پاپا نے اتنے وسیع ذرائع رکھتے ہوئے صرف یہ معلومات حاصل کی ہیں؟''

شہناز نے کہا۔ ''ایک دوسرے پر طنز کرنے کے بجائے یہ سوچو کہ وجی کیا چیز ہے؟ یعنی اب اس کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لئے پاپا کے ذرائع بھی کم ہو گئے ہیں۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''مجھے اپنے طور پر اس کے سلسلے میں کچھ کرنا ہوگا۔''

وہ بولی۔ ''تم ابھی خان علی کے اور اس لڑکی کے پیچھے گئے تھے۔ کچھ پتہ چلا' وہ کون ہے اور اس کے ساتھ ہوٹل میں کیا کر رہی تھی؟''

''اُس کا نام ایشلے ہے۔ میں پیچھا کرتا ہوا اس کے فلیٹ تک پہنچ گیا تھا۔ پہلے تو وہ وجی کے سلسلے میں انجان بنتی رہی۔ پھر جب اس کے فون پر وجی کی کال آئی تو یہ یقین ہو گیا کہ وہ ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے ہیں۔ میں ان کے بارے میں اور بھی بہت کچھ جاننا چاہتا تھا۔ خاص طور پر وجی کا پتہ ٹھکانہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ایسے وقت اس نے فون پر یہ کہہ کر مجھے الجھا دیا کہ اس نے یہاں کوئی دھماکا کیا ہے۔ لہٰذا میں تم سے بات کرنے کے بعد سیدھا یہاں چلا آیا۔''

شہناز نے جھنجلا کر کہا۔ ''کتنے بے وقوف ہو تم...؟ اس کی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ آ رہی تھی اور تم اسے نظر انداز کرتے ہوئے یہاں چلے آئے؟''

''تم نے مجھے بلایا ہے۔ ورنہ میں تو فون کے ذریعہ تمہاری خیریت معلوم کر رہا تھا۔''

''کمال ہے۔ میں نے بلایا اور تم چلے آئے؟ اگر فون پر یہ بتا دیتے کہ اس لڑکی کے گھر تک پہنچے ہوئے ہو تو میں کبھی تمہیں یہ بے وقوفی کرنے نہ دیتی۔''

وہ بولا۔ ''زیادہ عقلمند نہ بنو۔ میں وہاں رہ کر کرتا بھی کیا؟ ایشلے مجھے کبھی وجی تک نہ پہنچاتی اور ادھر وجی کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ میرے گن پوائنٹ پر ہے۔ میں اسے گولی نہیں مار سکتا تھا۔ وہ میرے پیچھے پڑ جاتا۔ اگر یہ تصویریں وجی کے ہاتھ میں آتیں تو اس وقت بازی ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔''

زرینہ بانو نے کہا۔ ''ہمارے ہاتھ میں جب ہوتی' تب ہوتی۔ ابھی کیا ہو رہا ہے؟ ان تصویروں کو جو پھندہ گلے میں پڑا ہے۔ اسے کیسے نکالنا ہے؟''

شہناز اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پاؤں پٹختی ہوئی ادھر سے اُدھر جا رہی تھی۔ زیرِ لب بڑبڑا رہی تھی۔ ''میں کیا کروں؟ نہ ماں کا کچھ جائے گا' نہ بھائی پر کوئی مصیبت آئے گی۔ وہ خان علی مجھے گھر کا رہنے دے گا' نہ گھاٹ کا...''

ماں نے کہا۔ ''بیٹی! آرام سے بیٹھو۔ ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وجی تمہیں کوئی بہت بڑا نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اگر تم سے دشمنی کرنا چاہتا تو تصویریں تمہارے پاس نہیں' خان علی کے پاس بھیجتا اور اب تک خان کی خاموشی بتا رہی ہے کہ وہ ہمارے موجودہ حالات سے بے خبر ہے۔''

وہ ماں کی باتیں سن رہی تھی اور قائل ہو رہی تھی۔ پھر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

”آپ کی بات دل کو لگ رہی ہے۔ شیطان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جان سے نہیں مارتا۔ بس اپنی شرانگیزیوں سے ہلکان کرتا رہتا ہے۔ وجی نے یہ تصویریں خان علی تک نہیں پہنچائی ہیں۔ فی الحال مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔“

وہ صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولی۔ ”مجھے اس سے بات کرنی چاہئے۔ ایک بار رابطہ ہو جائے تو اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کروں گی۔“

پھر اس نے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”وہاں ایشلے کے پاس تم نے وجی کا فون اٹینڈ کیا تھا۔ یقیناً اس کا نمبر نوٹ کیا ہوگا؟“

شاہنواز نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”نمبر... تن۔ نہیں۔ اس نے مجھے باتوں میں الجھا دیا تھا۔ پھر تمہاری فکر تھی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں اتنی جلدی میں آیا کہ....“

وہ غصے سے بولی۔ ”کہ اس کا نمبر نوٹ نہ کر سکے؟ جس کا پتہ ٹھکانہ معلوم کرنے گئے تھے' اُس کا فون نمبر معلوم ہونے پر بھی اسے نظرانداز کر کے چلے آئے۔ آخر تم کرتے کیا ہو؟ میری اور وجی کی تصویریں بھی ڈھنگ سے نہ اتار سکے۔ اسے کسی پہلو سے کمزور نہ بنا سکے۔ آج اس لڑکی تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے تو بڑی شان سے ناکام ہو کر واپس چلے آئے۔ دشمن اپنا فون نمبر پیش کر رہا تھا' تم نے یہ موقع بھی گنوا دیا۔ اب میں کیا کروں؟ کس طرح وجی سے رابطہ کروں اور اسے ٹریپ کروں؟“

وہ تڑخ کر بولا۔ ”خوامخواہ غصہ نہ دکھاؤ۔ ایک تو میں دن رات تمہارے ہی کام سے لگا رہتا ہوں اوپر سے باتیں بھی سن رہا ہوں۔“

وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ماں نے بڑی مشکل سے دونوں کو چپ کرایا۔

شاہنواز نے غصے سے کہا۔ ”میں ابھی ایشلے کے پاس جا کر وجی کا نمبر حاصل کروں گا۔“

شہناز نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”خدا کے لئے اور کوئی حماقت نہ کرو۔ تم وجی کی آلۂ کار کو دھمکیاں دے کر فون نمبر حاصل کرنا چاہو گے تو وہ طیش میں آ کر ان تصویروں کو خان علی تک پہنچا دے گا۔ فار گاڈ سیک! چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ مجھ پر کوئی احسان نہ کرو۔“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ وجی نے ان تصویروں کے ذریعہ بری طرح الجھا دیا تھا۔ اگرچہ وہ محض دھمکی دے رہا تھا۔ مگر کسی بھی وقت دھماکا کر سکتا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' کیا کرے؟ کس طرح اپنا بچاؤ کرے؟ جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا' بندہ

کچھ کر نہیں پاتا تو سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ بھی سر پکڑے ہوئے تھی۔



میں مجنوں نہیں تھا۔ لیکن موجودہ حالات نے میرے لئے ایک لیلیٰ پیدا کر دی تھی اور وہ مجھے وکی سمجھ کر ہزار جان سے مجھ پر نچھاور ہونے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھی۔ اپنی باتوں سے' اپنی حرکتوں سے مجھے اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی۔

میرے سامنے دو طرفہ چیلنج تھے۔ ایک تو یہ کہ وکی کا رول پلے کرنے کے دوران کوئی بھول چوک نہ ہو۔ ورنہ وہ بگ باس مجھے اس خفیہ پناہ گاہ سے زندہ سلامت جانے نہیں دے گا۔ یعنی اِدھر جان جا سکتی تھی اور اُدھر لیلیٰ کے ہاتھوں میری شرافت کا جنازہ نکل سکتا تھا۔

وہ ایک وسیع و عریض محل نما عمارت تھی۔ اس کے اطراف حد نظر تک ہریالی تھی۔ سرسبز و شاداب گھنے درخت اور سربلند پہاڑیاں تھیں۔ محل کے اندر خدمت کے لئے کنیزیں تھیں۔ باہر دور تک کہیں کہیں مسلح گارڈز دکھائی دیتے تھے۔ کبھی دو چار گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دیتی تھیں۔ پھر معمول کی طرح سناٹا چھا جاتا تھا۔

وہ بگ باس اسی ویرانے میں رہتا تھا۔ اس نے میری یادداشت واپس لانے کے لئے دو چار ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ میرا معائنہ کرتے تھے اور طرح طرح سے ٹریٹمنٹ میں مصروف رہتے تھے۔

انہوں نے کہا تھا کہ بنت لیلیٰ میرے زیادہ قریب رہتی آئی ہے۔ میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ لہٰذا وہی مجھے گزری ہوئی باتیں یاد دلا سکتی ہے۔ کوئی ایسی ڈرامائی سچویشن پیدا کر سکتی ہے' جس کے نتیجے میں میری یادداشت واپس آ سکتی ہے۔

اور وہ اپنی سی کوششیں کر رہی تھی۔ مجھے اس محل میں لئے لئے پھرتی تھی۔ اس نے ایک حصے میں لا کر کہا۔ ”یہ رنگ محل ہے۔ یہاں حسن ہے' شباب ہے' شراب ہے' موسیقی ہے۔ یہاں رات بھٹکتی ہے تو جوانی شراب میں بھیگنے لگتی ہے۔ تم بہت ہوش مند کہلاتے ہو۔ مگر یہاں تمہارے بھی ہوش اڑ جایا کرتے تھے۔“

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی تھی۔ پھر پوچھتی تھی۔ ”یاد کرو' یہاں کیا ہوتا رہا تھا؟“

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ ”جو ہوتا رہا تھا' وہ میرا بھائی ہی جانتا ہوگا۔“

وہ تو مزے لوٹ کر چلا گیا تھا۔ اب اس کے اعمال کا حساب دینے کے لئے میں وہاں رہ گیا تھا۔ ایک روز لیلیٰ نے کہا۔ ”تم خود کو نہیں پہچانو گے' مجھ سے کتراتے رہو گے' مجھے

اپنے مصرف میں نہیں لاؤ گے تو میں مشکل میں پڑ جاؤں گی۔"

میں نے کہا۔"مجھے شراب و شباب سے' رقص و سرود کی محفلوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ تم بہت حسین ہو' دل نشین ہو۔ مگر دیکھ رہی ہو کہ میرا دل تمہاری طرف بھی مائل نہیں ہو رہا ہے۔ یادداشت کے حوالے سے دماغ تو پھر گیا ہے۔ پتہ نہیں کیوں' یہ دل بھی پھر گیا ہے؟"

"کیا میری بھلائی کی خاطر جبراً ہی سہی' مجھ سے دل نہیں لگا سکتے؟"

میں نے پوچھا۔"میرے دل لگانے سے تمہاری کیا بھلائی ہوگی؟"

"پچھلی باتیں تمہیں یاد نہیں ہیں۔ بگ باس مجھے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی تمہارے ایک کارنامے سے خوش ہو کر اس نے مجھے تمہارے حوالے کر دیا۔ پھر جب تمہاری موت کی اطلاع ملی تو باس کی نیت بدل گئی۔ اس نے کہا' تمہاری ہلاکت کی تصدیق ہو جائے گی تو وہ مجھے اپنے مصرف میں لے آئے گا۔"

وہ دلبرداشتہ ہو کر بولی۔"میری بدنصیبی نے مجھے کسی کی منکوحہ بننے نہیں دیا۔ میں نے تمہاری داشتہ بن کر صبر کر لیا۔ یہ طے کر لیا کہ تمہارے بعد کسی اور کا منہ نہیں دیکھوں گی۔ مگر....."

میں نے پوچھا۔"مگر کیا...؟"

"اب باس نے الٹی میٹم دیا ہے کہ تم اسی طرح نیک اور پارسا بنے رہے' مجھ سے کتراتے رہے تو وہ مجھے اپنی تنہائیوں میں بلا لے گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں جان دے دوں گی۔"

میں پریشان ہو کر اس کے متعلق سوچنے لگا۔ میری دوری' میری شرافت اور مجبوری اس کے لئے مشکلات پیدا کرنے والی تھی۔ وہ بولی۔"ہمارے درمیان نہ پہلے کوئی پردہ تھا' نہ اب ہے۔ خدا کے لئے پارسا بن کر نہ رہو۔ ان فاصلوں کو ختم کر دو۔ باس کو یقین دلاؤ کہ تم میری طرف مائل ہو چکے ہو۔"

میں نے کہا۔"اسے یقین دلانے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ میں اپنی شرافت اور پارسائی کو بھول جاؤں۔ جب میرا دل اور میرا دماغ تمہاری طرف مائل نہیں ہو رہا ہے تو میں کیسے ان فاصلوں کو کم کر دوں؟"

وہ ذرا جھنجلا کر بولی۔"میری سمجھ میں نہیں آتا' یادداشت گم ہونے کے بعد تم اس قدر شریف اور پارسا کیوں بن گئے ہو؟ سچ بتاؤ' تم وکی ہی ہو ناں...؟"

اس اچانک سوال پر میں ایک ذرا گڑبڑا گیا۔ وہ بولی۔"کبھی کبھی یہ یقین سا ہونے لگتا ہے کہ تم وہ نہیں ہو' جو ہم سمجھ رہے ہیں۔ کبھی کبھی تمہاری آنکھیں کہتی ہیں' تم بہت معصوم ہو۔ پتہ نہیں' کیوں یہ آنکھیں گناہ گار نہیں لگتیں؟"

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔ وہ سچ بول رہی تھی اور مجھے سچائی سے انکار کرنا تھا۔ میں انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔"تم اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی ہو اور اپنے دماغ سے سمجھ رہی ہو۔ لیکن میں کیا سمجھوں' جبکہ خود کو پہچان نہیں پا رہا ہوں۔"

ہم محل کی ایک بالکونی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے وقت بگ باس دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھی خاتون تھی۔ پیچھے مسلح باڈی گارڈز تھے۔ ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ باس نے قریب آ کر اس خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"وکی! اسے پہچانتے ہو؟ یہ دانیا ہے۔"

میں نے اسے یوں دیکھا' جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کبھی دیکھا ہی نہیں تھا تو پہچانتا کیا؟ باس نے دانیا سے کہا۔"یہ تمہیں بھی نہیں پہچان رہا ہے۔"

بوڑھی خاتون مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے قریب آئی۔ پھر بولی۔"جب باس نے کہا' تم مجھے نہیں پہچانو گے تو یقین نہیں آیا۔ میرا دل کہہ رہا تھا' تم دودھ کے چٹخارے کو نہیں بھولو گے۔ میں تمہاری دائی ماں ہوں۔ میں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔"

میں نے بڑی محبت سے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر کہا۔"بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ میں تمہیں پہچانوں یا نہ پہچانوں۔ لیکن مجھ پر تمہارے دودھ کا قرض ہے۔"

اس نے دائیں بائیں میرے ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر مجھے دیکھا۔ اس کی بوڑھی آنکھیں سوچ میں پڑ گئیں۔ بگ باس نے کہا۔"اس نے صرف دودھ ہی نہیں پلایا ہے۔ برسوں تمہاری پرورش بھی کی ہے۔ تم ذرا سرپھرے ہو۔ ایک بیٹے کی طرح اسے ماں نہیں' ملازمہ سمجھتے ہو۔ کبھی عزت کرتے ہو' کبھی بے رُخی دکھاتے ہو۔"

میں نے فوراً ہی اس کے بازوؤں کو چھوڑ دیا۔ اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ انجانے میں ایک بھول ہو گئی تھی۔ میں نے وکی کے مزاج کے خلاف اس کے بازوؤں کو محبت سے تھام لینے کی غلطی کی تھی۔ پتہ نہیں وہ اس دائی ماں سے کس لہجے میں بولتا ہوگا؟ میں نے بڑے میٹھے اور پیار بھرے لہجے میں دودھ کے حوالے سے کہا تھا کہ یہ بیٹا اس کا قرضدار ہے۔

یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وکی کبھی اس دائی ماں کا احسان مند نہیں رہا ہوگا۔ بوڑھی دانیا

نے میرے ایک ہاتھ کو تھام کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم ایسے ہی ہو۔ ذرا سی محبت دکھاتے ہو۔ پھر ہاتھ کھینچ لیتے ہو۔ فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بھولی ہوئی باتیں یاد دلاؤں گی۔''

مجھے ایک ذرا اطمینان ہوا۔ وہ مجھے وکی تسلیم کر رہی تھی۔ بگ باس نے کہا۔ ''مجھے امید ہے' دانیا تمہاری یادداشت واپس لے آئے گی۔ یہ اب اسی محل میں تمہارے پاس رہے گی۔ لیلیٰ تو پچھلے ایک برس سے تمہارے ساتھ ہے۔ جبکہ دانیا دودھ کے پہلے قطرے سے تمہارے ساتھ ہے۔ یہ تمہیں بچپن سے لے کر اب تک کی بہت سی باتیں یاد دلائے گی۔''

پھر وہ دانیا کو میرے پاس چھوڑ کر اپنے گارڈز کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ دانیا نے ایک وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لنچ کا وقت ہو چکا ہے۔ تمہیں وقت پر کھانا نہ ملے تو غصہ دکھانے لگتے ہو۔ یا خود ہی فریج سے کچھ نہ کچھ نکال کر کھانا شروع کر دیتے ہو۔ تم تو اپنے ساتھ ساتھ کھانا پینا بھی بھول گئے ہو۔''

میں نے جلدی سے کہا۔ ''نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ مگر تمہاری آمد کے باعث میں چپ تھا۔''

لیلیٰ نے ایک ملازمہ کو بلا کر کھانا لگانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم تینوں کھانے کی میز پر تھے۔ اس بوڑھی خاتون نے آتے ہی خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ میں اس کی طرف سے بہت محتاط تھا۔ ایک کے بعد دوسری غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ویسے غلطی جان بوجھ کر نہیں کی جاتی۔ انجانے میں ہوتی رہتی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا' انجانے میں کیا کر رہا ہوں؟ اپنے طور پر تو خود کو سنبھال رہا تھا۔ یہ بھی ایک نفسیاتی مسئلہ ہے' بہت زیادہ سنبھل کر رہنے والے غلطیاں ضرور کرتے ہیں۔

میں لنچ کے بعد قیلولہ کرتا ہوں۔ بستر پر ایک کروٹ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ دن کے وقت سونے کا عادی نہیں ہوں۔ مگر کم از کم آدھے گھنٹے تک آرام سے لیٹا رہتا ہوں۔ یوں آدھے گھنٹے تک دانیا اور لیلیٰ نے مجھے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

میں آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ پریشان ہو کر دائی ماں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ ماں نہیں تھی' مگر اس نے دودھ پلایا تھا۔ پتہ نہیں' کتنی توجہ سے وکی کی پرورش کی تھی؟ یقیناً اس کے لب و لہجے کو' اس کی حرکات و سکنات کو بڑی گہرائیوں تک سمجھتی ہوگی۔ مجھے تو یوں لگ رہا تھا' جیسے میرے سر پر ننگی تلوار لٹکا دی گئی ہو۔

دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دانیا نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''لیلیٰ نے بتایا ہے' تم صرف آدھے گھنٹے تک آرام کرتے ہو۔ پھر اٹھ کر بیٹھ

جاتے ہو۔''

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ قریب آتے ہوئے بولی۔ ''لیلیٰ تھکی ہوئی تھی۔ سو رہی ہے۔ اچھا ہے' ہم تنہائی میں کچھ باتیں کر سکیں گے۔''

میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''آؤ۔ بیٹھو...! مجھے کچھ ایسی باتیں بتاؤ کہ میں کسی حد تک خود کو پہچان سکوں۔''

''خود کو کیوں پہچاننا چاہتے ہو؟''

''آں....؟'' میں نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔

وہ بولی۔ ''بھولنے والے' سبق یاد کرتے ہیں۔ آموختہ پڑھتے ہیں۔ تم کیا بھولے ہو' جسے یاد کرنا چاہتے ہو؟''

اس کے لہجے میں ایسا ٹھہراؤ تھا' بولنے کے انداز میں ایسا اعتماد تھا کہ میں اندر ہی اندر گڑبڑانے لگا۔ میں نے ذرا سنبھل کر کہا۔ ''بگ باس نے تمہیں بتایا ہے' اور تم دیکھ بھی رہی ہو' میں اپنے آپ کو پہچان نہیں پا رہا ہوں۔ میری یادداشت واپس لانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ تمہیں بھی اسی مقصد کے لئے یہاں لایا گیا ہے۔''

اس نے میرے بالکل قریب آکر کہا۔ ''وہ نادان ہیں۔ جو سمجھ میں آ رہا ہے' وہ کر رہے ہیں۔ مگر یہ دائی ماں نادان نہیں ہے۔''

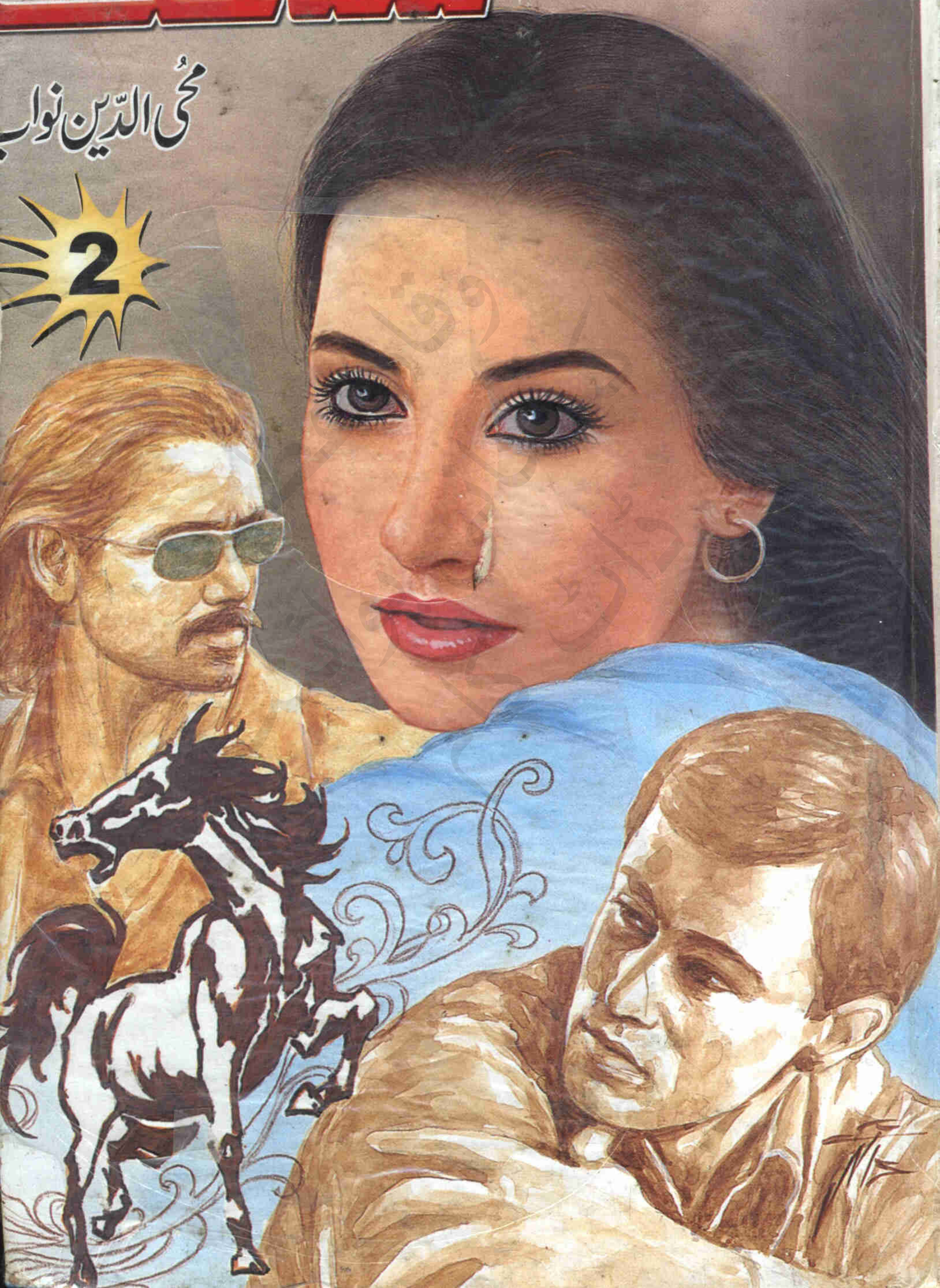
میں نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر نظریں ملائیں۔ وہ ذرا جھک کر بڑی رازدارانہ سرگوشی میں بولی۔ ''تمہارے منہ سے میرے دودھ کی مہک نہیں آ رہی ہے وجی....!''

میرے اندر جیسے ایک دھماکا سا ہوا۔ میں ایکدم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آرام سے کرسی پر بیٹھ گئی۔



آئندہ کے واقعات جاننے کے لئے
جلد دوئم کا مطالعہ کریں۔

شناخت



دھماکے صرف توپ گولوں سے نہیں کیئے جاتے۔کبھی کبھی انسان کی زبان بھی ایسا بارُود اُگلتی ہے کہ سننے والوں کے دل و دماغ سُن ہوکر رہ جاتے ہیں۔ان لمحات میں میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔وکی کی دائی ماں دانیا نے بات نہیں کی تھی' دھماکہ کیا تھا۔گہری رازدارانہ سرگوشی میں کہا تھا۔"تمہارے منہ سے میرے دودھ کی مہک نہیں آرہی ہے وجی....!"

میں ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔شدید حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے میرا نام لیا تھا۔درست نام لیا تھا...مجھے وجی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ یا اللہ!یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی میرا بھید کھل جائے گا۔

وہ بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ گہری سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔پھر بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔"بیٹھ جاؤ۔"

ان لمحات میں ایسا لگ رہا تھا' جیسے بِگ باس کے تمام مسلح محافظوں کے ہتھیاروں کا رخ اچانک ہی میری طرف ہوگیا ہو۔میں وکی بن کر وہاں پہنچا ہوا تھا اور بڑی کامیابی کے ساتھ سب ہی کو دھوکہ دے رہا تھا۔یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی دائی ماں وہاں آکر پہلے ہی روز میری چوری بھانپ لے گی۔چوری پکڑی جارہی تھی۔میرے سر پر خطرہ منڈلا رہا تھا۔فوری طور پر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسی صورتحال میں کیا کروں؟ بگڑتے ہوئے حالات کو کیسے سنبھالوں؟

اس محل کے اندر اور باہر دور دور تک پھیلے ہوئے وسیع وعریض علاقے پر بگ باس کا راج تھا۔اور مجھے اس کی راج دھانی میں کہیں کوئی جائے پناہ ملنے والی نہیں تھی۔میں بستر کے سرے پر بیٹھ کر سوچ رہا تھا اور سوچتا ہی چلا جارہا تھا۔اس دوران دانیا بڑی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ایسے وقت میرے دماغ میں اس کی آواز گونجنے لگی۔تھوڑی دیر پہلے اس نے بگ

باس اور اس کے مسلح کارندوں کے بارے میں کہا تھا۔ ''وہ نادان ہیں' جو ان کی سمجھ میں آ رہا ہے، وہی سمجھ رہے ہیں۔ مگر یہ دائی ماں نادان نہیں ہے...''

یعنی وہ صرف ایک ایسی ہے' جو میری اصلیت تک پہنچ رہی ہے۔ میرے دماغ نے کہا۔ ''اگر اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اس ایک خاتون کو اس بات پر قائل کرو کہ تم وکی ہو۔''

فی الحال بچاؤ کا یہی ایک راستہ تھا۔ لیکن اس کا انداز اور مستحکم لب ولہجہ سمجھا رہا تھا کہ اس نے جو کہا ہے' پورے یقین کے ساتھ کہا ہے اور اس کے یقین کو بے یقینی میں بدلنا آسان نہ ہوگا۔ پھر بھی کوشش تو کرنی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''تم نے ابھی کیا نام لیا تھا؟''

وہ بولی۔ ''تمہارا نام لیا تھا۔ تعجب ہے' اپنے ہی نام سے انجان بن رہے ہو؟''

میں ایک ہاتھ سے پیشانی کو سہلانے لگا۔ یوں ظاہر کرنے لگا' جیسے کسی الجھن میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ پھر بولا۔ ''کیسی بے بسی ہے؟ قدرتی حالات نے مجھے اپنی ہی ذات سے انجان بنا دیا ہے۔ میں کون ہوں؟ اب تک ہر ایک کی زبان سے یہی سنتا رہا کہ وکی ہوں۔ لیکن اب تم کہہ رہی ہو کہ میں وکی نہیں ہوں۔''

''کیونکہ یہ دودھ پلانے والی دھوکہ نہیں کھا سکتی۔''

میں نے میز پر رکھی ہوئی وکی کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تو پھر یہ کون ہے؟ کیا یہ میں نہیں ہوں؟''

میں نے دیوار گیر تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا وہ میں نہیں ہوں؟''

وہ ان تصویروں کو بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ میرا بیٹا وکی ہے۔''

میں نے ذرا جھنجلاہٹ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے الجھا رہی ہو۔ میری صورت دیکھو...! دیکھو...!''

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی بڑی سی تصویر کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ ''کیا یہ ہو بہو میں نہیں ہوں؟ یہی ناک نقشہ یہی رنگ روپ... اور... اور یہ دیکھو...!''

میں بولتے بولتے دیوار کی طرف گھوم گیا۔ اب میری پشت اس کی طرف تھی۔ میں نے شرٹ کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''اس نشان کو دیکھو...! اسے دیکھنے اور تصدیق کرنے کے بعد ہی مجھے یہاں لایا گیا ہے۔ تم بھی دیکھو اور بتاؤ کیا یہ وکی کی یعنی میری نشانی نہیں ہے؟''

اس نشان کو دیکھ کر اسے چپ سی لگ گئی۔ وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں شرٹ نیچے کرتا ہوا واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ ''ذرا پھر سے دکھانا۔''

مجھے ڈاکٹر کی کاریگری پر پورا بھروسہ تھا۔ لیکن جب اس نے دوبارہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو میں ایک ذرا گڑبڑا گیا۔ دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔ ''کیا اسے نشان کی مماثلت میں کوئی فرق دکھائی دے رہا ہے؟''

میں نے ہچکچا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک ذرا گھوم کر شرٹ دوبارہ اوپر اٹھا دی۔ اگرچہ وہ میری اصلیت پہچان رہی تھی۔ پورے یقین کے ساتھ مجھے وجی کہہ کر مخاطب کر چکی تھی۔ لیکن میں اپنے طور پر اسے الجھانے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ میری طرف جھک کر اس نشان کو غور سے دیکھتی رہی۔ پھر پیچھے ہٹ گئی۔

میں نے شرٹ نیچے کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ یہ نشان کیا کہہ رہا ہے؟''

میری ڈرامہ بازی شاید رنگ لا رہی تھی۔ وہ قائل ہونے کے انداز میں بولی۔ ''بلاشبہ یہ نشان وہی ہے۔ لیکن تم وہ نہیں ہو۔''

میں نے جواباً کچھ نہ کہا۔ خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔ ''میرا وکی ایسا نہیں تھا' جیسے تم ہو۔ میں اس کی چھوٹی سے چھوٹی عادت کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تم لنچ کے بعد قیلولہ کے لئے یہاں چلے آئے۔ جبکہ اس نے اپنی زندگی میں کبھی قیلولہ نہیں کیا۔''

میں اپنی ایسی نادانی پر سر تھام کر رہ گیا۔ وہ بولی۔ ''جب تم نے مجھ سے مصافحہ کیا تھا' تب ہی میں چونک گئی تھی۔ تمہارے ہاتھ سے مجھے اپنے بیٹے کا لمس نہیں مل رہا تھا اور ملتا بھی کیسے، جب وہ ہاتھ وکی کا تھا ہی نہیں...''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ مصافحہ کرتے وقت اس نے جو ردعمل ظاہر کیا تھا۔ اس سے میں بھی ایک ذرا گڑبڑا گیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''اگر ایسی ہی بات تھی۔ تمہاری چھٹی حس الارم بجا رہی تھی تو تم نے کسی سے کچھ کہا کیوں نہیں؟ اس وقت خاموش کیوں رہیں؟''

''میں پہلے تمہیں پرکھنا چاہتی تھی۔ دیکھنا چاہتی تھی کہ میری چھٹی حس نے جو الارم بجایا ہے' وہ کس حد تک درست ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اگر میں وکی نہ ہوتا تو کوئی اور بھی مجھے پہچانتا۔ جب سے یہاں آیا ہوں' لیلیٰ ہمہ وقت میرے ساتھ رہتی ہے۔ کسی شبہ کے بغیر مجھے وکی کی حیثیت سے پہچان رہی ہے اور ایک وہ ہی کیا... بگ باس سمیت یہاں سب ہی مجھے یعنی اپنے وکی کو پہچان رہے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں نے کہا ناں' یہ سب نادان ہیں۔ ان کے پاس دیکھنے کے لئے ماں کی آنکھیں نہیں ہیں۔ بیٹے کی آواز اور لب ولہجہ سننے کے لئے ماں کے کان نہیں ہیں۔ وہ حس نہیں ہے' جو اپنے دودھ سے پل بڑھ کر جوان ہونے والے کو چھوتے ہی ایک ماں کے دل

پر دستک دینے لگتی ہے۔یہاں سب ہی اپنی آنکھوں سے جو دیکھ رہے ہیں، اسے قبول کر رہے ہیں۔دماغ جو سمجھا رہا ہے، اسے سمجھ رہے ہیں۔لیکن میں....''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔پھر اپنا دایاں بازو میرے سامنے کر کے پانچوں انگلیوں کو نوالہ بنانے کے انداز میں جوڑتے ہوئے بولی۔''میرے ان ہاتھوں نے اسے پہلا نوالہ کھلایا۔میری انگلی تھام کر پاؤں پاؤں چلنا سیکھا۔وہ کہیں بھی جائے کسی بھی حال میں رہے، میری تربیت اس کے ساتھ رہتی ہے۔میں ابھی تمہیں دیکھ رہی ہوں۔تمہارے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کھانے پینے میں کہیں بھی تو میری تربیت کی جھلک دکھائی نہیں دے رہی ہے۔''

میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔''میں اپنی سابقہ زندگی کی ایک ایک بات کو بھولا ہوا ہوں۔تم میری دائی ماں ہو۔مجھ جیسے بھولے ہوئے کو مزید بھٹکانے کے بجائے پلیز...راستہ دکھاؤ۔میری رہنمائی کرو۔''

وہ زیرِ لب مسکرانے لگی۔پھر بولی۔''تم واقعی وکی کے بھائی ہو۔اسی کی طرح ضدی اور اپنی بات پر قائم رہنے والے......''

''تم کیا سمجھ رہی ہو۔میں خوامخواہ ضد کر رہا ہوں؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔''خوامخواہ نہیں۔تم اپنی سلامتی کے لئے ضد پر اڑے ہو۔''

میں نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔وہ بولی۔''کیونکہ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہاں تمہارا بھید کھل گیا اور بگ باس کو تمہاری اصلیت معلوم ہوگئی تو کیا ہوگا؟''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔وہ بولی۔''سب ہی کو اپنی سلامتی عزیز ہوتی ہے۔''

اس کی باتوں سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ میں اس کے آگے سر پھوڑوں گا، تب بھی وہ مجھے وکی کی حیثیت سے قبول نہیں کرے گی۔میرے دل نے کہا۔''جب یہ مجھے پہچان چکی ہے تو اب جان بوجھ کر دھوکہ کیوں کھائے گی؟''

میں وہاں بے دست و پا تھا۔مکمل طور پر بگ باس کی پناہ میں تھا۔اس کی فولادی پناہ گاہ سے نکل نہیں سکتا تھا۔اس نے یاد داشت کی بحالی کے لئے دائی ماں کو میرے پاس پہنچایا تھا اور اب وہ اس کے کانوں تک یہ ناقابلِ یقین خبر پہنچانے والی تھی کہ میں وکی نہیں و.جی ہوں۔بگ باس سمیت سب ہی کو الّو بناتا ہوا اس کے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا ہوا ہوں۔یعنی اس کے سائے میں رہ کر اسی کی جڑیں کاٹنے آیا ہوں۔

اور یہ بات یقیناً بگ باس کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی۔وہ غصے اور جنون میں میرے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا۔ممکن ہے، مجھے ایک کے بعد دوسری سانس نہ لینے دیتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے ذریعے نانا جان کو بلیک میل کرتا۔ان سے اپنے وہ مطالبات تسلیم کروالیتا، جن کے سلسلے میں نانا جان ہمیشہ انکار کرتے آ رہے ہیں۔

پتہ نہیں میرے ساتھ کیا ہونے والا تھا؟ ویسے یہ سیدھی اور صاف سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ دشمنوں کے چنگل میں رہتے ہوئے کچھ اچھا نہ ہوتا۔میرے ساتھ بھی بہت برا ہونے والا تھا۔مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں نے پاپا کو دیکھنے، ان سے ملنے اور ان کے بارے میں بہت جاننے کے لئے جس خطرناک ماحول میں قدم رکھا تھا۔وہاں اپنے مقصد کی شروعات میں ہی ناکامی سامنے آ رہی تھی۔اس وقت میں دائی ماں کے رحم و کرم پر تھا اور یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے قائل نہیں کر سکوں گا۔

میں نے گویا اس کے آگے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔''تم نے درست کہا۔سب ہی کو اپنی سلامتی عزیز ہوتی ہے۔لیکن میری سلامتی اب میرے ہاتھ میں نہیں، تمہارے بتیس دانتوں کے درمیان ہے۔تم جب بھی زبان کھولو گی، میری کم بختی آ جائے گی۔''

وہ زیرِ لب مسکرانے لگی۔میں اس کی مسکراہٹ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔اس نے کہا۔''بھید تو دشمن کھولتے ہیں۔''

میں نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔وہ بدستور مسکرا رہی تھی۔میں نے پوچھا۔''مجھے سمجھاؤ۔میں تمہیں دشمن سمجھوں یا دوست....؟''

وہ بڑے میٹھے لہجے میں بولی۔''تمہیں سمجھانے کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ کوئی ماں اپنے بیٹے کی دشمن نہیں ہو سکتی۔''

میں نے ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھا۔پھر پوچھا۔''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

اس کے چہرے پر افسردگی سی پھیل گئی۔وہ شکستہ لہجے میں بولی۔''میں اپنے ایک بیٹے کو کھو چکی ہوں۔اب دوسرے کو کھونا نہیں چاہوں گی۔''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔میں بھی بھائی کی یاد میں افسردہ سا ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد دانیا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔''یہ بوڑھی ماں جوان بیٹے کی موت کا صدمہ برداشت کر رہی تھی۔یہ سوچ کر دکھ ہوتا تھا کہ میں کیسی بدقسمت ہوں؟ مجھے اس کا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہوا۔پھر جب آج بگ باس کی طرف سے یہ خوشیوں بھرا پیغام موصول ہوا کہ میرا وکی زندہ ہے اور اس کی یاد داشت کی بحالی کے لئے مجھے یہاں بلایا

جارہا ہے تو میں خوشی سے باؤلی ہوگئی۔ بیٹے کو دیکھنے' چھونے اور دھڑکنوں سے لگانے کے لئے دیوانوں کی طرح یہاں پہنچی تو تم سے مل کر شدید مایوسی ہوئی۔''

وہ ذرا دیر کے لئے چپ ہوئی۔ پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''اور یہ صدمہ پھر سے تازہ ہوگیا کہ میرا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ میں اسے ایک بار کھونے کے بعد دوبارہ کبھی نہیں پاسکوں گی۔ میں صبح سے اب تک تمہیں دیکھتی رہی۔ سوچتی رہی۔ تمہاری صورت میں مجھے اپنا وکی دکھائی دیتا رہا۔ تب میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ ایک بیٹا ہی دوسرے بیٹے کا نعم البدل ہوسکتا ہے۔ اوپر والا مجھ سے راضی ہے۔ اس نے ایک کا غم بھلانے کے لئے دوسرے کو میرے پاس بھیجا دیا ہے۔''

وہ بول رہی تھی اور میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''یہاں کوئی مجھ پر ایک ذرا سا بھی شبہ نہ کرسکا ہے۔ لیکن تم پہلے ہی روز آکر میری اصل شناخت تک پہنچ گئی ہو اور یہی بات میرے لئے خطرناک ہے۔''

''خطرناک تو تب ہوگی، جب میں تمہارا بھید کھولوں گی۔ ہم ایک دوسرے کے رازدار بن کر رہیں گے۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں مجھ بھروسہ کرنا چاہئے۔ میں تمہارے بہت کام آسکتی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''دائی ماں ہونے کے ناطے وکی سے تمہارا گہرا رشتہ تھا۔ تم اس کے بہت سے معاملات سے واقف ہوگی۔ یقیناً ہمارے پاپا کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوگی؟''

''صرف اتنا ہی جانتی ہوں کہ ان کا قربان علی واسطی ہے اور انہوں نے وکی کو بگ باس کی سرپرستی میں دے کر خود روپوشی اختیار کی ہوئی ہے۔''

میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''تم نے انہیں دیکھا ہے؟''

''وکی چند ماہ کا تھا۔ تب وہ اس سے ملنے کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ اس کے بعد میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔''

اس نے ذرا ٹھہر کر پوچھا۔ ''ویسے تمہارا یہ سوال مجھے کچھ عجیب سا لگا ہے۔ تم اپنے پاپا کے بارے میں ایسے پوچھ رہے ہو' جیسے انہیں جانتے نہیں ہو؟''

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''جان پہچان تو بہت دور کی بات ہے۔ میں نے تو ان کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔''

وہ میری بات سن کر چونک گئی۔ بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ ''آخر یہ

تمہارے پاپا ہیں کیا؟ ادھر وکی کو بگ باس کے حوالے کیا ہوا تھا۔ اُدھر تم سے بھی کوئی تعلق نہیں رکھا۔ حتیٰ کہ تمہیں اپنی صورت تک نہیں دکھائی۔ آخر ان کا مسئلہ کیا ہے؟''

میں اسے سرسری طور پر اپنے تمام حالات سے آگاہ کرنے لگا۔ وہ میری باتیں سننے کے بعد بولی۔ ''مجھے تمہاری ماما سے ہمدردی ہے۔ یہ سن کر افسوس ہورہا ہے کہ ایک حیاء والی کو کس طرح ذہنی طور پر ٹارچر کیا گیا؟''

''میں اس ظلم کا حساب لینے کے لئے ہی یہاں آیا ہوں۔''

''اور جہاں تک ممکن ہوگا' میں تمہارا ساتھ دیتی رہوں گی۔''

میں نے کچھ سوچ کر دروازے کی طرف دیکھا، پھر اس سے کہا۔ ''میں لیلیٰ کی وجہ سے کچھ اپ سیٹ ہوں۔''

''میں اسے جانتی ہوں۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ کیا تمہیں اس کی طرف سے کوئی خطرہ ہے؟''

میں نے ایک ذرا ہچکچا کر اسے دیکھا پھر دل ہی دل میں کہا۔ ''کیا بتاؤں؟ میری عزت کو خطرہ ہے۔''

میں نے کہا۔ ''دراصل... وہ مجھے وکی سمجھ رہی ہے۔''

میں بولتے بولتے رک گیا۔ وہ بولی۔ ''اسے سمجھنا بھی چاہئے۔''

''نہیں۔ میرا مطلب ہے.... اس کے اور وکی کے درمیان اچھے خاصے گہرے تعلقات رہے ہیں اور جبکہ وہ مجھے وکی سمجھتی ہے....''

وہ زمانہ شناس تھی۔ میری ادھوری بات کو فوراً ہی سمجھ گئی۔ زیر لب مسکرانے لگی پھر بولی۔ ''تم تو بہت ہی شرمیلے ہو۔ مگر وکی تو پکا شیطان تھا۔ تم اپنے بھائی کی زندگی جیتے رہو گے تو دیکھو گے۔ ایک لیلیٰ ہی کیا نہ جانے کتنی تتلیاں تمہارے پیچھے پڑی رہیں گی۔ یہ تو شروعات ہے۔''

میں نے کہا۔ ''دور رہنے والیوں کو بڑے مؤثر انداز میں ٹالا جاسکتا ہے۔ لیکن لیلیٰ کی بات الگ ہے۔ وہ سارا سارا دن میرے ساتھ رہتی ہے۔ صرف سونے کے وقت مجھے تنہا چھوڑتی ہے۔ میں بگ باس کے قریب رہ کر اس کے اور پاپا کے معاملات کو سمجھنے یہاں آیا ہوں۔ فی الحال میرا زیادہ وقت لیلیٰ کو خود سے دور رکھنے کی کوششوں میں گزر رہا ہے۔ وہ میری پریشانیوں کو سمجھ نہیں سکتی اور میں سمجھا بھی نہیں سکتا۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''وکی جب بھی یہاں آتا تھا تو وہ سائے کی طرح اس کے

ساتھ لگی رہتی تھی۔اب جبکہ وہ تمہیں وکی سمجھ رہی ہے‘ اس لئے تمہارے ساتھ بھی وہی روّیہ اختیار کئے ہوئے ہے۔“

”میں کسی نہ کسی طرح اس معاملے کو تو سنبھال رہا ہوں۔لیکن اب ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔“

”کیسا مسئلہ ہے....؟“

”بگ باس نے اسے الٹی میٹم دیا ہے کہ میرے اور لیلیٰ کے درمیان فاصلے ختم نہ ہوئے اور میں چند دنوں کے اندر اسے اپنے مصرف میں نہ لایا تو بگ باس اسے اپنی داشتہ بنا لے گا۔جبکہ لیلیٰ ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔کہہ رہی تھی‘ اگر میں اس کی طرف مائل نہ ہوا تو بگ باس کی خواب گاہ میں جانے کے بجائے اپنی جان دے دے گی۔“

”یہ تو واقعی پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔“

”تم سمجھ نہیں سکتیں‘ میں کس قدر الجھا ہوا ہوں؟ ایک ایسی لڑکی‘ جو میرے بھائی کی چاہت ہے۔اس حد تک باحیاء ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے شخص کی تنہائی میں جانا نہیں چاہتی۔میں اس کے لئے کیا کروں؟ کیسے اس کی حیاء کا بھرم رکھوں؟ اسے کیسے بتاؤں کہ میں وہ نہیں ہوں‘ جو وہ سمجھ رہی ہے؟“

دانیا نے کچھ سوچ کر کہا۔”پھر تو اس پریشانی کا ایک ہی حل ہے۔“

”اور وہ حل کیا ہے؟“

”اُسے اپنا راز دار بنا لو۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر کہا۔”گویا اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی مار لوں؟“

”میں نے تمہیں اپنا بیٹا مانا ہے اور ماں کبھی اپنے بچوں کو غلط مشورہ نہیں دیتی۔“

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ بولی۔”میں خوامخواہ کسی کی تعریف نہیں کرتی۔لیکن ابھی شاید تیسری بار کہہ رہی ہوں۔وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔اسے راز دار بنا کر عقل مندی کا کام کرو گے۔“

میں ایک ذرا الجھ گیا تھا۔الجھن یہ تھی کہ جس معاملے میں اپنے سائے کو بھی ہم راز بنانا نہیں چاہتا تھا وہ قدرتی طور پر دانیا کے سامنے کھل چکا تھا اور اب وہ مزید لیلیٰ کو راز دار بنانے کا مشورہ دے رہی تھی۔دماغ میں یہ سوال بھی پیدا ہو رہا تھا کہ میں کب تک ٹال مٹول سے کام لیتا رہوں گا؟ اسے کب تک خود سے دور رکھنے کے جتن کرتا رہوں گا؟ وہ آج ہی جھنجلا کر پھٹ پڑی تھی۔مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں وکی ہی ہوں ناں؟ میری ایسی سرد مہری

آئندہ اس کے اندر مزید شکوک وشبہات کو جنم دے سکتی تھی۔میں دانیا کے مشورے پر غور کرنے لگا۔

ایسے ہی وقت میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔دانیا بھی چونک کر ادھر دیکھ رہی تھی۔پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔”تم نے بھی آہٹ سنی ہے؟“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ہم دونوں ہی تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔وہ گہری رازدارانہ سرگوشی میں بولی۔”لگتا ہے‘ باہر کوئی ہے؟“

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔محتاط انداز میں چلتا ہوا دروازے پر آیا۔وہاں سے جھانک کر دیکھا تو دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔لیلیٰ ایک دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے ایسے کھڑی ہوئی تھی‘ جیسے دیوار کا سہارا نہ ملتا تو کھڑے کھڑے گر پڑتی۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر بتر تھا۔وہ بہت ہی شکستہ سی دکھائی دے رہی تھی۔مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اس نے ہماری تمام باتیں سن لی ہیں۔میں نے سر گھما کر دانیا کو دیکھا۔اس نے اشارے سے پوچھا۔”باہر کون ہے؟“

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔مجھے نظر بھر کر دیکھا پھر یکا یک نگاہیں چرانے لگی۔میں نے پوچھا۔”یہاں کیا کر رہی ہو؟“

وہ ذرا دیر چپ رہی۔پھر بڑے ہی ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔”اپنے حالات کا ماتم کر رہی ہوں۔سوچ رہی ہوں‘ قدرت کسی کے ساتھ اتنا بڑا مذاق بھی کر سکتی ہے؟“

میں اس کی بات کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔پھر بھی میں نے اسے کریدنے کے لئے پوچھا۔”کیسا مذاق....؟“

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔”میں یہاں اپنے وکی کے پاس آئی تھی۔لیکن اب وجی سے ملاقات ہو رہی ہے۔“

میں نے محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دور تک نظریں دوڑائیں پھر ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔”کمرے میں چلو۔“

وہ تھکے ہوئے انداز میں چلتی ہوئی اندر آ گئی۔میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔دانیا نے اپنے قریب ہی ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا۔”یہاں آ کر بیٹھو....!“

وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔میں کچھ تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔اب سے تھوڑی دیر پہلے لیلیٰ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اسے اپنا راز دار بنانا چاہئے یا نہیں؟ لیکن اس سے پہلے کہ میں کسی فیصلے تک پہنچتا‘ ساری حقیقت اس پر کھل چکی تھی۔ دیکھنا

یہ تھا کہ وہ میرے راز کو کب تک اپنے سینے میں چھپا کر رکھ سکے گی؟ ویسے دانیا نے بڑی حد تک اس کے سلسلے میں اطمینان دلایا تھا۔

وہ سر جھکائے آنسو بہا رہی تھی۔ دانیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت ہم دونوں ہی ایک جیسے صدمات سے گزر رہی ہیں۔ اور یہ صدمہ نیا نہیں ہے۔ چند دنوں پہلے بھی ہم پر یہی قیامت ٹوٹی تھی۔''

لیلیٰ نے کہا۔ ''تب میں اور اب میں بہت فرق ہے۔ ابھی تو ایسا لگ رہا ہے' جیسے قدرت نے بہلنے کے لئے ہمیں ایک کھلونا دیا ہے۔ اب یہ ہم دونوں کو سوچنا ہے کہ ہمارے بہلنے کے لئے یہ ضروری ہے یا نہیں...؟ جو کھلونا ضروری نہ ہو' بچے اسے توڑ ڈالتے ہیں۔ ضروری ہو تو جوڑ کر رکھتے ہیں۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں تو ماں ہوں۔ وہ تو اپنے بچے کی ٹوٹی پھوٹی چیزوں کو بھی سمیٹ کر رکھتی ہے۔ تم بولو....؟''

لیلیٰ نے مجھے دیکھا پھر دانیا کو دیکھا۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''یہ وکی کی تصویر ہے۔ بے شک۔ تصویریں دل بہلاتی ہیں۔ اگر وہ خاموش ہوں۔ اپنی جگہ سے متحرک نہ ہوں۔ مگر یہ تو چلتا پھرتا وکی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' اپنے آپ کو کیسے سنبھالوں؟ کیسے سمیٹوں؟ دانیا...! تم ہی میری کچھ مدد کرو۔ مجھے بتاؤ' میں کیا کروں؟''

دانیا نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''ڈوبنے والے تنکے کا سہارا بھی ملے تو سنبھلنا آجاتا ہے اور تمہیں وکی کا جیتا جاگتا سہارا مل رہا ہے۔ اب حقیقت معلوم ہوئی ہے تو تمہیں رفتہ رفتہ سنبھلنا اور خود کو سمیٹنا بھی آجائے گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''تم خوش قسمت ہو۔ قدرت نے تمہارا ایک بیٹا چھینا تو دوسرا دے دیا۔ لیکن میں... میری زندگی میں اب کوئی وکی نہیں آئے گا۔''

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ دانیا نے مجھے دیکھا۔ میں نے بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کوئی فرد کسی دوسرے کا نعم البدل نہیں ہوسکتا۔ اگر ہوسکتا تو کیا دانیا مجھے یوں آسانی سے پہچان پاتی؟''

میں نے ذرا ٹھہر کر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''قدرت نے صرف تم سے نہیں' ہم سب سے وکی کو چھین لیا ہے۔ ایک ماں اپنے بیٹے سے محروم ہوگئی۔ ایک بھائی نے اپنے بھائی کو کھو دیا اور تم اپنے محبوب کی جدائی کا صدمہ سہہ رہی ہو۔ ہم سب کا غم یکساں ہے اور ہم سب کے لئے اپنا اپنا غم بھاری ہے۔''

وہ بولی۔ ''میرے سر پر بگ باس کی تلوار لٹک رہی ہے۔ اب تک تمہیں وکی سمجھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی جلد ہی تمہیں اپنی طرف مائل کر کے بگ باس جیسے خطرے کو ٹال سکوں گی۔ مگر اب کیا ہوگا؟''

میں اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ بولی۔ ''بگ باس سے پیچھا چھڑانے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ میں اپنی جان پر کھیل جاؤں۔''

میں نے کہا۔ ''اپنے اندر حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کرو۔ ایسی مایوسی کی باتیں تب کی جاتی ہیں' جب دشمن سے نمٹنے کے لئے کوئی راستہ نہ بچا ہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا ان حالات میں تمہیں کوئی راستہ سجھائی دے رہا ہے؟''

میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر لیلیٰ سے کہا۔ ''حالات نے ہم تینوں کو مثلث کی طرح ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔ ہم آپس میں تعاون کرتے رہیں گے تو ہر مسئلے کا حل نکالا جاسکے گا۔''

دانیا نے لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ ہمارے اندر کی بات کبھی کسی کو معلوم نہیں ہوگی۔ لیلیٰ بھی میری طرح اس راز کو راز ہی رکھے گی۔''

اُس نے مجھ سے کہا۔ ''تم میری طرف سے مطمئن رہو۔ میں تمہارے اور دانیا کے اعتماد کو دھوکہ نہیں دوں گی۔ اب یہ بتاؤ' بگ باس کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''کچھ خاص نہیں کرنا ہوگا۔ ایک ڈرامہ میں پلے کر رہا ہوں' دوسرا تم کرو گی۔ اسے یقین دلاؤ گی کہ میں تمہاری طرف مائل ہو چکا ہوں۔ ہم دونوں ہی اپنے روّیے سے اسے دھوکہ دیں گے۔ تم کبھی کبھی یہاں میری خواب گاہ میں راتیں گزارا کرو گی۔ بند کمرے میں کوئی یہ دیکھنے نہیں آئے گا کہ ہم کیسے ایک چھت کے نیچے ندی کے دو کنارے بنے رہتے ہیں؟''

میں بول رہا تھا اور وہ مجھے پلکیں جھپکائے بغیر یوں تک رہی تھی' جیسے کسی نادان بچے کی باتیں سن رہی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ ''پتہ نہیں' تم کس مٹی کے بنے ہوئے ہو کہ آگ کے قریب رہو گے اور تمہیں آنچ نہیں لگے گی۔ یا لبِ دریا بیٹھے ہو اور تمہیں پیاس نہیں لگے گی۔ میں تو انسان ہوں۔ آگ کے قریب جاؤں گی تو آنچ لگے گی۔''

اس نے دانیا کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ''میرا خیال ہے' وجی نے اب تک وہ شراب نہیں پی' جو پیاس بجھاتی نہیں' بھڑکاتی ہے۔ وہ دسترخوان نہیں چنا' جہاں بھوک بڑھتی چلی جاتی ہے۔''

وہ ذرا ٹھہر کر بولی۔ ''دانیا! کیا اتنی سی بات وجی کی سمجھ نہیں آرہی کہ میری بھوک بڑھائی

جا چکی ہے۔ وہ جانے والا مجھے پیاسا مار رہا ہے۔ میں تو لبِ دریا پہنچتے ہی ایک چلّو کیا پیوں گی‘ اس میں ڈوب ہی جاؤں گی۔“

میں نے کہا۔ ”میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں اور تمہاری ہی بات تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ تم نے کہا تھا‘ وکی کے سوا کسی کا منہ نہیں دیکھو گی اور بگ باس کی خلوت میں جانے کی مجبوری ہوئی تو اپنی جان پر کھیل جاؤ گی۔ ایسا اس لئے کہا کہ مجھے پا کر وکی کو پا لینے کا یقین ہو رہا تھا۔“

میں ذرا چپ ہوا۔ وہ خاموشی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”اور اب یہ بھید کھل چکا ہے کہ میں تمہارا وکی نہیں ہوں تو پھر اس کے لئے جو جذبات ہیں‘ ان کے پیشِ نظر تمہیں مجھے بھی قبول نہیں کرنا چاہئے۔“

”میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں۔ بے شک۔ مجھے اب تمہاری تمنا نہیں کرنا چاہئے۔ تم یہی چاہتے ہو ناں.....؟“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے کہا۔ ”پھر تم کس رشتے سے‘ کس حوالے سے ایک کمرے میں سونے کی بات کر رہے ہو؟ تم وکی کی پرچھائیں ہو۔ کیا ایک کمرے میں تمہاری پرچھائیں مجھ پر نہیں پڑے گی؟ کیا میری آنکھوں کے سامنے وکی کی صورت اور اس کا سراپا مجھے اپنی طرف نہیں کھینچے گا؟ یہ کیسی نادانی کی باتیں ہیں کہ بند کمرے میں آگ کی طرح تپش دیتے رہو گے اور مجھے جلنے سے منع کرتے رہو گے؟“

میں اور دانیا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اس نے ایسی بات کی تھی‘ جس کا جواب ہمارے پاس نہیں تھا۔ دانیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”یہ درست کہہ رہی ہے۔ تم اسے بہت بڑی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ دنیا کی کوئی نوجوان عورت خلوت میں ایسی راتیں نہیں گزارے گی۔“

میں نے کہا۔ ”میں نے بھی ایسی راتیں نہ گزاری ہیں‘ نہ گزارنا چاہتا ہوں۔ میری زندگی میں صرف ایک ہی چاہنے والی ہے، جو میری شریکِ حیات بن کر رہے گی۔“

دانیا نے کہا۔ ”مجھے تمہاری شرافت اور پارسائی پر پیار آ رہا ہے۔ تم وکی سے بالکل مختلف ہو۔ دنیا کی ہر ماں تم پر فخر کرے گی۔ مگر موجودہ حالات تمہارے لئے چیلنج بن گئے ہیں۔ تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ یہاں جس مقصد کے لئے آئے ہو‘ وہ مقصد پورا کرو گے‘ کامیاب و کامران ہو کر جاؤ گے یا اپنی پارسائی قائم رکھنے کے لئے اپنے مقصد سے منہ پھیر کر جاؤ گے؟“

یہ واقعی میرے لئے ایک چیلنج تھا۔ میں پاپا کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے وہاں آیا تھا اور ہمیں بلیک میل کرنے والے بگ باس کی جڑوں تک بھی پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے بڑے پاپڑ بیلتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ وکی کی دائی ماں اچانک ہی رکاوٹ بننے والی تھی اس سے سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ یہ مسئلہ انتہائی سنگین تھا کہ لیلیٰ سے کس طرح سمجھوتہ ہو گا؟ وہ اپنی جگہ درست تھی۔ اس کے مطالبات بھی درست تھے۔ لیکن میرے مزاج کے خلاف تھے۔

لیلیٰ مجھے دیکھ رہی تھی۔ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ”تمہاری جو بھی چاہنے والی ہے‘ وہ بڑی خوش نصیب ہے۔ تم کسی اور کے ساتھ گناہ گار نہیں ہونا چاہتے۔ اگر تمہارا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ ایک کے سوا کوئی دوسری تمہاری زندگی میں نہیں آئے گی تو جتنی جلدی ہو سکے‘ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ میں کسی سمجھوتے کے بغیر تمہارے ساتھ بند کمرے میں رات نہیں گزاروں گی۔ اور یہ بات باس سے چھپی نہیں رہے گی۔“

دانیا نے کہا۔ ”وجی عقل سے کام لو اور سمجھو! تم اہم مقاصد حاصل کرنے آئے ہو۔ تمہاری کامیابی کا انحصار صرف لیلیٰ سے سمجھوتہ کرنے پر ہے۔“

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ ”میں تمہیں پریشان دیکھنا نہیں چاہتی۔ وکی کی موت کا یقین ہونے کے بعد تمہیں صرف اس لئے قبول کروں گی کہ خدا نے شاید میری کسی نیکی سے خوش ہو کر وکی کو ایک نئے نام سے میری زندگی میں بھیجا ہے۔“

میں ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ وہ بولی۔ ”تم واقعی بہت اچھے ہو۔ کسی کے ساتھ گناہ گار بننا نہیں چاہتے۔ میں بھی گناہ آلود زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ اب وکی سمجھ کر تمہیں قبول کروں گی تو وہ قبولیت شریعت کے مطابق ہو گی۔ ہمارے دین میں مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت ہے۔ تمہارے سامنے یہی ایک راستہ ہے کہ دینی احکامات کے مطابق مجھے قبول کر لو۔“

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا‘ ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے؟ لیلیٰ نے کہا۔ ”میں سمجھ رہی ہوں۔ تم کسی کے دیوانے ہو۔ اس کی جگہ کسی کو دینا نہیں چاہو گے۔ موجودہ حالات میں پتہ نہیں کیا کر گزرو گے؟“

دانیا نے کہا۔ ”جو بھی کرو گے‘ جو بھی قدم اٹھاؤ گے‘ وہ تمہیں نادانی اور تباہی کی طرف لے جائے گا۔ نہ جانے تمہیں کیسے کیسے خطرات سے دو چار ہونا پڑے گا؟“

لیلیٰ نے کہا۔ ”میں حالات سے مجبور ہو کر جیسی زندگی گزارتی آئی ہوں‘ اس پر مجھے افسوس ہے۔ میں خدا کو راضی کرنے کے لئے بہت بڑی نیکی کروں گی۔ مجھے اپنی منکوحہ بنا

لو۔خدا کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتی ہوں' یہاں سے کامیاب ہو کر نکلو گے تو میں تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی۔تمہاری پہلی محبت کے آگے کبھی دیوار نہیں بنوں گی۔''

میں نے بہت ہی متاثر ہو کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔''تمہاری یہ نیکی مجھے شرمندہ کرتی رہے گی۔میرا ضمیر یہ گوارا نہیں کرے گا کہ تمہاری جیسی محسنہ کو اپنی زندگی سے نکال پھینکوں۔''

وہ بولی۔''جذباتی باتیں نہ کرو۔اپنے مقاصد حاصل کرو۔''

''اور تم مجھے شرمندہ کرنے والی باتیں نہ کرو۔ میں خود غرض نہیں ہوں۔میرا ضمیر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گا۔''

دانیا نے مجھے گھور کر کہا۔''تم کسی بات پر راضی نہیں ہو رہے ہو۔کبھی اپنی پارسائی کو مسئلہ بنا رہے ہو' کبھی اپنے ضمیر کی آوازیں سنا رہے ہو۔معلوم ہوتا ہے' یہاں سے ناکام و نامراد ہو کر ہی جاؤ گے۔''

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ پھر کہا۔''میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ پلیز۔مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔''

دانیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی۔ پھر شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔''تمہیں فیصلہ کرنے کے لئے دو چار دن چھ دن مل سکتے ہیں۔ بگ باس کے کان میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ تم لیلیٰ کو قبول کر رہے ہو۔آج اس کے ساتھ تنہائی میں رات گزارنے والے تھے' مگر لیلیٰ کی مجبوری ہے۔ چار یا چھ دنوں کے بعد لیلیٰ پھر سے جادو جگائے گی اور تمہیں بہت کچھ یاد دلائے گی۔''

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔''شکریہ دانیا! میرے لئے اتنی مہلت بہت ہے۔ میں کوئی اچھا فیصلہ کر سکوں گا اور کچھ نہ کچھ کر گزروں گا۔''

دانیا نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم تینوں یوں سر جوڑ کر نہ رہا کریں۔اس طرح وہ کبھی نہ کبھی کسی شبے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔''

ابھی قدرتی حالات میرا ساتھ دے رہے تھے۔وہ ہمہ وقت میرے ساتھ رہنے والیاں میری رازدار بن گئی تھیں۔بات بگڑتے بگڑتے بن گئی تھی۔اب کامیابی اور ناکامی کا سارا دارو مدار مجھ پر تھا۔ مجھے چار چھ دنوں میں کسی اہم فیصلے تک پہنچنا تھا۔



برائی کا انجام برا ہی ہوتا۔شہناز شاہنواز اور زرینہ بانو کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ہمارا

برا چاہنے والے وہ دشمن رشتے دار ان دنوں بڑے برے حالات سے گزر رہے تھے۔شہناز کی جان تو جیسے سُولی پر لٹکی ہوئی تھی۔وکی نے ان تصویروں کے ذریعے جو دھماکہ کیا تھا۔اس کے بعد سے وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔یہ اندیشہ دل و دماغ میں گھنٹیاں بجاتا رہتا تھا کہ دشمن اپنی دشمنی سے باز نہیں آئے گا۔ان تصویروں کو آج نہیں تو کل خان علی تک پہنچائے گا اور اس کا راستہ روکنے کے صرف دو ہی طریقے تھے۔یا تو اسے کسی طرح بھی ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا یا پھر اس کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے اپنی جائیدا کا ستر فیصد حصہ اس کے نام لکھ دیا جاتا۔

اور یہ دوسرا راستہ مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی تھا۔وہ ہر معاملے میں اپنا مفاد دیکھنے والے کسی بھی صورت گھاٹے کا ایسے سودے کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ان کے سامنے بس ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔وکی کی موت ہی ان کے لئے راہ نجات ثابت ہو سکتی تھی۔لیکن اس راہ نجات تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔وکی کو ڈھونڈنا آسان نہ تھا۔نہ جانے کہاں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا؟ نہ خود سامنے آرہا تھا نہ فون پر اپنی آواز سنا رہا تھا۔اور اس کی ایسی خاموشی شہناز کے اندر دھماکے کر رہی تھی۔

ویسے وہ سامنے آبھی جاتا تو وہ تینوں بدلی ہوئی شناخت کے ساتھ اسے کبھی پہچان نہ پاتے اور اس وقت ان کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھے بنے ہوئے تھے۔وہ ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کر رہے تھے۔وکی انہیں دیکھتا ہوا ان کی ٹیبل کے قریب سے گزرتا ہوا ایک کارنر ٹیبل پر آکر بیٹھ گیا۔

اس کے ایک کان میں فون کا ہینڈ فری لگا ہوا تھا۔اس نے زیر لب مسکرا کر ماں اور بھائی کے درمیان بیٹھی ہوئی شہناز کو دیکھا پھر موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد ہی شہناز کے موبائل کی رِنگ ٹون سنائی دینے لگی۔ اس نے فون کو اٹھا کر دیکھا۔ننھی سی اسکرین پر انجانے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔شاہنواز نے پوچھا۔''کون ہے؟''

وہ شانے اچکا کر بولی۔''پتہ نہیں۔کوئی نیا نمبر ہے۔''

اس نے ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔''ہیلو کون...؟''

دوسری طرف سے ایک گہری سانس سنائی دی۔ اس نے ذرا چونک کر ماں اور بھائی کو دیکھا۔پھر فون پر پوچھا۔''کون ہو بھئی....؟''

اس بار بھی وہی سرد آہ سنائی دی۔شاہنواز نے پوچھا۔''کون ہے....؟''

وہ مسکرا کر بولی۔''پتہ نہیں۔شاید کوئی دمے کا مریض ہے۔بولتی ہوں تو جواباً گہری گہری

سانسیں لے رہا ہے۔ کسی ڈاکٹر کو کال کرنے کے بجائے شاید غلطی سے میرا نمبر ملا بیٹھا ہے۔''

وہ فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''لاؤ ذرا مجھے دو۔''

اس نے فون بھائی کی طرف بڑھادیا۔ اسے کان سے لگا کر سننے لگا۔ اس نے کہا۔ ''ہیلو...!''

دوسری طرف بدستور خاموشی چھائی رہی۔ ماں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ کوئی بول رہا ہے؟''

اس نے رابطہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''مردانہ آواز سن کر شاید اس کی سانس ہی رک گئی ہے۔''

شہناز نے سر جھٹک کر کہا۔ ''یہ رانگ کالرز ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں۔''

چند لمحوں بعد ہی رِنگ ٹون دوبارہ سنائی دی۔ شاہنواز نے اسکرین پر نمبر دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''لگتا ہے' مریض کی سانسیں بحال ہوگئی ہیں۔''

پھر اس نے کال ریسیو کر کے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے بھائی صاحب!...؟ سانس کی پرابلم ہے تو انہیلر استعمال کرو۔ کیا فون کو آکسیجن ماسک سمجھ رہے ہو؟''

دور بیٹھے ہوئے وکی نے مسکرا کر ان تینوں کو دیکھا پھر ایک ہائے کے ساتھ کہا۔ ''مجھے انہیلر کی نہیں' تیری بہن کی ضرورت ہے۔''

شاہنواز کے ایک ہاتھ میں بھرا ہوا جام تھا۔ وہ ایکدم سے چھلک گیا۔ گرتے گرتے رہ گیا۔ وکی اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ بولتی کیوں بند ہوگئی؟''

ماں بیٹی نے سوالیہ نظروں سے چھلکتے ہوئے جام کو دیکھا۔ شاہنواز کی حالت دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ فون کے ذریعہ کوئی زبردست لات پڑی ہے۔ زرینہ بانو نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ کون بول رہا ہے؟''

اس نے فون کو کان سے ہٹایا پھر اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ''وجی ہے....''

شہناز پچھلے کئی دنوں سے اس سے بات کرنے کے لئے بے چین تھی۔ اس کا نام سنتے ہی اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لاؤ۔ فون مجھے دو۔ میں بات کروں گی۔''

وہ اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے بولا۔ ''ٹھہرو... پہلے مجھے بات کرنے

دو۔''

اس نے دوبارہ فون کو کان سے لگالیا۔ دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ''کیوں خوامخواہ کباب میں ہڈی بن رہے ہو؟ فون بہن کو دے دو۔''

''پہلے مجھ سے بات کرو۔''

''کیا بات کروں؟ چند دنوں پہلے میں نے تحفے کے طور پر جو تصویریں بھجوائی ہیں کیا ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہو؟''

شاہنواز نے کہا۔ ''تم نے شکریہ ادا کرنے کا موقع ہی کہاں دیا ہے؟ نہ جانے کہاں منہ چھپا کر بیٹھے ہوئے ہو؟''

''فکر نہ کرو۔ شکریے کا موقع بھی دوں گا اور سامنے بھی آؤں گا۔ پہلے تم وصیت تو تیار کرلو۔''

اس نے تیور بدل کر پوچھا۔ ''کیسی وصیت....؟''

وہ بولا۔ ''وہی وصیت جس میں تم لوگ اپنی جائیداد کا ستر فیصد حصہ میرے نام لکھنے والے ہو۔''

''دنیا میں اب تک نہ تو کوئی ایسا قلم دریافت ہوا ہے اور نہ ہی ایسا کوئی کاغذ بنایا گیا ہے' جس پر تمہارے مطالبے کے مطابق کوئی وصیت لکھی جاسکے۔''

وہ بولا۔ ''انہونی کو ہونی بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔''

شاہنواز نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''ایسی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر خود کو کھلاڑی سمجھنے والے ہی سب سے بڑے اناڑی ثابت ہوتے ہیں۔ کان کھول کر سن لو...! تمہارا یہ احمقانہ مطالبہ کبھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔''

''یعنی میں یہ سمجھ لوں کہ تمہیں اپنی بہن کی سلامتی عزیز نہیں ہے؟''

وکی دیکھ رہا تھا۔ شہناز بھائی کے ہاتھ سے فون لے کر خود بات کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ فون اس کے حوالے نہیں کر رہا تھا۔ شہناز نے جھنجھلا کر ماں کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا۔ ''یہ بگڑی ہوئی بات سنبھالنے کے بجائے مسلسل وجی کو طیش دلا رہا ہے۔ جبکہ میں اس سے ملاقات کرنے کے راستے ہموار کرنا چاہتی ہوں۔ وہ جس بل میں گھسا بیٹھا ہے' وہاں سے باہر نکالنے کے لئے اسے بڑے پیار سے پچکارنا ہوگا۔ اس سے کہیں فون مجھے دے دے۔''

ماں نے بیٹے کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ شہناز کو وکی سے بات کرنے دے۔ فون اسے

دے دے۔

ادھر وکی ان کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ شہناز کی آواز فون کے ذریعے اس کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔ پھر بھی وہ اس کی بے چینی کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری بہن مجھ سے بات کرنے کے لئے مچل رہی ہے۔ ماں بھی اشاروں کی زبان میں تمہیں سمجھا رہی ہے۔ چلو اب اچھے بچوں کی طرح فون شہناز کو دے دو۔''

وہ اس کی بات سن کر ایکدم سے چونک گیا تھا۔ اس نے جو منظر کشی کی تھی، اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ وہیں کہیں ہے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ فون کو کان سے لگائے اِدھر اُدھر دور تک دیکھنے لگا۔ مختلف میزوں پر لوگ کھانے پینے میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔

وکی ایک میز پر کان میں ہینڈ فری لگائے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کان کا رخ دوسری طرف تھا۔ شاہنواز کی نظروں میں نہیں آ سکتا تھا۔ شہناز اور زرینہ بانو اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ یہ سمجھ نہیں سکتی تھیں کہ وہ اچانک ہی اٹھ کر کھڑا کیوں ہو گیا ہے؟

اس نے فون پر پوچھا۔ ''کیا تم یہاں موجود ہو؟''

ماں بیٹی نے چونک کر شاہنواز کو دیکھا۔ دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ''یہ بھی خوب رہی۔ میں نے یوں ہی تکا لگایا' اندازے کے مطابق ایک بات کہی اور تم سمجھ رہے ہو' میں وہاں موجود ہوں... اس کا مطلب ہے' وہاں یہی ہو رہا ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔''

وہ بولا۔ ''بیشک۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔''

''پکے کھلاڑی ایسے ہی درست نشانے لگاتے ہیں اور تم جیسے اناڑیوں کو اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔''

شاہنواز مطمئن ہو کر بیٹھنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی بات سن کر بیٹھتے بیٹھتے ایک بار پھر کھڑا ہو گیا۔ متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ماں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''یہ تم بار بار اٹھ کر کھڑے کیوں ہو رہے ہو؟ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اگر یہاں ہے تو اس سے کہو! سامنے آ کر بات کرے۔''

شہناز دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے اس ریسٹورنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ لیکن وکی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شاہنواز نے فون پر کہا۔ ''مجھے الجھانے کی کوششیں نہ کرو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' تم دور کہیں بیٹھ کر اندازے نہیں لگا رہے ہو۔ یہیں کہیں چھپے ہوئے ہو۔''

وکی نے کہا۔ ''اگر تمہیں شبہ ہے تو اس وقت جہاں ہو' وہاں کا کونہ کونہ چھان کر اپنی تسلی کر لو۔ پھر مجھ سے بات کرو۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ شاہنواز نے چونک کر فون کو دیکھا۔ شہناز نے پوچھا۔ ''کیا ہوا....؟''

وہ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔ ''وہ خوامخواہ ہمیں الجھا رہا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں' وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔''

ماں نے پوچھا۔ ''تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ وہ یہاں ہے؟''

وہ فون پر ہونے والی گفتگو کے بارے میں انہیں تفصیل سے بتانے لگا۔ شہناز نے جھنجلا کر کہا۔ ''میں کتنی دیر سے کہہ رہی تھی' فون مجھے دے دو۔ یہ میرا معاملہ ہے' مجھے بات کرنے دو۔ مگر تم تو لیڈر بن جاتے ہو۔ اپنے سامنے کسی کی نہیں سنتے۔''

ماں نے کہا۔ ''شانی! تم بنتا ہوا کھیل بگاڑ رہے ہو۔ شہناز وکی سے ملنے' اس سے بات کرنے اور اسے کسی طرح گرفت میں لینے کے لئے کب سے پریشان ہے؟''

شہناز نے کہا۔ ''اتنے جان لیوا انتظار کے بعد اب یہ موقع مل رہا تھا۔ مگر بھائی صاحب نے آنے والے کو بھگا دیا۔''

وکی دور بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا اور زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔ وہ تینوں پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دوسرے سے بول رہے تھے اور بولنے کا انداز بتا تھا کہ آپس میں الجھ رہے ہیں۔ وہ باتوں کے دوران اِدھر اُدھر سر گھما کر اس ریسٹورنٹ کا جائزہ بھی لے رہے تھے۔ لیکن وہ ان کی نظروں میں آنے والا نہیں تھا۔ زرینہ بانو نے ناگواری سے کہا۔ ''پتہ نہیں کم بخت کہاں چھپ کر ہماری پریشانی کا تماشہ دیکھ رہا ہوگا؟''

شہناز نے فون جھپٹتے ہوئے کہا۔ ''اس کا نمبر ہمارے پاس آ چکا ہے۔ ابھی کال کی جائے گی تو کہیں نہ کہیں بیل ضرور بجے گی۔''

پھر اس نے نمبر پنچ کرنے سے پہلے تنبیہ کے انداز میں بھائی کو انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر اس نے فون اٹینڈ نہیں کیا تو میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی اور نہ ہی اپنے کسی معاملے میں مداخلت کرنے دوں گی۔''

اس نے وکی کے نمبر ری ڈائل کئے۔ پھر اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی اور متجسس نظروں سے دائیں بائیں ایسے دیکھنے لگی' جیسے قریب ہی کہیں وکی کے فون کی گھنٹی بجنے والی ہو۔

شاہنواز اور زرینہ بانو بھی الرٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف بیل جانے لگی۔ شہناز نے بے چین ہوکر اِدھر اُدھر دیکھا۔ دور و نزدیک بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی کا فون نہیں بول رہا تھا۔ وہاں موجود تمام افراد اپنے آپ میں مگن تھے۔

شاہنواز نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ رابطہ نہیں ہورہا ہے؟“

وہ ڈپٹ کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ”تم پھر بولے...؟“

پھر وہ ماں سے بولی۔ ”رابطہ تو ہوگیا ہے۔ دوسری طرف بیل بھی جارہی ہے۔ مگر لگتا ہے اس نے اپنے فون کو وائبریشن پر رکھا ہوا ہے۔“

زرینہ نے کہا۔ ”چلو۔ تم اس سے بات کرو۔ اسے کسی بھی طرح سامنے آنے پر یا آئندہ کسی اور جگہ ملاقات کرنے پر راضی کرو۔“

دوسری طرف مسلسل بیل جارہی تھی۔ لیکن وہ فون اٹینڈ نہیں کررہا تھا۔ اس کے سامنے کئی طرح کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ان تینوں کی بھوک اڑا کر خود بڑے مزے سے کھانے میں مصروف ہوگیا تھا۔ اس دوران ان پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔ ان کی پریشانی اور بے چینی کھانے کا مزہ دوبالا کررہی تھی۔

شاہنواز نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”تم اس سے باتیں کرو۔ میں ذرا ریسٹورنٹ کا جائزہ لے لوں۔ ممکن ہے، وہ کہیں چھپ کر بیٹھا ہو اور میں اسے دیکھ نہ سکوں لیکن اس کی آواز تو میرے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔“

شہناز نے جھنجلا کر فون کو دیکھا پھر بیزار ہوکر کہا۔ ”وہ کال ریسیو کرے گا تو بات ہوگی ناں.... مسلسل بیل جاتی رہی ہے۔ اب کال ڈراپ ہوگئی ہے۔“

ماں نے کہا۔ ”کال ڈراپ ہوگئی ہے تو پھر سے نمبر پنچ کرو۔ پھر سے رابطے کی کوشش کرو۔ وہ کب تک کترائے گا؟ آخر کو اسے کال اٹینڈ کرکے تم سے بات کرنی ہی پڑے گی۔“

شاہنواز نے ماں کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ”ہاں تم ٹرائی کرتی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ چلا گیا۔ شہناز، وکی کے نمبر پنچ کرکے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ زرینہ بے چینی سے بیٹی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے اشارے سے پوچھا۔ وہ ایک بٹن دبا کر مایوسی سے بولی۔ ”وہ اٹینڈ نہیں کررہا ہے۔“

ماں نے ناگواری سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ نامراد تو دردِ سر بن گیا ہے۔ کسی بھوت کی طرح ہمیں ہولا رہا ہے۔“

پھر وہ میز پر رکھی ہوئی مختلف ڈشوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ”کھانا بھی مٹی ہوگیا ہے۔ کم بخت نے سارا مزہ کرکرا کردیا۔“

وہ جھنجلا کر بڑبڑا رہی تھی اور شہناز فون کو دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وکی سر دُکھانے والے انداز میں دشمنی کررہا تھا۔ زرینہ بانو نے بیٹی کو دیکھا پھر کہا۔ ”تم کس سوچ میں پڑگئیں؟ پھر سے نمبر ملاؤ۔ دیکھو وہ فون اٹھاتا ہے یا نہیں؟“

وہ بولی۔ ”مسئلہ اس کے کال ریسیو کرنے کا نہیں ہے۔ اصل پرابلم تو یہ ہے کہ وجی کب تک ہمارے گلے کی ہڈی بنا رہے گا؟ اس سے ٹکر لے کر تو خصوصاً میری سلامتی اور میرا فیوچر داؤ پر لگ گیا ہے۔ ہم دونوں آزما چکی ہیں، شاہنواز ان معاملات میں بالکل ناکارہ ثابت ہو رہا ہے۔ بڑے دعوؤں کے ساتھ دشمن کے پیچھے پڑتا ہے۔ مگر نتیجتاً کھودا پہاڑ نکلا چوہا والی بات سامنے آتی ہے۔“

وہ بولی۔ ”تم اپنے پاپا کی زبان بول رہی ہو۔“

”تمام حالات آپ کے سامنے ہیں اور یہ تو ابھی کی بات ہے۔ شانی اس لڑکی تک کیا نام تھا اس کا...؟ ہاں ایشلے.... اس کے اپارٹمنٹ تک پہنچا۔ وہاں فون پر وجی سے بات کی۔ مگر اس کا نمبر نوٹ کرنا بھول گیا۔“

ماں نے موبائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اب تو اس کا نمبر تمہارے فون پر آگیا ہے۔ کوشش کرتی رہو۔ کسی وقت تو کال ریسیو کرے گا۔ ذرا لبھانے والے انداز میں باتیں کروگی تو ملاقات کے لئے بھی راضی ہوجائے گا۔“

وہ فون کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ”لگتا تو نہیں ہے کہ وہ میرے دام میں آئے گا۔ پھر بھی کوشش تو کرنی پڑے گی۔“

”ارے یہ مرد تو ہاتھی کے دانت ہوتے ہیں۔ بہت زیادہ دشمنی اور اکڑفوں دکھانے کے باوجود عورت کی ایک پیار بھری پچکار انہیں پتھر سے موم بنا دیتی ہے۔ تم اسے پگھلا کر ذرا اپنے شیشے میں تو اتارو۔ پھر دیکھو....! میں کیسے اس کا پتا صاف کرواتی ہوں؟ اس بار تو تہیہ کرلیا ہے، وہ جب بھی تمہاری خلوت کی جنت میں آئے گا، اسے وہاں سے سیدھا جہنم رسید کردیا جائے گا۔“

”یعنی مجھے اپنی جنگ خود لڑنی پڑے گی؟ جبکہ میں ابتدا سے ایسی محاذ آرائی کے خلاف تھی۔“

ماں نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ”یہ تم نے کیا بات کہی کہ اکیلی لڑوگی؟ یہ جنگ

صرف تمہاری نہیں، ہم سب کی ہے اور ہم سب مل کر لڑ رہے ہیں۔"

"مگر اس لڑائی میں نقصان سراسر میرا ہو رہا ہے۔ میں ہی اکیلی پسی جا رہی ہوں۔ ان خاندانی جھمیلوں سے نہ صرف خان علی جیسا سرمایہ دار میرے ہاتھوں سے نکلنے والا ہے۔ بلکہ میری سلامتی کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا ہمیں تمہاری سلامتی کی فکر نہیں ہے؟"

"فکر ہے تو مجھے بتائیں... اگر وجی کسی ہیرا پھیری سے ہاتھ نہ آیا تو کیا کیا جائے گا؟ کیا میرے فیوچر اور میری سلامتی کی خاطر اس کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا؟"

وہ سر جھٹک کر بولی۔ "کیا ہمیں بیوقوف سمجھتی ہو؟ اس کے مطالبے کا مطلب جانتی ہو؟ ستر فیصد اس کے نام لکھنے کے بعد ہم تقریباً کنگال ہو جائیں گے اور کوئی بھی عقل مند اپنے پیروں پر ایسی کلہاڑی نہیں مارتا۔"

وہ جھنجھلا کر بولی۔ "تو پھر میرا کیا بنے گا؟ شانی تو کسی کام کا نہیں ہے اور ادھر پاپا بھی وجی کا کھوج لگانے کے سلسلے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

ماں نے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم اس سے بات تو کرو۔ اسے اپنے دام میں تو لاؤ۔ پھر دیکھنا، ہم کیسے اس کا دم نکالتے ہیں؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اپنے فون کو دیکھا۔ پھر نمبر پنچ کر کے اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔

دوسری طرف شاہنواز ریسٹورنٹ کے مختلف حصوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ وکی کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اس نے آنکھ والے کو اندھا بنا دیا تھا۔ وہ اسے تلاش کرتا ہوا دو بار اس کی میز کے قریب سے گزرا تھا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ چہرے پر نقش و نگار بنوا کر اور آنکھوں پر کلرڈ چشمہ لگا کر کیسے نظروں کے سامنے رہتے ہوئے انہیں دھوکہ دے رہا ہے؟

وہ کھانے سے فارغ ہو کر نیپکن سے منہ پونچھنے لگا۔ ایسے وقت فون کی وائبریشن نے سمجھایا کہ وہ تیسری بار اسے مخاطب کر رہی ہے۔ شاہنواز اِدھر اُدھر ٹہلتا ہوا آخر کو تھک ہار کر اپنی میز کی طرف چلا گیا تھا۔

وکی نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی۔ اس کا فون والا ہاتھ میز کے نیچے گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر کال ریسیو کی۔ کان سے لگے ہوئے ہیڈ فون سے شہناز کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو وجی..... اِمم۔ میں بول رہی ہوں۔ شہناز..."

رابطہ ہو گیا تھا۔ وکی نے کال ریسیو کر لی تھی۔ زرینہ بانو دوسری طرف کی باتیں سننے کے لئے کرسی کھسکا کر بیٹی سے بالکل لگ کر بیٹھ گئی۔ شاہنواز کی توجہ بھی بہن کی طرف تھی۔ مگر اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھیں۔

وکی نے انہیں دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ "بھائی کی پہرے داری ختم ہو گئی ہے کیا؟"

"تم کہاں ہو وجی....؟"

"یہ پوچھ کر کیا کرو گی؟"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "وہ کس لئے...؟"

وہ اس کے سوال پر پہلو بدل کر رہ گئی۔ ماں اور بھائی کو دیکھتے ہوئے فون پر بولی۔ "یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے؟ کیا میں تم سے مل بھی نہیں سکتی؟"

"ملنے کی کوئی وجہ تو ہوگی؟"

وہ ذرا دیر چپ رہی پھر بولی۔ "دراصل... میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں، آخر تم مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"میں کسی کو اتنی مہلت ہی نہیں دیتا کہ وہ میرا کچھ بگاڑ سکے۔"

"پھر اس دشمنی کی وجہ کیا ہے؟ کیا مجھے دل لگانے کی سزا دے رہے ہو؟"

وکی نے کہا۔ "اگر تم سے دشمنی کرنی ہوتی، تمہیں سزا دینی ہوتی تو وہ شاہکار تصویریں تمہارے پاس پہنچنے کے بجائے سیدھی خان علی کے پاس پہنچتیں۔"

"یہ مجھ پر تمہارا احسان ہے۔"

"مگر یہ احسان زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں، چاہت، میرا مطالبہ ہے۔"

"مگر تم اتنا بڑا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ کیوں میری کمزوری سے کھیل رہے ہو؟ جبکہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی بھی نہیں ہے"

"ابھی نہیں ہے۔ لیکن میرا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو میں وہ تصویریں خان علی تک پہنچا کر دشمنی کی ابتداء کر دوں گا۔"

اس نے پریشان ہو کر ماں اور بھائی کو دیکھا۔ ماں نے اشارے سے بیٹی کو سمجھایا کہ وہ اس سے ملنے کی بات کرے۔ کسی بھی طرح قائل کر کے اسے کہیں بلائے۔ وہ اس کی ہدایت

کے مطابق فون پر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ”تمہاری ماں پکی اشارے باز ہے۔“

وہ اس کی بات سنتے ہی ایکدم سے چونک گئی۔ دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے فون پر بولی۔ ”تمہیں کیسے پتہ چلا کہ ممی مجھے اشارے کر رہی ہیں؟“

ماں بیٹے نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ شانی نے دھیرے سے کہا۔ ”دیکھا...! میں نے کہا تھا ناں، وہ یہیں کہیں ہے۔“

زرینہ بانو نے بیٹے کی طرف جھک کر اس کے کان میں کہا۔ ”اگر ایسی بات ہے تو اٹھو اور جا کر اسے تلاش کرو۔ شہناز اس سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں بولتا ہوا سنائی ضرور دے گا۔“

ادھر وکی فون پر کہہ رہا تھا۔ ”اندازہ بھی کوئی چیز ہے ڈارلنگ! کچھ باتیں دور رہ کر بھی سمجھ میں آتی رہتی ہیں۔“

شاہنواز اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا ذرا دور چلا گیا تھا۔ شہناز نے فون پر کہا۔ ”جھوٹ مت بولو۔ میں سمجھ گئی ہوں۔ تم یہیں کہیں ہو۔“

”اگر سمجھدار ہو تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمجھنے کے بجائے اپنے حالات پر غور کرو اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔“

”اسی لئے تو تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ پلیز۔ اگر یہاں ہو تو ہماری ٹیبل پر چلے آؤ۔“

”تمہارا مسئلہ میرے ملنے سے نہیں، تم سب کے آپس میں مل کر فیصلہ کرنے سے حل ہوگا۔“

اس نے ماں کو دیکھا پھر پہلو بدل کر فون پر کہا۔ ”تمہارا مطالبہ ہمارے لئے ناقابلِ قبول ہے۔ خود ہی سوچو... کیا کوئی بھی عقلمند اپنی جائیدا کا اتنا بڑا حصہ کسی دوسرے کی جھولی میں ڈال سکتا ہے؟“

وہ بولا۔ ”انسان اپنی سلامتی کے لئے زندگی کے سب سے قیمتی سرمایے کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ لیکن میں محسوس کر رہا ہوں، تمہارے گھر والوں کے لئے تمہاری سلامتی سے زیادہ جائیداد کا وہ حصہ اہم ہے۔“

اس نے جلدی سے کہا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”ایسی بات نہیں ہے تو انہیں راضی کرو۔ ورنہ اچھی طرح سوچ لو....! یہ تصویریں خان علی کے ہاتھوں تک پہنچیں گی تو اس کے قہر وغضب سے نہ تو تمہارا باپ تمہیں بچا سکے گا اور نہ

ہی تمہارا یہ نکھٹو بھائی کچھ کر پائے گا۔ اپنے حالات پر غور کرو گی تو سمجھ میں آئے گا۔ تمہارے گھر والے اپنی جائیداد بچانے کے چکر میں تمہیں قربانی کی بکری بنا رہے ہیں۔“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ماں کو دیکھا۔ ادھر سے وکی نے جیسے اسے اُکسانے کے انداز میں کہا۔ ”ذرا عقل سے سوچو اور ان معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ابھی میرا مطالبہ تسلیم کرنے میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ تم تو خان علی جیسے سرمایہ دار کی زندگی میں جا کر دولت سے کھیلتی رہو گی۔“

شاہنواز واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وکی ذرا دیر چپ رہا پھر بولا۔ ”میں تو اُس جائیداد میں سے حصہ مانگ رہا ہوں، جس کے کچھ حصے پر تمہارا حق ہے۔ باقی تو بیٹا لے جاتا ہے۔ تمہیں اس جائیداد کی نہیں، اپنے مستقبل کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر میرا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو تمہارے گھر والوں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ سراسر تمہیں نقصان پہنچے گا۔ تم اپنے روشن مستقبل سے بھی جاؤ گی اور جان سے بھی...“

وہ بول رہا تھا اور وہ چپ چاپ ایسے سن رہی تھی، جیسے وکی کی باتیں اس کی سمجھ میں آ رہی ہوں۔ ماں نے بے چین ہو کر اشاروں میں پوچھا۔ ”وہ کیا کہہ رہا ہے؟“

اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ”ان تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے تو اس وقت تمہاری سلامتی میرے نہیں، تمہارے اپنے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کی ہاں میں تمہارا فائدہ ہے اور ناں میں تمہارا نقصان ہے۔“

فون پر خاموشی چھا گئی۔ اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بھی وہ اسے کان سے لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد ماں نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے اشارے میں پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ وہ کیا کہہ رہا ہے؟“

اس نے ایک ذرا چونک کر ماں کو دیکھا۔ فون کو کان سے ہٹاتے ہوئے گہری سانس لے کر کہا۔ ”اس نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔“

”ہائیں....ایسے کیسے ختم کر دیا؟“

شاہنواز نے کہا۔ ”تم بڑی دیر سے چپ تھیں۔ کیا کہہ رہا تھا وہ....؟“

وہ بولی۔ ”اس کی ایک ہی بات ہے۔ جو مطالبہ کر چکا ہے، اس سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔“

شاہنواز نے سر جھٹک کر کہا۔ ”وہ کیا سمجھتا ہے؟ وہ پیچھے نہیں ہٹے گا تو کیا ہم آگے بڑھ کر اپنی جائیداد تھال میں سجا کر اس کے سامنے پیش کر دیں گے؟“

شہناز نے پوچھا۔ ”اس سے پیچھا چھڑانے کا کوئی دوسرا راستہ تمہارے دماغ میں ہے؟“

''ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے۔''

''ڈھونڈو گے تو ٹھکانے لگا سکو گے۔ وہ ابھی اسی ہوٹل میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہماری گرفت میں آنا تو دور کی بات ہے، ہماری نظروں میں بھی نہیں آ رہا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو' ایسے شاطر دشمن کو تلاش کر کے ہلاک کرنا آسان ہوگا؟''

''مشکل کو آسان بنانے کے لئے ایک ملاقات ضروری ہے۔''

ماں نے کہا۔ ''بے شک۔ وہ ابھی ہمارے سامنے نہ آئے۔ لیکن آئندہ تم سے کہیں ملنے پر راضی ہو جائے تو.....''

شہناز نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''وہ راضی نہیں ہوگا۔ اس کی دلچسپی' اس کی توجہ کا مرکز اب میں نہیں ہوں' ہماری جائیداد ہے۔''

شاہنواز نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اور جس کے وہ خواب ہی دیکھتا رہ جائے گا۔''

''وہ میرے مستقبل کو بھی خواب بنا دے گا۔''

پھر اس نے ماں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا جائیداد کا ستر فیصد حصہ میری سلامتی سے بڑھ کر ہے؟''

''یہ کیا بات کہی تم نے....؟ ہمارے لئے تمہارے سلامتی بھی اہم ہے اور جائیداد بھی...''

شہناز نے کہا۔ ''لیکن وہ جس انداز میں ہمیں گھیر رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ ہم کسی ایک چیز کو ہی بچا پائیں گے۔ یا تو مجھے بچانے کے لئے جائیداد کی قربانی دینی پڑے گی یا پھر جائیداد کی خاطر مجھے بلی چڑھایا جائے گا۔''

شاہنواز نے سر جھٹک کر کہا۔ ''وہ کتنا ہی بڑا تیس مار خان کیوں نہ ہو؟ ہمارا معاملہ اس کے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہوگا۔''

وہ جھنجلا کر بولی۔ ''میری جان' میری سلامتی اس کی مٹھی میں ہے۔ پھر بھی تم یہ سمجھ رہے ہو کہ وہ ہمارے خلاف کچھ کر نہیں پائے گا؟ یہ کیسی احمقانہ سوچ ہے تمہاری....؟''

پھر وہ ماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں ایک سیدھی سی بات پوچھنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ دشمن اسی طرح ناقابل شکست بنا رہا۔ ہماری گرفت میں نہ آیا تو اس مسئلے کا آخری حل کیا ہوگا؟ کیا آپ لوگ اس کا مطالبہ تسلیم کر لیں گے؟''

ماں بیٹے نے چونک کر اسے دیکھا۔ زرینہ بانو نے کہا۔ ''یہ تم کیسی نادانی کی باتیں کر رہی ہو؟ وہ کوئی معمولی مطالبہ نہیں کر رہا ہے۔ ہم ایک ہی جھٹکے میں کنگال ہو جائیں گے۔''

وہ ذرا طنزیہ لہجے میں بولی۔ ''یعنی بیٹی کی جان چلی جائے کوئی بات نہیں۔ مگر جائیداد

ہاتھوں سے نہ جائے؟''

شاہنواز نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میرے لہجے کو نہ دیکھو۔ اس حقیقت کو سمجھو کہ ہم بری طرح ہار چکے ہیں۔ جو گڑھا وجی کے لئے کھود رہے تھے۔ اس میں خود ہی گر پڑے ہیں۔ اب اس گڑھے سے خود بھی نکلو اور مجھے بھی نکالو۔''

ماں نے کہا۔ ''اسی کوشش میں تو لگے ہوئے ہیں۔''

وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''میں سب سمجھ رہی ہوں۔ آپ کی ساری کوششیں' ساری توجہ جائیداد کو بچانے کی طرف ہے۔ جبکہ یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے کہ اس کا مطالبہ پورا کرنے کے سوا میری سلامتی کا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔''

شاہنواز نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''یعنی تم چاہتی ہو ہم اپنی جائیداد اس کے حوالے کر دیں؟''

''میں صرف اپنی خیریت چاہتی ہوں اور یہ اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ تم بھی وجی پر غالب نہیں آ سکو گے۔''

وہ اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کیا دشمن کی زبان بول رہی ہو؟''

''حالات جو سمجھا رہے ہیں' اسی کے مطابق اپنی سلامتی کے لئے بول رہی ہوں۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''لگتا ہے' وہ کوئی نئی چال چل رہا ہے۔ تمہیں ہمارے خلاف بھڑکا کر ہمارے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔''

ماں نے اس کی تائید میں کہا۔ ''درست کہہ رہے ہو۔ جب سے فون پر اس سے باتیں ہوئی ہیں۔ اِس کے تیور ہی بدل گئے ہیں۔''

وکی دور بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے درمیان ہلکی پھلکی نوک جھونک شروع ہو گئی تھی۔ پھر شہناز اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سخت لہجے میں بھائی سے بولی۔ ''تم کبھی وجی پر قابو نہیں پا سکو گے اور تمہاری یہ خوش فہمی مجھے لے ڈوبے گی۔ میں اس سلسلے میں پاپا سے بات کروں گی۔ انہیں بھی یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے جس جنجال میں پھنسایا گیا ہے' اس سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ آپ دونوں تو مجھے نکال نہیں پا رہے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ پاپا میرے لئے کیا کر سکتے ہیں؟''

شاہنواز اسے خاموش نظروں سے گھور رہا تھا۔ زرینہ بانو بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بیٹی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے کچھ سمجھانا چاہتی تھی۔ لیکن وہ پلٹ کر پاؤں پٹختی ہوئی بیرونی

دروازے کی طرف چلی گئی۔ ماں نے بیٹے کو دیکھا پھر وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے وہاں سے جانے لگی۔ شاہنواز خاموش تھا۔ ان کے جانے کے بعد گہری نظروں سے ریسٹورنٹ کا جائزہ لیتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک ویٹر بل لے آیا تھا۔ وہ اس کی ادائیگی کرنے کے بعد وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت موبائل فون کے بزر نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے اسکرین پر نمبر پڑھے۔ وکی کال کر رہا تھا۔ شاہنواز نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے اس کا شوخ لب و لہجہ سنائی دیا۔ ”میری آنکھیں یہ کیسا تماشہ دیکھ رہی ہیں؟ لگتا ہے، تم ماں بیٹے اور بیٹی کی تکون ٹوٹ رہی ہے؟“

وہ اس کے لب و لہجے پر تلملا کر رہ گیا۔ اپنی اس بے بسی پر غصہ بھی آرہا تھا کہ وہ اس ہوٹل میں کہیں موجود ہے۔ چھپ چھپ کر انہیں دیکھ رہا ہے۔ مگر اس کی نظروں میں نہیں آرہا ہے۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔ ”کس بل میں چھپ کر بیٹھے ہو؟ مردوں کی طرح سامنے آکر بات کرو۔“

”میں سامنے آؤں گا تو تم لوگ کسی کا سامنا کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔“

وہ مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے لہجے کو ذرا نرم کرتے ہوئے بولا۔ ”دراصل... میں چاہتا ہوں ہمارے درمیان یہ جو گھمبیر مسئلہ ہے، اسے روبرو بیٹھ کر حل کیا جائے۔“

وکی نے کہا۔ ”کوئی مشکل ہو، اسے حل کیا جاتا ہے۔ کوئی الجھن ہو، اسے دور کیا جاتا ہے۔ لیکن میرا معاملہ تو صاف اور سیدھا سا ہے۔ فی الحال مجھے روبرو آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہاں۔ جب وصیت نامہ تیار ہو جائے گا تو تمہاری ملاقات کی یہ حسرت بھی ضرور پوری کر دوں گا۔“

وصیت نامے کی بات سنتے ہی شاہنواز کے تیور بدل گئے۔ اس نے فون پر کہا۔ ”تمہارے کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تم چند تصویروں کے عوض بہت بڑا مطالبہ کر رہے ہو۔“

”تم سمجھدار ہو، یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہو کہ وہ محض تصویریں نہیں ہیں۔ تمہاری بہن کے لئے قیامت کا سامان ہیں اور اس قیامت کو ٹالنے کے لئے میرا مطالبہ بالکل جائز ہے۔“

”جائز ہوتا تو فوراً قبول کرلیا جاتا۔“

”قبول تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔ نہیں کرو گے تو شہناز کی شامت آجائے گی۔“

”اس کے باوجود تمہارا مطالبہ ہمارے لئے ناقابلِ قبول ہے۔“

”یعنی تمہیں بہن کی سلامتی عزیز نہیں ہے؟“

”ایک بات کان کھول کر سن لو۔ ہم تمہاری گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی اتنے نادان ہیں کہ تم ان تصویروں کے ذریعے ہمیں لُوٹنا چاہو گے اور ہم لٹ جائیں گے۔“

وکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ ذرا توقف سے بولا۔ ”تم ان تصویروں کو خان علی تک پہنچانا چاہتے ہو تو جاؤ اپنا یہ شوق پورا کرلو۔ پھر تم دیکھو گے کہ شہناز کی سلامتی نہ تو تمہارے ہاتھوں میں ہے اور نہ ہی خان علی کے ہاتھوں میں.... یہ تو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد میری بہن کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اس سے تو ہم نمٹ لیں گے۔ لیکن تم یہ خوش فہمی اپنے دل و دماغ سے نکال دو کہ تمہارا مطالبہ تسلیم کیا جائے گا۔ جائیداد کے سلسلے میں ہم کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔“

وہ وکی کی توقع کے خلاف بول رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”اگر یہی بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ اپنی بہن کو آج ہی سے تحفظ دینا شروع کر دو۔ بلکہ اسے کسی تہ خانے میں چھپا دو۔ میں بھی دیکھوں گا، تم کب تک اس کے پہرے دار بن کر رہ سکو گے؟“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر شہناز کے نمبر پنچ کر کے انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا۔ ”کسی نے سچ کہا ہے، زندگی میں آنے والے آزمائشی حالات بڑے بڑوں کی قلعی کھول دیتے ہیں۔ تمہارے بھائی کی بھی قلعی کھل گئی ہے۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کیا مطلب....؟“

”اس کا کہنا ہے کہ میں یہ تصویریں خان علی تک پہنچا دوں۔“

وہ گاڑی کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایکدم سے اچھل کر بولی۔ ”کیا....؟“

”وہ بہن کی سلامتی کے لئے جائیداد کو قربان کرنا نہیں چاہتا۔“

اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ”مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ شانی نے تم سے یہ بات کہی ہوگی۔“

”وہ ابھی تمہارے پاس آنے والا ہے۔ تم تصدیق کر سکتی ہو۔“

وہ جلدی سے بولی۔ ”اگر اس نے ایسا کہا ہے تو سراسر بکواس کی ہے۔ تم.. تم اس کی باتوں میں آکر ان تصویروں کو خان علی تک نہ پہنچانا۔“

"میں اپنے معاملات میں کسی کی انگلی تھام کر نہیں چلتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر میرا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو تصویریں اشتہار بن کر خان علی تک پہنچ جائیں گی۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس نے ایک ذرا ٹھٹک کر اپنے موبائل فون کو دیکھا۔ زرینہ بانو نے پوچھا۔ "کیا ہوا.....؟ اب یہ کیا کہہ رہا ہے؟ تم شانی کا نام کیوں لے رہی تھیں؟"

وہ غصے سے دانت پیس کر بولی۔ "دشمن تو میرے خلاف محاذ آرائی کر ہی رہا ہے۔ لیکن مجھے بھائی سے یہ امید نہیں تھی۔"

"آخر بات کیا ہے؟ کیا کر دیا شانی نے.....؟"

"ہم جس شامت کو کسی طرح ٹالنا چاہتے ہیں' وہ اسے دعوت دے رہا ہے۔ اس نے وجی سے کہا ہے کہ وہ ان تصویروں کو خان علی تک پہنچانا چاہتا ہے تو پہنچا دے۔"

ماں نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نہیں مانتی۔ شانی ایسی حماقت کر ہی نہیں سکتا۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

"یہ جھوٹ کیوں بولے گا؟ ابھی شانی یہاں آئے گا تو ساری بات کھل کر سامنے آجائے گی۔"

زرینہ بانو نے بے چین ہو کر ریسٹورنٹ کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا، پھر کہا۔ "پتہ نہیں یہ لڑکا کہاں رہ گیا ہے؟"

شہناز کے اندر کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ وہ جھنجھلا کر گاڑی سے باہر آتے ہوئے بولی۔ "سمجھ میں نہیں آتا اس نے کیا سوچ کر وجی کو یہ مشورہ دیا ہے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اسے میری سلامتی سے زیادہ جائیداد کی فکر ہے۔"

زرینہ بانو بھی گاڑی سے اترتے ہوئے بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ ہمارے لئے دونوں باتیں اہم ہیں۔ جائیداد بھی اور تم بھی....."

"لیکن شانی مجھے داؤ پر لگا کر جائیداد کو اہمیت دے رہا ہے۔"

"دشمن نے بہکایا اور تم بہک گئیں۔ بھائی کو الزام دینے سے پہلے یہ تو دیکھ لو کہ اس نے ایسی بات کہی بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر کہی ہے تو کیا سوچ کر کہی ہے؟"

ان دونوں کی نظریں ریسٹورنٹ کے بیرونی دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ باہر آتا ہوا دکھائی دیا۔ شہناز اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وکی نے اس کے متعلق جھوٹ نہیں بولا ہوگا۔ یقیناً اس نے ایسی ہی باتیں کی ہوں گی۔

اور وہ کیسے نہ سمجھتی؟ وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ دولت اور جائیداد کا لالچ ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کا مال سمیٹنے کی فکر میں رہنے والے بھلا اپنی دولت وکی کی جھولی میں کیسے ڈال سکتے تھے؟ اور نہ ڈالنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ کسی بھی طرح اسے ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ یا پھر اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے خان علی سے دشمنی مول لے لی جاتی۔ پھر ایسا خطرناک رسک لینے کے بعد جو ہوتا دیکھا جاتا۔ مگر یہ بات واضح تھی کہ اس ہونے نہ ہونے میں شہناز کے ساتھ بہت برا ہونے والا تھا۔ ویسے اب بھی کچھ اچھا نہیں ہو رہا تھا۔

ادھر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا گاڑی کی طرف آ رہا تھا۔ ادھر یہ سوچ رہی تھی۔ دل و دماغ میں وکی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ "تمہاری خیریت تمہارے اپنوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ لوگ تمہیں قربانی کی بکری بنانا چاہتے ہیں..."

شہناز نے پاؤں پٹخ کر دل ہی دل میں سوچا۔ "بکری بنتی ہے میری جوتی.... جس دولت اور جائیداد پر ممی اور پاپا کے بعد شاہنواز راج کرنے والا ہے۔ اسے بچانے کی خاطر میں اپنی جان اپنا مستقبل داؤ پر کیوں لگاؤں؟ جبکہ میری جائیداد تو خان علی ہے۔"

شاہنواز قریب آ گیا تھا۔ ماں نے پوچھا۔ "کہاں رہ گئے تھے تم....؟"

وہ بولا۔ "وجی کا فون آ گیا تھا۔ اس سے باتیں کر رہا تھا۔"

شہناز نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "باتیں کر رہے تھے یا میرے خلاف اسے مشورے دے رہے تھے؟"

اس نے بہن کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ماں نے بیٹی سے کہا۔ "تم ذرا چپ رہو۔ مجھے بات کرنے دو۔"

شاہنواز نے پوچھا۔ "مسئلہ کیا ہے؟ یہ کیا کہنا چاہتی ہے؟"

زرینہ بانو نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "اندر بیٹھو پھر بتاتی ہوں۔"

وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بیٹے نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ شہناز نے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے متلاشی نظروں سے ریسٹورنٹ کی عمارت کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہیں وکی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ لیکن نہ تو وہ پہلے ریسٹورنٹ کے اندر دکھائی دیا تھا اور نہ اب باہر کہیں نظر آ رہا تھا۔

شاہنواز نے ہارن بجا کر اسے متوجہ کیا۔ اس نے چونک کر گاڑی کی طرف دیکھا پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

زرینہ بانو نے کہا۔ "شہناز کے پاس اس خبیث کا فون آیا تھا۔"

شاہنواز نے پوچھا۔"کیا کہہ رہا تھا وہ....؟"

شہناز نے کہا۔"پہلے تم بتاؤ، تم نے اس سے کیا کہا ہے؟"

وہ ماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔"ہمارا شبہ درست ثابت ہو رہا ہے۔وہ ہم تینوں کے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔جب آپ دونوں وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئیں تو اس نے یہی سمجھا کہ ہماری تکون ٹوٹ رہی ہے۔"

شہناز نے کہا۔"وہ تو دشمن ہے۔ہمارے خلاف جو سوچے، جو کرے وہ کم ہے۔لیکن تم نے کیا کیا؟ اسے بڑے مزے سے کہہ کر آ گئے کہ وہ ان تصویروں کو خان علی تک پہنچانا چاہتا ہے تو پہنچا دے....؟"

اس نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر کہا۔"وہ جو مطالبہ کر رہا ہے، ہم اسے کسی صورت تسلیم نہیں کر سکتے۔اس لئے...."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔"اس لئے تم نے اس سے کہہ دیا کہ وہ جو چاہے، کرتا پھرے؟"

وہ سخت لہجے میں بولا۔"پہلے پوری بات سن لیا کرو، پھر بولا کرو۔میں اسے اس مطالبے سے ہٹا کر کسی دوسرے سمجھوتے پر راضی کرنا چاہتا تھا۔لیکن وہ تو جیسے مرغے کی ایک ٹانگ پر اڑا ہوا ہے۔ان تصویروں کے ذریعے بھرپور فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔تب میں نے اپنے نقصان اور اس کے فائدے کے بارے میں سوچا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ تصویریں ہماری اتنی بڑی کمزوری نہیں ہیں، جتنا بڑا وہ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

شہناز کچھ کہنا چاہتی تھی ماں نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔شاہنواز نے کہا۔"پھر میں نے سوچا وہ تصویریں خان علی تک پہنچ جائیں گی تو کیا ہوگا؟ وہ ہم سے تعلقات ختم کر دے گا۔شہناز کی جان کا دشمن بن جائے گا۔یہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔آپ بھی یہی سوچ رہی تھیں اور میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔لیکن ایسا سوچتے ہوئے ہمارے دماغوں سے یہ بات نکل گئی کہ شہناز خان علی کو وجی کے بارے میں بہت کچھ بتا چکی ہے۔وہ اسے ایک مجرم کی حیثیت سے جانتا ہے۔"

ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔شاہنواز نے کہا۔"اب خود ہی سوچو، وہ ان تصویروں کو خان علی تک پہنچائے گا یا اس کے سامنے شہناز کے خلاف زہر اگلے گا تو کیا خان علی ایک مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے شخص کی باتوں پر کان دھرے گا؟"

شہناز نے کہا۔"ہاں۔میں نے اس کی برائی تو خوب کی تھی۔اسے ضدی اور سر پھرا

نوجوان بھی کہا تھا۔لیکن....یہ مرد بڑے شکی ہوتے ہیں۔رائی کو پربت سمجھنے لگتے ہیں۔پھر وجی تو میری اور اپنی تصویریں اس کے سامنے پیش کرنے والا ہے۔"

وہ بولا۔"ہم خان علی کو یہ باور کرائیں گے کہ وہ تمام فوٹو کمپیوٹر اور جدید ٹیکنالوجی کی کارستانی ہیں۔وجی نے تمہاری اور اپنی تصویروں کی مکسنگ کی ہے اور اب انہیں تمہارے خلاف استعمال کر رہا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ماں نے بیٹے سے پوچھا۔"یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟"

وہ بولا۔"اس سوال کو سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہ شہناز سے شادی کرنا چاہتا تھا۔لیکن ہم اپنی لڑکی کا ہاتھ کسی مجرم کے ہاتھوں میں تھما نہیں سکتے تھے۔لہٰذا انکار کا نتیجہ اب سامنے آ رہا ہے۔اور وہ خان علی کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لئے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔"

ماں نے سر گھما کر بیٹی کو دیکھا۔شاہنواز نے چہک کر پوچھا۔"کیوں...؟ کیسا آئیڈیا ہے؟"

ماں نے کہا۔"آئیڈیا تو ایسا ہے کہ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔بشرطیکہ ہم خان علی کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

پھر اس نے بیٹی کو ٹھوکا دیتے ہوئے پوچھا۔"تم کس سوچ میں پڑ گئیں؟ کیا کوئی بات کھٹک رہی ہے؟"

اس نے ذرا چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔"میں نہیں سمجھتی کہ خان علی ہماری باتوں سے قائل ہو جائے گا۔وجی کا معاملہ بہت سنگین ہے۔"

وہ بولا۔"اس معاملے کو اسی طرح نمٹایا جا سکے گا۔ورنہ تم اسے ملاقات کرنے پر راضی کر لو۔میں وہ تصویریں اس کے ساتھ ہی قبر میں دفن کر دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔یہ تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی میں ایسی الجھنیں بھی آئیں گی۔وہ عجیب حالات سے گزر رہی تھی۔خان علی جیسے محبوب کو دھوکہ دینے اور خود کو پوری طرح داؤ پر لگانے کے باوجود کچھ بھی تو ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

وکی نے انہیں ایسا الجھایا تھا، ایسا چکر چلایا تھا کہ لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔وہ نانا جان کی دولت اور جائیداد پر قبضہ جمانے کے خواب دیکھنے والے اب اپنی جائیداد بچانے کی فکر میں لگ گئے تھے۔

مگر شہناز کے اندر یہ بات پک رہی تھی کہ جائیداد بچائی جائے گی تو وہ نہیں بچے گی۔شاہنواز خوامخواہ باتیں بنا رہا ہے کہ اسے قائل کرلیا جائے گا۔جبکہ وہ خان علی کے مزاج کو خوب جانتی تھی۔دور تک سوچنے اور غور کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح طور پر سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ کسی طرح ان کی باتوں میں آبھی گیا تو وجی کا معاملہ اس کے دل و دماغ میں پھانس کی طرح چبھتا رہے گا۔اوراس کی چبھن ان کی ازدواجی زندگی میں زہر گھولتی رہے گی۔

اس کے اندر خان علی کی آواز گونجنے لگی۔اس نے کہا تھا۔"اگر کبھی تم نے مجھ سے بے وفائی کی' کسی اور سے دل لگایا تو پہلے اس رقیب کو جان سے ماروں گا۔ پھر تمہیں بھی گولی سے اڑا دوں گا۔ہم محبت کرتے ہیں تو ٹوٹ کر کرتے ہیں۔لیکن جب انتقاماً نفرت کرتے ہیں تو جان سے عزیز ہستی کو بھی خاک میں ملا دیتے ہیں۔"

وہ ایکدم سے چونک گئی۔جھرجھری لے کر ماں اور بھائی کو دیکھنے لگی۔گاڑی اسٹارٹ ہوچکی تھی۔ریسٹورنٹ کے احاطے سے نکلنے کے بعد مختلف راستوں سے گزر رہی تھی۔شاہنواز ڈرائیونگ کے دوران وکی اور خان علی کے سلسلے میں ماں سے باتیں کررہا تھا۔

وہ کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔"میری خیریت اسی میں ہے کہ وہ تصویریں کبھی خان علی تک نہ پہنچیں۔لیکن میں کیا کروں؟ کیسے وجی کو روکوں؟ اسے کسی طرح ملاقات کرنے پر راضی کربھی لوں گی تو یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس جیسا شاطر دشمن کبھی شاہنواز کی گرفت میں نہیں آئے گا۔اس سلسلے میں بھائی کا آسرا تکنا بیکار ہوگا۔یہ صرف بولتا ہے۔کبھی کچھ کرکے نہیں دکھاتا اور اس کی ایسی نااہلی مجھے لے ڈوبے گی۔اپنے بچاؤ کے لئے خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔مگر کیا کرنا ہوگا...؟"

یہ بات تو صاف سمجھ میں آرہی تھی کہ ماں باپ اور بھائی کسی صورت وکی کا مطالبہ تسلیم کرکے کنگال نہیں ہونا چاہیں گے۔وہ روئے گی' گڑگڑائے گی یا احتجاج کرے گی۔تب بھی ایک خان علی سے تعلقات استوار رکھنے کے لئے وہ لوگ اپنی جائیداد کا سودا نہیں کریں گے۔ یہی کہیں گے کہ جو ہورہا ہے، وہ ہونے دو۔تمہاری سلامتی ہماری ذمہ داری ہے۔وہ اس پہلو پر غور کرتے ہوئے بھی سوچ رہی تھی کہ باپ اور بھائی کب تک اسے تحفظ دیتے رہیں گے؟

اس نے سوچتے سوچتے ایک گہری سانس لی۔پھر تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک کر صرف اس پہلو پر غور کرنے لگی کہ اصل مسئلہ وکی ہے۔ابھی وہ تصویروں کے ذریعے بلیک میل کررہا ہے۔اگر اس کا مطالبہ تسلیم کربھی لیا جاتا' تب بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ آئندہ اس کی اور خان علی کی زندگی میں زہر گھولنے نہیں آئے گا۔یہ بات صاف سمجھ

میں آرہی تھی کہ وہ ہمیشہ ننگی تلوار کی طرح اس کے سر پر لٹکتا رہے گا۔لہٰذا اپنی خیریت کے لئے اس کا خاتمہ ضروری نظر آرہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی اور الجھ رہی تھی۔اس کے پاس صرف ایک ہفتے کا وقت تھا اور اس دوران اسے بہت کچھ کرگزرنا تھا۔مگر فوری طور پر یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس ناقابلِ شکست دشمن کو کس طرح شکست دے سکے گی؟



یہ حالات بڑے ظالم ہوتے ہیں۔انسان کے چاہنے نہ چاہنے کے باوجود اسے اپنی ہی ڈگر پر چلاتے رہتے ہیں۔میں بچپن ہی سے ماں کی ممتا اور اس کی محبتوں کے لئے ترستا رہا تھا' تڑپتا رہا تھا۔اس کے باوجود یہ حالات ہی تھے' جو مجھے ان کے بغیر جینا سکھاتے آرہے تھے۔پھر مجھے ماما مل گئیں۔جیسے دنیا جہان کی مسرتیں سمٹ کر میری جھولی میں آگئیں۔ایک عرصے تک ماں کی ممتا سے محروم رہنے کے بعد اب میں ان سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔لیکن پھر وہی بات.... کسی کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے' وہی ہوتا ہے، جو منظورِ خدا ہوتا ہے.....

قدرتی حالات نے ایک بار پھر ہمارے درمیان جدائی ڈال دی۔میں حالات کی انگلی تھامے وجی سے وکی بن کر ماما سے دور ہوگیا اور یہ دوری ہم دونوں کو اپنی اپنی جگہ تڑپا رہی تھی۔

وکی بننے کے بعد سے اب تک مجھے طرح طرح کے معاملات سے نمٹنا پڑ رہا تھا۔اس انجانے ماحول میں نئے نئے لوگ مل رہے تھے۔وہاں میں کسی پر اپنا بھید کھولنا نہیں چاہتا تھا'محتاط رہتا تھا۔اس کے باوجود دو خواتین میری رازدار بن چکی تھیں۔یہ اوپر والے کا کرم تھا اور میری ماما کی دعائیں تھیں کہ میں گرتے گرتے سنبھل رہا تھا اور سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہا تھا۔

دشمنوں کے قریب رہتے ہوئے ایسے خطرناک اور الجھا دینے والے معاملات سے گزرنے کے دوران ماما کے بارے میں زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔مگر جب بھی تنہائی نصیب ہوتی تھی تو ان کی یاد دل کو تڑپانے لگتی تھی۔

میں اِدھر بہت سے لوگوں کے درمیان تھا۔لیکن وہ اُدھر میرے بعد بالکل ہی تنہا ہوگئی تھیں۔ایسے میں شیبا آنٹی ان کی دلجوئی کے لئے وہاں آتی جاتی رہتی تھیں۔اس روز بھی وہ ان کے پاس پہنچی ہوئی تھیں۔

ماما نے کہا۔ ”اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ میں ایک طویل عرصے تک کسی رشتے کی محبت کے بغیر کیسے زندہ رہی؟ کیسے اس اسائیلم کی چھت تلے دن رات گزارتی رہی؟ بیس برس.....؟“

انہوں نے ایک گہری سانس لی پھر ذرا توقف سے کہا۔ ”بیس برس گزار دیئے۔ کچھ پتہ نہ چلا اور اب بیٹے کے بغیر ایک ایک پل بھاری لگ رہا ہے۔“

شیبا نے مسکرا کر کہا۔ ”رشتوں کی محبت اور کشش ایسی ہی ہوتی ہے۔“

ماما نے کہا۔ ”اور اب جبکہ میں پھر سے اس محبت اور کشش کو سمجھنے لگی ہوں تو تمام رشتے مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔ فی الحال ڈیڈی سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنے کاروباری معاملات میں ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ ابھی مجھ سے ملنے یہاں نہیں آسکیں گے۔ یہاں میرے پاس دو بیٹے ہیں۔ ایک کی تو صورت بھی نہیں دیکھی ہے۔ دوسرا قریب رہتا تھا۔ لیکن وہ بھی اس ممتا کی ماری کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔“

وہ ماما کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولیں۔ ”وہ تمہاری خوشی کی خاطر ہی تم سے دور گیا ہے۔ وکی کو تلاش کرنا بھی تو ضروری ہے ناں؟“

ماما نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”میں تو ایک بیٹے کی تلاش میں دوسرے بیٹے کی محبت سے محروم ہو گئی ہوں۔“

”یہ عارضی محرومی ہے۔ تمہیں دل چھوٹا نہیں کرنا چاہئے۔ دونوں بیٹوں کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہا کرو۔“

ماما کو جب یہ معلوم ہوا تھا کہ وکی ایک مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے تو ان کے دل کو بہت صدمہ پہنچا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کسی بھی طرح وکی کو ڈھونڈ کر ان کے پاس پہنچا دوں۔ وہ بڑی محبت اور ممتا سے ایک مجرم بن جانے والے بیٹے کو شریفانہ زندگی کی طرف لے آئیں گی۔ ایسے وقت میں گڑبڑا گیا تھا۔ انہیں یہ کیسے بتاتا کہ وہ جس بیٹے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ جسے شریفانہ زندگی کی طرف لانا چاہتی ہیں۔ وہ پوری دنیا سے منہ پھیر کر موت کے منہ میں پہنچ چکا ہے۔

جھوٹ بولنا ایک غلط فعل ہے۔ لیکن جب یہ کسی کی زندگی بچانے یا صدمات کو کسی حد تک کم کرنے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے تو خود بخود درست لگنے لگتا ہے۔ میں ماما کے سامنے سچ نہیں بول سکتا تھا۔ اس لئے میں نے جھوٹ کہا۔ مردہ وکی کو زندہ بتا کر یہ وعدہ کر لیا کہ اسے ان کے قدموں میں ضرور لاؤں گا۔

میں انہیں اپنے معاملات سمجھا نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا جب بگ باس کے پاس جانے کا پروگرام بنا تو میں نے ماما سے یہی کہا کہ وکی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کہیں جا رہا ہوں۔ واپسی پر اس نالائق کو ساتھ لے کر لوٹوں گا۔ ماما نے ایک بیٹے کو رخصت کیا تھا اور اب دو بیٹوں کی واپسی کے انتظار میں دن گن رہی تھیں۔

شیبا آنٹی بڑی دیر تک ان کی دلجوئی کرتی رہیں۔ پھر رخصت ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد ماما نے ماسٹر فو سے کہا۔ ”میں کچھ ضروری شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے کسی قریبی شاپنگ سینٹر میں لے چلو۔“

میرے اور نانا جان کے حکم کے مطابق ماما کو سخت سکیورٹی فراہم کی جا رہی تھی۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ تو سائے کی طرح ان کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ بگ باس کے علاوہ میلسن اور جینا کے معاملے سے نمٹنے کے دوران میرے کچھ نئے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔

گیری کوپر نے مجھے بتایا تھا کہ میں انجانے میں انڈر ورلڈ کی سب سے خطرناک اور خفیہ تنظیم بلڈر برج کے لوگوں سے ٹکرا گیا ہوں۔ وہ لوگ اتنے خطرناک ہیں کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ سمیت دنیا کے تمام چھوٹے بڑے جاسوس اداروں کے لئے ہمیشہ چیلنج بنے رہتے ہیں۔ ان کا چھوٹے سے چھوٹا آلہ کار بھی کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتا۔

پہلے تو میرے، ماسٹر فو اور امیر حمزہ کے علاوہ گیری کوپر بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ جینا کو اسی تنظیم کے لوگوں نے اغواء کیا ہے۔ لیکن بعد میں پاپا کا نمائندہ بن کر رہنے والے مارٹی نے مجھے بتایا کہ جینا کو نہ تو خفیہ تنظیم والے اغواء کر سکے ہیں اور نہ ہی وہ بگ باس کے ہاتھوں تک پہنچی ہے۔ اس وقت تک ہم نہیں جانتے تھے۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہم سب کی توقع کے برخلاف وکی کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔

بلڈر برج ایک اسلام دشمن تنظیم ہے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنا اور اسلام کی تبلیغ کو روکنا ان کے اہم مقاصد میں شامل ہے اور یہ لوگ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے ابتداء سے ہی مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ کرتے آ رہے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد ان کی ناکامی کا کھلا ثبوت ہے اور اس کے علاوہ ان ہی کے ہم مذہب دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اس تعداد کو مزید بڑھانے کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسی صورتحال مذہبی تعصب رکھنے والوں کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی ہے اور ہمارے خلاف ان کی کارروائیاں شدید ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

میلسن اور جینا کا معاملہ بھی اسی جھنجھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں جینا

کے بعد میلسن کو بھی اپنے دین کی طرف بلانے والا ہوں۔لہٰذا انہوں نے میلسن سمیت مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی ناکام کوشش کی۔لیکن بعد میں یہ سن کر انہیں ایک ذرا اطمینان ہوا کہ میں نہ سہی'میرا ایک مسلمان جڑواں بھائی مارا گیا ہے۔

لیکن یہ ان کی ایک ادھوری کامیابی تھی۔وہ اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔تاکہ میرے ذریعے ہونے والی اسلام کی تبلیغ کو روک سکیں۔

میں ان حقائق کو خوب سمجھ رہا تھا۔وہ مجھے اور میری فیملی کو نقصان پہنچا سکتے تھے اور میری فیملی میں صرف ماما تھیں۔نانا جان چونکہ پاکستان میں تھے اور ویسے بھی وہ اپنے طور پر دشمنوں سے نمٹنا خوب جانتے تھے۔اس لئے ان کی طرف سے مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔لیکن ماما کی مکمل سکیورٹی بہت ضروری تھی اور ایسے وقت جبکہ میں بھی ان کے پاس نہیں رہا تھا۔اس سلسلے میں ماسٹر فو اور امیر حمزہ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔

ماما ویسے تو گھر میں ہی وقت گزارتی تھیں۔لیکن جب کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر جانا ہوتا تھا تو ماسٹر اور امیر حمزہ کے علاوہ دو مسلح سکیورٹی گارڈز بھی دوسری گاڑی میں ان کے پیچھے چلتے تھے۔اس روز ماسٹر فو اور امیر حمزہ ان سکیورٹی گارڈز کو اپنی دونوں گاڑیوں کے پاس مستعد رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے ماما کے ساتھ ایک شاپنگ سینٹر کی عمارت میں آ گئے۔

عام طور پر باڈی گارڈز اپنے آقاؤں کو کسی بھی دشمن کے حملے سے بچانے کے لئے چوکنا رہ کر دائیں بائیں ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔لیکن ماسٹر فو اور امیر حمزہ کے اپنے کچھ اصول تھے۔وہ میری یا ماما کی نگرانی کرتے وقت ہمارے قریب نہیں رہتے تھے۔ہم سے فاصلہ رکھ کر، دور رہ کر عقابی نظروں سے دور ونزدیک کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

ایسے طریق کار کا ایک بڑا اور اہم فائدہ یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی دشمن ہمارے تعاقب میں ہوتا تھا۔چھپ کر ہم پر نظریں جمائے رہتا تو وہ ہمیں نہتا اور تنہا دیکھ کر مطمئن ہو جاتا تھا۔پھر اس کی یہی خوش فہمی اسے ہمارے قریب آنے کا حوصلہ دیتی تھی۔

ایسے وقت کوئی بھی دشمن یہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ انجانے میں ماسٹر فو اور امیر حمزہ جیسے زبردست جاں نثاروں کی نظروں میں آ کر کیسے زیر دست ہونے والا ہے؟ دشمنوں کو دھوکہ دینے کی یہ حکمت عملی ایسی تھی کہ شکاری بڑے مزے سے خود شکار ہو جایا کرتے تھے۔

بہت عرصہ پہلے شاہنواز نے بھی اسی طرح دھوکہ کھایا تھا۔اس وقت میں پاکستان میں تھا

۔شہناز جان بوجھ کر مجھ سے آٹکرائی تھی اور شاہنواز غیرت مند بھائی بن کر کرائے کے غنڈوں کے ساتھ مجھ سے ہاتھا پائی کرنے چلا آیا تھا۔یہ نہیں جانتا تھا کہ ماسٹر فو اور امیر حمزہ میری حفاظت کے لئے وہاں موجود ہیں اور ایسی لاعلمی اسے بھاری پڑی تھی۔

ان لمحات میں وہ مجھ سے الجھا ہوا تھا۔شہناز کو میری گرفت سے نکالنا چاہتا تھا۔دوسری طرف ماسٹر اور حمزہ نے اس کے چیلوں کی ہڈی پسلیاں توڑ کر رکھ دی تھیں۔وہ دونوں محافظ میرے دشمنوں کو اسی طرح ڈاج دیا کرتے تھے۔

اس وقت بھی وہ گہری نظروں سے شاپنگ سینٹر کا جائزہ لے رہے تھے۔کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے چوکنا اور مستعد تھے۔ماما مختلف دکانوں میں جا رہی تھیں اور ضرورت کا سامان خرید رہی تھیں۔ایسے وقت وہ بھی یہی ظاہر کرتی تھیں'جیسے ان کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔

ان کے حوالے سے ایک مثبت پہلو یہ تھا کہ وہ عباء پہنتی تھیں اور نقاب میں رہتی تھیں۔کوئی بھی دشمن انہیں آسانی سے پہچان نہیں سکتا تھا۔پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔وہ دونوں محافظ بڑے محتاط انداز میں ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

یہ ماما کی عادت تھی۔وہ ہمیشہ اپنی دائیں کلائی پر ایک تسبیح کو بریسلٹ کی طرح پہن کر رہتی تھیں۔پھر جب ذرا فرصت ملتی تھی تو اسے اتار کر تسبیح خوانی میں مصروف ہو جاتی تھیں۔اس وقت بھی وہ تسبیح ان کی دائیں کلائی میں پڑی ہوئی تھی۔

وہ ایک دکان سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی شاپنگ پلازہ کے اوپری حصے میں جانا چاہتی تھیں۔انہوں نے آہنی ریلنگ تھام کر پہلے پائیدان پر قدم رکھا۔لیکن پھر دوسرے پائیدان پر قدم رکھتے ہی ٹھٹک کر رک گئیں۔سر گھما کر اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔کلائی پر جھولتی ہوئی تسبیح کا ایک سرا ریلنگ کے جالی دار ڈیزائن میں الجھ گیا تھا۔

انہوں نے اسے نکالنے کے لئے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچا تو کلائی کو ایک جھٹکا لگا اور اس جھٹکے کے باعث تسبیح ٹوٹ گئی۔دیکھتے ہی دیکھتے ہی مقدس دانے کلائی سے نکل کر دھاگے سے پھسل کر ادھر سے ادھر تک بکھرتے چلے گئے۔

ماما گرتے ہوئے دانوں کو فوراً ہی دوسرے ہاتھ سے تھامنا چاہتی تھیں۔مگر تھامنے اور سنبھالنے کے دوران فرش پر موتیوں کی چھما چھم ہوتی رہی۔ٹوٹے ہوئے دھاگے میں اور بائیں ہتھیلی میں چند موتی رہ گئے تھے۔ماما نے انہیں سنبھال کر پرس میں رکھ لیا۔پھر پائیدان سے اتر کر جھک جھک کر ایک ایک موتی چننے لگیں۔

شاپنگ سینٹر کے اس حصے میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ پھر بھی وہ اُدھر سے گزرنے والے راہ گیروں کو ذرا بچ کر چلنے کی ہدایت کرتی ہوئی جلدی جلدی موتی سمیٹ رہی تھیں۔

ماسٹر فو اور امیر حمزہ نے بھی تسبیح کو ٹوٹتے اور بکھرتے دیکھا تھا۔ حمزہ ماما کی مدد کے لئے اُدھر جانا چاہتا تھا۔ لیکن دو قدم آگے بڑھتے ہی ٹھٹک گیا۔ ماسٹر نے پیچھے آکر روکنے کے انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ماسٹر نے بھنوئیں اُچکا کر ماما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اِدھر نہیں....اُدھر دیکھو....!''

حمزہ نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف دیکھا۔ اُدھر ایک شخص ماما کے قریب آکر رک گیا تھا۔ اس کی عمر غالباً پچاس برس ہوگی۔ وہ جھک کر اُن سے پوچھ رہا تھا ''کیا میں آپ کی مدد کروں؟''

ماما جھکی ہوئی تھیں۔ ایکدم سے چونک کر آنے والے کو دیکھا۔ یوں لگا' جیسے کوئی بھولی بھٹکی سی آواز اور لہجہ اِن کے حافظے پر دستک دینے آگیا ہو۔ وہ ''نو تھینکس'' کہتی ہوئی سیدھی کھڑی ہوگئیں۔ اسے متجسس نظروں سے دیکھنے لگیں۔ پھر انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔

ماما کو اپنے دونوں محافظوں کا انتظار تھا۔ یہ امید تھی کہ ان میں سے کوئی ان کی مدد کے لئے آئے گا۔ لیکن ایک اجنبی مدد کرنے کے لئے وہاں پہنچ گیا تھا۔

اُدھر ماسٹر فو نے حمزہ سے کہا۔ ''تھوڑی دیر پہلے میں نے اس شخص کو سامنے والی دکان میں دیکھا تھا' جہاں سے میڈم ابھی کچھ خرید کر باہر آئی تھیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا یہ اُن کا پیچھا کر رہا ہے؟''

''یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ مگر ایسا لگ رہا تھا۔ ہمیں دور رہ کر اس پر نظر رکھنی چاہئے۔''

اُدھر ماما فرش پر اکڑوں بیٹھ کر موتی چننے لگی تھیں۔ وہ اجنبی ان کے انکار کرنے کے باوجود وہاں سے ٹلا نہیں تھا۔ وہ بھی اکڑوں بیٹھ کر ایک موتی اٹھا کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''کسی کی مدد کرنا' کسی کے کام آنا عین عبادت ہے اور یہ سارے موتی تو عبادت کا ذریعہ ہیں۔ کیا آپ مجھے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے سے روکیں گی؟''

ماما نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کی چٹکی میں تسبیح کا ایک دانہ دبا ہوا تھا۔ اس موتی دینے والے نے موتی جیسی بات کہی تھی۔ ماما نے متاثر ہو کر اپنی دائیں ہتھیلی آگے بڑھائی۔ اس کا ہاتھ ماما کے ہاتھ سے ذرا اوپر تھا۔ اس نے قطرہ ٹپکانے کے انداز میں وہ موتی کھلی ہوئی ہتھیلی پر گرا دیا۔ پھر ماما نے مٹھی بند کر لی۔ گویا سیپ میں موتی بند ہوگیا۔

اِدھر ماسٹر فو اور امیر حمزہ اس پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ اُدھر اس اجنبی نے ایک اور دانہ اٹھا کر ماما کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے پھر ہتھیلی پھیلائی۔ پھر ایک موتی سیپ میں بند ہوگیا۔

ماما نے ان دونوں موتیوں کو پرس میں رکھ کر فرش پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ ''یہ تسبیح بھی دنیاوی رشتوں کی طرح مضبوط نہیں تھی۔ ایک ہی جھٹکے میں ٹوٹ گئی۔''

وہ موتی چننے میں مصروف تھیں اور وہ اجنبی فرش پر ٹٹولنے کے انداز میں ہاتھ پھیرنے کے دوران نقاب سے جھانکتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ ماما نے نظریں اٹھائیں تو وہ فوراً ہی کتراتے ہوئے بولا۔ ''قصور تسبیح کا نہیں ہے۔ دھاگے کا ہے....موتی تو مل جل کر تسبیح بن کر رہنا چاہتے تھے۔ لیکن دھاگے نے ساتھ نہ دیا۔''

پھر اس نے دور پڑے ہوئے دو موتی اٹھا کر ماما کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے دنیاوی رشتوں کی بات کہی۔ یہ رشتے بھی مل جل کر اتحاد کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب قسمت ساتھ نہ دے تو لہو کے رشتے بھی ٹوٹ کر ایک دوسرے سے چھوٹ کر جدا ہو جاتے ہیں۔''

اس کا دایاں ہاتھ ماما کی طرف بڑھا ہوا تھا۔ لیکن وہ موتی لینے کے بجائے کسی سوچ میں گم ہوگئی تھیں۔ وہ بول رہا تھا۔ اس کی آواز حافظے کے گنبد میں بھٹک رہی تھی۔ لہجہ کہہ رہا تھا۔ ''میں پہلے بھی تمہارے پاس آکر جا چکا ہوں''

وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ ''کیا آپ سے بھی کوئی اپنا چھوٹ گیا ہے؟''

وہ اُن کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''آپ نے کیسے جانا....؟''

وہ ہتھیلی پھیلاتے ہوئے بولیں۔ ''جانتی نہیں ہوں۔ صرف پوچھ رہی ہوں۔''

وہ ایک ذرا دکھ سے بولا۔ ''ہاں۔ میں اپنوں کی جدائی کا دکھ سہ رہا ہوں۔''

اس نے مزید ایک موتی ان کی ہتھیلی پر ٹپکا دیا۔ ادھر ماسٹر فو نے کہا۔ ''اس شخص کے چہرے کا اتار چڑھاؤ اور ٹوہ لیتی ہوئی آنکھیں بتا رہی ہیں' جیسے یہ میڈم کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔''

حمزہ نے اس کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''درست کہتے ہو۔ میڈم چونکہ نقاب میں ہیں۔ اس لئے ممکن ہے' وہ انہیں پہچاننے کے بعد ٹریپ کرنا چاہتا ہو۔ نو پرابلم...ابھی معلوم ہو جائے گا' یہ کون ہے؟''

ماسٹر فو نے دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ ”یہ اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ یہ تنہا ہے یا اس کے کچھ اور ساتھی بھی یہاں پہنچے ہوئے ہیں؟“

اُدھر ماما اُلجھی سی گئی تھیں۔ انہوں نے کریدنے کے انداز میں پوچھا۔ ”قسمت کے دھاگے سے آپ کا کون سا رشتہ ٹوٹ کر الگ ہو گیا ہے؟“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”ابھی آپ دیکھ رہی ہیں، تسبیح کے تمام دانے فرش پر بکھرے پڑے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ ہے۔ قسمت کے دھاگے سے سب ہی رشتے نکل کر مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔“

ماما نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر دور پڑے ہوئے ایک موتی کو اٹھا کر پرس میں رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”یعنی بچھڑنے والوں نے آپ کو تنہا کر دیا ہے؟ بائی دا وے، رشتہ داروں میں کون کون ہے؟“

”میری بیوی اور دو بیٹے ہیں اور فی الحال وہ تینوں ہی میرے پاس نہیں ہیں۔“

ماما نے چونک کر اسے یوں دیکھا، جیسے درد مشترک ہو رہا ہو۔ پھر وہ فرش پر سے موتی اٹھاتے ہوئے بولیں۔ ”میرے بھی دو بیٹے ہیں۔“

اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ”اور آپ کے شوہر....؟“

ماما یہ سوال سن کر چونک گئیں۔ پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولیں۔ ”وہ اس دنیا میں ہیں۔ مگر پتہ نہیں کہاں ہیں؟“

اس نے مسکرا کر کہا۔ ”یعنی میری وائف کی طرح پاس نہیں ہیں۔ مگر کہیں ہیں۔“

ماما نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ ”ہمارے حالات کچھ زیادہ ہی ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہیں؟“

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ”ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“

ایسے وقت ماما کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ انہوں نے اسے پرس سے نکال کر دیکھا۔ پھر دائیں بائیں دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ”ہاں بولو....؟“

دوسری طرف ماسٹر فو اپنا موبائل فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا۔ ”میڈم! ہم آپ کے پاس ایک شخص کو دیکھ رہے ہیں۔“

ماما نے اس اجنبی کو دیکھا۔ وہ دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک دانہ لڑھکتا ہوا بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ اٹھ کر ادھر جانے لگا۔ وہ فون پر بولیں۔ ”ہاں۔ یہ اخلاقاً میری مدد کرنے آیا

ہے۔“

”آپ اس کی باتوں سے کیا اندازہ کر رہی ہیں؟“

انہوں نے ایک نظر اجنبی پر ڈالی۔ وہ موتی چننے کے لئے ذرا دور ہو گیا تھا اور وہ اپنے اندر بکھرے ہوئے موتی چُن نہیں پا رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ ”یہ بے چارہ حالات کا مارا ایک تنہا شخص ہے۔“

”اُسے بیچارہ نہ کہیں۔ وہ دشمن کا کوئی آلۂ کار ہو سکتا ہے۔ ہم تو نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ کو بھی محتاط رہنا چاہئے۔“

وہ بولیں۔ ”اچھی بات ہے، میں محتاط رہوں گی۔ اب یہ تم سمجھو کہ وہ ہمارا دشمن ہے، یا کوئی بے ضرر سا شخص ہے۔“

”بعض دشمن ایسے ہی بے ضرر دکھائی دیتے ہیں۔ ویسے آپ فکر نہ کریں۔ ہم اس پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔“

تسبیح کے بہت سے دانے لڑھکتے ہوئے دور تک گئے تھے۔ وہ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر چن رہا تھا۔ ماما نے اسے دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ”میں کسی فکر میں مبتلا نہیں ہوں اور نہ ہی اس شخص سے خوف محسوس کر رہی ہوں۔ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ جب میرے فون پر تمہاری کال موصول ہوئی تو یہ یہاں سے اٹھ کر دور چلا گیا۔ یعنی اسے یہ پروا نہیں ہے کہ میں اس وقت فون پر کس سے کیا بات کر رہی ہوں؟ اگر یہ کوئی دشمن ہوتا اور مجھے ٹریپ کرنے یہاں آیا ہوتا تو اس طرح اٹھ کر دور نہ جاتا۔ بلکہ سُن گُن لینے کے لئے یہیں میرے پاس ہی موجود رہتا۔“

ماسٹر فو نے حمزہ کو دیکھا۔ پھر قائل ہو کر فون پر کہا۔ ”آپ کی اس بات میں وزن ہے۔ پھر بھی ہم محتاط ہیں۔ بعض اوقات دشمن کی ہیرا پھیری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”بیشک۔ تم اپنے فرائض ادا کرو اور اس شخص کو سمجھنے کی کوششیں کرتے رہو۔“

انہوں نے رابطہ ختم کر کے فون کو پرس میں رکھا۔ پھر اس اجنبی کو دیکھنے لگیں۔ ”یہ کون ہے؟ کیا دانستہ میری طرف آیا ہے؟ یا حالات اپنا رخ بدل رہے ہیں اور مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں؟“

فی الوقت تو یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ ماما کی مدد کرنے وہاں آیا ہے۔ ابھی شاید زیادہ وقت نہیں لگے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ کیوں آیا ہے؟

فی الحال ماما کو اس کی آواز اور لب و لہجہ الجھا رہا تھا۔ صدائے بازگشت کی طرح ان کے اندر ہی اندر بھٹک رہا تھا اور ان کا حافظہ اس بازگشت کو اپنی گرفت میں لے نہیں پا رہا تھا۔ وہ

سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں اور ناکام ہو رہی تھیں۔

رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ اُس نے سر گھما کر ماما کو دیکھا۔ پھر پلٹ کر ایک ایک قدم چلتا ہوا ان کے پاس چلا آیا۔ اس کے ہاتھ میں چند موتی دبے ہوئے تھے۔ وہ انہیں ماما کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''اب یہاں اور موتی دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے' سب ہی دانے چن لئے گئے ہیں۔''

وہ ان موتیوں کو لے کر پرس میں رکھتے ہوئے بولیں۔ ''بکھرنے والے اتنی جلدی سمٹتے نہیں ہیں۔ یہ تو گنتی کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ تمام دانے مل گئے ہیں یا کچھ گم ہو گئے ہیں۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟''

''یقیناً آپ میرا نام پوچھنا چاہیں گے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں۔ میں دراصل۔ یہ۔ آپ کے اِس تل کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔''

ماما نے اس کے اشارے کے مطابق اپنی دونوں بھنوؤں کے درمیان انگلیاں پھیریں۔ وہاں ایک تل بندیا کی طرح سجا رہتا تھا۔ دونوں بھنوؤں کے درمیان اتنا واضح تھا کہ دیکھنے والے دھوکہ کھا کر یہی سمجھتے تھے کہ وہ مصنوعی ہے۔ کاجل کے ذریعے بنایا گیا ہے۔ اس اجنبی نے پوچھا۔ ''کیا یہ پیدائشی ہے؟''

ماما نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''جی ہاں.....''

ان کا جواب سن کر اجنبی کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی۔ وہ جب سے ماما کے پاس آیا تھا۔ تب سے اس کی نظریں اُس تل پر بھٹک رہی تھیں۔ اُس نے کہا۔ ''میں نے ایسا ہی تل کسی کی پیشانی پر دیکھا تھا۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''کس کی پیشانی پر.....؟''

''کیا بتاؤں؟ وہ چہرہ تو ایک خواب ہو چکا ہے۔ نہ اس کی تعبیر مل رہی ہے' نہ ہی پھر وہ خواب نظر آ رہا ہے۔ بس یادیں رہ گئی ہیں۔''

ماما نے کہا۔ ''میرا اندازہ ہے' آپ پاکستانی ہیں۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''جی ہاں۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں پاکستانی ہوں۔ مسلمان ہوں اور مجھے علی کہتے ہیں۔''

ماما نے زیرِ لب ذرا اپنائیت سے کہا۔ ''علی.....''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ آپ میرا نام سن کر چپ کیوں ہو گئیں؟''

چونکہ میرے پاپا کا نام قربان علی واسطی تھا۔ اس لئے ماما کے وکی کے اور میرے نام کے بعد علی لگایا جاتا تھا۔ شاید اس نام سے گہری وابستگی کے باعث وہ کچھ گم صم سی ہو گئی تھیں۔

انہوں نے پوچھا۔ ''کیا آپ یہاں لندن میں رہتے ہیں؟''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ مگر مستقل قیام نہیں ہے۔ ویسے آپ کے متعلق میرا بھی اندازہ ہے کہ پاکستانی ہیں۔''

''آپ کا بھی اندازہ درست ہے۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''اپنے ہم وطنوں کو پہچاننے میں دیر نہیں لگتی۔''

ماسٹر فواد اور امیر حمزہ پہلے دور تھے۔ پھر ٹہلتے ہوئے اتنے قریب آ گئے تھے۔ یوں با آسانی ان دونوں کی باتیں سنائی دے رہی تھیں اور وہ توجہ سے سن رہے تھے۔

علی نے کہا۔ ''یہ میری بدنصیبی ہے۔ میں ایک عرصے سے تنہا بھٹک رہا ہوں۔ اپنے ملک سے دور ہوں۔ حالات کچھ ایسے پیش آ رہے ہیں کہ عارضی طور پر ہی سہی' کسی مسلمان گھرانے سے کوئی تعلق پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ ابھی رمضان کا بابرکت مہینہ چل رہا ہے۔ چونکہ میری فیملی نہیں ہے۔ اس لئے سحر و افطار تنہا کیا کرتا ہوں۔''

پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''دل میں یہ ارمان ہے کہ اسلامی روایات کے مطابق فرش پر دستر خوان سجایا جائے۔ میرے ساتھ اور بھی مسلمان ہمنوا ہاتھ اٹھا کر روزہ افطار کرنے کی دعا پڑھیں اور بسم اللہ کہتے ہوئے پہلی کھجور منہ میں رکھیں۔''

یہ اس کی ایسی نیک اور معصوم سی خواہش تھی کہ ماما جیسی دیندار خاتون کا دل جذبہ ایمان سے لبریز ہو گیا۔ انہوں نے بے چین ہو کر اُس طرف دیکھا' جہاں ماسٹر فواد اور امیر حمزہ کھڑے ہوئے تھے۔ مگر اب وہاں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ وہ ان سے کچھ ہی فاصلے پر دائیں بائیں لوگوں کے ہجوم کے درمیان ایسے چھپے ہوئے تھے کہ کسی کی نظروں میں نہیں آ سکتے تھے۔ ماما نے انہیں دیکھ لیا تھا۔

ایسے ہی وقت ان کا موبائل فون بولنے لگا۔ انہوں نے اسے پرس سے نکال کر دیکھا۔ پھر کان سے لگا کر کہا۔ ''ہاں بولو.....!''

دوسری طرف سے حمزہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ ''میں کیا بولوں؟ آپ بولیں کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

ماما نے علی کو دیکھا۔اس کی نگاہیں پیشانی کے تل پر بھٹک رہی تھیں۔ ماما کو متوجہ پاتے ہی وہ نظریں چرانے لگا۔انہوں نے کہا۔"ایکسکیوزمی...!ذرا ایک منٹ..."

وہ اس سے ذرا دور ہوتے ہوئے فون پر دھیمی آواز میں بولیں۔"اس شخص کا روّیہ ظاہر کررہا ہے اور میرا دل بھی کہتا ہے' یہ کوئی دشمن نہیں ہے۔اس کی ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔یہ کسی مسلم فیملی ماحول میں روزہ افطار کرنا چاہتا ہے اور میرا دینی فرض ہے کہ میں اس کی یہ ایمان پرور خواہش پوری کروں۔"

"ہم آپ دونوں کی باتیں سنتے رہے ہیں۔"

"پھر تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے؟میں مانتی ہوں' کسی بھی جگہ' کسی بھی موڑ پر کوئی دشمن ہم سے ٹکرا سکتا ہے۔لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی ٹکرانے والا دشمن ہی ہو؟تم اسے دیکھ رہے ہو۔باتیں بھی سن رہے ہو۔گویا اسے اچھی طرح پرکھ رہے ہو۔مجھے بتاؤ' کیا اس کے کسی انداز سے یا لب و لہجے سے مکروفریب جھلک رہا ہے؟"

امیر حمزہ نے سر گھما کر ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے ماسٹر فو کو دیکھا۔ماما دھیمی آواز میں بول رہی تھیں۔وہ ان کی باتوں کو واضح طور پر سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اس نے حمزہ کو اشارہ کیا کہ وہ فون پر اس سے بات کرے۔

حمزہ نے ماما سے کہا۔"ذرا انتظار کریں۔ہم تھوڑی دیر میں آپ کے پاس آرہے ہیں۔"

وہ رابطہ ختم کرکے وہاں سے چلتا ہوا ماسٹر فو کے پاس آگیا۔اس نے پوچھا۔"کیا بات ہے؟میڈم کیا کہہ رہی ہیں؟"

وہ بولا۔"تم نے بھی یقیناً اس شخص کی باتیں سنی ہوں گی؟"

ماسٹر فو نے اثبات میں سر ہلایا۔اس نے پوچھا۔"اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بظاہر تو وہ ایک بے ضرر سا شخص دکھائی دے رہا ہے۔اس سے آگے بھی اُسے سمجھا جا سکتا ہے۔"

"میڈم بھی یہی کہہ رہی ہیں اور اسے اپنے گھر میں روزہ افطار کرانا چاہتی ہیں۔"

ماسٹر فو نے دور کھڑے ہوئے علی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔پھر کہا۔"بیشک۔ہم میڈم کی خواہش کا احترام کریں گے۔لیکن ہماری ڈیوٹی کے بھی کچھ اصول ہیں۔ہم اس شخص کی جامہ تلاشی لئے بغیر اسے اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

وہ دونوں اس بات پر متفق ہوکر ماما کے پاس آگئے۔ ماسٹر فو نے کہا۔"ہم اس شخص کو

پہلے چیک کریں گے۔اگر یہ نہتا ہوگا تو ساتھ لے چلیں گے۔"

وہ بولیں۔"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔سکیورٹی کے طور پر تم جو کرنا چاہتے ہو' کرو۔میرے لئے ایک مسلمان شخص کی دینی خواہش قابل احترام ہے اور میں اسے ہر حال میں پورا کرنا چاہتی ہوں اور آج ہی کرنا چاہتی ہوں۔"

علی دور کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ماما نے ماسٹر فو اور امیر حمزہ کے ساتھ اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔"یہ دونوں میرے باڈی گارڈز ہیں۔دراصل ہماری فیملی کو کچھ جانے انجانے دشمنوں سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔یہ میری سکیورٹی کے لئے ہمہ وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔"

علی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔"آپ سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔"

اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے واقعی ان دونوں سے مل کر خوشی ہورہی تھی۔ماسٹر فو اور امیر حمزہ غضب کے تجربہ کار باڈی گارڈز تھے۔کسی بھی شخص کی نہ صرف باتوں سے اور لب و لہجے سے بلکہ اس کی چال ڈھال اور جسمانی ساخت سے بھی اندازہ کرلیتے تھے کہ سامنے والا کتنا شاطر اور مکار ہے اور عام طور پر کیسی زندگی گزارتا ہوگا؟

علی نے پہلے ماسٹر فو سے مصافحہ کیا تھا۔پہلے ہتھیلی سے ہتھیلی مس ہوئی۔پھر پورا ہاتھ گرفت میں لیتے ہی ماسٹر فو نے امیر حمزہ کی طرف دیکھا۔اکثر اوقات وہ زبان سے کچھ نہیں بولتے تھے۔آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنا پیغام دوسرے تک پہنچا دیتے تھے۔

حمزہ نے جواباً اسے یوں دیکھا' جیسے اس کے دیکھنے کا مقصد سمجھ گیا ہو۔ماما اور علی اس بات سے بے خبر تھے کہ ان دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے؟

اس نے ماسٹر فو سے مصافحہ کرنے کے بعد حمزہ سے ہاتھ ملایا تو اس نے بھی اس کا ہاتھ گرفت میں لینے کے بعد ماسٹر کی طرف دیکھا۔پھر چند لمحوں بعد اسے چھوڑ دیا۔

اس دوران ماسٹر فو گہری نظروں سے علی کا جائزہ لے رہا تھا۔پھر بولا۔"ہم تو دن رات اپنے مالک کی حفاظت کے لئے ہتھیاروں سے کھیلتے ہیں۔تم کس کی حفاظت کرتے ہو؟"

اس نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

امیر حمزہ نے کہا۔"جس طرح لوہا کاٹنے اور پتھر توڑنے والے ہاتھ کو ایک محنت کش ہی پہچان سکتا ہے۔اسی طرح ہتھیار اٹھانے والے ہاتھ کو ہتھیاروں سے کھیلنے والے ہی پہچان سکتے ہیں۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔ پھر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ میرے وہ محافظ اڑتی چڑیا کے پر گننے والوں میں سے تھے۔ ان لمحات میں جیسے اس کے اندر کی بات جان رہے تھے۔

ماسٹر فو نے کہا۔ ”ہتھیار برا نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ تم اسے کیسے استعمال کرتے ہو؟“

اس نے ایک گہری سانس لے کر ان دونوں کو دیکھا پھر اپنے لباس کے ایک اندرونی حصے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ ”ہر انسان کو اپنی حفاظت کرنے کا حق ہے۔ جس طرح تمہاری میڈم اور ان کی فیملی کو ہے۔ یہ تم جیسے محافظوں کو اپنے ساتھ رکھتی ہیں اور میں.....“

اس کا ہاتھ ایک ریوالور کے ساتھ باہر آیا۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ ایکدم سے چوکنا ہو گئے۔ وہ اسے ماسٹر فو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”میں اپنی حفاظت آپ کے تحت اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہوں۔“

ماسٹر فو اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس ریوالور کو ایک رومال میں لپیٹ کر اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ علی نے کہا۔ ”میں میڈم کے پاس کسی غلط ارادے سے نہیں آیا تھا۔ پھر بھی اپنے اطمینان کے لئے آپ یہ ہتھیار اپنے پاس رکھ لیں۔ اب میں نہتا ہوں، چاہیں تو تلاشی لے لیں۔“

ماما نے فوراً ہی کہا۔ ”یہ مناسب نہیں ہے۔ یہاں لوگ ہمیں آتے جاتے دیکھ رہے ہیں۔“

پھر ماما نے ماسٹر فو سے پوچھا۔ ”تم کیا کہتے ہو؟“

وہ بولا۔ ”ہم مطمئن ہیں۔ تلاشی ضروری نہیں ہے۔“

ماما نے علی سے کہا۔ ”آپ اسلامی روایات کے مطابق کسی مسلمان گھرانے میں روزہ افطار کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو دعوت دے رہی ہوں۔ کیا آپ ابھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیں گے؟“

وہ خوشی سے کھل گیا۔ ایکدم سے چہک کر بولا۔ ”یا خدا! آج برسوں کے بعد میری کتنی بڑی خواہش پوری ہو رہی ہے۔“

اس نے بے اختیار ماما کی پیشانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں بیان نہیں کر سکتا، آج آپ میرے ساتھ کتنی بڑی نیکی کر رہی ہیں۔“

ماما کا ہاتھ بے ساختہ اپنی پیشانی کے تل پر گیا۔ انہیں یاد آیا کہ علی نے اُس تل کے

متعلق سوال کیا تھا؟ کیوں کیا تھا؟ اس وقت تو انہوں نے روا روی میں جواب دے دیا تھا کہ ہاں یہ پیدائشی تل ہے۔

مگر اب علی کو پھر اپنی پیشانی کی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو خیال آیا بلکہ سوال پیدا ہوا کہ ایک اجنبی شخص اس تل سے اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے؟

وہ آگے نہ سوچ سکیں۔ ماسٹر فو پوچھ رہا تھا۔ ”کیا آپ واپس چلنا چاہیں گی؟“

وہ بولیں۔ ”ہاں۔ شاپنگ تو ہو چکی ہے۔ بس ایک اُونی اسکارف خریدنا ہے۔“

ماسٹر فو نے علی سے کہا۔ ”تو پھر ہم گاڑی میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“

حمزہ نے کہا۔ ”میں میڈم کے ساتھ ابھی آتا ہوں۔“

علی، ماسٹر فو کے ساتھ جانے لگا۔ میرے وہ دونوں محافظ اگرچہ اطمینان ظاہر کر چکے تھے۔ مگر سکیورٹی کے معاملے میں اپنے باپ پر بھی بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے علی سے اپنوں جیسا رویّہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اندر سے پوری طرح چوکنا تھے۔

علی کو تو ماما کے تل نے الجھا دیا تھا۔ وہ تل جیسے مقناطیس بن گیا تھا اور وہ اسی مقناطیس سے کھنچا جا رہا تھا۔ اندر ایسی بے چینی، ایسی ہلچل پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے دو مسلح باڈی گارڈز کے سامنے اپنی سلامتی کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اپنا ریوالور نکال کر ان کے حوالے کر دیا تھا۔

دوسری طرف ماما اور علی کی ملاقات کے پہلے لمحے سے میرے ان محافظوں کی عقابی نظریں کسی بھی انجانے دشمن کو تلاش کرتی رہی تھیں۔ لیکن اب تک ایسا کوئی بھی شخص دکھائی نہیں دیا تھا، جس پر یہ شبہ کیا جاتا کہ وہ علی کو ماما کے پاس بھیجنے کے بعد دور ہی دور سے ان کی نگرانی کر رہا ہو۔

میرے محافظوں کو یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ شاپنگ سینٹر کے اندر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن باہر کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ عین ممکن تھا، باہر دشمن تاک میں بیٹھے ہوں۔ انہوں نے علی کو چارے کے طور پر ماما کے پاس بھیجا ہو اور اب اس انتظار میں ہوں کہ وہ ان کے ساتھ باہر آئے تو ماما پر ہلّہ بول دیا جائے۔

اب ماسٹر فو، علی کے ساتھ باہر آیا تھا۔ یہ یقین تھا، اگر وہاں دشمن چھپے ہوئے ہیں تو وہ ضرور اسے علی کے ساتھ دیکھ کر اس پر حملہ کریں گے۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی حمزہ کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسکرین پر نمبر پڑھے۔ ماسٹر فو کال کر رہا تھا۔ اس نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں بولو....؟“

دوسری طرف ماسٹر فو نے علی کو ایک باڈی گارڈ کے ساتھ گاڑی میں بٹھا دیا تھا اور خود باہر

رہ کر شاپنگ سینٹر کے بیرونی دروازے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔اس کے دائیں طرف ایک باڈی گارڈ مستعد کھڑا ہوا تھا۔

اس نے فون پر کہا۔ ”باہر کوئی خطرہ نہیں ہے۔میڈم کے ساتھ کسی وقت بھی آسکتے ہو۔“

حمزہ نے ”اوکے“ کہہ کر فون بند کیا۔ادھر ماما اپنا مطلوبہ اسکارف خرید چکی تھیں۔پھر وہ پلٹ کر حمزہ سے بولیں۔ ”ہمیں چلنا چاہیے۔“

وہ اس کے ساتھ شاپنگ سینٹر سے باہر آگئیں۔ ماسٹر فو انہیں بیرونی دروازے سے باہر آتے دیکھ رہا تھا۔اس کی تیز نگاہیں ان دونوں کے علاوہ آس پاس کے ماحول کا بھی جائزہ لے رہی تھیں۔ایسے ہی وقت وہ ایکدم سے چونک گیا۔بات ہی چونکانے والی تھی۔

اُدھر ماما اور امیر حمزہ باہر آئے تھے اور اِدھر گاڑی میں بیٹھے ہوئے علی کا موبائل فون چیخنے لگا تھا۔ماسٹر فو کے اندر جیسے بجلی سی بھر گئی۔علی اپنا فون نکال کر کال اٹینڈ کرنا چاہتا تھا۔ادھر ماسٹر فو نے ایکدم سے گھوم کر ریوالور نکال لیا۔کھڑکی سے ہاتھ اندر کرتے ہوئے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ ”ہالٹ ....فون اِدھر لاؤ۔“

اس نے دوسرا ہاتھ اندر بڑھا کر اسے جھٹکا دیا۔علی نے نشانے پر آتے ہی گھبرا کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔کالنگ ٹون مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ماسٹر نے اپنا ہاتھ جھٹک کر جیسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔ ”ہری اپ....“

اس کے ساتھ جو باڈی گارڈ بیٹھا ہوا تھا۔اس نے علی کے ہاتھ سے فون چھین کر ماسٹر کی طرف بڑھا دیا۔وہ اپنے فون کو دیکھتے ہوئے ذرا پریشان ہو کر بولا۔ ”مجھے دیکھ تو لینے دو۔کس کی کال ہے؟“

ماسٹر فو نے کوئی جواب نہ دیا۔فوراً ہی پلٹ کر ماما اور امیر حمزہ کی طرف دیکھا۔وہ دور سے آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔اس نے فون کی اسکرین کو دیکھا۔نمبر کے ساتھ نام نہیں آرہا تھا۔یعنی کوئی ایسا شخص اسے کال کر رہا تھا' جس کا نمبر اس کے فون میں سیو نہیں تھا۔

ماسٹر فو نے دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے اسے آن کر کے کان سے لگا لیا۔دوسری طرف سے نہایت ہی مؤدبانہ سی مردانہ آواز سنائی دی۔ ”اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ....!“

اس نے جواباً کہا۔ ”وعلیکم السلام....!“

ادھر سے پوچھا گیا۔ ”آپ یقیناً علی صاحب بات کر رہے ہیں؟“

اس وقت تک امیر حمزہ' ماما کے ساتھ ماسٹر فو کے پاس آگیا تھا۔اس نے علی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔پھر فون پر کہا۔ ”جی ہاں۔میں بول رہا ہوں۔فرمایئے....“

اس بار بھی وہی عاجزانہ سا لہجہ سنائی دیا۔ ”فرمانا نہیں ہے۔شکریہ ادا کرنا ہے۔خداوند کریم آپ کی کمائی میں مزید برکت عطا فرمائے۔آپ جیسے سخی لوگوں کے توسط سے ہی ہمارا یہ دینی مدرسہ قائم دائم ہے۔آپ نے رمضان کے اس مبارک مہینے میں جو ایک بھاری رقم کا چیک ہمیں بھیجا ہے۔وہ موصول ہو چکا ہے۔اسی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے فون کیا تھا۔“

ماسٹر فو نے علی کو دیکھا۔اس فون کال کے بعد اس پر کچھ اور اعتماد بڑھ گیا تھا۔وہ واقعی ان کے لئے ایک بے ضرر سا شخص تھا۔نیک اور دیندار بھی تھا۔اس نے فون پر کہا۔ ”ٹھیک ہے۔میں ابھی ذرا مصروف ہوں۔آپ سے بعد میں بات کروں گا۔“

امیر حمزہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ادھر علی کی نظریں بھی سوالیہ تھیں۔ماسٹر فو نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ ”تم نے کسی دینی مدرسے میں جو چیک بھیجا تھا' وہ وہاں موصول ہو چکا ہے۔کوئی شخص شکریہ ادا کر رہا تھا۔“

علی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ماما نے متاثر ہو کر اسے دیکھا۔ماسٹر فو نے ریوالور اپنے لباس میں رکھ کر فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ماما نے پوچھا۔ ”تم نے مہمان کا فون کیوں ریسیو کیا؟“

”سوری میڈم! یہ سکیورٹی کا تقاضا تھا۔“

علی نے کہا۔ ”آپ کے محافظ بہت ہی مستعد اور فرض شناس ہیں۔یہ اپنی ڈیوٹی پوری طرح انجام دے رہے ہیں۔میں نے مائنڈ نہیں کیا ہے۔“

علی اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تھا' جسے دو فاضل سکیورٹی گارڈز لے کر آئے تھے۔ماما اپنی لگژری کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئیں۔حمزہ اور ماسٹر فو اگلی سیٹوں پر تھے۔اس طرح یہ کارواں وہاں سے روانہ ہو گیا۔

گھر آنے کے بعد ماما نے نقاب اتار دیا۔میں اپنی داستان میں ماما کی شخصیت کے حوالے سے پہلے یہ ذکر کرتا رہا ہوں کہ وہ کسی نامحرم سے کلام نہیں کرتی تھیں۔نہ کسی کے سامنے جاتی تھیں۔مگر اب بدلتے وقت اور حالات کے مطابق ان کے مزاج میں بہت سی تبدیلیاں آگئی تھیں۔وہ مختلف لوگوں سے ملنے جلنے لگی تھیں۔ضروری ہوتا تو کسی بھی نامحرم کے روبرو آ کر باتیں کر لیا کرتی تھیں۔وہ گھر سے باہر نقاب میں رہتی تھیں۔مگر گھر آنے والے مہمانوں سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

علی ان کے لئے اجنبی تھا۔لیکن ان کا مدعو کیا ہوا مہمان تھا۔اس لئے وہ بے پردہ ہو کر اس کے سامنے آگئی تھیں۔انہیں دیکھتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔پہلے وہ تل دیکھتا رہا

تھا۔مگر اب پورا چہرہ کھل کر نظروں کے سامنے آ گیا تھا۔اسے کس بات کی خوشی تھی؟ وہ کیا پا رہا تھا؟ یہ تو پانے والا اور خوشیوں سے مالا مال ہونے والا ہی جانتا تھا۔

رحمانی بیگم، میڈم مارتھا کے ساتھ افطار کے پکوان تیار کر رہی تھی۔ماما بار بار اٹھ کر کچن میں جاتی تھیں۔ پکوان کی تیاری دیکھتی تھیں پھر رحمانی بیگم کو کوئی نہ کوئی ہدایت دے کر واپس ڈرائینگ روم میں آ کر بیٹھ جاتی تھیں۔ ماسٹر فو اور امیر حمزہ انہیں دیکھ رہے تھے۔ان کے ایسے انداز سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ اندر سے بہت خوش ہیں۔ چاہتی ہیں کہ مہمان نوازی میں کسی طرح کی کمی نہ رہ جائے۔

ماسٹر فو نے علی کا موبائل فون اس کے حوالے کر دیا تھا۔دوبارہ گھنٹی بج سکتی تھی۔کوئی نہ کوئی اسے مخاطب کر سکتا تھا۔لہٰذا اس نے سب سے نظریں بچا کر اسے آف کر دیا۔

افطار کا وقت ہونے والا تھا۔مہمان کی خواہش کے مطابق فرشی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دستر خوان پر انواع و اقسام کے پکوان سجا دیئے گئے تھے۔ ماما، امیر حمزہ، علی اور رحمانی بیگم وضو کر کے دستر خوان پر آ گئے۔ ماسٹر فو کے ساتھ میڈم مارتھا بھی وہاں موجود تھی۔

علی نے کہا۔"خدا کا شکر ہے، ایک طویل عرصے کے بعد اپنوں کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کر رہا ہوں۔یہاں یہ سب میرے اپنے ہیں اور آپ بھی....."

اس نے بات پوری نہیں کی۔ مگر بات پوری کی پوری سمجھ میں آ گئی۔ وہ ماما کو اپنی کہہ رہا تھا۔اس بار ماما کو صرف اس کی آواز اور لب و لہجے نے ہی نہیں، اس کی بات نے بھی چونکا دیا تھا۔

اس نے وہاں موجود سب ہی کو اپنا کہا تھا۔ان اپنوں میں وہ اپنی بھی تھیں اور یہ بات ماما کو بہت دور تک لے جا رہی تھی۔ وہ وہاں بیٹھے ہی بیٹھے واقعی بہت دور بھٹکنے لگیں۔ ایسے وقت ٹی وی پر اذان مغرب کا اعلان ہوا تو وہ سب ہی ہاتھ اٹھا کر روزہ افطار کرنے کی دعا پڑھنے لگے۔

ماما گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔علی نے دعا پڑھنے کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرے پھر ایک کھجور منہ میں رکھی۔ امیر حمزہ اور رحمانی بیگم نے بھی یہی کیا۔ ماما کو بھی یہی کرنا چاہئے تھا۔لیکن وہ جوں کی توں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھ بدستور دعائیہ انداز میں اٹھے ہوئے تھے۔وہ جیسے وہاں موجود تو تھیں لیکن ذہنی طور پر حاضر نہیں تھیں۔

ماسٹر فو، دستر خوان پر اس پار ان کے عین سامنے بیٹھا ہوا تھا۔بڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق کبھی روزہ افطار کرنے میں دیر نہیں کرتی تھیں۔لیکن اس

وقت کر رہی تھیں۔کوئی تو الجھن تھی.....جو ابھی ماسٹر فو کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

علی نے ذرا تعجب سے ماما کے ہاتھوں کو دیکھا۔پھر پوچھا۔"کیا بات ہے؟ آپ روزہ افطار نہیں کر رہی ہیں؟"

امیر حمزہ سر جھکا کر کھا رہا تھا۔علی کی بات سن کر اس نے ماما کو دیکھا۔ادھر وہ بھی چونک گئی تھیں۔انہوں نے فوراً ہی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھی۔حمزہ نے سر گھما کر ماسٹر فو کی طرف دیکھا۔علی نے کہا۔"روزہ افطار کرنے میں کبھی دیر نہیں کرنی چاہئے۔"

انہوں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔"میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتی ہوں۔لیکن پتہ نہیں...."

انہوں نے ایک نظر علی کو دیکھا۔پھر سر جھٹک کر نظریں جھکا لیں۔اُدھر ماسٹر فو کا دماغ ماما کی کسی انجانی الجھن میں الجھ کر رہ گیا تھا۔وہ دھیرے دھیرے کھا رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ کھانے کے دوران کبھی کبھی گہری نظروں سے علی کو بھی دیکھ رہا تھا۔

حمزہ کچھ بے چین سا ہو گیا تھا۔وہ ایک دوسرے کے ایسے گہرے اور راز دار ساتھی تھے کہ ایک دوسرے کی خاموشی سے اور تیوروں سے کسی بھی معاملے کو کسی حد تک بھانپ لیتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ماسٹر فو وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں آ گیا۔حالانکہ وہ خاموشی سے آیا تھا۔لیکن امیر حمزہ سمجھ گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھی کے پیچھے جانا چاہئے۔لہٰذا وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے میں آ گیا۔ ماسٹر اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔امیر حمزہ نے پوچھا"کیا بات ہے؟"

وہ اس کے قریب آ کر رکتے ہوئے بولا۔"میڈم کی ایک چھوٹی سی حرکت نے مجھے چونکا دیا ہے۔کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اس علی نامی شخص کے ساتھ ہیں۔ پھر ابھی ایسی کیا بات ہوئی کہ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا اور ایسی سوچ میں گم ہوئیں کہ روزہ افطار کرنا بھی بھول گئیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔"ہاں۔یہ حیرانی کی بات ہے۔وہ روزہ افطار کرنے میں کبھی دیر نہیں کرتیں۔"

ماسٹر فو نے ایک کھڑکی کے پاس آ کر پردے کو ذرا ہٹا کر لاؤنج کی طرف دیکھا۔ماما اور رحمانی بیگم نماز کے لئے اٹھ گئی تھیں۔علی بھی ایک طرف مصلّے پر نماز ادا کر رہا تھا۔ ماسٹر فو گہری نظروں سے اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔وہ آنکھیں بند کئے عبادت میں مصروف

تھا۔

ماسٹر فو نے پلٹ کر حمزہ کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ''یہ شخص کچھ الجھا رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کچھ بھی ہو مگر اتنا تو اندازہ ہے کہ یہ خطرناک نہیں ہے۔ قابل اعتماد ہے۔ اس کے پاس ایک ہی ہتھیار تھا' وہ بھی اس نے ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ پھر تم نے اس کی فون کال بھی ریسیو کی تھی۔ وہ بھی تسلی بخش تھی۔''

وہ تائید میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ہم مطمئن ہونے کے بعد ہی اسے گھر کے اندر لائے ہیں۔ لیکن میڈم کا وہ روّیہ.....''

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ حمزہ نے کہا۔ ''وہ اکثر ہی ذہنی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ ان کی یادداشت بحال ہو چکی ہے۔ انہیں اپنے ماضی کی تمام اہم باتیں یاد آ گئی ہیں۔ پھر بھی یاد کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ ڈاکٹر شیا نے بتایا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے ماضی کی اہم باتوں کے علاوہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی یاد آتی چلی جائے گی۔ ممکن ہے' افطار کے وقت بھی ان کا دماغ ماضی کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا ہو اور وہ یونہی بیٹھے بیٹھے چونک گئی ہوں پھر سوچ میں گم ہو گئی ہوں۔''

ماما کے ساتھ کیا ہوا تھا اور اب کیا ہو رہا تھا؟ یہ تو وہی بتا سکتی تھیں۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ ایسے وقت ان کی زبان پر اور دل و دماغ میں قرآنی آیتیں گونجتی رہتی تھیں۔ وہ پوری دنیا کو بھول کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر بڑے خشوع و خضوع سے عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ لیکن ان لمحات میں بار بار ان کا دماغ بھٹک رہا تھا۔ وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتی تھیں۔ مگر ذہنی یکسوئی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔

وہ مہمان بن کر آنے والا ان کا دھیان بانٹ رہا تھا۔ اس نے جس ذو معنی انداز میں اپنائیت کی بات کی تھی' وہ بات رہ رہ کر ان کے اندر گونج رہی تھی۔ وہ آیتیں پڑھتے پڑھتے رک رہی تھیں' اٹک رہی تھیں۔ پھر سر جھٹک کر پڑھنے لگتی تھیں۔

بمشکل تین فرض ادا ہو سکے۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ چپ چاپ اپنی جگہ بیٹھی رہیں۔ گہری سوچتی ہوئی نگاہیں مصلّے پر جمی ہوئی تھیں۔ انہیں یا تو اٹھ کر نماز کو جاری رکھنا چاہئے تھا یا پھر صرف فرض ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی چاہئے تھی۔ لیکن وہ جوں کی توں بیٹھی ہوئی تھیں۔ نہ خود اٹھ رہی تھیں' نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رہی تھیں۔

رحمانی بیگم نے بھی ان کے برابر جائے نماز بچھا رکھی تھی۔ اس نے نماز ادا کرنے کے بعد ماما کو دیکھا۔ پھر ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے میڈم! آپ

کچھ الجھی ہوئی ہیں۔ نماز بھی مکمل نہیں کی ہے۔''

انہوں نے سر گھما کر رحمانی بیگم کو دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ایک نیکی کی۔ ایک مسلمان کی خواہش پوری کی۔ لیکن وہ مسلمان میری عبادت میں خلل ڈال رہا ہے۔''

رحمانی بیگم نے ذرا چونک کر پوچھا۔ ''کیا مطلب؟ کیا آپ اِسی مہمان کی بات کر رہی ہیں؟''

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے لاؤنج کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''وہ آپ کی عبادت میں کیسے خلل ڈال سکتا ہے اور کیوں ڈالے گا؟''

ایسے ہی وقت ماما کے دل و دماغ میں پھر اس کی وہی بات گونجنے لگی۔ انہوں نے سر جھٹک کر رحمانی بیگم کو یوں دیکھا' جیسے وہ بھی ان کے اندر گونجنے والی آواز کو سنتی رہی ہو۔ پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس معاملے میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے ساتھ جو ہو رہا ہے' اسے خود سمجھنا چاہئے۔

انہوں نے کترانے کے انداز میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم جا کر مہمان کو دیکھو۔ اسے کسی چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ اور ہاں۔ چائے بنا لینا۔''

وہ ان کے حکم کے مطابق وہاں سے چلی گئی۔ ماما کی نگاہوں کے سامنے دونوں ہتھیلیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بسم اللہ پڑھ کر آنکھیں بند کر کے دعا مانگنا چاہتی تھیں۔ ایسے ہی وقت انہیں لگا' جیسے تسبیح کا ایک دانہ ان کی ہتھیلی پر آ گرا ہو۔ انہوں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پھیلی ہوئی ہتھیلیوں کی طرف دیکھا۔ پھر جائے نماز پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ وہاں کوئی موتی نہیں تھا۔

وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر زیر لب بولیں۔ ''یا اللہ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں تیری طرف آنا چاہتی ہوں۔ لیکن دل و دماغ بھٹک کر اس اجنبی کی طرف کیوں جا رہا ہے؟ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کیوں بار بار میرے ذہن کے دروازے پر دستک دے رہا ہے؟ ایسی کون سی بات ہے' جو میرے اندر کہیں اٹک رہی ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟''

اوپر والے کا اپنا ایک نظام ہوتا ہے۔ وہ جب تک چاہتا ہے' انسان کو الجھائے رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے تمام الجھنوں کو سلجھا دیتا ہے۔ ماما کی بہت سی الجھنیں سلجھ چکی تھیں۔ لیکن اب یہ نئی پیدا ہونے والی الجھن نہ جانے کس نوعیت کی تھی اور کب سلجھنے والی تھی؟ کوئی الجھن

تھی بھی یا ان کا دماغ یونہی بھٹک رہا تھا؟ خوامخواہ اس اجنبی کے بارے میں کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک دعائیں مانگتی رہیں۔ پھر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ لاؤنج میں ماسٹر فو اور امیر حمزہ' علی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ باتوں کے دوران یہ معلوم ہوا تھا کہ علی کی کوئی مستقل رہائش گاہ نہیں ہے۔ وہ کبھی ہوٹلوں کے کمروں میں رہتا ہے اور کبھی کہیں دو چار ماہ گزارنے کے لئے کوئی نہ کوئی کاٹیج کرائے پر لے لیتا ہے۔

لندن میں بھی اس کا قیام مستقل نہیں تھا۔ اپنے بزنس کے سلسلے میں ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں گھومتا رہتا تھا۔ میرے دونوں محافظ باتوں کے دوران اس کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کررہے تھے۔

جب ماما ان کے درمیان آکر بیٹھیں تو علی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ان سے پوچھا۔ ''آپ کے...بیٹے کہاں ہیں؟''

انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ایک گم ہوگیا ہے اور دوسرا اسے تلاش کرنے گیا ہے۔''

ان کی بات سن کر اس نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''کیسے گم ہوگیا ہے؟ اور وہ اسے کہاں تلاش کرنے گیا ہے؟''

رحمانی بیگم چائے لے آئی تھی۔ ماما نے بات بدلتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے کچھ خاندانی الجھے ہوئے معاملات ہیں۔ انہیں چھوڑیں۔ آپ چائے لیں۔''

وہ ایک کپ اٹھا کر چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ ماما نے رحمانی بیگم سے اپنا پرس منگوایا۔ پھر اس میں سے تسبیح کی دانے نکال کر گننے لگیں۔ علی چائے پی رہا تھا۔ انہیں دیکھ رہا تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اِدھر میرے دونوں محافظ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب دانوں کی گنتی مکمل ہوگئی تو علی نے ماما سے پوچھا۔ ''پورے ہیں؟''

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں۔ تین دانے کم ہیں۔''

علی نے پہلو بدل کر سوچتی ہوئی نظروں سے طشتری میں رکھے ہوئے دانوں کو دیکھا۔ ''تین دانے...؟''

پھر وہ بیٹھے بیٹھے ایک ذرا چونک گیا۔ کن انکھیوں سے ماما کو دیکھنے لگا۔ پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''او ہو...آپ لوگوں سے مل کر تو مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ ایک بہت ضروری کام کے سلسلے میں کہیں جانا تھا۔ اب مجھے اجازت دیں۔''

وہ بولتے بولتے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ جانے کی بات سنتے ہی ماما کے اندر ایک عجیب سی ہلچل مچ گئی۔ انہوں نے ایکدم سے تڑپ کر یوں دیکھا' جیسے اسے روکنا چاہتی ہوں۔ دل میں سوال پیدا ہوا۔ ''کیوں روکنا چاہتی ہوں؟''

ماسٹر فو اور امیر حمزہ بھی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ علی نے کہا۔ ''آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا ہے۔ اس فیملی ماحول میں روزہ افطار کرنے کی ایک بہت بڑی خواہش پوری ہوگئی۔''

ماما بھی اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ پھر دونوں محافظوں کے ساتھ مہمان کو رخصت کرنے کے لئے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگیں۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ امیر حمزہ نے کہا۔ ''میں دیکھتا ہوں۔ آپ چلیں۔''

ماسٹر فو آگے آگے تھا۔ وہ ماما اور علی سے پہلے بیرونی دروازے سے نکل کر بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ماما علی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ وہ بیرونی دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ ان کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''پیشانی کا یہ تل آپ کی شناخت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص' جس نے پہلی بار آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔''

ماما نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ فوراً ہی آگے بڑھتا ہوا باہر چلا گیا۔ وہ اسے خالی خالی نظروں سے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ کر گیا ہے اور انہوں نے کیا سنا ہے؟

وہ کچھ کھوئے کھوئے سے انداز میں آگے بڑھنے لگیں۔ شاید اسے مخاطب کرنا چاہتی تھیں۔ ایسے وقت امیر حمزہ کی آواز سنائی دی۔ ''میڈم!''

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گئیں۔ حمزہ نے کہا۔ ''شیبا میڈم کی کال ہے۔ آپ کو بلا رہی ہیں۔''

وہ دروازے پر رکی ہوئی تھیں۔ اِدھر سہیلی پکار رہی تھی اور اُدھر وہ مہمان ماسٹر فو کے ساتھ بیرونی گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے سر گھما کر اُدھر دیکھا۔ پھر دور لاؤنج میں رکھے ہوئے فون کی طرف دیکھا۔ حمزہ ان کے قریب سے گزرتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کدھر جائیں؟ اُدھر جائیں؟ یا اِدھر....؟

انہوں نے دیکھا' وہ تینوں بیرونی گیٹ سے باہر جا کر نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔ ان لمحات میں جیسے وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوگئی تھیں۔ دل و دماغ پر دھند سی چھائی ہوئی تھی۔

وہ دروازے سے پلٹ کر ایک ایک قدم چلتی ہوئی فون کی طرف جانے لگیں۔ مگر یہ واضح طور پر محسوس کر رہی تھیں کہ دل دوسری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ انہوں نے چلتے چلتے دروازے کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ وہ اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ آگے بڑھ رہی تھیں اور پیچھے دیکھ رہی تھیں۔ پھر ٹیلی فون کے پاس پہنچ کر رک گئیں۔ صوفے پر بیٹھ کر ریسیور کان سے لگاتے ہوئے بولیں۔ ''ہیلو....!''

دوسری طرف سے شیبا نے کہا۔ ''ابھی حمزہ نے بتایا ہے' کوئی مہمان آیا ہوا تھا؟''

انہوں نے بیرونی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔ ''ہاں....''

اس نے پوچھا۔ ''کون تھا....؟''

ماما نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔ ''پتہ نہیں؟''

ان کی آواز جیسے کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ شیبا نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تمہارا لب ولہجہ کچھ عجیب سا لگ رہا ہے؟''

''مجھے بہت کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ کیا میں بعد میں تم سے رابطہ کر سکتی ہوں؟''

''میرا خیال ہے' تم کسی ذہنی الجھن کا شکار ہو؟''

''ہاں۔ شاید یہی بات ہے۔''

ایسا کہتے وقت بے ساختہ ان کا ہاتھ اپنی پیشانی پر گیا۔ ادھر سے شیبا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ ہم بعد میں باتیں کریں گے۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ ان کے ایک ہاتھ میں ریسیور تھا اور دوسرا ہاتھ پیشانی سے لگا ہوا تھا۔ وہ بھنوؤں کے درمیان دھیرے دھیرے انگلیاں پھیرنے لگیں جیسے اس تل کو ٹٹول رہی ہوں اور اس تل کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی ٹٹول رہی ہوں۔ ذہن پر بدستور دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ کانوں میں علی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ ''خوش قسمت ہے وہ شخص، جس نے پہلی بار آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا....''

''شخص....؟ یہ کس شخص کی بات کر کے گیا ہے؟ مجھے تو کبھی کسی نے ہاتھ نہیں لگایا.... نہیں۔ لگایا ہے....''

ذہن پر چھائی ہوئی دھند میں کوئی منظر ابھرنے لگا۔ پہلے وہ دھند میں لپٹا ہوا تھا پھر دھیرے دھیرے واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ کسی ہوسپٹل کا کمرہ تھا۔ ماما خود کو ایک بیڈ پر لیٹا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

ان کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے ذہن کی اسکرین پر

چلنے والے منظر کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ ماحول ان کا دیکھا بھالا تھا۔ انہیں دھیرے دھیرے یاد آنے لگا کہ وہ پہلے بھی اس منظر کو دیکھ چکی ہیں۔ شاید خواب میں دیکھا تھا اور وہاں ان کے پاس ایک شخص آیا تھا۔

وہ اب بھی آ رہا تھا۔ اس کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ مگر چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بے حس وحرکت پڑی ہوئی تھیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے' جب ماما سکتے کی حالت میں ایک بیڈ پر لیٹی رہتی تھیں۔

انہوں نے پہلے یہ منظر خواب میں دیکھا تھا۔ اب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس شخص کی صورت دکھائی دی۔ ان کے اندر جیسے ایک جھماکہ سا ہوا۔ دل و دماغ کو ایسا جھٹکا سا لگا کہ ریسیور ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ دوسرا ہاتھ بھی کٹی ہوئی شاخ کی طرح زانو پر آ گیا۔

وہ دیدے پھیلائے خلاء میں تک رہی تھیں۔ انہیں علی جیسی قد وقامت والا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ بس صورت ویسی نہیں تھی' جسے اب تک دیکھتی رہی تھیں۔

پہلے اس خواب میں پاپا ان کے قریب آئے تھے اور اب بھی خیالی اڑان میں وہی نظر آ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت انہوں نے ماما کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

ایکدم سے ماما نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا۔ ذہن میں علی کی بات گونجنے لگی۔ ''خوش نصیب ہے، وہ شخص جس نے پہلی بار آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا....''

''اسے میرے حالات کا کیسے علم ہوا؟ وہ کیسے جانتا ہے کہ.... قربان علی کبھی میرے قریب آئے تھے؟ کہیں یہ قربان علی تو نہیں ہیں؟''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اس کی آواز اور لب ولہجہ پھر سے ان کے دل و دماغ میں گونجنے لگا۔ لیکن الفاظ وہ نہیں تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں چوروں کی طرح آیا ہوں اور چوروں کی طرح چلا جاؤں گا۔''

ایکدم سے ذہن نے چیخ کر پوچھا۔ ''کیا وہ پھر چوروں کی طرح آ کر گئے ہیں؟''

ماما کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر حیرانی اور بے یقینی سے بیرونی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان لمحات میں وہ پھر ان کے اندر گونجنے لگا۔ ''قربان علی واسطی ولد زمان علی واسطی بحق مہر ایک لاکھ روپے سکہ رائج الوقت کیا تمہیں قبول ہے....؟''

ماما کا ایک قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ وہی لب ولہجہ پھر ان کے اندر گونجنے لگا۔ ''قبول ہے....؟''

ان کا دوسرا قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے جیسے تیسری بار ان سے پوچھا۔ ''قبول ہے...؟''

بے ترتیب دھڑکنوں اور اتھل پتھل ہوتی ہوئی سانسوں کے ساتھ ساتھ ان کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ دل و دماغ میں اس کے الفاظ گڈمڈ ہورہے تھے اور ادھر وہ دوڑتی ہوئی' ڈگمگاتی ہوئی بیرونی دروازے پر آئیں۔ دہلیز عبور کرتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آنا چاہتی تھیں۔ ایسے وقت ماسٹر فو اور امیر حمزہ گیٹ کھول کر اندر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

ماما نے آگے بڑھتے ہوئے تقریباً چیخ کر پوچھا۔ ''وہ۔ وہ مہمان کہاں ہے؟''

میرے دونوں محافظوں نے ٹھٹک کر ماما کو دیکھا۔ سخت سردی کے باوجود ان کا چہرہ پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ دونوں ان کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ ماسٹر فو نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے میڈم! آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟''

وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے آہنی گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''وہ مہمان کہاں ہے؟''

حمزہ نے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا وہ کوئی گڑبڑ کرکے گیا ہے؟''

انہوں نے فوراً ہی انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں۔ اس نے کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔''

''تو پھر آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہیں؟ اتنی پریشان کیوں ہیں؟''

وہ الجھ کر آہنی گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔ ''سوال نہ کرو۔ پہلے جاکر انہیں روکو۔ ورنہ وہ چلے جائیں گے۔ جاؤ.....''

''مگر وہ تو جاچکے ہیں۔''

انہوں نے چونک کر پوچھا۔ ''کہاں.....؟''

''جس ہوٹل میں ٹھہرے ہیں۔ وہیں گئے ہیں۔''

وہ بولیں۔ ''تو پھر تم بھی وہاں جاؤ اور انہیں اپنے ساتھ لے کر آؤ۔''

ماسٹر فو نے پوچھا۔ ''میڈم! ہمیں سوال تو نہیں کرنا چاہئے۔ مگر سکیورٹی کا تقاضا ہے۔ آخر آپ علی کو کیوں بلانا چاہتی ہیں؟''

ماما نے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ''کیونکہ وہ صرف علی نہیں ہیں۔''

انہوں نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا مطلب...؟''

''میں کیا بتاؤں؟ مجھ سے بڑی بھول ہوگئی۔ انہوں نے علی کہا تو میں نے اسی مختصر سے

نام پر اکتفا کیا۔ ان کا پورا نام نہیں پوچھا۔''

انہوں نے دونوں محافظوں کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں ان کا پورا نام معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ وہ پاکستان میں کہاں رہتے ہیں؟ کس فیملی سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں ان سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز۔ ابھی جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ۔''

ماسٹر فو نے پلٹ کر گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''حمزہ! تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

اس نے گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر بنگلے سے نکل کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ حمزہ نے ماما سے پوچھا۔ ''آپ اس کے معاملے میں اس قدر بے چین کیوں ہورہی ہیں؟''

وہ پریشان سی ہوکر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔ ''کیا بتاؤں' جب وقت گزر جاتا ہے' تب ایسی باتیں سمجھ آتی ہیں جو الجھا دیتی ہیں۔ شاید ملاقات کے پہلے لمحے سے کوئی میرے اندر کچھ کہہ رہا تھا جسے میں سمجھ نہیں پارہی تھی اور اب جبکہ کسی قدر سمجھ میں آرہا ہے تو میں مزید بہت کچھ سمجھنا چاہتی ہوں۔ اس لئے ان کو واپس بلا رہی ہوں۔ ماسٹر فو کو ان کا ایڈریس معلوم ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ ہوٹل میٹروپولیٹن میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ زندگی میں کوئی چھوٹی سی بات یا معمولی سا واقعہ پیش آتا ہے اور آکر گزر جاتا ہے۔ لیکن پھر بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی معمولی نہیں تھا۔ ماما کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ کسی اجنبی سے ملاقات ایک غیر اہم سی بات تھی۔ لیکن اب سمجھ میں آرہا تھا کہ مقدر نے انہیں یونہی چلتے پھرتے ان کی زندگی کی سب سے اہم ہستی سے ملا دیا تھا۔ پاپا کا سراغ ملنے والا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔

اُدھر ماسٹر فو ان کے پیچھے گیا تھا۔ ادھر ماما فوراً ہی ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ نانا جان کے نمبر پنچ کرکے ریسیور کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی شفقت سے انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ ''میری بیٹی آج مجھے بے وقت یاد کررہی ہے۔ کیا بات ہے؟''

ماما نے انہیں سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''میں کچھ الجھی ہوئی ہوں۔''

''میری بیٹی کی کیا الجھن ہے؟''

''ایک اجنبی مسلمان کو افطار کی دعوت دی تھی۔ یہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ ان کے لئے

اپنائیت سی کیوں پیدا ہو رہی ہے؟"

پھر وہ نانا جان کو اپنے اندر کے محسوسات بتانے لگیں۔ انہوں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "بے شک۔ تمہیں اس کا پورا نام پوچھنا چاہئے تھا۔ ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔ ماسٹر فو اسے واپس لے آئے گا۔"

وہ اور کر بھی کیا سکتی تھیں؟ ماسٹر فو کے ساتھ ان کی واپسی کا انتظار ہی کرنا تھا۔ عجیب سی بے چینی تھی۔ آنے والے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ مگر وہ جانے کے بعد بھی ان کے ذہن پر دستک دے رہے تھے۔ کیونکہ آگہی کا دروازہ کھلتے ہوئے بھی کھل نہیں پایا تھا۔

انہوں نے پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نانا جان سے کہا۔ "پتہ نہیں' میرا ذہن اپنے مجازی خدا کی طرف کیوں جا رہا ہے؟ میں نے علی سے ملاقات کی' ان سے باتیں کیں۔ ان کا لب ولہجہ بالکل وجی کے پاپا جیسا ہے۔ مگر وہ خود ان جیسے نہیں ہیں۔ پھر بھی وہ مجھے قربان علی ہی لگ رہے ہیں۔"

نانا جان سوچ میں پڑ گئے۔ ماما نے کہا۔ "یہ رشتہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ زخم کھا کر بھی زخم دینے والے سے مرہم کا طلب گار ہوتا ہے۔ جس شخص نے مجھے پچھلے بیس برسوں سے ذہنی صدمات پہنچائے۔ بدنامی کے خاروں میں گھسیٹا۔ مجھے دنیا والوں کے سامنے رسوا کر کے دشمنی کی انتہا کر دی۔ میرے ایک بچے کو گالی بنا دیا اور دوسرے کو اپنے سائے میں رکھ کر مجرم بنایا۔ اگر یہ وہی تھے تو ایسی سنگین دشمنی کرنے کے بعد وہ آج مجھے معصوم اور شکستہ سے کیوں لگ رہے تھے؟"

"اگر تمہیں یقین ہے' وہ قربان علی ہی تھا تو ممکن ہے' اللہ نے اسے عقل دے دی ہو اور وہ اپنے کئے پر پچھتا رہا ہو۔"

"گناہوں پر ندامت ہو اور غلطیوں کا احساس ہو جائے تو ان کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ وہ تو ایک جھونکے کی طرح آ کر گزر گئے ہیں۔"

"ہم یونہی اسے گزرنے نہیں دیں گے۔ بیس برس بہت ہوتے ہیں۔ وہ اچھی خاصی آنکھ مچولی کھیل چکا ہے۔ مجھے اطمینان ہے' ماسٹر فو اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ تم دیکھو گی وہ اسے تمہارے قدموں میں لا کر ہی دم لے گا۔"

ماما نے جلدی سے کہا۔ "لیکن میں انہیں قدموں میں گرانا نہیں چاہتی۔"

انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم تو اس سے انتقام لینا چاہتی تھیں؟"

"وہ میرے بچوں کو اپنا نام دے دیں' انہیں صحیح اور مستند شناخت دے دیں۔ دنیا والوں

کے سامنے کھل کر انہیں جائز کہہ دیں۔ میرے لئے یہ بات انتقام لینے سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔"

وہ بولے۔ "نیک نامی کے راستے ہموار ہو رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔ میرا نواسہ آئندہ مستند ولدیت کے ساتھ زندگی گزارے گا۔"

"آپ صرف ایک کی بات کیوں کر رہے ہیں؟ میرا وکی بھی لوٹ کر آنے والا ہے۔"

نانا جان کے دل پر ایک گھونسا سا پڑا۔ انہوں نے بڑی حسرت سے سوچا۔ "آہ وکی...! میں تمہاری ماں کو کیسے سمجھاؤں کہ اب تم کبھی لوٹ کر آنے والے نہیں ہو؟"

ایسے وقت حمزہ کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ ماما نے چونک کر پوچھا۔ "کس کا فون ہے؟"

وہ اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ "ماسٹر فو ہے....."

ماما نے بے چین ہو کر نانا جان سے کہا۔ "ماسٹر فو کا فون آیا ہے۔ میں تمام حالات جاننے کے بعد آپ کو کال کروں گی۔"

انہوں نے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کر دیا۔ ادھر حمزہ فون پر پوچھ رہا تھا۔ "ہاں بولو.... کیا خبر ہے؟"

دوسری طرف سے ماسٹر فو نے کہا۔ "میں اس وقت مطلوبہ ہوٹل میں پہنچا ہوا ہوں اور یہاں آ کر معلوم ہو رہا ہے' ہمیں غلط انفارمیشن دی گئی ہے۔ اس نے اپنا روم نمبر ایک سو دس بتایا تھا۔ جبکہ یہاں اس کمرے میں ایک نوبیاہتا جوڑا ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے رجسٹر چیک کروایا ہے۔ اس میں علی کے نام سے کوئی اندراج نہیں ہے۔"

پاپا نے ہوشیاری دکھائی تھی۔ اگرچہ یہ یقین تھا کہ ماما انہیں پہچان نہیں پائیں گی پھر بھی وہ محتاط رہتے ہوئے اپنے بارے میں غلط انفارمیشن دے کر چلے گئے تھے۔ امیر حمزہ نے مایوسی سے کہا۔ "اس کا مطلب وہ مہمان ہمیں دھوکا دے کر گیا ہے۔"

ماما نے بے چین ہو کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مجھے بھی تو بتاؤ؟"

وہ انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کرنے لگا۔ ادھر سے ماسٹر فو نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا کہ وہ آس پاس کے ہوٹلوں میں معلومات حاصل کرنے جا رہا ہے۔ ماما کو یہ سن کر شدید مایوسی ہوئی تھی کہ پاپا اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں' فریب دے رہے ہیں اور ایسی تکلیف دہ آنکھ مچولی کھیلنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ شاید وہ اس کھیل کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے اتنے قریب آنے کے بعد بھی انہیں بھٹکا رہے ہیں۔ ایسی صورتحال سننے کے بعد یقین ہو گیا

تھا کہ وہی میرے پاپا ہیں۔

وہ مایوس ہوکر ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ پھر ریسیور اٹھا کر نانا جان کے نمبر پنچ کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ ہوگیا۔ نانا جان سمجھ رہے تھے کہ پاپا' ماسٹر فو کی گرفت میں آچکے ہیں۔ لیکن پھر یہ سن کر جھنجھلاہٹ ہوئی کہ وہ اب بھی ہم سب کو بھٹکا رہے ہیں۔

وہ بولے۔ ''کتے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ قربان علی بیس برس گزر جانے کے باوجود آج بھی ٹیڑھا ہے۔ مگر تم خدا پر بھروسہ رکھو۔ اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت چھپی ہوتی ہے۔ یہ جو دیر ہورہی ہے' یقیناً اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔''

انہوں نے ماما کو پیار سے سمجھا بجھا کر تسلیاں دے کر رابطہ ختم کردیا۔ وہ بے دلی سے ریسیور رکھ کر سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ اپنے موجودہ حالات پر غور کرنے لگیں۔ ان لمحات میں وہ شدید کرب سے گزر رہی تھیں۔ دل ہی دل میں کہنے لگیں۔ ''یا خدا! اس دنیا میں کسی سے اپنے حقوق حاصل کرنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟ تُو بن مانگے بہت کچھ دے دیتا ہے اور تیری یہ خلقت کتنی ظالم ہے؟ مانگنے' رونے اور گڑگڑانے سے بھی کچھ نہیں دیتی۔''

اس وقت ایک بیوی' ایک ماں کی کیا خواہش تھی...؟

وہ اپنے لئے نیک نامی اور اپنی اولاد کے لئے جائز اور مستند ولدیت کا سرٹیفکیٹ چاہتی تھی۔ لیکن پاپا انہیں دوڑا رہے تھے۔ جائز حقوق دینے کے سلسلے میں ہلکان کررہے تھے۔

انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں میز پر رکھی ہوئی طشتری کی طرف دیکھا۔ اس میں تسبیح کے جو دانے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں تین دانے کم تھے۔ اس وقت ماما کے حالات بھی اس ٹوٹی ہوئی تسبیح کی طرح تھے۔ وہ اپنے سگے رشتوں سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ وہاں تین دانے کم تھے اور ان کی زندگی سے تین گہرے رشتے بچھڑ گئے تھے۔ میں' وکی اور پاپا ہم تینوں مل کر ان کی ٹوٹی پھوٹی زندگی کو پھر سے جوڑ سکتے تھے۔

مگر یہ سب اتنا آسان نہ تھا۔ فی الحال میں اپنے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ میری اور نانا جان کی دانست میں وکی کی واپسی ممکن نہیں تھی اور پاپا..... ان کے معاملات تو ہماری سمجھ سے باہر ہورہے تھے۔ پتہ نہیں' وہ کب تک دوسروں کی جنگ لڑنے کے لئے ماما کو ذہنی طور پر ٹارچر کرنے والے تھے؟



میرے پاپا اپنی عارضی رہائش گاہ میں آگئے تھے۔ ایک طویل مدت کے بعد ماما کو پاکر مسرتوں سے بے حال ہورہے تھے اور پاتے ہوئے بھی نہ پاکر نڈھال سے ہورہے تھے۔

آدھی رات ہونے کو تھی۔ نیند آنے والی نہیں تھی۔ وہ تمام لائٹس آف کرکے ایک صوفے میں دھنس گئے تھے۔ مرادوں کی اُجلی نگری سے ہوکر نامرادی کے اندھیروں میں ڈوب رہے تھے۔ زندگی کے عجیب موڑ پر تھے۔ ماما نامحرم نہیں تھیں۔ مگر وہ محروم ہو رہے تھے۔

یہ کیسی مجبوری تھی کہ وہ ماما سے اور مجھ سے چھپ رہے تھے؟ اتفاق سے سامنا ہونے کے باوجود اجنبی بن کر کترا گئے تھے۔ ماما کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان سے باتیں کرنے کے بعد اب دوری برداشت نہیں ہورہی تھی۔

دوریاں اور مجبوریاں ایسے وقت پیش آتی ہیں' جب رکاوٹیں حائل ہوتی رہتی ہیں۔ اگر رکاوٹیں معمولی اور کمزور ہوتیں تو وہ انہیں بہت پہلے ہی توڑ چکے ہوتے۔ معاملات بہت ہی سنگین تھے۔ وہ ایسی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے' جہاں سے نکل کر بیوی اور اپنی اولاد کے پاس نہیں آسکتے تھے۔

وہ اپنی مجبوری اور بے بسی کے متعلق سوچتے ہوئے بائیس برس پیچھے جانے لگے۔ نانا جان' زرینہ پھوپھی' پھوپھا راجہ تسلیم نواز' رخشی اور بگ باس ماضی کی تاریکیوں مین دکھائی دینے لگے۔ ان میں سب سے اہم اور دل موہ لینے والی ہستی ماما کی تھی۔ ان دنوں پاپا سے ان کی نسبت طے ہورہی تھی۔

ان ہی دنوں میرے نانا جان نے اعلان کیا کہ وہ رخشی کو طلاق دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ فریبی اور بدکار ہے۔ اس نے جس بیٹے کو جنم دیا ہے' وہ ان کا لہو نہیں ہے۔ نانا جان نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔

رخشی نے ان سے کہا۔ ''آپ کا یہ جھوٹا الزام عدالت میں سچ ثابت نہیں ہوسکے گا۔ قانوناً ماں کی زبان پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ وہ جس کی طرف انگلی اٹھا کر کہتی ہے کہ بچے کا باپ وہ ہے تو عدالت اسی کو باپ تسلیم کرتی ہے۔''

نانا جان نے رخشی کو ایک ویڈیو فلم اور کئی ساکت تصویریں دکھائیں۔ ان کے ذریعہ اس کے بیٹے کی ولدیت مشکوک ہورہی تھی۔ اس ویڈیو فلم کے پیشِ نظر وہ قسمیں کھا کر بھی یقین نہیں دلاسکتی تھی کہ اس نے میرے نانا جان کی اولاد کو جنم دیا ہے۔ سب یہی کہتے کہ وہ بچہ ملاوٹ کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

وہ مقدمہ ہار سکتی تھی۔ اس لئے عدالت تک نہ گئی۔ رخشی کا گناہ گار عاشق بگ باس تھا۔ وہ اپنی محبوبہ کی بدنامی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''رخشی میری جان! ڈنمارک' سویڈن'

ناروے اور جرمنی جیسے کسی بھی ملک میں چلی آؤ۔ یہاں کوئی بچے کے باپ کا نام نہیں پوچھتا۔ ولدیت کے خانے ماں کا نام لکھا جاتا ہے۔ یہاں تمہارے پاس شاندار بنگلا' کاریں' بینک بیلنس اور بہت کچھ ہوگا۔"

رخشی نے کہا۔"میں بہت ہی اعلیٰ اور شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے کزنز اور کئی بزرگ فوج اور حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ میری بدنامی سے ان سب کے سر جھک جائیں گے۔ ہمارے دین میں اور معاشرے میں ولدیت کے حوالے سے شناخت سب سے اہم ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو بچہ ناجائز کہلاتا ہے اور ماں پر بدنامی کی مہر لگ جاتی ہے۔"

وہ بگ باس کے آگے روتے ہوئے اور دہائی دیتے ہوئے بولی۔"صرف مجھے نہیں' میرے پورے خاندان کو کسی بھی طرح بدنامی سے بچاؤ۔ میں فری سیکس والے کسی بھی ملک میں منہ چھپا کر رہوں گی تو میرے تمام بزرگوں کے سر جھک جائیں گے۔ میں ان کے منہ پر بدنامی کی کالک مَل کر نہیں جانا چاہتی۔"

بگ باس نے وعدہ کیا کہ میرے نانا جان کو طلاق دینے سے روکے گا۔ پھر اس نے انڈر ورلڈ کے ایک پراسرار سربراہ کی حیثیت سے انہیں سمجھایا کہ رخشی بدکار نہیں ہے۔ اس بے چاری کی زندگی برباد کرنے کے لئے کسی نے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ وہ ویڈیو فلم اور تصویریں بنائی ہیں۔

بائیس برس پہلے ترقی یافتہ ممالک کے صرف اہم شعبوں میں کمپیوٹر کا وجود تھا۔ آج کی طرح ٹیکنالوجی اس قدر ایڈوانس نہیں تھی۔ رخشی کو بدنام کرنے کے لئے ایسی بازی گری دکھائی نہیں جاسکتی تھی جیسی کہ اس ویڈیو فلم اور تصاویر میں دکھائی گئی تھی۔

نانا جان نے بگ باس سے کہا۔"تم کچھ بھی کہہ لو' رخشی کا کردار مشکوک ہوگیا ہے۔ وہ جس عدالت میں بھی جائے گی۔ وہاں اس کے بچے میں ملاوٹ تسلیم کی جائے گی۔"

وہ بولا۔" کچھ بھی ہو' میں تمہیں شرافت سے سمجھا رہا ہوں۔ وہ بچہ تمہارا ہے۔ اسے باپ کا نام دو۔ رخشی کو طلاق دینے کا خیال دماغ سے نکال دو۔ ورنہ....."

نانا جان نے طنزیہ انداز میں کہا۔"ورنہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ مجھے مرعوب کرنے کے لئے یہ بتا چکے ہو کہ انڈر ورلڈ کے سربراہوں میں سے ایک ہو۔ تم میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ میرے سامنے آسکو۔ یا اپنا نام ہی بتا سکو۔"

"جب سامنے آؤں گا تو مجھے دیکھ نہیں سکو گے۔ تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو

چکی ہوں گی۔"

"آخر تم کب تک مجھ سے چھپ سکو گے؟ یقیناً میں نے ویڈیو فلم میں تمہیں ہی رخشی کے ساتھ دیکھا ہے۔ تمہاری خیریت اور سلامتی اسی میں ہے کہ مجھ سے چھپتے رہو۔ دور ہی دور سے گیدڑ بھبکیاں دیتے رہو۔"

"میں آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ تمہاری صرف ایک ہی بیٹی ہے۔ تمہارا نام لیوا' تمہاری جائیداد کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اُس بچے کو باپ کا نام دے دو۔ ورنہ اپنی بیٹی سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔"

میرے پاپا دور کے رشتے سے رخشی کے کزن تھے۔ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ پاپا سے بولی۔"تمہارا ہونے والا سسر مجھے بدکار کہہ رہا ہے۔ تمہارا فرض ہے' اپنے خاندان کو اور مجھ کو بدنامی سے بچاؤ۔ اسے طلاق دینے سے باز رکھو۔"

پاپا نے نانا جان سے درخواست کی۔ ان سے کہا۔"میں آپ کا ہونے والا داماد ہوں۔ پلیز۔ میرا خیال کریں۔ رخشی کو طلاق نہ دیں۔ میرے خاندان والوں کا سر نہ جھکائیں۔"

نانا جان نے پوچھا۔"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ بچہ میرا بیٹا بن کر آئندہ میری ناجائز نسلیں پیدا کرتا رہے؟"

پاپا کوئی جواب نہ دے سکے۔ کوئی بھی دودھ پینے کے لئے آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلتا۔ نانا جان نے رخشی کو طلاق دے دی۔ تب رخشی اور بگ باس آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑے۔ بگ باس نے اپنی چہیتی داشتہ کو تھپکتے ہوئے کہا۔"صبر کرو۔ میں چوبیس گھنٹوں کے اندر اس کی بیٹی سعدیہ کو قتل کرادوں گا۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔"سعدیہ کے مرنے سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟ زیادہ سے زیادہ علیم اولاد سے محروم ہوجائے گا۔ مگر مجھ پر لگایا ہوا بدکاری کا داغ کبھی نہیں دھلے گا۔ میں ایسا انتقام لینا چاہتی ہوں کہ علیم بھی ساری زندگی میری طرح انگاروں پر لوٹتا رہے۔"

"تم جس طرح چاہوگی' میں اسی طرح انتقام لوں گا۔ بولو...! کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔"میں چاہتی ہوں' سعدیہ کو اغوا کراؤ۔ اسے بدمعاشوں کے حوالے کرو۔ جب وہ ماں بن جائے تو ناجائز بچے کے ساتھ اسے علیم کے پاس بھیج دو۔ میں اس کا جھکا ہوا سر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس نے میرے بیٹے کو ناجائز کہا ہے۔ دیکھوں گی کہ وہ اپنے نواسے یا نواسی کو ناجائز کہے گا یا نہیں؟"

وہ متاثر ہونے کے انداز میں بولا۔ ”واقعی عورت انتقام لینے پر آئے تو مرد منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ تمہاری یہ خواہش بہت جلد پوری ہوگی۔“

عورت پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے۔ اس روز رخشی کی ملاقات میرے پاپا سے ہوئی تو اس نے پوچھا۔ ”قربان! اگر سعدیہ کنواری ماں بن جائے تو اس سے شادی کرو گے؟“

پاپا نے کہا۔ ”سب ہی جانتے ہیں‘ سعدیہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ آج تک کسی نامحرم نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔ جتنے قریبی کزنز ہیں‘ وہ ان سے بھی پردہ کرتی ہے۔ پلیز۔ اس کے متعلق ایسی بات نہ کہو۔“

”میں کیا کہوں گی؟ آنے والا وقت ڈنکے کی چوٹ پر میری اس بات کو سچ کر دکھائے گا۔“

پاپا نے اس کے چیلنج کو اہمیت نہیں دی۔ یہی سمجھا کہ رخشی حاسد ہے‘ عداوت سے ایسا کہہ رہی ہے۔ آٹھ ماہ بعد ماما اور پاپا کا نکاح پڑھایا گیا۔ رخصتی بعد میں ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی پاپا کے ساتھ ایک حادثہ پیش آگیا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گئے تھے۔ وہاں سے لاپتہ ہو گئے۔ اس حادثے کا پس منظر یہ تھا کہ انہیں اغوا کر کے قیدی بنا لیا گیا تھا۔

ادھر ماما اچانک بیمار ہو کر ہوسپٹل پہنچ گئی تھیں۔ جہاں پاپا کو قید کیا گیا تھا۔ وہاں رخشی نے آکر کہا۔ ”تمہارے ہونے والے سسر نے سیدھی انگلی سے گھی نکلنے نہیں دیا۔ اس لئے ہمیں یہ ٹیڑھا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سعدیہ ہوسپٹل میں بیمار پڑی ہے۔ علیم سمجھ رہا ہے‘ وہ صحت یاب ہو کر گھر آئے گی۔ میں تمہیں بتا دوں کہ وہ ہوسپٹل سے ایک بچے کی ماں بن کر باپ کے گھر جائے گی۔“

پاپا نے کہا۔ ”بکواس نہ کرو۔ میری سعدیہ کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ علیم انکل اس کی حفاظت کریں گے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”علیم اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر پریشان ہے۔ وہ بے چاری سکتے میں ہے۔ اس کے سننے اور بولنے کی حس ختم ہو چکی ہے۔ علیم انتظار ہی کرتا رہے گا کہ وہ صحت یاب ہوگی تو اسے گھر لے جائے گا۔ مگر مہینوں اس کی نوبت نہیں آئے گی اور ہم اس دوران بہت کچھ کر چکے ہوں گے۔“

رخشی نے دوسرے دن پاپا کو ایک ویڈیو فلم دکھائی۔ انہوں نے اسکرین پر پہلی بار ماما کو دیکھا۔ وہ ہسپتال میں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے پاس دو گن مین آئے

تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ ”ہم کسی روک ٹوک کے بغیر یہاں آسکتے ہیں۔ یہ ہوسپٹل ہمارے باس کے سرمائے سے چل رہا ہے۔ اس کے حکم سے تمہاری ہونے والی دلہن کو ایسی دوائیں دی گئی ہیں‘ جن کے نتیجے میں یہ گونگی اور بہری ہو گئی ہے۔ جب یہاں سے جائے گی تو اس کا حافظہ کمزور ہو چکا ہوگا۔ یہ ایک طویل مدت تک ذہنی مریضہ بن کر رہے گی۔“

دوسرے گن مین نے کہا۔ ”اسے دواؤں کے ذریعہ ہلاک کیا جا سکتا ہے اور ابھی ہم گولی بھی مار سکتے ہیں۔ مسٹر قربان علی واسطی! تم اسے زندہ سلامت دیکھنے کے لئے کیا کر سکتے ہو؟“

پاپا نے تڑپ کر کہا۔ ”میں سعدیہ کی سلامتی کے لئے تاوان ادا کروں گا۔ جو مطالبات کئے جائیں گے‘ انہیں پورا کروں گا۔“

رخشی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ابھی نہ بولو۔ پہلے اسکرین پر ان کی باتیں سنو۔“

اس نے پلے کا بٹن دبایا تو اسکرین پر نظر آنے والے متحرک ہو گئے۔ ایک گن مین نے کہا۔ ”جانتے ہو‘ اسے سکتے کی حالت میں کیوں رکھا گیا ہے؟“

پاپا بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے۔ وہ بول رہا تھا۔ ”ہم اس پر جبر کریں گے‘ اس کی آبرو کی دھجیاں اڑائیں گے تو یہ اپنی جگہ سے نہ تو ہل سکے گی‘ نہ ہی شور مچا سکے گی۔“

اس بات پر دونوں ہنسنے لگے۔ پاپا نے رخشی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ”یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں روکو۔ تم ایسی شیطانی حرکتیں کیوں کروا رہی ہو؟“

وہ بولی۔ ”ابھی ایسا کچھ نہیں کروایا ہے۔ فی الحال یہ صرف دھمکی ہے۔ آج رات دھماکا بھی بن سکتی ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کی عزت آبرو سلامت رہ سکے گی۔“

”میں تو چاہتا ہوں۔ اپنی جان دے کر بھی یہی چاہوں گا۔ بتاؤ‘ تم کیا چاہتی ہو؟“

”میں علیم کو مجبور کر کے اپنے بیٹے کو اس کا وارث بنانا چاہتی ہوں اور اپنی طرح سعدیہ کی رسوائی چاہتی ہوں۔ میں اسے کنواری ماں ضرور بناؤں گی۔“

”بکواس مت کرو۔ ایسا ہونے سے پہلے میں تمہیں مار ڈالوں گا۔“

”میں تو بدنام ہو کر آدھی مر چکی ہوں۔ آدھی کو تم مار ڈالو۔ لیکن میرے یار کو کیسے مارو گے؟ اپنی سعدیہ کو اس سے کیسے بچاؤ گے؟“

پاپا بے بسی سے اس کا منہ تکنے لگے۔ انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا‘ میں کیا کروں؟ تمہارے آگے کس طرح اپنا سر پھوڑوں؟ تم میری جان لے لو۔ مگر خدا کے لئے اس معصوم سے دشمنی نہ کرو۔“

وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔ ''سعدیہ کنواری ماں ضرور بنے گی۔ مگر اس طرح کہ تمہیں شرم نہیں آئے گی۔ تم فخر کرو گے۔ لیکن علیم شرم سے مر جائے گا۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ میں اپنی سعدیہ کی تباہی پر کیوں فخر کروں گا؟''

''اس لئے کرو گے کہ وہ تمہارے بچے کی ماں بنے گی۔''

پاپا نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا....؟ وہ میرے بچے کی ماں...؟ مگر کیسے...؟''

''تم ہوسپٹل جاتے رہو گے اور اس سے ازدواجی تعلق قائم کرتے رہو گے۔''

''تم ایسا بے ہودہ تماشہ کیوں کرنا چاہتی ہو؟''

''بے ہودہ نہ کہو۔ وہ تمہاری منکوحہ ہے۔ تم کوئی گناہ نہیں کرو گے۔ گناہ تو بد معاشوں کے ذریعہ ہوتا۔ میں تم پر مہربانی کر رہی ہوں۔ مجھ جیسی دشمن عورت سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی ہونے والی دلہن کو آئندہ شرمندگی سے بچالو۔''

''پلیز۔ مجھے سمجھاؤ' تم ایسی حرکتوں سے کیا حاصل کرنا چاہتی ہو؟''

''کہہ تو چکی ہوں' مجھے علیم کا سر جھکانا ہے۔ اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کی بیٹی نے ایک جائز اولاد کو جنم دیا ہے۔ وہ جائز ہوتے ہوئے بھی علیم کی اور دنیا والوں کی نظروں میں ناجائز کہلاتی رہے گی۔ ولدیت کے حوالے سے اس کی صحیح شناخت کبھی نہیں ہو سکے گی۔''

پھر وہ فاتحانہ انداز میں بولی۔ ''اگر علیم کبھی اپنے ناجائز نواسے یا نواسی کو جائیداد کا وارث بنائے گا' تب... تب میں دعویٰ کروں گی کہ اپنے ناجائز بیٹے کو بھی وارث بناؤ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بیوی گناہ گار ہو تو اسے طلاق دے دی جائے۔ بیٹی گناہ گار ہو تو اس کی اولاد سمیت اسے گلے لگا کر رکھا جائے؟''

پاپا نے اس وقت نانا جان کے معاملات کو اہمیت نہیں دی۔ وہ ہر حال میں ماما کی حیا اور پاکیزگی کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا' جب ماما کی طبیعت سنبھل جائے گی۔ وہ ہوسپٹل سے آنے کے بعد ان کی دلہن بن جائیں گی تو وہ انہیں اور نانا جان کو ساری حقیقت بتا دیں گے۔ پھر رخشی جو تماشہ کر رہی ہے' وہ محض ایک بچگانہ کھیل بن کر رہ جائے گا۔

وہ بگ باس کے ہاتھوں میں کھیلنے والی عورت نادان نہیں تھی۔ پاپا کی سوچ سے بہت آگے بہت دور تک منصوبے بنا چکی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم اچھی طرح جانتے ہو' ساحرہ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ اس نے تمہاری خاطر اچھے اچھے رشتوں کو ٹھکرا دیا۔ مگر تم نے اس کی قدر نہیں کی۔ اسے نظر انداز کر کے سعدیہ سے نکاح پڑھوالیا۔''

ساحرہ رخشی کی چھوٹی بہن تھی۔ دونوں بہنوں کی اس طرح توہین ہو رہی تھی کہ نانا جان

نے رخشی کو طلاق دی تھی اور پاپا نے ساحرہ کو ٹھکرا کر ماما کو قبول کیا تھا۔ اس کے باوجود رخشی پاپا کو ماما سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے رہی تھی۔

صاف ظاہر تھا' وہ انتقاماً ایسا کر رہی ہے۔ اس نے پاپا سے کہا۔ ''تم ایک شرط پر سعدیہ کی آبرو کے محافظ بن کر رہو گے اور شرط یہ ہے کہ ساحرہ کو بھی اپنی شریکِ حیات بناؤ گے۔ میں اپنی بہن کی خوشیاں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

وہ پاپا اور ماما پر اسی مقصد کے لئے مہربانی کر رہی تھی اور پاپا ہر قیمت پر ماما کو گناہوں کے سائے سے بچا کر اپنے سائے میں رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے شرط مان لی۔ رخشی کے حکم کے مطابق نانا جان کی لاعلمی میں ساحرہ سے نکاح پڑھوالیا۔

ساحرہ کو شریکِ حیات بنانے کے بعد ہی پاپا کو گن پوائنٹ پر ہسپتال جا کر ماما سے ملتے رہنے کی اجازت دی گئی اور یہ دھمکی دی گئی کہ وہ فرار ہونا چاہیں گے یا پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کرنا چاہیں گے تو ہسپتال میں ماما کو زندہ نہیں پائیں گے۔

انہیں ہر طرف سے جکڑنے کی پلاننگ پر عمل کیا جا رہا تھا۔ دنیا والوں سے ان کا رابطہ ختم کر دیا گیا تھا۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ مر چکے ہیں۔ وہ بہت مجبور اور بے یار و مددگار تھے۔ اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ رخشی کی شرائط مان کر ماما کے لئے بہت کچھ کر رہے تھے۔

رخشی نے بگ باس سے کہا۔ ''قربان نے مجبور ہو کر میری بہن سے شادی کی ہے۔ وہ اپنی تمام محبتیں سعدیہ پر نچھاور کرتا رہے گا۔ ساحرہ کو محض رسمی طور پر محبت کی بھیک دیا کرے گا۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔''

بگ باس نے پوچھا۔ ''تم کیا کرو گی؟''

''میں اسے سعدیہ سے دور کر دوں گی۔ وہ ساحرہ کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

''تم اسے کیسے مجبور کرو گی؟''

اس نے کہا۔ ''اگر سعدیہ ماں بنے گی تو آگے پیچھے کچھ عرصے میں ساحرہ بھی اس کے بچے کی ماں بن جائے گی۔ ہم سعدیہ سے ہونے والی اولاد کو ساحرہ کے پاس اور ساحرہ سے ہونے والے بچے کو سعدیہ کے پاس پہنچا دیں گے۔''

بگ باس نے کہا۔ ''میں سمجھا نہیں... اس طرح تم کیا حاصل کرو گی؟''

''قربان کے لئے سعدیہ کے بچے میں زیادہ کشش ہوگی۔ بچہ ساحرہ کے پاس رہے گا تو

باپ بھی ساحرہ کے ساتھ دن رات رہنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اُدھر سعدیہ بھی یہی چاہے گی کہ اس کے بچے کو تحفظ دینے اور اس کی نگرانی کرتے رہنے کے لئے قربان ساحرہ کے پاس ہی رہا کرے۔"

باس نے کہا۔ "یہ عورتوں والی چالیں ہیں۔ ساحرہ اس کے بچے کی ماں بنے یا نہ بنے۔ میں سعدیہ کے بچے کو ساحرہ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ دونوں بہت کچھ سوچ رہے تھے۔ آئندہ بہت کچھ کرنے والے تھے۔ ایک ماہ بعد لیڈی ڈاکٹر نے رخشی کو بتایا کہ ماما امید سے ہیں۔ یہ بات میرے نانا جان سے چھپائی گئی۔ انہیں معلوم ہوتا تو وہ بدنامی اور ذلت سے بچنے کے لئے شاید حمل ضائع کروا دیتے۔

انہیں چار ماہ بعد معلوم ہوا۔ اس مرحلے پر کوئی ڈاکٹر اسقاطِ حمل کی اجازت نہیں دیتا۔ نانا جان مارے شرم کے رو پڑے۔ رخشی نے ہوسپٹل میں آکر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے رُلایا تھا۔ میں پرائی تھی۔ بیوی بن کر آئی تھی۔ مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب بیٹی کو ٹھکرا دیا ساری زندگی روتے رہو اور منہ چھپاتے رہو۔"

ایسی ذلت اٹھانے کے بعد نانا جان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اگر وہ ماما کی حفاظت کے لئے سخت سکیورٹی کے انتظامات رکھتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ انہوں نے بعد میں ایسے انتظامات کئے۔ مگر پانی تو سر سے گزر چکا تھا۔

اس دوران الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ نے بتایا کہ ماما دو بچوں کو جنم دینے والی ہیں۔ بگ باس نے رخشی سے کہا۔ "پتہ نہیں، تمہاری بہن کب اس کے بچے کی ماں بنے گی؟ ویسے تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔ سعدیہ سے ہونے والے ایک بچے کو ساحرہ کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

پھر انہوں نے یہی کیا۔ جب میں نے اور وکی نے جنم لیا تو بے چارے وکی کو ماما سے جدا کر دیا گیا۔ ساحرہ اسے لے کر اس خفیہ رہائش گاہ میں آ گئی، جہاں پاپا کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

یوں ہم دونوں بھائیوں میں سے وکی کو باپ کی قربت ملی اور میں نانا جان کی سرپرستی میں آ گیا۔ ماما ذہنی مریضہ تھیں۔ یہ نہیں جانتی تھیں کہ انہوں نے کن حالات سے گزر کر دو بچوں کو جنم دیا ہے؟ انہیں مینٹل ہوسپٹل میں رکھا گیا تھا۔

وکی بدنصیب تھا۔ سوتیلی ماں اسے ہاتھ نہیں لگاتی تھی۔ پاپا اسے فیڈر سے دودھ پلاتے تھے۔ دن رات اسے سنبھالتے تھے۔ ایک ماں کی طرح اس کا خیال رکھتے تھے۔ چند ماہ بعد

ساحرہ نے خوش ہو کر بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

بگ باس نے رخشی سے کہا۔ "قربان یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہے کہ ساحرہ اس کے بیٹے کو کبھی ماں کا پیار نہیں دے گی۔ وہ کسی دن بیٹے کو لے کر وہاں سے فرار ہو سکتا ہے۔ اُدھر علیم شیرازی نے اپنے ننھے نواسے کے لئے بڑے زبردست سکیورٹی کے انتظامات کئے ہیں۔ ہم اس بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ البتہ وکی کو چھین کر اسے ایک باپ کی کمزوری بنا سکیں گے۔"

رخشی نے کہا۔ "ہاں۔ کسی بھی طرح قربان کو اپنے شکنجے میں رکھنا چاہئے۔ اس کے بیٹے کو چھین لیا جائے گا تو وہ اسے پانے کے لئے ہمارے آگے جھکتا رہے گا۔"

ان کی پلاننگ کامیاب رہی۔ ایک رات بگ باس کے آدمی پاپا کے پاس آئے۔ انہوں نے ننھے وکی کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا۔ "ہم چپ چاپ اسے لے جانا چاہتے ہیں۔ تم روکنا چاہو گے، شور مچاؤ گے تو اسے گولی مار کر چلے جائیں گے۔"

پاپا نے وکی کو سلامت رکھنے کی خاطر حالات سے سمجھوتہ کر لیا اور اسے ان کے حوالے کر دیا۔

بگ باس نے فون پر کہا۔ "قربان علی! تمہارا بیٹا اس وقت تک زندہ سلامت رہے گا، جب تک تم سعدیہ اور اپنے دوسرے بیٹے سے دور رہو گے۔ ہو سکتا ہے، کبھی وہ دوسرا بیٹا بھی ہمارے نشانے پر آ جائے۔ لہٰذا ہم جو چاہتے ہیں، وہی کرتے رہو۔ فی الحال ساحرہ کے ساتھ عیش و آرام سے رہو۔"

ایک بیوی اور دو بیٹوں کو ہار کر بھلا کون آرام سے رہ سکتا ہے؟ پاپا کانٹوں بھرے راستے پر چل رہے تھے۔ انہی دنوں ساحرہ نے ایک خوبصورت سی بیٹی کو جنم دیا۔ اس کا نام یٰنم واسطی رکھا گیا۔

بدنصیبی نے دو بیٹوں کو چھین لینے کے بعد دل بہلانے کے لئے ایک بیٹی دے دی۔ وہ حالات کے مارے تھے۔ اس بچی سے بہلنے لگے۔ وہ ایک رہائش گاہ میں نظر بند رہا کرتے تھے۔ مسلح افراد انہیں باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس چار دیواری میں صرف ساحرہ کے پاس ایک موبائل فون رہتا تھا جسے پاپا استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ رشتے داروں اور دنیا والوں کے لئے مر چکے تھے۔

پھر اس یقین کے ساتھ رفتہ رفتہ انہیں رہائی دی گئی کہ وہ رخشی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ وکی کو پہلے ہی ان کی کمزوری بنا دیا گیا تھا۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ

دشمن ماما کو پاگل خانے میں جانی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

جب نصیب بگڑتے ہیں تو پھر بگڑتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایک برس بعد ساحرہ کے دن پورے ہوگئے۔ وہ دوچار روز بیمار رہ کر چل بسی۔ رخشی نے یینم کو پاپا سے لے کر کہا۔ ''اگر تم مکمل طور پر رہائی اور آزادی چاہتے ہو تو بیٹی کو میرے پاس پرورش پانے دو۔ یہ میری چہیتی بہن کی نشانی ہے۔ اسے میں اپنے پاس رکھوں گی۔''

پاپا مکمل طور پر آزاد رہ کر اپنی دولت اور ذرائع سے بہت کچھ کرنا چاہتے تھے۔ لوہے کو کاٹنے کے لئے لوہا بن جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا۔ ''یینم کچھ عرصے تک رخشی کے پاس رہے گی۔ پھر وہ اچھی طرح قدم جمانے کے بعد اسے اپنی سرپرستی میں لے آئیں گے۔''

انہوں نے رخشی کے ارادوں کو نہیں سمجھا۔ اس نے بیٹی کو بھی باپ سے اسی طرح جدا کر دیا' جس طرح بیٹوں کو کیا تھا۔ یینم کو بھی بگ باس کے حوالے کر دیا گیا۔

اس کے بعد پاپا بیٹی سے ملنے کو ترس گئے۔ وہ کبھی ویڈیو فلم کے ذریعہ اسے دیکھتے تھے۔ انہوں نے کبھی اسے پالنے میں دیکھا' کبھی گھٹنوں کے بل رینگتے اور انگلی پکڑ کر قدم قدم آگے بڑھتے دیکھا۔

پاپا اسے ڈھونڈتے رہے۔ انہوں نے ہم دو بیٹوں کو بھی کسی کمزوری کے بغیر حاصل کرنے کے لئے جرائم کی دنیا میں قدم رکھا۔ اپنی دولت پانی کی طرح بہانے لگے۔ مگرمچھ جیسے مجرموں کو کچلنے کے لئے خود مگرمچھ بننے کی راہ پر چل پڑے۔

بیس برس بہت ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں وہ خطرناک تنظیموں سے اور بگ باس جیسے انڈر ورلڈ والوں سے نمٹ رہے تھے۔ وہ ان پر حاوی تو نہ ہوسکے۔ مگر اپنا بچاؤ کرتے ہوئے ہم سے متحد ہونے کی کوششیں کرتے رہے۔

ان کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ تھی کہ وکی بگ باس کی سرپرستی میں ایک بہت ہی چالباز مجرم بن چکا تھا۔ اکثر کئی معاملات میں پاپا سے ٹکرا جاتا تھا۔ انہیں بگ باس کے خلاف ناکام بنا دیتا تھا۔ کبھی خود ناکام ہو کر پاپا سے چھپتا پھرتا تھا۔

بگ باس نے صرف پاپا اور وکی کے درمیان ہی عداوت نہیں بڑھائی۔ اپنی چالبازی سے انہیں میری نظروں میں بھی دشمن بنا دیا۔ اس نے فون پر پاپا سے پوچھا۔ ''اپنی بیٹی یینم سے ملنا چاہو گے؟''

انہوں نے کہا۔ ''وہ ایک باپ کی اور بھائیوں کی غیرت ہے۔ ہمارے جذبات سے نہ

کھیلو۔ بتاؤ' میری بیٹی کہاں ہے؟''

''میرا ایک کام کرو گے تو اس کے عوض اپنی بیٹی سے مل سکو گے۔''

''کیا کام ہے؟''

''اپنے بیٹے وجی سے فون پر رابطہ کرو اور اس سے کہو! کہ علیم شیرازی اپنی دولت اور جائیداد کا ستر فی صد حصہ رخشی کے بیٹے سلطان ظفر کے نام لکھ دے۔ وجی اپنے نانا کو راضی کرے گا' سلطان کو اس کا حق مل جائے گا تو اس خوشی میں یینم کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔''

وہ فون کے ذریعہ میرے اور پاپا کی پہلی ملاقات تھی۔ انہوں نے بگ باس کی طرف سے مطالبہ پیش کیا۔ ہم دونوں بیٹوں کو پس پشت ڈال کر رخشی کے بیٹے سلطان ظفر کے لئے جائیدا کا ستر فی صد حصہ طلب کیا۔ ان حالات میں ہم نے یہی سمجھا کہ وہ باپ ہو کر ہم سے دشمنی کر رہے ہیں۔

وکی تو انہیں دشمن سمجھتا ہی تھا۔ میں بھی اُن سے بدظن ہوگیا۔ رخشی اور بگ باس نے ایسا چکر چلایا تھا کہ ہم باپ بیٹے ایک دوسرے سے قریب ہونے کے بجائے مخالفانہ انداز میں دور ہوتے رہے۔

بیٹیاں اور بہنیں خاندان کی عزت ہوتی ہیں۔ سنگین معاملات میں باپ اور بھائیوں کی غیرت کو للکارتی ہیں۔ مگر ہم یینم جیسی معصوم بیٹی اور اپنی پیاری بہن سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کس طرح کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے؟

نانا جان نے رخشی کے بیٹے کو ناجائز کہا تھا۔ غلط کو غلط ہی کہا تھا۔ مگر رخشی انتقاماً صحیح کو غلط ثابت کر رہی تھی۔ اپنے شیطانی ہتھکنڈوں سے ماما کی پارسائی کو داغدار بنا رہی تھی۔ ابھی تو وہ نانا جان سے انتقام لے رہی تھی۔ آئندہ پاپا کی بیٹی اور ہماری بہن کے کردار کو بھی شرمناک بنا کر پیش کر سکتی تھی۔

بیس برس بعد پاپا' ماما سے مل کر مسرتوں سے مالا مال بھی ہو رہے تھے اور شکست خوردہ اور نڈھال بھی ہو رہے تھے۔ وہ کھل کر نہ تو ماما کے سامنے آسکتے تھے' نہ ہی آزادی سے گھوم پھر سکتے تھے۔ وہ اپنا چہرہ صرف اپنوں سے ہی نہیں' دشمنوں سے بھی چھپائے رکھتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ ماما نے بیس برس پہلے سسکتے کی حالت میں پاپا کا جو چہرہ دیکھا تھا' وہ آج ان کے سامنے نہیں آیا تھا۔ وہ ایک بہروپئے بن کر اُن کے سامنے سے گزر گئے تھے۔

دوسری طرف سے دشمنوں نے چیلنج کیا تھا کہ وہ بیوی سے اور بیٹوں سے رشتہ جوڑیں

گے تو ایک معصوم بیٹی کو ایسا تماشہ بنا دیا جائے گا کہ وہ سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ کسی سے آنکھیں نہیں ملا سکیں گے۔

اب تک ہم ماما کی نیک نامی اور اپنی ولدیت کی صحیح شناخت کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اب ایک بیٹی' ایک بہن کی نیک نامی کو برقرار رکھنے کا مسئلہ درپیش تھا۔

اور وہ معصوم سی لڑکی کہاں تھی؟ کس حال میں تھی؟

پاپا گہری تاریکی میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ دو بیٹے، جو مضبوط بازو بن کر رہ سکتے تھے' انہیں الگ کر دیا گیا تھا۔ وہ بوڑھے تھے' تنہا تھے۔ ان کے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایسے میں مدد حاصل کرنے کے لئے ایک دعا ہی رہ گئی تھی۔

وہ صحیح رہنمائی کے لئے روشنی کی ایک کرن چاہتے تھے۔ سر جھکائے زیر لب دعائیں مانگ رہے تھے۔ ایک بیوی کی نیک نامی کے لئے لڑنے والا اب ایک بیٹی کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے تڑپ رہا تھا۔

اس تاریکی میں میرے پاپا کے تڑپنے کا منظر دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ بیوی بھی نہیں تھی۔ جوان بیٹے بھی نہیں تھے۔

کیا کیا جائے؟ حالات کے پل صراط سے تنہا ہی گزرنا پڑتا ہے۔



کسی نے سچ کہا ہے' زندگی ٹیبل ٹینس کی گیند کی طرح ہوتی ہے..... ایک طرف سے پچکی ہوئی۔ گیند کے پچکے ہوئے حصے کو درست کرنا چاہو تو وہ کسی دوسری طرف سے پچک جاتی ہے۔

دیکھا جائے تو زندگی کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ کسی ایک مسئلے کو' کسی ایک الجھن کو دور کرو تو کوئی نیا مسئلہ' کوئی نئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ٹینس بال کی طرح..... زندگی کے کسی بگڑے ہوئے معاملے کو درست کرنا چاہو تو کوئی دوسرا معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ میں دوسروں کے بارے میں زیادہ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میرے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ میری زندگی ٹینس بال بنی ہوئی تھی۔

میں بگ باس کے معاملات کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے جہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں ان معاملات کو سمجھنے سے پہلے ہی چھوٹی بڑی الجھنوں میں الجھ رہا تھا۔ ان میں سب سے بڑی الجھن لیلیٰ تھی۔ میں تمام الجھنوں کو اپنی حکمت عملی سے سلجھا رہا تھا۔ لیکن وہ آسانی سے سلجھنے والی نہیں تھیں۔

ادھر میں الجھا ہوا تھا۔ اُدھر پاپا الجھے ہوئے تھے۔ میں نے پچھلے باب میں اپنے پاپا قربان علی واسطی کے حالات زندگی بیان کئے۔ یہ وہ حالات ہیں' جو ہمیں یعنی مجھے' ماما کو اور نانا جان کو بعد میں معلوم ہوئے۔ لیکن داستان کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے میں نے انہیں وقت سے پہلے بیان کر دیا۔ پاپا کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی سے سنگین مسائل میں جکڑے ہوئے تھے۔

ان کے بعد نانا جان اور ماما کو پیش آنے والے مصائب بھی ان ہی مسائل کی کڑیاں ہیں۔ پھر میں پیدا ہوا اور ہوش سنبھالنے سے اب تک اپنی شناخت کے سلسلے میں مختلف الجھنوں کا شکار ہوتا رہا۔ گویا اُدھر پاپا اور اِدھر نانا جان' ماما اور میں..... ہم سب ہی اپنے اپنے

طور پر الجھے ہوئے تھے۔مگر ہماری اصل الجھن ایک ہی تھی۔ہم سب کے لئے ایک ہی شخص کانٹا بنا ہوا تھا۔وہ ایک ہی ہماری زندگی میں زہر گھول رہا تھا اور وہ تھا بگ باس.....

اس نے ہمیں ایسے ایسے مسائل اور الجھنوں میں مبتلا کر رکھا تھا کہ لہو کے رشتے بھی ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے تھے۔ایک بیٹا اپنے ماں باپ اور بھائی دونوں سے بدظن تھا اور دوسرا بیٹا یعنی میں اپنے پاپا کو مجرم سمجھتا تھا۔ابھی یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ رخشی اور اس کے بیٹے کی حمایت کے لئے اپنے سگے رشتوں کی مخالفت مول کیوں لے رہے ہیں؟وہ کن مصائب میں جکڑے ہوئے ہیں؟

اُدھر ماما اُنہیں پہچاننے کے بعد الجھنوں کا شکار ہوگئی تھیں۔سب سے پہلا اور اہم سوال تو یہی تھا کہ وہ بھیس بدل کر کیوں آئے تھے؟انہوں نے خود کو ظاہر کیوں نہیں کیا؟وہ ان کی زندگی میں دوسری بار آئے تھے اور اس بار بھی چوروں کی طرح آ کر چوروں کی طرح واپس چلے گئے تھے۔

اِدھر میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں ماما کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟بس یہ اطمینان تھا کہ میرے وہ دونوں وفادار محافظ اپنی جان سے بڑھ کر ماما کی حفاظت کر رہے ہوں گے اور وہ یہی کر رہے تھے۔میں ان کی طرف سے مطمئن رہتے ہوئے بگ باس کی مصروفیات پر دھیان دینا چاہتا تھا۔مگر یہاں نئی نئی الجھنوں سے دوچار ہو رہا تھا۔

وکی کی دائی ماں دانیا اور اس کی محبوبہ بنت لیلیٰ میری رازدار بن چکی تھیں۔یہ مسئلہ حل ہوگیا تھا۔مگر زندگی وہی ٹینس کی بال بنی ہوئی تھی۔

ایک مسئلے کو دباؤ تو دوسرا سر ابھارنے لگتا ہے۔لیلیٰ کے سلسلے میں بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔وہ وکی کو چاہتی تھی اور میں وکی کا ہم شکل تھا۔یعنی وہ مر کر بھی لیلیٰ کے سامنے زندہ تھا۔چلتا پھرتا ہنستا بولتا تھا۔اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور وقت گزارتا تھا۔

میرا راز کھل جانے کے بعد وہ الجھ گئی تھی اور اس کی الجھن بھی وہی ایک شخص بگ باس تھا....وہ اس کی تنہائی میں جانے کے بجائے مجھے یعنی وکی کو قائل کرتی رہتی تھی کہ میں اسے اپنے مصرف میں لے آؤں پہلے کی طرح اپنی تنہائیوں کا ساتھی بنالوں۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو بگ باس اسے اپنی داشتہ بنالے گا۔اسی لئے وہ اپنے وکی کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی۔مگر اب معاملہ یکسر بدل گیا تھا۔میں وہ نہیں رہا تھا۔مگر لیلیٰ کے مسئلے اور تقاضے وہی تھے۔

یہ تو زندگی کا اصول ہے کہ کسی کے کام آؤ گے تو وہ تمہارے کام آئے گا۔لیلیٰ میرے

بہت کام آنے والی تھی۔اس لئے مجھے بھی اس کے کام آنا تھا۔وہ بگ باس سے دور رہنا چاہتی تھی۔جبکہ میں اس شخص کی جڑوں تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔میں لیلیٰ کو اس سے بچا سکتا تھا اور وہ مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی تھی۔

اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ میں اس کے لئے مکمل طور پر وکی بن جاؤں۔بیشک۔میری صورت میرے بھائی جیسی تھی۔لیکن پھر بھی میں لیلیٰ کے لئے غیر تھا۔نامحرم تھا اور مجھے محرم بنانے کے لئے اس نے کہا تھا کہ میں اس سے نکاح پڑھوالوں۔

اس کا یہ مطالبہ ایک ہی وقت میں جائز بھی تھا اور ناجائز بھی...جائز اس لئے کہ وہ وکی کے بعد کسی بھی مرد کی تنہائی میں جانے کے لئے گناہ گار نہیں ہونا چاہتی تھی۔اور ناجائز اس لئے تھا کہ میں اسے قبول کر کے اپنی جینا سے بے وفائی کرنے والا تھا۔گویا لیلیٰ اس کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی تھی۔

حالانکہ اُس نے کہا تھا کہ جب میں وہاں سے واپس جاؤں گا تو وہ میری پہلی محبت کے راستے میں دیوار نہیں بنے گی۔پھر بھی الجھنیں پیدا ہوسکتی تھیں۔میں اسے اپنی شریکِ حیات بنانے کے بعد وہاں بے یارومددگار چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا اور اُدھر جینا کو بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔اس وقت خود کو دو کشتیوں کا سوار محسوس کر رہا تھا۔یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرف جاؤں؟کسے چھوڑ دوں اور کسے اپنا لوں؟

مجھے لیلیٰ سے ہمدردی تھی۔وہ حالات کی ماری ایک ایسی لڑکی تھی جس کے سر سے ایک محبوب اور محافظ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔وہ گناہ نہیں کرنا چاہتی تھی ہوس کا دسترخوان سجانے والے بگ باس سے اپنی عزت وآبرو کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی اور اس سلسلے میں ہی اس کے کام آسکتا تھا۔

میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔لیلیٰ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور نگاہوں کے سامنے سامنے بار بار جینا چلی آ رہی تھی۔وہ زبان سے کچھ نہیں بول رہی تھی۔مگر اس کی آنکھوں میں شکایت بھری ہوئی تھی۔پھر جیسے وہ نگاہیں بولنے لگیں۔"دیکھ رہی ہوں۔جدائی کی دھوپ محبت کے رنگ اُڑا رہی ہے۔پہلے تم صرف مجھ سے ہمدردی کرتے تھے۔میرے لئے پریشان رہتے تھے۔صرف میرے بارے میں سوچتے تھے۔مگر اب تمہاری سوچ بدل گئی ہے۔"

میں نے کہا۔"نہ تو تمہاری محبت کا رنگ پھیکا پڑا ہے اور نہ ہی میری سوچ بدلی ہے۔ہاں۔یہ اور بات ہے کہ حالات مجھے لیلیٰ کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں۔

وہ اپنے محبوب کو کھو کر بے سہارا ہو گئی ہے۔اسے سہارے کی ضرورت ہے۔''

''اور میں....میں بھی تو اپنے محبوب سے دور ہوں۔بے سہارا ہوں۔''

''میں اور تم ہمیشہ کے لئے جدا نہیں ہوتے ہیں۔میرے محافظ تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔اللہ نے چاہا تو....''

''اب ڈھونڈ کر کیا کرو گے؟میں جہاں بھی ہوں' صرف تمہاری ہوں۔لیکن تم وہاں رہ کر صرف میرے نہیں رہو گے۔تعجب ہے' عورتوں کو صنف نازک کہا جاتا ہے۔پھر بھی برے حالات انہیں جھکا نہیں پاتے۔مگر شہزور بن کر رہنے والے مردوں کو نہ جانے کیوں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتے ہیں؟''

میں جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا۔مگر وہ تصوراتی جینا دیکھتے ہی دیکھتے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔بالکل ایسا لگا' جیسے خفا ہو کر منہ پھیر کر چلی گئی ہو۔میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

اُدھر لیلیٰ بھی اپنے کمرے میں سر پکڑے بیٹھی تھی۔اسے وکی یاد آ رہا تھا۔وہ اپنے آپ کو ٹٹول رہی تھی کہ جب وکی یاد آ رہا ہے تو اسے میرے بارے میں سوچنا چاہئے۔لیکن ایک بار بھی تو اسے میرا خیال نہیں آیا تھا اور کیسے آتا....؟صرف شکل صورت کی مماثلت مجھے اس کا محبوب نہیں بنا سکتی تھی۔وہ اپنی مجبوری اور ضرورت کے تحت مجھے قبول کر رہی تھی۔لیکن اب وکی اس کے اندر ہلچل مچا رہا تھا۔سوال پیدا کر رہا تھا۔''کیا بگ باس سے بچنے کے لئے وجی کو قبول کرنا ضروری ہے؟''

اس کے دل نے کہا۔''مجبوری ہے.....''

''تم ضرورت کو مجبوری بنا رہی ہو۔بیشک۔بگ باس سے دور رہنا ضروری ہے۔لیکن اس کے لئے وجی کو مکمل طور پر قبول کرنا نہ تو تمہاری مجبوری ہے اور نہ ہی تمہارے لئے ضروری ہے۔تم وجی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بگ باس کو بڑے آرام سے دھوکا دے سکتی ہو۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔''اسے تو دھوکا دے دوں۔لیکن خود کو کیسے بہلاؤں؟''

''میرے نام سے....میری یادوں سے....مجھ سے سچی محبت کرتی رہی ہو تو آخری سانس تک صرف میری بن کر رہو۔''

وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔اس کے اندر وکی گونج رہا تھا۔اس سے کہہ رہا تھا۔''میں جانتا ہوں' میرے بعد تم مختلف مصائب میں گھر گئی ہو۔پہلا مسئلہ بگ باس کا ہے اور دوسرا تمہارے اپنے جذبات اور فطری تقاضے تمہیں

آزمائشوں میں مبتلا کر رہے ہیں اور تم ان آزمائشوں سے گھبرا کر وجی کو قبول کرنا چاہتی ہو۔اپنے اندر حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کرو گی تو میرے بعد کوئی دوسرا تمہارے لئے ضروری نہیں رہے گا۔''

''تم مجھے صبر کے پل صراط سے گزارنا چاہتے ہو۔''

''سچی محبت ایسی ہی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد عشق کی معراج حاصل کرتی ہے۔''

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے اپنے اندر جاری رہنے والی جنگ سے ہلکان ہو گئی ہو۔وکی کی ایک ایک بات اس کے دل میں اتر رہی تھی۔وہ جیسے اندھیرے میں روشنی بن رہا تھا۔حالات سے لڑنے کے لئے اس کے اندر حوصلہ پیدا کر رہا تھا۔

اب لیلیٰ کے دماغ میں یہ بات بھی پکنے لگی تھی کہ وجی کسی اور کو چاہتا ہے۔مجھے دو پیار کرنے والوں کے بیچ دیوار نہیں بننا چاہئے۔وجی کے لئے مشکلات کھڑی نہیں کرنی چاہئیں۔وہ درست ہی مشورہ دے رہا تھا کہ بند کمرے میں ایک چھت تلے وقت گزاریں گے تو کوئی باہر والا یہ دیکھ نہیں پائے گا کہ ہم کیسے ندی کے دو کنارے بنے رہتے ہیں؟

میری باتیں اب اس کی عقل میں آ رہی تھیں۔اگرچہ میرے مشورے پر عمل کرنا پہلے بھی اس کے لئے مشکل تھا اور اب بھی مشکل تھا۔اس نے حتمی طور پر اپنے فیصلے پر غور کیا پھر سوچا ''آج شام ہی مجھے اپنے فیصلے کے متعلق آگاہ کر کے تمام مشکلات دور کر دے گی۔

مگر کبھی کبھی حالات انسان کو اس کے درست فیصلوں پر عمل کرنے کی مہلت نہیں دیتے۔وہ سوچوں میں گم تھی۔ایسے وقت بگ باس کی آواز سنائی دی۔اس نے چونک کر بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔وہ اندر آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''ہائے لیلیٰ!میں دیکھ رہا ہوں۔تمہارا مجنوں تمہیں منہ نہیں لگا رہا ہے۔''

اس نے جلدی سے کہا۔''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔آپ کو رپورٹ ملتی رہتی ہو گی۔میں صبح سے لے کر رات گئے تک اس کے ساتھ رہتی ہوں۔صرف سونے کے لئے اپنے بیڈ روم میں جاتی ہوں۔''

''یعنی جو وقت اس کے گزارنا چاہئے' اسے تنہائی میں برباد کرتی ہو؟''

''اس کی یادداشت مکمل طور پر بحال ہو جائے گی تو میری راتیں بھی آباد ہو جائیں گی۔''

''لیکن میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔تعجب ہے...اسے اپنے ماضی کی اہم باتیں کسی حد تک یاد آتی جا رہی ہیں۔لیکن وہ تمہیں قبول کرنے کے سلسلے میں اتنا وقت کیوں لے

رہا ہے؟"

لیلیٰ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"اب نہیں لے گا..."

اس نے ذرا طنزیہ لہجے میں پوچھا۔"کیا کوئی منتر پڑھ کر پھونکنے والی ہو؟"

"یہی سمجھ لیں...."

وہ شانے اچکا کر بولا۔"اچھی بات ہے...ہم بھی دیکھیں گے تمہارے منتر میں کتنا دم ہے؟"

"کم از کم اتنا تو ہے کہ اپنے کھوئے محبوب کو پھر سے پانے والی ہوں۔"

"اور مجھے انہی لمحات کا انتظار ہے‘ جب تمہیں وکی کی قربت نصیب ہوگی۔"

وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔"دنیا کا اصول ہے کسی کی تنہائی میں جھانکنا نہیں چاہئے۔لیکن یہاں میرا راج چلتا ہے۔یہ میری دنیا ہے۔میں یہاں کا بگ باس اور اَن داتا ہوں۔میرے اپنے اصول اور قوانین ہیں۔"

اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر لیلیٰ کو دیکھا۔وہ بولی۔"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ پوچھو کہ کیا کرنا چاہتا ہوں؟"

وہ ٹہلنے کے انداز میں ذرا دور گیا۔پھر اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔"اوپر والے نے انسان کو دو آنکھیں دیں۔اور انسان نے ایک تیسری آنکھ ایجاد کرلی۔میں تم دونوں کی تنہائی میں مداخلت کرنے نہیں آؤں گا۔اپنے کمرے میں رہ کر وکی کے کمرے کا ایک ایک منظر دیکھتا رہوں گا۔"

وہ اس کی بات سن کر ذرا پریشان ہوئی۔یہ صاف سمجھ میں آگیا کہ وہاں کیمرہ نصب کیا گیا ہے۔پھر بھی اس نے پوچھا۔"کیا آپ نے وہاں کیمرہ لگوایا ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ بولی۔"مگر یہ تو اخلاقی طور پر....."

اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے آگے بولنے سے روکتے ہوئے کہا۔"مجھے اخلاق نہ سکھاؤ۔میں نے کہا ناں...یہاں میرے اصول چلتے ہیں۔"

بات بنتے بنتے بگڑ رہی تھی۔میں اور لیلیٰ مل کر بند کمرے میں بگ باس کو بڑی آسانی سے دھوکا دے سکتے تھے۔لیکن قسمت کو نہ جانے کیا منظور تھا؟ایسے وقت جبکہ لیلیٰ بھی میرے مشورے پر عمل کرنے کے لئے راضی ہوگئی تھی۔بگ باس نے آکر اسے پھر سے الجھا دیا تھا۔اب سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے دھوکا دینے کے لئے کونسی حکمت عملی اختیار کی جائے؟

وہ میرے پاس آگئی۔مجھے اپنے اندر کی تمام باتیں بتانے کے بعد بولی۔"میں نے اتنا

اچھا فیصلہ کیا۔لیکن بگ باس نے میرا وہ فیصلہ مٹی میں ملا دیا۔"

میں نے کہا۔"خدا کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔اب یہی دیکھو...!وہ تمہیں اس کیمرے کے بارے میں نہ بتاتا تو ہمیں یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ وہ بند کمرے میں جھانک رہا ہے۔پھر ہم اس سے جھوٹ بولتے تو وہ میرے معاملے میں الرٹ ہو جاتا۔شک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا کہ میں تمہارے ساتھ مل کر اسے دھوکا کیوں دے رہا ہوں؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔"یہ تو ٹھیک ہے لیکن...اب ہوگا کیا؟"

میں نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا۔چند لمحوں بعد لیلیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔آنکھیں چار ہوتے ہی اس کی نظریں کترانے کے انداز میں جھک گئیں۔میں نے کہا۔"تم کہو تو میں بگ باس سے بات کروں؟"

"کیا بات کروگے؟اسے کیمرہ ہٹانے کا کہو گے تو وہ اور چوکنا ہو جائے گا۔"

میں نے جھنجھلا کر کہا۔"کیا مصیبت ہے؟اب تو مجھے بھی اپنے کمرے میں ہر لحہ محتاط رہنا پڑے گا۔یہ خیال رکھنا ہوگا کہ کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو‘ جس سے میرا بھانڈا پھوٹ جائے۔"

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔میں نے ذرا توقف سے کہا۔"یہ بھی غنیمت ہی ہے کہ دانیا نے بگ باس کو چار چھ دنوں کے لئے ٹال دیا ہے۔اس دوران ہم...."

میں بولتے بولتے اٹکنے لگا۔"ہم...ہم نکاح پڑھوالیں گے۔لیکن ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ بگ باس کی راج دھانی میں ایک مولوی کا انتظام کیسے کیا جائے گا؟"

اس نے خیالوں سے چونک کر میری طرف دیکھا۔پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔"میں حتمی فیصلہ کرنے کے بعد یہاں آئی ہوں۔تم جینا کی امانت ہو۔میں خیانت نہیں کروں گی۔"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔پھر پوچھا۔"کیا تم نکاح نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ بولی۔"بگ باس سے اپنی عزت آبرو محفوظ رکھنے کے میرے پاس دو راستے ہیں۔ایک تو یہی کہ مکمل طور پر تمہاری ہو جاؤں اور دوسرا اپنے وکی کے پاس پہنچ جاؤں۔میرے لئے تو بس یہی راہِ نجات ہے۔"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔مرنے والوں کے ساتھ کوئی نہیں مرتا۔"

"لیکن میں وہ بدنصیب ہوں‘ جو اپنے مرنے والے کے نام پر زندہ بھی تو نہیں رہ سکتی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''کیا تم کسی بھی طرح یہاں سے بھاگ نہیں سکتیں؟''

اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''اگر یہ ممکن ہوتا تو میں وکی کی ہلاکت کی خبر سنتے ہی یہاں سے فرار ہو جاتی۔''

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ہمیں دانیا سے بات کرنی چاہئے۔ ممکن ہے' وہ کوئی مناسب مشورہ دے سکے۔''

ہم ٹیرس میں تھے۔ وہاں سے دانیا کے کمرے میں آئے۔ تو پتہ چلا' اسے بگ باس نے بلایا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہمارا بھی بلاوا آ گیا۔ میں پہلی بار محل کے اس حصے میں قدم رکھ رہا تھا۔ وہ ایک وسیع وعریض کانفرنس ہال تھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بڑی سی میز کے اطراف درجن بھر کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ اس طویل میز کے آخری سرے پر بگ باس اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے دائیں طرف دانیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں اپنے بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم اس کے حکم کے مطابق وہاں آ کر بیٹھ گئے۔ اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا۔ لیلیٰ کو دیکھا۔ پھر دانیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں' تم دونوں میرے شہزادے کی یادداشت واپس لانے کے سلسلے میں بڑی محنت کر رہی ہو اور کامیاب بھی ہو رہی ہو۔''

پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''اب تمہاری ذہنی کیفیت کیسی ہے؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھے نہیں لگتا کہ میں چند دنوں پہلے تک ذہنی طور پر بیمار تھا۔ ہاں۔ کبھی کبھی کسی معاملے میں الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ ویسے یہاں کے لوگ' یہاں کا ماحول اور یہاں کی ایک ایک بات بڑی تیزی سے یاد آتی جا رہی ہے۔ میں وکی ہوں۔ اپنے بگ باس کا شہزادہ ہوں اور اب اپنی شاندار زندگی کی طرف لوٹ کر آ رہا ہوں۔''

باس نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمہارا لب ولہجہ یقین دہانی کرا رہا ہے کہ واقعی میرا وکی لوٹ کر آ گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں ایک آزاد رہنے والا پنچھی ہوں۔ آپ سے اور اس محل سے دور رہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہا ہوں۔ یقیناً اب بھی اس محل سے باہر میرے بہت سے کام ادھورے پڑے ہوں گے' جو ابھی مجھے یاد نہیں آ رہے ہیں۔ ویسے مجھے پر پھیلانے کی اجازت کب ملے گی؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں تو خود تمہیں کھلی فضا میں اڑانے کے لئے بے

چین ہوں۔ تم ہی قربان علی واسطی تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے رہتے ہو۔ ورنہ وہ تو چھلاوہ ہے۔ دکھائی تو دیتا ہے۔ لیکن کبھی میرے آدمیوں کی گرفت میں نہیں آتا۔ میں نہیں جانتا' وہ اس وقت کہاں ہے؟ مگر اس کے بارے میں ایک خبر ملی ہے۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''یہ خبر کچھ بے سروپا سی لگ رہی ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے' وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی....''

وہ بولتے بولتے چپ ہوا۔ میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ کیا کیا ہے انہوں نے....؟''

وہ ریوالونگ چیئر پر ادھر سے ادھر گھومتے ہوئے بولا۔ ''سنا ہے' وہ اپنی بیوی سے ملنے اس کے گھر تک گیا تھا۔''

میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ بولا۔ ''میں اس خبر کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ویسے وہ اتنی جرأت کبھی نہیں کرے گا۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جب سے بگ باس کے پاس آیا تھا' تب سے ماما کے سلسلے میں بے خبر تھا۔ اب یہ سن کر بے چینی ہو گئی تھی کہ پاپا وہاں گئے تھے۔ کب گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ کہیں وہ پھر میری ماما کے خلاف کوئی نئی چال تو نہیں چل رہے ہیں؟

ایسے ہی بہت سے سوالوں نے میرے اندر بھونچال سا برپا کر دیا تھا۔ میں ماما کے حالات جاننے کے لئے بے چین ہو گیا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سے کیسے رابطہ کیا جائے؟

بگ باس نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے وکی! تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو؟''

''پریشان نہیں ہوں۔ پاپا کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ آخر وہ وہاں کیوں گئے ہوں گے؟''

''یہ تو اس سے بات کرنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ ویسے وہ جہاں بھی جاتا ہے' میرے حصار سے نکل نہیں پاتا۔ میں نے اسے اسی کی کمزوریوں اور مجبوریوں میں ایسے جکڑ کر رکھا ہے کہ وہ کھونٹے سے بندھے بیل کی طرح رسی کی لمبائی تک جاتا ہے' پھر پلٹ کر آ جاتا ہے۔ بیچارہ! میرا مخالف بن کر رہنے کے باوجود کسی کے سامنے میرے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔''

ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ پاپا کی وہ کون سی کمزوریاں ہیں' جن کی وجہ سے وہ بگ باس

کے سامنے مجبور اور بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں۔فی الحال تو مجھے یہ جاننے کی بے چینی ہوگئی تھی کہ اس خبر میں کتنی سچائی ہے؟ وہ ماما کے پاس گئے تھے یا نہیں؟

میں نے بگ باس سے پوچھا۔"پاپا سے بات کیسے ہوگی؟"

اس نے میز پر رکھے ہوئے موبائل کو گھماتے ہوئے کہا۔"فون کے ذریعے......"

میں نے موبائل فون کی طرف دیکھا۔میرے اندر گرمی سی بھر گئی تھی۔اس نے پوچھا۔"اب تمہیں اپنے دوستوں اور دشمنوں کا سامنا کرنا ہے۔سب سے پہلے قربان کا معاملہ اہم ہے۔کیا میدان میں اترنے کے لئے خود کو پرفیکٹ محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے پہلو بدل کر کہا۔"بیشک۔بلکہ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے' جیسے میں مزید چند دنوں تک اس چار دیواری میں مقید رہا تو میری صلاحیتوں کو زنگ لگ جائے گا۔"

"میں تمہیں زنگ آلود نہیں ہونے دوں گا۔"

دانیا اور لیلیٰ بڑی دیر سے خاموش تھیں۔ہماری باتیں سن رہی تھیں۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جب بگ باس نے مجھ سے باتیں کرنی تھیں تو انہیں بلا کر کیوں بٹھایا گیا ہے؟

میں نے باس سے پوچھا۔"پاپا سے رابطہ کب کیا جائے گا؟"

"جب تم چاہو...."

"میں تو چاہوں گا' ابھی اسی وقت ان سے باتیں کی جائیں۔"

اس نے مسکرا کر فون اٹھاتے ہوئے کہا۔"جیسی میرے شہزادے کی مرضی...."

اس نے نمبر پنچ کیے۔فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔چند لمحوں بعد بولا۔"ہیلو قربان علی واسطی...!"

میں نے پاپا کا نام سنتے ہی کرسی پر پہلو بدلا۔باس فون پر کہہ رہا تھا۔"تم اپنے بیٹے کی آواز سننے کے لئے بے چین تھے۔اس شبے میں مبتلا تھے کہ شاید وہ حادثے میں اپنی جان گنوا بیٹھا ہے اور میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔یہ لو....! بیٹے سے بات کر کے اپنا شبہ دور کرلو۔"

اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔میں نے فون لے کر کان سے لگایا۔پھر کہا۔"ہیلو....!"

میری عادت تھی۔میں فون پر مخاطب کرنے والے کو سلام ضرور کرتا تھا اور پھر وہ تو میرے پاپا تھے انہیں سلام کرنا میرا فرض تھا۔لیکن ان لمحات میں وکی بنا ہوا تھا۔لہٰذا صرف ہیلو کہہ کر رہ گیا۔

دوسری طرف سے انہوں نے پوچھا۔"ہیلو وکی! کیسے ہو؟"

مجھے جواباً اپنی خیریت بتانی چاہئے تھی۔لیکن میں ان کی آواز سن کر چونک گیا۔بگ باس نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔"کیا ہوا؟"

میں نے فون کو کان سے ہٹا کر دیکھا۔میں کسی کی بھی آواز اور لب و لہجے کو پلک جھپکتے ہی پہچان لیتا تھا۔اس وقت بھی پہچان رہا تھا' وہ کسی صورت میرے پاپا کی آواز نہیں تھی۔دوسری طرف سے ایک اجنبی لب و لہجہ سنائی دے رہا تھا۔میں نے بگ باس کو دیکھا۔پھر الجھن ظاہر کرنے لگا۔چونکہ وکی بنا ہوا تھا۔اس لئے فوراً ہی پورے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ میرے پاپا کی آواز نہیں ہے۔

یوں بھی یادداشت دھیرے دھیرے بحال ہوتی ہے۔اگر میں ایسا کرتا تو ممکن ہے' باس کسی شبے میں مبتلا ہو جاتا۔میں ایسے ظاہر کرنے لگا' جیسے دماغ پر بوجھ پڑ رہا ہو۔اس نے پھر پوچھا۔"کیا بات ہے وکی!"

میں نے فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"میں کچھ الجھ سا گیا ہوں۔پتہ نہیں کیوں' ایسا لگ رہا ہے' جیسے یہ..... یہ میرے پاپا نہیں ہیں۔"

میری یہ بات سنتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی۔میں نے کہا۔"لگتا ہے' دوسری طرف سے کوئی اور بول رہا ہے۔"

بگ باس کا چہرہ یکایک خوشی سے دمکنے لگا۔اس نے فون کو میز پر رکھا۔پھر اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے چہک کر کہا۔"ویلڈن ویری ویلڈن...یہ تو کمال ہوگیا۔تمہاری یادداشت ابھی پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہے' پھر بھی تم نے اتنی بڑی بات پکڑ لی۔یہ واقعی قربان علی واسطی نہیں تھا۔سمجھو! تمہارا امتحان تھا اور تم اس میں کامیاب رہے ہو۔میں آزمانا چاہتا تھا کہ میرا وکی واپس آ بھی رہا ہے یا نہیں....؟"

میں دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔اسکاٹ لینڈ یارڈ میں کسی بھی شخص کے لب و لہجے کو ذہن میں نقش کرنے کی جو تربیت حاصل کی تھی' وہ آج بھرپور طریقے سے کام آرہی تھی۔یہ بہت بڑی بات تھی کہ میں مکمل طور پر بگ باس کا اعتماد حاصل کر رہا تھا۔

اس نے دانیا اور لیلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"اس کا کریڈٹ ان دونوں کو جاتا ہے۔بیشک۔انہوں نے تم پر بڑی محبت کی ہے۔اور انہیں اس محنت کا انعام بھی ملے گا۔"

پھر اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔"اس موقع پر تم جس خواہش کا اظہار کروگی' اسے پورا کیا جائے گا۔پہلے تم بولو دانیا! کیا چاہتی ہو؟"

دانیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں اب اپنے بیٹے سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ ہمیشہ اس کے قریب رہنا چاہتی ہوں۔ میری بس ایک ہی خواہش ہے کہ مجھے اس محل کے کسی کونے میں رہنے کی اجازت مل جائے۔''

باس نے کہا۔ ''یہ کوئی بڑی خواہش نہیں ہے۔ یہاں تمہاری رہائش کا انتظام کردیا جائے گا۔''

پھر اس نے لیلیٰ کی طرف دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی۔ وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''اب تمہاری باری ہے۔''

اس نے مجھے دیکھا۔ پھر باس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتی ہوں' آپ زبان کے دھنی ہیں۔ اپنی بات کو ہر حال میں نبھاتے ہیں۔ آپ نے ابھی وعدہ کیا ہے' ہم جس خواہش کا اظہار کریں گی' اسے ہر حال میں پورا کیا جائے گا۔''

''بیشک۔ ایسا ہی ہوگا۔''

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آخری سانس تک صرف اپنی وکی کی ہوکر رہنا چاہتی ہوں۔''

باس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو قسمت کی بات ہے۔ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے۔''

''یہاں رہنے والے ہر شخص کی قسمت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میری بس ایک ہی خواہش ہے کہ وکی مجھے اپنے مصرف میں لائے یا نہ لائے' میری قسمت میں کوئی دوسرا شخص نہ لکھا جائے۔ مجھے بس اسی کے نام سے منسوب رکھا جائے۔''

باس نے سوچتی ہوئی نظروں سے لیلیٰ کو دیکھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''بہت خوب... تم نے خواہش کے بہانے اپنا ایک بہت اہم مسئلہ حل کرلیا ہے۔ اب جبکہ میں وعدہ کرچکا ہوں تو تمہاری خواہش کو ضرور پورا کیا جائے گا۔''

دانیا کو ابھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ لیلیٰ اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹ گئی ہے۔ البتہ میں حیران تھا اور خوش بھی تھا کہ اس نے ایک پہاڑ جیسے مسئلے کو کیسے مناسب موقع پر حل کیا ہے؟ جو درد بنا ہوا تھا۔ اسی سے دوا کرائی ہے۔ اب وہ کیمرہ میرے کمرے میں لگا رہتا یا اسے وہاں سے ہٹا دیا جاتا۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے ہمیں کوئی پریشانی ہونے والی نہیں تھی۔

اب مجھے پاپا سے بات کرنے کی بے چینی تھی۔ میں نے باس سے پوچھا۔ ''پاپا سے کب

رابطہ کیا جائے گا؟''

اس نے دانیا اور لیلیٰ کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ جب وہ چلی گئیں تو مجھ سے کہا۔ ''تمہارے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ہمارے بہت سے معاملات ادھورے پڑے ہیں۔ ان میں قربان علی کا معاملہ سب سے اہم ہے اور اس سے بھی اہم علیم شیرازی سے اپنا مطالبہ تسلیم کروانا ہے۔ مگر وہ اونٹ کسی بھی طرح پہاڑ کے نیچے نہیں آرہا ہے۔''

وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''میں اس کے خلاف بہت سی چالیں چلتا رہا ہوں۔ حتیٰ کہ اس کی بیٹی کو اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بدنامی کی دلدل میں دھکیل چکا ہوں۔ مگر وہ بڈھا بڑا ہی ڈھیٹ ہے۔ بدترین حالات سے گزرنے کے باوجود اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے۔''

وہ نانا جان کے خلاف زہر اُگل رہا تھا۔ بڑی بے بسی تھی۔ ہماری پوری فیملی کو بدنام کرنے والا میرے روبرو بیٹھا تھا اور میں فی الحال اس کے خلاف کچھ کرنہیں سکتا تھا۔ جی تو چاہ رہا تھا' اس کا منہ نوچ لوں۔ اسے اپنے قدموں میں گرا کر ٹھوکریں ماروں۔ گندی نالی کے کیڑے کی طرح جوتوں تلے مسل کر رکھ دوں۔ فی الوقت تو میں صرف اپنے ہاتھ مسل رہا تھا۔

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''وکی.....!''

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کہاں گم ہو؟ میں تمہیں بیٹھنے کو کہہ رہا ہوں اور تم مسلسل کھڑے ہو۔''

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''دراصل.... پچھلے تمام اہم معاملات میری یادداشت میں دھندلائے ہوئے ہیں۔''

''بے شک۔ دانیا اور لیلیٰ تمہیں بھرپور طریقے سے واپس لا رہی ہیں۔ لیکن دشمنوں اور دوستوں کے حوالے سے تمہاری میموری پر جو گرد جمی ہے، اسے میں ہی صاف کرسکوں گا۔ کیونکہ یہ وہ معاملات ہیں' جنہیں وہ خواتین نہیں جانتیں۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ پھر بولا۔ ''میں یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ پہلے علیم شیرازی اپنی بیٹی کی نیک نامی کے لئے پریشان تھا۔ اس کے دامن پر جو داغ لگ چکا ہے' اسے کسی بھی طرح دھونا چاہتا تھا اور اب نواسہ جوان ہوکر اپنی جائز ولدیت اور شناخت کے لئے بھٹکتا پھر رہا ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا' وہ غیرت مند بننے والے ولدیت کے جائز سرٹیفکیٹ کے بدلے دولت اور جائیداد کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ علیم اپنے نواسے کو جائز کہلانے اور اپنی بیٹی کی بدنامی کو مٹانے کے لئے رخشی کے بیٹے کو اپنا جائز بیٹا تسلیم کرلے گا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ میری توقع کے خلاف کچھ زیادہ ہی اکڑ دکھا رہا ہے۔''

میں نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ ”یہ تو طے ہو گیا کہ وہ نانا اور نواسہ جائز ولدیت کے حوالے سے بلیک میل نہیں ہوں گے۔ پھر اب کیا سوچ رہے ہیں؟ کیا ان کے خلاف چلنے کے لئے اب کوئی نئی چال نہیں ہے؟“

وہ میز پر حتمی انداز میں ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ”جائیداد کا مطالبہ تو اس بڈھے سے ہر صورت منوانا ہی ہے۔ اس کے لئے میرے پاس چالوں کی کمی بھی نہیں ہے۔“

”ابھی کچھ تو سوچا ہوگا کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”پہلے اس خبر کی تصدیق ہونے دو کہ قربان علی واقعی اپنی بیوی کے پاس گیا تھا یا نہیں؟ آئندہ بھی اسی مہرے کے ذریعے بازی کھیلی جائے گی۔“

وہ پاپا کو مہرہ کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”لیکن پاپا اس معاملے میں ہمارے لئے ہیلپ فل ثابت نہیں ہو رہے ہیں۔ اب مجھے یاد آرہا ہے‘ وہ علیم شیرازی کو جھکانے میں مسلسل ناکام ہوتے رہے ہیں۔“

”اسے کامیاب ہونا ہی پڑے گا.....اور وہ ضرور ہوگا۔ اس کی ایک ایسی دکھتی رگ میرے ہاتھ میں ہے‘ جسے دبا دیا تو وہ بلبلا اٹھے گا۔ وجی اور علیم شیرازی سے ہمارا مطالبہ تسلیم نہ کروا سکا تو ان کی جائیداد چھین کر ہمارے قدموں میں لا کر رکھ دے گا۔“

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”ان کی ایسی کون سی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں ہے؟“

اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ادھر سے ادھر گھومتے ہوئے بولا۔ ”بتاؤں گا.....ضرور بتاؤں گا۔ فی الحال ایشلے‘ خان علی اور شہناز کی باتیں ہو جائیں۔“

یہ ایک معاملہ ایسا تھا‘ جس میں وکی نے لیلیٰ کو اپنا ہم راز بنایا ہوا تھا۔ وہ اسے بتاتا رہتا تھا کہ کس طرح وجی بن کر شہناز سے فلرٹ کر رہا ہے؟ ایشلے کو خان علی کے قریب پہنچا رہا ہے۔ لیلیٰ نے ان تینوں کے متعلق تفصیل سے مجھے بتایا تھا۔ ان کا معاملہ میرے لئے انجانا نہیں تھا۔ لہٰذا جب بگ باس نے ان کا ذکر چھیڑا تو میں بڑے اطمینان سے ان کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔

باس نے کہا۔ ”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ خان علی کا باپ خان بابا پوست کے کھیتوں کا مالک ہے۔ ہیروئن اور افیون کے بڑے تاجروں میں اس کا نام سرِ فہرست رہتا ہے۔ اسی

لئے اسے انڈر ورلڈ مافیا کی پشت پناہی حاصل رہتی ہے۔“

خان علی کے متعلق یہ معلومات میرے لئے نئی تھیں۔ یقیناً وکی نے یہ باتیں لیلیٰ کو نہیں بتائی ہوں گی۔ اسی لئے وہ ان معاملات سے بے خبر تھی اور چونکہ اسے معلوم نہیں تھا‘ اس لئے میں بھی لاعلم تھا۔ یہ سن کر حیرانی ہو رہی تھی کہ خان علی جیسے شریف النفس نوجوان کا باپ ایک بہت بڑا اسمگلر ہے۔

بگ باس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”فرعون کے گھر میں موسیٰ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اسمگلر کے گھر میں کوئی فرشتہ جنم نہیں لیتا۔ وہ سیدھا سادہ دکھائی دینے والا خان علی یقیناً اندر سے ٹیڑھا ہوگا۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو پایا ہے کہ وہ آخر کرتا کیا ہے؟ اس کا دھندہ کیا ہے؟ اس کے بارے میں جو تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں‘ ان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے دھندے میں ملوث نہیں ہے۔“

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ”لیکن یہ بات مجھے ہضم نہیں ہوتی۔ میرا دماغ کہتا ہے‘ خان علی کے پیچھے کوئی بہت بڑا گینگ ہے‘ اس کی سرپرستی میں کچھ ایسے دھندے ہو رہے ہیں‘ جو ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہے ہیں۔ اور میری عادت ہے‘ میں ایسے نہ سمجھ میں آنے والے معاملات کو ہی سمجھنے کی کوشش کیا کرتا ہوں۔“

میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے زیادہ سے زیادہ بولنے کا موقع دے رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”تم ایشلے کے ذریعے خان علی کی جڑوں تک پہنچنے والے تھے۔ اب بھی اس لڑکی کو ہی مہرہ بناؤ گے۔ یہاں سے پیرس جاتے ہی سب سے پہلے اس سے ملاقات کرو گے۔ تمہیں یاد ہے‘ تم نے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا؟ خان علی کو شہناز سے بدظن کر کے اسے ایشلے کی طرف لڑھکانے والے تھے؟“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ”اور اس احسان کے بدلے وہ تمہارے کام آنے والی تھی۔ مگر اب تمہاری اتنی طویل غیر حاضری کے بعد کچھ مایوس ہو گئی ہوگی۔“

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ ”اسی لئے تاکید کر رہا ہوں کہ پیرس جاتے ہی سب سے پہلے اس سے ملاقات کرنا۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ ممکن ہے‘ خان علی اس کی محبت سے متاثر ہو کر اس سے شادی کر لے۔ لہٰذا اسے مٹھی میں رکھنا ہوگا۔ یوں وہ صرف دلہن بن کر نہیں‘ ہماری آلۂ کار بن کر خان بابا کی فیملی میں جائے گی۔“

یہ ایک نیا مسئلہ سامنے آرہا تھا۔ وہ تاکید کر رہا تھا کہ پیرس پہنچ کر سب سے پہلے ایشلے سے ملاقات کی جائے۔ مگر کیسے کی جاتی؟ میں اس کے پتے ٹھکانے سے تو کیا اس کی شکل

صورت سے بھی ناواقف تھا۔ خان علی بھی میرے لئے انجانا شخص تھا۔ اسے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسے اجنبیوں کو اس بھرے پرے شہر میں کیسے تلاش کروں گا؟

اس نے میز پر ایک طرف رکھے ہوئے لیپ ٹاپ کو اٹھا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ''پیرس میں بھی ہمارے بہت سے دوست اور دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تمہاری یادداشت ابھی بحال ہورہی ہے۔ میں چاہتا ہوں' کم از کم دشمنوں کی فہرست پر ایک نظر ڈال لو۔ یہ لیپ ٹاپ تمہارا ہے۔ تم نے اس میں بہت کچھ سیو کیا ہوا ہے۔ مثلاً.... یہ دیکھو....!''

وہ اسے کھول کر آپریٹ کررہا تھا۔ پھر اس کا رخ میری طرف کرتے ہوئے بولا۔ ''تم نے خان علی کی تصویر کے ساتھ اس کی ایک مختصر سی پروفائل بھی سیو کی ہوئی ہے۔ یہ دیکھو....!''

وکی نے یہ ایک ڈھنگ کا کام کیا تھا۔ پلک جھپکتے ہی میرا مسئلہ حل ہوگیا تھا۔ میں نے خان علی کی تصویر کو اِن لارج کرکے دیکھا پھر اس کی پروفائل پر سرسری سے نگاہ ڈالنے لگا۔

بگ باس نے کہا۔ ''ایشلے اور شہناز کے علاوہ دوسرے کئی دشمنوں کی پروفائل بھی تصویروں کے ساتھ اس میں سیو ہیں۔''

پھر وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ دیکھو...! یہ علیم شیرازی ہے۔ تمہارا نانا....''

اسکرین پر ایک پروفائل کے ساتھ نانا جان کی تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ میں اس پروفائل کو پڑھنے لگا۔ ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا کہ وہ کس کس انداز میں انڈرورلڈ مافیا کے کام آتے رہتے ہیں؟ اس کے علاوہ اور کیسے کیسے دھندوں میں ملوث ہیں؟

بگ باس نے کہا۔ ''تنہائی میں توجہ سے پڑھتے رہنا۔ تاکہ تمام معاملات کو سمجھتے بھی رہو۔ ابھی اسے دیکھو...! یہ کون ہے؟''

اسکرین پر ماما کی تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک ہوسپٹل کے بیڈ پر تھیں۔ میں اس تصویر کو غور سے ایسے دیکھنے لگا' جیسے پہچاننے کی کوشش کررہا ہوں۔

وہ بولا۔ ''یہ تمہاری ماں ہے۔ سعدیہ علیم.... بے چاری پاگل ہوکر ہوسپٹل پہنچ گئی تھی۔ پچھلے بیس برس اس نے پاگل خانے میں گزارے ہیں۔ اس کی پروفائل میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔''

اس نے دوبارہ اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر میری تصویر دکھائی دینے لگی۔ میں نے کہا۔
''یہ تو میں ہوں۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''یہ تم نہیں ہو۔ وجی ہے۔ وجاہت علی واسطی... تمہارا ہم شکل مگر دشمن بھائی...''

میں اپنی ہی تصویر کو دیکھ رہا تھا اور اپنی ہی پروفائل کو پڑھ رہا تھا۔ باس نے کہا۔ ''یہ سب تمہارے سگے خون کے رشتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی تمہارا خیر خواہ نہیں ہے۔ سب ہی تمہارے دشمن ہیں۔''

اب سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ وکی کے دماغ میں کیسے ہمارے خلاف زہر بھرتا ہوگا؟ اس نے لیپ ٹاپ کو میری طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔ ''اسے اپنے پاس رکھو اور ان تمام چیزوں کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی یادداشت کو تازہ دم کرتے رہو۔''

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس لیپ ٹاپ کو دیکھا۔ پھر باس سے پوچھا۔ ''کیا مجھے انٹرنیٹ کی سہولت حاصل ہوسکتی ہے؟''

''کیوں نہیں؟ تم اپنے کمرے میں بیٹھ کر پوری دنیا کو دیکھ سکتے ہو۔''

میں اس لیپ ٹاپ کو لے کر اپنے کمرے میں آگیا۔ بڑے دنوں کے بعد اپنوں سے رابطہ کرنے کا ذریعہ مل گیا تھا۔ میرے اندر پاپا کے حوالے سے بے چینی اور تجسس بھرا ہوا تھا۔ میں ماما کے حالات جاننے کے لئے بے چین تھا۔ چند لمحوں بعد جب مجھے انٹرنیٹ کی سہولت دی گئی تو میں نے سب سے پہلے ماسٹر فو اور امیر حمزہ سے رابطہ کیا۔ مگر وہ آن لائن نہیں تھے۔

میں نے ای میل کے ذریعہ ان دونوں کو اور نانا جان کو اپنی خیریت سے آگاہ کرتے ہوئے یہ تاکید کی کہ وہ مجھے تفصیلی طور پر ماما کے حالات بتائیں۔ پھر میں نے خان علی کے باپ خان بابا کے متعلق لکھتے ہوئے نانا جان سے کہا کہ وہ اس بزنس ٹائیکون کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کیا جاتا تو مجھے فوراً ہی میرے سوالوں کے جواب مل جاتے۔ مگر جوابی ای میل کا اس وقت تک انتظار کرنا تھا' جب تک کہ نانا جان یا ماسٹر فو وغیرہ ای میل چیک کرنے کے لئے کمپیوٹر استعمال نہ کرتے۔ پھر بھی یہ غنیمت ہی تھا کہ اپنوں سے رابطے کی کوئی تو صورت نکل رہی تھی۔



شہناز کو یہ تو یقین ہوگیا تھا کہ اس کے گھر والے کسی صورت وکی کا مطالبہ تسلیم نہیں کریں گے۔ اس کی سلامتی کی خاطر اپنی جائیداد کی قربانی نہیں دیں گے۔ اس نے اس سلسلے میں اپنے پاپا راجہ تسلیم نواز سے بات کی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وکی کا معاملہ ایسا سنگین

مسئلہ بن جائے گا۔ جسے تر نوالہ سمجھا جا رہا تھا‘ وہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہ جائے گا۔

اسے شاہنواز پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے فون پر اسے باتیں سناتے ہوئے کہا۔ ”میں یہاں سینکڑوں معاملات سے نمٹتا رہتا ہوں۔ نہ جانے کتنے دشمنوں کو کیسی کیسی ہیرا پھیری اور چالاکیوں سے مات دیتا رہتا ہوں۔ مگر تم... وہاں ایک دشمن پر قابو نہ پا سکے؟“

شاہنواز نے کہا۔ ”آپ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ جس معاملے میں تقدیر کی مرضی نہ ہو‘ وہاں ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے یا شاید اس کی قسمت اچھی ہے۔“

”تم سمجھ نہیں رہے ہو۔ اس کی اچھی قسمت ہمیں بدقسمت بنا دے گی؟“

”اب میں ایسا بھی نادان نہیں ہوں۔ اب تک کے تجربات سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ دشمن کے ہاتھوں میں رہنے والی ہماری کوئی کمزوری اس وقت تک کمزوری رہتی ہے‘ جب تک کہ ہم اس سے خوفزدہ ہوتے رہیں۔ وجی ہمیں شہناز کی تصویروں سے بلیک میل کر رہا ہے۔ ان کے بل بوتے پر دھمکاتے ہوئے ایک بہت بڑا مطالبہ منوانا چاہتا ہے۔ لیکن جب میں نے اسے کھلے دل سے آفر کی کہ جا کر خان علی کو وہ تصویریں دکھا کر اپنا شوق پورا کر لے تو وہ توقع کے خلاف ایسی بات سن کر حیران رہ گیا۔ اس کا لب و لہجہ سمجھا رہا تھا کہ غبارے سے ہوا نکل گئی ہے۔“

باپ نے سخت لہجے میں کہا۔ ”یو شٹ اپ... تم نے ایسا کر کے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا ہے۔ بلکہ دہکتے ہوئے شعلوں کو ہوا دی ہے۔ تمہاری کھوپڑی الٹی ہے‘ اس لئے الٹی چالیں چلتے ہو۔ جس مسئلے کو کسی بھی سمجھوتے کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے‘ اسے تم نے مزید الجھانے والا کام کیا ہے۔ کچھ سمجھ بھی رہے ہو‘ خان علی اور وجی کے درمیان شہناز کس بری طرح پھنس کر رہ گئی ہے؟“

باپ کی لعنت ملامت سن کر اس کا منہ بن گیا تھا۔ اس نے ماں اور بہن کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ”میں یہ تمام تدبیریں اور کوششیں شہناز کو اس جھمیلے سے نجات دلانے کے لئے ہی کر رہا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی بھی دشمن کو ٹریپ کرنے کے لئے اپنے اپنے طریقے کار ہوتے ہیں۔“

”کون سے طریق کار...؟ دشمن ہم پر غالب آرہا ہے۔ ہمیں بری طرح الجھا چکا ہے۔ یہ سب تمہاری نااہلی کی وجہ سے ہو رہا ہے اور تم نے سونے پر سہاگہ کا کام یہ کیا کہ اسے بڑی فراخدلی سے کہہ کر چلے آئے‘ وہ شہناز کی تصویروں کو خان علی تک پہنچانا چاہتا ہے تو پہنچا

دے؟“

اس نے سر جھٹک کر ماں کو دیکھا۔ مگر فون پر کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری طرف سے باپ نے کہا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے شانی...؟ مجھے تم سے ایسی ناکامی کی امید نہیں تھی۔ صرف ایک وجی نہیں ہے۔ یہاں ہمارے سینکڑوں دشمن بیٹھے ہیں۔ میں تمہیں اپنا دایاں بازو سمجھتا ہوں۔ لیکن اب تمہاری ایسی نااہلی اور ناکامی کو دیکھ کر شدید مایوسی ہو رہی ہے۔ یہ اندیشہ بھی پیدا ہو رہا ہے کہ تمہاری کمزوریاں رفتہ رفتہ مجھے دشمنوں کے مقابلے میں کمزور بناتی رہیں گی۔“

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ”فکر نہ کریں میرے شہزور پاپا! میری کمزوریاں آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گی۔“

”مسلسل پہنچا رہی ہیں اور تم کہہ رہے ہو‘ نہیں پہنچائیں گی۔ ابھی وجی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟ تم پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے اپنی پوری فیملی کی کم بختی بلا لی ہے۔“

وہ جھنجھلا کر بولا۔ ”اب میں ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہوں۔ آپ تو مجھے بالکل ہی مائنس کر رہے ہیں۔“

”میں تمہیں آئینہ دکھا رہا ہوں۔“

شہناز اور زرینہ بانو اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ ”ہماری اصل پرابلم خان علی ہے۔ اور یہ تو آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ جس چیز کو مسئلہ بنایا جاتا ہے وہ مزید مسائل پیدا کرتی رہتی ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

شہناز سوچتی ہوئی نظروں سے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے فون پر کہا۔ ”اگر ہمارے اور وجی کے بیچ میں سے خان علی کو نکال دیا جائے تو سمجھیں‘ وجی کے غبارے سے ہوا نکل جائے گی۔ بانس ہی نہیں رہے گا تو وہ بانسری کیا بجائے گا؟“

شہناز بڑی دیر سے خاموش تھی۔ مگر بھائی کی یہ بات سن کر تلملا گئی۔ تیز لہجے میں بولی۔ ”یہی تمہاری کم بختی ہے‘ تم الجھنوں کو کسی بھی حکمتِ عملی سے سلجھانے اور ان کا سرا تلاش کرنے کے بجائے ڈوری کو ہی کاٹ دینے کی باتیں کرتے ہو۔ اگر اس معاملے کو سنبھالنے کی سوجھ بوجھ نہیں ہے تو اسے بگاڑنے کی باتیں بھی نہ کرو۔ فون مجھے دو۔“

وہ بہن کو گھور رہا تھا۔ اُدھر سے باپ نے کہا۔ ”شہناز درست کہہ رہی ہے۔ ہم وجی سے جان چھڑانے کے لئے خان علی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تم نہیں جانتے‘ میں شہناز کو اس کی بیوی اور خان بابا کی بہو بنا کر کیسے کیسے مفادات حاصل کرنے والا ہوں؟ خان بابا جیسے بڑے سرمایہ

دار سے رشتے داری کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

شہناز نے فون چھین کر اپنے کان سے لگا لیا تھا۔ باپ کی یہ بات سن کر اس نے کہا۔ "تو پھر آپ ہی بتائیں' وجی کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا' جیسے سوچ میں پڑ گیا ہو۔ پھر بولا۔ "مشکل تو یہ ہے کہ وجی میرے آدمیوں کی نظروں میں نہیں آ رہا ہے۔ اور پھر میں بھی وہاں تم لوگوں کے پاس نہیں ہوں۔ شانی پر بھروسہ کرتے ہوئے وجی کو تمہارے ذریعے ٹریپ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اس نے تو ہمارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

"پلیز پاپا! آپ یہاں آ جائیں۔"

"ہوں.... اس سلسلے میں مجھے کوئی نئی پلاننگ کرنی ہوگی۔ یہاں کے ضروری معاملات کو جلد سے جلد نمٹا کر وہاں آنا ہوگا۔"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے پاپا! وجی نے کہا ہے۔ بلکہ چیلنج کیا ہے کہ وہ ایک ہفتے بعد ان تصویروں کو خان علی تک پہنچا دے گا۔"

"اسے کسی بھی طرح روکنا ہوگا۔ کیونکہ یہاں سے میری روانگی اتنی جلدی ممکن نہیں ہو سکے گی۔"

ان کے درمیان تھوڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ شہناز نے یہ تو سوچ لیا تھا کہ وجی کے سلسلے میں اسے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود یہ امید تھی کہ شاید اس کے پاپا اس مسئلے کا کوئی فوری حل تلاش کر سکیں۔ لیکن اب باپ سے باتیں کرنے کے بعد اسے مایوسی ہو رہی تھی۔

اس کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ جب تک وجی یعنی وکی زندہ رہے گا' تب تک اس کی جان سُولی پر لٹکتی رہے گی۔ وہ کسی بھی صورت خان علی جیسے دیوانے عاشق کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وکی چند تصویروں کے ذریعے اس عاشق کو اس کا دشمن بنا سکتا تھا۔

ایسے وقت ایک ہی بات' ایک ہی خیال ذہن میں ابھرتا تھا کہ وکی مر جائے اور شہناز کا یہ راز اس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے.... مگر وہ ہٹا کٹا نوجوان یونہی کیسے مر جاتا؟

ویسے بھی دشمن صرف سوچنے یا کوسنے کاٹنے سے نہیں مرتے۔ انہیں مارنے کے لئے عملی طور پر کوئی تدبیر کرنی پڑتی ہے اور اس نے تدبیر سوچ لی تھی۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں کرائے کی گولیوں اور کرائے کے قاتلوں کی کمی نہیں ہوتی۔ ایک وکی کو ہلاک کرنے کے لئے موت کا ایک ہرکارہ کافی تھا۔ لیکن شہناز اسے کسی بھی طرح بچ نکلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی

تھی۔ اس لئے اس نے ایک نہیں' دو نہیں.... چار کرائے کے قاتلوں کو خرید لیا۔

اب وکی کو اس کے بل سے نکالنے کا مسئلہ تھا۔ شہناز نے فون پر اسے مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "کیلنڈر دیکھ رہی ہو؟ تین دن گزر چکے ہیں اور ہفتے میں صرف سات دن ہوتے ہیں۔"

"جانتی ہوں' میرے پاس اب صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"اور وصیت نامہ تو ایک ہی دن میں تیار ہو جاتا ہے.... ہے ناں....؟"

اس نے جواباً کچھ نہ کہا۔ وہ بولا۔ "تمہاری خاموشی میرے لئے سوالیہ نشان ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ یہ لہو کے رشتے اپنے مفادات کی خاطر مجھے تو بلی چڑھا دیں گے۔ لیکن میری سلامتی کی خاطر اپنی دولت اور جائیداد کو کبھی قربان نہیں کریں گے۔ اور اب میں دیکھ رہی ہوں' تمہاری پیشگوئی سچ ثابت ہو رہی ہے۔"

"یعنی تمہارے گھر والے میرا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ انکار کر رہے ہیں اور تم انتقاماً میری تصویریں خان علی تک پہنچانے والے ہو۔ اس کے بعد میرا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ مگر اس ساری بھاگ دوڑ کے بعد تمہارے ہاتھ کیا آئے گا؟"

اس نے جواب نہ دیا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ بولی۔ "تم نے میرے گھر والوں کو کنگال کرنے کے لئے تصویروں کا گیم شروع کیا اور واقعی تم ان کے ذریعے ہماری دولت اور جائیداد کا ایک بڑا حصہ اڑا کر لے جا سکتے تھے۔ لیکن تمہاری توقع کے خلاف میرے گھر والے بلیک میل نہیں ہو رہے ہیں۔"

"مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ۔"

"اپنی خیریت چاہتی ہوں۔ اسی لئے تم سے رابطہ کیا ہے۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہہ رہا ہوں' تمہاری خیریت اور سلامتی تمہارے اپنوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جا کر انہیں سمجھاؤ۔"

"دنیا کا اصول ہے' جو چیز مانگنے سے نہ ملے' اسے چھین لیا جاتا ہے۔ تم مانگ رہے ہو۔ مگر چھینو گے نہیں۔ کیونکہ تمہاری سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن میرے سر پر تلوار لٹک رہی ہے اور میں اسے ہٹانے کے لئے لہو کے رشتوں سے بغاوت بھی کر سکتی ہوں۔"

وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگا۔ وہ بول رہی تھی۔ "تم مجھ سے سودا کرو۔ میں ان تصویروں کے بدلے اپنی سلامتی کی خاطر اپنے والدین کی تمام دولت اور جائیداد تمہاری جھولی میں ڈال دوں گی۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"میں اپنی شامت کو ٹالنے کے لئے ناممکن کو ممکن بنا دوں گی۔"

"تو پھر بتاؤ.... چار دنوں میں جو کر سکتی ہو' کرو۔"

وہ بولی۔ "کچھ بھی کرنے سے پہلے میں تم سے ایک ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز۔ انکار نہ کرنا۔"

"ملاقات کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہے تب ہی تو کہہ رہی ہوں۔ پلیز۔ میرے پاس چلے آؤ یا مجھے کہیں بلا لو۔"

اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم فون بند کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں کال کرتا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر فون کو دیکھتے ہوئے سوچ میں پڑ گیا۔ دماغ میں کئی طرح کے سوالات کلبلانے لگے تھے کہ شہناز کیا کہہ رہی ہے؟ کیوں کہہ رہی ہے؟ اور جو کہہ رہی ہے اس میں کس حد تک سچائی ہے؟ اگر وہ واقعی اپنے گھر والوں سے بغاوت کرنے والی ہے تو یہ ایک زبردست تماشہ ہوگا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "مگر اس تماشے کے پیچھے کوئی بہت بڑی سازش بھی ہو سکتی ہے۔ اکثر اوقات مخالفین کو پچھاڑنے اور ان پر غالب آنے کے لئے عورت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے شاہنواز اور اس کی ماں ایک بار پھر شہناز کو پھر کسی نئے ڈھنگ سے میرے قریب پہنچانا چاہتے ہیں۔"

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اثبات میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔ "میں بھی نادان نہیں ہوں۔ وہ اتنے پیار سے اصرار کر رہی ہے۔ جانا تو پڑے گا... دیکھوں تو سہی' کون کون سے ہتھیار تیز کر کے آتی ہے؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے فون کو دیکھا۔ شہناز کے نمبر پنچ کر کے اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر رک گیا۔ اس کے بجائے ایشلے کے نمبر پنچ کر کے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو وکی! لگتا ہے' کچھ زیادہ ہی مصروف رہتے ہو۔ ملنا تو دور کی بات ہے، فون پر بھی مخاطب نہیں کرتے۔"

"میری بات چھوڑو۔ اپنے خان علی کی سناؤ... اس کے دل و دماغ سے شہناز کی محبت کا بھوت اترا یا نہیں؟"

"ایسے کیسے اترے گا؟ وہ کانوں سے سن کر یقین نہیں کرنا چاہتا۔ میں شہناز کے بارے میں جو کچھ کہتی ہوں' وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔ مجھ سے پروف مانگتا ہے۔ لیکن تم مجھے شہناز کے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہیں کر رہے ہو۔ پلیز۔ کچھ تو بتاؤ تم کیا کر رہے ہو؟ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ وہ مجھ سے بدظن ہو سکتا ہے۔ یہی سمجھے گا کہ میں خوامخواہ شہناز کے حوالے سے اس کے دل و دماغ میں زہر گھولتی رہتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ بس تھوڑا انتظار اور کر لو۔ یہ بتاؤ' اگر میں تمہیں کسی ریسٹورنٹ میں بلاؤں تو تم خان علی کے ساتھ وہاں آ سکتی ہو؟"

"ریسٹورنٹ میں...؟ معاملہ کیا ہے؟"

"شہناز مجھ سے ملنے آ رہی ہے اور میں چاہتا ہوں' ایسے وقت خان علی بھی وہاں موجود رہے۔"

"یہ کیا غضب کر رہے ہو؟ وہ شہناز کو تمہارے ساتھ دیکھ کر غصے سے بپھر جائے گا۔"

"میں معاملات کو سنبھالنا جانتا ہوں۔ کیا تم شہناز کو رنگے ہاتھوں پکڑوانا نہیں چاہتیں؟"

"بیشک۔ چاہتی ہوں۔ مگر تم...."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "جو چاہتی ہو' وہ کر گزرو۔ تمہیں خان علی کے کانوں میں صرف یہ بات پھونکنی ہوگی کہ شہناز وہاں کسی سے ملنے جا رہی ہے۔ باقی معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر پہنچنا کہاں ہے؟"

"کل شام چھ بجے ڈے اینڈ نائٹ ریسٹورنٹ میں پہنچ جانا۔"

پھر اس نے ایشلے سے رابطہ ختم کر کے شہناز کو بھی اسی ریسٹورنٹ میں پہنچنے کی ہدایت کی۔ پتہ نہیں' وہاں کیا ہونے والا تھا؟ وہ ایک دوسرے کی سازشوں سے بے خبر تھے۔ ایک طرف شہناز اس کی شامت کا سامان کر رہی تھی اور دوسری طرف وکی اس کے خلاف ایسی چال چل رہا تھا، جس کے نتیجے میں وہ خان علی سے ہاتھ دھونے والی تھی۔

دوسرے دن شہناز نے کرائے کے قاتلوں کو مطلوبہ ریسٹورنٹ کے باہر چھپ کر رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ "میں اندر تو تنہا جاؤں گی لیکن باہر آتے ہوئے میرے ساتھ ایک شخص ہوگا، وہی تمہارا شکار ہے۔ اسے کسی بھی صورت بچ کر جانا نہیں چاہئے۔"

اور بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ وہ موت کے ہرکارے تعداد میں چار تھے۔ اگر وکی کسی

ایک کی گولی سے بچتا تو کسی دوسرے کی گولی سے مارا جانے والا تھا۔

وہ مقررہ وقت کے مطابق ریسٹورنٹ میں پہنچ گئی۔ایک ٹیبل پر بیٹھ کر انتظار کی گھڑیاں گننے لگی۔دوسری طرف ایشلے بھی خان علی کے ساتھ وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

خان علی'شہناز کی موجودگی سے بے خبر تھا۔لیکن ایشلے نے ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو شہناز ایک کارنر ٹیبل پر بیٹھی فون میں مصروف دکھائی دی۔یقیناً وکی کو کال کر رہی ہوگی۔

ایشلے نے خان علی کو باتوں میں ایسا الجھایا ہوا تھا کہ اس کی نظر کارنر ٹیبل تک نہ جا سکی۔ایشلے نے اپنے لئے ایسی میز کا انتخاب کیا'جہاں سے خان علی شہناز کو دیکھ نہ پائے۔ویسے بھی وہ اس انداز سے بیٹھا تھا بلکہ ایشلے نے اسے وہ کرسی دی تھی'جس کی پشت شہناز کی طرف تھی یوں وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔مگر ایشلے دیکھ رہی تھی۔وہ دور اپنی ٹیبل پر اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔اگرچہ اس کی صرف پشت دکھائی دے رہی تھی۔ایشلے نے سوچا تھا کہ وکی وہاں موجود ہوگا۔مگر وہ تنہا دکھائی دے رہی تھی۔

یوں تو وکی بھی وہاں موجود تھا۔مگر نہ تو ایشلے کی نظروں میں آسکتا تھا اور نہ شہناز اسے پہچان سکتی تھی۔وہ ایک الگ ٹیبل پر بیٹھا ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔ایسے وقت فون کے وائبریشن نے سمجھایا کہ کوئی اسے کال کر رہا ہے۔اس نے فون کو نکال کر دیکھا۔ننھی سی اسکرین پر شہناز کا نام جگمگا رہا تھا۔اس کے کان میں ہینڈ فری لگا ہوا تھا۔اس نے ایک بٹن دبایا تو وہ جیسے اس کے کان میں آ کر بولنے لگی۔"ہیلو وکی! کہاں ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔"اسی دنیا میں ہوں۔"

"ذرا گھڑی دیکھو!تمہارے چھ کب بجیں گے؟"

"ابھی تو صرف پندرہ منٹ لیٹ ہوا ہوں۔تھوڑی اور دیر ہوگی۔"

اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔"کتنی دیر.....؟"

"کچھ ضروری معاملات نمٹا رہا ہوں۔فکر نہ کرو جلدی پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ابھی فون بند کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔شہناز نے سر گھما کر ریسٹورنٹ کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔اس چار دیواری کے باہر اس نے وکی کی موت کا اہتمام کر رکھا تھا۔وہ چار کرائے کے قاتل اپنی اپنی پوزیشن سنبھالے اس کے منتظر تھے اور وہ شہناز کو انتظار کی آگ میں جلا رہا تھا۔

اِدھر خان علی نے ایشلے سے کہا۔"تم نے بڑے اصرار پر مجھے یہاں بلایا اور اب خاموش بیٹھی ہوئی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں' کچھ بولوں گی تو تم یقین بھی کرو گے یا نہیں؟"

"ایسی کیا بات ہے؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"شہناز تمہیں مسلسل دھوکا دے رہی ہے۔"

"یہ بات تم مجھے پچھلے کئی دنوں سے بتا رہی ہو۔مگر اب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکیں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔"اس کے باوجود تم میری باتوں پر یقین کر رہے ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔"کہہ سکتی ہو۔لیکن اپنے اندر کی بات صرف میں جانتا ہوں۔تم جو کہتی ہو، اسے مان لیتا ہوں۔اپنے طور پر بھی اندازے کر رہا ہوں۔شہناز پر شبہ بھی کر رہا ہوں۔مگر جس دن یقین ہوگیا'وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گی۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔"نہیں بچے گی مطلب؟"

وہ بولا۔"ہمارے اپنے کچھ اصول ہیں۔چاہے محبت ہو یا شادی... جو عورت ایک بار ہمارے نام ہو جائے پھر وہ اپنی آخری سانس تک کسی کا نام بھی نہیں لے سکتی۔"

ایشلے ایک ایسے معاشرے میں سانسیں لے رہی تھی، جہاں عورت کی کوئی عزت نہیں تھی۔بس وہ ایک استعمال کی چیز تھی۔اسے چیونگم کی طرح چبا کر تھوک دیا جاتا تھا۔یا پھر استعمال کرنے کے بعد لباس کی طرح اتار کر پھینک دیا جاتا تھا۔

ان لمحات میں وہ خان علی کو متاثر ہو کر دیکھ رہی تھی۔سوچ رہی تھی۔"یہ کس دنیا کے مرد ہیں؟ایک بار بیوی بن جانے والی کو کیسے اس کی آخری سانس تک تحفظ دیتے رہتے ہیں؟اسے اپنی عزت بنانے کے بعد کسی دوسرے کے ہاتھ لگنے نہیں دیتے۔کتنے جتن سے سنبھال کر رکھتے ہیں۔کاش.....یہ مجھے سنبھال لے۔اپنی عزت بنا کر اپنی چار دیواری میں محفوظ کر لے۔مگر اس سے پہلے شہناز جیسی دھوکے باز عورت کو اس کے دل سے نکالنا ضروری ہے۔"

وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ایسے ہی وقت کالنگ ٹون نے اسے مخاطب کیا۔اس نے اپنے پرس سے موبائل فون نکال کر دیکھا۔وکی اسے مخاطب کر رہا تھا۔اس نے کن انکھیوں سے خان علی کو دیکھا پھر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔"ہاں بولو....."

دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ''خان علی کو شہناز کے پاس بھیج دو۔''

اس نے مختصراً پوچھا۔ ''کیوں....؟''

''جیسا کہہ رہا ہوں۔ ویسا کرو۔''

''اور تم....؟''

''میں خوامخواہ خان علی کے سامنے آ کر فساد برپا نہیں کرنا چاہتا۔ تم اسے بتاؤ کہ شہناز اس وقت وہاں تنہا بیٹھ کر میرا انتظار کر رہی ہے۔''

''اس سے کچھ نہیں ہوگا۔''

''ہوگا۔ بہت کچھ ہوگا۔ تم سوال نہ کرو۔ صرف تماشہ دیکھتی رہو۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس نے موبائل کو پرس میں رکھتے ہوئے خان علی کی طرف دیکھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ ایشلے اس کے رقیب سے باتیں کرتی رہی ہے۔ ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر وہ بولی۔

''تمہارے دستور، تمہارے اصول بہت اچھے ہیں۔ تم خود بھی بہت اچھے ہو۔ کیا مجھے اپنی عزت بناؤ گے؟ ایک چار دیواری کا تحفظ دو گے؟''

''یہ بات پہلے بھی ہمارے درمیان ہو چکی ہے اور میں تمہیں سمجھا چکا ہوں۔ کسی سے زبردستی محبت کرائی نہیں جاتی۔''

''یہی بات تمہیں بھی سمجھنی چاہئے۔ تم شہناز کو زبردستی صرف اپنے تک محدود نہیں رکھ سکتے۔ وہ تمہیں دھوکا دے کر کسی دوسرے کی طرف جا رہی ہے۔ جبکہ میں پوری دنیا کو چھوڑ کر حتیٰ کہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر تمہاری طرف آنا چاہتی ہوں۔''

اس نے جواباً کچھ نہ کہا سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''ویسے مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ آج تم شہناز کے ساتھ کہیں جانے والے تھے۔ لیکن میں نے بلایا تو اسے چھوڑ کر میرے پاس چلے آئے۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ اسے اپنی ممی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔ اس لئے میں یہاں چلا آیا۔''

اس نے کن انکھیوں سے شہناز کی طرف دیکھا پھر کہا۔ ''اچھا... ڈاکٹر کے پاس.... اگر میں یہ کہوں کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے تو....؟''

اس نے ذرا چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''تم بہت بڑی بات کہہ رہی ہو۔''

''میں اور بھی بہت کچھ کہہ سکتی ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''اس وقت تو لگ رہا ہے، تم روایتی محبوباؤں کی طرح مجھے اس کے خلاف بہکا رہی ہو۔''

وہ زیرِ لب مسکرا کر بولی۔ ''میں سچ بول رہی ہوں۔ ویسے بھی تم بہکاوے میں آنے والے نہیں ہو۔ یقین کرو شہناز نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ وہ کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی ہے۔ اس وقت ایک ریسٹورنٹ میں تنہا بیٹھی کسی کا انتظار کر رہی ہے۔''

اس کی پیشانی پر شکنیں پھیل گئیں۔ ایشلے نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا کوئی اتنا بڑا جھوٹ بول سکتا ہے؟''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔ ''جب اس کے بارے میں اتنا کچھ جانتی ہو تو یہ بھی ضرور جانتی ہوگی کہ وہ اس وقت کس ریسٹورنٹ میں ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ جانتی ہوں۔ تمہیں وہاں تک پہنچا بھی سکتی ہوں۔''

اس نے پہلو بدل کر کہا۔ ''تو پھر بتاؤ...''

''بتاتی ہوں۔ مگر یہ سن لو۔ وہ جس کا انتظار کر رہی ہے وہ ابھی تک اس کے پاس نہیں آیا ہے۔ یعنی وہ رنگے ہاتھ پکڑی جانے والی نہیں ہے۔''

''میرے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہوگا کہ وہ مجھ سے جھوٹ بول کر کہیں اور پہنچی ہوئی ہے۔''

اس نے شہناز پر ایک نظر ڈالی۔ وہ فون کو کان سے لگائے باتوں میں مصروف تھی۔ دوسری طرف سے وکی کہہ رہا تھا۔ ''میں بس پانچ منٹ میں پہنچنے والا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''پلیز جلدی آجاؤ۔ تم نے تو مجھے بور کر دیا ہے۔''

ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ ادھر ایشلے نے خان علی سے کہا۔ ''اپنے پیچھے دیکھو...!''

وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ایک ذرا گھوم گیا۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں ایک کارنر ٹیبل کی طرف اٹک کر رہ گئیں۔ اگرچہ شہناز کا رخ اس کی طرف نہیں تھا۔ چہرہ بھی مکمل طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر وہ اسے ہجوم میں بھی پہچان سکتا تھا۔ پھر وہ تو تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے پہچانتے ہی دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کے اندر سنسنی سی پھیل گئی۔ ایشلے نے پوچھا۔ ''وہ شہناز ہی ہے ناں؟''

وہ اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ شہناز ہے۔''

پھر اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم یہاں بیٹھو۔ میں ذرا اس سے پوچھ کر آتا ہوں۔ کیا ڈاکٹر کا کلینک اس ریسٹورنٹ میں ہے؟''

وکی دور بیٹھا ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔ خان علی وہاں سے چلتا ہوا شہناز کی ٹیبل کی طرف آیا۔ مگر سامنے آنے کے بجائے اس نے پیچھے سے آکر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے تو وہ ایکدم سے چونک گئی۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں کو چھوتے ہوئے بولی۔ ''وجی! یہ تم ہی ہوناں؟ بہت انتظار کرایا ہے۔''

رقیب کا نام سن کر خان علی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے اپنے ہاتھ پیچھے ہٹا لئے۔ آنکھیں کھلتے ہی شہناز نے پلٹ کر کچھ کہنا چاہا مگر وہاں وکی کے بجائے خان علی کو دیکھ کر اس کے دیدے پھیل گئے۔ آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ اس نے بڑی مشکل سے تھوک نگلتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''تم....؟''

وہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ہاں میں..... مجھے یہاں دیکھ کر شاک پہنچ رہا ہے؟''

شاک تو پہنچا تھا۔ دل و دماغ کو ایسا جھٹکا سا لگا تھا کہ اس ایئرکنڈیشنڈ ہال میں بھی اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔ پریشانی یہ نہیں تھی کہ خان علی وہاں پہنچ گیا ہے۔ اصل پریشانی یہ تھی کہ چند لمحوں میں وکی بھی وہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ کن انکھیوں سے بیرونی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ ''مم۔ مجھے حیرانی ہے کہ تم یہاں کیسے آگئے؟''

''حیران تو میں بھی ہوں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ یہ ریسٹورنٹ ہے یا کسی ڈاکٹر کا کلینک؟''

اس نے طنز کا ایسا تیر مارا تھا کہ وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گئی۔ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''کک۔ کلینک۔ ہاں کلینک..... میں ممی کو وہاں چھوڑ کر یہاں آئی ہوں۔''

''وجی سے ملنے.....؟''

چوری پکڑی جارہی تھی۔ اس کی جیسے سانسیں رک رہی تھیں۔ اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔ ''و... وجی...؟''

''تھوڑی دیر پہلے تو تم نے مجھے وجی سمجھتے ہوئے بڑے چہک کر اس کا نام لیا تھا۔ اب آواز کہاں گھٹ گئی ہے؟''

حالات نے اچانک ہی ایسے پلٹا کھایا تھا کہ وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔ جھوٹ سچ بولنے میں

ماہر تھی۔ مگر اس وقت دماغ جیسے چکرا کر رہ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بات بنائے؟ بگڑتی ہوئی صورت حال کو کس تدبیر سے سنبھالے؟ پھر وکی کی آمد ننگی تلوار کی طرح اس کے سر پر لٹک رہی تھی۔ کسی بھی لمحے میں گرنے والی تھی۔ اس سے بچنا بھی ضروری تھا۔ ان لمحات میں وہ جیسے بوکھلا سی گئی تھی۔

وکی دور بیٹھا اس کی حالت دیکھ رہا تھا اور محظوظ ہو رہا تھا۔ پھر زیرِ لب مسکرا کر اپنے فون کو آپریٹ کرنے لگا۔ ادھر شہناز کے فون نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے جھٹ سے اسے اٹھا کر دیکھا۔ وکی کال کر رہا تھا۔ وہ اسے آن کر کے کان سے لگا کر سننے لگی۔ وہ بولا۔ ''ہاں۔ میں پہنچ گیا ہوں۔ گاڑی پارک کر کے آرہا ہوں۔''

اس نے خان علی کو دیکھتے ہوئے جلدی سے فون پر کہا۔ ''نہیں۔''

اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا مطلب نہیں...؟''

''میرا مطلب ہے مت آؤ۔''

''کیوں نہ آؤں؟''

ادھر خان علی نے پوچھا۔ ''کسے آنے سے روک رہی ہو؟''

وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کس کو کیا جواب دے؟ خان علی اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فون پر وکی نے پوچھا۔ ''یہ خان علی کی آواز تھی؟ کیا وہ تمہارے پاس پہنچا ہوا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ ابھی فون بند کرو۔''

پھر اس نے خود ہی رابطہ ختم کر کے فون کو پرس میں رکھ لیا۔ خان علی خاموش تھا۔ مگر اس کی گہری چبھتی ہوئی نگاہیں شہناز کے وجود میں کھبتی چلی جارہی تھیں۔ پھر وہ کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے اٹھ کر جانے لگا۔ وہ فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے بولی۔ ''تم کہاں جارہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہاں سے جا کر شکرانے کے نفل ادا کرنا کہ تم مجھے وجی کے ساتھ نظر نہیں آئیں۔''

وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر جانا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اس ہاتھ سے لپٹتے ہوئے بولی۔ ''تم غلط سمجھ رہے ہو۔''

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ اس کے ساتھ کھنچتی ہوئی کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''کیا یہ غلط ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا؟ یہ غلط ہے کہ تم

یہاں وجی سے ملنے آئی تھیں؟ کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم نے ابھی فون پر اسے یہاں آنے سے منع کیا ہے؟''

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بات اس حد تک بگڑ جائے گی۔ مگر کچھ تو کرنا تھا۔ بگڑتی ہوئی بات کو بنانے کے لئے کوئی چالاکی' کوئی مکاری تو دکھانی تھی۔

ایسے وقت دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔ اچانک ہی کوئی تدبیر سجھائی دینے لگے تو ایسے ہی جھماکے ہوا کرتے ہیں۔ اس نے فوراً ہی شکست خوردہ انداز میں کہا۔ ''تم نے ابھی جو کہا' وہ درست ہے۔ کچھ بھی غلط نہیں ہے۔''

وہ اسے شدید نفرت سے گھورتے ہوئے بولا۔ ''بڑی ڈھٹائی سے اعتراف کر رہی ہو؟''

''کیونکہ تم غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔ جب بات کھل ہی رہی ہے تو تمہیں صحیح بات معلوم ہونی چاہئے۔''

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ ''بیٹھ تو جاؤ۔''

اس نے ایک گہری سانس لے کر دور بیٹھی ہوئی ایشلے کو دیکھا۔ پھر بے دلی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

شہناز نے اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ سچ ہے کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا۔ مگر اس حقیقت کو تو تم بھی جانتے ہو گے کہ جھوٹ ہمیشہ مجبوری میں بولا جاتا ہے۔''

وہ اسے چبھتی ہوئی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''محبت کرنے والوں کو یہ دنیا سکون سے جینے نہیں دیتی۔ وجی بھی یہی کر رہا ہے۔ اس نے میرا آرام اور سکون غارت کر دیا ہے۔''

''وہ کیسے....؟''

''میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ ایک مجرمانہ زندگی گزارنے والا خودسر اور چالباز شخص ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی ایسی طلب کے پیچھے محبت نہیں' لالچ چھپا ہوا ہے۔ جسے ہم سمجھتے ہیں۔ وہ میرے ذریعے میرے والدین کی دولت اور جائیداد پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔''

وہ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''جب اسے یہ معلوم ہوا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور بہت جلد ہم ایک ہونے والے ہیں تو وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا۔ تمہیں ہماری کمزوری بنا کر مجھے اور میرے گھر والوں کو کمزور بنا رہا ہے۔ تم دیکھ ہی رہے ہو' آج کل میں بہت ڈسٹرب رہنے لگی ہوں' اور اس کی وجہ وہ کم بخت وجی ہی ہے۔ کہتا ہے' تمہیں میرے خلاف بھڑکائے گا۔ کچھ ایسا کرے گا کہ تم مجھ سے

بدظن ہو جاؤ گے۔''

''یہ باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں؟''

''ہم اس معاملے کو اپنے طور پر سنبھالنا چاہتے تھے۔ مگر وہ تو ہمیں الجھائے چلا جا رہا ہے۔ میں نہیں جانتی' نہ تم نے مجھے بتایا' لیکن وہ کہتا ہے' اس نے میری طرف سے تمہارا دل پھیرنے کے لئے اپنی ایک آلۂ کار کو تمہارے پیچھے لگایا ہوا ہے۔''

ایسا کہتے ہوئے اس نے کن انکھیوں سے خان علی کو دیکھا۔ وہ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ وہ بولی۔ ''اس کا نام شاید ایشلے ہے۔ تم بتاؤ' کیا اس نام کی کسی لڑکی کو جانتے ہو؟''

وہ سوچ میں گم تھا۔ ایک ذرا ٹھٹک کر بولا۔ ''آں... کیا....؟''

''میں پوچھ رہی ہوں' کیا تم ایشلے نامی کسی لڑکی کو جانتے ہو؟''

اس نے شہناز سے نظریں بچا کر دور بیٹھی ہوئی ایشلے کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر کہا۔ ''ہاں۔ جانتا ہوں۔''

شہناز نے پہلو بدل کر ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ ''کیا وہ تمہیں میرے خلاف بھڑکاتی ہے؟''

''یہ تو لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے۔ ایک کو پیچھے دھکیلنے اور خود آگے آنے کے لئے وہ ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ کچھ بولتی رہتی ہیں۔''

''مجھے یہ سن کر اچھا نہیں لگ رہا ہے کہ وہ میرے خلاف بولتی ہے اور تم سنتے رہتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''کچھ باتیں کانوں سے سنی جاتی ہیں اور کچھ دل سے.... مگر سچی باتیں ہمیشہ دل کو لگتی ہیں۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا اس کی باتیں تمہارے دل کو لگتی ہیں؟''

''ابھی تو نہیں لگتیں۔''

''یعنی لگ سکتی ہیں؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ شہناز نے بے چین ہو کر کہا۔ ''وہ وجی کی آلۂ کار ہے۔ پلیز۔ اسے اپنے قریب آنے نہ دو۔ اس کی کسی بات پر یقین نہ کرو۔''

''ابھی تم وجی کی بات کرو۔ اب جبکہ سارا معاملہ مجھ پر واضح ہو چکا ہے تو کوئی مجھے تمہارے خلاف بہکا نہیں سکے گا۔ تم ابھی فون کرو اور اسے میری موجودگی میں یہاں بلاؤ۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہاں... تمہاری موجودگی میں....؟''

"ہاں۔وہ میری وجہ سے تمہیں بلیک میل کر رہا ہے۔لیکن جب یہ دیکھے گا کہ مجھے اس معاملے کی خبر ہوگئی ہے تو اس کی ساری چالبازیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

وہ وکی کو کیسے بلاسکتی تھی؟اس نے خان علی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے پاس شہناز کے خلاف تصویری ثبوت ہیں۔پھر اس رات جولی لوٹی ہوٹل میں جو کچھ ہوا اسے وکی حرف بہ حرف بیان کرے گا تو شہناز بری طرح پھنس کر رہ جائے گی۔اس کے علاوہ یہ بات بھی کھل جائے گی کہ اس رات خان علی کے کمرے سے کوئی اجنبی لڑکی نہیں' بلکہ شہناز ہی برآمد ہوئی تھی۔وہ وکی کو جھٹلائے گی تو یقیناً وہ خان علی کو مشورہ دے گا کہ شہناز کو اس ہوٹل منیجر کے سامنے پیش کیا جائے۔یوں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی راز کی باتیں کھلنے کا اندیشہ تھا۔وہ وکی کو کسی بھی صورت وہاں بلا نہیں سکتی تھی۔اس نے خان علی کو ٹالنے کے لئے کہا۔"تمہیں ساری حقیقت بتانے کے بعد میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا ہے۔اب وجی کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ تم میرے ساتھ ہو۔"

اس نے بات مکمل کرتے ہوئے خان علی کا ہاتھ تھام لیا۔وہ اسے دوسرے ہاتھ سے تھپکتے ہوئے بولا۔"تمہارے دل کا بوجھ تو ہلکا ہوگیا۔لیکن میرے ذہن پر جو بوجھ پڑ گیا ہے' اسے ہلکا کرنا بھی ضروری ہے اور اس کے لئے وجی ضروری ہے۔اس کا نمبر ملاؤ اور اسے یہاں بلاؤ۔"

اس نے جس بات کو بڑی چالاکی سے سنبھالا تھا۔اسے پھر سے بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔سر جھٹک کر بولی۔"مٹی ڈالو اس پر....ماما اور شاہنواز اس سے نمٹ لیں گے۔"

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔"دشمن جب تک زندہ رہے' اس پر مٹی نہیں ڈالی جاسکتی۔میں کسی بھی معاملے کو دباتا نہیں ہوں' اسے جڑ سے ختم کرتا ہوں۔تم نمبر ملاؤ...."

وکی دور بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔باتیں تو سنائی نہیں دے رہی تھیں' لیکن چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے درمیان کوئی بحث چل رہی ہے۔

دوسری طرف ایشلے بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔اس کی نظریں خان علی اور شہناز کے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ادھر وہ اس کے ہاتھ کو تھامے بیٹھا تھا۔ادھر ایشلے کو ایسا لگ رہا تھا' جیسے اس کا ہاتھ خان علی کے ہاتھوں سے چھوٹ رہا ہے۔وہ اندر ہی اندر مایوس ہو رہی تھی۔یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ شہناز پھر کسی مکاری کے ذریعے اسے اپنے دام میں لا رہی

ہے۔وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ کہیں سے وکی آجائے اور شہناز کی جھوٹی محبت کا بھانڈا پھوٹ جائے۔

ادھر خان علی' شہناز کے پیچھے پڑ گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے ٹالے؟وہ الجھی ہوئی تھی۔پریشان تھی' بڑی تیزی سے سوچ رہی تھی۔عورت کی مکاریوں کو مرد نہ تو کبھی سمجھ سکا ہے اور نہ کبھی سمجھ سکے گا۔

اس نے کچھ سوچ کر اپنا موبائل فون نکالا۔پھر اسے آپریٹ کرنے لگی۔خان علی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کیسی چالبازی دکھا رہی ہے؟شہناز کے پاس ایک اضافی سم رہا کرتی تھی جسے وہ کبھی کبھی استعمال کرنے کے لئے فون میں لگاتی تھی۔اس طرح اس کا وہ نمبر کبھی کبھی آن ہوتا تھا۔ورنہ آف ہی پڑا رہتا تھا۔

اس وقت اس کے فون میں وکی کا نمبر میرے نام سے سیو تھا۔اس نے اس نمبر پر اپنا نام لکھا اور اپنے آف رہنے والے دوسرے نمبر کو وجی کے نام سے سیو کرلیا۔اس نے اس کارروائی میں بڑی پھرتی دکھائی تھی۔پھر بھی ذرا دیر ہوئی تو خان علی نے پوچھا۔"کیا بات ہے؟بڑی دیر سے فون کو آپریٹ کر رہی ہو؟کیا نمبر ملانے میں اتنا وقت لگتا ہے؟"

اس نے اپنا کام کر دکھایا تھا۔اب یہ پریشانی نہیں رہی تھی کہ خان علی وکی کو اپنے طور پر کال کرنے کے لئے اس کے فون کو آپریٹ کرے گا تو اس کا اصل نمبر خان علی تک نہیں پہنچے گا۔وہ شہناز کے دوسرے نمبر کو وکی کا نمبر سمجھ کر اس پر کال کرتا رہے گا اور مایوس ہوتا رہے گا۔

شہناز نے کال کا بٹن دبا کر فون کو کان سے لگالیا پھر چند لمحوں کے بعد کہا۔"اس کا فون آف ہے۔"

وہ بولا۔"سگنل کا مسئلہ ہوگا دوبارہ ٹرائی کرو۔"

اس نے دوبارہ کوشش کی۔مگر کوشش کرنے سے کیا ہوتا؟جبکہ وہ نمبر کسی کے استعمال میں ہی نہیں تھا۔خان علی نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔"لاؤ فون مجھے دو۔میں دیکھتا ہوں۔"

جس بات کا اندیشہ تھا' وہی ہوا۔مگر اب شہناز کو کوئی فکر نہیں تھی۔اس نے بڑے اطمینان سے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔خان علی وجی کے نام سے سیو کئے ہوئے نمبر کو پنچ کر کے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ریکارڈنگ سنائی دی کہ مطلوبہ نمبر اس وقت بند

ہے۔اس نے فون کو کان سے ہٹا کر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔پھر اس نمبر کو اپنے فون میں فیڈ کرتے ہوئے کہا۔''ابھی بند ہے۔کسی وقت تو آن ہوگا۔میں خود اس سے رابطہ کروں گا۔''

شہناز دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی۔اپنی مکاری اور حاضر دماغی پر خوش ہو رہی تھی۔پھر وہ موت کے ان ہرکاروں کے بارے میں سوچنے لگی، جو باہر اس کے حکم کے مطابق اپنے شکار کے انتظار میں جگہ جگہ چھپے ہوئے تھے۔

اس نے خان علی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔''میں یہاں کیوں آئی تھی یہ تو تمہیں معلوم ہوگیا۔لیکن تم یہاں تنہا کیا کر رہے ہو؟''

اس نے کہا۔''میرا ایک دوست آنے والا ہے۔اس کے ساتھ کچھ کاروباری معاملات طے کرنے ہیں۔اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔''

شہناز کو یہ سن کر اطمینان ہوا کہ وہ اپنے کسی دوست کا انتظار کر رہا ہے۔لہٰذا اس کے ساتھ نہیں جائے گا۔اگر جاتا تو وہ کرائے کے قاتل اسے شہناز کے ساتھ دیکھ کر یہی سمجھتے کہ ان کا شکار چلا آرہا ہے۔پھر وہ وہی کرتے، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔

وہ بولی۔''جب تک تمہارا دوست نہیں آتا میں تمہیں کمپنی دیتی رہوں گی۔''

خان علی نے کہا۔''نہیں۔اس کی ضرورت نہیں ہے۔تم ہوٹل پہنچو۔میں وہیں آکر تم سے ملاقات کروں گا۔''

وہ اس کے ہاتھ کو تھام کر بڑے جذبے سے بولی۔''آج میں بہت خوش ہوں۔چاہتی ہوں، تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔''

وہ اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولا۔''فکر نہ کرو۔میں یہاں سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس آؤں گا۔تم جاؤ۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔''میں بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گی۔''

خان علی بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔وہ بیگ کو شانے سے لٹکا کر اس سے الوداعی مصافحہ کرتی ہوئی وہاں سے جانا چاہتی تھی۔مگر یہ دیکھ کر ٹھٹک گئی کہ وہ بھی اس کے ساتھ آرہا تھا۔اس نے پوچھا۔''تم کہاں جا رہے ہو؟''

''تمہیں گاڑی تک چھوڑنے.....''

وہ پریشان ہو کر بولی۔''نن..نہیں۔اس کی ضرورت نہیں ہے۔میں خود چلی جاؤں گی۔''

وہ اسے لے کر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔''دوست کا مسئلہ نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ ہی

چلتا۔مگر ابھی گاڑی تک تو چھوڑ سکتا ہوں۔''

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔اس کے قدم جیسے وہیں فرش سے چپک کر رہ گئے تھے۔خان علی اس کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتا تھا مگر وہ اپنی جگہ جم کر کھڑی رہی۔اس نے کہا۔''کیا بات ہے؟ چلو ناں.....''

''تم میرے ساتھ باہر نہیں جاؤ گے۔''

''مگر کیوں.....؟''

اس نے کچھ کہنا چاہا پھر چپ ہوگئی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے کیسے سمجھائے کہ باہر موت منڈلا رہی ہے۔اس کی سلامتی شہناز کے لئے بہت ضروری تھی۔وہ بات بناتے ہوئے بولی۔''تمہارا دوست کسی وقت بھی آسکتا ہے۔تمہیں یہاں موجود رہنا چاہئے۔''

وہ بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔''اس ریسٹورنٹ کا یہی ایک دروازہ ہے۔وہ یہیں سے آئے گا۔میں اسے دیکھ لوں گا۔تم اس کی فکر نہ کرو۔چلو...''

اس نے پریشان ہو کر خان علی کو دیکھا۔وہ بولا۔''اب کیا بات ہے؟''

وہ بری الجھ گئی تھی۔تذبذب میں تھی۔نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، والی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ذرا دور ہٹتے ہوئے بولی۔''میں تمہارے ساتھ باہر نہیں جاسکتی بلکہ ...تم میرے ساتھ باہر نہیں جاؤ گے۔''

وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے آخر تمہیں ہوا کیا ہے؟''

وہ الجھ کر بولی۔''مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔تم بس یہاں رہو۔میں جارہی ہوں۔''

اب تو خان علی وہاں رکنے والا نہیں تھا۔اس کے بار بار انکار کرنے پر تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔وہ پہلے تو اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسے تقریباً کھینچتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف لے جانے لگا۔

ایشلے اور وکی انہیں دیکھ رہے تھے۔خان علی اسے لے کر باہر چلا گیا۔ایشلے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف جانے لگی۔وکی کی گہری سوچتی ہوئی نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔پھر وہ کچھ سوچ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ان کے پیچھے باہر جانا چاہتا تھا لیکن دو قدم آگے بڑھتے ہی ایکدم سے چونک گیا۔باہر اچانک ہی فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔اس نے لپک کر کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ریسٹورنٹ کے پارکنگ ایریا میں ایک بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔

خان علی اچانک ہونے والی فائرنگ سے پریشان ہوگیا تھا۔وہ جس طرف جارہا تھا‘ اسی طرف فائرنگ ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں ہی اندازہ ہوگیا کہ اسے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔وہ شہناز کو اپنی آغوش میں لیتا ہوا کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا۔

ایسی ہی افراتفری میں اسے ایشلے کی چیخ سنائی دی۔ وہ اچانک ہی نہ جانے کہاں سے آکر خان علی کے آگے ڈھال بن گئی تھی۔یوں خان کی طرف آنے والی گولی اس کے جسم کے ایک حصے میں پیوست ہوگئی۔ان لمحات میں وہ شہناز کو بھول گیا۔فوراً ہی اسے چھوڑ کر ایشلے کو سنبھالنے لگا۔

وہ بے دم سی ہوکر فرش پر گرنے والی تھی۔خان علی لپک کر اسے اپنے بازوؤں میں تھامتا ہوا ایک گاڑی کے پیچھے آگیا۔شہناز بھی ان کے ساتھ تھی۔وہ چھپ کر فائرنگ کرنے والے اپنے شکار کو موت کے منہ میں دھکیل کر ہی وہاں سے ٹلنے والے تھے۔لیکن جب اس علاقے میں سائرن کی آوازیں گونجنے لگیں تو فائرنگ کی آوازیں یک لخت خاموش ہوگئیں۔ چند لمحوں بعد ہی دو پولیس موبائل وہاں پہنچ گئیں۔

ادھر پولیس والوں نے فوراً ہی علاقے کو گھیرے میں لے کر تحقیقات شروع کردیں۔

ادھر خان علی ایشلے کو فوری طبی امداد دینے کے لئے پریشان تھا۔اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے شہناز سے بولا۔”تمہاری گاڑی کس طرف ہے؟“

وہ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔”وہ....ادھر ہے۔“

ایشلے اس کے بازوؤں میں تھی۔وہ تقریباً دوڑتے ہوئے بولا۔”جلدی چلو۔فوراً جا کر گاڑی اسٹارٹ کرو۔اسے قریبی ہوسپٹل لے جانا ہے۔“

تھوڑی دیر میں کیا سے کیا ہوگیا تھا؟شہناز اس کی ہدایت کے مطابق اس سے آگے دوڑتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف جارہی تھی۔لیکن بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔وہ محبوب کی جان بچانے والی، جیسے اس کی جان نکال رہی تھی۔وہ ایشلے کو شکل وصورت سے نہیں پہچانتی تھی۔مگر تھوڑی دیر پہلے خان علی نے اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے ایشلے کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

بڑی گڑ بڑ ہوگئی تھی۔وہ جس سوکن کو محبوب کے دل سے نکالنا چاہتی تھی۔اسے قدرتی طور پر اس کے دل میں گھسنے کا راستہ مل رہا تھا۔اس نے خان علی کی جان بچانے کے لئے اپنی جان کو داؤ پر لگا دیا تھا۔یہ بہت بڑی بات تھی۔اب تو خان علی نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے متاثر ہونے والا تھا۔

وہ فوراً ہی ایک قریبی ہوسپٹل میں پہنچ گئے۔ابتدائی طبی امداد کے بعد اسے آپریشن تھیٹر میں پہنچادیا گیا۔خان علی زخمی ایشلے کے لئے پریشان تھا اور شہناز خان علی کے لئے پریشان ہورہی تھی۔دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی۔”یا اللہ!وہ آپریشن تھیٹر میں جانے والی واپس ہی نہ آئے۔یہ اس کی زندگی کا آخری آپریشن ثابت ہو۔وہ خطرے سے باہر آئے گی تو میری محبت خطرے میں پڑ جائے گی۔“

وہ خان علی کو دیکھ رہی تھی اور محسوس کررہی تھی کہ وہ اس زخمی ہونے والی کے لئے کچھ زیادہ ہی پریشان ہے اور کیوں نہ ہوتا.... آخر کو اس نے خان علی کا زخم کھایا تھا۔اس کی طرف آنے والی موت کا رخ پھیر کر‘ اس کے نام کی گولی کو اپنے سینے پر سجا کر ہوسپٹل کے بیڈ پر پہنچی ہوئی تھی اور شاید وہاں سے اس کے دل تک پہنچ رہی تھی۔

حالات نے بڑی تیزی سے اور ایسے غیر متوقع انداز میں پلٹا کھایا تھا کہ شہناز چکرا کر رہ گئی تھی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا‘ خان علی سے کیا کہے؟وہ بھی تو کچھ نہیں بول رہا تھا۔اسے ان لمحات میں صرف ایشلے کی فکر تھی۔اس کی نگاہیں آپریشن تھیٹر کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔

ایسے وقت شہناز کے موبائل فون نے اسے مخاطب کیا۔اس نے اسکرین کو دیکھا‘ وہاں اس کا اپنا نام جگمگا رہا تھا۔مگر اس نام کے پیچھے وکی اسے پکار رہا تھا۔وہ اسے آن کرتی ہوئی خان علی سے ذرا دور آگئی۔فون کو کان سے لگاتے ہوئے دھیرے سے بولی۔”کیا بات ہے؟“

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔”یہ تو مجھے کہنا چاہئے۔واہ .... کیا بات ہے۔تم نے تو میری موت کا ساماں کیا ہوا تھا۔“

اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔”یہ تم کیا بول رہے ہو؟“

”نادان بننے کی کوشش نہ کرو۔میں اڑتی چڑیا کے پر گننے والوں میں سے ہوں۔ابھی ریسٹورنٹ کے باہر جو تماشہ ہوا ہے‘ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔کمال ہے....تم نے مجھے ہلاک کرنے کی پلاننگ کی ہوئی تھی؟“

اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔”تمہیں غلط فہمی ہورہی ہے۔وہ یقیناً خان علی کے دشمن تھے۔تب ہی اسے نشانہ بنارہے تھے۔“

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔”اچھا...اور تمہیں یہ بات پہلے سے معلوم تھی‘ اسی لئے اسے ریسٹورنٹ سے باہر جانے سے منع کررہی تھیں؟“

وہ پریشان ہوکر بولی۔”یہ تم مجھ سے کیسی باتیں کررہے ہو؟ بھلا میں ایک لڑکی ہوکر

تمہارے خلاف جان لیوا سازش کیسے کروں گی؟''

''اس سوال کا جواب تو تمہارا وہ آلۂ کار ہی دے سکے گا' جسے ابھی پولیس والے گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔''

اس کی یہ بات سن کر شہناز کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ دل زور زور سے ایسے دھڑکنے لگا' جیسے سینے کی دیوار سے سر ٹکرا رہا ہو۔ یہ سوچ کر ہیبت طاری ہونے لگی تھی کہ وہ کرائے کا قاتل سچ اگل دے گا تو کیا ہوگا؟ وہ مرڈر کیس میں دھری جانے والی تھی۔

دوسری طرف وکی اس کی خاموشی پر زیر لب مسکرا رہا تھا۔ وہ پریشان ہونے والی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس نے کس مکاری سے جھوٹ بولا ہے؟ وہاں اس کا کوئی آلۂ کار پکڑا نہیں گیا تھا۔ وہ کسی کی گرفت میں آنے والی نہیں تھی۔ اس کے باوجود وکی کی گرفت میں آرہی تھی۔ اس کی خاموشی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وکی کا اندازہ درست ہے۔ شہناز نے اسے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ریسٹورنٹ میں بلایا تھا۔

کسی بھی دشمن سے پیچھا چھڑانے کا آخری حربہ یہی ہوتا ہے کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ مگر شہناز یہ کام خود نہیں کرسکتی تھی۔ اس لئے اس نے کرائے کے قاتلوں کو خرید کر ہوٹل کے باہر پہنچا دیا تھا۔ یہ ایسی سیدھی سادی اور صاف سمجھ میں آنے والی سازش تھی کہ وکی جیسا شاطر کھلاڑی اسے چٹکیوں میں بھانپ گیا تھا اور اب شہناز کی خاموشی اس کے اندازے کی تصدیق کر رہی تھی۔

وہ بولا۔ ''افسوس صد افسوس.... تم دونوں طرف سے ماری گئی ہو۔ اُدھر خان علی تم سے چھوٹ رہا ہے اور ادھر میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہوں۔''

حالات کی ایسی مار پڑ رہی تھی کہ اس کا سر بری طرح چکرانے لگا۔ وہ اور بھی بہت کچھ بولتا رہا تھا۔ اس کے الفاظ سنائی تو دے رہے تھے۔ مگر سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس کی ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہوگئی تھی۔ آنکھوں کے آگے دھند سی چھانے لگی تھی۔

اس نے پلٹ کر دھندلائی ہوئی آنکھوں سے خان علی کو دیکھا۔ وہ بری طرح ہلکان ہوچکی تھی۔ وکی اور خان علی کے درمیان دوڑتے دوڑتے شاید تھک گئی تھی اور تھکنے والے اپنے قدموں پر کھڑے نہیں رہ پاتے۔ وہ ایک ذرا ڈگمگائی' لڑکھڑائی۔ پہلے فون ہاتھ سے چھوٹ کر گرا۔ پھر وہ بھی فرش پر گر پڑی۔

خان علی آپریشن تھیٹر کی ایک کھڑکی سے لگا اندر جھانک رہا تھا۔ اس نے یونہی پلٹ کر دیکھا تو ایکدم سے چونک گیا۔ شہناز فرش پر گری ہوئی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا اس کے پاس

آیا۔ اسے آغوش میں لے کر چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ''شہناز! شہناز! کیا ہوا؟''

وہاں سے گزرنے والی ایک نرس فوراً ہی شہناز کے پاس آکر اس کی نبض ٹٹولنے لگی پھر اس نے ایک وارڈ بوائے کو اسٹریچر لانے کا حکم دیا۔ خان علی نے کہا۔ ''پلیز۔ ڈاکٹر کو بلائیں۔ آخر اسے ہوا کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''شاید بی پی لو ہوگیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں ہم ابھی انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد ہی دو وارڈ بوائے آکر اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے جانے لگے۔ خان علی ان کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھل گیا۔ اس نے اِدھر دیکھا۔ پھر نرس سے کہا۔ ''انہیں لے کر چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

پھر وہ وہاں سے دوڑتا ہوا ڈاکٹر کے پاس آگیا۔ اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''وہ کیسی ہے؟''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تھپکتے ہوئے بولا۔ ''گولی نکال دی گئی ہے۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے۔''

اس نے شکر ادا کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''وہ ابھی ہوش میں نہیں ہے۔ فی الحال اسے آئی سی یو میں رکھا جائے گا۔''

''آئی سی یو میں....؟ مگر آپ تو کہہ رہے ہیں' وہ خطرے سے باہر ہے....؟''

''گولی اس کے دل کے قریب لگی تھی۔ یہ معجزہ ہے کہ وہ زندہ بچ گئی۔ پھر بھی دل کے ایک وال کو نقصان پہنچا ہے۔ ابھی وہ انڈر ٹریمنٹ رہے گی۔''

وہ خوش ہو رہا تھا۔ لیکن اس کی یہ بات سن کر پریشان ہوگیا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ ''پریشان نہ ہوں۔ آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ اب اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ باقی جو زخم آیا ہے' وہ بھی رفتہ رفتہ بھرتا چلا جائے گا۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟''

وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی انہیں آئی سی یو میں شفٹ کیا جارہا ہے۔ آپ آدھے گھنٹے بعد انہیں دیکھ سکیں گے۔''

وہ ڈاکٹر کے ساتھ اس کے چیمبر میں چلا گیا۔ ایشلے کے علاوہ اسے شہناز کی بھی فکر تھی۔ مگر اس وقت دل ایشلے کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ گولی جیسے اس کے دل کے قریب نہیں'

بلکہ خان علی کے دل میں لگی تھی۔ وہ اس کے درد کو اپنے سینے میں محسوس کر رہا تھا۔

اُدھر شہناز ہوش میں آئی تو خود کو ہوسپٹل کے بیڈ پر دیکھ کر چونک گئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر کے جا چکا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نرس نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ ''اب کیسی طبیعت ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے ہوا کیا تھا؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''بی پی لو ہو گیا تھا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ان دنوں میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''ان دنوں میں کیا مطلب...؟''

وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولی۔ ''اچھا تو مجھے سمجھانا پڑے گا؟ کیا پہلی بار ماں بن رہی ہو؟''

اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ اچھل کر بیڈ سے اتر گئی۔ شدید حیرانی اور پریشانی سے بولی۔ ''ماں..؟''

وہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔ ''تمہاری حیرانی پر میں حیران ہو رہی ہوں۔''

وہ آگے بڑھ کر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ ''تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں ماں بننے والی ہوں؟''

''یہ میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ ابھی ڈاکٹر تمہارا معائنہ کر کے گیا ہے۔''

اس کے اندر دھماکے سے ہو رہے تھے۔ وہ شدید پریشانی سے اس کا منہ تکنے لگی۔ نرس نے کہا۔ ''ویسے میری سمجھ میں نہیں آرہا' تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟''

پھر اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ ''کیا وہ ہینڈسم نوجوان ہی تمہارا بوائے فرینڈ ہے؟''

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ایسی دھماکہ خیز خبر سن کر خان علی کو بھول گئی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''وہ۔ وہ کہاں ہے؟''

''آپریشن مکمل ہو چکا ہے۔ وہ دوسرے ڈاکٹر کے پاس ہے۔''

''کیا اسے میرے ماں بننے کی خبر مل چکی ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ شہناز نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''میرا پرس....؟''

نرس نے ایک طرف رکھا ہوا پرس اور موبائل فون اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ فرش پر گرنے کے باعث فون تو تقریباً ناکارہ ہو چکا تھا۔ اس نے پرس کو کھول کر اس میں سے

کڑکتے ہوئے نوٹ نکالے۔ پھر انہیں گنے بغیر نرس کی ہتھیلی پر جماتے ہوئے کہا۔ ''انہیں رکھو اور اپنی زبان بند رکھو۔ میں کس کنڈیشن میں ہوں' میرے بوائے فرینڈ کو اس کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہئے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے نوٹوں کو دیکھا۔ پھر شہناز کو دیکھا۔ وہ پرس میں سے مزید نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''میرا صرف بی پی لو ہوا تھا۔''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر ان نوٹوں کو لے لیا۔ پھر معنی خیز انداز میں مسکرا کر انہیں گننے لگی۔ شہناز نے پوچھا۔ ''وہ ڈاکٹر جو میرا معائنہ کر کے گیا ہے' وہ تو مسئلہ نہیں بنے گا؟''

''اب کوئی یہ مسئلہ نہیں ہوگا۔ چلو... تمہیں تمہارے بوائے فرینڈ تک پہنچا دوں۔''

پھر وہ اسے اس ڈاکٹر کے چیمبر میں لے آئی۔ جہاں خان علی بیٹھا ہوا تھا۔ شہناز نے ایک بہت بڑی بات کو کڑکتے ہوئے نوٹوں کے نیچے دبا دیا تھا۔ مگر وہ بات دبنے والی نہیں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا؟ ایک طرف وکی نے جھوٹ بول کر اس کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور اب دوسری طرف یہ ماں بننے کی خبر اس کے اندر زلزلے پیدا کر رہی تھی۔

خان علی اسے ایشلے کے متعلق بتا رہا تھا۔ مگر وہ جیسے کچھ نہیں سن رہی تھی۔ اپنی پریشانیوں میں الجھی ہوئی تھی۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تم کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہو۔ میرا خیال ہے' تمہیں ہوٹل جا کر آرام کرنا چاہئے۔''

وہ جیسے خیالوں سے چونک کر بولی۔ ''آں۔ ہاں مجھے جانا چاہئے۔''

ان لمحات میں وہ ایشلے کو بھول گئی تھی۔ حالات کی مار پڑے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ ادھر وہ سوکن زندگی اور موت کی کشمکش سے نکل آئی تھی۔ مگر اب ادھر یہ ایسی ہی کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ایک طرف وکی اور دوسری طرف خان علی ننگی تلواروں کی طرح اس کے سر پر لٹک رہے تھے۔ فی الحال وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ان سے بچنے کے لئے کیا تدبیر کرنی پڑے گی؟



بینم کی صورت میں پاپا کی دُکھتی رگ بگ باس کے ہاتھوں میں تھی۔ ویسے تو وکی بھی ان کی کمزوری تھا۔ لیکن جوان بیٹی کا معاملہ بیٹے سے زیادہ اہم تھا اور یہ بات بگ باس اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی لئے ایک باپ کو اس کی بیٹی کے ذریعے بلیک میل کرتا رہتا تھا۔

باس نے کہا تھا۔ ''قربان علی! تمہاری بینم اب جوان ہو چکی ہے۔ میں کب تک اسے سنبھالتا رہوں گا؟ اگر بیٹی سے ملنا چاہتے ہو' اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو علیم شیرازی کو میرا

مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' جس روز وہ اپنی جائیداد کا ستر فیصد حصہ سلطان ظفر کے نام لکھ دے گا اور اسے اپنی جائز اولاد مان لے گا۔ اسی روز یینم کو تمہارے حوالے کردیا جائے گا۔"

ادھر وہ انہیں بلیک میل کر رہا تھا۔ ادھر پاپا نے مجھے بلیک میل کیا تھا۔ میں اپنی شناخت چاہتا تھا اور وہ مجھے جائز ولدیت کا سرٹیفکیٹ دے سکتے تھے۔ لیکن ان کا مطالبہ وہی تھا' جسے نانا جان کسی صورت تسلیم نہیں کر رہے تھے۔

یوں بگ باس بپھر گیا تھا۔ وہ ہماری جس کمزوری سے کھیلتے ہوئے نانا جان کو جھکانا چاہتا تھا۔ وہ کسی کام نہیں آرہی تھی۔ مگر پاپا اس کے بہت کام آسکتے تھے۔ اس کی شیطانی منصوبہ بندی یہی تھی کہ وہ انہیں بیٹی کے ذریعے بلیک میل کرتا رہے گا تو آخر کار وہ نانا جان کو قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی جائیں گے۔

وہ یینم کے لئے جذباتی ہو رہے تھے۔ یہ بات بگ باس بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ نانا جان سے اپنا جو مطالبہ تسلیم کروانا چاہتا ہے' اگر انہوں نے تسلیم نہ کیا تو پاپا اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کے لئے چھینا جھپٹی پر اتر آئیں گے اور بگ باس انہیں اسی نہج تک پہنچانا چاہتا تھا۔

دوسری طرف اس نے پاپا کے دماغ میں یہ بات بھی ٹھونس دی تھی کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹوں سے رشتہ جوڑنا چاہیں گے تو ایک معصوم بیٹی کو ایسا تماشہ بنا دیا جائے گا کہ وہ سر نہیں اٹھا سکیں گے اور پاپا یہ غلطی کر چکے تھے۔ وہ ماما کے ساتھ ان کے گھر تک گئے تھے۔ اگرچہ بھیس بدل کر گئے تھے۔ مگر یہ بات بگ باس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعہ اس خبر کی تصدیق بھی کروائی تھی۔ اب نہ جانے وہ ان کے خلاف کیسے داؤ پیچ آزمانے والا تھا؟

پاپا فی الحال یینم کے علاوہ وکی کی طرف سے بھی فکر مند تھے۔ بگ باس نے انہیں تسلی دی تھی کہ ان کا بیٹا جان لیوا حادثے سے دوچار ہونے کے بعد بھی زندہ سلامت ہے۔ اس کے باوجود وہ پاپا سے رابطہ نہیں کر رہا تھا اور یہی بات انہیں تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ اپنے طور پر اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس کا نمبر مسلسل آف مل رہا تھا۔ باس نے کہا تھا کہ اس کا پرانا نمبر تبدیل ہو چکا ہے۔ جب وہ مناسب سمجھے گا' تب باپ کو بیٹے کا نیا نمبر دیا جائے گا۔

انہوں نے فون کے ذریعے بگ باس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "بڑی لمبی عمر ہے

تمہاری... ابھی میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔"

"اور میری سوچ کا محور میرے بچے ہیں۔ یینم کو تو نہ جانے تم نے زمین کی کس تہہ میں چھپا کر رکھا ہے؟ ایک بیٹے سے رابطہ رہتا تھا۔ مگر تم نے اب وہ سلسلہ بھی بند کر دیا ہے۔"

"اور اسی لئے تم نئے سلسلے پیدا کرنے اپنی بیوی کے پاس پہنچ گئے؟"

پاپا اس کی یہ بات سن کر جیسے اچھل پڑے۔ حیرانی سے بولے۔ "تم۔ تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کیا تمہیں میرے وسیع ذرائع کا اندازہ نہیں ہے؟ میں چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں رہوں، اپنے دوستوں اور دشمنوں سے بے خبر نہیں رہتا۔ چار دیواری میں بند رہنے کے باوجود سب پر نظر رکھتا ہوں۔"

پاپا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بولا۔ "کیا یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ تم نے وہاں جا کر میری مخالفت مول لی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولے۔ "مجھے کچھ کچھ تو اندازہ تھا کہ یہ بات تم سے چھپے گی نہیں۔"

"پھر بھی اتنی جرأت کی؟"

"حالات پانی کی طرح خود بخود راستہ بناتے ہیں۔ پھر انسان ان راستوں پر چلا چلا جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔"

"تمہارا یہ چال چلن تمہاری بیٹی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اب یہ پوچھو کہ تم اب تک خیریت سے کیوں ہو؟ میں نے تمہارے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیا؟"

"میں واقعی حیران ہوں' اتنی بڑی بات معلوم ہونے کے باوجود تم چپ ہو۔"

وہ بولا۔ "تمہاری عقل مندی' تمہاری سلامتی بن گئی ہے۔ بیشک۔ تم نے سعدیہ کے پاس جا کر بہت بڑی غلطی کی۔ لیکن یہ عقل کا کام کیا کہ وہاں بھیس بدل کر گئے تھے۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "مگر آئندہ بھیس بدل کر جاؤ یا اپنی اصل صورت کے ساتھ بیوی کا سامنا کرو، کسی صورت معافی نہیں ملے گی۔ بلکہ تمہاری اس غلطی کی سزا یینم کو ملتی رہے گی۔ یعنی باپ کرے گا اور بیٹی بھرے گی۔"

پاپا نے کہا۔ "پلیز۔ میری بیٹی کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنی بچی کی قسم کھا کر کہتا ہوں' آئندہ ادھر کا رخ بھی نہیں کروں گا۔"

"اور یہی تمہاری بیٹی کے حق میں بہتر ہوگا۔"

"اس کی بہتری کے لئے ہی تو اتنا سب کچھ برداشت کرتا آرہا ہوں۔لیکن یہ برداشت نہیں ہوتا کہ بیٹے سے رابطہ نہ ہو۔پلیز۔ مجھے اس کا نیا نمبر دو۔"

بگ باس نے کہا۔"نمبر کیا مانگتے ہو؟ کہو تو ملاقات کرادوں۔"

پاپا نے خوش ہو کر کہا۔"ویسے تو وہ خود مجھ سے ملنے آتا تھا۔لیکن اب نہیں آرہا ہے۔اگر تمہارے ذریعے اس سے ملاقات ہوسکتی ہے تو مجھے بتاؤ کب ملنا ہے؟ کہاں ملنا ہے؟ جہاں بھی بلاؤ گے' میں ابھی اسی وقت وہاں چلا آؤں گا۔"

وہ بولا۔"اب ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ ذرا دھیرج رکھو.....ملاقات سے پہلے اہم معاملات پر بات ہوجائے تو بہتر ہے۔"

پاپا خاموش ہو کر سوچ میں پڑ گئے۔اس نے پوچھا۔"اہم معاملات تو جانتے ہو ناں؟"

"میرا سب سے اہم معاملہ میری بیٹی ہے۔"

"اور میرا سب سے اہم معاملہ علیم شیرازی کی جائیداد ہے۔یہ مطالبہ پورا ہوگا تو تمہارے سارے دلدر دور ہوجائیں گے۔"

پاپا نے پوچھا۔"کیا تم اپنا مطالبہ بدل نہیں سکتے؟"

"جو بیس برسوں میں نہیں بدلا' وہ اب تمہارے کہنے سے کیا بدلے گا؟ تم مجھے نہیں' علیم کو قائل کرو کہ وہ ہماری بات مان لے۔"

"وہ نہیں مانیں گے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔"کیسے نہیں مانے گا؟ بینم تمہاری اور تمہارے سسر کی غیرت کا معاملہ ہے۔علیم سے کہو نواسی کو بچانے کے لئے جائیداد کا سودا کرلے۔"

"وہ اُن کی نواسی نہیں ہے۔بلکہ وہ تو یہ سن کر اور بھڑک جائیں گے کہ میں نے ان کی لاعلمی میں دوسری شادی کی تھی۔جس سے ایک بیٹی ہے۔"

باس نے کہا۔"چلو....وہ اس کی نواسی نہ سہی' وجی کی بہن تو ہے ناں....؟"

پاپا اس کی بات سن کر چپ ہوگئے۔وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔"تم مسلمان مردوں کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ غیرت کا معاملہ ہو تو بڑی جلدی جوش میں آجاتے ہو۔وجی کو جوش دلاؤ...بہن کی عزت بچانے کے حوالے سے اسے بلیک میل کرو۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"اس سے تمہارے اور وجی کے درمیان ایک نئی جنگ شروع ہوجائے گی۔جبکہ ہمارا اصل مقصد شیرازی کی جائیداد حاصل کرنا ہے۔نواسے کو بلیک میل کیا جائے گا تو وہ اپنے نانا

پر دباؤ ڈالے گا۔بہن کی رہائی کے لئے اس بڈھے کو کسی بھی ہیرا پھیری کے ذریعے ہمارا مطالبہ تسلیم کرنے پر قائل کرے گا۔ویسے بھی وہ اپنے نانا کا لاڈلا نواسہ ہے۔"

پاپا سوچ میں پڑ گئے تھے۔وہ بولا۔"تم بیٹے کے جذبات سے کھیلو۔اسے ایک غیرت مند بھائی ہونے کے ناطے اپنی بہن کو ہر حال میں آزاد کرانا چاہئے۔"

"مگر تم نے تو مجھے اس سے فون پر باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔"

"منع کرنے کی وجہ تم جانتے ہو۔پچھلی بار میں نے تمہیں اس سے رابطہ کرنے اور باتیں کرنے کی اجازت دی۔مگر تم نے اس سے باتیں نہیں کیں۔بلکہ اسے تسلیاں دیں۔میری حکمتِ عملی کے خلاف چلتے ہوئے یہ کہہ کر اسے مطمئن کیا کہ وہ ناجائز نہیں ہے۔اس کی ماں نے اسے گالی بنا کر پیدا نہیں کیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں' مجھ سے غلطی ہوئی۔"

"کتنی غلطیاں کرو گے؟ اس بار غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"مگر میں اس سے رابطہ کیسے کروں؟ جبکہ تمہاری طرف سے اجازت نہیں ہے۔"

"اب میری طرف سے تمہیں پوری آزادی ہے۔اس سے ملو' باتیں کرو' مگر اتنا یاد رکھنا 'میرا راز کھولنے کی حماقت کرو گے تو وجی میرے خلاف کچھ نہیں کرپائے گا۔مگر ہاں۔میں بینم کو شرمناک سزائیں دیتا رہوں گا۔"

پاپا نے تڑپ کر کہا۔"تم جو کہو گے' جیسا کہو گے' میں ویسا ہی کروں گا۔بینم کو حاصل کرنے کے لئے جلد از جلد علیم انکل کی جائیداد تمہاری جھولی میں ڈالنے کی کوششیں کروں گا۔لیکن پلیز۔پہلے وکی سے تو ملاقات کرادو۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"اچھی بات ہے۔کل شام تین بجے ریورسائیڈ آجاؤ۔وہاں میرے آدمی تمہیں بتائیں گے کہ مجھ سے کہاں ملاقات ہوسکے گی؟"

ان کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔پاپا اپنے وکی سے ملنے والے تھے۔اس وکی سے جس سے اکثر ہی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔لہٰذا وہ اس میٹنگ کے لئے اتنے جذباتی نہیں ہوسکتے تھے۔جتنا کہ میں باس کی زبان سے یہ سن کر بے چین ہوگیا تھا کہ کل پاپا سے ملاقات ہونے والی ہے۔

میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی۔زندگی میں پہلی بار اپنے پاپا سے ملنے والا تھا۔انہیں دیکھنے والا تھا۔اس رات مجھے نیند آنے والی نہیں تھی۔میں جاگتا رہا اور ان کے بارے میں سوچتا رہا۔سوچنے کا انداز محبت بھرا بھی تھا اور نفرت انگیز بھی.....

اپنے باپ سے محبت تو ایک قدرتی بات تھی۔ مگر نفرت کا پہلو یہ تھا کہ انہوں نے میری پاکباز ماما کو بدنام کیا تھا۔ انہیں بدنامی کی دلدل میں دھکیل کو خود روپوش ہو گئے تھے۔ کہیں دور بیٹھ کر ماما کی بربادی کا اور میرے ناجائز ثابت ہونے کا تماشہ دیکھتے رہے تھے۔ اس کے بعد رشی اور اس کے بیٹے سلطان ظفر کی حمایت نے تو انہیں مزید میرے دل سے اتار رہا تھا۔ بیشک۔ میں ان سے نفرت کر رہا تھا۔ اس کے باوجود محبت بھی کرتا تھا۔ وہ لاکھ دشمن تھے لیکن میرے پاپا تھے۔ ایک باپ کی کشش بیٹے کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

اس رات میں جب تک جاگتا رہا' تب تک کبھی نانا جان سے اور کبھی ماسٹر فو یا امیر حمزہ سے ای میل کے ذریعے رابطے کرنے کی کوششیں کرتا رہا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی آن لائن ملا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ یہ تو معلوم تھا کہ وہ جب بھی اپنی آئی ڈی اوپن کریں گے تو میرے پیغامات کا جواب ضرور دیں گے۔

دوسری صبح میں بگ باس اور اس کے درجنوں مسلح باڈی گارڈز کے ساتھ ایسٹ بورن کے ساحل پر آ گیا۔ وہاں اجلی شبنمی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ایسی سرد گہری دھند میں دور تک دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ قریب کی چیزیں سایہ سایہ سی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں بگ باس کے ساتھ لانچ کے عرشے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔

بگ باس نے کہا۔ ”پچھلی رات برف پڑتی رہی۔ کبھی کبھی موسم اچانک ہی بدل جاتا ہے۔“

رشتوں اور جذبوں کے موسم بھی اچانک ہی بدل جاتے ہیں۔ پاپا کے لئے میرے جذبات شدت اختیار کر رہے تھے۔ انہیں پہلی بار روبرو دیکھنے کی بے چینی ایسی تھی کہ بار بار چشم تصور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسے ہوں گے.... وہ ویسے ہوں گے... نگاہوں کے سامنے بار بار ان کی صورت بدلتی رہتی تھی۔ جانے وہ دیکھنے میں کیسے ہوں گے؟

باس نے پوچھا۔ ”کہاں گم ہو؟“

میں نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”دیکھ رہا ہوں' بدلتا ہوا موسم کیا لانے والا ہے؟“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”ایسا موسم نزلہ بخار لاتا ہے یا تو نزلہ ہم پر گرتا ہے یا ہم نزلہ بن کر کسی پر گرتے ہیں۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں....؟“

”بہت چھوٹی بات کہہ رہے ہیں۔ یہ نزلہ کیا ہوتا ہے؟ میں تو بجلی بن کر گرتا ہوں۔“

وہ میرے بازو پر ہاتھ مار کر بے ڈھنگے پن سے ہنستے ہوئے بولا۔ ”اوہو ہو....بے شک۔ میرا شیر بادل کی طرح گرجتا ہے۔ بجلی کی طرح گرتا ہے اور جس پر گرتا ہے' اسے تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔“

ہم اوور کوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ گلے سے مفلر لپٹا ہوا تھا اور سر پر ہیٹ جھکی ہوئی تھی۔ باتیں کرتے وقت دھوئیں کی طرح منہ سے بھاپ نکلتی رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ”مگر وکی! تم اپنے باپ کے معاملے میں اکثر نرم پڑ جاتے ہو۔ کئی بار ایسا ہوا ہے' جب اسے شکنجے میں لینا ہوتا ہے تو اسے ڈھیل دے دیتے ہو۔“

میں نے کہا۔ ”پتہ نہیں' کب انہیں شکنجے میں لیتا تھا اور کب ڈھیل دیتا تھا۔ اگر ڈھیل دیتا تھا تو کیوں دیتا تھا؟“

وہ سر ہلا کر بولا۔ ”ہاں۔ تمہارا حافظہ پرابلم بن گیا ہے۔ ویسے واپس آ رہے ہو۔ تمہیں بہت کچھ یاد آنے لگا ہے۔ سنو...! میں تمہیں ایک واقعہ یاد دلاتا ہوں۔ تمہیں فرینکفرٹ کا میئر میکی یاد ہے ناں؟“

میں نے ظاہر کیا جیسے ذہن پر زور ڈال کر سوچ رہا ہوں۔ پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”نہیں....شاید اسے دیکھوں گا تو یاد آئے گا۔“

”اب کہاں دیکھو گے؟ تم نے تو اسے اوپر پہنچا دیا ہے۔“

میں نے دل میں کہا۔ ”خدا وکی کے گناہ معاف فرمائے۔ پتہ نہیں' اس نے کتنے قتل کئے ہیں اور کیسی کیسی بدمعاشیاں کرتا پھرتا ہے؟“

باس نے کہا۔ ”یاد کرو۔ میئر میکی ہمارے ٹریک پر نہیں آ رہا تھا۔ سمجھوتہ نہیں کر رہا تھا۔ اگر وہ قانونی کارروائی شروع کر دیتا تو ہمیں دس ملین پاؤنڈز کا نقصان ہوتا۔“

میں نے سیٹی بجانے کے انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”او.... یہ تو بہت بڑا نقصان ہوتا۔ یعنی ہمارا پروجیکٹ ہی ختم ہو جاتا۔“

”ان حالات میں ختم کرنے والے کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ میں نے قربان علی واسطی سے کہا' میئر کی بیٹی کو اغواء کر کے اُس کے بنگلے میں چھپایا جائے گا۔ وہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جائیں گی تو وہ میئر دباؤ میں آئے گا ہم سے سمجھوتہ کرے گا۔ لیکن....“

وہ ناگواری سے ریلنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ”لیکن تمہارا باپ بہت ہی خبیث ہے....“

میں نے ایکدم سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ مجھے غصہ برداشت کرنا آتا تھا۔ ورنہ اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیتا۔ خود خبیث تھا اور میرے پاپا کو ایسا کہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ”پاپا نے کیا

کیا تھا؟"

وہ اس وقت کے حالات بتانے لگا۔ بگ باس کے آدمی میسَر کی بیٹی کو اٹھا کر لائے اور پاپا کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے باس سے فون پر کہا۔ "یہ انتہائی غلط بات ہے۔ ایسی واردات کرنے سے پہلے مجھے بتانا چاہئے تھا۔"

باس نے کہا۔ "میں تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ جوابدہ نہیں ہوں۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اپنے باپ سے بھی نہیں پوچھتا۔ پھر تم کس گنتی میں ہو؟"

"میں بھی اپنے ذاتی معاملات میں تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ میرے گھر میں کسی کی بیٹی کو اغواء کر کے نہیں رکھا جائے گا۔"

"تم صرف اغواء کرنے کی بات کر رہے ہو۔ میرے آدمی تمہارے ہی گھر میں اس کے ساتھ منہ کالا کریں گے۔ تم تو جانتے ہو' میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اس کے آدمی لڑکی کو گاڑی کے پچھلے حصے سے اٹھا کر بنگلے کے اندر لے آئے۔ وہ بیہوش تھی۔ جب اسے ایک صوفے پر لا کر ڈالا گیا' تب پاپا نے اسے دیکھا۔ یکبارگی دل اس کی طرف کھنچنے لگا۔ وہ ایسی کم سن ایسی معصوم تھی کہ انہیں یتیم لگ رہی تھی۔

اسے بگ باس کے تین کارندے لائے تھے۔ ان میں سے ایک باس کا خاص ماتحت تھا۔ پاپا نے اس سے کہا۔ "اس معصوم پر کوئی ظلم نہ کرو۔ اس کے باپ سے جو بات منوانی ہے' وہ سہولت سے منوائی جائے گی۔"

اس خاص ماتحت نے لڑکی کے بازو میں انجکشن لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ ابھی ہوش میں آجائے گی۔ فون پر اپنے باپ کو اپنی حالت زار بتائے گی۔ ہمارا باس اسے آخری وارننگ دے گا۔ اگر وہ راضی نہیں ہو گا تو پھر لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا' اس کی ویڈیو فلم تیار کر کے میسَر کے پاس بھیجی جائے گی۔"

دوسرے نے کہا۔ "مسٹر واسطی! ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ دو چار پیگ پلا دو۔"

پاپا نے ناگواری سے کہا۔ "نہ میں شراب پیتا ہوں اور نہ مہمان نوازی کے لئے رکھتا ہوں۔ باہر کسی کلب میں جا کر پی لو۔"

پھر انہوں نے خاص ماتحت سے کہا۔ "بگ باس سے کہا ہے' تم سے بھی کہہ رہا ہوں۔ یہاں اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔"

"اگر ہو گی تو کیا کر لو گے؟"

"یہ میرا گھر ہے مجھے اعتراض کرنے کا حق ہے۔"

اس نے فون پر باس سے کہا۔ "سر! یہ واسطی اعتراض کر رہا ہے۔ کہہ رہا ہے' لڑکی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔"

باس نے کہا۔ "اس کے منہ نہ لگو۔ میں وکی کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اپنے باپ سے نمٹ لے گا۔ لڑکی کے متعلق بتاؤ؟"

"ہم اسے بیہوش کر کے لائے تھے' پھر اسے ہوش میں لانے کا انجکشن دیا ہے۔"

اس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ ذرا کسمسا رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "یہ ہوش میں آ رہی ہے۔"

"اسے قابو میں رکھو۔ بڑی سہولت سے کام کرو۔ کوئی شور ہنگامہ نہ ہو۔ وکی آ رہا ہے۔"

پھر اس نے وکی کو فون پر مخاطب کیا۔ "کہاں ہو تم؟ فوراً واسطی کے بنگلے میں پہنچو۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا پاپا کو کچھ ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ پھر باغیانہ انداز اختیار کر رہا ہے۔ میں تمہاری خاطر اس کی نافرمانی کو برداشت کرتا ہوں۔ ورنہ کسی وقت بھی اسے گولی مار سکتا ہوں۔"

"او نو باس! آپ نے وعدہ کیا ہے' میرے پاپا کو کبھی جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' تمہیں باپ سے' ماں سے بھائی اور نانا سے کبھی دلی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی میرا حکم سنتے ہی ان پر چڑھ دوڑتے ہو؟"

وکی کو یہ بتایا گیا تھا کہ میری ماما نے مہینوں ہسپتال میں رہ کر اسے اور مجھے جنم دیا تھا۔ اگرچہ ان کا نکاح پڑھایا گیا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی اور شوہر کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔ یعنی وکی کو جتایا گیا تھا کہ ہم دونوں بھائی ناجائز ہیں۔

پاپا کتنی ہی مشکلات سے گزر کر ہمیں جائز ثابت کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ ماما سے نکاح پڑھانے کے بعد جب وہ شکار کھیلنے گئے تھے۔ تب انہیں اغواء کیا گیا تھا پھر ایک طویل مدت تک انہیں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ رخشی کی بہن ساحرہ سے شادی کرانے کے لئے پاپا کو ماما سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

پھر ساحرہ سے شادی ہو گئی۔ اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس بچی کو پاپا کی بہت بڑی کمزوری بنا کر ان سے دور کر دیا گیا۔ پاپا پہلے بگ باس کے تابعدار رہے پھر مجرمانہ انداز میں اپنی طاقت بڑھاتے ہوئے اس کے اثر سے نکل آئے۔ صرف ان کی ایک کمزوری یتیم اس کم

بخت کے پاس رہ گئی تھی۔

بگ باس کے ساتھ پاپا کی عداوت بھی رہی اور کبھی حالات کے مطابق سمجھوتہ بھی ہوتا رہا۔مجرمانہ سرگرمیوں کے دوران پاپا سے وکی کا بھی سامنا ہوتا رہا۔وہ اسے سمجھاتے رہے۔ایک ہی بات اس کے کانوں میں پھونکتے رہے۔"بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں۔تم میری اور سعدیہ کی جائز اولاد ہو۔دشمنوں کی باتوں میں آکر خود کو ناجائز نہ سمجھو۔اپنی ماں کی توہین نہ کرو۔"

ان کی باتیں کسی حد تک وکی کو متاثر کرتی رہیں۔کوئی ایسا نہیں ہے' جو حرام کی اولاد کہلانا چاہتا ہو۔وکی کی پرورش چونکہ مغربی ماحول میں' بگ باس کے زیرسایہ ہوئی تھی۔اس لئے وہ اپنے جائز یا ناجائز ہونے کی بات کو دردسر نہیں بناتا تھا۔لیکن جب پاپا بار بار اسے یہ ایک ہی بات سمجھاتے رہے کہ وہ جائز ہے' پھر ناجائز ہونے کی گالی کو قبول کیوں کر رہا ہے؟ تو اس کے لاشعور میں بھی جائز ولدیت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہونے لگا' جسے وہ فی الحال محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔

جب وہ اٹھارہ برس کا تھا' تب رخشی نے ایک ملاقات میں کہا۔"بے شک۔تم قربان واسطی کی جائز اولاد ہو۔یہ سچ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میری بہن کی بیٹی یینم کی بھی یہی ولدیت ہے۔تم دونوں کی رگوں میں ایک ہی باپ کا لہو دوڑ رہا ہے۔"

یہ سچ معلوم ہونے کے بعد وکی کو بگ باس سے بدظن ہونا چاہئے تھا۔مگر وہ باپ سے زیادہ اسے چاہتا تھا۔جب سے ہوش سنبھالا تھا' تب سے اس کے زیرسایہ رہ کر تعلیم اور مجرمانہ تربیت حاصل کرتا رہا تھا۔

یوں بگ باس سے محبت کرنے اور اس کا فرمانبردار بن کر رہنے کے پس پردہ اس کے بہت سے اہم راز تھے' جو باس کی مٹھی میں تھے۔وکی نے اب تک کتنی وارداتیں کیں؟ کتنے قتل کئے؟ کتنی سیاسی اور بااختیار شخصیات کو بلیک میل ہونے کے لئے ٹریپ کیا؟ ان تمام باتوں کا آڈیو اور ویڈیو ثبوت باس کے کسی لاکر میں محفوظ تھا۔

اس طرح وکی دوراہے پر تھا۔باس کا فرمانبردار اور باپ کا کمزور حمایتی تھا۔اس کے متعلق ہمیں جو معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ان کے مطابق وہ لاپروا' لاابالی اور متلون مزاج کا حامل نوجوان تھا۔اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ..."بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" یعنی بس یہی زندگی ہے۔یہی دنیا ہے۔یہ دوبارہ نہیں ملے گی۔اسی لئے وہ عیش وعشرت میں مست رہتا تھا۔

بہرحال میئر میکی کی بات ہو رہی تھی۔اس کی بیٹی کو اغواء کرکے پاپا کے بنگلے میں پہنچایا گیا تھا اور پاپا اس واردات کے سلسلے میں باس کی مخالفت کر رہے تھے۔

باس نے وکی سے کہا۔"تمہارا باپ میرے معاملات میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ابھی وہاں جاؤ اور اسے سمجھاؤ۔میں جو چاہتا ہوں' اس بنگلے میں وہی ہوگا۔میں لاکھوں ملین پاؤنڈز کا نقصان برداشت نہیں کروں گا۔"

اس نے کہا۔"فکر نہ کریں۔میں ابھی وہاں جا رہا ہوں۔پاپا کو اچھی طرح ہینڈل کروں گا' آپ جو چاہتے ہیں۔وہاں وہی ہوگا۔"

ادھر میئر مکی کی بیٹی ہوش میں آگئی تھی۔باس کا خاص ماتحت ریوالور نکال کر اسے گن پوائنٹ پر رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ شور نہ مچائے۔ایسے وقت پاپا نے اس ماتحت کے پیچھے آکر ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا دی۔دوسرے ہاتھ سے اس کا ریوالور چھین کر کہا۔"تم سب اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

ماتحت نے کہا۔"قربان علی! تم اپنے لئے قبر کھود رہے ہو۔"

انہوں نے اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔"یہ میری بیٹی ہے۔میں اس کی خاطر جان دے سکتا ہوں۔مگر اس سے پہلے تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔وہ لڑکی سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔اس نے اغواء ہوتے وقت ان تینوں کو دیکھا تھا۔یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ کوئی چوتھا شخص اسے بچانے آیا ہے۔پاپا نے اسے اپنے بنگلے کا نمبر اور پتہ بتاتے ہوئے کہا۔"یہاں آؤ۔میری جیب سے فون نکالو اور اپنے باپ کو اطلاع دو۔"

لڑکی نے پھرتی دکھائی۔فون پر باپ سے رابطہ ہوا تو رونے لگی۔روتے ہوئے کہنے لگی۔"ڈیڈ! مجھے اغواء کیا گیا ہے۔مگر میں ابھی محفوظ ہوں۔ایک فرشتہ میری مدد کر رہا ہے۔آپ فوراً آجائیں۔"

اس نے وہاں کا ایڈریس بتایا۔باپ نے کہا۔"وہ ابھی پولیس فورس کے ساتھ آرہا ہے۔"

مختصر سی بات کے بعد رابطہ ختم ہوگیا۔خاص ماتحت نے کہا۔"واسطی! ہمیں یہاں سے جانے دو۔اگر ہم گرفتار ہوگئے تو باس تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

پاپا نے کہا۔"یہ بیٹی عزت آبرو سے گھر پہنچ جائے گی' تب میں اپنے بارے میں سوچوں گا۔ویسے خدا کی مرضی کے بغیر موت نہیں آئے گی۔"

پندرہ منٹ کے اندر ہی پولیس آ گئی۔لڑکی نے مجرموں کی طرف انگلی اٹھائی۔انہیں گرفتار کرلیا گیا۔اس نے پوچھا۔''میرے ڈیڈ کہاں ہیں؟''

پولیس افسر نے کہا۔''ہم نہیں جانتے۔انہوں نے ہمیں فون پر حکم دیا کہ اس بنگلے سے آپ کو لانا ہے اور مجرموں کو گرفتار کرنا ہے۔''

اس نے فون پر باپ سے رابطہ کیا۔ٹیپ سے آواز سنائی دی کہ فون بند ہے کچھ دیر بعد رابطہ کیا جائے۔

اس نے پاپا کا فون واپس کرتے ہوئے کہا۔''میرے ساتھ چلو۔ڈیڈ تم سے مل کر خوش ہوں گے۔تمہیں گلے لگائیں گے۔''

ان تینوں کو حراست میں لے لیا گیا اور پاپا ان کے ساتھ میئر میکی سے ملنے گئے....ہاں۔ملنے گئے....مگر کیا میئر سے ملاقات ہوئی؟

❀✪❀

ہم لانچ کے عرشے پر کھڑے تھے۔ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی اجلی شبنمی دھند اب چھٹ رہی تھی۔بگ باس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔''کیوں وکی! یہ واقعہ سن رہے ہو۔تمہیں کچھ یاد آرہا ہے؟''

نہ میں وکی تھا' نہ مجھے یاد آ سکتا تھا۔میں نے انکار میں سر ہلایا۔اس نے کہا۔''میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے باپ کے پاس جاؤ اور اسے میرے معاملے میں مداخلت سے روکو۔مگر تم وہاں نہیں گئے۔باپ کو میری مخالفت سے نہیں روکا۔تمہارے نہ جانے سے میرے تین کارندے گرفتار ہو گئے۔''

میں نے کہا۔''اور تمہیں دس ملین پاؤنڈز کا نقصان اٹھانا پڑا؟''

وہ ہنستے ہوئے میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔''یہی تو تمہارا کمال ہے کہ تم نے مجھے ایک پاؤنڈ کا بھی نقصان پہنچنے نہیں دیا۔تم پکے چالباز ہو۔''

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔یہ سننا چاہتا تھا کہ وکی نے اسے بہت بڑے نقصان سے کیسے بچایا؟ اس نے کہا۔''میرے حکم کے مطابق تمہیں اپنے پاپا کے پاس جانا چاہئے تھا۔مگر تم میئر مکی کے پاس پہنچ گئے تھے۔''

''جس وقت بیٹی اسے اپنے اغواء ہونے کی اطلاع دے رہی تھی۔اس وقت تم نے میئر کو نشانے پر رکھا ہوا تھا۔اس نے تمہارے حکم کے مطابق پولیس کو اطلاع دی کہ بتائے ہوئے پتے پر پہنچ کر سلامتی سے لڑکی کو واپس لایا جائے۔پھر اس نے فون بند کر کے تم سے پوچھا کہ

تم کون ہو؟ اور اسے نشانے پر رکھا ہے؟

تم نے کہا۔''گولی چلانے کے لئے نشانے پر رکھا جاتا ہے۔تم مرو گے تو بگ باس کے پروجیکٹ کے خلاف قانونی کارروائی شروع نہیں ہو گی۔تمہارے بعد جو بھی آئے گا' باس اسے خرید لے گا۔میرے باس کو نقصان نہیں پہنچے گا تو وہ میرے باپ پر گولی نہیں چلائے گا۔''

باس نے مجھ سے پوچھا۔''تمہیں کچھ تو یاد آنا چاہئے۔تم اسے گولی مار کر چلے آئے تھے۔''

یہ واقعہ سننے کے بعد وکی ایک معمہ بن گیا تھا۔صاف پتہ چل رہا تھا کہ بگ باس کا تابعدار بن کر رہنے کے باوجود وہ پاپا کا حامی تھا۔ان کی سلامتی کا خیال رکھتا تھا۔

میں نے کہا۔''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' آپ کہتے ہیں' مجھے پاپا اور ماما سے دلی لگاؤ نہیں ہے۔پھر میں نے پاپا کو آپ کے عتاب سے بچانے کے لئے میئر کو کیوں ہلاک کیا؟''

''یہ تم اچھی طرح جانتے تھے کہ اپنے باپ کو لاکھ سمجھاؤ گے' تب بھی وہ اس لڑکی کو بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دے گا۔''

''پاپا کو اس لڑکی سے اتنا گہرا لگاؤ کیوں ہو گیا تھا؟''

''اس لئے کہ وہ ہر کم سن لڑکی کو اپنی بیٹی بینم سمجھ لیتا ہے۔''

''بینم....؟''میں نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔''جب سے تم یادداشت کھو کر آئے ہو' تب سے دیکھ رہا ہوں۔بھولی ہوئی کچھ باتیں یاد کر لیتے ہو۔مگر بہت کچھ بھولے ہوئے ہو۔تمہیں اپنی بہن بینم یاد نہیں آرہی ہے۔''

میں نے شدید حیرانی سے پوچھا۔''میری بہن....بینم....؟''

داستان کے اس موڑ پر یہ وضاحت لازمی ہے کہ میں اب تک صحیح ترتیب سے یہ رُوداد بیان کرنے کے لئے بینم کا ذکر کرتا آرہا ہوں۔اب سے پہلے میں نے اس کا نام بھی نہیں سنا تھا۔پچھلے باب میں اس کے متعلق جو لکھا تھا' وہ میں اب سن رہا تھا۔

باس مجھے وکی سمجھ کر یاد دلا رہا تھا۔یوں پاپا کی ہسٹری سنا رہا تھا کہ انہوں نے دوسری شادی بھی کی تھی۔اس دوسری شریک حیات سے بینم پیدا ہوئی تھی۔میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس وقت اپنی ایک بہن کے بارے میں سن کر میرے احساسات' میرے جذبات محبت کے مارے کس طرح شور مچا رہے تھے؟

یہ نئی چونکا دینے والی بات تھی کہ میری ایک بہن بھی ہے۔میں نے تڑپ کر پوچھا۔''وہ کہاں ہے؟''

وہ ہنسنے لگا۔میں نے پوچھا۔''کیوں ہنس رہے ہیں؟''

اس نے کہا۔''بھول ہی گئے ہو تو سنو....تم کئی بار یینم کے بارے میں پوچھتے رہے اور میں نے ایک ہی بات کہی کہ میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔تم میرے سائے میں شہزادے کی طرح زندگی گزارتے ہو۔تمہارے سامنے دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیزیں پیش کردی جاتی ہیں۔لیکن یینم کو تم کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔''

میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا۔''کیوں نہیں دیکھ سکوں گا؟''

''اس لئے کہ وہ بیٹی اپنے باپ کی یعنی تمہارے پاپا کی بہت بڑی کمزوری ہے۔''

اگرچہ بہن کے لئے جذبات مچل رہے تھے۔تاہم میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔''وہ پاپا کی کمزوری ہے۔میری نہیں ہے۔کم از کم اسے مجھ سے تو نہ چھپائیں۔میں نہ جانے کتنے اہم معاملات میں آپ کا رازدار ہوں۔''

وہ گہری سنجیدگی سے سخت لہجے میں بولا۔''وکی! میں نادان بچہ نہیں ہوں۔اپنے باپ کے لئے جو جذبات تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں۔انہیں خوب سمجھتا ہوں۔بیشک۔تم میرے وفادار اور جاں نثار ہو۔مگر کتنے ہی حیلے بہانوں سے قربان واسطی کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہو۔میں چپ چاپ تماشہ دیکھتا ہوں۔اگر تمہیں یینم کا پتہ ٹھکانہ معلوم ہوگا تو تم اپنے باپ کے قلبی سکون کے لئے اسے بیٹی کے پاس پہنچا دو گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔ایسا کبھی نہیں ہوگا۔صرف میں اپنی بہن سے ملوں گا۔کسی اور کو اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچنے دوں گا۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔''سوری۔پہلے بھی تم ضد کر چکے ہو۔ناراض بھی ہو گئے تھے۔پھر خود ہی واپس آ کر مجھ سے معافی مانگی تھی۔یینم زبردست مہرہ ہے۔جب تک وہ میری تحویل میں رہے گی' تب تک تمہارا باپ مجھ سے عداوت رکھنے کے باوجود میرے آگے جھکتا رہے گا۔''

میں سمجھ گیا' اس نے بیشتر معاملات میں وکی کو رازدار بنانے کے باوجود یینم کے معاملے میں اس پر اعتماد نہیں کیا تھا۔اس وقت بھی وہ مجھے کچھ بتانے والا نہیں تھا اور میں بہن تک پہنچنے کے لئے اس قدر بے چین ہوگیا تھا کہ بات نہ ماننے پر اسے عرشے سے اٹھا کر سمندر میں پھینک سکتا تھا۔

میں نے گھوم کر سامنے اور دائیں بائیں دیکھا۔اس کے کئی مسلح گارڈز دور تک دکھائی دے رہے تھے۔میں کہیں تنہائی میں بھی اس کی گردن دبوچ کر معلوم نہیں کر سکتا تھا۔وہ خوب سمجھتا تھا کہ ہم گردن دبوچ کر اسے جان سے نہیں ماریں گے۔اسے زندہ رکھ کر ہی یینم تک پہنچ پائیں گے۔

میرے اندر بلا کا اضطراب پیدا ہوگیا تھا۔یہ کیسی بات معلوم ہوئی تھی۔ایک بہن پیدا ہوئی تھی اور وہ جوان ہو رہی تھی۔ایک بھائی کی غیرت کو پکار رہی تھی۔''آؤ بھائی! آ جاؤ کہ میں پیدائش کے پہلے لمحے سے پرائی کردی گئی ہوں۔تم کیا جانتے ہو؟ میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ ابھی وقت ہے' میں نیک نامی اور بدنامی کے سنگم پر ہوں۔مجھے ادھر یا اُدھر کسی بھی طرف دھکا دیا جا سکتا ہے۔''

میں ریلنگ کے پاس سے ہٹ کر پاؤں پٹختا ہوا اِدھر سے اُدھر جانے لگا۔بگ باس دیکھ رہا تھا۔میرے اندر کے جوش اور جنون کو سمجھ رہا تھا۔اس نے ریلنگ سے ٹیک لگا کر کہا۔''جب پہلی بار تمہیں بہن کے بارے میں معلوم ہوا تھا تو اسی طرح پھڑک گئے تھے۔ایسے ٹہل رہے تھے' جیسے انگاروں پر چل رہے ہو۔میں ہمیشہ اچھی باتیں سمجھاتا آیا ہوں۔ستارے توڑ کر نہیں لا سکتے' اس لئے آسمان تک پہنچنے کی ضد نہ کرنا۔پہلے بھی تم نے ضد کی تھی۔پہلی بار مجھ سے گستاخی کی تھی۔مگر اس سے پہلے کہ میں تمہیں سزا دیتا۔تم نے مجھ سے معافی مانگ لی تھی۔اب ایسی کوئی غلطی نہ کرنا۔''

میں تو واقعی انگاروں پر چل رہا تھا۔غصہ دکھا کر جھگڑا کر کے بہن تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔میں نے اس کے سامنے رک کر کہا۔''کیا ایسا نہیں ہو سکتا' جہاں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا ہے' وہاں مجھے بھی زنجیریں پہنا دی جائیں۔مجھے اپنی ننھی سی بہن کے ساتھ رہنے دیا جائے۔پھر میں آپ سے آزادی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''یہ کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے تمہیں بتایا تھا' یینم کو کہیں قیدی بنا کر نہیں رکھا گیا ہے۔وہ آزادی سے سماجی اور معاشرتی زندگی گزار رہی ہے۔''

''یہی زندگی وہ میرے ساتھ گزار سکتی ہے۔میرے ساتھ نہ سہی' اپنے باپ کے سائے میں عزت آبرو سے رہ سکتی ہے۔''

وہ تیور بدل کر بولا۔''بحث نہ کرو۔وہ جہاں بھی ہے' فی الحال عزت آبرو سے ہے۔آئندہ عزت سے رہے گی یا نہیں....؟ یہ تمہاری اور تمہارے باپ کی دانائی پر ہے۔دانائی یہ ہوگی کہ ہمیشہ کی طرح میرے تابعدار اور جاں نثار بن کر رہو۔یینم تک پہنچنے کے لئے

میرے منصوبے کے خلاف ضد نہ کرو۔"

واقعی ایک شخص کی کمزوری ہاتھ آجائے تو دوسرا شخص بے انتہا طاقتور ہو جاتا ہے۔اب مجھے پاپا کی مجبوریاں سمجھ میں آرہی تھیں کہ وہ بیٹی کی خاطر کس طرح بے بس ہو کر اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح رہتے ہوں گے؟ یہ سن کر بھی خوشی ہو رہی تھی کہ وکی ہمارے لئے نہ سہی‘ ایک بہن کے لئے بگ باس سے جھگڑا کر چکا تھا۔اس کے بعد نہ جانے کس حکمت عملی کے تحت اس نے باس سے معافی مانگی ہوگی؟ یقیناً اس معافی کے پیچھے اس کی کوئی سازش چھپی ہوگی۔

میں سوچوں میں گم تھا۔ایسے وقت بگ باس نے اپنے کوٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک موبائل فون نکالا۔ پھر اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"یہ لو۔یہ تمہارے لئے ہے۔"

میں نے اس فون کو لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔وہ بولا۔"اس میں تمام اہم نمبر ناموں کے ساتھ سیو کر دیئے گئے ہیں۔پھر بھی کوئی الجھن ہو تو مجھ سے پوچھتے رہنا۔"

اپنوں سے رابطہ کرنے کا دوسرا اور سہل راستہ ہموار ہو گیا تھا۔اب نانا جان یا ماسٹر فو اور امیر حمزہ سے باتیں کرنے کے لئے انٹرنیٹ کی محتاجی نہیں رہی تھی۔بگ باس نے وہ موبائل فون دے کر میری ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر دی تھی۔اب میں جب چاہتا‘ اپنے محافظوں سے رابطہ کر سکتا تھا۔مگر اس وقت بگ باس کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں تھا۔مجھے صبر سے مناسب موقع کا انتظار کرنا تھا۔

ایسے وقت دور ساحلی سڑک پر ایک قیمتی کار آکر رکی۔میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا۔"پاپا آئے ہیں۔"

وہ میری زندگی کا یادگار دن تھا۔اس روز پہلی بار اپنی بہن ینیم کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا تھا اور اب پاپا سے سامنا ہونے والا تھا۔

کار کا ڈرائیور اگلی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ کی طرف گیا۔پھر ادھر کا دروازہ کھول کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔وہاں سے جو ہستی باہر آئی اسے دیکھ کر مایوسی ہوئی۔وہ پاپا نہیں تھے۔کوئی بہت ہی امیر کبیر الٹرا ماڈرن خاتون تھی۔بگ باس نے دونوں ہاتھ فضاء میں اٹھا کر خوشی سے لہراتے ہوئے کہا۔"ہائے...میری جان رخشی آگئی۔"

میں ادھر توجہ سے دیکھنے لگا۔باس اس کے استقبال کے لئے عرشے سے اتر کر جا رہا تھا۔اس نے رخشی کو بڑے عاشقانہ انداز میں "میری جان رخشی" کہا تھا۔یہ بات مجھے

بری لگی۔اس کی وہ محبوبہ کبھی میری نانی تھی۔میرے نانا علیم شیرازی نے اس کی بدچلنی کے باعث اسے طلاق دے دی تھی۔

وہ جوانی میں خوب بن سنور کر حسینہ عالم بن کر رہتی تھی۔بڑھاپے میں بھی وہی روش اختیار کر رکھی تھی۔کار سے اترنے کے بعد لانچ کی طرف یوں آرہی تھی‘ جیسے مقابلہء حسن میں کیٹ واک کر رہی ہو۔

باس سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے پہنچ گیا تھا۔ادھر سے وہ آرہی تھی۔ادھر سے یہ جا رہا تھا۔وہ دونوں بازو پھیلائے فلمی گانے کے انداز میں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ایک دوجے کی بانہوں میں ہم
آؤ صنم! کھو جائیں ہم
اس بڑھاپے میں مرجائیں ہم

انہیں تو مر ہی جانا چاہئے تھا۔کیونکہ قریب ہوتے ہی وہ ہم آغوش ہو گئے تھے۔وہاں کی تہذیب کے مطابق ایک دوسرے کو چوم رہے تھے۔میں نے منہ پھیر لیا۔وہ کم بخت میری نانی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں عرشے پر آگئے۔بگ باس نے چہک کر کہا۔"وکی! پہچانو۔یہ حسین مہ جبین کون ہے؟"

قریب سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ بڑھاپا اس کے اندر سے پھٹ پڑنے اور باہر آنے کے لئے تلملا رہا ہے۔میں نے کہا۔"آپ یہاں سے میڈم رخشی کا نام لیتے ہوئے گئے تھے۔اس لئے نام کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ دونوں لیلیٰ مجنوں ہیں۔"

وہ ہنسنے لگی۔باس نے فخر سے کہا۔"ہم لیلیٰ مجنوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔پورے پچیس برس سے شادی کے بغیر عشق کا پرچم لہراتے آرہے ہیں۔میں علیم شیرازی کے کلیجے پر پاؤں رکھ کر اسے حاصل کرتا رہا ہوں۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے دونوں کو دیکھا۔وہ بولا۔"تمہیں کچھ یاد نہیں ہے۔بس یہ سمجھ لو کہ تمہارے نانا کو میری طاقت کے سامنے رخشی سے دستبردار ہونا پڑا۔"

وہ حقارت سے بولی۔"وہ دستبردار کیا ہوتا؟ میں نے اسے دودھ کی مکھی کی طرح اپنی زندگی سے نکال کر پھینک دیا تھا۔"

رخشی کی آواز سنتے ہی میں چونک گیا۔فوراً ہی یاد آیا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ریکارڈ روم میں وہ آواز سنی ہے۔جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں‘ ایک ماہر سماعت نے مجھے مختلف

آوازوں اور لب ولہجوں کا تجزیہ کرنا' بولنے والوں کے مزاج کو اور ان کے ارادوں کو سمجھنا سکھایا تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں بھی مجھے آنکھوں اور چہروں کو پڑھنے اور آوازوں کے ذریعے اندر کی باتوں کو سمجھنے کی تربیت دی گئی تھی۔

میں ایک بار کسی کی آواز سن کر نقار خانے کے شور میں بھی اسے آواز اور لہجے کے ذریعے پہچان سکتا تھا۔ چار ماہ پہلے برطانوی پارلیمنٹ کے ایک اعلیٰ عہدیدار کے دفتر سے ایک اہم فائل چرائی گئی تھی۔ چرانے والی ایک عمر رسیدہ خاتون تھی۔ خفیہ کیمروں کے ذریعے اس کی تصویر ٹی وی اسکرین پر دکھائی گئی تھی اور اس کی مختصر سی گفتگو بھی ریکارڈ ہوئی تھی۔

اس اعلیٰ عہدیدار نے اسے ملاقات کا وقت دیا تھا اور اپنے اسٹاف کو حکم دیا تھا کہ جب تک انہیں بلایا نہ جائے' کوئی اندر نہ آئے۔ پندرہ منٹ بعد اس خاتون نے دفتر سے باہر آ کر عہدیدار کی پرسنل سیکرٹری سے کہا۔ ''صاحب مصروف ہیں۔ انہیں تقریباً آدھے گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کیا جائے۔''

اس آدھے گھنٹے میں وہ فرار ہو چکی تھی۔ پھر اس کا سراغ نہ مل سکا۔ وہ اعلیٰ عہدیدار اپنے دفتری کمرے میں بیہوش پایا گیا تھا۔ میں رخشی کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قد اور جسامت میں اس واردات کرنے والی خاتون جیسی تھی۔ آواز اور لب ولہجہ' الفاظ کی بناوٹ اور گفتگو کے دوران ہاتھ نچا کر بولنے کا انداز بالکل وہی تھا۔ میں کسی شک وشبے کے بغیر کہہ سکتا تھا کہ وہ واردات رخشی نے ہی کی تھی۔

وہ چہرہ بدل کر گئی تھی۔ اسے موجودہ صورت اور شخصیت سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں اسے تلاش کر رہے تھے اور وہ بڑی آزادی سے اپنے یار کے ساتھ عشق لڑا رہی تھی۔

وہ باس سے باتیں کرنے کے دوران کن انکھیوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ آخر اس نے پوچھا۔ ''تم اس طرح مجھے گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں' تمہیں کہاں کہاں سے تک دیکھوں؟ یہ ہیئر اسٹائل' چہرے کے خدوخال' بدن کا بانکپن اور صحت مندی ایسی ہے کہ عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔ بگ باس تو کھلم کھلا تمہارے دیوانے ہیں۔ اور پتہ نہیں' کتنے لوگ چپ چاپ تم پر مرتے ہوں گے؟''

وہ اپنی تعریف سن کر خوشی سے کھل رہی تھی۔ بگ باس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھی۔ ''اسے کہتے ہیں حسن کی قدر کرنا۔ کبھی تم نے اس انداز میں تعریف نہیں کی۔''

وہ بولا۔ ''ابھی یہ جوان ہے۔ اس کی گفتگو اور تعریف کے انداز میں جوانی بھری ہوئی ہے۔ ہم بوڑھے ہیں۔ ہم....''

وہ فوراً بات کاٹ کر بولی۔ ''بوڑھے تم ہو رہے ہو۔ میں تو سدا بہار ہوں۔ کیوں وکی! ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں...؟''

میں نے کہا۔ ''تم سدا بہار رہو ہزار برس... ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار۔''

وہ خوشی سے بل کھا گئی پھر بولی۔ ''تم تو شاعر بن گئے ہو۔ بہرحال میری طرف سے مبارک باد وصول کرو۔ ایک بہت بڑے حادثے کے بعد تمہیں یہ نئی زندگی ملی ہے۔ تمہارے حافظے کو نقصان پہنچا ہے تو پہنچنے دو۔ رفتہ رفتہ تمہیں اپنی پچھلی زندگی یاد آتی رہے گی۔''

میں نے کہا۔ ''مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ اپنی بہن یینم کو بھول گیا تھا۔ ابھی باس نے یاد دلایا ہے۔''

وہ تنبیہ کے انداز میں مجھے انگلی دکھاتے ہوئے بولی۔ ''خبردار! یینم میری مرحوم بہن کی بیٹی ہے۔ اسے کبھی نہ بھولنا۔ میں چاہتی ہوں۔ تمہارے جیسا جانباز' ناقابل شکست بھائی اس کا محافظ بن کر رہے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارے منہ میں گھی شکر۔ تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں ساری عمر اس کا محافظ بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ مگر....''

میں نے باس کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''پلیز رخشی! سوچے سمجھے بغیر نہ بولا کرو۔ ہم وکی پر کسی بھی معاملے میں اندھا اعتماد کر سکتے ہیں۔ مگر یینم کے معاملے میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ اپنے سائے پر بھی اعتماد نہ کرو۔''

میں نے پوچھا۔ ''آخر کب تک اعتماد نہیں کریں گے؟ کیا میں کبھی اس سے مل نہیں پاؤں گا؟''

''ضرور ملو گے۔ یہ بات میں قربان واسطی سے بھی کہتا رہتا ہوں۔ اب تم سے بھی کہہ رہا ہوں۔ جس دن تمہارا نانا علیم شیرازی اپنی دولت اور جائیداد کا ستر فیصد رخشی کے بیٹے کے نام لکھے گا۔ اسی روز یینم کو تم سب کے سامنے لایا جائے گا۔ وہ باپ اور بھائی کا رشتہ قبول کرے گی تو تمہارے ساتھ رہے گی۔ ورنہ اپنی مرضی سے زندگی گزارے گی۔''

''وہ میری بہن ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔ آپ دولت اور جائیداد کا جھگڑا پاپا اور نانا تک رکھیں۔ مجھے اس میں شامل نہ کریں۔''

''تمہاری شمولیت ضروری ہے۔ تم اپنے طور پر قربان واسطی اور علیم شیرازی کو ٹریپ

کرو۔ چاہے مجرمانہ ہتھکنڈے استعمال کرو۔ کسی بھی طرح رخشی کے بیٹے کو اپنے نانا کا وارث بنا دو۔ اس کے بعد بہن تمہاری ہے۔ یہ میں رخشی کے سامنے وعدہ کر رہا ہوں۔"

وہاں ملٹی کلر چھتری کے سائے میں ناشتے کی ٹرالی لائی گئی۔ ہم ٹرالی کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ کر کھانے پینے اور باتیں کرنے لگے۔ وہ دونوں پریمی ایک دوسرے سے کچھ زیادہ ہی لگ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو چھو رہے تھے' پکڑ رہے تھے۔ پھر بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

باس نے کہا۔ "ہم ذرا کیبن میں جا رہے ہیں۔ تم کافی پیو۔ کسی حسینہ کی کمپنی چاہتے ہو تو تھوڑی دیر کے لئے کسی کال گرل کو بلا لو۔"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔ آپ انجوائے کریں۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ تنہائی ملتے ہی میں رخشی کے متعلق توجہ سے سوچنے لگا۔ یہ تو پورا یقین تھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں جس میڈم روزی کو تلاش کر رہے ہیں' وہ رخشی ہی ہے۔

گیری گوپر اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک ریٹائرڈ افسر بھی تھا اور میرا استاد بھی تھا۔ اس نے میرے اندر کی صلاحیتوں کو ایسے ابھارا تھا کہ مجھے دنیا کے اس مشہور و معروف جاسوسی ادارے میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ کسی بھی کیس میں میری کارکردگی کو خوب سراہا جاتا تھا۔ اگر میں گیری گوپر کے سامنے رخشی پر شبہ ظاہر کرتا تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاتا۔ پھر یہ ثابت کر دیتا کہ میڈم روزی بن کر ایک اہم فائل چرانے والی وہ رخشی ہی ہے۔

میں سوچنے لگا۔ "رخشی نے نہ جانے اب تک بگ باس کے ساتھ رہ کر کیسی کیسی وارداتیں کی ہوں گی؟ میں اسے اُس ایک واردات کے سلسلے میں گرفتار کرانے کے بعد کیا حاصل کر سکوں گا؟"

اس طرح صرف ایک جرم کرنے والی گرفتار ہوتی۔ اس کے خلاف قانونی کارروائیاں ہوتیں۔ لیکن مجھے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔ فائدہ تو اس طرح ہو سکتا تھا کہ میں اس کے ذریعے ینم تک پہنچنے کی کوششیں کرتا رہتا۔

ینم اس کی مرحوم بہن ساحرہ کی بیٹی تھی۔ اس کے لئے بہت اہم تھی۔ بہن کی بیٹی کے ذریعے وہ پاپا کو مجبور کر رہی تھی کہ اس کے بیٹے سلطان ظفر کو میرے نانا کا وارث بنایا جائے اور وہ بگ باس کی مدد سے یہ کھیل کھیل رہی تھی۔

وہ اچھی طرح جانتی ہوگی کہ ینم کو کہاں رکھا گیا ہے اور وہ کس ماحول میں پرورش پا رہ

ہے؟ یقیناً رخشی اس سے ملاقات بھی کرتی ہوگی اور اس کے ساتھ کچھ وقت بھی گزارتی ہوگی۔ اگر میں اس کی ٹوہ میں رہوں گا۔ کسی طرح دن رات اس کی نگرانی کرتا رہوں گا تو شاید اپنی بہن تک پہنچ سکوں گا۔

میں بڑی توجہ سے اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ اپنی بہن تک پہنچنے کا یہ ایک راستہ مل رہا تھا۔ اس راستے پر چل کر اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔ میں نے ہاتھ میں دبے ہوئے اس موبائل فون کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر ماسٹر فو کے نمبر پنچ کئے۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں بول رہا ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ' کیا وہاں پاپا آئے تھے؟"

ماسٹر فو نے کہا۔ "جی ہاں۔ میڈم نے انہیں پہچان بھی لیا تھا۔ مگر وہ ہمیں غلط ایڈریس بتا کر' ہمیں بھٹکا کر نہ جانے کہاں چلے گئے؟"

پھر وہ مجھے تمام حالات تفصیل سے بتانے لگا کہ وہ کس طرح ماما سے ٹکرائے تھے اور ان کے ساتھ گھر تک آئے تھے۔ پھر افطاری کے بعد چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ماما نے ماسٹر فو کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ مگر کہیں ان کا سراغ نہ مل سکا۔

میں نے کہا۔ "اب انہیں تلاش کرنا مشکل نہیں ہے۔ سمجھو! میں اُن تک پہنچ رہا ہوں۔ یہ میرا نیا نمبر ہے۔ اسے نوٹ کرو اور اپنے فون کا وائڈ اسپیکر آن کرو۔ کچھ دوسرے معاملات پر ضروری باتیں کرنی ہیں۔ چاہتا ہوں' میں جو کچھ بولتا رہوں' اسے امیر حمزہ بھی سنتا رہے۔"

اس نے چند لمحوں بعد کہا۔ "ہم آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں اس وقت ایسٹ بورن کے لانچ اور بوٹس والے ساحل پر ہوں۔ یہاں جس لانچ میں ہوں' اس پر گے گورڈن لکھا ہوا ہے۔ کیا تم دونوں میری سابقہ نانی رخشی کو جانتے ہو؟"

دونوں نے کہا۔ "یس سر....!"

میں نے پوچھا۔ "صرف نام سنا ہے یا آنکھوں سے اُسے دیکھا بھی ہے؟"

حمزہ نے کہا۔ "اچھی طرح دیکھا ہے۔ ہم اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کریں گے۔"

"وہ دو چار گھنٹے بعد یہاں سے واپس جائے گی۔ میں چاہتا ہوں' اس کی نگرانی کی جائے۔"

ماسٹر فو نے کہا۔ "میں سعدیہ میڈم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ ابھی حمزہ یہاں سے جا رہا ہے۔ ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ جائے گا۔"

میں نے کہا۔ ''حمزہ! تم سنو۔ رخشی کی نگرانی میرے لئے بہت اہم ہے۔ اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔''

وہ بولا۔ ''آپ اطمینان رکھیں۔ میں اس کی جڑوں میں گھس کر رہوں گا۔''

''مجھے رخشی کا موبائل فون چاہئے۔ جب وہ یہاں سے نکلے تو کہیں راستے میں اس کا پرس چھین لو۔ اسے اور بگ باس کو یہی سوچنا چاہئے کہ کسی چور اُچکے نے یہ حرکت کی ہے۔''

''آل رائٹ سر! میں یہی کروں گا۔''

''یاد رکھو! باس اس کا دیوانہ ہے۔ اس نے اپنی محبوبہ کی سکیورٹی کے انتظامات کئے ہوں گے۔ لہٰذا محتاط رہنا۔''

''آل رائٹ سر! میں اس معاملے میں ہر پہلو پر دھیان رکھوں گا۔''

ماسٹر فو نے کہا۔ ''سر! میڈم آپ کے لئے بہت فکر مند ہیں۔ ہو سکے تو ان سے دو چار باتیں کرلیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی بات کروں گا۔''

میں نے فون بند کر کے ان نمبروں کو مٹا دیا۔ پھر ماما کے فون پر انہیں مخاطب کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی بولیں۔ ''بیٹے! تم کہاں ہو؟ اپنی ماں کی پریشانی کا کچھ خیال نہیں ہے تمہیں۔''

''ماما! میں نے کل ہی میسج بھیجا تھا کہ خیریت سے ہوں۔ ایسی جگہ پہنچا ہوا ہوں' جہاں سے کھل کر فون پر بات نہیں کر سکتا۔''

''میں نے تمہیں وکی کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجا تھا۔ خطروں سے کھیلنے کے لئے نہیں.... تم جہاں بھی ہو بس واپس آجاؤ۔''

''ٹھیک ہے آجاؤں گا مگر....''

''اگر مگر کچھ نہیں۔ وکی تو یوں بھی پرایا بن کر دشمن بن کر رہتا ہے۔ تم بھی نظروں سے دور ہو کر پرائے بن رہے ہو۔''

''ایسی بات نہیں ہے ماما....!''

''ایسی ہی بات ہے۔ میں تمہارے لئے دن رات اندیشوں میں مبتلا رہتی ہوں۔ ایسا لگتا ہے' جیسے وکی کو ڈھونڈنے کے لئے اپنا دوسرا بیٹا بھی کھو رہی ہوں۔ اپنی ماں کو اندیشوں کے عذاب سے نجات دلاؤ۔ واپس آجاؤ میری جان! اپنی ماں کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو ابھی واپس آجاؤ۔''

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر.... میں آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔ لیکن مجھے تھوڑا سا وقت تو دیں۔''

''پتہ نہیں وہ تھوڑا سا وقت کب ختم ہوگا؟ کب تک تمہاری فکر کرتی رہوں گی اور مرتی رہوں گی؟''

''مریں گے آپ کے دشمن۔ میں نے کہا ناں جلد ہی آؤں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولیں۔ ''تم ایسے نہیں مانو گے۔ ابھی میرا فیصلہ سن لو میں شام تک انتظار کروں گی۔ اس کے بعد کھانا پینا چھوڑ دوں گی۔''

میں نے تڑپ کر کہا۔ ''ماما! پلیز۔ مجھے ایسی سزا نہ دیں۔ مجھے یہاں سے نکلنے میں کچھ وقت لگے گا۔''

''جتنا وقت چاہے لیتے رہو۔ میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ میں شام کے بعد دوائیں کھانا بھی چھوڑ دوں گی۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ مائیں کیا ہوتی ہیں؟ میں نے بڑے جذبے سے فون کو چوم لیا۔ دھڑکنوں سے لگا لیا۔ پھر ان کے نمبر مٹانے کے بعد سوچنے لگا۔ میرا مشن ادھورا رہ جائے کوئی بات نہیں۔ مجھے اپنی ماما کی آغوش میں واپس جانا چاہئے۔

ایسے وقت میں نے حساب کیا کہ وکی بن کر بگ باس کے قریب پہنچ کر میں نے کیا حاصل کیا ہے؟ اور آئندہ کیا حاصل کر سکتا ہوں؟

وہاں اتنے دنوں میں میری بہن ینم کے متعلق اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں اور یہ امید تھی کہ آئندہ رخشی کی نگرانی کراتے ہوئے اپنی بہن تک پہنچ پاؤں گا اور نگرانی کرانے کے لئے لازمی نہیں تھا کہ میں وہاں وکی بن کر رہتا۔

دیکھا جائے تو میں نے وہاں رہ کر کچھ خاص معلومات حاصل نہیں کی تھیں۔ بگ باس اس قدر محتاط رہتا تھا کہ میں اس کی کمزوریوں تک آسانی سے پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پہنچنے کے لئے پتہ نہیں کتنا عرصہ لگ جاتا؟

پھر یہ کہ میں واقعی خطرہ مول لے رہا تھا۔ کسی وقت بھی بھید کھل سکتا تھا کہ میں وکی نہیں ہوں۔ ماما کی ضد نے مجھے مجبور کیا تو میں موجودہ حالات پر مختلف پہلوؤں سے غور کرنے لگا۔ اب یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ مجھے واپس جانا چاہئے۔

میں کافی کا آخری گھونٹ پی کر وہاں سے اٹھ گیا۔ ریلنگ کے پاس آ کر ساحل کی طرف

دیکھنے لگا۔اپنے پاپا کے لئے بے چینی تھی۔انہیں روبرو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔وہ بگ باس سے ملنے آرہے تھے۔یہ بھی دیکھنا تھا کہ ہم تینوں کی ملاقات کیا رنگ لانے والی ہے؟



وکی کا ظاہر اور باطن مختلف تھا۔اس کا ظاہر یہ تھا کہ بی میری اینڈ لاف....یعنی دما دم مست قلندر بن کر جب تک لائف انجوائے کرسکتے ہو' کرتے رہو۔یہ دنیا والے خودغرض ہیں۔صرف اپنے مطلب کے پجاری ہیں۔حتیٰ کہ ماں باپ بھی اولاد کو پیدا کرکے اتنی بڑی دنیا میں رُلنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

جب وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ ماں باپ نے اسے پیدا کرکے پھینک دیا ہے اور بگ باس ایک فرشتہ ہے' جو اس کی پرورش کررہا ہے اور دنیا والوں کو منہ توڑ جواب دینے کی تعلیم وتربیت دے رہا ہے۔پھر رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ بگ باس آقا ہے اور وہ غلام ہے۔وہ خطرناک مراحل سے گزر کر کوئی واردات کرتا ہے' بگ باس کو فائدہ پہنچاتا ہے۔تب وہ اس پر دولت لٹاتا ہے۔مگر ہر حال میں اپنا ماتحت اور کارندہ سمجھتا ہے۔

وکی نے ایک آدھ بار اس کے ناگوار احکامات کی تعمیل سے انکار کیا تو اس نے کہا ”جاؤ... یہاں جو شہزادوں جیسی زندگی گزار رہے ہو۔اسی طرح دو دن گزار کر دکھادو۔“

یہ پہلی بار اس کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا۔وہ جس شاندار بنگلے میں رہتا تھا' اسے وہاں سے نکال دیا گیا۔وہ اس کا ایسا ابتدائی دور تھا' جب وہ بگ باس پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔ان دنوں جہاں جاتا تھا' اس کی رہائش کے لئے شاہانہ انتظامات کئے جاتے تھے۔مہنگے سے مہنگے ہوٹلوں میں اس کا کریڈٹ کارڈ چلتا تھا۔مختلف بینکوں میں اس کے لاکھوں ڈالرز تھے۔

باس نے کہا۔”کسی بینک اکاؤنٹ سے رقم نہیں نکالو گے۔اگر کسی بینک کے دروازے پر جاؤ گے تو کہیں سے بھی ایک گولی آئے گی اور تمہیں زخمی کرے گی۔پھر بھی تم خالی ہاتھ نہیں آؤ گے تو تمہاری موت لازمی ہوجائے گی۔“

اس نے کہا۔”یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔میں آپ کے لئے کام کرتا رہا۔آپ معاوضہ دیتے رہے۔بینک میں جو بھی رقم ہے' وہ میری ہے۔“

اس نے کہا۔”میں اُس رقم کو اور تمہیں دی جانے والی تمام سہولتوں کو فریز کرنا جانتا ہوں۔آج سے خود کماؤ' خود کھاؤ اور شاہانہ زندگی گزار کر دکھاؤ۔“

وہ اب تک جہاں جاتا تھا۔مسلح کارندے خفیہ طور پر اس کے ساتھ رہتے تھے۔باس کے حکم پر وہی کارندے اُسے گولی مار سکتے تھے۔وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کرے؟ اس کے پاس کوئی تعلیمی سند یا صلاحیتوں کے سلسلے میں کوئی ڈپلومہ نہیں تھا۔کہیں ملازمت نہیں کرسکتا تھا۔جیسی تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔اس کے مطابق مجرمانہ طریقوں سے ہی کچھ کما کھا سکتا تھا۔

اس نے ایک جگہ واردات کی۔کئی ہزار ڈالرز حاصل کئے۔مگر باس کے جاسوس نگرانی کررہے تھے۔انہوں نے پولیس کو اطلاع دی تو وہ پکڑا گیا۔تمام رات حوالات میں رہا۔دوسرے دن کسی نے ضمانت پر اسے رہا کرایا۔باس نے فون پر کہا۔”یہی کھیل ہوتا رہے گا۔واردات کرو گے تو میں تمہیں گرفتار کراؤں گا۔پھر تمہیں رہا بھی کراؤں گا۔تاکہ تم فٹ پاتھ پر بھوکے پیاسے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے رہو۔“

وہ اپنی بے بسی پر جھنجھلا گیا۔چند روز پہلے وہ بہت طاقتور تھا۔جو چاہتا تھا' وہ حاصل کرلیتا تھا۔جہاں جاتا تھا' وہاں لوگ خوفزدہ ہوکر ہی سہی اسے سلام کرتے تھے اور اب اچانک ہی وہ دو کوڑی کا ہوگیا تھا۔اپنے لئے ایک وقت کی روٹی نہیں کما سکتا تھا۔

وہ ضدی اور خود سر تھا۔ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔ایسے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔مگر وہ ذہین اور چالباز بھی تھا۔اس نے سوچا۔”کسی کی ٹانگ پکڑ کر کھینچنے کے لئے اس کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔تب ہی ہاتھ میں اس کی ٹانگ آتی ہے۔میں باس کے آگے جھکوں گا اور دیکھوں گا کہ کس طرح اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے اوندھے منہ گرا سکتا ہوں؟“

اس نے ایک بات گرہ میں باندھ لی کہ بگ باس جیسے شہزوروں کو مات دینے کے لئے طاقت حاصل کرنا پہلی شرط ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ جسے مات دینا ہو' اسے رفتہ رفتہ کمزور بنایا جائے یا اس کی زیادہ سے زیادہ کمزوریاں معلوم کی جائیں۔تب ہی وہ دباؤ میں آتا ہے۔

اس نے بگ باس سے معافی مانگ لی۔باس کو اس جیسے ذہین' چالباز اور تیز طرار ماتحت کی ضرورت تھی۔پھر وہ اس کا پروردہ اور تربیت یافتہ تھا۔باس نے اسے بلا کر گلے سے لگا لیا۔اس دن سے اس کا ظاہر اور باطن مختلف ہوگیا۔

ظاہر تو وہی رہا' جو باس کو ہمیشہ نظر آتا تھا۔مگر باطن میں نہ تو وہ دیکھ سکا اور نہ ہی سمجھ سکا کہ وکی بڑی رازداری سے کس طرح دولت جمع کررہا ہے؟ کیونکہ دولت سے اسلحہ اور مسلح کرائے کے مجرم خریدے جاتے ہیں۔اب وہ اپنی وہی کمائی بینک میں رکھتا تھا' جو باس کی نظروں میں ہوتی تھی۔جن وارداتوں سے حاصل کی ہوئی رقم کا حساب باس کے پاس نہ

ہوتا‘ وہ ساری رقم چپ چاپ ہڑپ کرلیتا۔

یہ ایک مسئلہ تھا کہ وہ ہزاروں لاکھوں پاؤنڈز اور ڈالرز کہاں چھپا کر رکھے گا؟ آئندہ بھی وہ رقم بڑھتی رہنے والی تھی۔ وہ کسی کے پاس امانت کے طور پر اپنی رقم چھپا کر رکھ سکتا تھا۔ مگر جس کے پاس رکھتا‘ اس کا ایمان خراب ہوسکتا تھا۔

وہ کبھی کسی عورت پر بھروسہ نہیں کرتا تھا اور بگ باس جیسے مرد سے، جو باپ کی طرح سرپرست بن کر رہتا تھا‘ زبردست دھوکہ کھا چکا تھا۔ ایسے وقت اس کی نظروں میں ایک ہی ہستی ایسی تھی‘ جس پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے پاس دولت جمع ہوتی رہتی تو باس کو بھی شبہ نہ ہوتا۔

اور وہ ہستی نہ تو عورت تھی‘ نہ مرد تھا۔ وہ درمیان والا تھا یا والی تھی...سب اسے مس بٹر فلائی کہتے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ بٹر فلائی اگرچہ تتلی کو کہتے ہیں۔ مگر میں کچھ اور ہوں۔ بٹر یعنی مکھن ہوں اور فلائی یعنی اڑنا جانتی ہوں۔ کسی کو بھی مکھن لگا کر اڑا لے جاتی ہوں۔

وہ وکی سے کہتی تھی۔ ”چکنے! بس تم ہی ایک ایسے ہو‘ جسے نہ مکھن لگاؤں گی نہ اڑاؤں گی۔ جانتے ہو کیوں؟“

اس نے ایک نوجوان کی تصویر دکھاتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا یہ تم سے مشابہت نہیں رکھتا؟“

وکی نے کہا۔ ”ہاں۔ بڑی حد تک مجھ جیسا لگتا ہے۔ کون ہے یہ؟“

”یہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کی پرورش کے لئے‘ اسے بہت بڑا آدمی بنانے کے لئے میں نے یہ دھندہ شروع کیا۔ کچھ میری فطرت میں بھی عورت پن تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ مجھ میں ہارمونز زیادہ ہیں۔ علاج کے ذریعے ہارمونز میں کمی ہوگی تو تم میں مردانہ خصوصیات پیدا ہوں گی۔“

وہ اپنی رُوداد سناتے وقت وہسکی پی رہی تھی اور بول رہی تھی۔ ”میں نے علاج نہیں کرایا۔ اپنے بدن کی پلاسٹک سرجری کرالی۔ جسمانی طور پر بظاہر مکمل عورت بن گئی۔“

وہ جام ہاتھ میں اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔ وکی کے سامنے گھوم گھوم کر خود کو مختلف زاویوں سے پیش کرتے ہوئے بولی۔ ”مجھے دیکھو! مکمل ہوں ناں....؟ میرے چہرے میں اور بدن میں پیدائشی نسوانیت اور نزاکت ہے۔ جو بھی مجھے دیکھتا ہے‘ ہزار جان سے عاشق ہوجاتا ہے۔“

اس نے جام خالی کرتے ہوئے کہا۔ ”نہ تم عاشق مزاج ہو اور نہ میں تمہیں بھائی کے علاوہ کچھ سمجھ سکتی ہوں۔“

پھر اس نے قریب آکر کہا۔ ”میں نے بہت دولت کمائی ہے۔ دیکھ رہے ہو‘ کتنے بڑے شراب خانے کی مالکہ ہوں؟ لندن‘ پیرس‘ میونخ اور فرینکفرٹ کے بینکوں میں میرے لاکھوں پاؤنڈز رکھے ہوئے ہیں۔ دل پھینک عاشقوں کی کمی نہیں ہے۔ آہ! میری بدنصیبی ہے کہ ایک بھائی کم پڑ گیا۔ بیمار رہ کر اس دنیا سے چل بسا۔“

وہ وکی کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ”تم سمجھ سکتے ہو‘ میں اندر سے خالی ہوں۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ صرف ایک بھائی نہیں ہے۔ ان لمحات میں تمہیں دیکھ کر دل رو رہا ہے۔ مجھے بہن بنا کر سینے سے لگا لو۔ بے چین دھڑکنوں کو آرام پہنچا دو۔“

ان دنوں وکی کو بٹر فلائی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ بس یونہی اس کے بار میں پینے چلا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا‘ وہ نشے کی حالت میں بھائی کے لئے جذباتی ہورہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگالیا۔ بعد میں اس نے اپنی محبت اور خلوص سے ثابت کیا کہ وہ واقعی اسے سگی بہن کی طرح چاہتی ہے۔

تب وکی کے دل و دماغ نے کہا۔ ”ایک یہی بٹر فلائی ایسی ہے‘ جس پر میں بھروسہ کرسکتا ہوں۔ یہ کبھی میرا راز کسی کے سامنے زبان پر نہیں لائے گی۔“

پھر اس نے بٹر فلائی سے کہا۔ ”تم مجھے پا کر ایک بھائی کی کمی پوری کرچکی ہو۔ اگر اس بھائی کو کسی نے مار ڈالا تو کیا کرو گی؟“

وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”میرے سامنے مرنے کی باتیں نہ کرو۔ تُم تو خود شہزور ہو۔ تمہیں کون مار سکتا ہے؟“

”اس دنیا میں مجھ سے بڑے بڑے شہزور ہیں۔ وہ اپنی دولت کی طاقت سے میری موت کا سامان کرسکتے ہیں۔ میرے پاس بھی دولت ہوگی تو ان کے مقابلے میں جی سکوں گا۔“

”تمہیں کتنی دولت چاہئے‘ مجھے بتاؤ؟“

”دولت تو میرے پاس بھی بہت ہے۔ مگر اسے دشمنوں سے چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔ دشمن اتنے طاقتور ہیں کہ میرا بینک اکاؤنٹ فریز کرادیں گے۔“

”نو پرابلم۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ پھر کبھی کسی کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ تمہارے پاس کتنی دولت ہے اور تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟“

وہ وکی، جو اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرتا تھا، اس نے بٹر فلائی کو اپنا رازدار بنا لیا۔ پچھلے چار برسوں سے اس کے بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع ہورہی تھی۔ اس کے حساب سے

اسی لاکھ پاؤنڈز جمع ہو چکے تھے۔

بٹر فلائی نے کہا۔ ''میرا اور تمہارا حساب الگ نہیں ہے۔ میری رقم ملا کر تمہارے پاس ایک کروڑ دس لاکھ پاؤنڈز جمع ہو چکے ہیں۔''

پھر وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''میرے بھائی کو کوئی مات نہیں دے سکے گا۔ برطانوی پاؤنڈز کے حساب سے یہ دولت اتنی ہے کہ تم جدید ترین اسلحہ کے ساتھ خطرناک مجرموں کی ایک فوج بنا سکتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''بیشک۔ مجھے طاقت حاصل ہو رہی ہے۔ مگر طاقت کا مظاہرہ کرنے سے پہلے دشمن کی کمزوریاں معلوم کرنی ہیں۔ میں کسی طرح بھی اس کی ذاتی رہائش گاہ میں رکھے ہوئے آئرن سیف تک پہنچنا چاہتا ہوں اور ایسا کوئی موقع ہاتھ نہیں آ رہا ہے۔''

ایک طویل انتظار کے بعد وہ موقع مل ہی گیا۔ جان لیوا حادثے سے بچنے کے بعد اس نے بگ باس کو نہیں بتایا تھا کہ وہ زندہ سلامت ہے۔ یہی موقع تھا کہ وہ مردہ بن کر باس کو اپنی طرف سے غافل رکھ کر اس کے متعلق کچھ اہم معلومات حاصل کر سکتا تھا اور اس کے اہم سیف تک پہنچ سکتا تھا۔

اگرچہ اس نے وی جی بن کر جینا کو ٹریپ کیا تھا۔ میری کمزوری بھی اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتا تھا۔ تاہم یہ سمجھ رہا تھا کہ زیادہ عرصہ تک میری محبوبہ کو بیوقوف نہیں بنا سکے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ باس کی کوئی کمزوری معلوم کرنے سے پہلے میں اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہ کروں۔ اگر مجھے معلوم ہوگا تو میں اسے آرام سے اس کی منزل تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ ایسے وقت وہ جینا کو میری کمزوری بنا سکے گا۔

میں ایک داستان گو کی حیثیت سے وکی کے بارے میں بہت کچھ لکھ رہا ہوں۔ مگر اس وقت میں بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ اسے مردہ سمجھ کر ہی میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ وکی بن کر باس کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

وکی جی جان سے بگ باس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ ادھر شہناز' خان علی اور ایشلے کے معاملات میں مصروف رہنے کے علاوہ بگ باس کی مصروفیات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ پھر وہ پیرس سے لندن آ گیا اور ایسے ہی وقت اسے معلوم ہوا کہ میں وکی بن کر وہاں پہنچا ہوا ہوں۔

یہ جاننے کے بعد وہ میرے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اجنبی بن کر فون پر بگ باس کو بتا سکتا تھا کہ وہ نقلی وکی سے دھوکہ کھا رہا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا' وہی جانتا ہے کہ اس نے میری

مخالفت میں ایسا کیوں نہیں کیا؟

جس روز میں بگ باس کے ساتھ لانچ میں تھا اور پاپا کا انتظار کر رہا تھا۔ اس روز وکی کو باس کی ذاتی رہائش گاہ تک پہنچنے کا موقع مل گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس لانچ میں بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ بڑے بڑے سودے ہوتے ہیں۔ ایسے وقت وہ لانچ کو سمندر میں لے جاتا ہے۔ تاکہ چاروں طرف دور تک پانی ہی پانی ہو۔ ایسی جگہ کوئی مخالف پارٹی چھپ کر قریب نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے خفیہ لین دین کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔

وکی نے سمجھ لیا تھا کہ باس شام سے پہلے واپس نہیں آ سکے گا۔ وہ بڑے اطمینان سے ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا اس رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ مسلح گارڈز نے اسے دیکھتے ہی سلیوٹ کیا۔ سب ہی اسے جانتے تھے۔ وہ کار سے اتر کر رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اندر باس کا ایک قابلِ اعتماد خاص ماتحت موجود تھا۔ وہ اس رہائش گاہ کا منتظم اعلیٰ بھی تھا۔ اس نے وکی کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ ''تم تو باس کے ساتھ گئے تھے؟''

''ہاں۔ گیا تھا۔ ابھی فوراً واپس جاؤں گا۔ ایک ڈیلنگ کے سلسلے میں فائل نمبر ایف تھری کی ضرورت ہے۔ وہ نکال کر دو۔''

اس نے پوچھا۔ ''پھر تو باس نے سیف کی چابی دی ہوگی؟''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم میرا امتحان لے رہے ہو؟ فضول باتیں نہ کرو۔ وہ سیف چابیوں سے نہیں' مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا ہے۔''

''برا نہ مانو وکی! مجھے یہاں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔ بگ باس کو چاہئے تھا کہ وہ تمہارے یہاں آنے کی اطلاع دیتے۔''

''ابھی تم فون کر کے یہ عقل کی باتیں باس کو سکھاؤ۔''

وہ ہچکچانے لگا۔ باس کا حکم تھا کہ وہ لانچ پر جائے تو اسے فون کال کے ذریعے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وکی نے کہا۔ ''کم آن۔ فون کرو۔ اگر وہ وہاں ڈسٹرب ہوں گے تو تمہاری شامت آ جائے گی۔''

وہ دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''یہاں بیٹھو۔ میں فائل لاتا ہوں۔''

وکی نے اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ کر کہا۔ ''مجھے حکم نہ دو۔ میں صرف باس کا حکم سنتا ہوں۔ پھر کہتا ہوں' فون کرو اور اپنی تسلی کر لو۔''

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ پھر آئرن سیف کے پاس آ کر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے اسے کھولنے لگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں کھلنے والا تھا۔ اس ایک منٹ

میں برسوں کا انتظار رنگ لانے والا تھا۔ان لمحات میں وہ بڑی بے چینی سے آئرن سیف کو دیکھ رہا تھا۔

آخر وہ کھل گیا۔اس بڑے سے سیف میں نوٹوں کی گڈیاں' ہیرے جواہرات' آڈیو' ویڈیو کیسٹ اور سی ڈیز کے علاوہ اہم دستاویزات بھی رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے ریوالور نکال کر کہا۔''تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جونیئر افسر وجاہت علی عرف وجی ہوں۔وقار علی عرف وکی تمہارے باس کے ساتھ لانچ میں ہے۔میں قانون کا محافظ ہوں۔تمہیں خوامخواہ ہلاک نہیں کروں گا۔بس تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہوجاؤ۔''

اس نے اس کے سر پر ریوالور کے دستے سے ایک زوردار ضرب لگائی۔وہ چکر کر گر پڑا۔پھر فرش سے اٹھ نہ سکا۔وکی نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے۔منہ پر ٹیپ لگائی۔اس کے بعد ایک بڑے سے بیگ میں سیف کی ساری چیزیں بھر کر وہاں سے باہر آگیا۔باہر سکیورٹی گارڈز یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے کہ باس کا دست راست وہ بھرا ہوا بیگ کہاں لے جارہا ہے؟وہ بڑے آرام سے اپنا کام کرکے چلا آیا۔



میں ریلنگ سے لگا کھڑا تھا۔ایسے وقت انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ساحلی سڑک پر ایک کار آکر رکی۔میں نے بڑی بے چینی سے ادھر دیکھا۔وہ کار رخشی کی گاڑی کے پاس آکر رکی تھی۔چند لمحوں بعد اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھلا۔ادھیڑ عمر کا ایک قد آور شخص باہر آیا۔دور سے چہرہ واضح نہیں تھا۔اگر واضح ہوتا' تب بھی میں اپنے پاپا کو ان کی صورت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔

وہ بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا لانچ کے پاس آیا۔پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا نچلے حصے میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔وہ وہاں بگ باس کے متعلق پوچھ رہا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اندرونی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آگیا۔وہاں اس نے دور تک مسلح گارڈز کو الرٹ دیکھا۔پھر مجھے دیکھتے ہی میری طرف آتے ہوئے بولا۔''او...وکی!میرے بیٹے...!''

میں نے آواز سے انہیں پہچان لیا۔ویسے بھی انہوں نے مجھے بیٹا کہہ کر پکارا تھا۔وہ میرے پاپا تھے۔میں پیدا ہونے کے بعد پہلی بار انہیں دیکھ رہا تھا۔دل ان کی طرف کھنچا جارہا تھا۔حالات کا تقاضا تھا کہ جذبات کو قابو میں رکھا جائے۔میں اس وقت وکی تھا اور وکی

ایک بیٹے کی حیثیت سے کبھی جذباتی ہوکر ان سے نہیں ملتا تھا۔ پھر یہ کہ کسی بھی وقت بگ باس وہاں آسکتا تھا۔ان حالات میں مجھے وکی کی طرح باپ سے بے مروّت بن کر ملنا تھا۔

میں نے کہا۔''باس نے بتایا ہے' آپ خوامخواہ مجھے مردہ سمجھ رہے ہیں۔اب آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرلیں۔میں زندہ سلامت آپ کے سامنے ہوں۔''

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔حیران ہوکر مجھے دیکھنے لگے۔حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ انگریزی زبان میں تم کہنا ہو یا آپ کہنا ہو'اس کے لئے ایک ہی لفظ you استعمال کیا جاتا ہے۔لیکن ہماری اردو زبان میں ادب اور احترام سے آپ کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔وکی ہمیشہ پاپا کو تم کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔جبکہ اس وقت میں نے انہیں آپ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

انہوں نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔''تم مجھے آپ کہہ رہے ہو؟''

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔میں نے فوراً بات بنائی۔''او پاپا!نئی زندگی پانے کی خوشی میں سوچا' تمہیں آپ کہہ کر خوش کردوں۔مگر تم خوش نہیں' حیران ہورہے ہو۔چلو وہی تم والا سلسلہ مناسب رہے گا...ہاں تو ایک دشمن بیٹے کو زندہ دیکھ کر تمہارے تاثرات کیا ہیں؟''

''میں نے تمہیں کبھی دشمن نہیں سمجھا۔تم نے ہی خدا واسطے کا بیر رکھا ہے۔کئی بار وعدہ کیا کہ باپ کے اور اپنی ماما کے رشتے کو دل کی گہرائیوں سے سمجھو گے۔مگر وعدہ کرکے بھول جاتے ہو۔''

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں' ہوسکتا ہے۔یہ بیٹا بھولتا نہ ہو۔رشتوں کے جائز اور ناجائز ہونے کے معاملے میں الجھ جاتا ہو۔''

''الجھن کیسی...؟جبکہ یہ باپ تمہیں جائز کہتا ہے۔''

''سوری!یہ صرف ماں جانتی ہے کہ اس نے کس کی اولاد کو جنم دیا ہے؟''

''افسوس....وہ طویل مدت تک اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہی۔اس کے باوجود تم نے ایک بار مجھے رخشی کے متعلق بتایا تھا۔اس دشمن عورت نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے بیٹے ہو اور یہ اس کی بہن ساحرہ کی بیٹی ہے۔تم بہن بھائی ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔''

میں نے اپنی پیشانی کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے کہا۔''مجھے نئی زندگی ملی ہے۔مگر حادثے میں یادداشت کچھ کمزور ہوگئی ہے۔میں بہت سی باتیں بھول گیا ہوں۔یہ یاد نہیں ہے کہ رخشی نے مجھ سے کبھی کچھ کہا تھا۔''

اس لانچ کے انجن کو آن کیا گیا تھا۔ہلکا سا شور سنائی دے رہا تھا۔بگ باس کو معلوم ہوگیا

تھا کہ پاپا آ چکے ہیں۔تھوڑی دیر بعد ہی لانچ نے ساحل چھوڑ دیا۔وہ گہرے پانیوں کی طرف چل پڑی۔

انہوں نے کہا۔''ہمارے درمیان کبھی اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور کبھی سمجھوتہ ہوتا ہے۔دیکھا جائے تو ہمارے درمیان ایک دوسرے سے بدظن رہنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ تم محض اپنے باس کے حکم سے مخالفانہ روّیہ اختیار کرتے ہو۔''

میں نے وکی کے انداز میں لاپروائی سے کہا۔''اب یہی سلسلہ ہے تو کیا کیا جائے؟''

''ہم انسان ہیں۔عقل سے سوچ سکتے ہیں۔غلط روّیوں کو بدل سکتے ہیں۔تم اپنی موٹی عقل سے سمجھ سکتے ہو کہ ماں باپ سے گلے لگ کر ان کے ساتھ رہ کر ہی خود کو جائز کہہ سکو گے۔صرف اور صرف اس باپ کے لہو اور نام سے ہی تمہیں نیک نامی ملے گی۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔''ہاں۔کسی بھی اولاد کو باپ کے نام سے ہی صحیح پہچان ملتی ہے۔مگر تم جانتے ہو میں نے کبھی ان معاملات کو اہمیت نہیں دی۔کوئی بھی انسان جائز ہو یا ناجائز آخر کو انسان ہی ہوتا ہے ناں.....ویسے آج کی میٹنگ کے بعد تمہاری ان باتوں پر غور ضرور کروں گا۔''

''اس بات پر پہلے غور کرنا کہ بیٹی ہو یا بہن ...وہ ہماری عزت اور غیرت ہوتی ہے۔میں نے ابھی تمہاری ایک بہن یینم کا ذکر کیا ہے۔کیا اس کے لئے تمہارے اندر کوئی جذبہ' کوئی محبت نہیں ہے؟''

''ہے...ابھی باس نے بھی اس کا ذکر چھیڑا تھا۔مجھے یاد دلایا تھا۔مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے کہ اس دنیا میں میری ایک بہن بھی ہے۔''

''وہ کہاں ہے' کیا یہ معلوم نہیں کرو گے؟''

''میں نے باس سے پوچھا تھا مگر مایوسی ہوئی۔وہ مجھے آسانی سے بہن تک پہنچنے نہیں دے گا۔''

''پھر کیا کرو گے؟''

''سوچ رہا ہوں کیا کرنا چاہئے؟ ویسے ایک گوشے میں بیٹھا نہیں رہوں گا۔کچھ نہ کچھ تو ضرور کروں گا۔''

پھر میں نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''ایکسکیوزمی۔میں ذرا واش روم سے آتا ہوں۔''

میں ان سے دور ہو گیا۔واش روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔پھر فون پر حمزہ

کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''ابھی کہاں ہو؟''

اس نے کہا۔''میں ساحل پر پہنچ گیا ہوں۔مگر لانچ سمندر میں جا رہی ہے۔''

''میں نے یہی بتانے کے لئے فون کیا ہے۔پتہ نہیں واپسی میں کتنی دیر ہو گی؟ یہاں انتظار کرنا ہو گا۔''

''بیشک انتظار کروں گا۔رخشی سے اس کا پرس اور موبائل فون ضرور چھین کر لے جاؤں گا۔''

میں نے فون بند کر دیا۔حمزہ کے نمبر فون سے مٹا دیئے۔واپس آیا تو پاپا کے پاس ایک مسلح شخص کھڑا ہوا تھا۔اس نے کہا۔''باس نے آپ دونوں کو کیبن میں بلایا ہے۔''

میں نے پاپا کو دیکھا۔پھر ان کے ساتھ چلتا ہوا سیڑھیاں اتر کر بگ باس کے کیبن میں آ گیا۔رخشی بیڈ پر نیم دراز تھی۔انگور کا ایک خوشہ اٹھائے دانتوں سے ایک ایک دانہ چگ رہی تھی۔پاپا کو دیکھ کر بولی۔''ہائے قربان! بہت عرصے بعد سامنا ہو رہا ہے۔کیسے ہو؟''

انہوں نے کہا۔''ٹھیک ہی ہوں۔بیٹی کے بغیر جی رہا ہوں۔''

باس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''بیٹھو۔میں تمہیں بیٹی کے ساتھ زندگی گزارنے کا راستہ دکھا چکا ہوں۔علیم شیرازی سے میری شرط منوا لو اور بیٹی کو لے جاؤ۔''

''اور میں کہہ چکا ہوں' علیم انکل سے میری بیٹی کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔وہ یینم کو میرے پاس پہنچانے کے لئے تمہاری شرط کبھی نہیں مانیں گے۔''

باس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''یہ تمہارا سپوت اپنے نانا علیم شیرازی سے ضد کر سکتا ہے کہ یینم اس کی بہن ہے۔وکی اور وجی بہن کی خاطر نانا کی دولت اور جائیداد سے دستبردار ہو کر اسے رخشی کے بیٹے سلطان ظفر کے نام کرا سکتے ہیں۔''

میں نے کہا۔''بات صرف اتنی سی ہے تو میں اپنا حصہ سلطان ظفر کے نام کرا دوں گا۔''

پاپا نے کہا۔''بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔رخشی چاہتی ہے' علیم انکل اس کے بیٹے کو جائز بیٹا' اپنا جائز وارث تسلیم کریں۔''

رخشی نے کہا۔''ہاں میرا بیٹا' میری جان سلطان ظفر نیک نامی حاصل کرنے کے لئے دین ایمان کی راہوں پر چل رہا ہے۔عنقریب دنیائے اسلام میں بہت شہرت حاصل کرنے والا ہے۔اس کے لئے لازمی ہے کہ اس کی پیدائش اور اس کی ولدیت درست ہو۔''

وہ بگ باس سے بولی۔''گے...! ان دونوں کو میرے بیٹے کی سی ڈی دکھاؤ۔''

آج معلوم ہو رہا تھا کہ اس بگ باس کہلانے والے کا نام گے گورڈن تھا۔اس لانچ پر

بھی یہی نام کندہ کرایا گیا تھا اور وہ اسے "گے" کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سی ڈی پلیئر کے پاس چلا گیا۔

میں نے اس داستان کی ابتدا میں رخشی کے بیٹے سلطان ظفر کا ذکر کیا تھا۔ ان دنوں رخشی میرے نانا علیم شیرازی کی شریکِ حیات تھی۔ نانا جان نے اس کی بدکاری پکڑ لی تھی۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اس سے ہونے والا بیٹا نانا جان کا نہیں، اس کے ایک یار کا ہے۔ یوں انہوں نے اسے اس ناجائز بیٹے سمیت اپنی زندگی سے باہر نکال دیا تھا۔

اور تب سے وہ عورت اپنے یار بگ باس کے ساتھ ہمارے خلاف سازشیں کرتی آرہی تھی۔ اس کے بیٹے کو ناجائز کہا گیا تھا۔ وہ جواباً مجھے اور وکی کو ناجائز ثابت کرنے کی بھرپور کوششیں کرتی رہی تھی۔ ماما کو پاپا سے اور وکی کو ہم سب سے چھڑا دیا تھا۔ اپنی بہن کی بیٹی یتیم کو بھی پاپا سے چھین لیا تھا۔

وہ ہمارے خلاف خوب زہر اگلتی رہی تھی اور آفتیں ڈھاتی رہی تھی۔ اس کی ایک ہی ضد تھی کہ میرے نانا اس کے بیٹے سلطان ظفر کو اپنا لہو، اپنا بیٹا اور اپنا جائز وارث تسلیم کر لیں۔ اپنی دولت اور جائداد کا ستر فیصد حصہ اس کے نام لکھ دیں۔ اس طرح یہ سند رہے گی کہ انہوں نے جائیداد کا زیادہ حصہ اپنے اکلوتے وارث سلطان ظفر کو دیا ہے۔

سی ڈی پلیئر آن ہو گیا تھا۔ اسکرین پر سلطان ظفر دکھائی دے رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرح آدھا مسلمان، آدھا زہریلا یعنی آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگا۔ مگر اسکرین پر سر سے پاؤں تک ایک معلم دکھائی دے رہا تھا۔

وہ سفید شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا۔ چہرے کی رنگت دمک رہی تھی۔ خشخشی داڑھی اس کی شخصیت کو مزید باوقار بنا رہی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے اور پہناوے سے ایک سنجیدہ اور بردبار سا نوجوان دکھائی دے رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ معلم رخشی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

وہ ایک شاہانہ طرز کے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے اجلی چاندنی پر مرد حضرات کے علاوہ چند خواتین بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حاضرین میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ سب کس ملک، کس علاقے میں ہیں؟ وہاں بیٹھے ہوئے افراد ایشیائی بھی تھے اور ان میں یورپین بھی دکھائی دے رہے تھے۔

سلطان ظفر دین ایمان کی باتیں کر رہا تھا۔ دونوں بازو پھیلا کر بڑے جوش و جذبے سے کہہ رہا تھا۔ "میں صرف ایک معلم نہیں ہوں، مجاہد بھی ہوں اور جہاد ہمارا دینی فریضہ

ہے۔ جو ہمارے دین کو نقصان پہنچائے گا، ہم اسے خاک میں ملا دیں گے۔ جس ملک میں بھی بیرونی قوتیں حملہ کریں گی، ہم اس ملک میں جا کر جہاد کریں گے۔ بڑے بڑے ممالک کے سربراہ کہتے ہیں، میں دہشت گرد ہوں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو ان کے راستے سے بھٹکا کر اپنی طرف بلا رہا ہوں۔ اسی لئے انہوں نے میرے سر کی قیمت لگائی ہے اور میں جہاد کے نشے میں سرشار یہ سر اپنے شانے پر لئے پھر رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم سب شہادت کے متوالے ہو۔ میری طرح بندوق کی آخری گولی اور زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہو گے۔"

رخشی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے۔ جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے۔ تمہارے نانا اسے ضرور اپنا بیٹا تسلیم کریں گے۔ یہ مومن ہے۔ حق کی باتیں بتانے والا معلم اور دین کے راستے میں جان دینے والا مجاہد ہے۔ اسے ناجائز کہیں گے تو اس کے بیشمار عقیدت مند تمہارے بڈھے نانا کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

پاپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی یہی تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے اس کی تصویریں اخباروں میں دیکھی ہیں۔ اسے ٹی وی اسکرین پر بھی دیکھا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ہاں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ تم نے اسے کئی برس سے نہیں دیکھا۔ اس لئے پہچان نہیں پا رہے ہو۔"

پاپا اس کی باتیں حیرانی اور بے یقینی سے سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "میں نے اخبارات میں اس کی ایمان افروز ہسٹری بھی پڑھی ہے۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ تمہارا سلطان ظفر ہے۔ اس معلم کی تقریریں وغیرہ سن کر اور کارنامے پڑھ کر تمہارے بیٹے کی طرف کبھی دھیان نہیں گیا۔"

اگرچہ میں نے بھی سلطان ظفر کی تصویریں اخباروں میں دیکھی تھیں۔ اسے ٹی وی اسکرین پر بھی دیکھا تھا۔ مگر مجھے سیاسی خبروں سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا۔ "آخر اس کے کارنامے کیا ہیں؟"

بگ باس نے کہا۔ "یہاں اسلام دشمنوں کے خلاف جو بھی کارروائیاں ہوتی ہیں، وہاں اسی کا نام آتا ہے۔ یہی ایسی کارروائیاں کرتا ہے۔ اپنے دشمنوں کو اور مخالفین کو دہشت زدہ کرتا رہتا ہے۔"

رخشی نے کہا۔ "بڑے بڑے ممالک کی اتحادی قوتیں اور تمام انڈر ورلڈ مافیا میرے بیٹے

سے خوفزدہ رہتی ہیں۔اسی لئے اس کے سر کی قیمت رکھی گئی ہے۔“

میں نے کہا۔”تمہیں خوش ہوتے اور فخر کرتے دیکھ کر حیران ہوں۔ وہ خطرات سے کھیل رہا ہے۔بڑی قوتوں کو للکار رہا ہے۔ کسی بھی وقت مارا جاسکتا ہے پھر اس کے لئے نانا جان سے جائز وراثت کا مطالبہ کیوں کر رہی ہو؟ وہ تو ویسے ہی شہادت پا کر قیامت تک کے لئے نیک نامی حاصل کرلے گا۔“

وہ مجھے ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی۔”سیدھی سی بات تمہاری سمجھ میں آنی چاہئے۔ میں اسے جائز پیدائش اور جائز رشتے کے حوالے سے بھی نیک نامی دلوانا چاہتی ہوں۔“

پاپا نے پوچھا۔”کیا تمہارا بیٹا پوری نیک نیتی سے دینی فرائض ادا کر رہا ہے؟“

وہ پھر ناگواری سے بولی۔”کیا تمہیں اسکرین پر دکھائی نہیں دے رہا ہے؟ کیا میرے بیٹے کو بہروپیا سمجھ رہے ہو؟ اگر یہ نیک نیتی سے مجاہد نہ بنتا تو چند برسوں میں اتنی شہرت کیسے حاصل کرتا؟ جاؤ ہمارے دین کے دشمنوں سے پوچھو کہ میرے بیٹے نے کس طرح ان کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں؟“

”تم اتنی گرمی کیوں دکھا رہی ہو؟“

باس نے کہا۔”تم غصہ دلانے والی باتیں کیوں کر رہے ہو؟“

رخشی نے کہا۔”ٹی وی بند کرو۔یہ قربان علی میرے بیٹے کی شہرت اور کامیابی سے جل رہا ہے۔“

ٹی وی بند ہو گیا۔پاپا نے کہا۔”دین میں صرف جہاد کی بات نہیں کی گئی ہے۔ مستحقین کو ان کے حقوق دینے کی ہدایت بھی کی گئی ہے۔بیٹی پر اس کے باپ کا حق ہوتا ہے۔کیا اپنے بیٹے کی طرح تم یہ حق ادا کر رہی ہو؟“

وہ بولی۔”مجاہد میرا بیٹا ہے۔میں نہیں ہوں۔دینی فرائض وہ ادا کرتا ہے۔میں نہیں کرتی۔پھر بھی وعدہ کر چکی ہوں۔علیم شیرازی سے میرے بیٹے کے حقوق دلاؤ۔اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔“

باس نے کہا۔”یہ باتیں برسوں سے ہو رہی ہیں۔میں بیزار ہو گیا ہوں رخشی! ہم نے جو فیصلہ کیا ہے اب انہیں سنا دو۔“

وہ بولی۔”ہم سمجھ گئے ہیں‘ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔تم میرے بیٹے کو علیم شیرازی سے حقوق نہیں دلا سکو گے۔لہٰذا میں یمنم کی شادی اپنے بیٹے سلطان ظفر سے کروں گی۔“

میں نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔پاپا نے گرجتے ہوئے کہا۔”بکواس مت کرو۔اپنی بیٹی

کے مستقبل کا فیصلہ میں خود کروں گا۔“

”بیٹی میرے پاس ہے۔وہ میری بہو بنے گی۔تم میرے بیٹے کے سسر بنو گے‘ جسے تم سب حرام کی اولاد کہتے آ رہے ہو۔وہ تمہارے بیٹوں کا بہنوئی بنے گا۔یہ دونوں سالے بن کر رہیں گے۔“

لفظ ”سالا“ گالی نہیں تھا۔مگر رفتہ رفتہ اسے گالی بنا دیا گیا ہے۔ان لمحات میں وہ سچ مچ ہمیں گالی دے رہی تھی۔ہمیں بے بسی کا احساس دلا رہی تھی کہ یمنم کے ساتھ جو ہوتا رہے گا‘ اسے ہم مجبور تماشائی بن کر دیکھتے رہیں گے۔

میں بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔سمجھ میں نہیں آ رہا تھا‘ کس طرح بہن تک پہنچوں اور اسے اُن سے چھین کر لے آؤں؟ پاپا کی حالت بھی ایسی تھی‘ جیسے انگاروں پر لوٹ رہے ہوں۔

بگ باس نے ہنستے ہوئے کہا۔”ہماری پلاننگ کو سمجھو۔جب سلطان ظفر تمہاری بیٹی کا مجازی خدا بنے گا تو تم اپنے داماد کو کبھی حرام کی اولاد نہیں کہو گے۔یہ دونوں سالے بھی اپنی بہن کے ساتھ حرام کا رشتہ نہیں سمجھیں گے۔ہمارے ظفر سے قائم ہونے والا رشتہ سب ہی کے لئے حلال ہوتا چلا جائے گا۔“

رخشی نے اپنی پیشانی پر ایک انگلی سے دستک دیتے ہوئے کہا۔”اسے کہتے ہیں عقل....ہم نے بچپن سے اسی لئے یمنم کو اپنی تحویل میں رکھا تھا۔میں بہت پہلے فیصلہ کر چکی تھی اور سمجھ چکی تھی کہ وہی میری بہو بن کر میرے بیٹے کی نیک نامی کی سند حاصل کرے گی۔“

وہ ہمارے ذریعے بیٹے کی بہتری کے لئے کوششیں کرتی رہی۔ایک طویل مدت سے یہ جھانسہ دیتی رہی کہ یمنم ہمیں مل جائے گی۔جبکہ اسے اپنے ہی پاس رکھ کر بہو کے رشتے میں جکڑنے والی تھی۔

پاپا نے سخت لہجے میں کہا۔”رخشی! میری بیٹی کبھی تمہاری بہو نہیں بنے گی۔اگر تم دونوں ایسی غلطی کرو گے تو میں تمہارے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

رخشی اور بگ باس دونوں ہی ہنسنے لگے۔وہ بولی۔”میں اس بیٹے کی ماں ہوں‘ جو خطرناک تنظیموں سے اور طاقتور حکمرانوں سے نہیں ڈرتا اور یہ...یہ قربان علی مجھے ڈرا رہا ہے۔“

باس نے کہا۔”کھسیانا بلا کھمبا نوچ رہا ہے۔بیچارہ بولتا رہے گا۔پھر آخر کار وہی تماشہ

دیکھے گا‘ جو ہم دکھائیں گے.....قربان علی! آج تمہیں یہی فیصلہ سنانے کے لئے بلایا ہے۔تم اب میرے لئے ضروری نہیں رہے ہو۔زیادہ بولو گے تو میرے آدمی تمہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔“

پاپا نے کہا۔”میں موت سے ڈرتا تو یہاں نہ آتا۔اگر یہاں مرنا ہی پڑے گا تو کیا میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟“

”یہ مت بھولو کہ باہر میرے مسلح آدمی موجود ہیں۔“

”ان کے اندر آنے تک تم اوپر پہنچ جاؤ گے۔“

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں جھگڑا ہو اور پاپا کی جان کو خطرہ ہو۔پھر یہ کہ میں بینم کو حاصل کرنے کی تدبیر سوچ چکا تھا۔ساحل پر انتظار کرنے والا امیر حمزہ میرے لئے راستہ ہموار کرنے والا تھا۔میں نے یہ سوچ رکھا تھا کہ رخشی کے فون میں جو نمبر سیو ہوں گے۔ان میں بینم کا بھی نمبر ضرور ہوگا۔وہ فون پر اس سے بھی باتیں کرتی ہوگی۔میں اس نمبر کے ذریعے پہلے تو بہن کی آواز سن سکتا تھا۔پھر اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوششیں کرسکتا تھا۔اگر وہ مجھ سے مانوس نہ ہوتی‘ تب بھی اس کے پاس پہنچنے اور اسے اپنے ساتھ لے آنے کی کوشش ضرور کرتا۔

مگر وہاں کیبن کے اندر معاملات بگڑ رہے تھے۔یہ بات مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ میری بہن کو سلطان ظفر کی منکوحہ بنانے کا فیصلہ کیا جا رہا تھا۔رخشی سے کچھ بعید نہیں تھی۔وہ کسی دن بھی اسے بہو بنا کر بیٹے کے حوالے کرسکتی تھی۔

بگ باس نے پاپا سے کہا تھا کہ اس کے آدمی انہیں سمندر میں پھینک دیں گے اور پاپا نے چیلنج کیا تھا کہ اس سے پہلے وہ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

باس نے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے کہا۔”میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ کسی دشمن کے سامنے نہتا آجاؤں۔“

رخشی نے طنزیہ انداز میں پاپا سے کہا۔”تم اسے اوپر پہنچانے والے تھے مگر اب تو تم پہنچنے والے ہو۔“

میں نے کہا۔”باس! ریوالور رکھ لیں۔پاپا کو جانے دیں۔گولی مارنے سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

”میں اسے نہیں ماروں گا۔مگر یہ نشانے پر رہ کر گالیاں سنے گا اور وہ گالیاں تمہیں بھی پڑیں گی۔مگر تم اسی طرح برداشت کرو گے۔جیسے میرا بیٹا سلطان ظفر اب تک برداشت کرتا

آرہا ہے...“

میں نے اور پاپا نے چونک کر اسے دیکھا۔اس نے سلطان ظفر کو اپنا بیٹا کہا تھا۔وہ بولا۔”ہاں۔وہ میرا لہو ہے۔میرا بیٹا ہے۔مگر یہ تمہارا باپ نہیں ہے۔اگر رخشی نے حرام کی اولاد پیدا کی ہے تو تمہاری ماں کہلانے والی عورت نے بھی کہیں منہ کالا کر کے دو بیٹے...“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں حلق پھاڑ کر چیخ پڑا۔”چپ ہو جاؤ۔وہ میری ماں ہے۔“

”ماں ہے۔مگر فاحشہ ہے۔“

میں ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔”کتے! کمینے!“

میں نے ایک زور کی لات اس کے سینے پر ماری۔وہ کرسی سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔اس کا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہو گئی تھیں۔میں نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچیں۔وہ فرش پر آ گرا پھر میری ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔میں ریوالور اٹھا کر جنونی انداز میں اس کے منہ پر ٹھوکریں مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔”تو کیا جانے میری ماں کی پارسائی اور تقدس کو؟ تم لوگ تو گندی نالی کی کیڑے ہو۔دوسروں کو بھی بدکار کہتے ہو۔معافی مانگو میری ماں کا نام لے کر.....معافی مانگو۔ہاتھ جوڑو‘ کان پکڑو‘ تم مرنے والے ہو۔“

میں نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر اس کا نشانہ لیا۔رخشی سہم کر سکڑ کر ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔پاپا مجھے محبت اور بڑے جذبے سے دیکھ رہے تھے۔جذبہ یہ تھا کہ میں اپنی ماں کی توہین برداشت نہیں کر رہا تھا۔وہ مجھے وکی ہی سمجھ رہے تھے۔مگر وکی کا یہ نیا روپ دیکھ کر خوش بھی ہو رہے تھے اور حیران بھی.....

ویسے کام بگڑ گیا تھا۔میں جس طرح چاہتا تھا‘ اب اس طرح کام نہیں بن سکتا تھا۔مجھے بچپن سے غصے پر قابو پانے کی تربیت دی گئی تھی۔خاص طور پر ماسٹر فو سمجھاتا تھا اور کہتا تھا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا شہزور صرف غصے میں آکر شکست کھاتا ہے۔صرف غصے پر قابو نہ پانے سے بڑے بڑے منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں۔

اب یہی ہو رہا تھا۔میں اپنی ماما کی توہین برداشت نہ کرسکا۔غصے میں آکر بیچ سمندر میں اپنے اور پاپا کے لئے مسائل پیدا کرلئے۔کیبن کے اندر بگ باس میرے قابو میں تھا۔مگر باہر اس کے مسلح کارندے ہمیں زندہ چھوڑنے والے نہیں تھے۔

باس کی ایک آنکھ سوج گئی تھی۔باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔وہ چپ چاپ مار کھاتا رہا تھا۔ریوالور کا رخ اپنی طرف دیکھ کر بولا۔”مجھے مارو گے تو باہر جا کر مرو گے۔مجھے

اور میری رخشی کو زندہ رکھ کر ہی اپنے باپ کے ساتھ زندہ جا سکو گے۔''

پاپا نے کہا۔''بیٹے! انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر باہر لے چلو۔ کوئی ہم پر گولی نہیں چلائے گا۔''

اب وہ میرے لئے باس نہیں رہا تھا۔ میں نے اس کا نام لیتے ہوئے کہا۔''گے گورڈن! اپنے آدمیوں سے فون پر کہو کہ لانچ واپس لے چلیں۔ اس ایک بات کے آگے دوسری کوئی بات کوئی کوڈ ورڈ نہ کہنا۔ میں کوئی خطرہ مول لینے سے پہلے ہی تمہیں گولی مار دوں گا۔''

وہ فرش پر سے اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ پھر فون سے رابطہ کر کے لانچ کو ساحل کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ میں نے اس سے فون چھین کر اسے بند کر دیا۔ پھر ایک طرف پھینک کر رخشی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔''اپنا فون مجھے دو۔''

اس نے چپ چاپ اپنا فون میرے حوالے کر دیا۔ میں نے پاپا کو ریوالور دے کر کہا۔''آپ اس خبیث کو نشانے پر رکھیں۔ یہ ذرا سی بھی چالاکی دکھائے تو گولی مار دیں۔''

انہوں نے ریوالور سنبھال لیا۔ میں نے جیب سے اپنا پستول نکال کر رخشی کے فون پر بی کا حرف پنچ کیا۔ اسکرین پر بی سے شروع ہونے والے کتنے ہی نام یکے بعد دیگرے آتے گئے۔ میں بٹن دباتا گیا۔ پھر بینم کا نام آتے ہی رک گیا۔ رخشی اور بگ باس مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ سمجھنا چاہتے تھے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟

میں نے واش روم میں جاتے ہوئے کہا۔''پاپا! ہوشیار رہیں۔ کوئی بھی ذرا سی حرکت کرے یا کچھ بولے تو اسے گولی چلا کر زخمی کر دیں۔ فائر کی آواز سنتے ہی میں باہر آجاؤں گا۔''

میں نے واش روم میں آکر دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل سے دعا مانگ رہا تھا۔''یا اللہ! مجھے بینم کی آواز سنائی دے....''

پھر ایک مترنم سی معصوم سی آواز سنائی دی۔''ہیلو آنٹی! آپ کہاں ہیں؟''

میں نے دھیمی آواز میں کہا۔''بینم! میں تمہارا بھائی ہوں۔''

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔''آپ کون ہیں؟''

''میری بہن! میری جان! یقین کرو میں تمہارا بھائی وجاہت علی ہوں۔ مجھے وجی کہتے ہیں۔ تمہارا ایک اور بھائی وکی تھا۔ تم نے ہمارے نام سنیں ہوں گے؟ آنٹی رخشی نے ہمارا ذکر

کیا ہوگا؟''

وہ پھر چپ رہی۔ اس کے بعد بولی۔''آنٹی کہاں ہیں؟''

''میں اپنی بہن سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے تمہیں ہم سے چھین لیا ہے۔ ہم سے ملنے بھی نہیں دیتیں۔ آج مجبور ہو کر انہیں ایک کمرے میں قیدی بنایا ہے اور واش روم میں آکر تنہائی میں تم سے بول رہا ہوں۔''

''کیا وہ نہیں جانتیں کہ ابھی آپ مجھ سے بول رہے ہیں؟''

''وہ نہیں جانتیں۔ میں ان کا فون لے کر واش روم میں آیا ہوں۔ ویسے وہ سمجھ جائیں گی کہ میں اس کے ذریعے تم تک پہنچ رہا ہوں۔ مجھے فوراً بتاؤ' تم کہاں ہو؟ تمہارے پاپا بھی تم سے ملنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔''

اس کی سسکیاں سنائی دیں۔ وہ رو رہی تھی۔



میں اب تک بہن کے رشتے سے تو کیا بہن کے تصور سے بھی محروم تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پاپا نے میری ماما کے علاوہ رخشی کی بہن سے بھی شادی کی تھی۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ پاپا کی ایک ہی شریکِ حیات ہے۔ ہم دو بھائی پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حالات نے ہمیں ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھیر دیا ہے۔ اب ہمارا کوئی بھائی یا بہن پیدا نہیں ہوگی۔

اس روز اچانک ہی بینم کے متعلق انکشاف ہوا۔ میں نے رخشی اور گے گورڈن کو قابو کرنے کے بعد واش روم میں آ کر ان سے چھپ کر فون کے ذریعے پہلی بار بہن کی دل میں اتر جانے والی آواز سنی۔ یوں لگا، جیسے اذان کے بعد اگر کہیں تقدس ہے تو وہ میری بہن کی آواز میں ہے۔

پہلے تو اس معصوم کو یقین نہیں آیا کہ میں اس کا بھائی اس سے بول رہا ہوں۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ وہ کبھی اپنے بھائیوں میں سے کسی کی آواز سن سکے گی۔ شاید رخشی اور گے گورڈن ہمارے جیتے جی اس کے آگے ہمیں مردہ کہہ چکے تھے اور شاید اس کے اندر کہیں یہ یقین چھپا ہوا تھا کہ اس سے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے، اس کے بھائی زندہ ہوں۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ میں نے ایک ذرا یقین دلایا تو اس نے مان لیا کہ میں ایک بھائی ہوں اور پہلی بار اس سے بول رہا ہوں۔ تب وہ جذبات کے ریلے میں بہہ گئی۔ سسکنے لگی۔ رونے لگی۔ ان لمحات میں میرا دل کٹ رہا تھا۔ میں اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس کی سسکیوں میں بھیگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے میں نے اس سے کہا تھا کہ میں تمہارا بھائی وجاہت علی ہوں۔ مجھے وجی کہتے ہیں۔ تمہارا ایک اور بھائی وکی تھا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا تھا۔ ''تم نے ہمارے نام سنیں ہوں گے؟ آنٹی رخشی نے

ہمارا ذکر کیا ہوگا؟''

اس وقت بینم چپ رہی تھی۔ اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ یقیناً وہ میرے متعلق کشمکش میں مبتلا ہوگی۔ خدا کا شکر ہے، وہ بے یقینی اور کشمکش سے نکل آئی تھی۔ اس کے آنسو کہہ رہے تھے کہ وہ فون پر بولنے والے کو اپنا بھائی تسلیم کر رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''تمہارے آنسو مجھے رُلا رہے ہیں۔ میرا دل رو رہا ہے۔ مگر یہ اطمینان اور یقین ہے کہ آج کے بعد میری بہن کبھی نہیں روئے گی۔ اس کے دشمن روتے روتے مریں گے۔''

وہ قدرے سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''آپ آنٹی کے فون سے بول رہے ہیں۔ یہ بات وہ جانتی ہوں گی یا پھر جان جائیں گی۔''

''تم فکر نہ کرو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ مجھے بتاؤ، ابھی کس ملک کے کس شہر میں اور کس مکان میں ہو؟ میں جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''آنٹی لندن میں ہیں۔ یقیناً آپ بھی اسی شہر سے بول رہے ہیں۔ میں آپ سے ہزاروں میل دور پاکستان کے شہر اسلام آباد میں ہوں۔ جب تک آپ یہاں آئیں گے، تب تک انکل گے گورڈن کے آدمی مجھے کسی دوسری جگہ پہنچا دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ وہ دونوں میرے قابو میں ہیں۔ ابھی میں نہیں جانتا، یہاں حالات کب تک میرے موافق رہیں گے؟ ویسے حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اس لئے میں دوسری چال چلوں گا۔ یہ ظاہر کروں گا کہ تمہارا فون کسی وجہ سے بند پڑا ہے۔ رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ اس طرح وہ ذرا مطمئن ہو جائیں گے کہ نہ آپ سے میری بات ہوئی ہے اور نہ آپ میرا پتہ ٹھکانہ جانتے ہیں۔''

بینم نے اپنی رہائش گاہ کا مکمل پتہ بتایا۔ میں نے اسے ذہن نشین کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم زیادہ باتیں نہیں کریں گے۔ مجھے یہ ظاہر کرنا ہے کہ تمہارا فون بند پڑا ہے۔ جب کبھی تم سے پوچھا جائے تو کہہ دینا، فون میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔''

''میں اب تک اپنے لہو کے رشتوں سے دور مایوسیوں کے گرداب میں ڈوبتی آ رہی ہوں۔ ابھی اس فون کو پانی میں ڈبو دوں گی۔ آپ اپنا نمبر بتائیں؟ دوسرا فون لینے کے بعد آپ سے باتیں کروں گی۔''

میں نے اسے اپنا نمبر بتا کر کہا۔ ''میری بہن! میری جان! فی الحال خدا حافظ... موجود

حالات سے نمٹنے کے بعد تم سے باتیں ہوں گی۔اپنا فون اسی لمحے بند کر دو۔ میں رخشی کے پاس جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے اس فون کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تھا۔میں نے امیر حمزہ کے نمبر پنچ کئے۔ پھر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ ساحل پر پہنچے اور رخشی کے وہاں سے روانہ ہونے کا انتظار کرے۔ مجھے رخشی کا موبائل فون چاہئے تھا۔ مگر اب اس کے لئے امیر حمزہ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ میرے ہاتھوں تک پہنچ چکا تھا اور میں اس کے ذریعہ اپنی بہن سے باتیں بھی کر چکا تھا۔

رابطہ ہونے پر میں نے امیر حمزہ سے کہا۔ "تم کہاں ہو؟"

وہ بولا۔ "میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں ساحل پر پہنچا ہوا ہوں۔ رخشی کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ تم واپس چلے جاؤ۔ یہاں حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ فی الحال تفصیل سے بات نہیں کر سکتا۔ خدا حافظ...."

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر رخشی کے فون پر دکھاوے کے لئے یینم سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوا واش روم سے باہر آ گیا۔ جھنجھلاتے ہوئے رخشی سے بولا۔ "اس میں یینم کا نمبر ہے۔ مگر اس سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟"

اس نے میرے ایک ہاتھ میں پستول کو دیکھا۔ وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ ان لمحات میں گے گورڈن کو مجبور اور بے دست و پا دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ شاید اس کمرے سے زندہ نہیں جا سکے گی۔ اس نے کہا۔ "میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ یینم نے فون بند رکھا ہو گا۔"

میں نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے حکم دیا ہو گا کہ تمہاری غیر موجودگی میں وہ اپنا فون بند رکھا کرے۔"

"میں نے اسے ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ فون بند ہونے کی کوئی وجہ ہو گی۔"

میں نے اسے فون دیتے ہوئے کہا۔ "اس سے کسی بھی طرح رابطہ کرو۔ نمبر بند ہے تو اس کے آس پاس رہنے والے اپنے رشتے داروں یا کارندوں سے معلوم کرو۔ ان کے فون پر اس سے بات کرو اور مجھ سے بات کراؤ۔"

بگ باس نے کہا۔ "رخشی! قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تم کسی سے رابطہ نہ کرو۔ پہلے ہم اپنی زندگی کی ضمانت چاہیں گے۔ پھر بات آگے بڑھے گی۔"

پاپا نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہے، تم کیا چاہو گے؟ کسی بھی طرح ہماری گرفت سے نکل کر

یہاں سے جانے کی کوشش کرو گے۔"

وہ بولا۔ "یہی بات ہے۔ جب تک ہماری سانسیں چلتی رہیں گی، تب تک تمہاری بیٹی بھی کہیں سانسیں لیتی رہے گی۔ ہم سے سمجھوتہ کئے بغیر تم باپ بیٹے اس کی صورت بھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

رخشی نے کہا۔ "تم درست کہہ رہے ہو گے گورڈن! قسمت ہم پر مہربان ہے۔ اس لئے یینم کا فون ناکارہ ہو گیا۔ یہ باپ بیٹے نہ اس سے بات کر سکیں گے، نہ ہماری مرضی کے بغیر اس کے سائے تک پہنچ سکیں گے۔"

پاپا نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ بیٹی تک پہنچنے میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ حالات دشمنوں کے لئے سازگار ہو رہے تھے۔

بگ باس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "موجودہ صورتحال کو سمجھو۔ ہمیں مارو گے تو کبھی یینم تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، مجھے اور رخشی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے تو کم از کم فون کے ذریعے تمہیں یینم کی آواز ضرور سناؤں گا۔ تم اس سے باتیں بھی کر سکو گے۔"

پاپا نے کہا۔ "تم سال میں ایک آدھ بار مجھے اس کی آواز سناتے ہو۔ اب اسے ہمارے روبرو لاؤ گے تو زندہ رہ سکو گے۔"

"تم نے بیٹی سے فون پر باتیں کی ہیں۔ مگر اس بھائی نے اپنی بہن کی آواز بھی نہیں سنی ہے۔ اپنے بیٹے سے پوچھو، کیا یہ بہن سے باتیں کرنا اور اس سے ملنا نہیں چاہے گا؟"

میں مجبور نہیں تھا۔ مجھے یینم کا پتہ معلوم ہو چکا تھا۔ مگر ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اسے حاصل کئے بغیر دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ضروری تھا۔

میں نے کہا۔ "پاپا! یہ خبیث ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میں اپنی بہن کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ان دونوں کو جانی نقصان پہنچائیں گے تو کبھی اس کا پتہ ٹھکانہ معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا آپ یینم کو کہیں دیکھ کر اسے صورت شکل سے پہچان سکیں گے؟"

انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر کہا۔ "اس مردود نے جب وہ پانچ برس کی تھی، تب اس کی ویڈیو فلم دکھائی تھی۔ اس کے بعد میں نہیں جانتا، اس کی صورت شکل کیسی ہو گی؟ اب وہ جوان ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں کتنی بدل گئی ہو گی؟"

گے گورڈن نے اپنا فون اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے حکم کے مطابق میں نے اپنے

دست راست سے کہا تھا کہ لانچ کو واپس ساحل کی طرف لے جائے۔ لیکن اب میرا پلڑا بھاری ہے۔ میرے حکم سے یہ پھر گہرے پانیوں میں جائے گی۔"

وہ اپنے دست راست کو حکم دینے کے لئے فون کو آن کر کے نمبر پنچ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک لات ماری تو فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضاء میں اڑتا ہوا دور کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا۔

میں نے کہا۔"بہت خوش فہمی ہے کہ تمہارا پلڑا بھاری ہوگیا ہے۔ ایک گولی چلے گی تو پہلے اپنی بوڑھی محبوبہ کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھو گے۔ اس کے بعد میں تمہیں گن پوائنٹ پر یہاں سے لے جاؤں گا۔ کسی ایسی جگہ لے جا کر سمجھوتہ کروں گا اور اپنی بہن کو حاصل کروں گا' جہاں تمہاری طاقت اور وسیع ذرائع کسی کام نہیں آئیں گے۔"

رخشی نے رونے کے انداز میں کہا۔"گے! میں مرجاؤں گی۔ یہ دونوں تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ تم کچھ نہیں کر پاؤ گے۔ میں بھی جان سے جاؤں گی۔ پلیز پہلے میری فکر کرو۔"

بگ باس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر زوردار قہقہہ لگایا۔ ہم اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ قہقہہ لگا کر پیٹ پکڑ کر کبھی گھٹنوں کی طرف جھک رہا تھا۔ کبھی سیدھا ہو کر بیٹھ رہا تھا۔ اس کے ہنسنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

رخشی نے پریشان ہو کر پوچھا۔"کیا پاگل ہوگئے ہو؟ کیوں ہنس رہے ہو؟ فار گاڈ سیک میری فکر کرو۔"

وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھا اسی طرح قہقہے لگا رہا تھا۔ کبھی جھک رہا تھا' کبھی اٹھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اچانک اس کے پیروں کے پاس فرش میں خلاء پیدا ہوا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سر کے بل جھکتا ہوا اس خلاء سے گزرتا ہوا نیچے چلا گیا۔

ایسا چند ساعتوں میں ہوا تھا۔ میں آگے بڑھ کر اسے نیچے جانے سے نہ روک سکا۔ وہ عرشے کے نچلے حصے میں ایک بڑی سی میز پر جا کر گرا تھا۔ میز کے اطراف مسلح افراد کھانے میں مصروف تھے۔ اپنے بگ باس کو اس حالت میں اوپر سے گرتے دیکھا تو سب ہی اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟ میں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر نیچے کی طرف کھلنے والے پٹ کو اٹھا کر کمرے کے فرش سے برابر کردیا۔ وہ فرش کے برابر رہنے والا پٹ ایسی ہی ایمرجنسی کے لئے بنایا گیا تھا۔ تاکہ ناگہانی مصیبت کے وقت ادھر

سے نیچے پہنچا جاسکے۔

وہ پٹ دو چٹخنیوں کے ذریعے برابر رہتا تھا۔ گے گورڈن بڑی دیر سے آہستہ آہستہ ان دو چٹخنیوں کو کھولتا رہا تھا۔ اس نے بڑی چالبازی دکھائی تھی۔ ہماری گرفت سے نکل کر اپنے مسلح باڈی گارڈز کے درمیان پہنچ گیا تھا۔

پاپا نے پریشان ہو کر کہا۔"بیٹے! یہ کیا ہوگیا؟"

میں نے کہا۔"ہم دھوکہ کھا گئے ہیں۔ شیطان اپنی خالہ کو یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اب اس کمرے کو مسلح گارڈز چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔"

پاپا نے رخشی کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔"ہم تو مریں گے۔ مگر اسے بھی لے مریں گے۔"

میں نے کہا۔"بڑا جانباز عاشق ہے۔ محبوبہ کو یہاں پھینک کر چلا گیا ہے۔ اس نے اپنی جان بچالی ہے۔"

میں نے اپنے فون پر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ایک اعلیٰ افسر کے نمبر ڈائل کئے۔ میری ایک کال پر پولیس فورس وہاں پہنچ سکتی تھی۔ مگر فون پر آواز سنائی دی کہ فی الحال مطلوبہ نمبر پر رابطہ نہیں ہوسکے گا۔

میں نے کن انکھیوں سے رخشی کو دیکھا۔ اسے خوفزدہ کرنا ضروری تھا۔ میں نے خاموش ہوجانے والے فون پر کہا۔"ہیلو۔ میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جونیئر آفیسر وجاہت علی بول رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی پاپا ایکدم سے چونک گئے۔ وہ اب تک مجھے وکی سمجھ رہے تھے۔ رخشی بھی چونک کر بے یقینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں فون کو کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔

"ہیلو۔ اس وقت وہ میڈم روزی میری گرفت میں ہے' جس نے برطانوی پارلیمنٹ کے دفتر سے بہت ہی اہم فائل چرائی تھی۔"

رخشی ایکدم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے ہاتھ ہلا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر فون پر کہا۔"اس کا اصل رخشی ہے۔ ہم اپنے طریق کار سے ثابت کردیں گے کہ یہ وہی میڈم روزی ہے۔ اس وقت میں خطرات میں گھرا ہوا ہوں۔ جس جگہ کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ ادھر فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے مدد پہنچائی جائے....."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سکیورٹی افسر نے کہا۔"وکی! دروازہ کھولو۔ میڈم کو ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا تو تم اپنے باپ کے ساتھ

مارے جاؤ گے۔"

بگ باس کی آواز سنائی دی۔ "وکی! اسکیورٹی افسر کی بات مان لو۔ باپ بیٹے ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں' رخشی سلامت رہے گی تو ہم آرام سے کہیں بیٹھ کر یینم کے سلسلے میں سمجھوتہ کریں گے۔"

میں نے رخشی سے کہا۔ "اس کم بخت کو بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ ابھی میں نے اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو اس لانچ کا پتہ نہیں بتایا ہے۔"

رخشی نے چیخ کر کہا۔ "گے! ہم اب تک دھوکہ کھاتے رہے ہیں۔ یہ وکی نہیں ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جونیئر افسر وجاہت علی یعنی کہ وجی ہے۔"

بگ باس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ اس نے مجھے میڈم روزی کے طور پر پہچان لیا ہے۔ اس کی ایک کال پر پولیس ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچ سکتی ہے۔ مگر اس نے پولیس فورس کو ابھی لانچ کا پتہ نہیں بتایا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں صرف اپنی بہن یینم کی خاطر مہلت دے رہا ہوں۔ سمجھوتہ کرو گے تو تمہاری رخشی کو میڈم روزی کی حیثیت سے گرفتار نہیں کراؤں گا۔ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے والا معاملہ ہوگا۔ یینم کو میرے حوالے کرو اور رخشی کو لے جاؤ۔"

اب بگ باس کے پاس سوچنے اور پریشان ہونے کے لئے بہت کچھ تھا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ جب تک ہم اس کیبن سے باہر نہ نکلتے' تب تک ان کی فائرنگ کی زد میں نہ آتے۔ پھر وہ رخشی کو بھی زندہ سلامت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ میری ایک کال پر پولیس فورس وہاں پہنچ سکتی تھی۔ فی الحال اس کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ محبوبہ کو مرنے کے لئے چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل جائے۔

مگر وہ اس مرحلے پر مجبور تھا۔ اس لئے نہیں کہ اس بوڑھی محبوبہ کا عاشق صادق تھا۔ اس سے بے وفائی نہ کرنے کی وجہ کچھ اور تھی۔ اس کا اور رخشی کا بیٹا سلطان ظفر اپنی ماں سے زیادہ متاثر تھا۔ اُس باپ سے برائے نام تعلق رکھتا تھا' جس کا نام ولدیت کے خانے میں لکھا نہیں جاسکتا تھا۔ وہ بیٹا ایک معلّم اور ایک مجاہد کے روپ میں بڑی طاقت حاصل کر رہا تھا۔ اگر اس لانچ میں اس کی ماں جان سے جاتی تو وہ اپنے ناجائز باپ کو پچھاڑ کر رکھ دیتا۔

میں نے کہا۔ "یو گے گورڈن! سوچنے سمجھنے کے لئے جتنا وقت چاہتے ہو' اس سے زیادہ

وقت لیتے رہو۔ میں بھی تھوڑی دیر خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ اب آدھے گھنٹے کے بعد بولوں گا۔"

گے گورڈن کو بہت کچھ سوچنا تھا۔ تمام حالات پر غور کرتے ہوئے یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ رخشی کو گلے سے لگا کر سلطان ظفر کی بڑھتی ہوئی قوت سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔



موت انسان کو ایک بار مارتی ہے۔ لیکن برے حالات کی اور بدقسمتی کی مار بار بار پڑتی رہے تو انسان مر مر کر جیتا رہتا ہے۔ شہناز کو اس کے حالات نے ایسا پٹخا تھا کہ وہ بری طرح چکرا کر رہ گئی تھی۔ پہلے وکی نے اور پھر اس نرس نے اس کے کانوں میں جو صور پھونکا تھا۔ اس کے بعد تو جیسے اس کے ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ حالانکہ وکی نے جھوٹ بولا تھا کہ اس کا ایک آلۂ کار پولیس کے شکنجے میں آچکا ہے۔ وہ اس کے جھوٹ کو سچ سمجھ رہی تھی۔

دوسری طرف نرس نے یہ دھماکہ خیز خبر سنائی تھی کہ اس کا پاؤں بھاری ہوگیا ہے۔ وہ امید سے تھی۔ جبکہ اس کے چاروں طرف ناامیدی سی چھا گئی تھی۔ وہ کیسے خان علی کو زخمی اینشلے کے پاس چھوڑ کر ہوسپٹل سے نکلی اور کیسے اپنے ہوٹل تک پہنچی؟ اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ وہ وکی کو پچھاڑنے گئی تھی مگر خود چاروں شانے چت ہوکر لوٹی تھی۔

سوئیٹ میں زرینہ بانو اور شاہنواز اس کے منتظر تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس نے وکی کے خلاف کیسی سازش کی تھی اور کس طرح چار کرائے کے قاتل خرید کر اس کی موت کا سامان کیا تھا؟

وہ جب سے آئی تھی' تب سے خاموش تھی۔ ماں اور بھائی کے کسی سوال کا جواب نہیں دے رہی تھی۔ سر تھامے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے اندر جیسے بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوگیا ہے اور آئندہ کیا کرنا ہے؟

بگڑتے ہوئے حالات کو سدھارنے کے جتن کر کر کے وہ جیسے ہلکان ہوگئی تھی۔ زرینہ بانو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے شہناز! ایسے کیوں گونگی بہری بن کر بیٹھی ہوئی ہو؟ نہ جاتے ہوئے بتایا کہ کہاں جارہی ہو اور نہ اب آکر کچھ بتا رہی ہو۔ آخر بات کیا ہے؟ تم کہاں گئی تھیں اور یہ چہرہ کیوں ماتمی سا بنایا ہوا ہے؟"

اس نے ماں کو دیکھا' بھائی کو دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "بار بار بدقسمتی کے طمانچے پڑتے رہیں تو چہرہ اسی طرح ماتمی سا ہوکر رہ جاتا ہے۔"

ماں نے جلدی سے کہا۔ ''بدقسمت ہوں ہمارے دشمن.....آخر تم کس بات کا ماتم کر رہی ہو؟ کچھ تو بتاؤ۔ کیا ہوا ہے؟ تم کہاں سے آ رہی ہو؟''

شاہنواز اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ ''کیا خان علی سے ملنے گئی تھیں؟''

زرینہ بانو نے کہا۔ ''نہیں۔ یہ خان علی کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ میں نے تمہیں بتایا تو تھا ۔شہناز نے اسے ٹالنے کے لئے کہا تھا کہ یہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہے۔ مگر اس کے بعد یہ کہاں گئی اور اب کہاں سے آ رہی ہے؟ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔''

شاہنواز نے شہناز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیوں ہمیں الجھا رہی ہو؟ کچھ تو بولو؟''

وہ جیسے جھنجھلا سی گئی۔ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''کیا بولوں؟ آپ لوگوں نے تو مجھے کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ کتنی خوش تھی میں اپنی زندگی سے.....لیکن آپ نے وجی کی تلوار میرے سر پر لٹکا کر میری ساری خوشیاں' سارا آرام اور سکون غارت کر دیا ہے۔''

''کیا اس نے پھر تمہیں ڈسٹرب کیا ہے؟''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولی۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' کیا کروں؟ کیسے اس سے پیچھا چھڑاؤں؟''

شاہنواز نے کہا۔ ''پیچھا تو اس کی موت کے بعد ہی چھوٹے گا۔''

ماں نے پوچھا۔ ''کیا اس کا فون آیا تھا؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ ''تو پھر کیا بات ہے؟ اس کا ذکر کر رہی ہو۔ کیا اس کے پاس گئی تھیں؟''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ اس سے پیچھا چھڑانے گئی تھی۔ مگر ہمیشہ کی طرح بدقسمتی نے میرے چھکے چھڑا دیئے۔''

انہوں نے اسے سوالیہ سے دیکھا۔ ماں نے پوچھا۔ ''کیا مطلب.....؟ ہم کچھ سمجھے نہیں کھل کر بات کرو؟''

اس نے ماں اور بھائی کو دیکھا پھر کہا۔ ''دراصل .....میں شانی کی طرف سے مایوس ہو گئی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ یہ کبھی وجی کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے.....میں نے خود اس دشمن سے نمٹنے کا فیصلہ کیا اور آپ کو بتائے بغیر اس کے خلاف جان لیوا سازش کی۔''

ان ماں بیٹے نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر زیر لب کہا۔ ''جان لیوا

سازش.....؟''

وہ تمام باتیں انہیں تفصیل سے بتاتے ہوئے بولی۔ ''لیکن انجام کار وہی ہوا میری سازش میرے ہی گلے پڑ گئی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''پتہ نہیں وہ کیسی قسمت لے کر پیدا ہوا ہے؟ تم مجھے الزام دیتی تھیں 'اب خود آزما کر دیکھ لیا؟ اسے تو جیسے کوئی غیبی امداد پہنچتی رہتی ہے۔ ہمیشہ ہماری گرفت میں آتے آتے نکل جاتا ہے۔''

شہناز نے کہا۔ ''وہ تو نکل گیا۔ لیکن میرا خریدا ہوا ایک آلۂ کار قانون کی گرفت میں آ چکا ہے۔ وہ یہاں کا پتہ ٹھکانہ تو نہیں جانتا۔ مگر مجھے شکل صورت سے پہچانتا ہے۔''

ماں نے کہا۔ ''یہ تو واقعی تشویشناک بات ہے۔ وجی تو ویسے ہی ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے اور اب جبکہ وہ تمہاری سازش کو بھانپ گیا ہے تو یقیناً ہمیں قانون کے شکنجے میں لینا چاہے گا۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''اس طرح تو اسے ہمارے خلاف مزید چالیں چلنے کا موقع مل گیا ہے۔''

پھر اس نے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب تم اتنا بڑا قدم اٹھا رہی تھیں تو تمہیں کم از کم ہم سے مشورہ تو کرنا چاہئے تھا۔''

وہ بولی۔ ''اب تک اس کے خلاف جو بھی قدم اٹھایا گیا' ہم سب کے باہمی مشوروں کے مطابق اٹھایا گیا۔ مگر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟''

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولی۔ ''وجی میرے لئے ایک ایسی دلدل بن گیا ہے' جس سے باہر نکلنے کے لئے میں جتنی کوششیں کر رہی ہوں' اُتنی ہی دھنستی چلی جا رہی ہوں۔''

زرینہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔ پھر اس نے بیٹی سے کہا۔ ''حالات جیسے بھی تھے۔ تمہیں خان علی کے ساتھ رہنا چاہئے تھا۔ اسے ہوسپٹل میں ایشلے کے پاس تنہا چھوڑ کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ زخمی لڑکی خوب ہمدردیاں سمیٹ رہی ہو گی۔''

اس نے ماں کو دیکھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت شاہنواز نے کہا۔ ''بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ تم وجی سے ملنے گئیں مگر خان علی سے سامنا ہو گیا۔ پھر جب فائرنگ ہوئی تو اچانک ہی ایشلے کہیں سے چلی آئی۔ تم بتا رہی ہو کہ وجی بھی وہیں کہیں تھا اور یہ سارا تماشہ دیکھتا رہا تھا...''

وہ بولتے بولتے ذرا چپ ہوا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''تمام حالات پر غور کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اِدھر تم نے اسے ہلاک کرنے کی سازش کی ہوئی تھی اور اُدھر وہ بھی نادان نہیں تھا۔ تمہیں بری طرح الجھانے کے لئے اس نے بھی بھرپور تیاری کی ہوئی تھی۔''

شہناز نے پوچھا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اسی نے پہلے خان علی کو پھر ایشلے کو میرے پاس بھیجا تھا؟''

''سارے حالات تمہارے سامنے ہیں۔''

زرینہ بانو نے کہا۔ ''مجھے تو خان علی کی فکر کھائے جارہی ہے۔ وہ لڑکی نہ جانے کیسے کیسے جادو چلا رہی ہوگی؟''

شہناز نے کہا۔ ''فکر نہ کریں، وہ آئی سی یو میں ہے۔ کچھ کہنے سننے کے قابل نہیں ہے۔''

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ''سوکن چاہے مٹی کی ہو۔ سوکن ہی ہوتی ہے۔ بیشک۔ وہ نہیں بولے گی۔ لیکن خان علی وہاں تنہا رہ کر اسے دیکھتا رہے گا اور اسی کے بارے میں سوچتا رہے گا۔ تم اس کے پاس ہوتیں تو اس کا دھیان بانٹتی رہتیں۔ تمہیں تو وہاں سے ہلنا بھی نہیں چاہئے تھا۔''

وہ بولی۔ ''اس آلۂ کار کی گرفتاری کی خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لئے وہاں رک نہ سکی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''تم صرف ایک کال کر کے اپنے حالات مجھے بتا دیتیں۔ پھر پولیس اسٹیشن کے معاملات سے میں خود نمٹ لیتا۔''

وہ ماں اور بھائی کو دیکھتے ہوئے ایک ذرا ہچکچا کر بولی۔ ''دراصل.....میں ہوسپٹل میں چکرا کر گر پڑی تھی۔ تب ایک ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا تو پتہ چلا.....''

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ ماں نے پوچھا۔ ''کیا پتہ چلا.....؟''

اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرنے لگے۔ اس نے بڑی حقارت سے کہا۔ ''میں ماں بننے والی ہوں۔''

وہ دونوں جیسے اچھل پڑے۔ بڑی حیرانی اور بے یقینی سے بولے۔ ''کیا.....؟''

ماں نے سوچتی ہوئی نظروں سے بیٹے کو دیکھا پھر پہلو بدل کر بیٹی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی یہ سچی خبر ہے؟''

وہ بولی۔ ''جب میں ہوش میں آئی تو نرس نے مجھے یہی بتایا تھا۔''

ماں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''وہاں خان علی بھی تمہارے ساتھ تھا؟ کیا اسے.....؟''

شہناز نے کہا۔ ''اس کا سارا دھیان ایشلے کی طرف تھا۔ میں نے اس نرس کو اچھی خاصی رقم دے کر خاموش کرا دیا ہے۔ اس بات کی بھنک بھی خان علی کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔''

ماں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ اس کی ساری توجہ ایشلے کی طرف تھی۔ اگر اسے تمہاری کنڈیشن کا پتہ چل جاتا تو وہ وہیں تمہارے ٹکڑے کر دیتا۔''

شہناز نے جھرجھری سی لیتے ہوئے کہا۔ ''بال بال بچی ہوں۔ پتہ نہیں کون سی نیکی آڑے آگئی؟''

شاہنواز بڑی دیر سے خاموش تھا۔ بہن کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ شہناز نے ماں سے کہا۔ ''پلیز۔ فوراً کسی ایسی لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کریں، جو ہمارے راز کو راز رکھتے ہوئے اس نئے پنپنے والے عذاب سے میری جان چھڑا دے۔ ہم اسے منہ مانگی رقم دیں گے۔''

ماں بیٹے نے چونک کر اسے دیکھا۔ زرینہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے شاہنواز نے کہا۔ ''کیا پاگل ہوگئی ہو؟ یہ عذاب نہیں ہے۔ ہماری اب تک کی محنت اور بھاگ دوڑ کا پھل ہے۔ ہم اسے یونہی ضائع ہونے نہیں دیں گے۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے بھائی کو دیکھا۔ ماں نے کہا۔ ''ہم تو اس پھل کو خوب پکا کر میٹھا کر کے کھائیں گے۔''

وہ انہیں کچھ سمجھے کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ دونوں کرنا کیا چاہتے ہیں؟''

ماں نے کہا۔ ''جیسے تمہیں تو معلوم نہیں ہے؟ کیا بھول گئی ہو؟ ہم نے یہی تو پلاننگ کی تھی کہ علیم شیرازی کو اسی کے وارث کے ذریعے بلیک میل کیا جائے اور اسی مقصد کے لئے ہم نے تمہیں وجی کے قریب پہنچایا تھا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے یاد ہے۔ مگر اس وقت حالات کچھ اور تھے۔''

ماں نے بیٹی کے گھٹنے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''حالات تو اب بدلیں گے اور بہت تیزی سے بدلیں گے۔ بڑی تگ و دو کے بعد بازی ہمارے ہاتھوں میں آرہی ہے۔ کیوں شاہنواز.....!''

وہ بولا۔ ''بالکل.... اب ہم اس اونٹ کو پہاڑ کے نیچے لائیں گے۔''

شہناز نے کہا۔ ''کیا ہوگیا ہے آپ دونوں کو...؟ وجی سے بار بار شکست کھانے کے باوجود کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ ہمارے قابو میں آنے والا شخص نہیں ہے؟ میں کسی بھی قیمت پر اس سے جان چھڑانے کی فکر میں ہوں اور آپ دونوں...''

شاہنواز نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''ہم بھی اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں مگر فی الحال حالات نے اچانک ہی زبردست کروٹ لی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم کیا سمجھ رہے ہو وجی جیسے چالباز شخص کو ایک ناجائز بچے کے ذریعے بلیک میل کر سکو گے؟''

ماں نے کہا۔ ''اسے ناجائز نہ کہو۔ یہی تو علیم شیرازی کا جائز وارث ہوگا اور ہم ثابت بھی کریں گے۔''

شہناز نے معافی مانگنے کے انداز میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک جوڑتے ہوئے کہا۔ ''فار گاڈ سیک...! مجھے تو معاف رکھیں۔ اب میں آپ کی کسی پلاننگ کا حصہ نہیں بنوں گی۔ علیم شیرازی سے انتقام لینے کے لئے اپنا شانہ استعمال نہیں کرنے دوں گی۔''

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ اب جبکہ گیند ہمارے کورٹ میں آئی ہے تو تم میدان چھوڑ کر جانے کی بات کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''جب یہ سمجھ میں آجائے کہ دشمن ناقابلِ شکست ہے تو میدان چھوڑ دینا ہی عقلمندی کہلاتی ہے اور آپ یہ کس گیند کی بات کر رہی ہیں؟ اس سارے معاملے میں شروع سے لے کر اب تک میں خود ہی فٹ بال بنی ہوئی ہوں۔ کبھی خان علی کی طرف اور کبھی وجی کی طرف لڑھکتی رہی ہوں۔ لیکن اب مجھ سے یہ کھیل نہیں کھیلا جائے گا۔ پلیز۔ آپ دونوں بھی وجی کا بھوت اپنے سر سے اتار دیں۔''

ماں نے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم بھی تو کچھ بولو... اسے کچھ تو سمجھاؤ...''

وہ بولا۔ ''سمجھانا کیا ہے؟ یہ بات تو پہلے سے طے تھی۔''

شہناز نے جھنجلا کر کہا۔ ''خدا کے لئے بس کر دیں... وجی کو ٹریپ کرنے کے لئے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کریں۔ لیکن مجھے اس معاملے سے دور رکھیں۔ کیونکہ اب میں آپ کی کسی بھی چال کے لئے مہرہ نہیں بنوں گی۔''

ماں نے کہا۔ ''تم خوامخواہ گھبرا رہی ہو۔ اس بار نواسے کو نہیں' اس کے نانا کو ٹریپ کرنا ہے۔''

وہ بولی۔ ''آپ جو چاہے کریں۔ لیکن یہ بات اچھی طرح سن لیں۔ میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں۔''

شاہنواز نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔ ''ساتھ تو تم واقعی نہیں ہو۔ اگر ہوتیں تو وجی کے خلاف کوئی بھی سازش کرنے سے پہلے ہم سے رائے مشورہ ضرور کرتیں۔''

''یہ نہ سوچو کہ میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ یہ سوچو کہ مجھے اس جھمیلے سے نجات دلانے کے لئے تم نے اب تک کیا کیا؟ وجی سے قائم ہونے والے تعلقات میرے گلے کی ہڈی بن گئے ہیں اور میں اس ہڈی کو کسی صورت نہیں نگلوں گی۔ اسے اگلنے اور تھوکنے کے لئے کسی لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کروں گی۔''

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ ماں نے فوراً ہی اسے بازو سے تھام کر روکتے ہوئے پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو؟؟''

وہ بولی۔ ''جب اپنے مسائل خود ہی حل کرنے ہیں تو دیر کیوں کروں؟''

وہ اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولی۔ ''اپنوں سے اتنی جلدی بدظن نہیں ہوا کرتے۔ ادھر بیٹھو اور میری بات سنو....!''

وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہزار باتیں کریں۔ لیکن ہوگا وہی' جو میں کہہ چکی ہوں۔''

زرینہ بانو نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گئی۔ تم ماں نہیں بننا چاہتیں۔ ٹھیک ہے۔ اس معاملے کو یہیں ختم کر دیا جائے گا۔ میں خود تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں گی۔ میری فرینڈ یہاں ایک پرائیویٹ ہوسپٹل میں جاب کرتی ہے۔ وہ چٹکیوں میں ہمارا کام کر دے گی۔''

شاہنواز نے کہا۔ ''لیکن ممی....!''

وہ ایک ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''تم چپ رہو۔ میں اس معاملے کو ختم کر رہی ہوں اور تمہارا یہ کام ہے کہ تم جلد از جلد وجی کا خاتمہ کردو۔ شہناز درست کہہ رہی ہے۔ علیم شیرازی کو اس کی بلندی سے پستی کی طرف پھینکنے کے لئے ہمیں کوئی اور طریق کار سوچنا چاہئے۔ فی الحال یہ سوچو کہ اس کرائے کے قاتل کا کیا کیا جائے جو قانون کی گرفت میں آچکا ہے؟''

اس نے بولتے بولتے بیٹی کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر کہا۔ ''تم نے ابھی بتایا ہے کہ وہ ہمارا ایڈریس نہیں جانتا مگر تمہیں شکل وصورت سے پہچانتا ہے؟''

وہ بولی۔ ''وہ چاروں مجھے جانتے ہیں۔''

"بے شک۔ جانتے ہیں مگر پتہ ٹھکانہ تو نہیں جانتے۔ یہی تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اگر تم اس سوئیٹ تک محدود رہو گی۔ باہر نہیں نکلو گی تو کوئی خطرے والی بات نہیں ہوگی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا میں قیدی بن کر یہاں پڑی رہوں گی؟ مجھے خان علی سے ملنا ہوگا۔ اپنے علاج کے لئے ہوسپٹل جانا ہوگا تو...؟"

"علاج کی پروا نہ کرو۔ میں اپنی فرینڈ کو یہاں سوئیٹ میں بلالوں گی اور جہاں تک خان علی کی بات ہے تو اس سے کہہ دینا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے آرام کر رہی ہو۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "لیکن یہ بہانہ کب تک چلے گا؟"

"تم مجھے ان مجرموں کے نمبر دو۔ میں اور شاہنواز اپنے طور پر رابطہ کرکے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے کہ ان کا جو ساتھی پکڑا گیا ہے وہ کب حوالات سے باہر آنے والا ہے؟ دوسری طرف اس علاقے کے پولیس اسٹیشن سے بھی معلومات حاصل کی جائیں گی۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ماں کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "اس معاملے کو ہینڈل کرنے کی یہی صورت ہے کہ تم اس سوئیٹ سے باہر نہ نکلو۔"

وہ ذرا دیر چپ رہی۔ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اور وہ وکی.... وہ مجھے نکلنے پر مجبور کردے گا۔ چین سے رہنے نہیں دے گا۔"

ماں نے کہا۔ "تم ہمیں ان مجرموں کا نمبر تو دو۔"

اس نے نمبر نوٹ کرائے۔ زرینہ بانو نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بیٹے سے کہا۔ "چلو شانی! ہم ابھی جاکر پی سی او کے ذریعے ان سے رابطہ کریں گے۔ پھر میں اپنی ڈاکٹر دوست سے ملاقات کروں گی، اسے یہاں شہناز کے پاس لے کر آؤں گی۔"

وہ ماں بیٹا وہاں سے چلے گئے۔ شہناز نے ان کے جانے کے بعد خان علی کے نمبر پنچ کئے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "مجھے یہاں آئے ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ مگر تم نے ایک کال کرکے میری خیریت نہیں پوچھی۔"

ہ بولا۔ "شکایت نہ کرو۔ میری مصروفیت کو سمجھو۔ ایشلے آئی سی یو میں ہے۔ وہاں ٹریمنٹ کے دوران کبھی کسی انجکشن کی اور کبھی کسی دوا کی ضرورت پڑتی ہے۔ مجھے بار بار میڈیکل اسٹور تک جانا پڑتا ہے۔"

"ہوسپٹل میں بہت سے وارڈ بوائے وغیرہ ایسے ہوتے ہیں، جو تھوڑے بہت پیسے لے

کر یہ چھوٹے موٹے کام کردیتے ہیں۔ تم کیوں دوڑ رہے ہو؟"

"میں ایک بیمار کی تیمار داری کررہا ہوں۔ ایک ایسی لڑکی کی' جسے میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔"

"تم اپنے اوپر الزام کیوں لے رہے ہو؟ وہ نامعلوم افراد کی فائرنگ کی زد میں آئی ہے۔ تمہاری وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچی ہے۔"

وہ بولا۔ "کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم نے خود بھی دیکھا تھا۔ وہ میری جان بچانے کے لئے ڈھال بن گئی تھی۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ اس کی جان بچ گئی۔ ورنہ میں...."

وہ جل بھن کر بولی۔ "ورنہ تم ساری عمر اس کی موت کا سوگ مناتے رہتے۔ ہے ناں....؟"

وہ ذرا دیر چپ رہا، پھر بولا۔ "میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ لگتا ہے' تمہاری طبیعت ابھی سنبھلی نہیں ہے۔ تمہیں آرام کرنا چاہئے۔"

وہ بولی۔ "تم اس کی تیمارداری کے چکر میں مجھے نظرانداز کررہے ہو...."

اس نے ذرا چونک کر اپنے فون کو دیکھا۔ پھر اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو.... ہیلو....!"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر اپنے فون کو دیکھا۔ پھر اسے ایک طرف پٹخ دیا۔ یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ خان علی ایشلے کی وجہ سے اسے نظرانداز کررہا ہے۔ اس کا رویہ اور لب ولہجہ سمجھا رہا تھا کہ سوکن کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ ان لمحات میں ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے اس نے وہ کرائے کے قاتل وکی کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں' بلکہ اپنی محبت کا گلا کاٹنے کے لئے خریدے تھے۔

وکی کے نام کی گولی نے بڑی قیامت ڈھائی تھی۔ وہ خان علی کو لگتی اور وہ جان سے جاتا۔ تب بھی شہناز کا نقصان تھا۔ اب جبکہ اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا تو ایشلے کے لئے اس کی محبت اور ہمدردی اسے شہناز سے چھین رہی تھی۔

وہ رہ رہ کر وکی کو کوس رہی تھی۔ اپنی عقل کا ماتم کررہی تھی کہ اسے وکی کے جھمیلے میں الجھنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ جو حتمی فیصلہ آج کیا کہ آئندہ ماں اور بھائی کا ساتھ نہیں دے گی۔ وہ فیصلہ اسے پہلے ہی روز کرلینا چاہئے تھا۔

ایسا ہوتا ہے۔ پہلے اتنی دور تک سوچنے کا موقع نہیں ملتا اور جب موقع ملتا ہے تو پتہ چلتا ہے' پانی سر سے گزر چکا ہے۔ شہناز کے ساتھ بھی یہی ہورہا تھا۔ خان علی تقریباً اس کے سحر سے نکل چکا تھا۔ کسی بھی روز اس کی شامت بننے والا تھا اور یہی بات شہناز کے دل و دماغ

میں دھماکے کرنے لگی تھی۔

اُدھر شاہنواز نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ماں سے کہا۔ ''شہناز نے بہت بڑی خبر سنائی لیکن آپ نے اس کا فیصلہ مانتے ہوئے سارا معاملہ ہی چوپٹ کر دیا۔ میں جعلی نکاح نامہ تیار کروا چکا ہوں۔ آئندہ وجی کو راستے سے ہٹاتے ہی ہم علیم شیرازی کو بھرپور طریقے سے بلیک میل کر سکتے تھے۔ مگر....''

زرینہ نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔ ''علیم شیرازی کی دولت اور جائیداد حاصل کرنے کا خواب میرا برسوں پرانا ہے۔''

وہ سر جھٹک کر بولا۔ ''اور اب جبکہ یہ خواب حقیقت بننے والا تھا تو آپ نے ہتھیار ڈال دیئے۔''

''حقیقت بننے والا تھا نہیں.....ہے۔''

اس نے سر گھما کر ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ ''میں نے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں؟ شہناز کی بات مانتے ہوئے اس معاملے کے مضبوط پہلو سے ہاتھ دھونا چاہتی ہیں۔ پھر یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ ہتھیار نہیں ڈالے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''جس طرح تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک بات کے دو مطلب ہوا کرتے ہیں۔''

اس نے ماں کو دیکھا۔ پھر گیئر بدلتے ہوئے کہا۔ ''پلیز۔ الجھانے والی باتیں نہ کریں۔ کھل کر کہیں' کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

وہ بولی۔ ''تھوڑی دیر پہلے تمہیں ایسا لگا' جیسے میں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جبکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہونا وہی ہے' جس کی ہم نے پلاننگ کی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی ہم شہناز سے زور زبردستی کرتے تو بات ہرگز نہ بنتی اور بات بنانے کے لئے ہی میں نے اس کی طرف داری کی تھی۔''

''اور وہ لیڈی ڈاکٹر....؟''

''وہ آئے گی۔ شہناز کو ٹریٹمنٹ بھی دیتی رہے گی لیکن کرے گی وہی' جو میں اسے کہوں گی۔''

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''یعنی....؟''

''یعنی شہناز یہی سمجھتی رہے گی کہ میں اس کی مرضی کے مطابق حمل ضائع کرا رہی

ہوں۔ جبکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوگا۔ مجھے ہر حال میں علیم شیرازی کا وارث چاہئے اور اس کے لئے میں اپنی بیٹی کو دھوکا دوں گی۔ دینا ہی پڑے گا۔ کیا کروں؟ مجبوری ہے۔ وہ نادان ہے' سمجھانے سے نہیں سمجھے گی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''یو آر گریٹ ممی! کیا تدبیر سوچی ہے۔ واہ....''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''یہ بھی غنیمت ہی ہے کہ وہ ان مجرموں کی وجہ سے چند روز کے لئے ہی سہی سوئیٹ کی چار دیواری میں محدود ہو گئی ہے۔ ورنہ اپنے طور پر کسی بھی لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کر سکتی تھی۔''

اس نے سوچنے کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر پوچھا۔ ''آپ نے تو دل خوش کر دیا۔ اب بتائیں' سب سے پہلے کہاں جانا ہے؟''

''پہلے تو اس ریسٹورنٹ کی طرف چلو' جہاں شہناز نے ان کرائے کے قاتلوں کو پہنچایا تھا اور پولیس نے وہاں سے کسی ایک کو گرفتار کیا تھا۔''

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں آس پاس کے دکانداروں سے اور دیگر افراد سے باتوں ہی باتوں میں معلوم کیا گیا تو پتہ چلا' فائرنگ کرنے والے نامعلوم افراد میں سے کوئی ایک بھی گرفتار نہیں ہوا ہے۔ پولیس خالی ہاتھ وہاں سے واپس گئی تھی اور یہ بات ان کے لئے حوصلہ افزا تھی۔

شاہنواز نے مطمئن ہو کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''شہناز کو فون پر بتا دیں۔ وہ خوامخواہ ہلکان ہو رہی تھی۔''

زرینہ نے کہا۔ ''ایسی بیوقوفی ہرگز نہ کرنا۔ فی الحال اسے یہی بتانا ہے کہ ایک مجرم پکڑا گیا ہے۔ قانون کی گرفت میں ہے۔ اس طرح وہ ہمارے قابو میں رہے گی۔''

پھر وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اب ہوسپٹل کی طرف چلو۔ میں جلد از جلد اپنی دوست سے تمام معاملات طے کر کے اسے شہناز سے ملوانا چاہتی ہوں تاکہ وہ اس بات سے مطمئن ہو جائے کہ اس کا علاج شروع ہو گیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ایک مصیبت تو یہ ہے کہ خان علی یہاں سے جانے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ شہناز کا معاملہ آگے بڑھے گا تو یہ بات خان علی سے کیسے چھپائی جائے گی؟ وہ تو یہاں آ کر جیسے ہمارے سروں پر مسلط ہو گیا ہے۔ ذرا یہ بھی سوچیں کہ اسے کیسے ٹالا جا سکتا ہے؟''

''کیا بھول گئے ہو؟ اس سے یہ بات ہو چکی ہے کہ جب ہم تینوں یہاں سے فرینکفرٹ

کی طرف جائیں گے تو وہ پاکستان واپس چلا جائے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا۔"ارے ہاں۔یہ بات میرے دماغ سے نکل گئی تھی۔ہمیں فرینکفرٹ جانے کا ڈرامہ پلے کرنا ہے۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔"تم نے کنٹری سائڈ میں جو کاٹیج لیا تھا' اب وہ ہمارے کام آئے گا۔"

شاہنواز نے کچھ سوچ کر پوچھا۔"یہ شہناز بعد میں تو کوئی پرابلم نہیں کرے گی؟ کیونکہ وہ بچہ نہیں چاہتی۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ علاج کے باوجود وہ بدستور حاملہ ہے تو....."

اس نے بات کاٹ کر کہا۔"وہ آخر کو میری بیٹی ہے۔میں رفتہ رفتہ اسے ذہنی طور پر تیار کرتی رہوں گی۔وہ لیڈی ڈاکٹر بھی اسے سمجھائے گی کہ بعض اوقات علاج کے باوجود ہونی ہوکر رہتی ہے۔کبھی کبھی قدرتی معاملات سمجھ میں نہیں آتے۔یوں نہ چاہتے ہوئے بھی سینکڑوں بچے اس دنیا میں جنم لیتے رہتے ہیں۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔"تم اس کی طرف سے بے فکر رہو۔اس معاملے کو میں سنبھال لوں گی۔تم صرف وجی پر دھیان دو۔اب اسے راستے سے ہٹانا بہت ضروری ہوگیا ہے۔کیونکہ وہ زندہ رہے گا تو علیم شیرازی کو جعلی نکاح نامے کے ذریعے بلیک میل نہیں کیا جا سکے گا۔"

زرینہ بانو اگرچہ نانا جان کی سگی بہن تھی۔مگر ان کی بدترین دشمن تھی۔انہیں اپنے سامنے جھکانے کے لئے اس نے بہت سے حربے استعمال کئے تھے۔اس کا بس ایک ہی خواب تھا کہ کسی بھی طرح نانا جان کو کنگال بنا کر ان کی تمام دولت اور جائیداد پر قبضہ جما لے اور اب وہ اس خواب کی تعبیر کے لئے بیٹی کو استعمال کر رہی تھی۔اسے ناجائز بچے کی ماں بنانے والی تھی۔

دوسری طرف شہناز اپنوں پر بھروسہ کر رہی تھی۔یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک پیدا کرنے والی ماں اسے کیسے دھوکہ دینے والی ہے؟



میں نے آدھے گھنٹے کے لئے خاموشی اختیار کی تھی۔ گے گورڈن کو سوچنے' سمجھنے اور حالات پر غور کرنے کی مہلت دی تھی۔ اُدھر وہ سوچ سمجھ رہا تھا۔ادھر مجھے اس آدھے گھنٹے میں بہت کچھ کرنا تھا۔

پاپا یہ سن کر شدید حیرانی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ میں وکی نہیں' وجی ہوں۔ وہ بے یقینی

سے مجھے دیکھ رہے تھے۔میں نے ان کے قریب آ کر کہا۔"پاپا! یقین کرلیں' میں واقعی آپ کا وجی ہوں۔"

انہوں نے تڑپ کر مجھے بازوؤں میں بھر لیا۔چوم کر گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔"بیٹے! میں بیان نہیں کرسکتا' ان لمحات میں مجھے کتنی بڑی دولت مل رہی ہے؟ دولت بھی اور طاقت بھی.... دشمنوں نے مجھے اُس مقام پر پہنچا دیا تھا' جہاں میں اپنی شریک حیات اور اپنے ہی بیٹوں کا دشمن دکھائی دیتا تھا۔سوچتا تھا کہ کیسے اپنی صفائی پیش کروں گا؟ کیسے اپنی بیوی اور بچوں کی نظروں میں محترم ہوسکوں گا؟ خدا کا شکر ہے۔ہمارا معبود بڑا کارساز ہے۔اس نے تمہارے دل سے کدورت مٹائی ہے تو جلد ہی تمہاری ماما اور وکی بھی مجھے اپنے دلوں میں جگہ دیں گے۔"

میں ایک ذرا صدمے سے انہیں دیکھا۔ پھر کہا۔"بے شک۔آپ ہمارے پاپا ہیں۔ہمارے لئے سب سے محترم ہیں۔میں جانتا ہوں' آپ نے ہماری خاطر بڑی صعوبتیں اٹھائی ہیں۔اللہ نے چاہا تو ماما بھی آپ سے بدظن نہیں رہیں گی۔میں ان کی غلط فہمیاں دور کروں گا۔مگر وکی....."

میں بولتے بولتے ہچکچانے لگا۔وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔"دراصل پاپا! وکی....اب ہمارے درمیان نہیں رہا ہے۔وہ اُس حادثے میں اپنی جان گنوا بیٹھا ہے۔"

وہ میری بات سن کر صدمے سے ٹوٹ کر رہ گئے۔"او میرے خدا....! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وکی مر چکا ہے؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے وہ تو....."

ان کی آواز بھیگنے لگی۔میں نے ان کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔"ایسا ہو چکا ہے۔اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت میرے بجائے وہی آپ کے پاس ہوتا۔"

ہم سچے جذبوں میں ڈوب کر ایک دوسرے کے غم کو بانٹ رہے تھے۔رخشی ایک طرف بیٹھی ہماری باتیں سن رہی تھی۔اسے بھی یہ سن کر شدید حیرت ہو رہی تھی کہ وکی مر چکا ہے۔

وہ عورت اب تک اپنے یار کے تعاون سے ہمارے درمیان پہاڑ جیسی رکاوٹیں پیدا کرتی رہی تھیں۔اب دیکھ رہی تھی کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے تھے اور لہو کے رشتے گلے مل رہے تھے۔

میں پاپا کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ان کے کان میں بہت ہی دھیمی سی سرگوشی میں بولا۔"ویسے پاپا! ایک گڈ نیوز سنا رہا ہوں۔مگر آپ ذرا سی بھی خوشی ظاہر نہ کریں۔میں نہیں

چاہتا کہ رخشی کو ایک ذرا سا بھی شبہ ہو۔"

انہوں نے پوچھا۔ "بات کیا ہے بیٹے!"

میں نے پھر دھیمی سرگوشی میں کہا۔ "بینم سے میری بات ہو چکی ہے۔ دیکھیں! پلیز۔ آپ یہ سن کر بالکل خوشی کا اظہار نہ کریں۔ بہت بڑی خوشخبری یہ ہے کہ بینم کا پتہ ٹھکانہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔"

انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔"

میں نے کہا۔ "آپ رخشی پر کڑی نظر رکھیں۔ میں واش روم میں جا رہا ہوں۔ ہمیں جلد سے جلد بینم تک پہنچنا ہے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد میں آپ کو پوری وضاحت سے بتا سکوں گا۔"

میں ان سے الگ ہو کر وہاں سے چلتا ہوا واش روم میں آ گیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے فون کے ذریعے اپنے نانا جان سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ان کی آواز سنائی دی۔ میں نے انہیں سلام کرنے کے بعد کہا۔ "میں وجی بول رہا ہوں۔"

"وجی! نانا کی جان! تم کیسے ہو؟ بڑے دنوں بعد تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ تمہاری طرف سے بہت فکر مند رہتا ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کی دعائیں میرے ساتھ رہتی ہیں۔ اسی لئے دشمنوں کے درمیان رہنے کے باوجود خیریت سے ہوں۔ جس سلسلے میں یہاں پہنچا ہوا ہوں' اس میں قدرے کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ انشاءاللہ آج رات تک ماما کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"یہ تم نے مطمئن کرنے والی بات کی ہے۔ میں چاہتا ہوں' اب اپنی ماما سے دور نہ رہو۔"

"آپ رات کو فون کریں۔ ماما آپ کو یقین دلائیں گی کہ میں ان کی آغوش میں پہنچ گیا ہوں۔ فی الحال آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔"

"کام ہے تو دیر کیوں کر رہے ہو؟ فوراً بولو۔"

"پہلے یہ بتائیں' آپ پاکستان میں ہیں ناں؟"

"نہیں بیٹے! میں اچانک ہی ایک ضروری کام سے موریشز آ گیا ہوں۔"

میں نے ذرا مایوس ہو کر کہا۔ "یا خدا! پھر تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"کیسی مشکلات..... کھل کر بولو کیا بات ہے؟"

"اسلام آباد میں میری ایک بہن ہے۔ اسے تحفظ فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

انہوں نے چونک کر پوچھا۔ "بہن...؟ تمہاری کوئی بہن اسلام آباد میں کہاں سے پیدا ہو گئی؟ کیا تم کسی کے بھائی بن گئے ہو؟"

"آپ پہلے میری بات سنیں۔ میری بہن کا نام بینم ہے۔ وہ خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ میں چاہتا ہوں' آپ کے آدمی اسے وہاں سے نکال کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دیں۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسے کسی پناہ گاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"پہنچا دیا جائے گا نہیں۔ آپ ابھی فون بند کریں۔ پہلے بینم کو محفوظ جگہ پر پہنچائیں پھر مجھ سے بات کریں۔ میں بے چینی سے آپ کی کال کا انتظار کرتا رہوں گا۔ کاغذ قلم اٹھائیں۔ میں بینم کا پتہ بتا رہا ہوں۔"

انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میرا بیٹا ایک بہن کے لئے پاگل ہو رہا ہے۔ جبکہ میں بہو لانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ ہاں۔ تو کیا ہے اس کا پتہ؟ لکھواؤ..."

میں نے پتہ لکھوا کر پوچھا۔ "آپ کتنی دیر میں یہ کام کرائیں گے؟ میرا مطلب ہے' کتنی جلدی بینم کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ جائے گی؟"

"تم تو ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔ میں دس یا پندرہ منٹ بعد وہاں کی صورتحال بتاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ کام ہو جائے گا۔"

انہوں نے فون بند کر دیا۔ میں نے واش روم سے نکل کر کمرے میں آ کر دیکھا۔ رخشی پاپا کے نشانے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "وجی! اپنے پاپا سے کہو یہ ریوالور میرے سامنے سے ہٹا لیں۔ میں یہاں سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتی۔ اتنی بے بس ہوں کہ تم لوگوں کی مرضی کے بغیر دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ مجھے ڈر ہے' دھوکے سے گولی چل جائے گی۔ خدا کے لئے اسے ہٹا لو۔"

میں نے کہا۔ "بقول تمہارے.... تمہارا بیٹا مجاہد بن کر اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے۔ بڑے بڑے اور خطرناک دشمنوں کو للکارتا رہتا ہے۔ تم اس مجاہد کی ماں ہو۔ ہتھیاروں کا رخ اپنی طرف دیکھ کر تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے۔"

وہ چپ چاپ مجھے گھورنے لگی۔ گے گورڈن اپنی جان بچانے کے لئے اس کی سلامتی کے لئے مسلح گارڈز کے ساتھ باہر کھڑا ہوا تھا۔ وہ کسی حد تک مطمئن تھی کہ ہمارے ہاتھوں نہیں مرے گی۔ وہاں سے صحیح سلامت نکل جائے گی۔

باہر بگ باس کی آواز سنائی دی۔ "وجی! میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ ہمارے درمیان

دوستانہ سمجھوتہ ہوگا۔ میں ابھی بینم کا پتہ بتاؤں گا۔تم ہر طرح سے یہ اطمینان کرسکو گے کہ وہ تمہاری بہن ہے۔پھر تم اسے کسی بھی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا کر رخشی کو میرے حوالے کرکے یہاں سے جاسکو گے۔"

پاپا نے مجھے دیکھا۔ہم ایک دوسرے سے بہت کچھ کہہ دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔"گورڈن! میرے بیٹے نے کہا ہے' آدھے گھنٹے تک خاموشی رہے گی۔لہٰذا خاموش رہو۔ابھی ہم آپس میں مشورہ کررہے ہیں۔"

بگ باس فکرمند ہوکر بند دروازے کو دیکھنے لگا۔فکر یہ تھی کہ رخشی اس سے لانچ میں ملنے آئی تھی۔یہ بات سلطان ظفر جانتا تھا۔اب اس کی ماں صحیح سلامت واپس نہیں جائے گی تو یقیناً وہ اپنے ناجائز باپ سے بدظن ہوجائے گا۔بیٹا ہونے کے باوجود دشمن بن جائے گا۔

اس نے فون کے ذریعے سلطان ظفر کو مخاطب کیا۔اس نے پوچھا۔"ہیلو ڈیڈ! کیسے ہو؟ مام کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا تھا' آج لانچ میں قربان واسطی سے ملاقات ہونے والی ہے۔"

"ہاں بیٹے! واسطی یہاں آیا ہے۔مگر یہ ملاقات مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"مہنگی کیوں پڑ رہی ہے؟ خیریت تو ہے؟"

"بات یہ ہے کہ اب تک ہم وکی کے سلسلے میں دھوکا کھاتے رہے ہیں۔یہ سمجھ نہیں پائے کہ وجی اپنے بھائی کے بھیس میں ہمارے درمیان پہنچا ہوا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر وہ وجی ہے تو تم اسے پہچان کیوں نہیں پائے؟"

"اس نے بڑی چالاکی دکھائی ہے۔ایک ذرا شبہ بھی نہیں ہونے دیا۔وکی کی جگہ لے کر میرا اعتماد حاصل کرتا رہا۔ابھی یہ بھید کھلا ہے۔وہ مجھے اور تمہاری مام کو گن پوائنٹ پر رکھ کر بینم تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

اس نے حیرانی و پریشانی سے پوچھا۔"کیا تم دونوں گن پوائنٹ پر ہو؟"

"نہیں۔میں چور راستے سے نکل آیا ہوں۔تمہاری مام ایک کیبن میں اس کے نشانے پر ہے۔"

اس نے غصے سے کہا۔"یہ کیا خودغرضی ہے؟ تم میری مام کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ آئے ہو۔قربان واسطی کہاں ہے؟"

"وہ دونوں باپ بیٹا ہم پر حاوی ہونا چاہتے ہیں۔تم فکر نہ کرو۔میں تمہاری ماں کو ان

کے زرغے سے نکالنے کے لئے ہی وہاں سے نکلا ہوں۔میری کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی تو بینم کو ان کے حوالے کرکے اپنا کام نکالوں گا۔"

"ابھی سچویشن کیا ہے؟"

"وہ باپ بیٹے تمہاری ماں کے ساتھ کیبن میں ہیں۔دروازہ اندر سے بند ہے۔ہم فائر کریں گے' دروازہ توڑ کر اندر جانا چاہیں گے تو وہ تمہاری مام کو نقصان پہنچائیں گے۔آخری حربہ یہی ہوگا کہ ان سے سمجھوتہ کیا جائے۔"

"کچھ بھی کرو۔میری مام کو جلد از جلد وہاں سے نکالو۔"

"تم تو جانتے ہو' وجی کا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے۔اس نے رخشی کو میڈم روزی کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔اس کی ایک کال پر پولیس فورس ہماری لانچ کو گھیرے میں لے سکتی ہے۔اسکاٹ لینڈیارڈ کے سراغ رساں اقبال جرم کرانا خوب جانتے ہیں۔تمہاری مام کو ان کی حراست میں نہیں جانا چاہئے۔"

"اگرچہ یہ معاملہ بہت ہی تشویش ناک ہے۔مگر کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی میری مام کو حراست میں لے۔میری بھی ایک فون کال پر اسکاٹ لینڈ یارڈ میں زلزلہ آسکتا ہے۔"

وہ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے بول رہا تھا اور کیبن کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے کہا۔"اگر ایسا ہے تو فوراً کچھ کرو۔ابھی ہماری لانچ سمندر میں ہے۔میں نہیں چاہتا کہ اسکاٹ لینڈ کی پولیس یا سراغ رساں ہیلی کاپٹر ہمیں سمندر میں گھیریں۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔میں تھوڑی دیر بعد فون کروں گا۔"

سلطان ظفر رابطہ ختم کرکے سوچنے لگا۔ان لمحات میں شراب سے بھری ہوئی شیشے کی صراحی اور کانچ کا نازک سا جام سرہانے کی میز پر رکھا ہوا تھا اور اس کانچ سے بھی زیادہ نازک ایک حسینہ اس کی گود میں تھی۔اس نے فون ظفر کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھا۔پھر وہاں سے بھرا ہوا جام اٹھا کر اس کے ہونٹوں سے لگا کر عبرانی زبان میں کہا۔"عیش وعشرت کے لمحات میں نو ٹینشن اور ہمارے درمیان نو تھرڈ پرسن۔"

سلطان ظفر کو عبرانی زبان سکھانے کے لئے ایک یہودی حسینہ کی خدمات پیش کی گئی تھیں۔اس عیش کدے کے باہر رنگ محل کے دوسرے حصوں میں اس کے اور کئی خدمت گار موجود رہتے تھے۔ان میں ایسے پلان میکر اور فوج کے تجربہ کار ریٹائرڈ افسران تھے، جو اسے عسکری تربیت دیتے تھے۔اسلامی ممالک میں دہشتگردی کا سلسلہ جاری رکھنے کے منصوبے پیش کرتے رہتے تھے۔

اسے طریق کار بتاتے تھے کہ وہ کس طرح ایسے دوغلے مجاہدین کی تعداد بڑھا سکتا ہے، جو انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شر پسندی اور تخریب کاری کو جہاد کا نام دیتے رہیں۔ اپنے ہی ممالک میں اپنے ہی مسلم بھائیوں کو خاک و خون میں ملاتے رہیں۔

وہ بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ ناخواندہ اور کند ذہن لوگوں کو غلط مقاصد کے لئے جہاد کا درس دیتا رہتا تھا اور ان کے گلے میں جنت کی پرچی پہنا کر انہیں خودکش حملوں کے لئے تیار کرتا رہتا تھا۔

دنیا کی سب سے خطرناک تنظیم بلڈر برج نے اسے اپنا اہم اور کلیدی رُکن بنا لیا تھا۔ اس کے لئے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔ وہ کسی بھی مطلوبہ ملک میں پہنچ کر خودکشی پر مائل ہونے والوں اور حرام موت مرنے والوں کو منہ مانگی قیمت پر خرید لیتا تھا۔

وہ ایسا کامیاب مہرہ تھا کہ بلڈر برج کے اعلیٰ عہدیدار اسے سر آنکھوں پر بٹھائے رکھتے تھے۔ اس کی ایک فرمائش پر ورلڈ بینک کاؤنٹر سے نوٹوں کی گڈیاں نکل آتی تھیں۔ اسلحہ مافیا تنظیمیں اس کے آگے جدید ہتھیاروں کا انبار لگا دیتی تھیں۔ وہ جب بھی کہیں دہشتگردی یا تخریب کاری کا مرتکب ہوتا' معروف اور اہم ہستیوں کو قتل کراتا تو عالمی عدالتیں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتی تھیں۔

بے شک۔ اس نے بڑی قوتیں' بڑے اختیارات اور وسیع ذرائع حاصل کئے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا تھا' وہ کرتا تھا۔ کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔ کسی بھی ادارے' تنظیم یا حکومت سے جو کہتا تھا' وہ ہو جایا کرتا تھا۔

اس نے ہونٹوں تک آنے والے اس شراب کے جام کو ہٹاتے ہوئے حسینہ سے کہا۔ ''باہر جاؤ.....''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''کیا واقعی...؟ میں باہر جاؤں؟ ابھی تو تم میری قربت سے دیوانے ہو رہے تھے۔ اب اچانک دور جانے کو کہہ رہے ہو؟''

وہ بڑی بے حسی سے بولا۔ ''نو آر گومنٹس... جاؤ یہاں سے.....''

اس کی بے حسی نے سمجھا دیا کہ اس کا جادو سر چڑھ کر نہیں بولے گا۔ وہ چپ چاپ اتر کر چلی گئی۔ اس نے میز پر سے فون اٹھا کر نمبر پنچ کئے۔ وہ شیطان صفت تھا۔ شیطانی تنظیم کے لئے کام کرتا تھا۔ اس کے باوجود اس وقت شراب اور شباب کو چھوڑ کر ماں کے لئے پریشان ہو گیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ شیطانوں کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ بس ایک پیدا کرنے والی ماں ہوتی

ہے۔ وہ ماں کو ہی پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نہ ہوتی تو ہم نہ ہوتے اور ہم نہ ہوتے تو اتنی بڑی دنیا میں صرف دین ایمان ہی ہوتا۔ سارا عالم بے رنگ و بے کیف ہوتا۔ یہ مستیاں اور یہ دمادم شیطانیاں رخشی جیسی ماؤں کے دم سے ہی جاری رہتی ہیں۔

وہ اپنی ماں کی سلامتی کے لئے فون کر رہا تھا۔ رابطہ ہوتے ہی بلڈر برج کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو ظفر! بولو کیا بات ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میری ماں مصیبت میں ہے۔ اس کے سر پر موت منڈلا رہی ہے۔ میں فوراً اس کی سلامتی چاہتا ہوں۔''

اس نے رخشی کے حالات بتائے۔ اعلیٰ عہدیدار نے تمام روداد سننے کے بعد کہا۔ ''یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس فورس وہاں جائے گی۔ رخشی اور گے گورڈن کو گرفتار کرے گی۔ جونیئر آفیسر وجاہت علی کو مطمئن کرنے کے بعد انہیں رہا کر دیا جائے گا۔''

''میں چاہتا ہوں' میری مدر کو میڈم روزی نہ سمجھا جائے۔ اسے کوئی پولیس والا ہاتھ نہ لگائے۔''

''وہ تمہاری ماں کے ساتھ عزت سے پیش آئیں گے۔ اور بولو....؟''

''وجاہت علی نے میری مام کو.... میری ماں کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ اس کی توہین کی ہے۔ وہ آئندہ بھی دشمنی سے باز نہیں آئے گا۔ میں اس کی موت چاہتا ہوں۔''

''تم تو خود ہی موت کے ہرکارے ہو' جسے چاہتے ہو' فنا کر دیتے ہو۔ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ جو چاہتے ہو' کر گزرو۔ کوئی تمہیں روکنے والا نہیں ہے۔ ہم ابھی تمہاری ماں کو وہاں سے نکال لائیں گے۔''

ابھی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ رخشی کو فوراً ہی ہماری گرفت سے نکال لیا جاتا۔ میں اور پاپا بھی وہاں سے بہ خیریت نکل آنا چاہتے تھے۔ پہلے یہ طے ہونا تھا کہ لانچ میں ہمارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا۔ ہمیں وہاں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تب ہی ہم رخشی کو گے گورڈن کے حوالے کر سکتے تھے۔

سلطان نے گورڈن سے رابطہ کر کے کہا۔ ''ڈیڈ! مام کو ابھی رہائی مل جائے گی۔ مگر ان باپ بیٹے کو وہاں سے زندہ سلامت نہیں جانا چاہئے۔''

''یہ بتاؤ' رخشی ان کے شکنجے سے کیسے نکلے گی؟ اگلی سچویشن سمجھ کر ہی ان دونوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''ابھی اسکاٹ لینڈ کی پولیس وہاں آئے گی۔ دکھاوے کی کارروائی کے

لئے مام کو وجی کی گرفت سے نکال کر لے جائے گی۔ بعد میں انہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"پھر تو میں پولیس کی موجودگی میں ان باپ بیٹے کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرسکوں گا۔ وجی ان کا افسر ہے۔ بڑی آسانی سے باپ کے ساتھ چلا جائے گا۔"

"مام سے میری بات کراؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا ہے؟"

"کیا رخشی کے فون سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔ وجی نے فون کو آف کر دیا ہوگا۔"

بگ باس نے کیبن کے دروازے کے پاس آ کر کہا۔ "وجی! سلطان ظفر اپنی ماں سے بات کرنا چاہتا ہے۔ بیٹے کو ماں سے باتیں کرنے دو۔"

میں نے بند رہنے والے فون کو آن کر کے اسے رخشی کے حوالے کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "سلطان سے کہو' وہ ماں کے فون پر رابطہ کرسکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی کالنگ ٹون سنائی دی۔ رخشی نے بڑی بے تابی سے بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو میرے بیٹے! میری جان! تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ میں کس حال میں ہوں؟"

وہ بولا۔ "مجھے معلوم ہے۔ پریشان نہ ہو۔ میں سارے انتظامات کر چکا ہوں۔ تمہیں ابھی رہائی مل جائے گی۔ یہ بتاؤ' ان باپ بیٹے نے تمہارے ساتھ بدتمیزی تو نہیں کی ہے؟"

"نہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔"

"مام! تم ان کی قید میں ہو۔ کھل کر بولنا نہیں چاہتیں۔ وہ دشمن ہیں' انہوں نے ضرور سخت باتیں کی ہوں گی؟ تمہیں طعنے دیئے ہوں گے؟ ہاں یا ناں میں جواب دو۔"

رخشی نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "ہاں..."

وہ غصے سے بولا۔ "میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان کی موت کو دوسروں کے لئے عبرتناک بنا دوں گا۔"

"بیٹے! میں بہت پریشان ہوں۔ فی الحال ان سے کسی طرح بھی سمجھوتہ کرو۔ جتنی جلدی ہوسکے' مجھے یہاں سے نکالو۔"

"ابھی اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس وہاں آئے گی اور تمہیں ان سے نجات دلائے گی۔"

"تم جانتے ہو' وجی اس ادارے کا ایک افسر ہے۔ میرے خلاف قانونی کارروائی کرے گا تو...."

وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اس کا باپ بھی تمہارے خلاف کچھ نہیں کرسکے گا۔ میں تمام معاملات طے کر چکا ہوں۔ تم پر میڈم روزی ہونے کا الزام نہیں لگایا جائے گا۔ ذرا انتظار کرو۔ دیکھو تو سہی' تمہارا بیٹا کس طرح ان دشمنوں سے تمہیں بچا رہا ہے اور انہیں منہ کے بل گرا رہا ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "مجھے تم پر فخر ہے۔ تم پہاڑ جیسے دشمنوں سے ٹکرانے کی طاقت رکھتے ہو۔"

پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "دشمن منہ کی کھائیں گے۔ میں اپنے بیٹے کو گلے لگانے ضرور یہاں سے نکلوں گی۔"

"ذرا وجی سے میری بات کراؤ۔"

رخشی نے فون میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے بیٹے سے بات کرو۔"

میں نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ بولو؟"

وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنا مزاج اور رویہ بدلتے ہوئے بڑے ہی میٹھے انداز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی۔ پھر کلام پاک کی ایک مختصر سی آیت سنانے کے بعد کہا۔ "اللہ ہم سب کو سیدھی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مومن وہ ہے' جس کے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچتی۔ وہ امن و امان اور سلامتی کی راہوں پر چلتا ہے اور دوسروں کو بھی چلاتا ہے۔ کیا تم میری ایمان افروز باتیں سن رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "فون بولنے اور سننے کے لئے ہوتا ہے۔ تم بول رہے ہو۔ میں سن رہا ہوں۔ انتظار کر رہا ہوں کہ اصل بات کیا کہنے والے ہو؟"

"یہی کہ مومن بنو۔ میری ماں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔"

"اے میرے پیارے مومن! اپنی نصیحت پر پہلے خود عمل کرو۔ میری بہن کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ایک بیٹی کو بچپن سے جدا کر دیا ہے۔ کبھی اسے باپ سے ملنے نہیں دیا۔ اپنی ماں کی تکلیف کو سمجھنے والے! ایک باپ اور بیٹی کی طویل جدائی کے صدمات کا حساب کرو اور اس بیٹی کو فوراً یہاں پہنچا دو۔"

"بینم کو حالات نے باپ سے جدا کیا ہے۔ ہم نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ اس کی ماں مر چکی تھی۔ اس کا باپ یعنی تمہارا بھی باپ در بدر بھٹک رہا تھا۔ بیٹی کی پرورش باپ نہیں کرتا ماں کرتی ہے۔ ماں نہیں تھی' اس لئے میری ماں اس کی پرورش کر رہی ہے۔"

"میرے پاپا کے پاس دولت' جائیداد اور محفوظ رہائش گاہیں ہیں۔ آج کے بعد ہم ایک

ہی چھت کے نیچے رہیں گے۔ یینم میری ماما کی سرپرستی میں رہا کرے گی۔“

”ہم یینم کو سوتیلی ماں کے سائے میں نہیں رہنے دیں گے۔ پھر یہ کہ وہ میری منگیتر ہے۔ اس کے مستقبل کا فیصلہ میں کر چکا ہوں۔“

”میری بہن کے مستقبل کا فیصلہ صرف پاپا کریں گے۔ تم ہماری مرضی کے بغیر اسے اپنی منگیتر بناؤ گے تو یہ سراسر شر پسندی ہوگی۔ معلم بن کر نصیحت کرنے والے! اپنی شر پسندی اور خود غرضی کو بھی سمجھو۔“

”ہم تم سے زیادہ سمجھ رہے ہیں۔ یینم بچپن سے ہمارے پاس رہی ہے۔ ساری عمر ہمارے پاس رہے گی۔ وہ شادی کے بعد تم سب سے مل سکے گی۔“

”تو پھر جاؤ شادی کرو۔ اس کے بعد ہی تمہاری ماں تمہیں مل سکے گی۔“

اس کا مزاج اور روّیہ اچانک ہی بدل گیا۔ وہ بڑی حقارت سے بولا۔ ”تم میرے سامنے مٹی کے کیڑے ہو۔ میں تمہیں اپنے جوتوں تلے مسلتا ہوا اپنی مام کو وہاں سے لے آؤں گا۔“

”تو پھر آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

”میں اتنے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتا ہوں کہ وہاں نہیں آؤں گا اور مام میرے پاس پہنچ جائیں گی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے، میں ابھی کیا کر رہا ہوں؟“

”اچھی بات ہے۔ میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ تم کیا کر رہے ہو؟ ایک عقل کی بات سمجھاتا ہوں، میرے متعلق بھی سوچو کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟“

میں نے فون بند کر کے اسے آف کر دیا۔ یہ سوچنے لگا کہ وہ رخشی کو وہاں سے لے جانے کے لئے کیا کر سکتا ہے اور ابھی کیا کر رہا ہوگا؟ یہ بات سمجھنے کی تھی کہ وہ میرے نانا علیم شیرازی سے سخت نفرت کرتا ہوگا، کیونکہ انہوں نے اسے جائز بیٹا تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس کی ماں کو بدکار کہہ کر طلاق دی تھی۔

عقل سمجھا رہی تھی کہ میں نے اس کی ماں کو رہا نہ کیا تو یقیناً وہ میرے نانا پر کوئی مصیبت لے آئے گا۔ ہمارے لئے کوئی نیا تکلیف دہ مسئلہ پیدا کر دے گا۔ میں ابھی نانا جان کو اس کی طرف سے محتاط رہنے کی ہدایت کر سکتا تھا۔

میں نے رخشی کو دیکھا۔ پھر وہاں سے واش روم میں آ کر نانا جان سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ ”ہاں بیٹے! ابھی میں تم بات کرنے والا تھا۔ میں جس کام سے موریشز آیا تھا۔ وہ ہو چکا ہے۔ اب واپس پاکستان جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے۔ میں وہاں پہنچ

ہی تمہاری بہن کو موجودہ رہائش گاہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“

”آپ وہاں دس بارہ گھنٹوں سے پہلے نہیں پہنچیں گے اور میں دشمنوں سے یہ بازی ابھی جیتنا چاہتا ہوں۔ یینم کو ابھی ان کی لاعلمی میں وہاں سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔“

”اچھا تو اس کا نام یینم ہے؟ آخر وہ کون ہے؟ یہ معاملہ کیا ہے؟“

”وہ لہو کے رشتے سے میری بہن ہے۔ آپ نہیں جانتے، میرے پاپا نے ایک اور شادی کی تھی۔ میری اس ماں نے یینم کو جنم دیا تھا۔“

انہوں نے ناگواری سے پوچھا۔ ”یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس کا مطلب ہے، میرے داماد نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ میری بیٹی دماغی مریضہ بن گئی اور وہ دوسری شادی کر کے عیش و عشرت میں زندگی گزارتا رہا؟“

”ایسی بات نہیں ہے نانا جان! پاپا نے بڑی مجبوری کی حالت میں وہ شادی کی تھی۔“

”تعجب ہے، جو باپ آج تک تم سے دور رہا، تمہارا دشمن بنا ہوا ہے۔ تم اس کی حمایت میں بول رہے ہو؟“

”ہم پاپا کو اب تک غلط سمجھ رہے تھے۔ وہ ہماری خاطر پچھلے بیس برسوں سے دشمنوں کے مظالم سہتے رہے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ اللہ نے چاہا تو آج کے بعد پاپا ان کے مقابلے میں تنہا نہیں رہیں گے۔ ہم سب ان کا ساتھ دیں گے۔“

انہوں نے پوچھا۔ ”یینم کا کیا مسئلہ ہے؟“

”رخشی اور اس کے عاشق بگ باس نے یینم کو پاپا سے چھین لیا ہے۔ وہ بیٹی کی خاطر کمزور بن کر ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہتے آئے ہیں۔ آپ جلد سے جلد یینم کو وہاں سے نکالیں گے تو پاپا کی کمزوری دشمنوں کے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔“

”ہوں... تو یہ معاملات ہیں۔ وہ لڑکی رخشی اور بگ باس کی قید میں ہے؟“

میں نے کہا۔ ”اور رخشی اس وقت میری قید میں ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے ہاتھوں سے نکل جائے۔ آپ یینم کو وہاں سے نکال لیں۔“

”تم رخشی کو کہاں سے پکڑ لائے ہو؟ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے؟ مجھے فوراً بتاؤ۔ ورنہ بگ باس اور اس کے حواری تمہارے لئے عذاب بن جائیں گے۔“

”آپ میری نہیں، یینم کی فکر کریں۔ میں ابھی کن حالات سے گزر رہا ہوں، یہ آپ کو بعد میں بتا سکتا ہوں۔ خدا کے لئے میری بہن کے معاملے میں ایک ذرا سی دیر نہ کریں۔“

"اچھا۔فون بند کرو۔میں اسے وہاں سے نکالنے کے لئے کچھ کرتا ہوں۔"

میں نے فون بند کر دیا۔اگرچہ سلطان ظفر جرائم کی دنیا میں سمندر پار دور تک پاؤں پھیلا رہا تھا۔تاہم میرے نانا بھی انڈر ورلڈ والوں سے گہرے تعلقات رکھتے تھے۔پاکستانی سیاست میں بھی بڑی دور تک ان کا عمل دخل تھا۔وہ کم از کم پاکستان کی حدود میں اچھے خاصے اختیارات اور ذرائع کے مالک تھے۔مجھے امید تھی کہ وہ ایک آدھ گھنٹے میں بینم کو کسی محفوظ پناہ تک پہنچا دیں گے۔

اِدھر میں اور پاپا... اُدھر رخشی اور گے گورڈن بڑی بے تابی سے منتظر تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ایسے ہی وقت حالات نے ایک نئی کروٹ بدلی۔گے گورڈن جو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا' وہ اس کے آگے آ رہا تھا۔کبھی کبھی بدترین حالات کے جوتے ایسے پڑتے ہیں کہ کھوپڑی گھوم کر رہ جاتی ہے۔

ہم جس کیبن میں تھے۔وہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔فون کی کالنگ ٹون نے اسے متوجہ کیا۔اس نے نمبر پڑھے۔اس کے خفیہ اڈے اور رہائش گاہ کا سکیورٹی افسر کال کر رہا تھا۔

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔"ہیلو کیا بات ہے؟"

سکیورٹی افسر نے کہا۔"سر!بہت بری خبر سنا رہا ہوں۔آپ کی رہائش گاہ میں ڈکیتی ہوئی ہے۔بنگلے کا منتظم اعلیٰ جان ریڈی بری طرح زخمی ہوا ہے۔اس کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ہم اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔آپ کا آئرن سیف کھلا ہوا ہے اور بالکل خالی پڑا ہے۔"

بگ باس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔تقریباً چیخ کر بولا۔"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تم اپنے گارڈز کے ساتھ وہاں ڈیوٹی پر نہیں تھے؟"

"آپ جانتے ہیں' ہم ڈیوٹی بدل بدل کر دن رات یہاں موجود رہتے ہیں۔"

"پھر تمہاری موجودگی میں وہاں کون آیا تھا؟"

"وکی آیا تھا۔"

بگ باس نے چونک کر کیبن کی طرف دیکھا۔تھوڑی دیر پہلے تک میں ہی اس کے لئے وکی تھا۔پھر میں نے خود کو وجی کی حیثیت سے ظاہر کیا تھا۔تب سے وہ سمجھ رہا تھا کہ وکی واقعی مر چکا ہے۔مگر اب پھر اس کی زندگی کے آثار مل رہے تھے۔سکیورٹی افسر اور دوسرے تمام گارڈز گواہی دے سکتے تھے کہ ایک مردہ زندہ ہو کر بہت لمبا ہاتھ مارنے' ڈکیتی کرنے اور بگ

باس کے پیروں تلے سے زمین سرکانے آیا تھا۔

اس نے سکیورٹی افسر سے پوچھا۔"کیا تم سب نے پورے ہوش و حواس میں رہ کر وکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟"

"سر!ہم پورے ہوش و حواس میں تھے۔حاضر دماغ تھے۔وکی یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔ہم اسے کبھی نہیں روکتے۔البتہ آپ کا یہ منتظم اعلیٰ جان ریڈی اسے رہائش گاہ کے اندر آنے سے روکتا ہے۔آج اس نے بھی نہیں روکا تو ہم نے سمجھا' آپ نے فون کے ذریعے اسے حکم دیا ہے۔اسی لئے وکی کو اندر جانے کی اجازت دی گئی ہے۔"

بگ باس کا سر چکرانے لگا۔اس آئرن سیف میں اس کے ایسے اہم راز تھے، جن کے طشت ازبام ہوتے ہی وہ بالکل تباہ ہو جاتا۔انڈر ورلڈ والے اس کے خون کے پیاسے ہو جاتے اور کتنے ہی ملکوں کے انٹیلی جنس والے اسے دیکھتے ہی گولی مار دیتے۔

فون پر اتنا کچھ سننے کے بعد یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک مردہ زندہ ہو گیا ہے اور زندہ ہو کر اس کی موت کا سامان کر چکا ہے۔وہ سوچ رہا تھا اور اس کی آدھی جان نکلی جا رہی تھی۔وہ وہاں سے فوراً ہی اپنی رہائش گاہ میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا کہ واقعی ایسی جان لیوا واردات ہو چکی ہے یا نہیں؟

لانچ میں اس کی بوڑھی محبوبہ قیدی بنی ہوئی تھی۔وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر ادھر جاتا تو سلطان ظفر اس سے بدظن ہو جاتا۔یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ اچانک ہی کمزور اور کھوکھلا ہو گیا تھا۔سلطان ظفر کی ناراضی اور عداوت مول لینے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

فون پر سکیورٹی افسر کی آواز سنائی دی۔"سر!جان ریڈی کو ہوش آ گیا ہے۔بہت کمزور ہے۔پھر بھی آپ سے کچھ بول سکتا ہے۔میں فون اس کے کان سے لگا رہا ہوں۔"

پھر سکیورٹی افسر نے فون کو اس کے کان سے لگا کر کہا۔"بگ باس تمہاری آواز سن رہے ہیں۔بولو... یہاں کون آیا تھا؟"

جان ریڈی کی کمزور اور لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔"اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک افسر وجاہت علی آیا تھا۔"

وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔"میں اسے وکی سمجھتا رہا۔اس نے جاتے وقت اپنا نام بتایا تھا کہ وہ وکی نہیں' وجاہت علی عرف وجی ہے۔"

بگ باس اس کی باتیں سن رہا تھا اور کیبن کی طرف دیکھ رہا تھا۔سمجھنا چاہتا تھا کہ وہاں

واردات کرنے وجی گیا تھا تو یہاں کیبن میں وکی ہے یا وجی ہی ہے؟

وہ ناگواری سے اور غصے سے سوچنے لگا۔ ''یقیناً مکار وکی نے وجی کے نام سے مجھے لوٹ لیا ہے۔ بالکل ہی بے دست و پا کر دیا ہے۔ وہ شیطان مرا نہیں زندہ ہے۔''

پھر اس نے جان ریڈی سے پوچھا۔ ''تم نے میری اجازت کے بغیر وکی یا وجی کو اندر کیوں آنے دیا؟''

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''آپ کا حکم ہے کہ جب آپ لانچ میں مصروف ہوں تو فون کے ذریعے بھی آپ کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وکی نے یہاں آ کر کہا تھا کہ آپ ایک فائل سیف میں بھول گئے ہیں اور اسے وہ فائل لانے کے لئے بھیجا ہے۔ پھر تو مجھے یقین کرنا ہی پڑا۔''

جان ریڈی بولتے بولتے نڈھال سا ہو گیا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

سکیورٹی افسر نے کہا۔ ''سر! پھر اس کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ یہ ابھی بول نہیں پائے گا۔''

باس نے پوچھا۔ ''کیا واقعی میرا سیف بالکل خالی ہو گیا ہے؟ کوئی ایک آدھ فائل وہاں نظر آ رہی ہے؟''

''نو سر! جسے ہم وکی کہہ رہے تھے' وہ واپسی میں ایک بھرا ہوا بیگ لے گیا تھا۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ وہ حکم کا بندہ ہے۔ آپ کی اجازت سے وہ بیگ لے جا رہا ہے۔''

اتنے سوالوں اور جوابوں کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ وہ بری طرح لٹ چکا ہے۔ اب اسے جلد از جلد اس لانچ سے نکل کر کہیں روپوش رہنا ہو گا۔ یہ سوچنا ہو گا کہ اس کی کمزوریاں اور اس کے اہم راز چرانے کے بعد وکی یا وجی اس کے خلاف کیا کرنے والا ہے؟

وہ پاؤں پٹختا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا۔ لانچ چھوڑ کر بھاگنا لازمی ہو گیا تھا۔ مگر رخشی کو چھوڑ کر کہیں جا کر چھپ جاتا تو اس کا اپنا ہی بیٹا سلطان ظفر زمین کھود کر اسے باہر نکال لاتا۔

اس نے فون پر بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ ''یس ڈیڈ! مام کو تسلی دیں۔ یہاں اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ جلد ہی ان باپ بیٹے سے نجات مل جائے گی۔''

اس نے کہا۔ ''بیٹے! میں ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ وکی مرا نہیں زندہ ہے۔''

''اسے جہنم میں جانے دو۔ اگر وہ زندہ ہے تو تم کیوں مصیبت میں پھنسو گے؟''

''بیٹے! اس نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ میرے بنگلے میں پہنچ کر تمام گارڈز کو بیوقوف بنا کر میرا سیف خالی کر چکا ہے۔ وہاں سے ایسے اہم راز چرا کر لے گیا ہے' جن کے ذریعے وہ مجھے ساری زندگی بلیک میل کرتا رہے گا۔ یا پھر مجھے ختم کر دینے کے لئے وہ تمام راز میرے دشمنوں تک یا قانون کے محافظوں تک پہنچا دے گا۔''

وہ بیزار ہو کر بولا۔ ''ابھی ایک مسئلہ حل نہیں ہوا تھا کہ یہ دوسرا پہاڑ کھڑا ہو گیا۔ قربان واسطی اور اس کے دونوں بیٹے ایک دوسرے سے الگ الگ تھے۔ کبھی انہیں آپس میں ملتے نہیں دیکھا۔ تعجب ہے' اچانک متحد کیسے ہو گئے؟''

''یہی بات میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے' تینوں نے پہلے سے پلاننگ کی تھی کہ وجی اور قربان واسطی یہاں لانچ میں مجھے الجھا کر رکھیں گے۔ ادھر وکی میرے تمام اہم راز چرا کر لے جائے گا۔''

سلطان نے کہا۔ ''اور ادھر میری مام کو قیدی بنا کر پریشان کیا جائے گا۔ واقعی سوچا جائے تو یہ تینوں باپ بیٹوں کی زبردست منصوبہ بندی لگتی ہے۔''

باس نے کہا۔ ''وکی کے خلاف کچھ کرو۔ اسے کہیں سے ڈھونڈ کر مار ڈالو۔ مگر اسے مار ڈالنے سے بات نہیں بنے گی۔ اس کے بعد پتہ نہیں میری کمزوریاں کن ہاتھوں میں پہنچ جائیں گی؟''

''وہ کم بخت ہاتھ آئے گا تو تمام راز اس سے چھینے جا سکیں گے۔ فی الحال میں اپنے ذرائع سے اسے تلاش کروں گا۔''

''جب تک وہ پکڑا نہیں جائے گا' میری جان سُولی پر لٹکی رہے گی۔ وکی کسی وقت بھی دشمنوں کو اور قانون کے محافظوں کو میرے پیچھے لگا سکتا ہے۔''

''ہم ایسے کمزور نہیں ہیں کہ پیچھے لگنے والوں سے نمٹ نہ سکیں۔ فکر نہ کرو۔ ابھی کسی طرح مام کے ساتھ یہاں سے نکلو۔ پھر وکی سے نمٹنے کی تدبیر کی جائے گی۔''

میں صبح بگ باس کے ساتھ لانچ میں آیا تھا۔ اب سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی ہم اپنی مرضی سے واپس نہیں جا سکتے تھے۔ میں اور پاپا مجبور تھے۔ باس کو گن پوائنٹ پر رکھے بغیر وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اور وہ بھی مجبور تھا۔ رخشی کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ میں دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے مقابلے میں تگڑے تھے۔ انہیں سلطان ظفر کا تعاون حاصل ہو رہا تھا۔

اور ہم بھی وہاں مات کھانے کے لئے نہیں بیٹھے تھے۔ انتظار کر رہے تھے' جیسے ہی بیگم

ہماری تحویل میں آتی۔ہم ان کے مقابلے میں زبردست ہوجاتے۔فی الحال کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے؟



میری جینا' وکی کے پاس تھی۔وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ میرے پاس ہے۔میں اس کا محبوب تھا۔ہم نے ایک ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا تھا۔وہ مجھے اور میرے مزاج کو بڑی حد تک سمجھتی تھی۔اب قسمت اسے میرے بھائی کے پاس لے آئی تھی۔وہ وکی کے قریب رہتے ہوئے اس کے مزاج کو سمجھ رہی تھی اور الجھ رہی تھی۔

ہم بھائیوں کی فطرت میں زمین آسمان کا فرق تھا اور یہی فرق جینا کو الجھا رہا تھا۔کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ وہ مجھ سے نہیں' کسی اجنبی سے مل رہی ہے اور یہی احساسات اس کے اندر بے چینی پیدا کردیتے تھے۔

وہ جھرجھری لے کر سوچتی تھی۔''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ میرا وجی بدل گیا ہے؟ کچھ تو ہے...کہیں تو کوئی گڑبڑ ہے جو میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔''

اُدھر وکی نے بہت بڑی واردات کی تھی۔بگ باس کے پرسنل سیف سے بہت اہم راز چرائے تھے۔ایسی واردات کے بعد وہ لندن میں رہ کر باس کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔لہٰذا وہاں سے واپس پیرس آگیا۔

جینا نے پوچھا۔''یہ تم اچانک ہی بغیر بتائے کہاں چلے گئے تھے؟''

وہ ذرا لاپروائی سے بولا۔''اپنے ایک کام سے گیا تھا۔''

وہ اس کا لہجہ سن کر ٹھٹک گئی۔پیچھے ہٹتے ہوئے تعجب سے بولی۔''تم نے شراب پی ہے؟''

اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔وہ اپنی جن کمزوریوں کے ذریعے باس کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنا رہتا تھا۔ان کمزوریوں کو بھی بڑی چالبازی سے اڑا کر لے آیا تھا۔ایسا لگ رہا تھا' جیسے اسے نئی طاقت اور توانائی مل رہی ہے۔وہ بہت خوش تھا۔اپنی کامیابی کا جشن منا کر لوٹا تھا اور ایسے وقت یہ خیال نہیں رہا تھا کہ میں شراب نہیں پیتا۔لہٰذا اسے اس حالت میں جینا کے پاس نہیں آنا چاہئے تھا۔

کسی بھی غلطی کو بات بنا کر ٹالا جاتا ہے۔اس سے بھی غلطی ہوئی تھی۔وہ بات بناتے ہوئے بولا۔''کبھی کبھی دوسروں کا ساتھ دینے کے لئے تھوڑی بہت پینی پڑجاتی ہے۔تم پریشان نہ ہو۔''

وہ بولی۔''بات تو پریشانی کی ہے۔تم جس لعنت کو ہاتھ بھی لگاتے۔آج اسے منہ لگا کر آئے ہو۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔''پلیز۔اس چھوٹی سی بات کو مسئلہ نہ بناؤ۔''

''صرف یہ ایک بات نہیں ہے۔ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں مجھے پریشان کرنے لگی ہیں۔''

اس نے سر اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔وہ اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔''تم بہت بدل گئے ہو۔میلسن کے اور تمہارے ساتھ جو حادثہ پیش آیا اس کے بعد تو ایسا لگتا ہے' جیسے میں وجی سے ملی ہی نہیں ہوں۔''

اس نے ایکدم سے چونک کر اسے دیکھا۔''کیا مطلب؟تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

''اگر تم میرے وجی ہو تو تمہارا رویہ اتنا بدلا ہوا کیوں ہے؟تم ہمیشہ میرا خیال رکھتے تھے۔مجھے کسی مرحلے پر تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔اب جبکہ میں بالکل ہی تنہا اور بے یار و مددگار ہوگئی ہوں۔صرف تمہارے آسرے پر ہوں تو یہ محسوس کررہی ہوں' جیسے تمہارے دل میں میرے لئے کوئی اپنائیت نہیں رہی ہے۔''

''اپنائیت نہ ہوتی تو تم اس وقت میرے ساتھ نہ ہوتیں۔''

''ہم ساتھ کہاں ہیں؟ایک چھت کے نیچے ایک ہی چار دیواری میں رہنے کے باوجود ایسا لگتا ہے' ہم ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔''

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔''یہ دوری' یہ فاصلے اور یہ حد بندی تمہاری پیدا کردہ ہے۔میں تو تمہارے موڈ اور مزاج کے مطابق رہتا ہوں۔''

''میں قربت کی نہیں' محبت کی بات کررہی ہوں۔تمہاری باتوں سے وہ پہلے جیسی اپنائیت کی خوشبو نہیں آتی۔''

وہ ایک ذرا بیزار ہوکر گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔''پتہ نہیں تم مجھ سے کیسی محبت کروانا چاہتی ہو؟ ویسے تمہاری منطق میری سمجھ میں نہیں آتی۔قریب آنا چاہتا ہوں تو دور بھگاتی ہو اور دور جاتا ہوں تو شکائیت کرنے لگتی ہو۔''

''شکائیت تو یہ بھی ہے کہ تم مجھ سے نکاح کیوں نہیں کرتے؟ایک ہونے کے لئے جائز راستہ اختیار کرنے سے کیوں کتراتے ہو؟''

''تمہیں کیا معلوم میں کیسے کیسے جھمیلوں میں الجھا ہوا ہوں؟ کیسے اہم معاملات نمٹاتا پھر رہا ہوں؟''

"کیا میرا معاملہ اہم نہیں ہے؟"

وہ بولا۔"اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں سامنے بیٹھ کر تمہارے قصیدے پڑھتا رہوں' محبت کا دم بھرتا رہوں تو یہ بات ذہن میں بٹھا لو اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے ہیں۔"

وہ ایک ذرا صدمے سے بولی۔"میرے لئے تو تم بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔"

وہ کامیابی کے نشے میں چُور واپس آیا تھا۔اس نے بگ باس کے سیف سے صرف اپنی کمزوریاں ہی نہیں' اس کے بھی کئی اہم راز بھی چرائے تھے۔آئندہ وہ ان کے ذریعے بہت کچھ کرنے والا تھا۔ان اہم رازوں کی صورت میں بگ باس کی کئی دکھتی رگیں اس کی مٹھی میں آ گئی تھیں۔

ایسے وقت وہ خود کو بہت ہی پرسکون اور آزاد محسوس کر رہا تھا۔آزادی کے ان لمحات کو خوب انجوائے کرنا چاہتا تھا۔لیکن جینا کی باتیں اور اس کے شکوک اور شبہات اس کے دماغ کو بوجھل کر رہے تھے۔

وہ اس سے کترانے کے انداز میں بولا۔"اس مسئلے پر پھر کسی وقت بات ہوگی۔ابھی میں ذرا سونے جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔جینا نے اسے نہیں روکا۔بڑی خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔پھر سوچ میں پڑ گئی۔اس کی ایسی لاپروائی اور بے نیازی مزید الجھا رہی تھی۔اس نے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے پوچھا۔"کیا یہ وجی ہے؟ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے' میں اس کے کسی ہم شکل سے باتیں کر رہی ہوں۔اس کی صورت شکل وہی ہے مگر دل بدل گیا ہے....."

وہ سوچتے سوچتے ذرا چونک گئی۔پہلو بدل کر اس کے کمرے کی طرف دیکھنے لگی۔اس نے لندن کی ایک مارکیٹ میں مجھے دیکھا تھا۔تب وکی نے وجی بن کر رہنے کے لئے اس سے جھوٹ بولا تھا اور مجھے مجرمانہ زندگی گزارنے والا وکی ظاہر کیا تھا۔اس وقت وہ میرے حلیے کو دیکھ رہی تھی۔میں سر سے پاؤں تک اس کا وجی دکھائی دے رہا تھا۔

وکی نے اس سے کہا تھا کہ میں دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کا یعنی وجاہت علی کا حلیہ اپنائے رہتا ہوں۔میں اس مارکیٹ میں ماسٹر فو کے ساتھ تھا۔وہ اسے نہیں جانتی تھی۔اگر امیر حمزہ کے ساتھ ہوتا تو یقیناً وہ وکی کی باتوں میں نہ آتی۔

جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے۔ایک دن پکڑا ہی جاتا ہے۔وہ جیسے اس کے جھوٹ کو پکڑ رہی تھی۔اس کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ایک لمحے کو یاد کرتے ہوئے بڑی دور تک سوچ

رہی تھی۔لیکن پھر بھائی کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے بارے میں سوچ کر الجھ گئی۔

وہ میں ہی تھا' جو میلسن کو رہا کروا کے اس کے پاس پہنچانے والا تھا اور میں نے اس روز فون پر اس سے باتیں بھی کی تھیں۔

وہ ایک ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے سوچنے لگی۔"جب وجی نے اسے رہائی دلوائی۔وہی اس کے ساتھ حادثے سے دوچار ہوا اور وہی مجھے جائے حادثہ پر ملا تو پھر یہ کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟"

اس نے سر گھما کر وکی کے کمرے کی طرف دیکھا۔"اگر یہ وجی ہی ہے تو پھر میرا دل اسے قبول کیوں نہیں کر رہا ہے؟ کیوں ایسا لگتا ہے' جیسے میں کسی اجنبی کے ساتھ رہتی ہوں؟ یا اللہ! تو حقیقت جاننے والا ہے۔تو ہی میری الجھنوں کو دور کر سکتا ہے۔مجھ پر رحم فرما....."

ایسے ہی وقت موبائل فون کی کالنگ ٹون سنائی دی۔اس نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔وکی اپنا فون صوفے پر بھول گیا تھا۔اس نے قریب آ کر اسے اٹھایا۔

اُدھر وکی بھی اپنے فون کی آواز سن کر کمرے سے باہر آ گیا۔پھر اس سے پہلے کہ وہ کال ریسیو کرتی۔اس نے فوراً ہی آ کر فون اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔ننھی سی اسکرین پر بٹر فلائی کے ایک خاص ماتحت کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔اس نے ایک بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔"ہیلو.....!"

دوسری طرف سے اس ماتحت نے پوچھا۔"تم اس وقت کہاں ہو؟"

وہ بولا۔"اسی دنیا میں کہیں ہوں۔مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں جانتا ہوں' تم دوستوں اور دشمنوں کے لئے پراسرار بن کر رہتے ہو۔اپنا پتہ ٹھکانہ کسی کو نہیں بتاتے۔بیشک۔مجھے بھی نہ بتاؤ۔میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم بھی پیرس میں ہو۔ابھی جہاں بلا رہا ہوں فوراً وہاں چلے آؤ۔"

اس نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔"میں کسی کے حکم کا غلام نہیں ہوں۔"

وہ بولا۔"میں حکم نہیں دے رہا ہوں۔میڈم کا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں۔دراصل.....وہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو کر ہوسپٹل پہنچی ہوئی ہیں۔انہیں خون کی ضرورت ہے۔وہ تمہیں بلا رہی ہیں۔کیا تم بی نیگیٹو ہو؟"

وہ اس کے حادثے کا سن کر پریشان ہو گیا۔فوراً ہی اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"ہاں۔میرا بلڈ گروپ بی نیگیٹو ہے اور اس کا بھی یہی ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی جینا کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔"بی نیگیٹو.....؟"

وہ فون پر مصروف تھا۔وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی۔دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔اسے یاد آرہا تھا کہ جب وہ گولی کھا کر ہوسپٹل پہنچی تھی تو میں نے اپنا خون دے کر اس کی جان بچائی تھی۔ہم دونوں او نیگیٹو تھے۔جبکہ وہ فون پر اپنا بلڈ گروپ بی نیگیٹو بتا رہا تھا۔اب تو شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ ان لمحات میں اس کے سامنے میں نہیں ہوں..... بلکہ میرا ہم شکل بھائی وکی کھڑا ہوا ہے۔

ایسے وقت اس کے دماغ میں اسی کی باتیں گونج رہی تھیں کہ وکی ایک مجرمانہ زندگی گزارنے والا نوجوان ہے۔انڈر ورلڈ مافیا سے تعلق رکھتا ہے۔بڑی حد تک خطرناک بھی ہے۔وکی نے خاص طور پر جینا کو تاکید کی تھی کہ جب کبھی سامنا ہو تو وہ اس سے کترا کر گزر جائے۔

وہ کترا کر کیا گزرتی؟جس سے دور رہنا تھا' اسی کے ساتھ دن رات گزار رہی تھی۔حقیقت واضح ہوتے ہی اس کے دماغ نے پوچھا۔"یہ یہاں ہے تو وجی کہاں ہے؟یقیناً وہ مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہوگا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔وہ تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔"ایک ایمرجنسی آن پڑی ہے۔مجھے ابھی جانا ہوگا۔"

وہ بولتا ہوا اندر گیا تھا۔چند لمحوں بعد باہر آیا تو جینا جوں کی توں اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔وہ اس کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔"تم کیوں اسٹیچو بنی کھڑی ہو؟"

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔"سوری...ناراض نہ ہونا۔جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"

پھر وہ اس کا جواب سنے بغیر دروازہ کھولتا ہوا باہر چلا گیا۔نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ادھر جینا کا دماغ تیزی سے سوچنے لگا۔اب وہ اس چھت کے نیچے وکی کے ساتھ ایک لمحہ بھی گزارنا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے سوچا۔"یہ اچھا موقع ہے۔وکی یہاں نہیں ہے۔مجھے اس کی واپسی سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے میں آئی پھر ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان بھرنے لگی۔اس نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔چند لمحوں بعد ہی نقاب پہن کر اس خفیہ پناہ گاہ سے نکل آئی۔وہ پیرس میں رہ کر وکی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی تھی۔اس نے سوچا تھا' کسی بھی پہلی فلائیٹ کے ذریعے اپنی ملازمہ لوری کے پاس لندن چلی جائے گی۔مگر جب ٹریول ایجنسی

سے بات ہوئی تو معلوم ہوا' دوسری صبح سے پہلے کسی بھی فلائیٹ میں جگہ نہیں ہے۔لہٰذا اسے وہ ایک دن اور ایک رات وہیں پیرس میں گزارنی تھی۔

وہ زندگی میں پہلی بار تنہا ایسے حالات کا مقابلہ کر رہی تھی۔بری طرح سہمی ہوئی تھی۔اس نے ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا۔اس بند کمرے میں رہ کر بھی یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں وکی اس کی بو سونگھتا ہوا وہاں تک نہ پہنچ جائے۔

دراصل وہ اس حادثے کے بعد اپنے دوستوں اور دشمنوں سے چھپ کر زندگی گزار رہا تھا اور وہ اس کی رازدار تھی۔یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وکی اسے اتنی آسانی سے فرار نہیں ہونے دے گا۔اپنے راز کو راز رکھنے کے لئے اسے پاتال سے بھی نکال لانے کی کوششیں کرے گا۔

وہ ہوٹل کے اس بند کمرے میں بیڈ پر ایک طرف سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے کچھ سوچ کر ریسیور اٹھایا۔پھر نمبر پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگی۔دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔چند لمحوں بعد کال ریسیو کی گئی تو جینا نے تڑپ کر کہا۔"ہیلو وجی...!"

"وجی نہیں۔امیر حمزہ بول رہا ہوں۔آپ کون ہیں؟"

وہ امیر حمزہ کو اچھی طرح جانتی تھی۔اس نے فوراً ہی کہا۔"میں۔میں جینا بول رہی ہوں۔"

ادھر وہ ایکدم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ماسٹر فو کو دیکھتے ہوئے بولا۔"او جینا.....!یعنی رابعہ...؟تم کہاں ہو؟کس حال میں ہو؟ہم سب تمہارے لئے پریشان ہیں۔نہ جانے تمہیں کہاں کہاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں؟"

اس نے امیر حمزہ کے سوالوں کے جواب دینے کے بجائے پوچھا۔"یہ وجی کا موبائل فون تمہارے پاس کیوں ہے؟وہ خود کہاں ہے؟"

"وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں کہیں گئے ہوئے ہیں۔تم ہمیں بتاؤ' اس وقت کہاں ہو؟ہم تمہیں لینے آئیں گے۔"

وہ بولی۔"میں پیرس میں ہوں۔صبح لندن پہنچوں گی۔"

اس نے ذرا تعجب سے کہا۔"پیرس میں ہو؟آخر تمہارے ساتھ ہوا کیا تھا؟تم اس روز جائے حادثہ سے اچانک ہی کہاں غائب ہو گئی تھیں؟"

"میں نے بہت زبردست دھوکہ کھایا ہے۔مجھے تو یہی معلوم تھا کہ وجی میلسن کے ساتھ حادثے سے دوچار ہوا ہے اور اپنی جان گنوا بیٹھا ہے۔لیکن جب میں نے اسے وہاں زندہ

سلامت دیکھا تو اس کے ساتھ چلی گئی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ وجی کے دھوکے میں اس کے ہم شکل بھائی وکی کے ساتھ جارہی ہوں۔"

امیر حمزہ کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے بات ہی ایسی کی تھی۔ دراصل اس وقت تک ہم سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وکی مر چکا ہے۔ اس نے جو واردات کی تھی' اس کا علم صرف بگ باس کو اور سلطان ظفر کو ہوا تھا۔ ہم باپ بیٹے کیبن میں اس بات سے بے خبر تھے۔

امیر حمزہ نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ وکی زندہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"میں اب تک اسی کے ساتھ تھی۔ وہ بھیس بدل کر سب سے چھپ کر یہاں پیرس پہنچا ہوا ہے۔ ایک خفیہ پناہ گاہ میں رہتا ہے۔ آج جب مجھے اس کی اصلیت معلوم ہوئی تو میں اس خفیہ پناہ گاہ سے نکل آئی۔"

"پھر تو وہ تمہارا پیچھا کررہا ہوگا؟"

"یقیناً کرے گا۔ مگر فی الحال وہ اپنے کسی معاملے میں الجھا ہوا ہے۔ تم مجھے وجی کے بارے میں بتاؤ' وہ کہاں ہے؟ اس سے کیسے بات ہوسکتی ہے؟"

"تم نے بہت ہی تشویشناک خبر سنائی ہے۔ وکی کے زندہ سلامت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وجی بابا شدید خطرے میں ہیں۔"

اس نے ماسٹر فو کی طرف دیکھتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ ادھر سے جینا نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "وجی خطرے میں کیوں ہے؟ پلیز۔ مجھے بتاؤ' وہ کہاں ہے؟"

وہ بولا۔ "دراصل وجی بابا وکی بن کر دشمنوں کے درمیان پہنچے ہوئے ہیں۔ ہم سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وکی مر چکا ہے۔ اس لئے مطمئن تھے۔ مگر اب....."

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "میں ابھی فون بند کررہا ہوں۔ لندن پہنچنے تک ہم سے رابطہ رکھنا۔ وکی کی طرف سے ایک ذرا بھی خطرہ محسوس ہو تو فوراً ہمیں اطلاع دینا۔"

ان کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ امیر حمزہ نے فون کو ایک طرف رکھتے ہوئے ماسٹر فو کو دیکھا۔ وہ اس کی باتیں سنتا رہا تھا۔ تمام حالات کو بھانپ گیا تھا۔ ایک ذرا حیرانی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ "کمال ہے... وکی زندہ ہے اور ہم سب اسے مردہ سمجھ رہے تھے؟"

امیر حمزہ نے کہا۔ "اس بات سے اس کی شاطر دماغی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے صرف ہمیں نہیں اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو اور حتیٰ کہ اپنے باس کو بھی بڑی کامیابی سے دھوکہ دیا ہے۔ اگر باس کو اس کے زندہ ہونے کا علم ہوتا تو وہ کبھی وجی سے فریب نہ کھاتا۔ یہ ہے' اسی لئے وجی بابا وہاں خیروعافیت سے ہیں۔"

"یقیناً یہی بات ہے۔ اس نے اپنے باس کو بھی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا ہے۔"

امیر حمزہ نے فون اٹھا کر نمبر پنچ کرتے ہوئے کہا۔ "وجی بابا کو اس بات کا علم ہونا چاہئے۔ پتہ نہیں' وہ اس لانچ میں کیسے حالات سے گزر رہے ہیں؟"

میرا موبائل فون آف تھا۔ لہٰذا رابطہ نہ ہوسکا۔ اس نے مایوس ہوکر کہا۔ "ان کا فون تو آف جارہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد کوشش کروں گا۔"

وہ دونوں وکی کے بارے میں سوچ رہے اور کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ امیر حمزہ نے کہا۔ "یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہم سے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔ لیکن یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس نے بگ باس کو اپنا رازدار کیوں نہیں بنایا؟"

"صرف یہی نہیں' یہ بات بھی الجھا رہی ہے کہ اگر وکی چھپ کر اپنے تمام دوستوں اور دشمنوں پر نظر رکھ رہا ہے تو یقیناً یہ بھی جانتا ہوگا کہ وجی بابا وکی بن کر بگ باس کے پاس پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے اب تک ان کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھایا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ یہ سوچنے والی بات ہے۔ وہ بگ باس کو ایک فون کال بھی کردیتا تو وجی بابا بری طرح پھنس کر رہ جاتے۔"

"اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وکی یہاں کے معاملات سے بے خبر ہے۔ وجی بابا کو کمزور بنانے کے لئے اس نے جینا کو ٹریپ کیا ہوا تھا۔ مگر اب وہ کمزوری بھی اس کے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے اور اس دوران مجھ سے رابطہ کرنے کی بھی کوششیں کررہے تھے۔

اُدھر جینا ہوٹل کے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ "دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وکی واپس آگیا ہوگا اور مجھے وہاں نہ پاکر جھنجھلا رہا ہوگا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر زیر لب بولی۔ "میں خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میں تو اسے وجی ہی سمجھ رہی تھی اور بضد تھی کہ وہ مجھ سے نکاح کرلے۔ اگر وہ میری ضد مان لیتا تو........."

اس نے جھرجھری سی لی۔ پھر ایک ذرا سنجیدگی سے وکی کے بارے میں سوچنے لگی۔ بیشک۔ اس نے جینا سے جھوٹ بولا تھا۔ اسے دھوکہ دیا تھا۔ مگر یہ ماننے والی بات تھی کہ اس نے جینا کی غلط فہمی کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ کوئی ایسی نازیبا حرکت نہیں کی تھی' جس کی وجہ سے وہ مجھ سے نظریں نہ ملا پاتی۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو وکی نے

میری امانت میں کوئی خیانت نہیں کی تھی۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔اس نے ایکدم سے چونک کر ادھر دیکھا۔پل بھر کو ایسا لگا جیسے وکی اس کے سر پر پہنچ گیا ہے۔اس نے بیڈ سے اترتے ہوئے پوچھا۔"کون ہے...؟"

باہر سے نسوانی آواز سنائی دی۔"روم سروس میڈم...!"

جینا نے دروازے کے قریب آ کر فش آئی سے آنکھ لگا کر دیکھا۔باہر ایک ویٹرس کھڑی ہوئی تھی۔اس نے مطمئن ہو کر دروازہ کھول دیا۔مگر دوسرے ہی لمحے میں چونک گئی۔کھلے ہوئے دروازے پر وکی دکھائی دے رہا تھا۔ویٹرس ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

جینا نے ایکدم سے گھبرا کر دروازہ بند کرنا چاہا مگر وکی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اپنا ایک پاؤں دروازے اور چوکھٹ کے درمیان پھنسا دیا۔پھر جیب سے کچھ رقم نکال کر ویٹرس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"تھینک یو....."

وہ رقم لے کر مسکراتی ہوئی وہاں سے پلٹ کر چلی گئی۔ادھر جینا دروازے کو بند کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔وکی نے ایک زور کا دھکا دیا۔دروازہ پوری طرح کھلتا چلا گیا۔اس کے ساتھ ہی جینا بھی پیچھے کی طرف چلی گئی۔وکی نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔

وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔اس سے خوفزدہ بھی تھی۔سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔"تم...تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔"یہ سوال تو مجھے پوچھنا چاہئے کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

جینا کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے کیا کرے؟ وکی نے ذرا توقف سے پوچھا۔"جب میرا ساتھ نہیں دینا تھا تو اتنی دور تک کیوں آئیں اور اب مجھے دھوکہ دے کر کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بولی۔"دھوکہ میں تمہیں نہیں....تم مجھے دیتے آ رہے ہو۔مگر اب تمہارا فریب کھل چکا ہے۔تم میرے وجی نہیں ہو مسٹر وکی....!"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔"کمال ہے۔ایک ذرا سی شراب کیا پی لی، تم مجھے وکی سمجھنے لگیں؟"

وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔"تم وکی ہی ہو۔"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔پھر بولا۔"میں وکی ہوں یا وجی....فی الحال تمہیں لینے آیا ہوں۔اپنا سامان سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔"ہرگز نہیں۔میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"اور میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"تم مجھے میری مرضی کے خلاف نہیں لے جا سکتے۔"

اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔"اس کے آگے کسی کی مرضی نہیں چلتی۔سامان اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔"

اس نے ریوالور کو دیکھا پھر وکی کو دیکھا۔وہ کسی بھی صورت اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی۔یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ جائے گی تو پھر کبھی پلٹ کر میری طرف نہیں آ سکے گی۔

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔پھر آگے بڑھ کر اس کے ریوالور والے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ریوالور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگاتے ہوئے بولی۔"مر جاؤں گی۔یہیں ختم ہو جاؤں گی مگر تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔پھر اس نے پوچھا۔"کیا اپنے وجی کی سلامتی کے لئے بھی نہیں چلو گی؟"

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ بولا۔"اگر میں وجی بن کر یہاں تمہیں دھوکہ دے رہا ہوں تو وہ وہاں وکی بن کر میرے بگ باس کو دھوکہ دے رہا ہے اور وہ باس میرا خیر خواہ ہے۔لیکن وجی کا جانی دشمن ہے۔اگر میں ایک فون کال کر کے اسے ساری حقیقت بتاؤں گا تو سوچ لو...وہاں تمہارے وجی کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے؟"

جینا نے شدید پریشانی سے اسے دیکھا۔اس نے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"ابھی وجی کے ماتحت کو کال کرو۔اس سے صرف اتنا پوچھ لو کہ وجی میرا بھیس بدل کر بگ باس کے پاس پہنچا ہوا ہے یا نہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔وہ فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔"یہ لو...بات کرو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے فون کو دیکھا۔اس کے دماغ میں امیر حمزہ کی باتیں گونج رہی تھیں۔وکی سچ بول رہا تھا۔امیر حمزہ نے بھی یہی بتایا تھا کہ میں وکی بن کر دشمنوں کے درمیان پہنچا ہوا ہوں۔جینا نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔پھر پوچھا۔"کیا تم اپنے بھائی سے دشمنی کرو گے؟"

"تم ہمارے معاملات کو نہیں سمجھ سکتیں۔ہم بھائی بعد میں ہیں۔دشمن پہلے ہیں۔تم نمبر

ملا کر بات کرو۔"

اس نے وکی کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ اگر تم وجی کے دشمن ہو تو تم نے اب تک اپنے باس کو انفارم کیوں نہیں کیا کہ وہ وکی بن کر وہاں پہنچا ہوا ہے؟ ضرور اس کے پیچھے بھی تمہاری کوئی سازش چھپی ہوگی؟"

"تم ان معاملات میں نہ الجھو۔ جتنا کہہ رہا ہوں اُتنا کرو۔"

"میں نہیں الجھوں گی۔ تم سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔ بس مجھے اس بات کی ضمانت دے دو کہ وہاں وجی کو کچھ نہیں ہوگا۔ تم اس کے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"اب اس کی سلامتی تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تم اِدھر مجھے دھوکہ دینا چاہو گی۔ اُدھر وہ پھنسے گا۔ یعنی تم کرو گی اور وہ بھرے گا۔"

"نہیں۔ میں کوئی دھوکا نہیں دوں گی۔ اس کی سلامتی کی خاطر تمہاری قیدی بن کر رہوں گی۔"

وکی نے جھوٹ سچ بول کر آخر کار اسے ٹریپ کر ہی لیا۔ وہ بگ باس سے دور رہ کر اس کی مصروفیات پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ایسی صورت میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے یعنی وجی سے دھوکہ کھا رہا ہے۔ اس طرح چھپ کر رہنے سے اسے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ اس کے سیف سے اپنی بہت سی کمزوریاں اور اس کے کئی اہم راز چرا کر گویا مکمل طور پر اس کے شکنجے سے نکل آیا تھا اور ایسے وقت اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ میں نے یعنی وجی نے وہ واردات کی ہے۔

پتہ نہیں، وہ آئندہ بگ باس کے خلاف کیا کچھ کرنے والا تھا؟ فی الحال تو یہ سمجھنا تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ جینا کو اپنے قبضے میں رکھ کر، اسے میری کمزوری بنا کر میرے خلاف کیا کرنے والا ہے؟



جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، مجھے اور پاپا کو یہ نئی بات معلوم نہیں ہوئی تھی کہ وکی نے باس کے بنگلے میں ڈکیتی کی ہے اور اس کے بارہ بجا دیئے ہیں۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ زندہ ہے۔ اسے مردہ سمجھ کر ہی میں اب تک وکی کا رول ادا کرتا آ رہا تھا۔

اب ہم سب کی حالت ایسی تھی کہ باہر بیٹھا ہوا باس ہم سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ فوراً سمجھو [illegible] اور رخشی کو میرے حوالے کر کے یہاں سے جاؤ۔

ایسا کہنے سے پہلے گے گورڈن اور سلطان ظفر اپنی طاقت، وسیع ذرائع اور اختیارات سے کام نکالنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اسی لئے لانچ میں وقت ضائع کر رہے تھے۔ میں اور پاپا بھی وہاں سے نکلنے کی جلدی نہیں کر رہے تھے۔ ہمیں انتظار تھا کہ پہلے بیگم ہماری کسی پناہ گاہ میں خیریت سے پہنچ جائے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے جانے کے لئے رخشی اور گے گورڈن کو گن پوائنٹ پر رکھنے والے تھے۔

گے گورڈن نے کیبن کے بند دروازے کے پاس آ کر کہا۔ "تم تینوں بہت چالباز ہو۔ اب تک مجھے دھوکہ دیتے آ رہے تھے۔"

رخشی نے حیرانی سے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر غصے سے چیخ کر کہا۔ "گے! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ان دشمنوں کے ساتھ مجھے بھی چالباز اور دھوکے باز کہہ رہے ہو؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "او نو رخشی! میں تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔ تینوں کا مطلب ہے، قربان واسطی اور اس کے دونوں بیٹے مکار ہیں۔"

وہ بولی۔ "یہ دوسرا بیٹا کہاں سے آ گیا؟ وہ تو مر چکا ہے؟"

"یہی تو ان کی مکاری ہے۔ وہ مرا نہیں ہے، زندہ ہے۔ اس نے میرے گھر میں ڈاکا ڈالا ہے۔ میری بہت سی اہم فائلیں اور بہت سے اہم راز چرا کر لے گیا ہے۔"

یہ بات سن کر میں اور پاپا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ دونوں کی نظروں میں ایک ہی سوال تھا۔ "وکی زندہ ہے؟ یہ گے گورڈن کیا کہہ رہا ہے؟"

رخشی ہم باپ بیٹے کو دیکھ رہی تھی اور گے گورڈن سے کہہ رہی تھی۔ "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وکی نے تمہارے سیف سے اہم راز چرائے ہیں؟ تم تو یہاں ہو۔ تم نے وکی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے؟"

"میرے تمام سکیورٹی گارڈز اور تمام ملازم اسے پہچانتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ وکی تھا یا وجی؟ اور جو تمہارے سامنے ہے، وہ وجی ہے یا وکی؟ مگر اس نے وہاں سے جاتے جاتے یہ کہا ہے کہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جونیئر افسر وجاہت علی ہے۔ بہر حال یہاں وہاں ایک ہی شکل صورت والے دیکھے گئے ہیں۔ یہ یقین ہو گیا ہے کہ وکی زندہ ہے۔"

ہم یہ باتیں سن رہے تھے اور دل ہی دل میں خوش ہو کر خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ میرا بھائی زندہ تھا۔ پاپا کا دوسرا بازو صحیح سلامت تھا۔ ان کے چہرے پر رونق آ گئی تھی۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

رخشی نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''سچ بتاؤ تم وجی ہو یا وکی؟''

میں نے کہا۔ ''ایک ہی لہو کے دو نام ہیں۔ تم کسی بھی نام سے پکار سکتی ہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے میڈم روزی کی حیثیت سے گرفتار کرا سکتے ہو؟''

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ وکی نے بگ باس کے بنگلے میں واردات کر کے وہاں اپنا نام نہیں' میرا نام بتایا ہے۔ یقیناً اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا کیا ہوگا۔

رخشی نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو؟ جواب دو۔ اگر تم وجاہت علی ہو۔ اسکاٹ لینڈ سے تمہارا تعلق ہے تو کیا مجھے گرفتار کرا سکتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''اگر میں ایسا کر سکتا تو اب تک وہاں کی پولیس یہاں آ کر تمہیں ہتھکڑی پہنا کر لے جاتی۔''

''یعنی تم وجی نہیں وکی ہو؟''

''فی الحال خود کو بھول رہا ہوں۔ تم پہچان سکو تو مجھے بتا دو کہ میں کون ہوں؟''

''تم وکی ہو۔ پکے بہروپیے ہو۔''

پاپا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ یہ وکی ہے۔ وجی نہیں ہے۔ اس سے کیا فرق پڑے گا؟ کیا تمہارا قبلہ درست ہو جائے گا؟ تم نماز پڑھنا شروع کر دو گی؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''پاپا! یہ ہم سے یونہی بول رہی ہے۔ یہاں سے رہائی پانے کے انتظار میں یونہی وقت گزار رہی ہے۔''

وہ دروازے کی طرف منہ کر کے اونچی آواز میں بولی۔ ''گے! یہاں جو میرے سامنے ہے' وہ وجی نہیں وکی ہے۔''

پاپا نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ''تمہارے یوں قہقہہ لگانے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ یہ وکی ہے۔''

اس بار میں نے قہقہہ لگایا۔ وہ ذرا بجھ سی گئی۔ ہم دونوں کو باری باری دیکھنے لگی۔ گورڈن نے باہر سے کہا۔ ''تم خوامخواہ نہ الجھو۔ صرف وکی ہی جانتا تھا کہ میں اپنے اہم راز اور اہم فائلیں کہاں چھپا کر رکھتا ہوں؟ وہی میرے سیف سے میری جان نکال کر لے گیا ہے۔ وکی یہ نہیں ہے......وہ ہے۔''

ہم باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر ہنسنے لگے۔ ہمارے قہقہے گونجتے ہوئے باہر تک جا رہے تھے۔ گورڈن نے پوچھا۔ ''یہ دونوں بار بار کیوں ہنس رہے ہیں؟''

وہ جل کر بولی۔ ''ہمیں الو بنا کر خوش ہو رہے ہیں۔''

گے گورڈن کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر کالنگ ٹون سن کر اپنے فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ننھی سی اسکرین پر کسی اجنبی کا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو کون....؟''

اسے جواباً فون پر بھی قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ایکدم سے تڑپ کر بولا۔ ''وکی...! یہ تم ہو۔ میں تمہارے ہنسنے بولنے کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔''

وہ بولا۔ ''یہ تمہاری خوش فہمی تھی کہ مجھے مردہ سمجھ رہے ہو۔ کیا اب بھی تمہارا یہی خیال ہے؟''

وہ شکست خوردہ ہو کر بولا۔ ''نہیں۔ میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی۔''

''بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں' جو سیدھی قبر میں پہنچا دیتی ہیں۔''

''نہیں وکی! تم ایسی کوئی غلطی نہیں کرو گے۔ ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ آئندہ میری ذات سے تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا۔''

''میرے فائدے کی بات نہ کرو۔ یہ حساب کرو کہ مجھ سے سمجھوتہ نہ ہوا تو نقصان اٹھانے کی آخری حد کیا ہوگی؟''

''میں ڈوب جاؤں گا۔ ختم ہو جاؤں گا۔ ایسے وقت میرے احسانات کو مت بھولو۔ میں نے بچپن سے تمہاری پرورش کی ہے۔ چاندی کی پلیٹ میں سونے کے نوالے کھلاتا رہا ہوں۔''

اس نے ناگواری سے کہا۔ ''احسان نہ جتاؤ۔ تمہارے جیسا کمینہ تو کوئی نہ ہوگا۔ تم مجھے چاندی کی زنجیریں پہنا کر لہو کے رشتوں سے کاٹتے رہے۔ یہ سمجھاتے رہے کہ اپنی شناخت اور ولدیت کے لئے باپ کا نام ضروری نہیں ہوتا۔ میں ساری عمر ڈنمارک' ناروے اور جرمنی میں رہوں گا تو کوئی باپ کا نام نہیں پوچھے گا۔''

وہ بولا۔ ''اور یہ غلط نہیں ہے۔ تم جانتے ہو۔''

''یہ بھی جانتا ہوں اور دیکھتا آ رہا ہوں کہ تم رخشی کے ناجائز بیٹے کو میرے نانا کا نام' ولدیت اور وراثت کے حقوق دلانے کے لئے برسوں سے دشمنی کرتے چلے آ رہے ہو۔''

پھر وہ حقارت سے بولا۔ ''تم کتنے احمق ہو۔ مجھے احمق سمجھتے رہے۔ میں اپنے والدین کی جائز اولاد ہوں اور مجھے ناجائز بن کر رہنے کا سبق پڑھاتے رہے اور رخشی کے ناجائز بیٹے کو جائز ثابت کرنے کے لئے اب تک ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو۔ اب کیا خیال ہے؟ کیا اسے جائز اور ہمیں ناجائز ثابت کر سکو گے؟''

وہ اچھی طرح مات کھا چکا تھا۔اس نے ہمارے خلاف برسوں سے جو کھیل جاری رکھا تھا' وہ اب ختم ہونے والا تھا۔اسے وکی کی آواز سنائی دی۔وہ کہہ رہا تھا۔''اس وقت میرے سامنے ایک میز پر شراب کی بوتل اور شیشے کا جام ہے۔میں نے پہلا جام تمہارے نام سے پیا ہے۔کیونکہ اس وقت تمہاری ذلالت' کمینگی اور مجرمانہ واردات کے تمام ثبوت میرے سامنے میز پر بکھرے پڑے ہیں۔''

بگ باس نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی ہو۔پھر بڑی عاجزی سے کہا۔''وکی! فارگاڈ سیک... مجھ سے ایسی شرائط منوالو جو قابلِ قبول ہوں۔میں اپنی تمام دولت تمہارے بینک اکاؤنٹ میں منتقل کرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔''

وہ بولا۔''یہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں' جنہیں ضائع نہیں کیا جا سکتا۔میں ایک ویڈیو کیسٹ آن کر رہا ہوں۔تم اس کے ذریعے میرے پاپا قربان علی واسطی کی کچھ اہم باتیں ابھی فون پر سن سکو گے۔''

اس نے کہا۔''پلیز وکی! وقت ضائع نہ کرو۔پہلے سمجھوتہ کرو۔''

اس کی آواز سنائی نہیں دی۔اس وقت وہ بٹر فلائی کی رہائش گاہ میں تھا۔ایک ویڈیو کیسٹ کو وی سی آر سے لگانے کے بعد ٹی وی آن کر کے فون پر کہہ رہا تھا۔''گورڈن! بیس برس پہلے میری ماما پر طویل سکتہ طاری ہو گیا تھا۔وہ بولنے' سننے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ایسے وقت تم نے اور رخشی نے میرے پاپا سے کیا کہا تھا؟ بولو کیا کہا تھا....؟''

وہ بولا۔''ہم نے قربان واسطی سے کہا تھا کہ تمہاری ماں کے پاک دامن پر گناہوں کے دھبے لگائے جائیں گے۔جب تک اس کے پاؤں بھاری نہیں ہوں گے' تب تک اس کے ساتھ گناہوں کا کھیل جاری رکھا جائے گا۔''

وکی نے پوچھا۔''ایسے وقت رخشی نے کیا کہا تھا؟''

''رخشی نے تمہارے پاپا سے کہا تھا کہ اگر وہ اس کی بہن ساحرہ سے شادی کرے گا تو تمہاری ماما کو اس کی بے خبری میں گناہگار نہیں بنایا جائے گا۔بعد میں سعدیہ علیم اگرچہ قربان واسطی کی ہی اولاد کو جنم دے گی۔لیکن ہم اس سے ہونے والی اولاد کو ناجائز ثابت کریں گے۔''

وکی نے پوچھا۔''ہوں....اور پاپا نے کیا کہا تھا؟''

''قربان واسطی ایک ہی بات کہتا تھا کہ اپنی شریک حیات سعدیہ پر غیروں کا سایہ پڑنے نہیں دے گا۔اس کے دامن کو داغدار نہیں ہونے دے گا۔اس نے رخشی کی بات مان

لی تھی۔اس کی بہن سے شادی کر لی تھی۔''

وکی نے کہا۔''اب خاموش رہو اور سنو...! میرے سامنے ٹی وی اسکرین پر ایک ہسپتال کا منظر ہے۔ایک کمرے کے بیڈ پر میری ماما بے حس و حرکت پڑی ہوئی ہیں۔میرے پاپا چوروں کی طرح کمرے میں آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے ہیں۔''

گورڈن لانچ کے عرشے پر تھا۔ایک کرسی پر بیٹھا خلا میں تک رہا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے ہسپتال کا وہی منظر گھوم رہا تھا۔ٹی وی سے ابھرنے والی پاپا کی آواز فون پر سنائی دے رہی تھی۔وہ کہہ رہے تھے۔''سعدیہ! تم کتنی مجبور ہو' یہ بھی نہیں جانتیں کہ کیسے بدترین حالات سے گزر رہی ہو؟''

وکی نے والیوم بڑھا دیا تھا۔گورڈن واضح طور پر سن رہا تھا۔پاپا کہہ رہے تھے۔''میں بڑے ارمانوں سے تمہیں دلہن بنا کر پھولوں کی سیج پر لانا چاہتا تھا۔مگر تم کانٹوں کے بستر پر ہو۔میں یہ تمام کانٹے چننے آیا ہوں۔میں نے ایک درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے۔دشمن چاہتے ہیں' تم سے جو اولاد ہو' وہ ناجائز کہلائے۔رخشی اپنے بیٹے سلطان ظفر کے سلسلے میں انتقام لے رہی ہے۔''

پاپا نے ماما کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔''تم میری منکوحہ ہو۔ہماری اولاد ناجائز نہیں ہو گی۔اگرچہ تمہیں بدکار کہا جائے گا۔مگر خدا دیکھ رہا ہے۔وہ بڑی قدرت والا ہے۔بڑا کارساز ہے۔وہ چاہے گا تو تمہارے دامن پر بدنامی کا دھبہ نہیں لگے گا۔''

اچانک خاموشی چھا گئی۔پاپا کی آواز فون پر سنائی نہیں دی۔چند لمحوں بعد وکی نے کہا۔''اب دیکھ رہے ہو گے گورڈن! خدا پر میرے پاپا کا اعتماد کس قدر مضبوط اور مستحکم تھا اور اب میرے ہاتھوں میں ایسے ثبوت آئے ہیں' جن کے آگے پوری دنیا میری ماں کو پاک دامن کہے گی اور ہم جائز اولاد کہلائیں گے۔''

اس نے ذرا ٹھہر کر کہا۔''اس ویڈیو فلم کے علاوہ ایسی تصویریں بھی ہیں' جن سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میری ماما اور پاپا ہوسپٹل میں ملتے رہے ہیں۔ایسی آڈیو کیسٹیں بھی ہیں' جن میں پاپا کی' رخشی کی اور تمہاری بڑی اہم باتیں ریکارڈ کی گئی ہیں۔انہیں سن کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پاپا کو کس طرح قیدی بنا کر رکھا تھا اور کس طرح انہیں مجبور اور بے بس بنا کر اپنے ناجائز احکامات کی تعمیل کراتے رہے ہو؟''

گورڈن نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔''بے شک۔تم نے اپنے ماں باپ کے حق میں بہت بڑی بازی جیتی ہے۔میں حیران ہوں' جب سے تم نے ہوش سنبھالا' تب سے اپنے

ماں باپ سے نفرت اور بیزاری ظاہر کرتے رہے۔اب اچانک ہی ایسی کیا محبت اُمڈ کر آئی ہے یا تم شروع سے مجھے دھوکا دے رہے تھے؟''

اس نے کہا۔''نہیں۔جب میں نے نافرمانی کی اور تم نے مجھے سخت سزائیں دیں۔اس قدر مجبور کر دیا کہ میں اپنے بینک اکاؤنٹ سے رقم بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ایک وقت کی روٹی کا محتاج ہو گیا تھا۔ایسے وقت میں نے روزی روٹی کے لئے ایک جگہ واردات کی تو تم نے مجھے گرفتار کرا دیا۔یہ ثابت کر دیا کہ تمہاری غلامی نہیں کروں گا تو فٹ پاتھ کا بھکاری بن کر رہ جاؤں گا۔''

گورڈن فون کو کان سے لگائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔وکی کہہ رہا تھا۔''تب میں نے بظاہر تمہارے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔مگر یہ قسم کھا لی کہ جس طرح میری کمزوریاں تمہارے ہاتھوں میں ہیں' اسی طرح ایک دن میں تمہاری کمزوریوں تک پہنچوں گا اور تمہیں اپنے قدموں میں گراؤں گا۔''

گورڈن نے کہا۔''تمہاری قسم پوری ہو گئی ہے۔میں تمہارے قدموں میں گرنا چاہتا ہوں۔مجھ سے کام کی باتیں کرو۔''

''یہ کام کی باتیں ہیں کہ میں تم سے بدظن ہونے کے بعد اپنے ماں کے بارے میں اور اپنی جائز شناخت کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے سمجھنے لگا۔سمجھداری کی بات یہ تھی کہ ماں باپ کو عزت دے کر ہی میں عزت اور جائز شناخت حاصل کر سکتا تھا۔''

گے گورڈن نے فون کو کان سے ہٹا کر وقت دیکھا۔شام کے چار بج رہے تھے۔اچھا خاصا وقت گزر چکا تھا اور اب تک سلطان ظفر کی طرف سے کوئی مدد نہیں پہنچی تھی۔

اس نے فون کو پھر کان سے لگا کر کہا۔''وکی! پلیز۔مجھ سے سمجھوتہ کرو۔پہلے تم میرے تابعدار تھے۔اب میں تمہارا تابعدار بن کر تمہارے رحم و کرم پر رہنا چاہتا ہوں۔بس ایک ہی التجا ہے کہ انٹیلی جنس والوں اور انڈر ورلڈ والوں تک میری کمزوریاں نہ پہنچاؤ۔میرے خلاف جو بارود تمہارے پاس رکھی ہوئی ہے۔اسے چھپا کر رکھو۔کسی پر ظاہر نہ کرو۔''

وکی نے کہا۔''ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔تم میرے والدین کو اور ہم دونوں بھائیوں کو بیس برسوں سے سزائیں دیتے آ رہے ہو۔میں نے طے کیا ہے' تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔نہ ہی انٹیلی جنس والوں اور انڈر ورلڈ والوں کے حوالے کروں گا۔تم سمجھوتہ کرنا چاہتے ہو ناں....؟''

اس نے جلدی سے کہا۔''ہاں۔تمہاری یہ باتیں مجھے حوصلہ دے رہی ہیں۔''

''تم مجھے غلام بنا کر رکھتے تھے۔مجرمانہ زندگی گزارنے کا حوصلہ دیتے تھے۔آج سے تم میرے غلام ہو۔میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ تم نے اپنے سیف میں وہ تصویریں اور ویڈیو فلمیں بھی رکھی ہوئی تھیں' جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے اور رخشی کے درمیان ناجائز تعلقات رہے ہیں۔تم نے اعتراف کیا ہے کہ سلطان ظفر تمہارے لہو کی پیداوار ہے۔''

وہ بڑے ہی شکست خوردہ انداز میں بولا۔''میں مانتا ہوں' میری بہت ساری کمزوریاں تمہارے ہاتھوں میں رہیں گی اور میں تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔''

''اب میں اپنے تابعدار سے کہہ رہا ہوں کہ ہماری دنیا میں پاکیزگی کو قائم رکھو....رکھو گے ناں؟''

''ہاں۔ضرور رکھوں گا۔''

''غلاظت کو مٹا ڈالو....مٹا ڈالو گے ناں؟''

''ہاں۔ہاں تم جو کہو گے' وہ کروں گا۔''

''تو پھر سلطان ظفر کا وجود غلیظ ہے۔جتنی جلدی ممکن ہو' اُسے مٹا ڈالو۔''

وہ ایکدم سے بوکھلا گیا۔''یہ۔یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

''وہی' جو تم سن رہے ہو۔''

''نہیں وکی! یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے؟ اسے ختم کر دینے کے خیال سے ہی تم بدحواس ہو رہے ہو؟''

''بے شک۔وہ میرا بیٹا ہے۔ویسے سنگین حالات کے کسی موڑ پر بیٹا اپنے باپ کو اور باپ اپنے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔''

''پھر ایسا کیوں کہہ رہے ہو کہ یہ ممکن نہیں ہے؟''

''تم نہیں جانتے' سلطان ظفر کیا سے کیا ہو گیا ہے؟ وہ ساری دنیا میں ایک معلّم اور مجاہد کی حیثیت سے شہرت حاصل کر رہا ہے۔اس کے آگے پیچھے ہزاروں مسلح جاں نثار ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔اس کی اجازت کے بغیر ایک پرندہ بھی اڑتا ہوا' اس کے قریب سے نہیں گزر سکتا۔''

وکی نے حیرانی سے پوچھا۔''وہی معلّم اور مجاہد سلطان ظفر' جس کی تصویریں اور خبریں ٹی وی چینلز اور اخباروں میں آتی رہتی ہیں' تم اسے اپنا بیٹا کہہ رہے ہو؟''

"ہاں۔ وہی میرا بیٹا ہے۔ ایک سچا مسلمان ہے۔ دین ایمان کی راہ میں جہاد کررہا ہے۔ ایک دن شہادت کا درجہ حاصل کرے گا اور تم ایسے مومن کو مار ڈالنے کی بات کر رہے ہو؟"

وکی ذرا دیر چپ رہا۔ پھر بولا۔ "یا خدا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ سچ بتاؤ یہ کس قسم کا ناٹک کھیلا جارہا ہے؟"

"یہ کوئی ناٹک نہیں ہے۔ سلطان کی حقیقت ساری دنیا کے سامنے ہے۔ سب ہی اسے معلّم اور مجاہد تسلیم کررہے ہیں۔"

"لیکن میں اتنی آسانی سے تسلیم نہیں کروں گا۔ اگر وہ فراڈ ثابت ہوگا تو تمہاری شامت آجائے گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "کیا مصیبت ہے؟ ابھی و.جی اور تمہارے پاپا کے روّیے سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کسی ثبوت کے بغیر اسے بہروپیا معلّم اور مجاہد سمجھ رہے ہیں۔ اب تم بھی یہی کہو گے تو میں سچ کو سچ ثابت نہیں کرسکوں گا۔ میری شامت آجائے گی۔ لہٰذا میں ابھی سے کہتا ہوں، سلطان ظفر مومن ہے یا شیطان، یہ وہی جانتا ہے۔ مجھے اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔"

"یعنی تم ایک باپ ہوکر بیٹے کے بارے میں یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجاہد ہے یا بہروپیا ہے؟ دنیا والے اس کے بہروپ سے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ تمہیں تو اس کی اصلیت معلوم ہونی چاہئے؟"

وہ مجبور ہوکر بولا۔ "میں بیٹے کی حمایت میں بول کر پھنسنا نہیں چاہتا۔ بعد میں تم میری جان کو آجاؤ گے۔ میں اچھی طرح تو نہیں جانتا مگر.... اتنا اندازہ ہے کہ وہ خطرناک تنظیموں کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ آگے نہ میں جانتا ہوں، نہ اس کے متعلق کوئی بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"

وکی نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "میں نے سمجھوتہ کرنے پر راضی ہوتے ہی تمہیں حکم دیا کہ ناجائز بیٹے کی گند صاف کرو اور تم اتنی دیر سے باتیں بنا رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں اپنی سلامتی کے لئے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ لیکن اس کے مسلح جانباز مجھے زندہ واپس نہیں آنے دیں گے۔"

"ہُوں۔ میں مانتا ہوں، تم اسے ہلاک کروگے تو خود کسی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ چلو بیٹے کو جانے دو۔ میں آسان ٹارگٹ دیتا ہوں۔ ابھی اسی وقت رخشی کو اڑادو۔"

"کیا....؟"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ شدید پریشانی سے بولا۔ "یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم مجھے حکم نہیں دے رہے ہو، سزا دے رہے ہو۔ تمہارے لئے یہ آسان ہوگا۔ لیکن میرے لئے یہ سب سے مشکل ٹارگٹ ہے۔"

"کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ ابھی تمہارے ساتھ لانچ میں ہے۔ اسے سمندر میں دھکا دے سکتے ہو یا پھر کیبن میں دبوچ کر اس کا کام تمام کرسکتے ہو۔"

"تم نہیں جانتے، سلطان ظفر اپنی ماں سے کتنی محبت کرتا ہے؟ یہ سمجھ لو کہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ اس پر ایک ذرا سی بھی آنچ آئے گی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تو پھر اس پر ظاہر نہ ہونے دو کہ وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی ہے۔"

"وکی! تم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہاں لانچ میں ہم کس مصیبت سے دوچار ہورہے ہیں؟ و.جی اور قربان واسطی نے رخشی کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ وہ مجھے مجبور کررہے ہیں۔ اپنے مطالبات منوا رہے ہیں۔"

وکی نے خوش ہوکر کہا۔ "اوہو.... یہ تو کمال ہوگیا۔ ان باپ بیٹے نے تمہاری لانچ میں آکر تمہیں مجبور کررکھا ہے۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ وہاں تم تینوں کی ملاقات ہونے والی تھی۔ مگر اب یہ سن کر حیرت ہورہی ہے۔ مجھے بھی سناؤ، یہ قصہ کیا ہے؟ میں تمام حالات سے باخبر رہنا چاہتا ہوں۔"

اس نے مختصر سے حالات بتائے کہ صبح سے لانچ میں کیا ہورہا ہے؟ اصل جھگڑا بینم کے لئے تھا۔ ہم باپ بیٹے مطالبہ کررہے تھے کہ بینم کو ہمارے حوالے کیا جائے گا تو ہم رخشی کو رہا کریں گے۔ اسے اور گے گورڈن کو گن پوائنٹ پر رکھ کر لانچ سے اتر کر ان کے مسلح گارڈز سے دور چلے جائیں گے۔

وکی پہلے سے اپنی بہن کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا۔ جیسا کہ ابتداء میں وہ ہم سے بدظن تھا۔ اسی طرح اس نے بہن سے بھی گہری وابستگی نہیں رکھی تھی۔ گے گورڈن کی طرف سے ٹھوکریں ملنے کے بعد اس کی سوچ اور اس کا مزاج بدل گیا تھا۔ اب اسی بہن کے متعلق معلوم ہورہا تھا کہ لانچ میں جھگڑا طول پکڑ رہا ہے۔ بات یہاں آکر اٹکی ہوئی ہے کہ گے گورڈن بینم کو ان کے حوالے کرے اور رخشی کو لے جائے۔

وکی نے کہا۔ "و.جی اور پاپا کا مطالبہ جائز ہے۔ تم ابھی ان کی بات مان سکتے ہو۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ تم ان کا مطالبہ مان کر ہی رخشی کو حاصل کرسکو گے۔ مگر اس

معاملے میں جان بوجھ کر دیر کر رہے ہو۔میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔تم یقیناً دوسرے ذرائع سے وجی اور پاپا پر دباؤ ڈالنے ہو؟"

"پلیز۔مجھے غلط نہ سمجھو۔اب میں تمہارے باپ اور بھائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"پہنچانے والے تھے۔مگر اب تمہاری دکھتی رگیں میری ایک چٹکی میں ہیں۔ہمارے خلاف ایک ذراسی غلطی کرو گے تو سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔"

"میں کیسے یقین دلاؤں کہ وجی اور قربان واسطی کے خلاف کوئی سازش نہیں کر رہا ہوں؟"

"اس طرح یقین دلاؤ کہ ینم کو فوراً ان کے حوالے کر دو۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔مگر ایسا فوراً نہیں ہو سکے گا۔ہمارے بھی کچھ راز ہیں۔کچھ اہم معاملات ہیں۔ وہ جس خفیہ اڈے میں تھی۔اسے وہاں سے نکال کر دوسری جگہ پہنچایا جا رہا ہے۔شاید ایک آدھ گھنٹے میں وہ وہاں پہنچ جائے گی۔پھر میں تم باپ بیٹوں کو وہاں کا پتہ بتاؤں گا۔"

"وہ کس ملک میں ہے؟"

"پاکستان میں ہے۔اسے ایک علاقے سے نکال کر لاہور پہنچایا جا رہا ہے۔"

وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔وکی اس کا ڈسا ہوا تھا۔اس پر بھروسہ کرنے والا نہیں تھا۔اس نے کہا۔"میرے پاپا اور وجی کے فون نمبر بتاؤ؟میں ان سے بات کروں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔"ان سے کیا بات کرو گے؟ کیا مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"کیا تم اپنے کسی دشمن پر بھروسہ کرتے ہو؟ کیا مجھے تم پر بھروسہ کرنا چاہئے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔"وہ...دراصل بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے باپ اور بھائی کو ینم کے متعلق یہ نہیں بتایا ہے کہ اسے لاہور منتقل کیا جا رہا ہے۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ان کے نمبر بتاؤ؟"

اس نے نمبر بتائے۔تھوڑی دیر بعد ہی پاپا کے فون سے کالنگ ٹون سنائی دی۔انہوں نے نمبر پڑھ کر مجھ سے کہا۔"نیا نمبر ہے۔کوئی اجنبی کال کر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔"ہمارے دشمن فون بدل کر' یا سم بدل کر باتیں کرتے ہیں۔آپ اٹینڈ کریں۔"

انہوں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔پھر پوچھا۔"ہیلو کون ہو تم...؟"

وکی فطرتاً بہت ہی ڈھیٹ تھا۔انتہائی تکالیف سے گزرنے کے باوجود اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے تھے۔اسے پہلے کبھی کسی رشتے سے لگاؤ نہیں رہا تھا۔اس لئے وہ کسی سے کوئی تعلق قائم کر کے جذباتی نہیں ہوتا تھا۔لیکن ان لمحات میں وہ فون پر اٹک گیا تھا۔کچھ بولنے سے پہلے ہچکچا رہا تھا۔

پاپا نے پوچھا۔"کون ہو بھائی....! خاموش کیوں ہو؟"

جواباً ایک گہری سانس سنائی دی۔سانسوں کے درمیان اس نے بڑی مشکل سے کہا۔"پاپا.....!"

پاپا ایکدم سے لرز گئے۔چیختے ہوئے بولے۔"وکی! میرے بیٹے! یہ تم ہی ہو ناں؟"

میں اور رخشی انہیں بڑی توجہ سے دیکھنے لگے۔وہ کہہ رہے تھے۔"ہاں۔تم ہی ہو۔میں تمہاری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔تم جب بھی مجھے مخاطب کرتے تھے تو جیسے پتھر مارتے تھے۔اب بھی تم نے ایک ہی بار پاپا کہا ہے۔مگر مجھے... مجھے پتھر نہیں لگا۔کیا ہوا بیٹے....! کیا بیمار ہو؟ پتھر اٹھانے کے قابل نہیں ہو؟ چلو کنکر ہی مارو۔مگر کچھ تو بولو۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔پھر بولا۔"جب سے پیدا ہوا' تب سے بیمار رہا۔اب کچھ عرصے سے صحت یاب ہوتا آرہا ہوں۔لہو کے گہرے رشتوں کو پہچان رہا ہوں۔میں اپنی پچھلی غلطیوں پر نہ شرمندگی ظاہر کروں گا اور نہ سوری کہوں گا۔"

"تمہارا یہ انداز ہی تمہارے اندر چھپی ہوئی شرمندگی کو ظاہر کر رہا ہے۔یہ تمہارا مزاج ہے' سوری نہیں کہو گے۔مگر تمہارے ضمیر نے چپکے سے سوری کہہ دیا ہے میری جان...!"

وہ مسکرا کر بولا۔"آئی لو یو پاپا....!"

پاپا نے کہا۔"آئی لو یو ٹو میرے بچے...!"

اس نے پوچھا۔"کیا وجی مجھ سے بات کرنا چاہے گا؟"

انہوں نے میری طرف دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔"بھائی بھائی سے بات نہیں کرے گا تو کیا دشمنوں سے کرے گا؟ یہ لو بات کرو۔"

انہوں نے فون میری طرف بڑھا دیا۔میں نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔"ساری دنیا شیطان سے پناہ مانگتی ہے۔اس سے دور بھاگتی ہے۔مگر وہ کسی نہ کسی بہانے قریب آہی جاتا ہے اور تم آہی گئے....کچھ بولو؟ آواز تو سناؤ معلوم تو ہو' شیطان بول رہا ہے یا بھائی...؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"زیادہ طعنے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔میں چکنا گھڑا

ہوں۔ساری باتیں پھسل جاتی ہیں۔''

میں ہنسنے لگا۔اس نے کہا۔''میں عادت سے مجبور ہوں۔جسے چاہتا ہوں۔دماغی جھٹکے پہنچاتا ہوں۔اس کیبن سے باہر گے گورڈن کو جھٹکے پہنچ رہے ہیں اور اب یہاں تمہیں جھٹکا پہنچے گا۔''

میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''مجھے کسی کی کمزوریوں سے کھیلنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہاری ایک کمزوری میرے ہاتھوں میں ہے۔''

''ذرا اپنی بکواس کی وضاحت کرو گے؟''

پاپا نے ایک ذرا چونک کر مجھے دیکھا۔دوسری طرف سے وکی نے پوچھا۔''تمہاری جان سے پیاری محبوبہ اچانک گم ہوگئی تھی ناں؟''

ایکدم سے جینا کا سراپا میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ میں نے جلدی سے کہا۔''ہاں۔جینا لاپتہ ہے۔میں اس کے لئے پریشان ہوں۔''

''تمہارے ماتحت جاسوس اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔مگر وہ بے چارے برقعے میں رہنے والی کسی مسلمان لڑکی کا نقاب الٹ کر دیکھ نہیں سکتے۔اگر دیکھ لیتے تو تمہیں معلوم ہوجاتا کہ وہ مجھے وجی سمجھ کر دھوکا کھا رہی ہے اور میرے ساتھ دن رات گزار رہی ہے۔''

میں ایکدم سے تن گیا۔دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔میں نے سخت لہجے میں کہا۔''ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر فوراً بولو....تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟''

''میں نے وہی سلوک کیا ہے، جو ایک بھائی کو بھائی کی امانت کے ساتھ کرنا چاہئے۔ وجی!وہ ہمارے خاندان کی عزت بننے والی ہے اور سب سے پہلے میں نے اسے عزت دی ہے۔''

میں جیسے مسرتوں سے پھٹ پڑا۔ہنستے ہوئے بولا۔''میں بیان نہیں کرسکتا' تم میری نظروں میں کتنے بلند ہوگئے ہو؟ ابھی سامنے ہوتے تو گلے لگا کر خوب پیار بھی کرتا اور پٹائی بھی کرتا۔''

وہ حیرانی سے بولا۔''پٹائی کیوں کرتے؟''

''پتہ نہیں کیوں؟ ہم نے بچپن میں مار پیٹ نہیں کی۔شاید تم سے مل کر دل چاہے گا کہ بچپن کی یہ کمی پوری کی جائے۔بائی داوے.....جینا کہاں ہے؟''

وہ بتانے لگا کہ جینا اس سے بدظن ہوگئی تھی۔یہ سمجھ گئی تھی کہ میرے دھوکے میں ا

وجی سمجھ رہی ہے۔اسی لئے اس سے پیچھا چھڑا کر بھاگ گئی۔

وکی نے کہا۔''میں نے بھی اسے بھاگنے دیا۔مگر چپ چاپ اس کا پیچھا کرتا رہا اور ایسے ہی وقت میں نے دو مشتبہ افراد کو اس کے تعاقب میں دیکھا۔''

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔''وہ کون لوگ تھے

''یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔پتہ نہیں' وہ کون تھے اور جینا سے کیا چاہتے تھے؟ وہ مجھ سے چھپ کر لندن جانا چاہتی تھی۔میں بھی اسے چھوٹ دے رہا تھا۔لیکن جب ان مشتبہ افراد کو اس کے تعاقب میں دیکھا تو میں نے اسے اپنی پناہ میں لے آنا مناسب سمجھا۔''

وہ مشتبہ افراد کون تھے؟ کیوں جینا کا تعاقب کر رہے تھے؟اس کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔فی الحال میں ان دشمنوں کو نہیں جانتا تھا۔نہ ہی وکی کو ان کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکا تھا۔لیکن آگے چل کر بہت کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا۔وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔''اس وقت وہ مجھے اپنا دشمن سمجھ رہی تھی۔میرے ساتھ آنا نہیں چاہتی تھی۔تب میں نے اس سے جھوٹ بولا کہ وجی میرا بھیس بدل کر دشمنوں کے درمیان پہنچا ہوا ہے۔اگر وہ میری قیدی بن کر نہیں رہے گی تو میں وجی کا بھید کھول دوں گا۔تب اس نے تمہاری سلامتی کی خاطر میرے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ورنہ وہ تو مجھ سے اس قدر بدظن تھی کہ میرے ساتھ جانے کے بجائے موت کو گلے لگانا چاہتی تھی۔''

میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔''اب وہ کہاں ہے؟''

''میرے پاس خیریت سے ہے۔اس کا فون نمبر نوٹ کرو اور اس سے باتیں کر کے اپنی تسلی کرلو۔''

ہم صبح سے سنگین حالات سے دوچار ہوتے آرہے تھے۔جینا کا معاملہ سنگین نہیں رہا تھا۔اب اسے رنگین کہا جاسکتا تھا۔میں ابھی اس سے باتیں کر کے یہ تسلی دے سکتا تھا کہ وہ بے یارومددگار نہیں رہی ہے۔

میں نے وہ فون پاپا کی طرف بڑھا دیا۔پھر اپنے فون سے وکی کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کرنے لگا۔اس سے باتیں کئے جیسے صدیاں بیت گئی تھیں۔پھر میں نے صدیوں بعد اس کی رس بھری آواز سنی۔''ہیلو۔تم کون ہو؟''

میں واش روم میں آگیا تھا۔کیونکہ کمرے میں پاپا اور وکی فون پر بول رہے تھے۔میں نے بڑی محبت سے کہا۔''جینا!میری جان!مجھے آواز سے پہچانو۔بولو میں کون ہوں...؟''

وہ ذرا چپ رہی۔ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر ایکدم سے بھڑک کر بولی۔ ''یہ کیا ڈرامہ ہے؟ وجی کی آواز بنا کر کیوں بول رہے ہو؟ میں کوئی دھوکا نہیں کھاؤں گی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں وکی نہیں ہوں۔ پلیز اب دھوکا نہ کھاؤ۔ مجھے پہچان لو۔''

''پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے وجی کی سلامتی کے لئے مجھے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ پھر یہ کیا ناٹک کر رہے ہو؟''

''ایک بات کا جواب دو۔ اگر میں وکی ہوں تو بتاؤ' میں نے کبھی تمہیں میلی نظروں سے دیکھا ہے؟''

وہ ایک جھٹکے سے بولی۔ ''نہیں....''

''کیا تمہیں کبھی ہاتھ لگایا ہے؟''

اس نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''نہیں لگایا۔ مگر یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟''

اس کا غصہ اور اس کی نفرت بتا رہی تھی کہ وہ دل کی گہرائیوں سے مجھے چاہتی ہے۔ میری جگہ کبھی کسی اور کو دینا نہیں چاہے گی۔

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم مجھے وجی تسلیم نہ کرو۔ لیکن جب سامنے آؤں گا تو کیسے پہچانو گی؟ ہم دونوں بھائی صورت' شکل اور قد و قامت سے بالکل ایک جیسے ہیں۔''

''وجی کو دیکھ کر میرا دل گواہی دے گا کہ میں اپنے چاہنے والے کی پناہ میں آ گئی ہوں۔ اب تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔''

''تو پھر پہلے تمہارے دل نے یہ گواہی کیوں نہیں دی کہ تم اس کے پاس پہنچ کر دھوکہ کھا رہی ہو؟ آئندہ میرے سامنے آ کر مجھے وجی کی حیثیت سے کیسے پہچانو گی؟''

وہ الجھ کر بولی۔ ''کسی بھی طرح پہچان لوں گی۔ پلیز۔ تم وجی بن کر نہ بولو۔''

''میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ آج کسی وقت تم سے ملنے آؤں گا تو سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔''

''تم مجھے یہاں لاک کر کے خود پتہ نہیں' کہاں غائب ہو گئے ہو؟ اب فون پر یہ تماشہ کر رہے ہو۔ کیا اب کوئی نیا گیم کھیلنا چاہتے ہو؟ پلیز۔ وکی! مجھ پر رحم کرو۔ میں اپنے وجی کی سلامتی کے لئے وعدہ کر چکی ہوں' کبھی تمہیں دھوکا دے کر فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گی۔ پھر میرے ساتھ یہ مذاق کیوں کر رہے ہو؟''

مجھے اس کی حالت پر پیار آ رہا تھا۔ میں نے بڑی محبت سے کہا۔ ''میری جان! میں تمہارا وجی ہی بول رہا ہوں۔ تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ کیا مجھے سامنے دیکھ کر پہچان پاؤ گی؟''

وہ ذرا دیر چپ رہی۔ جیسے کسی الجھن کا شکار ہو۔ پھر پریشان ہو کر بولی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا' کیا کروں؟ یہ سوال مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں اپنے وجی کو پہچان بھی پاؤں گی یا پھر دھوکا کھا جاؤں گی؟ تم...''

وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

فون پر مجھے ایسی آواز سنائی دی' جیسے کسی دروازے کو کھول کر بند کیا گیا ہے۔ پھر مردانہ آواز سنائی دی۔ ایسا لگ رہا تھا' کوئی جینا سے ذرا دور کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ چپ تھی۔ کچھ بول نہیں رہی تھی۔ میں نے پھر پوچھا۔ ''جینا...! تم چپ کیوں ہو؟ وہاں کون آیا ہے؟''

دوسری طرف جینا حیران پریشان دیدے پھیلائے دروازہ کھول کر آنے والے وکی کو دیکھ رہی تھی اور ادھر فون کے ذریعہ میری آواز سن رہی تھی۔ وکی اپنے فون پر پاپا سے باتیں کر رہا تھا۔ مسکراتا ہوا وہاں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

اب مجھے اس کی آواز اور لب و لہجہ واضح طور پر سنائی دے رہا تھا۔ میں نے جینا سے پوچھا۔ ''کیا وکی وہاں آیا ہے؟''

وہ جیسے چونک کر بولی۔ ''آں۔ ہاں... یہ وکی ہے۔''

''اگر وہ وکی ہے تو پھر بولو... میں کون ہوں؟''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ اس نے لفظوں سے کچھ نہیں کہا۔ آنسوؤں کی زبان سے بولنے لگی۔ شدت جذبات سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ ''پلیز جینا! چپ ہو جاؤ۔ تمہارے آنسو میرے دل پر گر رہے ہیں۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ.....''

پھر وہ جیسے چونک کر بولی۔ ''مگر وکی نے تو بتایا تھا' تم دشمنوں کے درمیان پہنچے ہوئے ہو۔ اگر میں یہاں اس کی قیدی بن کر نہ رہی تو ادھر تمہاری سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''خدا کا شکر ہے' تمام حالات میرے موافق ہیں۔ بے شک۔ اس نے درست کہا ہے' میں دشمنوں کے درمیان پہنچا ہوا ہوں۔ لیکن میری سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تو لہو کے بچھڑے ہوئے رشتے ایک ہو رہے ہیں۔''

اس نے کن انکھیوں سے وکی کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ ''تو کیا یہ دشمنی سے باز آ گیا ہے؟''

"دراصل وہ میرا دشمن تھا ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو کیا تم ایک دشمن کی پناہ میں عزت آبرو سے رہتیں؟ ابھی تم نے خود ہی اس کی شرافت کا اعتراف کیا ہے۔"

اس نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"اب اس سے خوفزدہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہیں بہ خیریت میرے پاس پہنچا دے گا۔ ہم جلد ہی ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔ ابھی فون بند کر رہا ہوں۔ یہاں ضروری معاملات نمٹانے ہیں۔"

ہمارا رابطہ ختم ہو گیا۔ گمشدہ محبوبہ کو پا کر میرے اندر یہ بے چینی پیدا ہوئی کہ اب جلد از جلد اس لانچ سے نکلا جائے اور اپنی جینا تک پہنچا جائے۔ نانا جان نے کہا تھا کہ ایک آدھ گھنٹے میں کام ہو جائے گا۔ ان کے آدمی یینم کو کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دیں گے۔ مگر دو گھنٹے گزر چکے تھے اور وہ یینم کے سلسلے میں کوئی خوشخبری نہیں سنا رہے تھے۔

میں نے ان کے نمبر پنچ کئے۔ فون کو کان سے لگایا تو یہ ریکارڈنگ سنائی دی کہ مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ ممکن نہیں ہے۔

میں واش روم سے نکل کر کمرے میں آ گیا۔ وہاں پاپا فون پر وکی سے باتیں کر رہے تھے۔ پھر وہ مجھے رخشی کے پاس چھوڑ کر واش روم میں آ گئے۔ وہاں انہوں نے وکی سے کہا۔ "گے گورڈن تم سے جھوٹ بول رہا ہے۔ یینم کو لاہور نہیں پہنچایا جائے گا۔ وہ اسلام آباد میں ہے۔ ہمیں اس کا پتہ معلوم ہے۔ تمہارے نانا اسے وہاں سے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں گے۔"

وکی نے کہا۔ "پھر تو آپ دونوں کو یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے۔ میں ابھی گے گورڈن کی گردن دبوچتا ہوں۔ وہ آپ کو اور وجی کو روکنے کی جرات نہیں کرے گا۔"

کیبن کے باہر گے گورڈن اپنے بیٹے سلطان ظفر سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔ سلطان باپ کو تسلیاں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے معاملات طے ہو گئے ہیں۔ وہ حتمی فیصلہ کرنے کے بعد وجی کو حکم دیں گے کہ وہ میری مام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ انہیں لانچ میں تمہارے پاس چھوڑ کر چلا جائے۔ ایسے وقت تم بھی وجی اور قربان واسطی کو جانے سے نہیں روکو گے۔"

اس نے ایک کان کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں کان پکڑتا ہوں۔ انہیں نہیں روکوں گا۔ میں تو دعائیں مانگ رہا ہوں کہ وہ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔ وکی میرے لئے نہ ختم ہونے والا عذاب بن گیا ہے۔"

وہ اسے وکی سے ہونے والی باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ سلطان ظفر نے کہا۔ "ڈیڈ! اس میں شبہ نہیں کہ وکی نے تمہیں الٹا دیا ہے۔ آئندہ تم اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔"

وہ بولا۔ "میں کبھی اس کے خلاف کیا کر سکوں گا' یہ بعد کی بات ہے۔ ابھی تو میری جان کے لالے پڑے ہیں۔ مجھے انڈر ورلڈ والوں سے اور انٹیلی جنس والوں سے چھپ کر رہنا ہوگا۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کب تک روپوش رہ کر زندگی گزارتا رہوں گا؟"

وہ باپ بیٹے فون پر مصروف تھے۔ ایسے وقت وکی بار بار گے گورڈن سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ مگر اس کا فون بدستور انگیج جا رہا تھا۔ دراصل وہ گے گورڈن کو حکم دینا چاہتا تھا کہ مجھے اور پاپا کو فوراً وہاں سے جانے کا راستہ دیا جائے۔ یینم کے سلسلے میں جو تنازع ہے، اس سے بعد میں نمٹا جائے گا۔

مگر ادھر فون مسلسل مصروف تھا۔ باپ بیٹے کی باتیں شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہوتی جا رہی تھیں۔ ایسے وقت نانا جان نے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ میں نے پوچھا۔ "آپ کہاں رہ گئے تھے؟ اتنی دیر کیوں ہو گئی؟ اور یہ کس کے نمبر سے بات کر رہے ہیں؟"

انہوں نے کہا۔ "ارے بیٹا! کیا بتاؤں؟ بڑھاپے میں یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ ایئرپورٹ میں نہ جانے کہاں موبائل فون بھول کر چلا آیا؟ ابھی قاہرہ پہنچنے کے بعد یہ نیا فون خرید کر تم سے بول رہا ہوں۔"

"نانا جان! میں یینم کے لئے بہت پریشان ہوں"

"فکر نہ کرو۔ میرا دست راست اپنے کارندوں کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پہنچ رہا ہے۔ تم میرے فون کا انتظار کرو۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتا ہوں۔"

انہوں نے مجھ سے رابطہ ختم کر کے اپنے دست راست سے پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے کہا۔ "ہم کوٹھی کے اندر ہیں۔ یہاں ایک خاتون اور دو نوجوان لڑکیاں ہیں۔ خاتون کچھ ابنارمل سی لگتی ہے۔ کبھی اِس لڑکی کو اور کبھی اُس لڑکی کو یینم کہہ رہی ہے۔"

"تم لڑکیوں سے ان کے نام پوچھو۔"

"یہ دونوں سہمی ہوئی تھیں۔ جب میں نے کہا کہ کسی کو اغوا نہیں کیا جائے گا۔ جو یینم ہے اسے اس کے بھائی وجاہت علی کے پاس پہنچایا جائے گا' تب ایک لڑکی نے خود کو یینم کہا ہے۔"

"پھر وہی یینم ہے۔ اسے لے آؤ۔"

"سر! اگر وجی بابا اس لڑکی سے فون پر بات کرلیں اور اس کے بینم ہونے کی تصدیق کرلیں تو بہتر ہوگا۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی وجی تم سے بات کرے گا۔"

نانا جان نے مجھے اپنے دست راست کا نمبر بتایا۔ پھر کہا۔ "اس سے بات کرو۔ وہاں دو لڑکیاں ہیں۔ یہ پہچانو کہ ان میں سے بینم کون ہے؟ تب ہی اسے وہاں سے لے جایا جائے گا۔"

میں نے ان کے دست راست سے رابطہ کیا۔ اس نے فوراً ہی بینم سے میری بات کرائی۔ میں اس کی آواز سنتے ہی پہچان گیا۔ میں نے پوچھا۔ "بینم! اس کوٹھی میں تمہارے ساتھ وہ خاتون اور لڑکی کون ہے؟"

اس نے کہا۔ "یہ میری دائی ماں جمیلہ خاتون ہیں۔ انہوں نے بچپن سے میری پرورش کی ہے۔ یہ دوسری جو میری ہم عمر ہے، اس کا نام عالیہ ہے۔ یہ دائی ماں کی بیٹی ہے۔"

"کیا جمیلہ تمہارے وہاں سے جانے پر اعتراض کر رہی ہے؟"

"نہیں.... میری یہ ماں جی بہت خوش ہیں کہ میں اپنے پاپا اور بھائیوں کے پاس پہنچ جاؤں گی اور ان پر یہ الزام نہیں آئے گا کہ انہوں نے مجھے پاپا کے حوالے کیا ہے۔ یہ بیان دیں گی کہ چند مسلح افراد یہاں آئے تھے اور وہ مجھے جبراً یہاں سے لے گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ دائی ماں کو یہی بیان دینا چاہئے۔ ویسے رخشی کو ابھی معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہم تمہیں حاصل کر چکے ہیں۔ میں ابھی اس خالہ جان سے تمہاری بات کراتا ہوں۔"

میں واش روم سے نکل کر کمرے میں آیا۔ رخشی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پاپا سے بولا۔ "آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ ہماری بینم ہمارے پاس پہنچ رہی ہے۔"

رخشی نے چونک کر بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جب میں پہلی بار تمہارا فون لے کر واش روم میں گیا تھا' تب ہی بینم سے میرا رابطہ ہو گیا تھا۔ اس کا رہائشی پتہ معلوم ہو گیا تھا۔ اب تمہیں سمجھ جانا چاہئے کہ ہم یہاں کئی گھنٹے کیوں ضائع کرتے رہے؟ بس یہی انتظار تھا کہ ہماری بہن ہماری تحویل میں آجائے۔ لو.... اس سے بات کرو۔"

اس نے فوراً ہی فون لے کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "بینم! یہ میں کیا سن رہی ہوں؟"

"پتہ نہیں آپ کیا سن رہی ہیں؟ اس وقت میں ماں جی اور عالیہ کے ساتھ چار مسلح افراد کے نرغے میں ہوں۔ یہ مجھے یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔"

"تم نے وجی سے باتیں کی تھیں، پھر فون بند کر دیا تھا۔ مجھ پر یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ فون میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو۔"

"خالہ جان! مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لیکن پاپا تک پہنچنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے بھائی جان کو یہاں کا پتہ بتا دیا تھا۔ اب میں اپنی مرضی سے لہو کے رشتوں کی طرف جا رہی ہوں۔"

وہ غصے سے طنطنا کر بولی۔ "تم ہمیں دھوکہ دے کر بہت بڑی غلطی کر رہی ہو۔"

"جو کرنا تھا' وہ کر چکی ہوں۔ آپ کی طرف واپسی کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ خدا حافظ...."

"ابھی خدا حافظ نہ کہو۔ میری بات سنو۔"

دستِ راست کی آواز سنائی دی۔ "اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ فون وجی بابا کو دو۔"

رخشی نے ناگواری سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس سے فون لے کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے بینم کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنا فون ضائع کر دیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "نہیں.... میں نے اب تک اسے بند رکھا تھا۔"

"اسے آن رکھو۔ میں پھر کسی وقت بات کروں گا۔ اب وہاں سے جاؤ۔ خدا حافظ...."

میں نے رابطہ ختم کر کے کیبن کے دروازے پر ہاتھ مارا۔ پھر اونچی آواز میں کہا۔ "گے گورڈن! یہاں دروازے کے پاس آؤ۔ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف گھوم جاؤ۔ ہم تمہیں گن پوائنٹ پر یہاں سے لے جائیں گے۔"

اس وقت وکی فون پر اس دشمن سے یہی کہہ رہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے میری آواز سُنی پھر کہا۔ "وجی تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور کہو' تم میرے حکم کی تعمیل کر رہے ہو۔ انہیں یہاں سے جانے کا راستہ دے رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "وجی کیبن سے باہر آ کر مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر یہاں جانا چاہتا ہے۔ میں فون بند کر کے ادھر جا رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "نہیں۔ فون بند نہ کرنا۔ میں سنتا رہوں گا اور سمجھتا رہوں گا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

گے گورڈن حکم کا غلام بنا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کے پاس آ کر کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔ فون میرے کان سے لگا رہے گا۔ وکی معلوم کرتا رہے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

پاپا نے رخشی کے پیچھے آ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ اس کی گردن سے ریوالور

کی نال لگا کر دروازے کے پاس آ گئے۔

میں نے اس سے کہا۔ ''اپنے یار سے کہو لانچ میں اوپر سے نیچے تک جتنے بھی مسلح گارڈز ہیں، وہ سب ہتھیار پھینک دیں۔ ہمارے راستے سے اور سیڑھیوں سے دور رہیں۔ ورنہ تم چشمِ زدن میں ماری جاؤ گی۔''

رخشی نے اونچی آواز میں میری باتیں دہرائیں۔ ایک منٹ کے بعد ہی ہم کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ گے گورڈن فون کو کان سے لگائے تنہا کھڑا ہوا تھا۔ کتنی ہی گنیں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ کوئی گارڈ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے پیچھے سے گے گورڈن کی گردن دبوچ کر اس کے فون کے قریب منہ لے جا کر کہا۔ ''وکی! ہم یہاں سے نکل رہے ہیں۔ رخشی اور گے گورڈن ہمارے نشانے پر ہیں۔ خدانخواستہ ہمیں کچھ ہوا تو یتیم کا خیال رکھنا۔ نانا جان سے رابطہ کرنے کے بعد تم بہن تک پہنچ سکو گے۔ وہ نانا جان کی پناہ میں پہنچ گئی ہے۔''

یہ وکی کے لئے بہت بڑی خوشخبری تھی۔ گے گورڈن نے ہمارے نشانے پر وہاں سے چلتے ہوئے رخشی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ لوگ بڑی چالاکی سے یتیم کو حاصل کر چکے ہیں۔''

ہم لانچ سے نکل کر ساحل پر آ گئے۔ وہاں پاپا کی اور رخشی کی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''پاپا! ہو سکتا ہے' آپ کی کار میں دھماکہ خیز مواد رکھا گیا ہو۔ اس لئے ہمیں رخشی کی گاڑی میں جانا چاہئے۔''

ہم نے رخشی کے ڈرائیور سے گاڑی کی چابی لے لی۔ میں ان دونوں کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پاپا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی۔ گے گورڈن نے پریشان ہو کر کہا۔ ''تم دونوں یہ خیریت نکل آئے ہو۔ اب ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''چپ چاپ چلو۔ جب یہ یقین ہو جائے گا کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو ہم تمہیں گاڑی سے باہر تھوک دیں گے۔''

پاپا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں دیکھتے جا رہے تھے۔ بہت دور نکل آنے کے بعد یقین ہو رہا تھا کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے۔ ہم سمندر کے کنارے ویران ساحلی سڑک پر جا رہے تھے۔ پاپا نے ایک جگہ کار روک دی۔

میں نے ان دونوں سے کہا۔ ''چلو باہر آؤ۔''

ہم سب کار سے باہر آ گئے۔ رخشی کا فون ہمارے پاس تھا۔ میں نے گے گورڈن سے بھی اس کا فون لے لیا۔ اس نے عاجزی سے کہا۔ ''ہمیں اس ویرانے میں گاڑی نہیں ملے گی۔ فون تو رہنے دو۔ ہم اس کے ذریعے ٹیکسی والوں کو کال کر سکیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اس راستے پر گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ کسی نہ کسی سے لفٹ مل جائے گی۔ اتنی خیر مناؤ کہ ہم تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔''

گے گورڈن کا فون اب تک آن تھا۔ میں نے اسے کان سے لگا کر پوچھا۔ ''وکی! کیا تم موجود ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ فون اپنے پاس رکھو۔ انہیں خوار ہونے دو۔ وہاں سے چلے آؤ۔''

میں اور پاپا اگلی سیٹ پر آ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے گے گورڈن اور رخشی پر الوداعی نظر ڈالی۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

میں نے فون پر کہا۔ ''وکی! میں اور پاپا صبح سے لانچ میں پھنسے ہوئے تھے' دشمنوں پر غالب آنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ انہیں بری طرح مات دے چکے ہیں۔''

وکی نے کہا۔ ''میں نے گے گورڈن کی جتنی کمزوریاں حاصل کی ہیں۔ ان کے آگے وہ کبھی دم نہیں مار سکے گا۔''

پاپا نے کہا۔ ''میری بیٹی مجھے واپس مل رہی ہے۔ اب ہماری کوئی کمزوری دشمنوں کے پاس نہیں رہی ہے۔''

ہم سب مسرتوں سے سرشار ہو رہے تھے۔ ہم نے بہت بڑی فتح حاصل کی تھی۔

وکی نے کہا۔ ''ہم سب بیس برسوں سے بچھڑے ہوئے تھے۔ کسی نہ کسی طرح دشمنوں کے زیر اثر تھے اور بدترین حالات سے گزرتے آ رہے تھے۔ واقعی ابھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہم نے ایک ہی دن میں تمام حالات پر قابو پا لیا ہے۔ دشمن کو اس طرح زیر کیا ہے کہ وہ آئندہ ہم سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔''

پھر اس نے ذرا توقف سے پوچھا۔ ''بائی دا وے۔ ابھی آپ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟''

میں نے سر گھما کر پاپا کو دیکھا۔ پھر فون پر کہا۔ ''ہم اپنے گھر جا رہے ہیں۔ ماما کے پاس...''

پاپا نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ دوسری طرف سے وکی نے کہا۔ ''گھر اُسے کہتے ہیں' جہاں لہو کے رشتے آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔ برسوں بعد ہمارا گھرانہ مکمل ہو رہا ہے۔ ایک

چار دیواری میں سمٹ رہا ہے۔میں بھی ماما کی آغوش میں پہنچنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"ابھی تم ہو کہاں...؟"

"پیرس میں ہوں۔فکر نہ کرو۔جلد ہی اپنی بھابی کے ساتھ گھر لوٹوں گا۔"

میں زیرِ لب مسکرانے لگا۔جینا کو تصور میں دیکھنے لگا۔وکی نے اسے بھابی کہا تھا اور میں خیالوں میں اسے دلہن بنا ہوا دیکھ رہا تھا۔وہ خواب خواب سی دکھائی دے رہی تھی۔لیکن ان لمحات میں مجھے نصیب ہونے والی خوشیاں خواب نہیں تھیں۔لہو کے رشتے مل رہے تھے۔یہ یقین تھا کہ وہ بھی ملنے والی ہے۔

ویسے جھولی بھر کر من کی مرادیں ملتی رہیں تو ڈر لگنے لگتا ہے' کہیں کسی دشمن کی نظر نہ لگ جائے۔میں خیالوں میں کہیں گم تھا۔ایسے وقت میرے کانوں میں جیسے رس گھلنے لگا۔جینا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔وکی نے اپنا فون اسے دے دیا تھا۔وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔"ہیلو وجی! میں وکی کی باتیں سنتی رہی ہوں۔ابھی یہ سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم اور تمہارے پاپا دشمنوں کو بری طرح شکست دے کر گھر لوٹ رہے ہیں۔"

"ہاں۔جینا! یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔اس نے ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں شہ زور بنایا ہے۔ہم نے اس لانچ میں صبح سے اب تک صرف چند گھنٹے نہیں گزارے۔بلکہ بیس برسوں کے فاصلے طے کئے ہیں۔"

"تمہاری خوشیاں دیکھ کر اور یہ سب کچھ سن کر اتنی آسودگی مل رہی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔جی تو چاہتا ہے' ابھی اسی وقت اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔"

پیچھے سے وکی نے شوخ لہجے میں کہا۔"اُڑنے کے لئے جہاز کے پَر چاہئیں بھابی جان! اور ہمیں اُڑانے والا جہاز کل صبح سے پہلے نہیں اُڑے گا۔"

میں اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔ایسے ہی وقت مجھے اپنے پرسنل موبائل فون کی کالنگ ٹون سنائی دی۔میں نے جینا سے کہا۔"جسٹ آمنٹ..."

پھر اپنے فون کو نکال کر دیکھا۔ننھی سی اسکرین پر امیر حمزہ کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔میں نے جینا سے کہا۔"میں تمہیں بعد میں کال کرتا ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے دوسرے فون کو آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بولو حمزہ!"

"میں بڑی دیر سے ٹرائی کر رہا ہوں۔آپ کا یہ نمبر مسلسل آف جا رہا تھا۔دراصل... آپ کو ایک خبر سنانی ہے۔"

"کیسی خبر...؟"

"خبر ایسی ہے کہ ایک ہی وقت میں اچھی بھی ہے اور بری بھی...."

میں نے پریشان ہو کر کہا۔"پلیز۔جلدی بولو کیا بات ہے؟"

"ہمارے پاس جینا کا فون آیا تھا۔اس نے بتایا ہے' وکی زندہ ہے اور جینا آپ کے دھوکے میں اس کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔اب اس کی اصلیت جاننے کے بعد اس پناہ گاہ سے نکل کر بھاگی ہے۔کل صبح یہاں لندن پہنچے گی۔اس نے کہا تھا' وہ ہم سے رابطے میں رہے گی۔مگر کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود اس کی دوسری کال نہیں آئی۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔"کیونکہ اب وہ میرے رابطے میں ہے۔"

"پھر تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وکی زندہ ہے؟ وہ آپ کے لئے مصیبت بن سکتا ہے۔"

"ہاں۔خدا کا شکر ہے' میرا بھائی زندہ ہے اور میرے لئے باعثِ رحمت بنا ہوا ہے۔"

وہ تعجب سے بولا۔"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں اسے تمام حالات تفصیل سے بتانے لگا۔وہ میری تمام باتیں سن کر خوش ہو کر بولا۔

"اس کا مطلب' آج کا دن بہت مبارک ہے۔آپ برسوں پرانے دشمنوں کو چاروں شانے چت کر کے لوٹ رہے ہیں۔لہو کے رشتے ایک ہو رہے ہیں۔اس خوشی میں یہاں جشن ہونا چاہئے۔"

میں نے پاپا کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔"واقعی آج کا دن ہمارے لئے عید سے بڑھ کر ہے۔میرے پاپا گھر لوٹ رہے ہیں۔کل میرا بھائی بھی آجائے گا۔بے شک۔ہمیں اپنی خوشیوں کو انجوائے کرنا چاہئے۔"

ہم سب ہی مسرتوں سے نہال ہو رہے تھے۔مجھے ماما کے پاس پہنچنے کی بے چینی تھی۔میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وکی کو ان کے قدموں میں لا کر رہوں گا۔مگر اس وقت حالات کچھ اور تھے۔ہم سب ہی وکی کو مردہ سمجھ رہے تھے۔میں نے ماما سے وعدہ تو کر لیا تھا۔لیکن یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا تھا کہ اس وعدے کو کیسے نبھاؤں گا؟ کیسے ایک مردہ بیٹے کو زندہ کر کے ماں کے قدموں میں پہنچاؤں گا؟

ماما کو کسی بھی صدمہ پہنچانے والی بات سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔لہٰذا انہیں وکی کی ہلاکت کا علم نہیں تھا۔وہ اپنے ایک بیٹے کو پانے کے لئے دوسرے بیٹے کی جدائی برداشت کر رہی تھیں۔لیکن آج فون پر انہوں نے بڑے پیار سے مجھے حکم دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ میں

واپس چلا آؤں۔ ورنہ وہ احتجاجاً کھانا پینا چھوڑ دیں گی۔

یہ اوپر والے کا کرم تھا کہ میں سرخرو ہو کر ماں کے پاس پہنچ رہا تھا۔ خدا نے میرے وعدے کی لاج رکھی تھی۔ یہ بہت بڑی بات تھی کہ وکی ایک بھائی کی اور بیٹے کی حیثیت سے ہمارے قریب آرہا تھا۔

ایک طویل ڈرائیو کے بعد ہم گھر پہنچ گئے۔ امیر حمزہ اور ماسٹر فو نے ماما کو ہماری آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ پاپا بھی میرے ساتھ وہاں پہنچ رہے ہیں۔ وہ علی بن کر ان کے پاس گئے تھے۔ میرا خیال تھا' وہ انہیں پہلی ہی نظر میں پہچان لیں گی۔ مگر یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ ماما تو کیا' امیر حمزہ اور ماسٹر فو بھی انہیں اجنبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ماما نے پوچھا۔ ''یہ کون ہیں؟''

میں نے انہیں دیکھا۔ پھر ماسٹر فو اور امیر حمزہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ پہلے بھی یہاں آئے تھے۔ آپ لوگوں کے ساتھ افطاری کر کے گئے تھے۔ تعجب ہے' آپ میں سے کوئی انہیں پہچان کیوں نہیں پا رہا ہے؟ کیا آپ کو علی بن کر آنے والا مہمان یاد نہیں ہے؟''

پاپا زیرِ لب مسکرا رہے تھے۔ ماما میری بات سن کر چونک گئیں۔ انہیں سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے مجھ سے بولیں۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ علی..... میرا مطلب ہے' قربان واسطی نہیں ہیں۔''

میں نے چونک کر کہا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

امیر حمزہ نے کہا۔ ''میڈم درست کہہ رہی ہیں وجی بابا...!''

میں نے پریشان ہو کر پاپا کو دیکھا۔ وہ بدستور مسکرا رہے تھے۔ ادھر میرے محافظ الرٹ ہو گئے۔ ان کی مسکراہٹ مجھے الجھا رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ کیا ہے پاپا....! میں ٹینشن میں ہوں اور آپ مسکرا رہے ہیں؟ آخر یہ کیا راز ہے؟ ماما آپ کو پہچان کیوں نہیں رہی ہیں؟''

وہ بولے۔ ''کیونکہ پچھلی بار میں بھیس بدل کر یہاں آیا تھا۔''

''اور اب...؟''

''اب اپنی اصل شکل صورت کے ساتھ آیا ہوں۔ کیونکہ تمہاری ماما نے پہلے کبھی مجھے نہیں دیکھا۔ اس لئے پہچان نہیں پا رہی ہیں کہ میں قربان علی واسطی ہوں۔''

ماما کا دل یکبارگی دھڑکنے لگا۔ ان کا لب و لہجہ اور بولنے کا انداز گواہی دے رہا تھا کہ

وہی ان کے مجازی خدا ہیں۔ پاپا نے ماما کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''قسمت ہم پر مہربان ہو رہی ہے سعدیہ! تمہاری تسبیح کے تین دانے ٹوٹ کر گم ہو گئے تھے ناں.... اب دیکھو... وہ بکھرے ہوئے دانے ایک ایک کر کے اکٹھے ہو رہے ہیں' تمہارے دامن میں سمٹ رہے ہیں۔''

ماما کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ ایک ٹک انہیں تکے جا رہی تھیں۔ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ حقیقت بن کر سامنے آنے والا مجازی خدا اب بھی خواب خواب سا لگ رہا تھا۔ وہی خواب جس کے لئے شاید ان کا دل ہمیشہ سے یہی کہتا رہا تھا۔ ''کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں....''

زندگی میں پہلی بار وہ پورے ہوش و حواس میں رہ کر انہیں اپنے روبرو دیکھ رہی تھیں اور ان لمحات کے لئے انہوں نے بہت ہی طویل اور تھکا دینے والا سفر طے کیا تھا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے' منزل پر پہنچ کر ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ مزید ایک بھی قدم آگے بڑھانے کا حوصلہ نہیں رہتا۔ یہ آسودگی بھی ملتی رہتی ہے کہ منزل تک تو پہنچ ہی گئے ہیں۔ اب تھک کر گر پڑیں تو کیا...؟

وہ بھی جیسے تھک چکی تھیں۔ شدتِ جذبات سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میرا سہارا لینے کے باوجود وہیں ایک صوفے پر بیٹھتی چلی گئیں۔

جب دل کا بوجھ اچھی طرح ہلکا ہو گیا تو انہوں نے کہا۔ ''میری تسبیح کے تین دانے جدا ہوئے تھے.... میرا وکی کہاں ہے؟''

پاپا نے کہا۔ ''وہ پیرس میں ہے۔ کل ہماری بہو کے ساتھ یہاں پہنچے گا۔''

انہوں نے چونک کر پوچھا۔ ''بہو...؟ کیا اس نے شادی کر لی ہے؟''

''ارے نہیں۔ وہ ہمارے وجی کی ہونے والی دلہن ہے۔''

انہوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا جینا مل گئی ہے؟''

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ خوش ہو کر دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھاتے ہوئے بولیں۔ ''یا میرے معبود! میں تیرے کون کون سے کرم کا شکر ادا کروں؟ تُو نے تو یکمشت اتنی ساری مسرتیں میری جھولی میں بھر دی ہیں کہ یہ دامن چھوٹا پڑ رہا ہے۔ تیرا شکر ہے میرے مالک! لاکھ لاکھ شکر ہے....''

ایسے وقت رخشی کے موبائل فون کی کالنگ ٹون نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اسے نکال کر نام پڑھتے ہوئے پاپا سے کہا۔ ''اس فون کی اسکرین پر لکھا ہوا ہے معلم... یقیناً یہ سلطان ظفر ہو گا۔''

انہوں نے کہا۔ ”کال اٹینڈ کرو۔ سنو وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟“

میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”بول اے نامراد معلم! کیا اپنی ماں کا پتہ پوچھنے آیا ہے؟“

وہ بولا۔ ”میں علم بانٹنے والا معلم ہوں۔ اپنی ماں کی جنت تک پہنچنے کا راستہ جانتا ہوں۔ میرا خیال ہے، تم سب فتح کی خوشی میں ناچ رہے ہوگے۔“

”ہم نے تمہیں، تمہاری ماں کو اور اس کے یار کو تگنی کا ناچ نچایا ہے۔ ظاہر ہے، خوشیاں تو منائیں گے۔“

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ”کیا سمجھ رہے ہو؟ بیس برسوں تک ایک دوسرے سے جدا رہنے کے بعد اب متحد ہو کر ایک چھت کے نیچے رہ سکو گے؟“

اس کی ہنسی سنائی دی۔ میں نے کہا۔ ”رسی جل گئی، مگر بل نہیں گئے۔ اب کس بل بوتے پر اکڑ رہے ہو؟“

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے یہ تو معلوم کرو کہ تمہارا نانا علیم شیرازی کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟“

میں نے پریشان ہو کر پاپا کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ”یہ ہمارے نانا جان کے سلسلے میں چیلنج کر رہا ہے۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتا ہوں۔“

دوسری طرف سے سلطان ظفر نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے۔ اپنے نانا سے رابطہ کرنے کے بعد مجھے ضرور کال بیک کرو گے۔“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے فوراً ہی نانا جان کے نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگایا تو ان کی آواز سنائی نہیں دی۔ ریکارڈنگ سنائی دے رہی تھی کہ مطلوبہ نمبر بند ہے۔ بعد میں رابطہ کیا جائے۔

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ”اس خبیث کی اولاد نے ضرور کوئی گڑبڑ کی ہے۔ نانا جان سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔“

ماما نے شدید پریشانی سے مجھے دیکھا۔ میں نے دوبارہ ان کے نمبر پنچ کیے۔ مگر اس بار بھی مایوسی ہوئی۔ دوسری طرف سے وہی ریکارڈنگ سنائی دے رہی تھی۔ ماما نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ ان سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ کیا دشمنوں نے انہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے؟ پلیز۔ وجی! کسی بھی طرح معلوم کرو۔ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ میرا تو دل ڈوب رہا ہے۔“

میں نے انہیں تھپکتے ہوئے کہا۔ ”حوصلہ رکھیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔“

سلطان ظفر نے کہا تھا کہ میں اسے کال بیک کروں گا۔ مجبوراً مجھے یہی کرنا پڑا۔ رابطہ ہونے پر تھوڑی دیر تک اس کے قہقہے سنائی دیئے۔ پھر اس نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ بڈھا لاپتہ ہے؟“

میں نے کہا۔ ”بکواس نہ کرو۔ فوراً بتاؤ، نانا جان کہاں ہیں؟“

”کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ آخر وہ میرے والد محترم ہیں۔ مجھے اپنا بیٹا تسلیم کریں گے تو بڑی عزت سے، بڑے آرام سے رہیں گے۔“

سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ انہیں اغواء کیا گیا ہے۔

اس نے کہا۔ ”میں زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا۔ فی الحال میرے احکامات کی تعمیل کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے، بینم کو واپس دائی ماں کے پاس پہنچا دو۔ میں اس سے نکاح پڑھوانے والا ہوں۔“

میں نے پریشان ہو کر پاپا کو دیکھا۔ انہوں نے پوچھا۔ ”کیا کہہ رہا ہے وہ....؟“

میں نے انہیں اس خبیث کا حکم سنایا۔ دوسری طرف سے اس نے کہا۔ ”جب تک بینم ہمارے پاس نہ آئے، تب تک تم باپ بیٹے ایک جگہ، ایک چھت کے نیچے نہیں رہو گے۔ قربان واسطی کو ابھی اسی وقت اپنے گھر سے باہر نکالو۔ ورنہ تمہیں علیم شیرازی کی چیخیں سنائی دیں گی۔“

ایک ہی لمحے میں حالات بدل جاتے ہیں۔ ذرا دیر پہلے کیا تھے؟ اب کیا ہو گئے تھے؟ ہماری خوشیوں کو جیسے دشمنوں کی نظر لگ گئی تھی۔



تقدیر جو فیصلہ سناتی ہے، وہ حرفِ آخر ہوتا ہے۔اس کے بعد تدبیر کام نہیں آتی۔ماما کی بدنصیبی نے سلطان ظفر کی زبان سے یہ فیصلہ سنا دیا کہ وہ پاپا کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہیں گی۔ان کے مجازی خدا کو پہلے کی طرح ان سے دور جانا پڑے گا۔ہمیشہ کے لئے گم ہوجانا پڑے گا۔

ابھی چند روز پہلے کی بات ہے۔میری ماما اور پاپا زندگی میں پہلی بار ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔ایک شاپنگ سینٹر میں ان کی ملاقات ہوئی تھی۔وہاں ماما کی تسبیح کے دانے بکھر گئے تھے۔دونوں نے ان تمام دانوں کو اس طرح سمیٹا تھا' جیسے ماضی میں بکھرے ہوئے حالات کو سمیٹنے کے لئے یکجا ہوگئے ہوں۔

وہاں ماما نے پاپا کو نہیں پہچانا تھا۔مگر پاپا جلد ہی انہیں پہچان گئے تھے۔اگرچہ وہ حجاب میں تھیں۔لیکن ان کی پیشانی کا تل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہی ان کی شریک حیات ہیں۔پاپا اس وقت اپنی اصل شکل وصورت میں نہیں تھے۔اگر ہوتے' تب بھی ماما انہیں پہچان نہ پاتیں۔انہوں نے نکاح پڑھاتے وقت بھی پاپا کو نہیں دیکھا تھا۔رخصتی کے بعد ان کی زندگی میں اور ان کے گھر میں آکر انہیں دیکھنے والی تھیں۔لیکن دشمنوں نے ایسے بدترین حالات پیدا کئے کہ وہ تقریباً بائیس برسوں تک ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن کر رہ گئے۔

میری ماما کے ساتھ عجیب حالات پیش آتے رہے۔انہوں نے ذہنی و دنیاوی رواج کے مطابق ازدواجی لمحات گزارے مگر عجیب سی بات ہے' ایسے وقت اپنے مجازی خدا سے بے خبر رہیں۔کبھی انہیں پہچان نہ سکیں۔انہوں نے دو بیٹوں کو جنم دیا اور کبھی یہ معلوم نہ کرسکیں کہ کن حالات میں کیسے ماں بن گئیں؟

بیشک ہماری زندگی میں عجیب وغریب حالات پیش آتے ہیں۔لیکن میں سمجھتا ہوں' کوئی بیوی ماما جیسی بدنصیب نہیں ہوگی کہ شوہر کے ساتھ عارضی ازدواجی ایام گزارے اور اسے

پہچان بھی نہ پائے۔کوئی ایسی مظلوم ماں نہیں ہوگی کہ دو بیٹوں کو جنم دینے کے بعد ان کی جوانی تک ان سے محروم رہے اور اپنے بچوں پر محبت وممتا نچھاور نہ کرسکے۔

بہرحال ہم تھوڑی دیر پہلے بہت خوش تھے۔ہم نے زبردست فتح و کامیابی حاصل کی تھی۔اپنی بہن بینم کو حاصل کیا تھا اور وہ نانا جان کی کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچی ہوئی تھی۔وکی نے ٹھوس دستاویزی ثبوت کے ساتھ گے گورڈن کی ڈھیر ساری کمزوریاں معلوم کی تھیں۔وہ ناقابلِ شکست شاطر بگ باس ہمارے آگے گھٹنے ٹیک چکا تھا۔

مجھے یہ پیار بھری مسرتیں حاصل ہورہی تھیں کہ گمشدہ محبوبہ مل گئی تھی۔یہ سن کر اطمینان ہوا تھا کہ جینا وکی کے پاس خیریت سے ہے اور جلد ہی ہمارے پاس پہنچنے والی ہے۔

میرے اور وکی کے لئے سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ ماما اور پاپا زندگی میں پہلی بار ایک دوسرے سے اجنبی کی طرح نہیں مل رہے تھے۔ماما پہلی بار ان کی صورت دیکھ رہی تھیں اور انہیں مجازی خدا کی حیثیت سے تسلیم کررہی تھیں۔

یہ ایک بدنصیب شریک حیات کو بہت بڑا انعام مل رہا تھا۔ازدواجی زندگی کی سب سے بڑی خوشی مل رہی تھی۔ایسے ہی وقت سلطان نے اپنا ظالمانہ فیصلہ سنا کر ہم سب کے سروں پر جیسے پہاڑ دے مارا۔ہماری مسرتوں کو ایسا جھٹکا لگا کہ سب ہی کو چپ سی لگ گئی۔

اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔"اپنی فتح وکامرانی کا جشن ضرور مناؤ' مگر پہلے اپنے نانا جان کی خبر لو۔ان سے رابطہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ تم سب کی شہ رگ میری ایک مٹھی میں آگئی ہے۔

اور جب یقین ہوجائے تو پھر جتنی جلدی ہوسکے تمہارا باپ یہاں سے چلا جائے۔پہلے کی طرح یوں بچھڑ جائے کہ تم ایک دوسرے کی صورت بھی نہ دیکھ سکو۔کبھی چھپ کر ملنے کی کوشش بھی نہ کرو۔ایسا کرو گے تو اپنے نانا جان کو سلامت نہیں پاؤ گے۔"

اس کی یہ دھمکی کہاں تک درست ہے' یہ معلوم کرنے کے لئے ہم نے نانا جان کے فون پر رابطہ کیا تو مایوسی ہوئی۔جبکہ چند گھنٹے پہلے فون پر ہماری باتیں ہوچکی تھیں۔میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ بینم کو اسلام آباد میں اس کی موجودہ رہائش گاہ سے نکال کر اپنی کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیں۔

انہوں نے میری یہ خواہش پوری کی تھی۔ہماری بہن رخشی اور گے گورڈن کے شکنجے سے نکل آئی تھی۔کسی دن بھی پاپا اپنی بیٹی سے اور ہم اپنی بہن سے مل سکتے تھے اور اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے زندگی گزار سکتے تھے مگر اچانک ہی کیا ہورہا تھا؟ پھول ملتے ہی پتھر لگنے لگے تھے۔

ماما نانا جان کے لئے بہت پریشان تھیں۔انہوں نے مجھ سے پوچھا۔''تم نے پچھلی بار اپنے نانا جان سے بات کی تھی۔تب وہ کہاں تھے؟''

میں نے کہا۔''وہ ایک فلائٹ سے پاکستان جا رہے تھے۔قاہرہ میں دو گھنٹے کا قیام تھا۔وہیں سے انہوں نے فون پر بات کی تھی۔یہ خوشخبری سنائی تھی کہ بینم کو ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچایا جا رہا ہے۔اس کے بعد ہم رختی اور گے گورڈن کے معاملے میں ایسے مصروف رہے کہ نانا جان سے رابطہ نہ کر سکے۔''

پاپا نے کہا۔''ہوائی جہاز میں سفر کے دوران موبائل فون پر بات کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ویسے انٹرنیشنل فلائٹ میں ٹیلی فونک رابطے کا سلسلہ رہتا ہے۔کیا تم نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ کس ملک کی کس فلائٹ میں سفر کر رہے ہیں؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔''اسے میری غلطی کہہ لیں یا سمجھ لیں کہ دشمنوں نے بری طرح الجھا دیا تھا۔میں ان کی فلائٹ کے بارے میں معلومات حاصل نہ کر سکا۔''

پاپا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔''اب تو وہ اسلام آباد پہنچ گئے ہوں گے۔انہیں فون پر رابطہ کرنا چاہئے۔چلو تم انہیں کال کرو۔''

میں نے پھر ان کے نمبر پنچ کئے۔فون کو کان سے لگایا۔مگر مایوسی ہوئی۔اس بات کی تصدیق ہو رہی تھی کہ ان کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا ہے۔سلطان کے چیلنج میں بھرپور صداقت تھی۔وہ قیامت کی چال چل چکا تھا۔

ہم ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔سب کے ذہنوں میں ایک ہی بات تھی کہ نانا جان کی خیریت کیسے معلوم کی جائے؟ کیسے پتہ لگایا جائے کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہیں؟

ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آسان نہ تھا۔اس سلسلے میں اچھا خاصا وقت لگنے والا تھا اور ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔سلطان ظفر وارننگ دے چکا تھا کہ پاپا ابھی اور اسی وقت ہماری زندگی سے دور چلے جائیں اور بینم کو اس کم بخت کے حوالے کر دیا جائے۔

پاپا کی جدائی ہم سب سے زیادہ ماما کے لئے تکلیف دہ تھی۔اسے قسمت کی ستم ظریفی کہتے ہیں۔وہ ایک طویل مدت کے بعد پہلی بار پاپا سے ملتے ہی ان کی صورت دیکھتے ہی بچھڑنے والی تھیں۔

دوسری طرف بینم کو اس کے حوالے کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم اپنی بہن کو دلدل میں پھینک دیتے۔پاپا کی بہت بڑی کمزوری پھر سے رختی اور گے گورڈن کے ہاتھوں میں چلی جاتی۔پاپا پھر ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح ناچنے لگتے اور ماما سے کبھی مل نہ پاتے۔

وکی ابھی تک ہمارے حالات اور ہماری بدنصیبی سے بے خبر تھا۔جب ہمیں نانا جان کے اغوا ہونے کا یقین ہو گیا تو میں نے پاپا سے کہا۔''وکی کو بدلتی ہوئی صورت حال سے باخبر رکھنا چاہئے۔اسے معلوم ہونا چاہئے کہ نانا جان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

انہوں نے کہا۔''بیشک تم وکی سے بات کرو۔میں سعدیہ، امیر حمزہ اور ماسٹر فو سے باتیں کر رہا ہوں۔آثار ایسے ہیں کہ مجھے یہاں سے جانا ہی ہوگا۔ان حالات میں آئندہ ہمارے درمیان کیسے رابطہ رہے گا؟ ہم پھر سے کس طرح دشمنوں پر حاوی ہو سکیں گے؟ اس سلسلے میں بہت کچھ سوچنا ہے۔سمجھنا ہے اور فوراً ہی کسی مناسب تدبیر پر عمل کرنا ہے۔''

پاپا اور ماما ہمارے باڈی گارڈز کے ساتھ اسی کمرے میں بیٹھے رہے۔ایک دوسرے سے مشورے کرتے رہے۔ایسے وقت ماما بڑے دکھ سے جھکی جھکی نظروں سے پاپا کو دیکھ رہی تھیں۔میرا دل کٹ رہا تھا۔میں اپنی ماں کے دکھ کو دل کی گہرائیوں سے سمجھ رہا تھا۔مگر کیا کر سکتا تھا؟ وہاں سے دلبرداشتہ ہو کر دوسرے کمرے میں آ کر وکی سے رابطہ کرنے لگا۔

اس نے رابطہ ہوتے ہی چہک کر کہا۔''ہائے وجی! یہ تمہاری جینا نے ناک میں دم کر دیا ہے۔مجھ سے پوچھ رہی ہے، جب تم خیریت سے اپنے گھر پہنچ گئے ہو تو پھر اس سے باتیں کیوں نہیں کر رہے ہو؟''

میں نے کہا۔''خیریت سے گھر پہنچنے کے باوجود خیریت ہمارا منہ چڑا رہی ہے۔''

وہ بڑے ہی مزے میں بڑے ہی موڈ میں تھا۔اس نے میری سنجیدگی پر توجہ نہیں دی۔جینا کو فون دیتے ہوئے کہا۔''پہلے اپنی جان سے بات کرو اور اس کا کلیجہ ٹھنڈا کرو۔''

میں کہنا چاہتا تھا کہ پہلے وہ میری ضروری اور المناک باتیں سن لے۔مگر فون جینا کے پاس پہنچ گیا تھا۔اس کی رس بھری آواز سنائی دی۔مجھے اچانک یوں لگا، جیسے ہلاکت خیز شور ہنگاموں کی بھیڑ میں وہ گنگناتی ہوئی آ رہی ہے۔میں جلتے سورج کے نیچے دوڑ رہا تھا۔آبلہ پا ہو رہا تھا۔وہ اچانک ہی ٹھنڈی چھاؤں بن گئی ہے۔

اس نے پوچھا۔''ہائے وجی! یہ تم ہی ہو ناں...؟''

میں نے کہا۔''ہاں۔میں ہوں۔تمہارا وجی بول رہا ہوں۔مگر....''

میں کہنا چاہتا تھا....مگر ابھی پیار و محبت کی باتیں نہیں کر سکوں گا۔ہم پر بہت بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے....

لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔پہلے تو یہ سمجھ آیا کہ ایک طویل مدت کے بعد میری آواز سن کر خوشی سے رو رہی ہے۔مگر نہیں...وہ روتے وقت

بڑے صدمے سے کراہ رہی تھی۔

ہم انسان ہیں۔ بعض اوقات اپنے صدمات کے آگے دوسروں کا دکھ بھول جاتے ہیں۔ اس نے روتے اور کراہتے وقت اپنے بھائی میلسن کا نام لیا۔ تب میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آہ..... اس بھری دنیا میں ایک ہی بھائی تھا۔ جسے وہ ہمیشہ کے لئے کھو چکی تھی۔ ماتم کرتے اور روتے وقت کوئی اپنا موجود نہ ہو' کوئی سر پر یا شانے پر ہاتھ رکھ کر ڈھارس دینے والا نہ ہو' اپنا کوئی آنسو پونچھنے والا نہ ہو تو رونے والے کا دکھ ہلکا نہیں ہوتا۔

اس نے میرے انتظار میں بھائی کی موت کا ادھورا ماتم کیا تھا۔ میرے شانے پر سر رکھنے کے بعد ہی وہ بھائی کی آخری ہچکی کو کلیجے سے لگا کر دل کھول کر رو سکتی تھی۔

ایک مدت کے بعد بھی میں اس کے روبرو نہیں آیا۔ مگر اب میری آواز سنتے ہی اس کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ میں بڑی محبت سے بول رہا تھا۔ اسے صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ تسلیاں دیتے ہوئے وعدہ کر رہا تھا کہ اسے کبھی تنہا نہیں رہنے دوں گا۔ وہ زندگی کی ہر آزمائش میں میری ہمدم اور ہم قدم رہے گی۔

بڑی دیر تک پیار بھرے الفاظ سے تھپکتے رہنے کے بعد وہ ذرا چپ ہوئی تو میں نے کہا۔ ''جب تم یہاں آؤ گی تو ہم خوب باتیں کریں گے۔ ابھی ہم پر ایک بہت بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں وکی سے بات کر رہا ہوں۔ تمہیں بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں؟''

اس نے فوراً ہی وکی کو فون دیا۔ میں نے کہا۔ ''وکی! بہت بری خبر ہے۔ ہماری فتح اچانک ہی شکست میں بدل رہی ہے۔''

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''اس کم بخت سلطان ظفر نے ٹرمپ چال چلی ہے۔ ہمارے نانا جان کے لئے عذاب بن گیا ہے۔ انہیں اغوا کر کے پتہ نہیں کہاں لے گیا ہے؟''

اس نے بڑے دکھ اور حیرانی سے کہا۔ ''اوہ گاڈ! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ہم جس بات کی کبھی توقع نہیں کر سکتے تھے' وہ سامنے آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے' جب ہم رخشی اور بگ باس کو لانچ میں زیر دام لا رہے تھے۔ تب ہی سلطان ظفر نے نانا جان کے خلاف یہ منصوبہ بنا لیا تھا۔ یقیناً ہماری لاعلمی میں انہیں مختلف ذرائع سے گھیرتا رہا ہو گا۔ اب اس کا تکلیف دہ نتیجہ سامنے آ رہا ہے۔''

''بے شک۔ ہمارا سارا دھیان ان دونوں کی طرف تھا۔''

وکی نے کہا۔ ''میں نے بگ باس کی کئی کمزوریاں حاصل کی ہیں۔ کیا سلطان ظفر کو اس بات کی بھی پروا نہیں ہے کہ میں گے گورڈن کو بڑی آسانی سے خطرناک تنظیموں کے علاوہ انٹرپول اور سی آئی اے والوں کے حوالے کر سکتا ہوں؟ وہ کتے کی موت مارا جائے گا۔''

''اس نے اپنے باپ گے گورڈن کو بچانے کے لئے ٹھوس انتظامات کئے ہوں گے۔ پھر اس کی نظروں میں اس بات کی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ ہم تو اپنے نانا جان کی قدر و قیمت' عزت و احترام کو سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ ہم سلطان کے سامنے اس کے باپ کی کمزوریاں بیان کر کے اپنے نانا جان کو حاصل نہیں کر سکیں گے۔''

''میں ایک بار اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے سودا کروں گا کہ وہ اپنے باپ گے گورڈن کے خلاف تمام ثبوت لے کر نانا جان کو ہمارے حوالے کر دے۔''

''تم بات کر کے دیکھ لو۔ میرا خیال ہے' وہ نہیں مانے گا۔ نانا جان کو اپنی تحویل میں رکھ کر ہم سے ہر چھوٹی بڑی بات منواتا رہے گا۔ میں نے تم سے ابھی ادھوری بات کی ہے۔ پوری بات یہ ہے کہ وہ کم بخت بینم کو اپنی منگیتر کہتا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اسے فوراً واپس کیا جائے۔ ورنہ نانا جان عذاب میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔''

وکی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ وہ ہماری بہن کا بھی مطالبہ کر رہا ہے۔ اس طرح تو پاپا پھر ان شیطانوں کے آگے کمزور پڑ جائیں گے۔''

''ہم بہت دیر سے سوچ رہے ہیں۔ سر کھپا رہے ہیں۔ مگر سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' کیا کرنا چاہئے؟ سلطان کے آگے جھکنا بھی گوارا نہیں ہے۔''

وکی نے کہا۔ ''مجھے ذرا سوچنے کا موقع دو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے دوسرے کمرے کے دروازے پر آ کر دیکھا۔ ماما' پاپا' امیر حمزہ اور ماسٹر فو گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے سے کچھ بول رہے تھے۔ نانا جان کو حاصل کرنے کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ مگر اپنی تدابیر سے خود ہی مطمئن نہیں ہو رہے تھے۔

ایسے وقت میرے فون سے کالنگ ٹون سنائی دی۔ ننھی سی اسکرین نے بتایا' سلطان ظفر کال کر رہا ہے۔ میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ پھر پوچھا۔ ''ہیلو ظفر! نانا جان کہاں ہیں؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اچھی طرح تلاش کر چکے ہو۔ آئندہ بھی اندازے قائم کرتے رہو گے۔ انہیں ڈھونڈتے اور ناکام ہوتے رہو گے۔ کیوں وقت

ضائع کر رہے ہو؟ قربان واسطی کو اس گھر کی چار دیواری سے اور اپنی ماں کی زندگی سے باہر نکالو۔"

"پاپا ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہمیں اتنا تو بتادو کہ نانا جان کہاں اور کس حال میں ہیں؟ آخری بار ان سے بات ہوئی تو وہ قاہرہ میں تھے اور اسلام آباد جا رہے تھے۔"

اس نے کہا۔ "کسی کو اغوا کرنے والے نادان نہیں ہوتے۔ تمہارے نانا کی سمت بدل گئی ہے۔ وہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں۔ اس سے آگے نہ میں کچھ کہوں گا اور نہ تم لوگ معلوم کر سکو گے۔ ابھی جو کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔ اپنے باپ کو گھر سے اور خاندان سے نکالو۔"

میں نے کہا۔ "یہ ابھی جا رہے ہیں۔ انہیں کچھ تو وقت دو۔"

"ایک گھنٹے کے اندر وہ تم لوگوں سے منہ پھیر کر نہیں جائے گا تو تم اس بوڑھے کی چیخیں سنو گے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ہم جانتے تھے، وہ بینم کو حاصل کرنے کے لئے بعد میں فون کرے گا۔ مگر اس سے پہلے پاپا کو ہم سب سے دور کر رہا تھا اور ہمیں اس کے حکم کی تعمیل کرنی تھی۔ ہم مجبور تھے، فتح و کامرانی کی بلندیوں پر پہنچ کر پستیوں میں گر رہے تھے۔

جب پہلی بار سلطان نے نانا جان کے اغوا کی خبر سنائی تھی اور پاپا کو ہماری زندگی سے نکل جانے کا حکم دیا تھا، تب ہی سے پاپا، ماما، امیر حمزہ اور ماسٹر فو تدبیریں سوچتے رہے تھے۔ اس پہلو پر بھی غور کیا جا رہا تھا کہ پاپا یہاں سے جانے کے بعد تنہا ہو جائیں گے۔ پتہ نہیں، دشمن ان کے خلاف کیا کریں گے؟ ایسے وقت یہی سوچا گیا کہ امیر حمزہ ان کی نگرانی کرتا رہے گا۔

ہم کبھی پاپا کے بارے میں کبھی نانا جان کے بارے میں اور کبھی بینم کے بارے میں سوچ رہے تھے اور بھٹک رہے تھے۔

وکی نے فون پر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا۔ "ہاں بولو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی ہے۔"

"میری سمجھ میں یہی بات آ رہی ہے کہ نانا جان کے متعلق ہم اندھیرے میں ہیں۔ یہ نہیں جانتے، انہیں کہاں لے جا کر قیدی بنایا گیا ہے؟ مگر بینم کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ ابھی اسلام آباد میں ہے۔ اگر اسے سلطان ظفر کے حوالے کرنا ہوگا تو اس سے کہو، چوبیس گھنٹے کے بعد ایسا ممکن ہوگا۔ میں زیادہ سے زیادہ وقت چاہتا ہوں۔ تب تک اپنی بہن کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "تمہارے ارادے کیا ہیں؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں کسی بھی حال میں اپنی بہن کو اس خبیث کے سائے میں جانے نہیں دوں گا۔ اسے تحفظ دینے کے لئے میں کیا کروں گا، یہ ابھی نہیں جانتا۔ بینم چونکہ ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے، رخشی پہلی فرصت میں اسلام آباد کی طرف دوڑے گی۔ اور میں اسے ایسا دوڑاؤں گا کہ بیٹا بھی ماں کے پیچھے دوڑتا رہے گا۔"

"تم بھول رہے ہو وکی! بینم کو ان کے پاس جانے نہیں دو گے، رخشی کو تگنی کا ناچ نچانا چاہو گے تو سلطان ظفر جھنجلا کر نانا جان پر عذاب نازل کرتا رہے گا۔ یہ مت بھولو کہ ہماری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھوں میں ہے۔"

"میں اس کمزوری کو سمجھ رہا ہوں۔ میری پہلی اور آخری کوشش یہی ہوگی کہ نانا جان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ تم یہاں کے حالات سنبھالو۔ میرا اسلام آباد جانا بہت ضروری ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "جینا میرے پاس کب پہنچے گی؟"

"اس نے اپنی ملازمہ لوری کو بلایا تھا۔ وہ یہاں اس کے پاس ہے۔ لو اس سے بات کرو۔"

مجھے جینا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "وجی! میں یہاں تنہائی محسوس کر رہی تھی۔ اس لئے لوری کو بلایا ہے۔ وکی کل یہاں سے جانے والا ہے۔ مجھے لوری کا آسرا رہے گا۔ کل کسی وقت تمہارے پاس آؤں گی اور آنے سے پہلے فون پر اطلاع دوں گی۔"

پھر لوری کی آواز سنائی دی۔ "ہائے وجی! رابعہ (جینا) نے مجھے بتایا ہے، تمہارے نانا جان دشمنوں کے چنگل میں ہیں۔ میں اور رابعہ ہر نماز میں ان کی سلامتی اور خیریت سے واپسی کے لئے دعائیں مانگ رہی ہیں۔ تم حوصلہ رکھو۔ ہمارا پروردگار ان کی حفاظت کرے گا۔"

تھوڑی دیر تک جینا اور لوری سے ایمان افروز اور حوصلہ پیدا کرنے والی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں نے وکی سے پوچھا۔ "کیا تم اسلام آباد کے لئے کل تک روانہ ہو جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں جلد سے جلد بینم تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے اس کا فون نمبر اور موجودہ رہائشی پتہ بتاؤ؟"

میں نے اس کا فون نمبر اور پتہ نوٹ کرایا۔ اس نے کہا۔ "تم سلطان ظفر سے کہو، بینم کو وکی کے آدمی کسی خفیہ پناہ گاہ میں لے گئے تھے۔ اب یہ وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟"

"تم چاہتے ہو' سلطان تمہارے پیچھے پڑجائے؟"

"ہاں۔میں یہی چاہتا ہوں۔ اس خبیث کو ییٹم تک پہنچانے کا آسرادیتا رہوں گا اوردوڑاتا رہوں گا۔ یہ مجھ پر چھوڑ دو کہ اس کے ساتھ کیسا کھیل کھیلوں گا؟"

میں نے کہا۔"اچھی بات ہے۔میں تمہاری پلاننگ کے مطابق اس کم بخت کو تمہارے پیچھے لگادوں گا۔ویسے ہم سب سوچ رہے تھے کہ پاپا کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔وہ یہاں سے جائیں گے تو تم بڑی رازداری سے ان کے ساتھ رہو گے۔"

اس نے کہا۔"پاپا کی نگرانی اور حفاظت تمہارے اس ماسٹر فو سے زیادہ اور کوئی نہیں کرسکے گا۔فی الحال اسے پاپا کے لئے ڈھال بنادو۔"

"ٹھیک ہے۔ہم یہی کریں گے۔"

ہم نے رابطہ ختم کردیا۔پھر ضرورت کے وقت ایک دوسرے کو کال کرسکتے تھے۔میں سوچنے لگا۔ییٹم کے متعلق یقین ہوگیا تھا کہ وکی اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گا۔ جلد ہی اسے دوبارہ حاصل کرلے گا۔فکراور تشویش نانا جان کے لئے تھی کہ وہ خبیث سلطان ظفرانہیں کہاں لے گیا ہے؟ جہاں بھی لے گیا ہے' ہم وہاں تک کیسے پہنچیں گے؟



وہ طیارہ قاہرہ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا تھا۔اب وہاں سے اسلام آباد جارہا تھا۔نانا جان آرام سے اپنی سیٹ پر نیم دراز تھے۔تمام مسافر آرام و آسائش کے ساتھ فضائی سفر سے لطف اندوز ہورہے تھے۔یہ نہیں جانتے تھے کہ جدہ سے روانہ ہوتے ہی اس طیارے کو ہائی جیک کرلیا گیا ہے۔

پائلٹ کے کیبن میں کو پائلٹ' اسٹیوارڈ اور ایر ہوسٹس وغیرہ سب ہی سہمے ہوئے تھے۔انہیں سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ خاموش رہیں اور ابھی کنٹرول ٹاور کو جہاز کے اغوا ہونے کی اطلاع نہ دیں۔پائلٹ اور جہاز کا عملہ مسافروں کی سلامتی کے لئے ان کے احکامات کی تعمیل کررہا تھا۔

پھر وہ کیبن سے نکل کر مسافروں کے آگے پیچھے پہنچ گئے۔ان کے ہاتھوں میں اسلحہ دیکھتے ہی عورتیں رونے لگیں۔بچے سہم کر اپنے بزرگوں سے پوچھنے لگے۔"یہ لوگ بندوقیں لے کر کیوں آئے ہیں؟ کیا ہمیں مارڈالیں گے؟"

ان کے لیڈر نے گرجتی اور گونجتی ہوئی آواز میں کہا۔"خاموش رہو۔ہماری کسی مسافر سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔تم میں سے کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔تم سب

اپنے اپنے موبائل فون ہمارے حوالے کردو۔"

ان کا ایک آدمی بڑا سا شاپر ہاتھوں میں لئے ایک ایک مسافر کے سامنے سے گزررہا تھا۔وہ سب اپنا فون اس شاپر میں ڈال رہے تھے۔جو ایسا نہیں کرتے تھے۔ان کی تلاشی لی جاتی تھی۔یہ یقین کیا جاتا تھا کہ واقعی ان کے پاس فون نہیں ہے۔

میرے نانا جان نے بھی کسی حیل و حجت کے بغیر اپنا فون ان کے شاپر میں ڈال دیا۔ اس طرح وہ اپنے فون سے محروم ہوگئے اور ہم سے ایک نامعلوم مدت کے لئے رابطہ ختم ہوگیا۔وہ نہیں جانتے تھے اور نہ ان سے پوچھ سکتے تھے کہ وہ کون لوگ ہیں اور کیوں ایسا کررہے ہیں؟

جیسا کہ ہوتا آیا ہے' اس کے مطابق یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ طیارے کو کسی سیاسی مقصد کے لئے اغوا کیا جارہا ہے۔ جب تک بات نہیں کھل رہی تھی' تب تک سب ہی فکرمند اور خوفزدہ تھے کہ نہ جانے آگے کیا ہونے والا ہے؟

آخر انہوں نے کنٹرول ٹاور والوں کو یہ چیلنج کیا کہ طیارہ ان کے قبضے میں ہے۔چشم زدن میں اسے تباہ کیا جاسکتا ہے۔اگر طیارے کی اور مسافروں کی سلامتی عزیز ہے تو ان کے مطالبات پورے کئے جائیں۔اس سلسلے میں جب تک مذاکرات کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آئے گا' تب تک طیارہ ان کے قبضے میں رہے گا اور وہ اسے افغانستان کے ایک دور اُفتادہ علاقے میں اتاریں گے۔

جہاز میں دو بڑے ممالک کے اعلیٰ عہدیدار سفارتی معاملات سے نمٹنے کے لئے اسلام آباد جارہے تھے۔وہ اپنے دو درجن اسٹاف کے ساتھ تھے۔ایک ہائی جیکر نے انہیں حکم دیا کہ وہ سب پیچھے جاکر بیٹھیں اور پیچھے والے اگلی سیٹوں پر آجائیں۔

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔اس ہائی جیکر نے ان اعلیٰ عہدیدار انگریزوں سے کہا۔"تم سب یرغمالی ہو۔جب تک تمہارے حکمران ہمارے مطالبات پورے نہیں کریں گے' تب تک تم سب ہمارے قیدی بن کر رہو گے۔"

وہ پریشان ہوکر التجائیں کرنے لگے۔گڑگڑانے لگے۔اس نے ڈانٹ کر کہا۔"خاموش رہو۔ہم مجاہدین ہیں۔دین کی سر بلندی کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔تمہارے حکمرانوں نے ہمارے مجاہدین کو قیدی بنایا ہے۔ہم تمہیں قیدی بنارہے ہیں۔قیدیوں کا تبادلہ ہوگا۔ہمارے لوگوں کو رہائی ملے گی تو تمہیں بھی سلامتی ملے گی۔"

نانا جان عام مسافروں کے درمیان بیٹھے اس ہائی جیکر کو اور اس کے حواریوں کو ناگواری

سے دیکھ رہے تھے۔ ان سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مومن اور مجاہد نہیں ہیں۔ بہروپیے ہیں۔ بندوق کے آگے زبان بند ہو جاتی ہے۔ ان بہروپیوں سے خوامخواہ حجت کر کے اپنی جان کا خطرہ مول لینا سراسر نادانی ہوتی۔ لہٰذا وہ چپ چاپ ان کی باتیں سن رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہم معلم العالم سلطان ظفر کے جاں نثار ہیں۔ اس کے حکم سے اپنے دین کی بقاء اور سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ جو دشمنانِ دین جہاد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ ان سے جنگ لڑتے ہیں۔ اگرچہ ہم بڑے طاقتور ممالک کی فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تاہم وہ بھی ہمارے مقابلے پر مات کھاتے رہتے ہیں اور ہمارے معلم سلطان ظفر سے خوفزدہ رہتے ہیں۔''

وہ تمام اسلحہ بردار حواری اپنے معلم ''سلطان ظفر زندہ باد'' کے نعرے لگانے لگے۔ ایسے وقت نانا جان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ان کے اسی ناجائز بیٹے کے لئے زندہ باد کے نعرے لگائے جا رہے ہیں' جس کی وجہ سے انہوں نے رخشی کو اپنی زندگی سے نکال پھینکا تھا۔ وہ تو یہی سمجھتے تھے کہ رخشی کا بیٹا سلطان ظفر معلم سلطان ظفر کا محض ہم نام ہے۔

انہوں نے اخبارات اور رسائل میں اس کی تصویریں ایک معلم کی حیثیت سے دیکھی تھیں۔ اس کے متعلق بہت کچھ پڑھا تھا اور پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ وہ معلّم اور مجاہد جہاد کے اصل معنی و مفہوم کو توڑ مروڑ کر عملی طور پر اس طرح پیش کر رہا ہے کہ مجاہد کے بجائے دہشت گرد بن گیا ہے۔

پریس میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے کہا جاتا تھا کہ انٹرپول اور سی آئی اے کے جاسوس اسے دن رات تلاش کرتے ہیں۔ اس کی گرفتاری کے لئے لاکھوں ڈالرز کا انعام رکھا گیا ہے۔ مگر وہ چھلاوہ ہے۔ کسی ایک ملک' ایک علاقے میں نہیں رہتا ہے۔ جگہ بدلتا رہتا ہے۔

بیشک وہ چالاک اور حاضر دماغ ہوگا۔ مگر سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا وہ دنیا کے تمام انٹیلی جنس والوں سے زیادہ چالاک ہے؟ ڈیٹکٹیو آلات کے ذریعے اور سیٹلائٹ کے ذریعے روپوش رہنے والے مجرموں اور اہم رازوں کا سراغ لگا لیا جاتا ہے۔ پھر سلطان کے متعلق یہ معلوم کیوں نہیں ہوتا کہ وہ کس ملک کے کس علاقے میں موجود ہے؟

سلطان ظفر کے متعلق شکوک و شبہات تھے کہ وہ دوغلا اور بہروپیا ہے۔ یہود و نصاریٰ سے کروڑوں ڈالرز وصول کرتا ہے۔ اس کے عوض بناسپتی معلّم اور مجاہد بن کر ایسا طریق کار

اختیار کرتا ہے کہ پوری مسلمان قوم دہشت گرد کہلانے لگتی ہے۔

نانا جان ابھی طیارے میں محفوظ تھے۔ خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ جس بچے کو پیدائش کے وقت ناجائز کہہ کر ٹھکرا دیا تھا۔ وہ نام نہاد معلّم بن کر ان کو اور ان کے پورے خاندان کو دہشت گردی کے لپیٹ میں لینے آ گیا ہے۔

وہ تمام اعلیٰ عہدیدار اور ان کے معاون سہمے ہوئے تھے۔ اغواء کرنے والوں نے اعلانیہ کہہ دیا تھا کہ ان سب کو قیدی بنا لیا گیا ہے۔ اگر ان کے مطالبات پورے نہیں کئے جائیں گے تو ان تمام قیدیوں کو گولیوں سے اڑا دیا جائے گا۔ ویسے موت آئے نہ آئے' شامت تو آ ہی گئی تھی۔ کیونکہ موت سے پہلے ہی ان کی آدھی جان نکلی جا رہی تھی۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شامت آ جاتی ہے۔ مگر بندہ بے خبر رہتا ہے۔ نانا جان کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ وہ بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ آگے جا کر ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ طیارے کے اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تمام مسافر اپنی اپنی جگہ سہمے ہوئے خدا کو یاد کر رہے تھے۔

آخر اعلان ہوا کہ طیارے کو کہیں اتارا جا رہا ہے۔ کھڑکیوں کے باہر رات کی تاریکی تھی۔ کہیں کہیں ہلکی مدھم روشنی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ باہر گہری دھند چھائی ہوئی ہے۔ سب نے اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ سیٹ بیلٹ یا لائف بیلٹ کے معنی ہیں' زندگی بچانے والا بندھن...... عجیب سی بات ہے' اسے باندھ لینے سے تسلی ہوتی ہے کہ موت نہیں آئے گی۔ جبکہ ان کے آس پاس بھری ہوئی بندوقیں کسی وقت بھی چل سکتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ جہاز سلامتی سے کہیں اتر گیا۔ مسافر انتظار کرنے لگے کہ شاید انہیں اترنے کے لئے کہا جائے گا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ باہر کہیں کہیں دھند میں لپٹی ہوئی روشنی جھلک رہی تھی۔ گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ باہر یقیناً دو پارٹیوں کے درمیان مذاکرات ہو رہے تھے۔ بہر حال اچھا خاصا وقت گزرنے کے بعد شاید معاملات طے ہو گئے۔

اس ہائی جیکر نے جہاز کے اندر آ کر اپنے حواریوں کو حکم دیا۔ ''ان انگریز قیدیوں کو باہر لے چلو۔ کسی سے بات نہ کرو۔ کوئی بولنے کی کوشش کرے تو اسے گولی سے اڑا دو۔''

پھر اس نے نانا جان کے پاس آ کر پوچھا۔ ''تم پاکستانی ہو؟''

انہوں نے کہا۔ ''جی ہاں۔ میں اسلام آباد جا رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''تم ہماری زبان بولتے ہو۔ کیا انگریزی بھی جانتے ہو؟''

انہوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ’’جی ہاں۔‘‘

اس نے کہا۔ ’’ہم انگریزی نہیں جانتے۔ تم ان قیدیوں کی باتوں کا ترجمہ ہمارے سامنے کرو۔ ہمیں سمجھاؤ کہ وہ کیا کہتے ہیں؟‘‘

انہوں نے پوچھا۔ ’’مجھے کہاں جانا ہوگا؟‘‘

’’کوئی سوال نہ کرو۔ باہر چلو۔‘‘

ایک حواری کی گن کا رخ ان کی طرف ہوگیا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر طیارے سے باہر آگئے۔ ان تمام انگریز قیدیوں کو ایک بڑی سی گاڑی میں بٹھا کر کہیں لے جایا جارہا تھا۔ نانا جان کو دوسری گاڑی میں بٹھایا گیا۔ وہ پریشان تھے۔ ان سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے وہ ایک بولنے والے قیدی کی اچھی طرح پٹائی ہوتے دیکھ چکے تھے۔

سلطان ظفر کے چار مسلح کارندے ان کے آگے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی اسٹارٹ ہوکر کہیں جانے لگی تو انہوں نے بولنے کی جرأت کی۔ کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ ’’میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔‘‘

ایک نے سخت لہجے میں کہا۔ ’’کچھ نہ بولو۔ نہ ہم سنتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں۔‘‘

دوسرے نے وارننگ دی۔ ’’اب ایک لفظ بھی نہ بولنا۔‘‘

انہیں چپ رہنا پڑا۔ کھڑکی کے باہر حد نظر تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ گہری دھند کے باعث گاڑی کی ہیڈ لائٹس دور تک نہ تو روشنی پہنچا رہی تھیں، نہ کوئی منظر دکھا رہی تھیں۔ وہ خود کو تسلیاں دینے لگے۔ دل ہی دل میں کہنے لگے۔ ’’میں نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ کسی نے میری ذات سے نقصان نہیں اٹھایا۔ خدا نے چاہا تو کوئی مجھے بھی تکلیف نہیں پہنچائے گا۔‘‘

وہ پریشان ہوکر ان اسلحہ برداروں کو باری باری تک رہے تھے۔ سوچ رہے تھے۔ ’’آخر یہ مجھے کہاں لے جارہے ہیں؟ کیوں لے جارہے ہیں؟ کچھ تو معلوم ہو۔‘‘

تقریباً تین گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی رک گئی۔ نانا جان نے ان کے ساتھ باہر نکل کر دیکھا۔ گہری دھند کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نیم تاریکی میں چھپی چھپی سی روشنی سے اندازہ ہوا کہ انہیں کسی فوجی ائیر بیس میں لایا گیا ہے۔ وہ شدید حیرانی سے پوچھنا چاہتے تھے کہ انہیں ہوائی جہاز سے کیوں اتارا گیا ہے؟ کسی ائیر فورس کے ہوائی اڈے میں ان کا کیا کام ہے؟

بڑی مجبوری تھی۔ وہ ان شیطانون کے سامنے منہ کھول کر منہ کی کھانا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک عمارت کے دفتری کمرے میں آگئے۔ سامنے ریوالونگ چیئر پر ایک فوجی افسر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں آنے جانے والے سپاہی بھی غیر ملکی تھے۔

اس افسر نے نانا جان کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر سامنے کھلی ہوئی فائل پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ’’علیم شیرازی...؟‘‘

ایک گن مین نے نانا جان کو کہنی مارتے ہوئے کہا۔ ’’جواب دو۔‘‘

انہوں نے کہا۔ ’’جی ہاں۔ میں علیم شیرازی ہوں۔ مگر آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟ یہاں میرے نام کی یہ فائل کیسی ہے؟‘‘

وہ کچھ لکھنے کے لئے فائل پر جھک گیا۔ انہوں نے عاجزی سے کہا۔ ’’فار گاڈ سیک۔ کچھ تو بتائیں، مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟‘‘

افسر نے کہا۔ ’’ہم نہیں جانتے۔ تم ہمارے لئے مجرم نہیں ہو۔ ہمارے قیدی نہیں ہو۔ معلم سلطان ظفر کے مہمان ہو۔ وہ کسی بھی وقت تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔‘‘

پھر اس نے اپنے فوجی جوانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’سیل نمبر ٹوئنٹی سیون....‘‘

دو سپاہیوں نے نانا جان کو گن پوائنٹ پر رکھ کر ایک طرف چلنے کا حکم دیا۔ وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگے۔ ’’میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جارہا ہے؟ مجھے سیل نمبر ٹوئنٹی سیون میں لے جارہے ہو۔ آخر کیوں...؟‘‘

انہیں طیارے سے لانے والے اسلحہ بردار وہاں سے جاچکے تھے۔ اب وہ غیر ملکی فوجیوں کی کسٹڈی میں تھے۔ وہ سب ایک لفٹ کے پاس آکر رک گئے۔ سپاہی نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ پھر انہیں لفٹ کے اندر لایا گیا۔

ایک تو پہلے ہی اندھیری رات تھی۔ اوپر سے پٹی باندھ دی گئی۔ وہ بند آنکھوں کے پیچھے تاریکی میں محسوس کررہے تھے کہ لفٹ اوپر نہیں نیچے جارہی ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ انہیں کسی تہ خانے میں پہنچایا جارہا ہے۔۔

لفٹ رک گئی۔ انہیں باہر لایا گیا۔ مگر پٹی نہیں کھولی گئی۔ ایک سپاہی نے ان کا بازو پکڑ لیا۔ باقی آگے پیچھے ایک نیم تاریک راہداری سے گزرنے لگے۔ ایسے وقت انہوں نے بائیں طرف کسی کی آہیں سنیں۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد دائیں طرف کوئی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ یوں سمجھ میں آیا کہ تہ خانے میں یا تو بیمار افراد ہیں یا وہ کسی اور طرح کے مصائب میں مبتلا ہیں۔

وہ ایک راہداری سے دوسری، پھر تیسری راہداری میں مڑ رہے تھے۔ ایک جگہ کسی نے بڑے درد اور کرب سے "اللہ" کہا۔ پتہ نہیں کتنی تکلیف سے وہ آواز اس کے اندر سے نکلی تھی؟ نانا جان کے کلیجے میں اترتی چلی گئی۔

انہوں نے تڑپ کر ان فوجیوں سے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہاں مصیبت زدہ لوگوں کی آہیں اور سسکیاں سنائی دے رہی ہیں۔"

وہ خود ہی بول رہے تھے، خود ہی جواب دے رہے تھے۔ "کیا یہ قید خانہ ہے؟ کیا یہاں انسان انسان پر تشدد کرتا ہے؟ کیا یہ ٹارچر سیل ہے؟ اوہ خدا! کیا یہاں اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں؟"

ان کا بڑھاپا چلتے چلتے لرز رہا تھا۔ قدم ڈگمگا رہے تھے۔

اے پیر ناتواں! سوئے مقتل پکارتا ہے تجھے...

اے زندگی! تو موت سے پہلے مارنے کے لئے کہاں لے آتی ہے؟

تجھ سے اچھی تو موت ہے، جو ایک ہی بار مارتی ہے۔ تیری طرح بار بار نہیں مارتی۔

انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔ سب ہی چلتے چلتے رک گئے۔ رکنے کی وجہ وہی لوگ جانتے ہوں گے۔ انہیں تو اندھا بنا دیا گیا تھا۔ وہاں چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر آہنی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ صاف سمجھ میں آ گیا کہ جیل خانے کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

ویسے جیل خانہ تو دنیا کے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کے لئے ہوتا ہے۔ وہ کسی عقوبت خانے کا دروازہ تھا۔

انہیں دھکا دے کر آگے بڑھایا گیا۔ وہ دو چار قدم لڑکھڑاتے ہوئے گئے۔ پھر گرتے گرتے سنبھل گئے۔ ان کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی۔ آنکھیں کھلتے ہی انہوں نے خود کو ایک کال کوٹھری میں پایا۔ اس کی چھت اور دیواریں کالے رنگ کی تھیں۔ کھڑکی اور روشندان تو دور کی بات ہے، کہیں ایک ننھا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ چھت پر ایک بیمار سا بلب روشن تھا۔ اس کی زرد روشنی کال کوٹھری کے اندر دیے کی طرح ٹمٹما رہی تھی۔

انہوں نے مسلح سپاہیوں کو دیکھتے ہوئے گڑگڑاتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ میرا جرم کیا ہے؟ مجھے یہ سزا کیوں دی جا رہی ہے؟"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ واپس جانے لگے۔ نانا جان نے آگے بڑھ کر ایک سپاہی کا بازو پکڑ کر التجا کی۔ "خدا کے لئے میرا قصور بتاؤ؟ فرد جرم تو سناؤ؟ اتنا ہی بتا دو کہ میں کس سے فریاد کروں؟ اپنی سلامتی کے لئے کس کے پاس جاؤں؟"

دو سپاہیوں نے انہیں پکڑ کر ایک طرف دھکا دیا۔ وہ دیوار سے جا کر ٹکرائے۔ فرش پر گرے پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے لگے۔ مگر ان کے اٹھ کر آنے تک وہ آہنی دروازہ مقفل ہو چکا تھا۔ مسلح فوجی واپس جا رہے تھے۔

وہ چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگے۔ جانے والے واپس نہیں آئے۔ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس تہ خانے میں ان کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ پھر دو منٹ کے بعد ہی کال کوٹھری اور راہداری کی تمام لائٹس بجھا دی گئیں۔ ایکدم سے یوں لگا، جیسے وہ اچانک ہی اندھے ہو گئے ہیں۔ یک لخت چھا جانے والا اندھیرا ایسا تھا کہ وہ کھڑے نہ رہ سکے لڑکھڑا کر بیٹھ گئے۔

ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ پوری دنیا پر کالک پھر گئی تھی۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے دیکھنے کے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔ کیا قبر میں ایسا ہی اندھیرا ہوتا ہوگا؟

میرے نانا جان بڑے سخت جان ہیں۔ بڑے مضبوط ارادوں کے مالک ہیں۔ وہ مصائب سے کبھی نہیں گھبراتے۔ البتہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی یہ پریشانی تھی کہ وہ چپ چاپ سیدھے راستے سے اپنے گھر جا رہے تھے۔ پھر ایسی بھیانک منزل کی طرف راستہ کیسے مڑ گیا؟ کس نے موڑ دیا؟

تب انہیں یاد آیا، اس تہ خانے کے اوپر کمرے میں اس انگریز فوجی افسر نے کہا تھا۔ "تم ہمارے قیدی نہیں ہو۔ معلم سلطان ظفر کے مہمان ہو۔ وہ کسی بھی وقت تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔"

وہ سر اٹھا کر تاریکی میں گھورنے لگے۔ انہوں نے اخبارات میں اور ٹی وی چینلز کے ذریعے سلطان کی تصویریں دیکھی تھیں۔ گہری تاریکی میں اس کا بھولا ہوا چہرہ کسی حد تک جھلکنے لگا۔

نانا جان حیرانی سے بڑبڑانے لگے۔ "مجھے اس بہروپیے کا مہمان کیوں کہا گیا ہے؟ کیا واقعی وہ یہاں آئے گا؟ مجھے اس کال کوٹھری سے نکال کر لے جائے گا؟"

ان کے بوڑھے دل میں بجھتی ہوئی امید کا چراغ لو دینے لگا۔ وہ سوچنے لگے۔ "وہ بہروپیا اور دغا باز سہی، مجھے یہاں سے نکال کر تو لے جائے۔ نامعلوم اور ناکردہ گناہ کی سزاؤں سے نجات تو ملے۔ معلوم تو ہو، میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ اس تہ خانے کی کال کوٹھری میں پہنچ کر زندگی سے مایوس ہو رہے تھے۔ اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل رہا تھا۔ ایک امید تھی کہ شاید وہ جلد ہی وہاں سے نکل پائیں گے۔ دل میں رہائی پانے کی تڑپ تھی۔ لہٰذا وہ فوراً ہی اس تاریک زنداں کے تاریک مصلے پر سجدے میں گر

پڑے۔

تقریباً چار گھنٹے بعد وہ دیوار سے ٹیک لگائے' سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ایسے وقت ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔انہوں نے چونک کر اِدھر اُدھر سر گھمایا۔ اندھیرے میں یہ بھول گئے کہ دروازہ کس سمت ہے؟

پہلے تو یوں لگا' جیسے کوئی تاریکی میں چھپ کر آیا ہے... کیا واقعی کوئی آیا ہے؟ مگر وہ آہنی دروازے سے ابھرتی ہوئی آواز نہیں تھی۔

انہوں نے پوچھا۔"کون ہے؟ کیا تم خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہو؟"

انہیں جواب نہیں ملا۔چند سیکنڈ کے بعد پھر ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ ابھری۔اس بار اس فوجی افسر کی آواز سنائی دی۔"ہیلو سیل نمبر ٹوئنٹی سیون کے قیدی! کیا میری آواز سن رہے ہو؟"

تب معلوم ہوا کہ وہاں دیوار یا چھت پر کہیں اسپیکر لگا ہوا ہے۔انہوں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔"ہاں۔میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔"معلّم سلطان ظفر تم سے مخاطب ہو رہا ہے۔اس سے باتیں کرو۔"

پھر اس اسپیکر سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اس کے ساتھ ہی بڑی قرأت کے ساتھ کہا گیا۔"اسلام علیکم...!"

انہوں نے کہا۔"وعلیکم السلام...! خدا تمہیں ایمان اور نیکی دے۔ مجھے بتاؤ' کیا میں یہاں تمہارا مہمان ہوں؟"

"بے شک۔اسی لئے تمہیں عزت سے رکھا گیا ہے۔ مہمان نہ ہوتے تو ابھی اس تہ خانے میں تمہاری چیخیں گونجتی رہتیں۔"

"کیا اس طرح کال کوٹھری میں پھینک کر عزت دی جاتی ہے؟"

اس نے کہا۔"ابھی تم سے بات نہ کروں' فون بند کر دوں تو تمہیں رات میں سورج اور دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔"

"تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔ مجھ بوڑھے کو اور سزا نہ دینا۔میں تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔صرف التجاء کرتا ہوں۔ مجھے اس تاریک جہنم سے نکالو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔"ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ابھی آئے ہو۔ ذرا دم لو اور یہ پوچھو کہ میں نے تمہیں مہمان کیوں بنایا ہے؟"

"ہاں بتاؤ' کیوں بنایا ہے؟"

"اس لئے کہ تم ظالم ہو۔تم نے ایک شریف عورت اور اس کے معصوم بچے پر ظلم کیا

ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔کسی نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔"

"کسی نے نہیں لگایا ہے۔وہ مظلوم بچہ جوان ہو کر خود کہہ رہا ہے اور وہ بچہ میں ہوں۔"

انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔"تم...؟ کیا میں نے تم پر ظلم کیا ہے؟ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں۔"

"جان جاؤ گے۔کیا تم نے یہ الفاظ تین بار ادا کئے تھے؟ میں نے تمہیں طلاق دی... میں تمہیں طلاق دی..... میں نے تمہیں طلاق دی....تین بار کہی ہوئی بات بھلائی نہیں جاتی۔کیا یاد آ رہا ہے؟"

انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔"ہاں۔میں نے رخشی کو طلاق دی تھی۔"

وہ جیسے پتھر مارنے والے انداز میں بولا۔"میں اسی ماں کا بیٹا ہوں....سن رہا ہے بڈھے...! میں اسی شریف ماں کا بیٹا ہوں۔جس کی کوکھ سے پیدا ہونے کے بعد تُو نے مجھے قبول نہیں کیا۔"

نانا جان موجودہ حالات میں یہ کہہ نہ سکے کہ رخشی شریف نہیں بدکار تھی۔ایسا کہتے تو وہ انتقام کی آگ میں سلگنے والا بیٹا اسی وقت مظالم ڈھانے کی انتہا کر دیتا۔وہ دیوار سے ٹیک لگائے اس کی باتیں سن رہے تھے۔وہ اپنی ماں کی شان میں قصیدہ پڑھ رہا تھا۔ماں تو پھر ماں ہوتی ہے۔طوائفوں کے بیٹے بھی اپنی ماں کے خلاف کچھ سننا گوارا نہیں کرتے۔سلطان ظفر کے ساتھ بحث نہیں کی جا سکتی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔"بول بڈھے! تُو نے میری ماں سے پیچھا چھڑانے کے لئے اس پر بدکاری کا الزام لگایا۔تُو نے میری ماں کو بدچلن ثابت کرنے کے لئے کسی غیر مرد کے ساتھ جعلی تصویریں تیار کرائیں۔بول یہ سچ ہے...؟ آج اگر سچ نہیں بولے گا تو یہاں بدترین اذیتیں سہتے سہتے اپنے پیاروں کو پکارتے پکارتے مر جائے گا۔"

وہ غصے میں اور جنون میں ایسے بول رہا تھا' جیسے منہ سے جھاگ اُگل رہا ہو۔اس نے گرجتے ہوئے پوچھا۔"چپ کیوں ہے؟ بولتا کیوں نہیں؟ میری ماں کی پارسائی کی قسم کیوں نہیں کھا رہا ہے؟"

انہوں نے مجبور ہو کر بات بنائی۔"میں مانتا ہوں۔ انسان ہوں' مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے۔تمہاری ماں کو بھی سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہو گی۔"

"ہو گئی ہو گی نہیں... ہو چکی ہے۔تم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔مجھے اور میری ممی کو اتنی

بڑی دنیا میں بدنام ہونے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔مگر دیکھو! خدا جسے چاہتا ہے‘ عزت دیتا ہے۔جسے چاہتا ہے‘ ذلت دیتا ہے۔میرا رب مجھے عزت دے رہا ہے۔آج میں ایک معلّم العالم کی حیثیت سے پوری دنیا میں شہرت حاصل کر رہا ہوں۔ بڑے بڑے ممالک مجھ سے اور میری تنظیم سے خوفزدہ رہتے ہیں۔میرے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں اور پکڑ نہیں پاتے۔“

وہ بڑھ چڑھ کر اپنی تعریفیں بیان کر رہا تھا۔اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا تھا۔پھر اس نے کہا۔”مگر بے انتہا شہرت اور عزت حاصل کرنے کے باوجود تم میرے اندر پھانس کی طرح اٹکے ہوئے ہو۔مجھے ناجائز کہہ کر جو داغ لگایا ہے‘ اسے تم ہی مٹا سکتے ہو۔“

”مجھ سے جو ہو سکے گا‘ میں کروں گا۔“

”تم پکّے کاغذ پر لکھو گے کہ تم نے مجھ سے اور میری ماں سے زیادتی کی تھی۔ہمیں ناحق بدنام کیا تھا۔“

”مجھے اس جہنم سے نکالو۔میں لکھ دوں گا۔“

”میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ صرف ایک کاغذ لکھوا کر تمہیں بے لگام چھوڑ دوں۔تم اپنی بیٹی‘ داماد اور نواسوں کی موجودگی میں مجھ سے اور میری ممی سے معافی مانگو گے۔ایسے وقت ہم سب کی آڈیو اور ویڈیو فلمیں تیار ہوں گی۔“

”تم صرف میری بات کرو۔میں راضی ہوں۔یہ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ بیٹی‘ داماد اور نواسے اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔“

”جب ان کی آنکھوں کے سامنے موت تمہاری شہ رگ کے قریب ہوگی تو وہ سب راضی ہو جائیں گے۔مجھ سے بحث نہ کرو۔میں تمہیں سوچنے‘ سمجھنے اور اپنے حق میں فیصلہ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔بارہ گھنٹوں کے بعد تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا۔“

”پہلے مجھے سوچنے سمجھنے کے قابل بناؤ۔یہاں سے نکال کر کسی مناسب چار دیواری میں پہنچاؤ۔“

”بارہ گھنٹوں کے بعد تمہیں یہاں سے رہائی بھی مل سکتی ہے اور عمر بھر کی قید بھی....تم اپنی بہتری اور سلامتی کے لئے ضرور میری باتیں مانو گے۔اس کے بعد بھی تم سے بہت کچھ منوانا ہے۔فی الحال ہمارے مذاکرات کا یہ پہلا مرحلہ ہے۔عقل سے کام لو....خدا حافظ....“

انہوں نے جلدی سے کہا۔”ذرا ایک منٹ....یہ بھی بتادو کہ مجھ سے اور بہت کچھ کیا منوانا چاہتے ہو؟“

دوسری طرف خاموشی رہی۔انہوں نے پکارا۔”ہیلو سلطان ظفر!....ہیلو....ہیلو....“

اُدھر سے وہ رابطہ ختم کر چکا تھا۔آئندہ بارہ گھنٹوں کے بعد ہی انہیں مخاطب کرنے والا تھا۔وہ مایوس ہو کر فرش پر بیٹھ گئے۔اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے چھونے لگے۔سنا ہے‘ گہری تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔اس کال کوٹھری کے اندھیرے میں یہی ہو رہا تھا۔وہ اپنے وجود کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔پتہ نہیں‘ انہیں کتنی مدت کے لئے اندھا بنا دیا گیا تھا؟



اس دائرہ نما کانفرنس ہال میں خفیہ تنظیموں اور انڈر ورلڈ کے سربراہوں کے علاوہ بڑے ممالک کی نمائندہ شخصیات اور اسپیشل انٹیلی جنس برانچ کے اعلیٰ افسران بھی موجود تھے۔

ان سب میں اثر و رسوخ اور وسیع اختیارات کے حوالے سے تنظیم بلڈر برج سب سے زیادہ طاقتور تھی۔اس کے اعلیٰ عہدیدار ہال کے مرکزی اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ان یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان چند ضمیر فروش مسلمان بھی تھے‘ جن میں سلطان ظفر سب سے اہم اور نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔

وہ ان کے درمیان ایک مائیک کے سامنے بیٹھا اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں رپورٹ پیش کر رہا تھا۔تمام حاضرین بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔”میں نے آپ تمام حضرات کی بھرپور امداد حاصل کرتے ہوئے ایک ایسی تنظیم قائم کی ہے‘ جو تیتر بھی ہے اور بٹیر بھی...جو دین کے نام پر جہادی ہے اور آپ کے ارادوں کے مطابق مسلمانوں کے لئے باعثِ بربادی ہے۔“

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔”الیکٹرونک میڈیا اور پریس میڈیا کے ذریعے ہمیں دہشت گرد کہا جاتا ہے اور ایسا کہنے والے بڑے بڑے ممالک کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔یہ میری پیٹھ ٹھونک کر شاباشی دیتے ہیں۔کیونکہ میں معلّم اور مجاہد بن کر پوری مسلم قوم کو دہشت گرد ثابت کر رہا ہوں۔“

اس بات پر پورے ہال میں تالیاں بجنے لگیں۔وہ کہہ رہا تھا۔”یہاں خفیہ تنظیموں کے اور انڈر ورلڈ کے کئی سربراہ موجود ہیں۔یہ خوش ہو کر مجھے آشیرواد دیتے ہیں۔کیونکہ ہماری دہشت گردی اور تخریب کاری کے باعث اسلحہ مافیا پنپ رہا ہے۔آج ایک بچہ بھی بڑی آسانی سے اسلحہ حاصل کر لیتا ہے۔ہتھیاروں کے زور پر افیون اور ہیروئن کی کھیپ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔یہ سلطان ظفر آپ سب کے منافع کی شرح بڑھا رہا ہے۔“

اس بات پر سب ہی ڈیسک بجانے لگے۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔”میری گرفتاری

پر لاکھوں ڈالرز کا انعام رکھا گیا ہے۔ جو انٹرپول اور سی آئی اے کے سراغ رساں مجھے گرفتار کرنے کے لئے دن رات اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ وہ بیچارے بھی اس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

تمام حاضرین قہقہے لگانے لگے۔ اس نے کہا۔ "میں موجودہ دور کا وہ مجرم ہوں، وہ مسیحا ہوں، جو آپ جیسے کرم فرماؤں کے سہارے زبردست بازی گری دکھا رہا ہے۔ ایسی بازی گری جسے ابھی دنیا والے سمجھ نہیں رہے ہیں اور آئندہ بھی اندر کی اصل باتیں سمجھ نہیں پائیں گے۔"

وہ ایک ذرا پہلو بدل کر بولا۔ "مجھے معلّم کی حیثیت سے ماننے والے میری دوہری پالیسیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں آپ حضرات کے خلاف زہر اگلتا ہوں۔ آپ سب کو دشمنانِ اسلام کہتا ہوں۔ لیکن آج تک میں نے یا میری مسلح جہادی جماعت نے آپ کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی۔ ہماری کارروائی اپنے ہی کسی معروف مسلمان کے خلاف ہوتی ہے۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "ہم اسے خودکش حملے کے ذریعے ایسی جگہ ہلاک کرتے ہیں، جہاں وہ سینکڑوں اور ہزاروں کی بھیڑ میں ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے ساتھ بے شمار بے گناہ بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جو زندہ بچتے ہیں، وہ زخمی ہو کر عمر بھر کے لئے اپاہج بن جاتے ہیں۔ یوں ہماری جماعت مسلمانوں کی تعداد کم سے کم کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں کمزور اور کھوکھلا بھی کرتی چلی جا رہی ہے۔"

بلڈر برج کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "اس کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ "ہمارے پاس مکمل سروے رپورٹ موجود ہے۔ اس کے مطابق یورپ اور امریکہ میں مساجد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ فضا میں پانچوں وقت کی اذان گونجتی ہے۔ 1963ء کی بات ہے، برطانیہ کی چند مساجد میں دو تین وقت کی نمازیں ہوا کرتی تھیں۔ آج اسی ملک میں 575 مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور وہاں نماز جمعہ کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے۔"

"ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ یہ پنپنے اور پھلنے پھولنے نہ پائیں۔ افغانستان پر حملہ کر کے وہاں اسلامی حکومت ختم کی گئی۔ پاکستان میں اگرچہ ختم نہیں کی گئی مگر وہاں اسلامی حکومت کو انتہائی کمزور بنا دیا گیا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ میں رجسٹریشن* کے نام پر مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکالا جا رہا ہے۔ امیگریشن کے قوانین سخت کر کے انہیں ایئرپورٹ سے ڈیپورٹ کیا جاتا

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ "یورپ اور امریکہ میں جہاں یہ مسلمان قانونی طور پر رہتے ہیں، وہاں ان پر نفسیاتی دباؤ ڈال کر انہیں ہراساں کیا جاتا ہے۔ ان کو ٹیلی فون کئے جاتے ہیں، ناکردہ جرائم کا ملزم بنایا جاتا ہے۔ ہم انہیں کچل ڈالنے کے لئے کیا نہیں کر رہے ہیں؟ مگر یہ ربڑ کی گیند کی طرح ہیں۔ جتنی قوت سے دباؤ ڈالا جاتا ہے، اتنی ہی قوت سے اچھل پڑتے ہیں۔"

اجلاس کے صدر نے ناگواری سے کہا۔ "ہم تھوڑی دیر بعد اس سلسلے میں باتیں کریں گے۔ اب سے کئی گھنٹے پہلے ایک طیارے کو ہائی جیک کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں کیا رپورٹ ہے؟"

سلطان نے کہا۔ "ایک بڑے ملک کے سفارت کار اسلام آباد جا رہے تھے۔ یہ خبر گرم تھی کہ ہماری جہادی تنظیم کے چھ جنگجوؤں کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "اس خبر میں کہاں تک حقیقت تھی؟"

"حقیقت نہیں تھی۔ ابھی ہم ڈرامہ پلے کر رہے ہیں۔ ہم نے اس طیارے کو اغواء کر کے ان سفارت کاروں کا اپنا قیدی بنا لیا ہے اور ان کے عوض اپنے جنگجوؤں کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔"

وہ بڑی مکاری سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "یہ ہمارے درمیان پہلے ہی طے ہو چکا ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ ہو جائے گا۔ پھر وہ سفارت کار رہائی پا کر اسلام آباد چلے جائیں گے۔ اس طرح تمام اسلامی ممالک میں اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں میری اہمیت بڑھ جائے گی۔ انہیں مجھ پر اور زیادہ اعتماد ہوگا کہ میں اپنے دین کی خاطر بڑے ممالک سے اور بڑی قوتوں سے ٹکرا رہا ہوں اور اسلام کا بول بالا کر رہا ہوں۔"

"بے شک۔ ایسے ہتھکنڈوں سے تمہاری شہرت میں جس قدر اضافہ ہوگا، اسی قدر ہمارے مقاصد پورے ہوتے رہیں گے۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "لیکن ہمیں خبر ملی ہے کہ اس طیارے کو اغوا کرانے میں تمہاری اپنی کوئی ذاتی دلچسپی بھی ہے۔ تم نے اپنا ایک قیدی وہاں کے کسی ٹارچر سیل میں پہنچایا ہے۔"

"ہاں۔ اس قیدی کا نام علیم شیرازی ہے۔ وہ پاکستان کا ایک نامی گرامی بزنس مین ہے۔ اس کے پیچھے لاکھوں کی تعداد میں ووٹرز ہیں۔ اس لئے وہ سیاسی قوت بھی رکھتا ہے اور اپنی پسند کے ارکان کو صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں بھیجتا ہے۔ درپردہ انڈر ورلڈ والوں سے

بھی رابطہ رکھتا ہے۔"

"تم ایسے سیاسی اور مجرمانہ قوت رکھنے والے کو اپنا قیدی بنا کر ذہانت کا ثبوت دے رہے ہو۔"

"اس سے میرا لہو کا رشتہ بھی ہے۔وہ میرا ایکس فادر ہے۔اس نے میری ممی کو طلاق دی تھی۔تب سے ہمارے درمیان رنجشیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

"اگرچہ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔مگر علیم شیرازی کا ایک نواسہ وجاہت علی واسطی ہمارے معاملے میں بالواسطہ ملوث ہونے والا ہے۔اس کی مداخلت سے ہمارے لئے مسائل پیدا ہوں گے۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ایک جونیئر آفیسر ہے۔بائی داوے معاملہ کیا ہے؟"

"وہی دین اسلام کا تیزی سے پھیلتا ہوا سلسلہ.....اس سلسلے میں ہماری تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔عیسائی بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں۔یورپ کی عورتوں کو بے حیا کہا جاتا تھا۔آج وہ کلمہ پڑھ کر پردہ نشین ہو رہی ہیں۔"

"کیا وجاہت علی عرف وجی ان عورتوں کو مسلمان بنا رہا ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔وجی سے تعلق رکھنے والی ایک نوجوان لڑکی جینا ہے۔وہ اسلام قبول کرنے کے بعد جینا سے رابعہ بن گئی ہے۔ہماری تنظیم کے کارندے دین اسلام کی طرف جانے والی عیسائی لڑکیوں کا محاسبہ کر رہے ہیں۔انہیں عیسائیت کی طرف واپس لانے کے لئے نرمی سے اور گرمی سے پیار سے اور سازشوں سے کام لے رہے ہیں۔"

"ابھی مسئلہ کیا ہے؟"

"ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ جینا اس وقت پیرس میں ہے اور وجی اس کے ساتھ ہے۔اس لئے ہمارے آدمی اسے ٹریپ نہیں کر پا رہے ہیں۔"

سلطان نے کہا۔"لیکن.....میری معلومات کے مطابق تو وجی لندن میں اپنی ماں کے پاس ہے۔پیرس میں یقیناً اس کا ہم شکل بھائی وکی اس لڑکی کے ساتھ ہوگا۔"

"ہاں۔ہم نے سنا ہے' وہ دو ہم شکل بھائی ہیں۔لیکن ایک تو اس حادثے میں میلسن کے ساتھ مارا جا چکا ہے۔"

"یہ رپورٹ غلط ہے۔وجی اور وکی دونوں زندہ سلامت ہیں۔"

"اوہو۔اگر وہ دونوں ہم شکل زندہ ہیں تو انہیں پہچاننے کے سلسلے میں آئندہ ہم دھوکا

کھا سکتے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔"ان بھائیوں میں سے کسی ایک کی کوئی خاص پہچان ہوگی؟"

"ہونی تو چاہئے۔میں ہمیشہ ان سے دور رہا ہوں۔اس لئے ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔"

"تمہیں جاننا چاہئے۔ہم جینا کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے وجی یا وکی کو اس سے دور کرنا ضروری ہے۔"

سلطان نے کہا۔"جینا میرے علاقے سے باہر ہے۔وہ لندن اور پیرس میں رہتی ہے۔جبکہ میں افریقہ' جنوبی ایشیا اور وسط ایشیا کے اسلامی ممالک میں تخریب کاری اور دہشت گردی جاری رکھتا ہوں۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔"بے شک۔تم بڑی کامیابی سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہو۔ہم تمہیں جینا کے معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتے۔مگر بات یہ ہے کہ تم وجی کے رشتہ دار ہو۔ابھی علیم شیرازی تمہارا قیدی ہے۔تم ان کی بہت سی کمزوریاں معلوم کر سکتے ہو۔ہم چاہتے ہیں' وہ کمزوریاں ہمیں بتاؤ۔ہم ان کے ذریعہ بڑی آسانی سے جینا کو ٹریپ کر سکیں گے۔"

"کیا ہم اس لڑکی کو ٹریپ کر کے کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟"

ایک نے کہا۔"انتہا پسند مسلمان انہیں واجب القتل کہتے ہیں' جو دینِ اسلام سے پھر کر کوئی دوسرا مذہب قبول کرتے ہیں۔یہ لوگ اپنے مسلمانوں کا مذہب بدلنا گوارا نہیں کرتے۔بلکہ برداشت ہی نہیں کرتے۔اسلام سے منہ پھیرنے والوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔انہیں قتل کر دیتے ہیں۔ہم جینا جیسی نو مسلم لڑکی کو محبت سے یا جبر سے پھر عیسائی بنائیں گے۔"

ایک اور نے کہا۔"وہ عیسائیت کی طرف لوٹ آنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف بولے گی۔اگر نہ بولے' تب بھی ہم اسے قتل کرائیں گے۔اور الزام مسلمانوں پر آئے گا کہ دین سے پھر جانے کے باعث جینا کو قتل کیا گیا ہے۔"

"یہ زبردست آئیڈیا ہے۔جینا جیسی دو چار عورتیں اور مرد قتل ہوتے رہیں گے تو ہمارے لوگوں کو مسلمانوں سے خوف بھی آئے گا اور ان سے نفرت بھی پیدا ہوگی۔"

وہاں نفرتیں پیدا کرنے کی سازشیں کی جا رہی تھیں اور آئندہ بھی کی جائیں گی۔اسلام جس تیزی سے پھیل رہا ہے' اس کے پیش نظر یہودیوں اور عیسائیوں کی نیندیں حرام ہو چکی

ہیں۔ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ایسے منہ زور سیلاب کے آگے بند کیسے باندھیں؟

برطانیہ میں اسلامک فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل خورشید احمد کے سروے کے مطابق یورپ میں ڈھائی کروڑ مسلمان ہیں۔روس میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ مغربی یورپ کے ملکوں میں 75 لاکھ اور باقی یورپ میں 60 لاکھ ہیں۔اس حساب سے یورپ کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔

فرانس میں سب سے زیادہ مسلمان ہیں۔ان کی تعداد ساٹھ لاکھ ہے۔وہاں مساجد اور اسلامک سینٹرز کی تعداد تیرہ سو ہے۔ چھ سو اسلامی تنظیمیں دینی فرائض ادا کرتی رہتی ہیں۔مسلمانوں کا اپنا ایک ریڈیو چینل بھی ہے۔اسی طرح اٹلی' جرمنی' کینیڈا اور سوئٹزرلینڈ میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مساجد' اسلامک سینٹرز اور اسلامی تنظیمیں قائم ہیں۔

پھر یہ کہ مسلمانوں کے چند علمائے کرام اور تبلیغی جماعتیں یورپ کے تمام ملکوں اور شہروں میں آتے جاتے ہیں۔مسلمان بڑے ہی جذبے سے ان اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔اسلامی لٹریچر اور قرآن مجید کے ترجمے ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں۔انہیں خوب پڑھا جاتا ہے۔ایسے اسلامک لٹریچر زدل پر اثر کرتے ہیں۔

سان ڈیاگو یونیورسٹی کے ایک محقق کے بیان کے مطابق 2020ء تک دنیا کا ہر چوتھا پانچواں شخص مسلمان ہوگا۔

ایک چرچ کے معروف پادری ماجولینی کا قول ہے۔"مستقبل اسلام کا ہے۔"

اور انگلستان کے نامور مفکر برنارڈ شاہ کا یہ قول تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ "آنے والی صدی میں دنیا کے تمام مذاہب فنا ہو جائیں گے۔صرف اسلام رہ جائے گا۔کیونکہ یہی ایک ایسا مذہب ہے' جو وقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔"



میری ماما نے اپنے کلیجے پر پتھر رکھ لیا۔نانا جان کی سلامتی کی خاطر اپنے مجازی خدا سے علیحدگی قبول کرنے کا فیصلہ کرنے لگیں۔پاپا اب ماما کے پاس آکر ان سے بچھڑنا نہیں چاہتے تھے۔انہیں بیوی اور بچوں کے ساتھ وہ تمام مسرتیں ملنے والی تھیں' جو پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔مگر وہ بھی مجبور ہوگئے تھے۔سلطان ظفر نے ہم سب کو بری طرح اپنے شکنجے میں لے رکھا تھا۔

پاپا نے بچھڑنے سے پہلے سلطان کو فون پر مخاطب کیا۔اس وقت وہ بلڈر برج کے

کانفرنس ہال میں اپنے کارنامے پیش کر رہا تھا۔ایسی مصروفیت کے دوران پاپا سے بات کرنا کبھی گوارا نہ کرتا۔مگر اس کانفرنس میں کہا جا رہا تھا کہ اسے جینا اور میرے معاملات پر نظر رکھنی چاہئے۔کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ میں اور وکی جینا سے دور ہو جائیں۔تاکہ عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے والی لڑکی کو آسانی سے ٹریپ کیا جا سکے۔

اس نے فون پر پاپا سے کہا۔"میں ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہوں۔تم سے بات ضرور کروں گا۔کیونکہ مجھے بھی ایک اہم معاملے میں گفتگو کرنی ہے۔ذرا انتظار کرو۔میں دو چار گھنٹوں کے بعد تمہیں کال کروں گا۔فی الحال تم اس گھر سے نکل جاؤ۔"

"سوری...جب تک تم سے فیصلہ کن باتیں نہیں کروں گا' تب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

وہ جلدی میں تھا۔اس نے کہا۔"ٹھیک ہے۔تم مزید وہاں دو چار گھنٹے گزارو اور میری کال کا انتظار کرو۔"

پاپا نے فون بند کر کے ماما سے کہا۔"خدا کا شکر ہے' وہ دشمن اور چند گھنٹے یہاں رہنے کی اجازت دے رہا ہے۔مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

ماما نے کہا۔"خدا کرے' وہ ہم سے سمجھوتہ کرلے۔اور ڈیڈی کو رہا کر دے۔پتہ نہیں انہیں کہاں لے گیا ہے؟ یہ فکر بھی ستا رہی ہے کہ ان کے ساتھ نہ جانے کیسا سلوک کر رہا ہو گا؟"

"یونہی سوچتی رہوگی' فکر میں مبتلا رہوگی' صدمات سے ٹوٹتی رہوگی تو بیمار ہو جاؤ گی۔خدا پر بھروسہ کرو۔انکل خیریت سے ہوں گے۔ہم انہیں جلد ہی واپس لے آئیں گے۔"

میں امیر حمزہ اور ماسٹر فو کے ساتھ دوسرے کمرے میں تھا۔جب نانا جان کے کارندوں نے اسلام آباد میں یٰنم کو ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچایا تھا' تب میں نے فون پر یٰنم سے باتیں کی تھیں۔تھوڑی دیر پہلے وکی کو اس کا فون نمبر اور موجودہ رہائشی پتہ بتایا تھا۔اس نے فیصلہ کیا تھا کہ بہن کی حفاظت کے لئے خود اسلام آباد جائے گا۔

بیشک اُسے وہاں جانا چاہئے تھا۔وہ یٰنم کو اپنی پناہ میں لے کر یہاں ماما کے پاس لا سکتا تھا۔لیکن ہم دونوں بھائیوں کو بھی کئی طرح کی ذمہ داریاں نبھانی تھیں۔تھوڑی دیر بعد پاپا بھی تنہا ہونے والے تھے۔ہم دو بیٹوں میں سے کسی ایک کو ان کے ساتھ رہنا تھا۔دشمن ہمیں بھی اس بات کی اجازت نہ دیتے' مگر ہم دور ہی دور سے ان کی نگرانی کر سکتے تھے۔

ابھی یہ نہیں جانتے تھے کہ جینا کے خلاف کیسی سازشیں ہو رہی ہیں؟ مگر عقل کہہ رہی تھی

کہ اسے بھی تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جلد سے جلد اپنی فیملی میں شامل کر لینا چاہئے۔ وہ ماما کے پاس آ کر امیر حمزہ اور ماسٹر فو کی نگرانی میں محفوظ رہ سکتی تھی۔

ایسے وقت ایک اجنبی نے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ ''ہیلو وجی بابا...! میرا نام آصف مراد ہے اور میں تمہارے نانا جان علیم شیرازی کا دست راست ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''میں نانا جان کے تمام وفاداروں کو جانتا ہوں۔ تمہارا نام پہلی بار سن رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں پچھلے پندرہ برسوں سے ان کا وفادار ہوں۔ ان کا ایک خفیہ باڈی گارڈ ہوں۔ جس کے بارے میں آپ اور آپ کی ممی بھی کچھ نہیں جانتیں۔ آقا شیرازی مجھے مصلحتاً اپنے اور بیگانوں سے چھپا کر رکھتے ہیں۔''

''میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ نانا جان تمہاری وفاداریاں ہم سے کیوں چھپاتے رہے ہیں؟''

''ان کی یہ دانشمندی آج تمہاری سمجھ میں آئے گی۔ پہلے تو تمہیں یہ سن کر صدمہ پہنچے گا کہ انہیں نامعلوم دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ ہمارے دشمن سلطان ظفر نے یہ ذلالت دکھائی ہے۔ یہ بتاؤ' تم ان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''جیسا کہ میں نے کہا ہے' میں ملک کے اندر اور باہر ایک خفیہ محافظ کی طرح دن رات ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ اب سے بارہ گھنٹے پہلے وہ ایک طیارے سے اسلام آباد جا رہے تھے۔ میں بھی عام مسافروں کی طرح ان کا ہمسفر تھا۔ ان سے بیگانہ تھا اور ہمیشہ کی طرح دور ہی دور سے ان کی نگرانی کر رہا تھا۔''

وہ بتانے لگا کہ کس طرح جہادی تنظیم کے مسلح افراد نے طیارے کو ہائی جیک کیا تھا اور نام نہاد مجاہدین جہاز کو ہائی جیک کرنے کے بعد معلّم سلطان ظفر زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے اسلام آباد جانے والے چند غیر ملکیوں کو قیدی بنایا تھا۔ پھر افغانستان کے ایک نامعلوم مقام پر جہاز کو اتارنے کے بعد نانا جان کو بھی قیدی بنا کر لے گئے اور باقی تمام مسافروں کو اپنی اپنی منزل کی طرف جانے کے لئے رہا کر دیا۔

آصف مراد نے کہا۔ ''وجی بابا! اگر انہیں معلوم ہوتا کہ میں آقا شیرازی کا باڈی گارڈ ہوں تو وہ مجھے بھی قیدی بنا کر لے جاتے۔ تمہارے نانا جان کی حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہے کہ میں وہاں سے نکل آیا اور اب آپ کو ان کے بارے میں اطلاع دے رہا ہوں۔ انہیں

افغانستان کے کسی دور افتادہ علاقے میں لے جایا گیا ہے۔ میں اپنے طور پر ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے۔ اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی افغانستان میں ہیں۔ ہم وہاں جا کر انہیں تلاش کریں گے۔ تمہیں ان کے متعلق جب بھی کوئی اہم بات معلوم ہو تو فوراً ہمیں بتاؤ۔''

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے ماما اور پاپا کو بتایا کہ کسی حد تک نانا جان کا سراغ مل گیا ہے۔ ماما نے پریشان ہو کر کہا۔ ''افغانستان میں دن رات گولیاں چلتی رہتی ہیں۔ بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ افغانیوں کے مختلف گروہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں' کم بخت سلطان نے انہیں کہاں قیدی بنا کر رکھا ہو گا؟''

میں نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمیں راستہ معلوم ہو گیا ہے۔ اب ہم یہ کھوج لگائیں گے کہ سلطان ظفر کی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر اور دوسرے چھوٹے بڑے اڈے کہاں کہاں ہیں؟ ہم ہر جگہ نانا جان کو تلاش کریں گے۔ انشاء اللہ انہیں ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔ اللہ نے چاہا تو اس دشمن کے تمام اڈے ہمارے ہی ہاتھوں سے تباہ ہوں گے۔''

پاپا نے پوچھا۔ ''کیا تم دونوں بھائی افغانستان جاؤ گے؟''

''وکی بینم کی حفاظت کے لئے اسلام آباد جائے گا۔ میں کل تک افغانستان جانے کی پلاننگ کروں گا۔ مجھے بہت سوچ سمجھ کر بھیس بدل کر وہاں جانا ہو گا۔ دشمن ہم سب کو چہروں سے پہچانتے ہیں۔ مجھے وہاں چھپ کر رہنا ہو گا۔''

ماما نے پریشان ہو کر کہا۔ ''خدانخواستہ تم وہاں پکڑے گئے تو میری جان ہی نکل جائے گی۔''

''ماما! آپ اپنا دل مضبوط کریں۔ نانا جان کی سلامتی اور واپسی کے لئے ہمیں خطرات سے کھیلنا ہی ہو گا۔''

پاپا نے بھی انہیں سمجھایا۔ ''یہ دونوں ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ ہماری جان ہیں۔ میں حوصلہ کر رہا ہوں۔ تم بھی حوصلے سے کام لو۔ خدا نے چاہا تو ہمارے دونوں بیٹے دشمنوں کو غارت کریں گے۔''

پاپا کے فون کی کالنگ ٹون سنائی دی۔ انہوں نے ننھی سی اسکرین کو دیکھ کر کہا۔ ''وہی خبیث ہے۔''

انہوں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگا کر کہا۔ ''میں قربان واسطی بول رہا ہوں۔ تمہیں

سمجھا رہا ہوں' ہمارے خلاف ایک کامیابی حاصل کر کے فرعون نہ بنو۔علیم انکل کو خیریت سے واپس بھیج دو۔پرانی عداوتیں ختم کردو۔ مجھے میری بیوی اور بچوں سے دور جانے پر مجبور نہ کرو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''تم تو ایسے حکم سنا رہے ہو'جیسے میں تمہارا محکوم ہوں؟''

''میں احکام نامہ صادر نہیں کررہا ہوں۔تمہیں نیک مشورے دے رہا ہوں۔ان پر عمل کرو گے تو ہمارے درمیان امن و امان رہے گا۔''

''تم یہ نیک مشورے اپنے پاس ہی رکھو۔صرف اپنے بارے میں سوچو کہ بیوی بچوں سے بچھڑ کر تمہیں پھر سے تنہا رہنا ہے۔''

''وہ تو میں رہ لوں گا۔لیکن مجھے تنہا سمجھ کر مجھ پر حملے کراؤ گے یا کسی طور پریشان کرو گے تو میرے دونوں بیٹے خاموش تماشائی بن کر نہیں رہیں گے۔''

''وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے؟''

''وکی نے تو اچھی طرح بگاڑا ہے۔تمہارے باپ گے گورڈن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا ہے۔اب وجی تمہیں اوندھے منہ گرائے گا۔''

''انٹرپول اور سی آئی اے کے تجربہ کار پہنچے ہوئے جاسوس بھی مجھ تک پہنچ نہیں پاتے۔وجی کی کیا بساط ہے؟ وہ کبھی میرا سایہ بھی نہیں پا سکے گا۔''

''کیا تم نہیں چاہتے کہ گے گورڈن کی جتنی کمزوریاں وکی کے ہاتھ لگی ہیں' وہ تمہیں واپس مل جائیں؟ تمہارا باپ انٹرنیشنل پولیس کی حراست میں نہ جائے؟''

''یعنی تم چاہتے ہو'میں اپنے باپ کی تمام کمزوریوں کے ثبوت وکی سے حاصل کروں اور اس کے عوض تمہارے انکل علیم شیرازی کو رہا کردوں؟''

''ہاں۔ہم یہی چاہتے ہیں۔''

''مگر میں نہیں چاہتا۔جانتے ہو کیوں؟''

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔''میرے باپ کی جو کمزوریاں وکی کے پاس ہیں'وہ اب تمہارے کسی کام نہیں آئیں گی۔کیونکہ بلیک میل ہونے کے لئے گے گورڈن اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔''

پاپا نے بے یقینی سے پوچھا۔''کیا تمہارا باپ مر گیا ہے؟''

''باپ زندہ ہے۔گے گورڈن مر چکا ہے۔اس کی صورت'اس کی شخصیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو رہی ہے۔وہ پلاسٹک سرجری کے مراحل سے گزر رہا ہے۔آئندہ نئے روپ اور بہروپ

میں میری طرح شریف اور دین دار شخص بن کر سامنے آئے گا۔یوں نہ اسے کوئی پہچان پائے گا'نہ اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی ہو سکے گی۔''

یہ کہتے ہی وہ قہقہے لگانے لگا۔کہنے لگا۔''تمہارے وکی نے بہت بڑا تیر مارا تھا۔گے گورڈن جیسے پہاڑ کو گرانا چاہا تھا۔مگر وہ اپنی جگہ کھڑا ہے۔تمہارا بیٹا پہلے کی طرح چیونٹی بن گیا ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں تھا۔وہ دشمن باپ بیٹے بڑی زبردست چالیں چل رہے تھے اور خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کررہے تھے۔نانا جان کو قیدی بنا کر اس نے ہمیں بالکل ہی بے دست و پا بنا دیا تھا۔ہم اس کے خلاف کسی بھی طرح کی انتقامی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

اب وہ دوسری کامیاب چال چل رہا تھا۔گے گورڈن کو فنا کر کے اپنے باپ کو نیا چہرہ اور نئی شخصیت دے رہا تھا۔یوں وکی کی ایک بہت بڑی کامیابی صفر ہو کر رہ گئی تھی۔

وہ فاتحانہ انداز میں بولا۔''ابھی تم کہہ رہے تھے'وکی نے میرے باپ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا ہے۔اب وجی مجھے اوندھے منہ گرائے گا۔ابھی تم یہی بول رہے تھے ناں؟''

پاپا نے کوئی جواب نہ دیا۔اس نے حقارت سے پوچھا۔''ارے او ڈینگیں مارنے والے!اب یہ باتیں کس منہ سے بولو گے؟''

ہم سب فون کے وائڈ اسپیکر سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔کامیابی و کامرانی حاصل کرنے والے دشمن کی ایسی باتوں کا جواب دینے کے قابل نہیں تھے۔اس نے کہا۔''میں تم سے اور وجی سے فون پر باتیں کرتا ہوں۔ وکی سے بھی کرنا چاہتا ہوں۔مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ دونوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں یا نہیں؟ یہ میرا حکم ہے کہ انہیں ایک جگہ رہنا ہوگا۔تاکہ ہمیشہ میری نظروں میں رہا کریں۔''

اس بار میں نے کہا۔''تم اچانک کامیابیاں حاصل کر کے مغرور ہوگئے ہو۔اُدھر نانا جان کو قیدی بنا لیا ہے اور اِدھر ہمیں اپنی ماما کے ساتھ ہماری ہی چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔یہ لکھ لو کہ ہم شہباز ہیں۔تم ہمارے پَر نہیں کاٹ سکو گے۔ہم نانا جان کی خاطر ایک حد تک تمہاری بات مانیں گے۔حد سے بڑھو گے تو تمہارے غبارے سے ہوا نکال دی جائے گی۔''

پاپا نے کہا۔''سلطان!ذرا عقل سے سوچو'ہم کمزور اور مجبور نہیں ہیں۔انکل علیم کی خاطر وہ باتیں مان رہے ہیں'جو قابلِ قبول ہیں۔خدانخواستہ انکل کو ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا تو

سوچو پھر کیا ہوگا؟ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ہم ضبط کا بندھن توڑ دیں گے۔ انٹرپول اور سی آئی اے والے تمہارے خلاف جواب تک نہ کر پائے' وہ ہم کر گزریں گے۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری موجودہ کامیابی اس حد تک ہے کہ ہم مصلحتاً خاموش رہیں۔ کوئی جوابی کارروائی نہ کریں اور تمہاری دانشمندی یہ ہوگی کہ جلد سے جلد ہم سے سمجھوتہ کرو اور نانا جان کو ہمارے حوالے کردو۔"

اس نے کہا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ تم لوگوں کو کس طرح لگام دے کر رکھنا ہے؟ میں سمجھوتہ کروں گا' مگر پہلے یتیم کو حاصل کرکے اسے اپنی شریک حیات بناؤں گا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان معاملات طے پائیں گے۔ لہٰذا جتنی جلدی ہوسکے یتیم کو میرے حوالے کردو۔"

میں نے کہا۔ "یتیم کو وکی کے آدمیوں نے کسی محفوظ جگہ پہنچایا ہے۔ ہم نہیں جانتے' وہ ابھی کہاں ہوگی؟"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وکی اسلام آباد میں بہن کے پاس نہیں ہے۔ وہ تمہاری محبوبہ جینا کے ساتھ پیرس میں ہے۔"

"یہ درست ہے۔ وکی کے وفادار اسلام آباد میں یتیم کو سکیورٹی دے رہے ہیں۔"

"وکی سے کہو' ابھی مجھ سے بات کرے۔"

"تم بھی جانتے ہو' رخشی اور گے گورڈن بھی جانتے ہیں' وکی لاپروا' لا اُبالی اور بے لگام ہے۔ اپنے موڈ اور مزاج کے مطابق کسی سے ملتا یا فون پر بات کرتا ہے۔ وہ پچھلے آٹھ گھنٹوں سے کہیں گم ہے۔ ہم سے بھی رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ اپنے فون کی سم بھی شاید بدل چکا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں' وہ پیرس میں جینا کے ساتھ ہے۔ وہاں میرے آدمی اسے ٹریپ کریں گے۔ وہ پکڑا جائے گا تو تمہاری محبوبہ کا بھی دیدار ہوجائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ میں نے فوراً ہی وکی کے نمبر پنچ کئے۔ رابطہ ہوتے ہی اس سے کہا۔ "سلطان کے آدمی تم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ وہ کم بخت جانتا ہے کہ تم جینا کے ساتھ پیرس میں ہو۔"

اس نے لاپروائی سے کہا۔ "فکر نہ کرو برادر! میں آنے والوں سے نمٹ لوں گا۔"

میں نے اسے بتایا کہ سلطان دراصل یتیم کو حاصل کرنے کے لئے اس کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہ بھی بتایا کہ نانا جان کو افغانستان میں کہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

وکی نے تمام باتیں سن کر کہا۔ "اس خبیث نے ہمیں تین اطراف میں الجھا دیا

ہے۔ ایک طرف نانا جان کی واپسی کا مسئلہ ہے' دوسری طرف یتیم کو اس شیطان سے دور رکھنا ہے' تیسری طرف پاپا بالکل تنہا اور بے یار و مددگار ہونے والے ہیں اور ہم یہ برداشت نہیں کریں گے۔"

پاپا نے کہا۔ "بیٹے! میں پہلے بھی تنہا تھا۔ میری فکر نہ کرو۔ رخشی' گے گورڈن اور سلطان ظفر میرے آزمائے ہوئے دشمن ہیں۔ میں ان سے نمٹتا رہوں گا۔"

میں نے وکی سے کہا۔ "تم یتیم کی فکر کرو۔ میں نانا جان کی تلاش میں افغانستان جا رہا ہوں۔ ہماری ماما امیر حمزہ اور ماسٹر فو کی نگرانی میں محفوظ رہیں گی۔ آگے اللہ مالک ہے۔"

آگے پیچھے کا اللہ ہی مالک ہوتا ہے۔ مگر بندوں کو بھی اپنی ذہانت اور حوصلوں سے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور ہم کر رہے تھے۔ ہمارے آگے راستے واضح اور ہموار نہیں تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس بہروپئے معلم نے کہاں کہاں اپنی کمینگی کی بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں؟



نانا جان ذہنی اور جسمانی طور پر تھکے ہوئے تھے۔ گہری تاریکی میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ کبھی کبھی نیند کے جھونکے آتے تھے۔ مگر شدید سردی کے باعث آنکھیں بند ہوتے ہی کھل جاتی تھیں۔ فرش پر بستر نہیں تھا۔ اوڑھنے کے لئے ایک چادر بھی نہیں تھی۔ وہ ایک جگہ سکڑے سمٹے ہوئے تھرتھر کانپ رہے تھے۔ ان لمحات میں یہ کہاوت غلط ثابت ہو رہی تھی کہ کانٹوں پر بھی نیند آجاتی ہے۔

موت کو ابدی نیند کہا جاتا ہے۔ ایسی نیند بے شک کانٹوں کے بستر پر اور برف کی سل پر آجاتی ہے۔ نانا جان کا بڑھاپا کہہ رہا تھا' اگر حرارت نہ ملی تو وہ اسی طرح لرزتے' کانپتے کانپتے ابدی نیند سو جائیں گے۔

پہلے تو وہ سرد تاریکی میں لیٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کی ہلکی ورزش کرتے رہے' بدن کو کسی حد تک گرماتے رہے پھر تھک کر بیٹھ گئے۔ ہانپنے لگے۔ جب سانسیں درست ہوئیں تو اونچی آواز میں کلام پاک کی تلاوت کرنے لگے۔ اس طرح کسی حد تک حرارت ملتی رہی۔ مگر یہ سلسلہ بھی جاری نہ رہ سکا۔ ایسی غضب کی سردی تھی کہ نوکیلے خنجروں کی طرح چبھ رہی تھی۔ وہ چھلنی ہو رہے تھے۔ تکلیف سے کراہ رہے تھے اور اپنے اللہ کو پکارتے جا رہے تھے۔

اس تہ خانے میں ربّ کو پکارنے والے وہ تنہا نہیں تھے۔ آس پاس کی کوٹھڑیوں سے بھی

رہ رہ کر دردناک صدائیں تڑپتی ہوئی عرش تک جانا چاہتی تھیں۔ مگر تہ خانے میں سسک سسک کر رہ جاتی تھیں۔

نانا جان نے آہنی سلاخوں کے پاس آ کر ایک طرف منہ اٹھا کر پوچھا۔ ''بھائیو! تم کون ہو؟ یہاں کس جرم کی سزائیں پا رہے ہو؟''

کسی نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ ''جس جرم کی سزا تم پا رہے ہو۔''

انہوں نے کہا۔ ''خدا گواہ ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔''

ایک طرف سے آواز آئی۔ ''یہی سب سے بڑا جرم ہے کہ ہم نے کوئی جرم کیوں نہیں کیا؟ تم نے بھی کیوں نہیں کیا؟''

ایک آواز ڈوب رہی تھی۔ دم توڑ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''ہماری دنیا میں کیا نہیں ہے؟ ایسی جیلیں بھی ہیں' جہاں جرم نہ کرنے والوں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ ایسی جیلیں دنیا والے دیکھ نہیں پاتے۔ ہم جیسے دیکھتے دیکھتے مرجاتے ہیں۔''

کوئی سننے والا ہو تو بولنے والے کا دکھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ نانا جان سن رہے تھے' اس لئے وہ یکے بعد دیگرے بولتے جا رہے تھے۔ معلوم ہوا وہاں جو قیدی ہیں' وہ محب وطن ہیں۔ اپنے وطن پر مسلط ہونے والی بڑی طاقتوں کے خلاف جنگ لڑنے کی سزائیں پا رہے ہیں۔

آج پوری مسلم قوم کو دہشت گرد ثابت کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ان کوششوں کو ناکام بنانے والے سرفروش مسلمانوں کو ایسی ہی جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے اور سلطان ظفر جیسے جھوٹے مکار نام نہاد مومن بن کر رہنے والوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اسلام کے خلاف شیطانی سیاست کی بس اتنی سی کہانی ہے۔ جو سنی جا رہی ہے' پڑھی جا رہی ہے' مگر سمجھی نہیں جا رہی۔ آنکھوں سے دیکھی جا رہی ہے اور نظر انداز کی جا رہی ہے۔

اچانک ہی اس تاریک تہ خانے میں ایک عورت کی چیخ سنائی دی۔ چیخ کیا تھی سنسناتی ہوئی گولی تھی۔ جو دلوں کو چھید کر گزر گئی۔ پھر دوسری چیخ کے ساتھ ہی اس کی فریاد سنائی دی۔ وہ رحم کی بھیک مانگنے کے ساتھ ساتھ گالیاں بھی دے رہی تھی۔

اس کی چیخوں سے اور گالیوں سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ جن ظالموں سے رحم کی التجائیں کر رہی ہے۔ انہیں گالیاں بھی دے رہی ہے۔ ناقابلِ برداشت ظلم وستم سے مجبور ہو کر ان پر تھوک رہی ہے۔ اس کے انداز سے' اس کی مظلومیت سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟

بڑی جی دار تھی۔ گھنٹے بھر تک چیختی رہی۔ پھر اس کی چیخیں دم توڑنے لگیں۔ اس کے بعد

دیر تک آہیں اور کراہیں سنائی دیتی رہیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ ایک کال کوٹھری سے کسی نے کہا۔ ''بیہوش ہو گئی ہے۔''

کسی نے کہا۔ ''اچھا ہے جو بیہوش ہو گئی۔ نہ ہوتی تو مرجاتی۔ اب اگلے کئی گھنٹوں تک آرام سے رہے گی۔''

نانا جان دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھامے چاروں سمت پھیلے ہوئے اندھیرے کو دیکھ رہے تھے۔ جب تصور میں وہ مظلوم عورت دکھائی دی تو انہوں نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں.....

وہ آنکھوں سے کب دیکھ رہے تھے جو وہ چھپ جاتی؟ اندھیرا بند آنکھوں میں تو ہوتا ہی ہے' کھلی آنکھوں کے باہر بھی تھا۔ ایسے اندھیروں کے سیاہ ہجوم میں اس عورت کے ساتھ ہونے والے بے حیاء مناظر دکھائی دے رہے تھے۔

اس فریاد کرنے والی کی آواز اور لہجے سے معلوم ہوا کہ وہ پاکستانی ہے۔ تب انہیں یاد آیا کہ انہوں نے اخبارات میں ایسی کسی خاتون کی رُوداد پڑھی تھی۔ جسے غیر قانونی طور پر کہیں حبس بے جا میں رکھا گیا تھا۔ کہا جا رہا تھا کہ اس پر ایسے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں' جنہیں دیکھ کر انسانیت بھی شرما جائے۔

اس خاتون کو بڑی رازداری سے قیدی بنا کر رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر جانے کیسے یہ بات منظر عام پر آ گئی تھی۔ پاکستانی پریس میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا اس خاتون کی حمایت میں چیخنے لگے تھے۔ عوام مشتعل ہو رہے تھے۔ لیکن جیسا کہ ہوتا آیا ہے' کچھ روز تک ہنگامے ہوتے رہے۔ بڑی غیرت مندی سے' جوش و جذبے کا اظہار کیا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ خاموشی چھا گئی۔

ہماری دنیا میں انسانی غیرت کو' شرم اور سچائی کو بڑی حکمت عملی سے شیطانی تہ خانوں میں چھپا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح دبا دیا جاتا ہے کہ غیرت مند قوم بھی اپنی اس مظلوم بہن اور بیٹی کو بھول جاتی ہے۔

نانا جان نے سوچا' شدید سردی ناقابلِ برداشت ہے۔ ابھی لحاف مل جائے تو حرارت پاتے ہی وہ خنجر کی طرح چبھنے والی سردی کو کسی حد تک بھول جائیں گے۔ اسی طرح غیرت مند کہلانے والے عوام جب اپنے گھروں میں' اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو محفوظ دیکھتے ہیں تو حبس بے جا میں ایک مظلوم عورت کی تار تار ہونے والی آبرو کو بھول جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ آج بھی وہ چیخ رہی ہے' گالیاں دے رہی ہے'

تھوک رہی ہے اور غیرت مند مسلمان بڑے آرام سے ہیں۔

پھر نہ جانے کتنا وقت گزر گیا؟ وہی ٹیلی فون والی کھڑکھڑاہٹ سن کر نانا جان چونک گئے۔ سردی سے ہاتھ پاؤں اکڑ گئے تھے۔ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ لیکن زندگی کی حرارت پانے کا ایک سہارا مل رہا تھا۔ انہوں نے ایک گہری سانس کھینچ کر پوری قوت سے چیختے ہوئے کہا۔ ''خدا کے لئے رحم کرو۔ مجھے گرمی پہنچاؤ۔ نہیں تو میں مرجاؤں گا۔''

سلطان کی آواز سنائی دی۔ ''کیوں چیخ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس لحاف نہیں ہے؟''

''میرے پاس ایک چادر بھی نہیں ہے۔ ننگے فرش پر دم توڑنے والا ہوں۔ تمہیں خدا کا واسطہ دے رہا ہوں۔ مجھے ایسی سنگدلی سے نہ مارو۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ''ذرا صبر کرو۔ ابھی تمہیں گرمی پہنچائی جائے گی۔ میں بھول گیا تھا۔ مصروفیات کے باعث یاد نہ رہا کہ تمہارے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے انتظامات میرے حکم سے ہوں گے۔ کیونکہ یہاں تم میرے مہمان ہو۔''

نانا جان نیم مردہ سے ہوگئے تھے۔ قوت ارادی سے جینے کا حوصلہ کررہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی کال کوٹھری کا زرد بلب روشن ہوگیا۔ چار مسلح سپاہی اندر آکر انہیں لحاف میں لپیٹنے لگے۔ وہ دہکتے ہوئے کوئلوں کی ایک بڑی سی انگیٹھی بھی لائے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کمرہ گرم ہونے لگا۔ انہیں پینے کے لئے سوپ اور کھانے کے لئے سینڈوچ وغیرہ دیئے جارہے تھے۔

سلطان کی طرف سے ہونے والی مہربانیاں یہ دلاسہ دے رہی تھیں کہ شاید دشمن آئندہ دوستانہ روّیہ اختیار کرے گا اور انہیں اس کال کوٹھری سے نکال کرلے جائے گا۔ خوراک سے توانائی حاصل ہوئی۔ انگیٹھی اور لحاف سے حرارت ملنے لگی۔ وہ رہ رہ کر خدا کا شکر ادا کررہے تھے۔

وہاں آنے والے مسلح سپاہی چالیس منٹ تک ان کی خدمت میں لگے رہے۔ پھر انگیٹھی اٹھا کر جانے لگے۔ نانا جان نے گڑگڑا کر کہا۔ ''انگیٹھی نہ لے جاؤ۔ اسے رہنے دو۔ سلطان سے کہو مجھ سے بات کرے۔''

وہ سپاہی جیسے گونگے بہرے تھے۔ انہوں نے نہ کچھ سنا' نہ کچھ کہا۔ آہنی سلاخوں والے دروازے کو مقفل کرکے چلے گئے۔ یہی غنیمت تھا کہ لحاف اور کچھ گرم کپڑے مل گئے تھے۔ وہ لحاف میں اچھی طرح چھپ کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت تک وہ زرد بلب بجھ گیا تھا۔ پہلے کی طرح پورے تہ خانے میں تاریکی پھیل گئی تھی۔

پھر اس تاریکی میں سلطان کی آواز سنائی دی۔ ''زندہ ہو بڑے میاں....؟''

انہوں نے جواب دیا۔ ''خدا کا شکر ہے' میں انسانیت کے ناطے تم سے رحم کی اپیل کررہا ہوں۔ اتنا بتادو' میں تمہاری ہمدردیاں کیسے حاصل کرسکتا ہوں؟''

''میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو یہاں سے رہائی مل جائے گی۔''

انہوں نے کہا۔ ''تم نے حکم دیا ہے کہ میں تحریری طور پر تمہیں اپنا جائز بیٹا تسلیم کرلوں۔ میں یہ لکھنے کو تیار ہوں کہ میں نے تمہاری ماں رخشی کو بدکار کہہ کر اسے بدنام کیا تھا۔ اسے ناحق طلاق دی تھی۔ نہ وہ بدکار تھی' نہ تم ناجائز ہو۔ میرے جائز اور اکلوتے بیٹے ہو۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''اور بولو میں کیا چاہتا ہوں؟''

''تم چاہتے ہو' میں اپنی بیٹی' داماد اور اپنے نواسوں کی موجودگی میں تمہاری ممی سے معافی مانگوں اور سب کے سامنے تمہیں جائز اور اکلوتا بیٹا تسلیم کروں۔''

وہ بولا۔ ''شاباش! اور کیا چاہتا ہوں؟''

''تم ایسے وقت میری آڈیو کیسٹ ریکارڈ کرنا اور ویڈیو فلم اتارنا چاہتے ہو۔ میں یقین دلاتا ہوں' تم جو چاہو گے' وہی کرتا رہوں گا۔''

''پھر تو تم اپنی طبعی عمر تک جیو گے۔''

''میں تمہاری تمام باتیں مان رہا ہوں۔ اب تو مجھے یہاں سے نکالو۔''

''ابھی کچھ اہم باتیں رہ گئی ہیں۔ وہ بھی سن لو۔ بینم میری منگیتر ہے۔ وکی اسے ہمارے گھر سے لے گیا ہے۔ تم اسے اپنی سلامتی کا واسطہ دو گے۔ اپنی رہائی کو بینم سے مشروط کروگے تو وہ میری منگیتر کو میرے حوالے کردے گا۔''

نانا جان یہ جانتے تھے کہ ان کے وفاداروں نے بینم کو اسلام آباد میں کسی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچایا ہے۔ انہوں نے انجان بن کر کہا۔ ''تم وکی سے بات کراؤ۔ وہ میری ہدایت کے مطابق بینم کو ضرور تمہارے پاس پہنچادے گا۔''

''کیا وہ تمہاری بات مان لے گا؟''

''وجی میرا بہت ہی سعادت مند اور فرمانبردار بیٹا ہے۔ وکی کے متعلق تم سب جانتے ہو۔ وہ بے لگام اور سرپھرا ہے۔ شاید میری بات نہیں مانے گا۔ میں وجی کے ذریعے بینم کو اس سے حاصل کروں گا۔''

وہ قائل ہوکر بولا۔ ''پھر تو میری منگیتر مجھے واپس مل جائے گی۔''

''تم میرے ذریعے جو چاہو گے' وہ ملے گا۔ اب تو مجھے یہاں سے نکالو۔''

''ایسی جلدی کیا ہے؟ بھوکے پڑے تھے' کھانا مل گیا۔ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے' لحاف مل گیا۔ اب اطمینان سے کام کی باتیں کرو۔''

''میں تمہاری ہر بات مان رہا ہوں۔ ہر کام کرنے کو تیار ہوں اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''تمہارا نواسہ جینا نامی ایک لڑکی سے عشق کرتا ہے۔''

''وکی شراب و شباب میں ہی غرق رہتا ہے۔ کیا اس کے کسی عشق سے تمہیں نقصان پہنچ رہا ہے؟''

''میں وکی کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ تمہارا نواسہ وجی، جس لڑکی سے محبت کرتا ہے۔ میں اسے ٹریپ کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں پہلی بار تمہاری زبان سے جینا کا ذکر سن رہا ہوں۔ میرا وجی اسے چاہتا ہے تو یقیناً وہ بہت سی خوبیوں کی مالک ہوگی۔''

''وہ عیسائی تھی۔ اس نے اسلام قبول کیا ہے۔''

''سبحان اللہ... پھر تو وہ ایک معزز لڑکی ہے۔ اس نے ہمارے دین کو سمجھا ہوگا' تب ہی قبول کیا ہوگا۔ تمہیں اس سے کیا شکایت ہے؟''

''اسے اپنے مذہب سے نہیں پھرنا چاہئے تھا۔ اس نے عیسائی برادری کا سر جھکایا ہے۔''

''تم ایک مسلم ہو کر ایسی بات کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''صرف اپنے دین کی بات نہ کرو۔ جس طرح تمہاری بیٹی اور نواسے تمہیں واپس چاہتے ہیں۔ جس طرح میں بینم کی واپسی چاہتا ہوں' اسی طرح عیسائی برادری والے اس لڑکی کو اپنے مذہب میں واپس لانا چاہتے ہیں۔''

''سلطان ظفر! اس لڑکی نے دل سے اسلام قبول کیا ہوگا۔ کسی نے اس پر جبر نہیں کیا ہوگا۔ کیا تم اس پر جبر کرنا چاہتے ہو؟ کیا اسے زبردستی عیسائیت کی طرف لے جانا چاہتے ہو؟''

''زیادہ نہ بولو۔ مجھ سے بحث کرو گے یا اس تہ خانے سے نکلنا چاہو گے؟''

نانا جان نے شکست خوردہ ہو کر ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا۔ ''میں بحث نہیں کروں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''سمجھدار بوڑھے ہو۔ تم نے اس تہ خانے سے نکلنے کا راستہ بنا لیا ہے۔''

وہ دل ہی دل میں پریشان ہو رہے تھے۔ ایک ایسی نومسلم لڑکی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ جوان کے نواسے کی پسند تھی اور ان کی ہونے والی بہو تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ ''مجھے اس لڑکی کے سلسلے میں کیا کرنا ہوگا؟''

''وہ پیرس میں وکی کے ساتھ ہے۔ وکی وہاں سے جائے گا تو وجی آ جائے گا۔ یا پھر اسے اپنی فیملی میں لے آئے گا۔ میں چاہتا ہوں' وہ دونوں بھائی اس سے دور ہو جائیں۔ اسے اپنی فیملی میں بھی نہ لے جائیں۔ وہ جہاں ہے' وہاں تنہا رہے۔''

''کیا تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے' جس پر عمل کر کے جینا کو بالکل تنہا کیا جا سکے؟''

وہ بولا۔ ''میں بینم کے مطالبے میں شدت پیدا کروں گا تو وکی اس کی حفاظت کے لئے اسلام آباد چلا جائے گا۔ میں وجی سے فون پر تمہاری بات کراؤں گا۔ تم اسے بتاؤ گے کہ تمہیں عراق کی ایک جیل ابوغریب میں رکھا گیا ہے۔ وہ تمہاری رہائی کے لئے اُدھر دوڑا چلا جائے گا۔ یوں جینا تنہا رہ جائے گی۔ ہم اسے تمہاری فیملی میں پہنچنے نہیں دیں گے۔''

وہ سن رہے تھے اور اندر ہی اندر تلملا رہے تھے۔ کم بخت ان کی ہونے والی بہو کے خلاف انہیں سازشوں میں شریک کر رہا تھا اور وہ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح اس کال کوٹھری اور تہ خانے سے نکل جائیں۔ پھر اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرنے کے دوران ایسی ہیرا پھیری کریں گے کہ وہ چکرا کر رہ جائے گا۔

انہوں نے رہائی کے لئے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بڑی دیر سے کہہ رہا ہوں کہ تم جو چاہو گے' میں وہی کروں گا۔ تم مجھے یہاں سے نکال کر آزماؤ تو سہی۔ میں اپنی آخری عمر آرام سے جینا چاہتا ہوں۔ تم چاہو گے تو اپنی بیٹی اور نواسوں کو چھوڑ کر باقی کی زندگی تمہارے ساتھ ہی گزاروں گا۔''

''تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں' آئندہ میرے ساتھ رہو۔ اس طرح ثابت ہوتا رہے گا کہ میں تمہارا جائز اور اکلوتا بیٹا ہوں۔ اسی لئے تم باقی زندگی میرے ساتھ گزار رہے ہو۔''

''تم میرے سگے بیٹے ہو۔ اپنے باپ کی تکلیف کو محسوس کرو۔ مجھے فوراً یہاں سے نکالو۔ باقی باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔''

''تم ابھی وہاں سے نکلو گے۔ لیکن مجھ سے ملاقات نہیں ہوگی۔ میں تم سے ہزاروں میل دور اپنے اہم معاملات میں مصروف ہوں۔ جب تک واپس نہ آؤں' تم میرے آدمیوں کی کڑی نگرانی میں رہو گے۔''

"کیا تمہارے آنے تک مجھے دوسری جگہ قیدی بنا کر رکھا جائے گا؟"

"آزاد بھی رہو گے اور قید میں بھی.....اب ہم باپ بیٹے ہیں۔ تمہیں عزت سے رکھا جائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔ تمہیں رہائی مبارک ہو۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی تہ خانے کے تمام بلب روشن ہو گئے۔ چار مسلح سپاہیوں نے آ کر آہنی دروازے کو کھولا۔ پھر انہیں لفٹ کے ذریعے اوپر لے آئے۔ وہ پچھلی رات تہ خانے میں گئے تھے۔ باہر آ کر پتہ چلا' رات گزر چکی ہے۔ دن نکل آیا ہے۔

اس ایک رات کے جہنمی اندھیرے سے گزرنے کے بعد یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ صدیوں بعد کھلے آسمان کو دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فوراً ہی قبلہ رُو ہو کر سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر دعا مانگی کہ بیٹی' داماد اور نواسوں کے ساتھ یہ کھلی زمین اور کھلا آسمان ان کا مقدر بنا رہے اور دشمن اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام رہیں۔

ایسے وقت دور کہیں سے ظہر کی اذان سنائی دے رہی تھی۔



پاپا ہم سے رخصت ہو رہے تھے۔ ان کے لئے ایک رینٹیڈ کار منگوائی گئی تھی۔ ماما ان کے ساتھ بنگلے سے نکل کر باہر پورچ میں آئیں۔ ہم اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ ایسے وقت دشمنوں کی طرف سے پاپا کی نگرانی شروع ہو چکی ہوگی۔ آنکھوں سے دیکھ کر یقین کیا جا رہا ہوگا کہ وہ اپنے بیوی بچوں سے جدا ہو رہے ہیں۔

ماما کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پاپا نے اپنے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "دشمن تمہارے آنسو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے۔ انہیں خوش نہ کرو۔ اندر جاؤ اور خوش رہ کر میری واپسی کا انتظار کرو۔"

ماما نے ان کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔ "آپ واپس آئیں گے ناں...؟"

"سر کے بل آؤں۔ تمہارے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر لاؤں گا...ضرور آؤں گا۔"

"آپ میری بد نصیبی دیکھ رہے ہیں۔ صرف ایک بیٹا ساتھ رہتا ہے۔ دوسرے بیٹے کو کبھی سینے سے نہ لگا سکی اور آپ زندگی میں پہلی بار ایک اجنبی بن کر آئے۔ آج مجازی خدا بن کر ملتے ہی بچھڑ رہے ہیں۔ کیا آپ نے مجھ جیسی بدنصیب عورت کہیں دیکھی ہے؟"

"میں تمہیں اب اور زیادہ دکھ اٹھانے نہیں دوں گا۔ دشمنوں کے ناپاک ارادوں سے لڑتا ہوا صبح تک واپس آنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"میں آپ کے انتظار میں جاگتی رہوں گی۔"

فون کی کالنگ ٹون سنائی دی۔ پاپا نے شانے سے لٹکتے ہوئے بیگ کو اگلی سیٹ پر رکھتے ہوئے ننھی سی اسکرین کو دیکھا۔ ایک انجانا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ انہوں نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو...کون...؟"

گے گورڈن کی آواز سنائی دی۔ "تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو۔"

"ہوں....پہچان رہا ہوں۔ اب تک تمہارا بیٹا کال کر رہا تھا۔ اس نے آخری بار کہا تھا' گے گورڈن مر چکا ہے۔ اب محض اس کا باپ رہ گیا ہے۔"

"میرے بیٹے نے درست کہا تھا۔ اس کا باپ زندہ ہے۔ یہ گے گورڈن پلاسٹک سرجری کے مرحلے سے گزر رہا ہے۔ صبح تک ختم ہو جائے گا۔"

"خدا کرے تم اپنے بیٹے سمیت غارت ہو جاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کوسنے اور بددعائیں دینے سے تمہیں بیوی اور بچوں کی قربت نصیب نہیں ہوگی۔"

"کیا یہی بکواس کرنے کے لئے فون کیا ہے؟"

"میں اس لئے بول رہا ہوں کہ میرا سلطان دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہے۔ اس کی مصروفیات کے دوران میں تمہاری نگرانی کروں گا۔"

"اچھا تو فون کے ذریعے نگرانی کرنے آئے ہو؟"

"تم کیا جانو' کس کس طرح ہماری نظروں میں رہا کرو گے؟ ابھی ہمارے مخبر نے بتایا ہے' تم اپنی فیملی سے بچھڑنے کے لئے بنگلے سے باہر آ گئے ہو اور اپنی وائف سے آخری گفتگو کر رہے ہو۔"

"خدا نے چاہا تو تمہاری گفتگو آخری ہوگی۔ آج کے بعد تم مجھ سے کبھی بول نہیں سکو گے۔"

"تمہارے ایک بیٹے نے میرے سیف سے اہم راز چرائے تھے۔ میں ان تمام رازوں کی اہمیت کو مٹی میں ملا رہا ہوں۔ تمہارے دوسرے بیٹے نے مجھے لانچ میں مارنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ مگر نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ ناکامیاں تم سب کا منہ چڑا رہی ہیں۔"

"بول چکے ہو تو فون بند کرو۔ مجھے اپنی وائف سے بات کرنے دو۔"

"باتیں تو ساری زندگی ختم نہیں ہوں گی۔ لہٰذا وہاں سے نکلو۔ میں ہر آدھے گھنٹے بعد معلوم کرتا رہوں گا کہ تم کہاں جا رہے ہو اور کہاں ٹھکانہ بنا رہے ہو؟"

اس نے فون بند کر دیا۔ ماما‘ پاپا کا منہ تک رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ ”میری کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اس وقت بھی وہ دیکھ رہے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ یہاں کھڑا باتیں کر رہا ہوں؟“

ماما نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کہا۔ ”وہ اپنی عادت کے مطابق دھمکیاں دے رہا ہو گا۔“

”ہاں۔ اچھا ہے۔ ان باپ بیٹے کو خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہئے۔ کہ ہم ان سے مرعوب ہیں اور ان کے دباؤ میں آ کر ایک دوسرے سے بچھڑ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ تم حوصلہ رکھو۔“

انہوں نے ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر کار اسٹارٹ کی۔ پھر خدا حافظ کہتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ماما وہاں کھڑی بڑی اداسی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ اگرچہ انہوں نے واپس آنے کا وعدہ کیا تھا‘ تاہم دشمن نادان نہیں تھے۔ بڑی سختی سے ان کی اور ہم سب کی نگرانی کر رہے تھے۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ وہ شیطانوں کو ڈاج دے کر واپس آ سکیں گے یا نہیں؟

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ماما وہاں سے پلٹ کر بنگلے کے اندر چلی گئیں۔ میں اپنے کمرے میں تھا۔ انہوں نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا کر رہے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”اندر آ جائیں۔“

وہ دروازہ کھول کر اندر آئیں۔ میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ میرے جسم پر ایک سکیورٹی گارڈ کی وردی تھی۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی اور مونچھوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے دونوں کان کچھ بڑے ہو گئے تھے۔ ناک ذرا چپٹی ہو گئی تھی اور سر پر وِگ کے اضافے سے ہیر اسٹائل بدل گیا تھا۔

انہوں نے کہا۔ ”اچھے خاصے بدل گئے ہو۔ پہچانے نہیں جا رہے ہو۔“

”آپ اطمینان رکھیں۔ دشمن مجھے اس گھر کا سکیورٹی گارڈ سمجھیں گے۔ میں یہاں سے نکلوں گا تو میری نگرانی نہیں کی جائے گی۔“

”میں جینا سے ملنے اور اسے دیکھنے کے لئے بے چین ہوں۔ اسے اپنے ساتھ لاؤ گے ناں؟“

”اب وہ آپ ہی کے سائے میں رہے گی۔ میں ابھی رات کو وہاں پہنچوں گا۔ کل شام

تک اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔“

وہ بڑے جذبوں سے میرا منہ تکنے لگیں۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

”میرا وکی بھی بالکل تمہارے جیسا ہی ہے..... ہو بہو تم جیسا.....“

”ہاں۔ ایک بار وہ آپ کے سامنے آ چکا ہے۔“

وہ بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے بولیں۔ ”پگلا مجھے گولی مارنے آیا تھا۔ میں سمجھ رہی تھی‘ تم میرے پاس آئے ہو۔“

میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”وکی نے مجھے حقیقت بتائی ہے۔ وہ سچ مچ آپ کو ہلاک کرنے نہیں آیا تھا۔ گے گورڈن کو اُلّو بنا رہا تھا۔ ان دنوں اسے بگ باس کہتا تھا۔ اس کے احکامات کی تعمیل ایسے کرتا تھا‘ جیسے واقعی اس کا وفادار ہو۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کی خاطر وہ پاپا سے بھی دکھاوے کی دشمنی کرتا رہا ہے۔“

”مجھے اس پر بہت پیار آ رہا ہے۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ پتہ نہیں‘ میں کب اس سے مل پاؤں گی؟“

”انشااللہ... آپ جلد ہی اس سے ملیں گے۔“

”مگر وہ تو اسلام آباد جا رہا ہے؟“

”ہاں۔ ہماری بہن اور آپ کی ایک بیٹی کی حفاظت کے لئے جانا ضروری ہے۔“

”بیٹے! یہ کیسی عجیب سی بات ہے۔ قدرت کا کیسا کھیل ہے کہ شوہر اور بیٹے بچھڑ رہے ہیں اور دوسری طرف ایک بیٹی اور ایک بہو آ رہی ہے؟“

میں نے کہا۔ ”یہ رشتوں کا میلہ ہے۔ کوئی آتا ہے‘ کوئی جاتا ہے‘ کوئی ملتا ہے‘ کوئی بچھڑتا ہے۔“

”ایسا کب تک ہو گا؟ ہم سب کب ایک چھت کے نیچے مل جل کر رہیں گے؟“

”خدا نے چاہا تو جلد ہی محبتوں اور مسرتوں کے یہ دن آئیں۔ وکی اسلام آباد سے بینم کو اور میں افغانستان سے نانا جان کو لے آؤں گا۔“

ماما نے ”آمین“ کہا۔ میں نے تیار ہو کر اپنا اٹیچی کیس اور سکیورٹی گارڈ والی گن اٹھائی۔ پھر ماما کو گلے لگا کر انہیں چوم کر باہر آ گیا۔ ہمارا سکیورٹی افسر اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ہم نے ان معاملات میں اسے اپنا راز دار بنایا تھا۔ یہ سمجھایا تھا کہ ہم کس طرح اس کے ماتحت گارڈ بن کر اس بنگلے میں آتے جاتے رہیں گے؟ دشمنوں کی سمجھ میں یہی آئے گا کہ ماما کے بنگلے میں گارڈز تبدیل ہو رہے ہیں۔

میں اس سکیورٹی افسر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر ایک سمت جانے لگا۔یقیناً ان لمحات میں دشمنوں کی نظریں ہمارے بنگلے پر ہوں گی۔وہ دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہوں گے کہ کون اندر جارہا ہے اور کون باہر آرہا ہے؟

ایسے وقت فون کا بزر سنائی دیا۔یہی خیال آیا کہ دشمن کے مخبر تعاقب کررہے ہیں۔پاپا کے علاوہ مجھ پر بھی نظر رکھی جارہی ہے۔

میں نے فون کو کان سے لگا کر پوچھا۔''ہیلو کون؟''

گے گورڈن نے اپنے انداز میں کہا۔''تم مجھے میری آواز سے پہچان سکتے ہو۔''

''ہوں.....پہچان رہا ہوں۔کیا ہماری نگرانی کے لئے تم نے بیٹے کی جگہ سنبھال لی ہے؟''

''ہاں۔تمہاری کی ڈور ہمارے ہاتھوں میں ہے۔تم سب کٹھ پتلی کی طرح ہماری انگلیوں کے اشاروں پر ناچتے رہو گے۔تمہارے لئے حکم ہے کہ اس بنگلے سے باہر نہیں جاؤ گے۔''

''ابھی تمہارا پلڑا بھاری ہے۔میں نانا جان کی سلامتی کی خاطر ماما کے ساتھ اسی چار دیواری میں رہوں گا۔تمہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ پاپا یہاں سے چلے گئے ہیں؟''

''ہاں۔ہم پل پل کی خبر رکھتے ہیں۔ہمارے مخبر نے بتایا ہے'ابھی ایک سکیورٹی گارڈ وہاں سے کہیں جارہا ہے۔''

میں نے کہا۔''ہمارا سکیورٹی افسر ڈیوٹی کے مطابق گارڈز تبدیل کرتا رہتا ہے۔ابھی جو گیا ہے اس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا۔''

پھر میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔''ایسا کرو'تم باپ بیٹے ہمارے دروازے پر آکر کھڑے رہو اور ہمارے آنے جانے والے ملازموں کو تاڑتے رہو۔اس طرح ہمارے گھر کی چوکیداری بھی ہوتی رہے گی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''کھسیانا بلا کھمبا نوچ رہا ہے۔تم نے سکندر اعظم بن کر لانچ میں آکر مجھے اور رخشی کو مجبور اور بے بس بنادیا تھا۔ہمیں ایک کیبن میں قید کیا تھا۔آج سے تم اپنے بنگلے میں قیدی بن کر رہا کرو گے۔''

''تمہارا بیٹا فون پر اتنی بکواس نہیں کرتا'جتنی تم ابھی کررہے ہو۔تمہیں اطمینان ہورہا ہے کہ میں اپنی ماں کے ساتھ بنگلے میں ہوں پھر زیادہ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ اب یہاں سے جاؤ۔''

میں نے فون بند کردیا۔اسے واقعی اطمینان ہو گیا تھا۔وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ صرف پاپا بنگلے

سے نکل کر گئے ہیں۔فی الحال ان کی فکر تھی کہ وہ کہاں گئے ہیں اور ابھی کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟

اس کے مخبر نے بتایا۔''قربان واسطی واٹر لو برج سے گزر کر ٹیوب اسٹیشن کی طرف آیا ہے۔وہاں ایک اسلامک سینٹر کے سامنے بیشمار گاڑیاں کھڑی ہیں۔مسلمانوں کا ایک دینی اجتماع ہے۔وہ ان گاڑیوں کے درمیان اپنی گاڑی لے گیا ہے۔میں وہاں تک پہنچنے کی کوششیں کررہا ہوں۔''

گے گورڈن نے کہا۔''اسے اپنی کسی سابقہ رہائش گاہ میں جانا چاہئے۔وہ اسلامک سینٹر میں کیوں گیا ہے؟اس کے قریب رہ کر نگرانی کرو۔اس بھیڑ میں نہ وہ تم پر مخبر ہونے کا شبہ کرے گا۔نہ دوسرے یہ جان پائیں گے کہ تم یہودی ہو۔''

''میں کوشش کررہا ہوں۔اس کے قریب ہی رہوں گا۔تاکہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔''

یہودیوں اور عیسائیوں میں رات کے وقت ایسی کوئی مذہبی تقریب نہیں ہوتی جس میں ہزاروں عقیدت مند شریک ہونے آتے ہوں۔برطانیہ میں بیشمار اسلامک سینٹرز ہیں۔وہاں بھی اکثر دن کے وقت ہی تقریبات ہوتی ہیں۔لیکن اس رات عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب تھی۔اس لئے ہزاروں مسلمان اُدھر کھنچے چلے آئے تھے۔

وہ یہودی مخبر پارک میں اپنی گاڑی چھوڑ کر پلٹا تو پاپا نظروں سے اوجھل ہوگئے۔وہ ہر طرف نظریں دوڑاتا ہوا عمارت کے اندر آیا۔وہاں لوگ مختلف دروازوں سے آرہے تھے اور ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ رہے تھے۔پاپا بھی ان کے درمیان تھے۔مگر اسے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

ایشیا'یورپ اور افریقہ کے اسلامی ممالک سے نامی گرامی علمائے کرام اور تبلیغی وفود وہاں آیا کرتے ہیں۔برطانوی مسلمان ان کی ایمان افروز باتیں اور دینی ہدایات سننے کے لئے بڑے جذبوں سے جمع ہوتے ہیں۔اس وقت بھی وہاں ایمان پرور مجمع لگا ہوا تھا۔ایک معروف عالم دین اونچی مسند پر بیٹھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت اور سیرت بیان کررہے تھے۔

پاپا ایک جگہ سر جھکائے بیٹھے ان کا بیان سن رہے تھے اور ٹھہر ٹھہر کر فرش پر کھسکتے ہوئے جگہ تبدیل کرتے ہوئے ایک دروازے تک پہنچنا چاہتے تھے۔عالم دین اس وقت منافقین کے متعلق فرمارہے تھے۔''یہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔مگر ان کے اعمال مسلمانوں جیسے نہیں

ہوتے۔ یہ اکثر اسلام دشمن عناصر کے لئے کام کرتے ہیں۔"

ان لمحات میں پاپا کو سلطان ظفر یاد آرہا تھا۔ وہ بھی مسلمانوں کی جمعیت کو کمزور کرنے اور یہ باور کرانے کی راہ پر گامزن تھا کہ مسلمان جہاد کے نام پر دہشت گردی کرتے آرہے ہیں۔

دیکھا جائے تو ہم دونوں بھائی' ہماری ماما اور پاپا اور نانا جان یہودیوں اور عیسائیوں کے پھیلائے ہوئے فساد کی زد میں تھے اور یہ فساد سلطان ظفر کے ذریعے پھیلایا جارہا تھا۔ گے گورڈن عیسائی تھا اور بلڈر برج والے یہودی تھے۔ انہوں نے سلطان کو معلم اور مجاہد کے بہروپ میں اپنا ایک زبردست آلۂ کار بنالیا تھا۔

وہاں اسلامک سینٹر میں بھی ایک یہودی پاپا کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ مسند پر بیٹھے عالم دین فرمارہے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر منع کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے تعلق نہ رکھا جائے۔ ان سے دور کی بھی دوستی نہ کی جائے۔"

"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ محض آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے گا۔ وہ بیشک ان ہی میں سے کہلائے گا۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔" (المائدہ۔5:51)

"اے ایمان والو! تم ایمان والوں کے سوا کسی کو دوست نہ بناؤ۔ وہ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو۔ وہ اپنی زبان سے اپنی عداوت ظاہر کرچکے ہیں۔ اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ وہ بہت زیادہ ہے۔ تم تو انہیں چاہتے ہو۔ مگر وہ تمہیں نہیں چاہتے۔ تم پوری کتاب کو مانتے ہو (وہ نہیں مانتے' پھر محبت کیسی) یہ تمہارے سامنے ایمان کی بات کرتے ہیں۔ لیکن تنہائی میں غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے غصے میں ہی مرجاؤ۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔"

(آلِ عمران۔3,118,119)

یہ آیاتِ مبارکہ ہمیں سمجھاتی ہیں کہ یہودیوں' عیسائیوں اور منافقوں سے ہماری دوستی نہیں ہوسکتی۔ آج بھی مسلمانوں کے ساتھ یہی ہورہا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں یہودی' عیسائی اور ہندو اپنے آپس کے اختلافات بھول کر ہمارے خلاف متحد ہوگئے ہیں اور وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے تمام اخلاقی حدود کو پھلانگ رہے ہیں۔

وہ یہودی پریشان ہوکر ہر سو نظریں دوڑا رہا تھا۔ پاپا کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اسے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کس طرح نظریں بچا کر وہاں سے نکل گئے ہیں؟ انہوں نے

رینٹیڈ کار وہیں چھوڑ دی۔ میں سکیورٹی افسر کے ساتھ اسلامک سینٹر کے سامنے پہنچا ہوا تھا۔ پاپا ہماری گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ ہم وہاں سے پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کی طرف جانے لگے۔

وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔ وہاں ان کے لئے سکیورٹی گارڈ کی وردی اور ریڈی میڈ میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ لباس تبدیل کرنے کے بعد آئینہ دیکھتے ہوئے میری طرح چہرہ تبدیل کرنے لگے۔ سکیورٹی افسر کے لئے یہ حیرانی اور تجسس کی بات نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانی کے شعبے کا ایک افسر ہوں۔ ایسے بھیس بدلتا رہتا ہوں اور اس روز حالات کے مطابق اپنے پاپا کا بھی چہرہ تبدیل کررہا ہوں۔

میں ایک فلائنگ کمپنی کے احاطے میں پہنچ کر ان سے جدا ہوگیا۔ مجھے وہاں سے پیرس جانا تھا۔ پاپا نے میری پیشانی کو چوم کر دعائیں دیں۔ پھر سکیورٹی افسر کے ساتھ جانے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ وہ یہودی مخبر انہیں تلاش کرتا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا' پاپا اپنی رینٹیڈ کار کی طرف واپس آئیں گے۔ مگر مایوسی ہورہی تھی۔

اس نے فون پر گے گورڈن کو اطلاع دی کہ جن کی سختی سے نگرانی کی جارہی تھی۔ وہ کہیں گم ہوگئے ہیں۔ گے گورڈن نے فوراً ہی فون پر پاپا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟"

انہوں نے کہا۔ "اسی دنیا میں' اسی شہر میں ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ یہاں سے جاچکے ہو۔ کہیں جاکر چھپ گئے ہو۔"

"بیشک۔ چھپ گیا ہوں۔ اپنے بو سونگھنے والے کتوں سے کہو کہ مجھے ڈھونڈ نکالیں۔"

وہ غصے سے بولا۔ "ہم نے چھپنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ تمہیں ہماری نظروں میں رہنا ہوگا۔"

"میں نے تمہارے بیٹے کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اپنے بیوی بچوں سے دور چلا آیا ہوں۔ اب تنہا اور بے یارومددگار رہوں گا۔ لہٰذا تم سب سے چھپ کر رہنا لازمی ہے۔ اپنے بیٹے سے کہہ دو' آئندہ کوئی مجھ سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرسکے گا...."

پاپا نے فون بند کردیا۔ اس نے فوراً ہی بیٹے سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولا۔ "قربان واسطی ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ وہ تمہارے حکم کے مطابق بیوی بچوں کو چھوڑ کر گھر سے چلا گیا تھا۔ تمہارا بہت ہی تجربہ کار یہودی جاسوس اس کی نگرانی کررہا تھا۔ مگر وہ اسے ڈاج دے کر کہیں روپوش ہوگیا ہے۔"

"میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

"اب وہ فون پر ہم سے بات نہیں کرے گا۔ کہہ رہا تھا' اس نے تمہارے ایک حکم کی تعمیل کی ہے۔ اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ چکا ہے۔ اب کوئی دوسری بات نہیں مانے گا۔"

"ایک طرح سے وہ درست کہہ رہا ہے۔ میں اسے فیملی سے دور کر کے بہت بڑی سزا دے رہا ہوں۔ اب وہ تنہا اپنی سلامتی کے لئے روپوش رہے گا۔ اسے اپنے سسر کی سلامتی سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی۔ وہ بار بار میری بات نہیں مانے گا۔ فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

گے گورڈن نے کہا۔ "وہ مجھ سے پہلے میری چال چل رہا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں دنیا والوں سے خصوصاً ان باپ بیٹوں سے چھپنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرا رہا ہوں۔ نام اور شخصیت بدل رہا ہوں۔ اس سے پہلے قربان واسطی اپنا نام' اپنی شخصیت اور چہرہ بدل کر رہے گا تو ہم کبھی اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"اور کبھی پہچان لیں گے تو ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اسے گولی مار دیں گے۔ فی الحال اس پر مٹی ڈالو۔"

ان باپ بیٹے نے عارضی طور پر پاپا کا پیچھا چھوڑ دیا۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق صبح سے پہلے ہی ماما کے پاس پہنچ گئے۔ دشمن چاہتے تھے' وہ ہمیشہ کی طرح ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے ترستے رہیں۔ مگر کسی کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہی ہوتا ہے' جو منظور خدا ہوتا ہے۔



نانا جان کھلی فضاء میں سانسیں لے رہے تھے اور خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ وہ آزاد تھے۔ مگر سلطان ظفر کے مسلح کارندے ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آزادی کے باوجود ان پر پابندیاں تھیں۔ انہیں اپنی مرضی سے کہیں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس وقت ایک لینڈ کروزر میں ان کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔

گاڑی ایک کچے راستے سے گزر رہی تھی۔ ایک جانب خشک پہاڑوں کا سلسلہ تھا۔ دوسری جانب دور تک افیون کے ہرے بھرے کھیتوں میں لوگ کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔

انہوں نے ایک مسلح شخص سے پوچھا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟"

اس نے خشک لہجے میں سوال کیا۔ "کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا جگہ کا نام معلوم ہوگا اور یہاں رہو گے تو تمہاری عمر بڑھ جائے گی؟"

"عمر نہ میری بڑھے گی' نہ تمہاری۔ مگر ہم انسان ہیں۔ اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ سمجھ کر زندگی گزارتے ہیں۔ چلو یہی بتا دو کہ تم لوگ کون ہو اور کس لئے جنگ لڑ رہے ہو؟"

"تم ہمارے معلّم العالم کے مہمان ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم دین کی خاطر جہاد کر رہے ہیں۔"

"کس کے خلاف جہاد کر رہے ہو؟"

"ان بڑی طاقتوں کے خلاف، جنہوں نے افغانستان میں لشکر کشی کی ہے۔ وہ یہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

انہوں نے کہا۔ "غیر ملکی اتحادی فوجیوں نے جہاں اپنے اڈے قائم کئے ہیں۔ وہاں افغانی محبانِ وطن کو قیدی بنا کر انہیں شدید اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔ میں نے وہاں ایک رات گزاری ہے۔ جس طرح مجھے وہاں سے رہائی دلائی گئی ہے۔ اسی طرح تم لوگ ان افغانی مجاہدین کو رہائی کیوں نہیں دلاتے؟"

ان تمام مسلح افراد نے انہیں گھور کر دیکھا۔ پھر ایک نے جھڑکنے کے انداز میں کہا۔ "ہم سے فضول باتیں نہ کرو۔ منہ بند رکھو۔ آگے کچھ بولو گے تو بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

نانا جان موجودہ حالات کے مطابق کچھ بھی بولتے تو وہ بات ان مسلح افراد کے مزاج خلاف ہوتی۔ لہٰذا خاموشی ہی مناسب تھی۔

وہ تقریباً تین گھنٹے تک ان کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے وہ ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئے۔ اس بستی میں دور تک کچے مکانات تھے۔ ان کے درمیان ایک مضبوط قلعہ نما حویلی پہاڑ کی طرح کھڑی تھی۔

افیون کے کھیتوں میں اور ہیروئن تیار کرنے والی لیبارٹری میں کام کرنے والے مزدور کچے مکانوں میں رہتے تھے اور اس مضبوط حویلی میں ان کا آقا' ان کا سردار خان اعظم خان رہتا تھا۔

اس بستی میں خان اعظم خان کے مسلح سپاہی ہر جگہ ایسے مستعد اور چاک و چوبند دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے اب تب میں دشمن کہیں سے حملہ کرنے والے ہوں اور وہ مقابلے کے لئے ہمہ تن تیار ہوں۔

نانا جان انڈر ورلڈ والوں سے وقتاً فوقتاً رابطہ رکھتے تھے۔ ڈرگ مافیا کے متعلق بہت کچھ

جانتے تھے۔ان کی معلومات کے مطابق افغانستان میں پھیلتا ہوا منشیات کا کاروبار اس ملک کو نارکوٹکس اسٹیٹ بناتا جا رہا تھا۔نانا جان درجن بھر عالمی ڈرگ اسمگلروں کو پہچانتے تھے۔ جن میں نو بڑے عالمی افغان اسمگلر تھے اور ان نو میں سے ایک خان اعظم خان تھا۔

وہ بڑا ہی خر دماغ تھا۔زبان سے بہت کم بولتا تھا۔کوئی بھی فیصلہ بندوق کی زبان سے سنا دیتا تھا۔صرف ایسے افراد کو روبرو آنے کی اجازت دیتا تھا۔جن سے گہرا کاروباری تعلق قائم ہوتا تھا۔اس سے ملاقات کرنے والے بھی اس کی بد دماغی سے گھبراتے تھے اور کتراتے تھے۔

نانا جان کو لینڈ کروزر سے اتار کر حویلی کے مہمان خانے میں پہنچایا گیا تھا۔سلطان ظفر کے آدمی انہیں وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔وہ اس وسیع وعریض کمرے میں بڑی دیر تک تنہا بیٹھے سوچتے رہے۔"میں کیا کروں؟ وجی سے اور اپنے دست راست آصف مراد سے رابطہ کرنے کی کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی۔پچھلے چار یا چھ کلومیٹر سے جگہ جگہ مسلح افراد کو دیکھتا آرہا ہوں۔یہاں سے فرار ہونے کے لئے جدھر کا بھی رخ کروں گا' ادھر سے سنساتی ہوئی گولیاں آئیں گی۔"

انہوں نے ایک گہری سانس کھینچی۔"ایسا لگتا ہے' میری آخری سانسیں یہیں پوری ہوں گی۔اس لئے تقدیر مجھے یہاں لائی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک گن مین نے آکر کہا۔"کھڑے ہو جاؤ۔خان جی تشریف لا رہے ہیں۔"

وہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ خان اعظم خان ایک قیدی بن کر آنے والے شخص سے ملنے خود اس کے کمرے میں آئے گا۔

اس مہمان خانے کے اندر اور باہر مسلح افراد آکر تن کر کھڑے ہو گئے تھے۔خان اعظم خان کمرے میں آیا تو نانا جان نے سلام کرتے ہوئے سر اٹھا کر ایسے دیکھا جیسے پہاڑ کو دیکھ رہے ہوں۔اس کا قد چھ فٹ سے بھی اوپر تھا۔بوڑھا تھا مگر صحت ایسی تھی کہ تن کر کھڑا ہوا تھا۔

وہ سلام کا جواب دے کر نانا جان کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔پھر ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔"ہوں...تم علیم شیرازی ہو۔تمہارا نام کئی بار سنا ہے۔جب سلطان ظفر نے بتایا کہ......"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔پھر اپنے مسلح محافظوں سے بولا۔"باہر جاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔فوراً ہی باہر چلے گئے۔خان اعظم نے کہا۔"بیٹھو۔سلطان ظفر نے جو بات مجھے بتائی ہے۔شاید وہ کوئی نہیں جانتا۔"

نانا جان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔"کون سی بات؟"

"یہی کہ وہ معلّم تمہارا بیٹا ہے۔اس نے کل رات مجھے فون پر بتایا کہ تم باپ بیٹے کے درمیان رنجشیں ہیں۔وہ بچپن سے بچھڑا ہوا بیٹا ہے۔اپنے مطالبات منوانے کے لئے تمہیں یہاں بھیج رہا ہے۔"

پھر وہ ذرا فخر سے بولا۔"ویسے تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا' میرا یہ علاقہ کیسا ہے؟ یہاں آنے والوں کو واپسی کا راستہ نہیں ملتا۔مرنے کے بعد ان کی لاشیں بھی یہاں سے کوئی لے جا نہیں سکتا۔"

انہوں نے کہا۔"میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں اس کے مطالبات مان رہا ہوں۔"

"ہاں۔سنا ہے' تمہیں کل رات عقوبت خانے کی کال کوٹھری میں رکھا گیا تھا؟"

"جی ہاں۔میں ایک تاریک جہنم سے نکل کر آرہا ہوں۔"

اس نے کہا۔"میں کسی سے زیادہ نہیں بولتا۔لیکن تمہاری طرح میں بھی بیٹے کے معاملے میں بدظن ہوں۔میرے اپنے بیٹے سے اختلافات ہیں۔وہ کبھی عید' بقر عید پر بھی مجھ سے ملنے نہیں آتا۔"

وہ سنگدل مغرور خان اعظم خان بجھ سا گیا تھا۔کہہ رہا تھا۔"میں لاکھوں ڈالرز کماتا رہتا ہوں۔کروڑوں کی جائیداد کا مالک ہوں۔خدا مجھے بہت دے رہا ہے۔مگر اس نے ایک سے زیادہ بیٹے نہیں دیئے اور جو بیٹا دیا ہے' وہ افیون کی کاشت اور منشیات کی اسمگلنگ کے خلاف ہے۔کہتا ہے' جس دن میں کھیتوں کو آگ لگاؤں گا اور اس دھندے سے توبہ کروں گا' اس دن وہ مجھ سے گلے لگنے آئے گا۔"

نانا جان نے کہا۔"ایسی اولاد خوش نصیب والدین کو نصیب ہوتی ہے۔"

وہ فرش پر پاؤں پٹخ کر بولا۔"بکواس مت کرو۔کیا کروڑوں کی دولت اور جائیداد کو آگ لگانا دانائی ہے؟ میرا بیٹا گدھا ہے۔پہلے میں نے سوچا تھا' جب جوانی ڈھلے گی' اس پر برا وقت آئے گا' تب میری تمام دولت اور جائیدا اس کے کام آئے گی۔تب وہ باپ کی قدر کرے گا۔"

وہ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔"مگر نہیں۔تب تک میں نہیں رہوں گا۔بہت

بوڑھا ہو چکا ہوں۔ چاہتا ہوں، وہ جلد ہی میری مخالفت سے باز آجائے۔ میرے مزاج میں ڈھل جائے۔ میرے رنگ میں رنگ جائے۔"

نانا جان کہنا چاہتے تھے کہ کسی کو جبراً اپنا ہم مزاج نہیں بنایا جاسکتا۔ مگر اس خر دماغ سے بحث کرنا سراسر نادانی ہوتی۔ اس لئے وہ چپ چاپ اس کی باتیں سنتے رہے۔

اس نے کہا۔ "میں نے ایسے انتظامات کئے ہیں، جن کے نتیجے میں اس کا مزاج اور اس کے خیالات بدل جائیں گے۔ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی اس کی شریک حیات بن کر اسے میرے دھندے کی طرف لے آئے گی۔"

وہ کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی ہے۔ بہت اچھی ہے۔ بہت سمجھدار ہے۔ میں اسے اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔ مگر....."

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ پھر نانا جان کو گھور کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "مگر تمہارا نواسہ میری ہونے والی بہو کے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

انہوں نے ایکدم سے ٹھٹک کر تعجب سے پوچھا۔ "میرا نواسہ.....؟"

پھر انہیں یاد آیا۔ جب وہ کال کوٹھری میں تھے، تب سلطان نے کہا تھا کہ میں جینا نامی ایک ایسی لڑکی سے عشق کر رہا ہوں، جس نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہی سوچ کر انہوں نے خان اعظم خان سے پوچھا۔ "کیا تمہاری ہونے والی بہو کا نام جینا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں۔ اس کا نام شہناز ہے۔"

اب یہاں سے عجیب مغالطہ ہو رہا تھا۔ ایک نیا چکر چلنے والا تھا۔ نانا جان نے کہا۔ "مگر میرا نواسہ ایک نومسلم شریف زادی جینا سے محبت کرتا ہے۔ وہ کسی شہناز کو کبھی پریشان نہیں کرے گا۔"

اس نے غصے سے کہا۔ "کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ صرف میں ہی نہیں، شہناز کے ماں باپ بھی اس بات کے گواہ ہیں۔"

پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے نواسے کو وجی نہیں کہتے ہیں؟"

"ہاں۔ اس کا نام وجاہت علی ہے۔ ہم سب اسے وجی کہتے ہیں۔"

"شہناز جب بھی میرے بیٹے خان علی سے ملتی ہے، اسے ہمارے رنگ میں رنگنا چاہتی ہے تو وجی کباب میں ہڈی بن جاتا ہے۔ اسے میرے بیٹے سے دور کر دیتا ہے۔"

یہاں پھر ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ وکی اب تک شہناز، اس کی ماں اور بھائی کے سامنے خود کو وجی کہتا آ رہا تھا۔ اس کے جھوٹ اور فریب کے باعث آئندہ بھی یہی

سمجھا جانے والا تھا کہ میں شہناز کو ٹریپ کرتا آ رہا ہوں۔

نانا جان نے کہا۔ "خان جی! میں یہ تو کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ لیکن کسی وجہ سے غلط فہمی ہوسکتی ہے۔"

"کس وجہ سے غلط فہمی ہوگی؟ کوئی وجہ بتاؤ؟ میں ابھی ثابت کرتا ہوں کہ تم اپنے نواسے کو غلط سمجھ رہے ہو اور اس کی غلطیوں پر پردہ ڈال رہے ہو۔"

اس نے دروازے کی طرف منہ کر کے آواز دی۔ فوراً ہی ایک مسلح گارڈ اندر آ کر دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ خان نے حکم دیا۔ "راجہ کو یہاں بھیج دو۔"

وہ فوراً ہی حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ ایک منٹ بعد ہی جو شخص دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اسے دیکھتے ہی نانا جان چونک گئے۔ وہ ان کی بہن زرینہ بانو کا شوہر راجہ تسلیم نواز تھا۔ شہناز اس کی بیٹی اور شاہنواز اس کا بیٹا تھا۔

نانا جان حیران تھے۔ ان کے اپنے خاندان کے افراد خان اعظم خان سے اور اس کے بیٹے سے منسوب ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

خان اعظم نے پوچھا۔ "اب بولو! غلط فہمی کیسے ہوگی؟ جس شہناز کی بات کر رہا ہوں، وہ تمہاری اپنی بہن کی بیٹی ہے اور یہ راجہ تسلیم نواز تمہارا بہنوئی ہے۔ جرمنی میں میرے مال کا سپلائر ہے۔"

راجہ تسلیم نواز اپنے باس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ خان اعظم نے کہا۔ "تم ملازم ہو۔ مگر میری نظروں میں معزز ہو۔ میرے سر پھرے بیٹے کو ہمارے دھندے میں لانے کے لئے بھرپور کوششیں کر رہے ہو۔ وہاں بیٹھو اور شیرازی کو بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں کیا بولوں؟ میرے ان سالے صاحب نے اپنے غرور اور اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے لہو کے رشتوں کو دشمن بنا لیا ہے۔ اگر یہ اپنی بیٹی سعدیہ سے میرے بیٹے شاہنواز کی شادی کر دیتے اور رخصتی پر بدکاری کا الزام لگا کر اپنے ہی بیٹے سلطان ظفر کو ناجائز نہ کہتے تو آج اس خاندان کے تمام افراد متحد اور محبت کرنے والے دکھائی دیتے۔"

نانا جان اس کی بات کے جواب میں ان سب کی کم ظرفی اور کمینگی بیان کرسکتے تھے۔ لیکن یہ خوب سمجھتے تھے کہ خان اعظم خان اپنے وفادار راجہ تسلیم نواز کو معزز سمجھتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنے گا۔

وہ خان سے کہہ رہا تھا۔ "آپ نے میری بیٹی شہناز کو پسند کیا ہے۔ میں یقین سے کہتا

ہوں، وہ آپ کی بہو بننے سے پہلے بھی اپنی ذہانت اور تدبیر سے خان علی کو آپ کا فرمانبردار بیٹا بنادے گی اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہورہی تھی۔لیکن...“

تسلیم نواز نے ناگواری سے نانا جان کو دیکھتے ہوئے کہا۔”جس طرح انہوں نے رخشی اور سلطان ظفر کو اپنی زندگی سے نکالا' جس طرح میرے بیٹے شاہنواز کو اپنی بیٹی کی زندگی میں آنے نہیں دیا۔اسی طرح اب ان کا نواسہ میری بیٹی کو آپ کے بیٹے کی زندگی سے دور کرنے کی سازشیں کرتا رہتا ہے۔“

خان اعظم خان نے نانا جان سے کہا۔”سن رہے ہو؟ میں بیٹے کا باپ ہوں اور یہ بیٹی کا باپ ہے۔ہم نے تمہارے نواسے کی بدمعاشیوں کو اچھی طرح دیکھا ہے' سمجھا ہے۔کیا اب بھی کہو گے کہ ہم غلط فہمی کا شکار ہیں اور تمہارا نواسہ ایسی ذلالت نہیں کررہا ہے؟“

”میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں' آپ کی کسی بات کو غلط کہنے کی جرأت نہیں کروں گا۔مجھے اجازت دیں کہ میں غلط فہمی کی وجہ بیان کروں۔“

وہ ناگواری سے بولا۔”اجازت ہے۔بولو کیا بولتے ہو؟“

انہوں نے کہا۔”میرے دونوں نواسے ہم شکل ہیں۔کیا آپ جانتے ہیں؟“

”ہاں۔مجھے بتایا گیا ہے' ان کی شکل صورت اور قد و قامت میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔“

”کیا ایسے میں مغالطہ نہیں ہوسکتا؟ وکی آپ کے بیٹے اور شہناز کے معاملے میں مداخلت کررہا ہو اور آپ اسے وجی سمجھ رہے ہوں؟“

راجہ نے کہا۔”وہ اپنی زبان سے خود کو وجی کہہ رہا ہے۔“

”میرا وہ نواسہ وکی بہت ہی شریر اور شاطر ہے۔عیش و عشرت میں زندگی گزار رہا ہے۔پتہ نہیں کتنی لڑکیوں سے فلرٹ کرتا ہے؟ وہی وجی بن کر تمہیں اور شہناز کو دھوکا دے رہا ہوگا۔“

”وہ وجی ہو یا وکی۔مگر ہے تو تمہارا ہی نواسہ.... میں اس بدبخت پر دوبار قاتلانہ حملے کراچکا ہوں۔یہ مانتا ہوں' وہ بہت ہی شاطر ہے۔بچ نکلتا ہے۔“

انہوں نے کہا۔”میرا وہ نواسہ ایسا ہے' جس کی صورت بھی میں نہیں دیکھی۔کبھی اس سے دو باتیں بھی نہیں ہوئیں۔مگر یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ افغانستان کے اس دور اُفتادہ علاقے میں مجھ سے پہلے اس کے کرتوت پہنچ جائیں گے۔“

”میں تم سے شکایت نہیں کررہا ہوں.... میں کسی سے شکایت کرتا ہی نہیں۔سیدھا گولی مار

دیتا ہوں۔تمہارا وہ نواسہ جلد ہی میرے کسی آدمی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔“

اس کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔راجہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔پھر اسے کان سے لگا کر کہا۔”ہیلو....؟“

دوسری طرف سے سلطان نے کہا۔”ہیلو انکل راجہ! میں سلطان بول رہا ہوں۔یہ سوچ کر اس مہمان خانے میں فون کررہا ہوں کہ شاید میرا قیدی باپ وہاں پہنچ گیا ہوگا؟“

تسلیم نواز نے کہا۔”علیم بھائی یہاں موجود ہیں اور عالی جناب خان اعظم خان صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔“

”کیا وائڈ اسپیکر آن ہے؟“

اس نے آن کرتے ہوئے کہا۔”ہاں۔ہم سب سن رہے ہیں۔“

سلطان نے اونچی آواز میں کہا۔”یہ معلّم العالم عزت مآب خان اعظم خان کی خدمت میں حاضر ہے۔اسلام علیکم....“

اس نے جواباً کہا۔”وعلیکم سلام....اچھے وقت پر آئے ہو۔تمہارا باپ پہلے تو یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس کا نواسہ میری ہونے والی بہو کو پریشان کررہا ہے۔اب یہ تسلیم کررہا ہے کہ وہ بدمعاشی کرنے والا وجی نہیں ہے' اس کا ہم شکل بھائی وکی ہے۔تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟“

”ہاں۔اب یہ بات میرا ذہن بھی تسلیم کررہا ہے کہ وجی کسی بھی معاملے میں ایک سنجیدہ اور ذمہ داری نباہنے والا جوان ہے۔اس کے برعکس وکی فلرٹ کرتا پھرتا ہے۔وہی شہناز کو اب تک پریشان کرتا آرہا ہے۔“

وہاں خان اعظم خان کے سامنے سب ہی شہناز کو معصوم اور وکی کو بدمعاش بنا کر پیش کررہے تھے۔جبکہ تالی دونوں ہاتھوں سے بج رہی تھی۔عشق و ہوس کے معاملے میں شہناز نے ہی پہل کی تھی۔وہی پہلی بار وکی کو وجی سمجھ کر ٹریپ کرنے کے لئے آگے آئی تھی۔

سلطان اس وقت خان اعظم خان سے کہہ رہا تھا۔”وکی سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔وہ صرف شہناز کو ہی نہیں' آپ کے بیٹے خان علی کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔“

وہ گرجتے ہوئے بولا۔”میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔اس کی کیا مجال ہے کہ میرے بیٹے کو چھونے کی بھی جرأت کرے؟“

”آپ نہیں جانتے' وہ کتنا شاطر اور مکار ہے؟ گے گورڈن وسیع ذرائع اور اختیارات رکھنے والا انڈر ورلڈ کا ڈان تھا۔وہ بھی وکی سے مات کھا چکا ہے۔اس سے شکست کھا کر اپنا

نام، چہرہ اور اپنی شخصیت بدل رہا ہے۔"

نانا جان یہ باتیں سن رہے تھے اور دل ہی دل میں فخر کر رہے تھے کہ ان کا نواسہ بڑے بڑے مجرموں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکانا جانتا ہے۔

سلطان کہہ رہا تھا۔ "خان جی! وکی آپ کی طاقت کے سامنے بچہ ہے۔ لیکن آپ کی طاقت اور ذرائع مغربی افغانستان کے محدود علاقے تک ہیں۔ وکی کو اپنے قدموں میں جھکانے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔ اس کے نانا کو اپنے شکنجے میں رکھیں۔ اسے بلیک میل کریں۔ وہ دودھ کی مکھی کی طرح ایک چٹکی میں آجائے گا۔"

نانا جان نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تم نے مجھے یہاں اپنا باپ بنانے کے لئے نہیں 'خان اعظم خان کا مہرہ بنانے کے لئے بھیجا ہے؟"

"تم میرے باپ ہو۔ میں تمہیں پاپا کہوں گا۔ یہاں رہ کر تم میرے اور خان جی کے کام آتے رہو گے۔"

خان اعظم نے کہا۔ "تم اس علاقے میں آزادی سے گھومتے پھرتے رہو گے۔ وکی سے یہ کہا جائے گا کہ تم ہمارے قیدی ہو۔ اگر وہ تمہاری سلامتی چاہتا ہے تو شہناز اور خان علی کے راستے میں نہ آئے۔ ہمیشہ ہماری نظروں میں رہا کرے۔ ہم سے چھپ کر بدمعاشیاں نہ کرے۔"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ "میں نے اور سلطان نے طے کر لیا ہے، تمہیں یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ تم اپنی طبعی عمر تک جینے کے لئے اپنی بیٹی اور نواسوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو گے۔ کبھی کبھی فون پر ان سے باتیں کر لیا کرو گے۔ سلطان ظفر تمہارا ایک ہی بیٹا ہے۔ وہ یہاں تم سے ملنے کے لئے آتا رہے گا۔"

"کیا میں اس علاقے اور ملک سے باہر یورپ اور امریکہ نہیں جا سکوں گا؟"

"تم پاکستان بھی نہیں جا سکو گے۔"

ان کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ مایوسی سے سوچنے لگے۔ "کیا میں اپنی بیٹی اور نواسوں کا منہ کبھی نہیں دیکھ سکوں گا؟ پتہ نہیں، کب ان سے فون پر بات کرائی جائے گی؟ کیا میرے نواسے مجھے یہاں سے رہائی دلانے کے لئے کچھ نہیں کر پائیں گے؟"

انہوں نے کہا۔ "میری بیٹی اور نواسے میرے لئے پریشان ہوں گے۔ ایک بار ان سے فون پر بات کرا دو۔"

سلطان نے کہا۔ "وہ بات کرنے کے بعد پریشان رہیں گے۔ انہیں یہ نہیں بتایا جائے گا

کہ تم کس ملک میں کس کے قیدی بنے ہوئے ہو؟ وہ نہ جانے کتنے ملکوں میں تمہیں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

تسلیم نواز نے کہا۔ "اس میلوں دور تک پھیلے ہوئے علاقے میں تم ایک آزاد قیدی ہو۔ یہاں عالی جناب خان جی کے کام آکر اپنے لئے زیادہ سے زیادہ رعایتیں حاصل کر سکتے ہو۔"

خان اعظم نے کہا۔ "اگر تم میرا ایک کام کرو گے تو تمہیں اپنی بیٹی اور نواسوں کے پاس جانے کی اجازت کے لئے رہائی بھی مل جائے گی اور وہ ایک کام یہ ہے کہ اپنے دوسرے نواسے وکی کو یہاں بلاؤ۔ وہ یہاں آکر اس علاقے سے باہر نہیں جا سکے گا۔ اس طرح میرے بیٹے اور میری ہونے والی بہو کو اس کی بدمعاشیوں سے نجات مل جائے گی۔"

نانا جان نے کہا۔ "یعنی میں اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑی مار لوں۔ خود تو قیدی بنا ہوا ہوں۔ اپنے نواسے کو بھی پنجرے میں ڈال دوں؟"

تسلیم نواز نے کہا۔ "تم ایک بدمعاش نواسے کا نقصان اٹھا کر دوسرے نواسے اور بیٹی کے ساتھ باقی کی زندگی گزار سکو گے۔"

"مجھے اس شرط پر رہائی منظور نہیں ہے۔"

خان اعظم نے کہا۔ "تمہیں شہناز سے اور میرے بیٹے سے وکی کو ہزاروں میل دور کرنا ہوگا۔ بولو کیسے دور کرو گے؟"

"میں فون پر اسے سمجھاؤں گا۔ مجھے یقین ہے، وہ میری سلامتی کی خاطر وہی کرے گا، جو آپ چاہتے ہیں۔"

سلطان نے کہا۔ "خان جی! میں تمہیں موبائل فون پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میرے پاپا سے باتیں ہوں گی۔"

خان اعظم نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ تم کال کرو۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ فون کی کالنگ ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک جگہ بیٹھ کر اسے کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہاں۔ بولو....؟"

اس نے کہا۔ "وجی کی محبوبہ جینا پیرس کے ایک اپارٹمنٹ میں ہے۔ وکی اس کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ مگر وہ دن رات اس کے ساتھ نہیں رہتا۔ ہمیشہ سے جگہ بدلتے رہنے کا عادی ہے۔ پچھلے دو دنوں میں اس کا پیچھا کرنے والے ہمارے دو آلۂ کار مارے گئے ہیں۔"

"یعنی وہ شاطر بھی ہے اور خطرناک بھی...؟ کیا اپنے نانا کی سلامتی اور رہائی کے لئے ادھر آسکتا ہے؟"

"ضرور آئے گا۔ میرے پاپا کو آزادی سے فون پر باتیں کرنے دیں۔ اس طرح صرف وکی کو ہی نہیں، وجی کو بھی معلوم ہوگا کہ انہیں افغانستان کے کس علاقے میں رکھا گیا ہے؟ ان میں سے ایک نواسہ ضرور ادھر دوڑا چلا آئے گا۔"

"میں وکی کی گردن دبوچنا چاہتا ہوں۔"

"جس کی بھی گردن ہمارے ہاتھ آئے گی۔ اس کے ذریعہ پاپا کی وہ فیملی کمزور پڑتی جائے گی۔ وکی آپ کی بہو اور بیٹے سے دور جانے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی شیرازی کو اس کے نواسے سے بات کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس اسلسلے میں اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"مال اسمگل کرنے کے معاملے میں لین دین پکا رکھو۔ انٹیلی جنس والے افغان اسمگلر حاجی بشر نور زئی کو گرفتار کر چکے ہیں۔ جب تک وہ مطلوبہ رقم ادا کرتا رہا۔ انٹیلی جنس والے اندھے بنے رہے۔ اسے کھلی چھٹی ملتی رہی۔ اسی لئے تم سے کہتا ہوں، ادائیگی میں گڑبڑ نہ کرو۔"

"میں گڑبڑ نہیں کر رہا ہوں۔ تم مطالبات بڑھا رہے ہو۔"

"میں ماہانہ بیس لاکھ ڈالرز نقد اور پانچ لاکھ ڈالرز کا اسلحہ تم سے لے رہا ہوں۔ اس کے عوض یہاں سے یورپ تک تمہارا مال کسی رکاوٹ کے بغیر پہنچ جاتا ہے۔"

یہ بہت بڑا ڈرگ مافیا کا کھیل تھا۔ اس کھیل میں سلطان ظفر کی اپنی کوئی طاقت، دولت یا اختیار نہیں تھا۔ ساری طاقت اور اختیارات یہودی تنظیم بلڈر برج کے تھے۔ وہ اسے معلّم بنا کر اس کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ اسے مختلف معاملات میں طرح طرح کی سہولتیں فراہم کر رہے تھے۔ اس طرح وہ ڈرگ مافیا اور اسلحہ مافیا کے لئے سہولتیں پیدا کر کے لاکھوں ڈالرز بھتے کے طور پر وصول کرتا تھا اور آمدنی کے ایسے ذرائع سے نام نہاد جہادی تنظیم کی پرورش کر رہا تھا۔

خان اعظم خان اپنے علاقے کا بے تاج بادشاہ تھا۔ اس کے پاس پوست کے کھیتوں کی حفاظت کرنے والے ہزاروں مسلح کارندے تھے۔ اس پہاڑی علاقے میں اس کی مسلح فورس ایسی مستحکم تھی کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے وہاں بے اثر ہوجاتے تھے۔

البتہ وہ اپنے علاقے سے باہر افیون اور ہیروئن اسمگل کرنے کے لئے سلطان کو دوست

بنا کر رکھتا تھا۔ بہر حال اس سلسلے میں دونوں کے درمیان لین دین طے ہوگیا۔ وہ نانا جان کے کمرے میں واپس آگیا۔ موبائل فون کا رابطہ ختم کر کے ٹیلی فون کے ذریعے سلطان سے باتیں کرنے لگا۔

سلطان نے نانا جان سے کہا۔ "پاپا! میں پیدا ہونے کے بعد پہلی بار تمہیں پاپا کہہ رہا ہوں۔ تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

انہوں نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا لگ رہا ہے۔ ویسے ہماری مشرقی تہذیب کے مطابق بزرگوں کو تم نہیں، آپ کہتے ہیں۔"

"چلیں خوش ہوجائیں۔ میں تم نہیں آپ کہوں گا اور یہ نیک مشورہ دوں گا کہ جتنی جلدی ہوسکے، وکی کو حرام موت مرنے سے بچالیں۔ اسے خان جی کے بیٹے سے دور ہوجانے کی تاکید کریں۔"

"کیسے کروں؟ کیا اس سے فون پر بات کرنے کی اجازت ملے گی؟"

"ہاں۔ آپ ابھی خان جی کی موجودگی میں ٹیلی فون کے ذریعے اس سے بات کرسکتے ہیں۔ فون کا وائڈ اسپیکر آن رہے گا۔"

"میں نے آج تک وکی سے بات نہیں کی۔ اس کا فون نمبر نہیں جانتا۔ پہلے وجی سے بات کروں گا۔ اس کے ذریعے وکی سے کچھ کہہ سکوں گا۔"

خان اعظم نے کہا۔ "تم دونوں نواسوں سے بات کرسکتے ہو۔ میں اجازت دے رہا ہوں۔"

راجہ تسلیم نواز نے ٹیلی فون اٹھا کر نانا جان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اغواء ہونے کے تقریباً بائیس گھنٹے بعد مجھ سے بات کرنے والے تھے۔ اس وقت لندن میں گیارہ بجنے والے تھے۔ میں پاپا کو اسلامی سینٹر سے لے کر پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے علاقے میں پہنچا تھا۔ پاپا وہاں سے ایک سکیورٹی گارڈ کے بھیس میں ماما کے پاس واپس جا رہے تھے۔ میں ان سے رخصت ہوکر ایک طیارے کے ذریعے پیرس جانے لگا۔

وہاں جینا ایک اپارٹمنٹ میں وکی کے ساتھ رہنے کے باوجود اکیلی تھی۔ کیونکہ وہ دن رات اس کے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ کچھ تو گھومنے پھرنے اور موج مستی کرنے کا عادی تھا۔ کچھ ناموافق حالات کا تقاضا تھا۔ وہ دشمنی کرنے اور سازشیں کرنے والوں کو ڈاج دینے کے لئے جگہ بدلتا رہتا تھا۔

جینا پہلے تو میرے دھوکے میں وکی کے ساتھ رہی۔ پھر بھید کھلا تو میں نے فون پر اسے

سمجھایا کہ ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ وہ وکی پر بھروسہ کرے۔ ابھی اس کے ساتھ رہے۔ وہ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ دوسرے دن میرے پاس لندن لے آئے گا۔ لیکن اب حالات کا تقاضا یہ تھا کہ میں جینا کے پاس پہنچوں اور اسے اپنے ساتھ لندن لے آؤں۔ تب تک اس نے تنہائی دور کرنے کے لئے لوری کو اپنے پاس بلالیا تھا۔

میرے وہاں پہنچنے سے کئی گھنٹے پہلے اسلام دشمن عناصر اسے ٹریپ کرنے کی چالیں چل رہے تھے۔ اس نے لوری کے ساتھ پروگرام بنایا تھا کہ وہ کسی اسلامی سینٹر میں جا کر نومسلم خواتین سے ملاقات کرے گی اور انہیں ڈنر کی دعوت دے گی۔

دنیا کے مختلف ممالک سے آ کر آباد ہونے والے مسلمان وہاں کی نومسلم عورتوں اور مردوں کے ساتھ دینی جوش وخروش سے رابطہ کرتے ہیں اور ایک نئی مسلم سوسائٹی کی تشکیل کے لئے ان سے رشتے داری بھی قائم کرتے ہیں۔ ان کی یہی بڑھتی' پھلتی پھولتی ہوئی مسلم آبادی یہودیوں اور عیسائیوں کی نیندیں حرام کر رہی ہے۔

پورے یورپ کی سروے رپورٹ کے مطابق فرانس میں سب سے زیادہ مسلمان ہیں۔ حکومتی دعویٰ ہے کہ صرف تیس ہزار فرانسیسیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ جبکہ اسلامی فائنڈیشن اور اوکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور و معروف اسکالر عبدالکریم مراد کی رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ فرانسیسی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں میں منافقین بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رشتی اور سلطان ظفر وغیرہ تھے۔ ایسے دشمن بھی تھے' جو دین کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلام قبول کر رہے تھے۔ ایسی ہی دو عورتوں نے جینا کے اپارٹمنٹ میں آ کر اس سے ملاقات کی۔ انہوں نے جینا اور لوری سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

ایک نے کہا۔ ''پہلے میرا نام روزی روکسن تھا۔ اب رضیہ بانو ہے۔''

دوسری نے کہا۔ ''میرے ڈیڈی یہودی ہیں اور ماما بھی بس نام کی مسلمان ہیں۔ لیکن میں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا ہے۔ میرا نام شکیلہ عارف ہے۔ میں نے ایک معروف تاجر عارف انصاری سے شادی کی ہے۔''

جینا اور لوری نے خوش ہو کر دونوں کو گلے لگایا۔ انہیں رات کے کھانے کی دعوت دی۔ شکیلہ عارف نے کہا۔ ''دعوت تو ہم دینے آئے ہیں۔ آج رضیہ بانو کی سالگرہ ہے۔ ڈنر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ دونوں آئیں گی تو ہماری عزت افزائی ہوگی۔''

لوری نے کہا۔ ''ہماری بھی عزت افزائی ہوگی۔ ہم بھی نومسلم ہیں۔ بائی داوے... تم

ہمیں کیسے جانتی ہو؟''

رضیہ نے کہا۔ ''میں نے لندن کے جس اسلامی سینٹر سے اسلام قبول کیا ہے' وہاں کے رجسٹر میں رابعہ اور زبیدہ کے نام پڑھے۔ یہی تمہارے اسلامی نام ہیں ناں؟''

انہوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ شکیلہ نے کہا۔ ''میں نے وہاں خواتین کی ایک دینی تقریب میں تم دونوں کو دیکھا تھا۔ مگر باقاعدہ ملاقات نہ کر سکی۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا پڑا۔''

رضیہ نے کہا۔ ''ابھی ہم نے اپارٹمنٹ کے باہر رابعہ (جینا) کو دیکھا تو سیدھی یہاں چلی آئیں۔''

جینا نے کہا۔ ''تم دونوں سے مل کر ایک عجیب سی روحانی مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ ہمیں ایڈریس بتاؤ' ہم رات آٹھ بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔''

شکیلہ نے کہا۔ ''میں ٹھیک سات بجے یہاں آؤں گی۔ پھر تم دونوں کو رضیہ کے بنگلے میں لے چلوں گی۔''

لوری نے انہیں گرما گرم کافی پلائی۔ رضیہ نے پوچھا۔ ''تم دونوں یہاں تنہا رہتی ہو؟''

جینا نے کہا۔ ''یہ اپارٹمنٹ میرے ایک کزن وقار علی کا ہے۔ وہ کبھی کبھی یہاں آتے ہیں۔ میں اور زبیدہ کل لندن چلے جائیں گے۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر تک بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہیں۔ پھر رخصت ہو کر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگیں۔ انہیں وکی کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ اپارٹمنٹ میں موجود ہو سکتا ہے۔ ان پر شبہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا انہیں بہت محتاط ہو کر نومسلم عورتوں کا رول ادا کرنا چاہئے اور وہ واقعی اچھا رول ادا کر رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وکی نے آ کر پوچھا۔ ''یہاں آنے والی وہ دو عورتیں کون تھیں؟''

جینا نے خوش ہو کر کہا۔ ''وہ نومسلم تھیں۔ میں زبیدہ کے ساتھ ان کے یہاں ڈنر کے لئے جاؤں گی۔ بائی داوے... تمہیں کیسے معلوم ہوا' یہاں دو خواتین آئی تھیں؟''

جینا نہیں جانتی تھی کہ وکی اپنے مخبروں اور آلۂ کاروں سے کس طرح کام لیتا ہے؟ اس نے جھوٹ کہہ دیا۔ ''مجھے اس بلڈنگ کے چوکیدار نے بتایا ہے۔ اچھا ہے۔ جاؤ اور ڈنر پارٹی انجوائے کرو۔ مگر گیارہ بجے تک واپس آجاؤ۔ وجی آنے والا ہے۔''

جینا نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا اس نے فون کیا ہے؟''

''پہلے تمہیں کال کرتا رہا۔ کیا تمہارا فون کام نہیں کر رہا ہے؟''

"ہاں۔کچھ خرابی ہوگئی ہے۔نیا خریدوں گی۔ابھی زبیدہ کے فون سے کام چل رہا ہے۔"

وکی تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلا آیا۔شکیلہ شام کو سات بجے اپارٹمنٹ میں آئی۔جینا اور لوری اس کا انتظار کر رہی تھیں۔انہوں نے گھر کو لاک کیا۔پھر اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگیں۔

راستے میں شکیلہ نے اپنے شوہر کے متعلق کہا۔"عارف بھی ساتھ چلیں گے۔گھر میں میرا انتظار کر رہے ہیں۔پہلے وہاں چلو۔ورنہ وہ بیچارے انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے۔"

وہ "بیچارہ" اپنی بیوی کا نہیں' جینا اور لوری کا انتظار کر رہا تھا۔وہ دونوں شکیلہ کے ساتھ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آئیں۔وہاں تین ادھیڑ عمر والے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے قریب ایک مسلح باڈی گارڈ کھڑا ہوا تھا۔

شکیلہ نے مسکرا کر کہا۔"ان میں سے کوئی میرا گھر والا نہیں ہے۔یا یوں سمجھ لو! میں کسی کی گھر والی نہیں ہوں۔"

جینا اور لوری نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔شکیلہ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"یہ میسونی تنظیم کے ایک عہدیدار ہیں اور یہ ایک چرچ کے فادر ہیں۔"

اس نے تیسرے کی طرف انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔"اور یہ ہماری تنظیم کے بڑے مانے ہوئے انفارمر ہیں۔یورپ میں اسلام قبول کرنے والوں کا سارا حساب کتاب ان کے پاس رہتا ہے۔یہ تم جیسی نومسلموں پر نظر رکھتے ہیں۔ہم سب کی یہ کوشش ہے کہ غلطی سے اسلام کی طرف جانے والوں کو اپنے مذہب کی طرف واپس لے آئیں۔"

چرچ کے فادر نے کہا۔"اور اسی لئے تم دونوں کو یہاں لایا گیا ہے۔غلطی سب سے ہوتی ہے۔تم سے بھی ہوگئی۔کوئی بات نہیں۔میں تمہیں راہ راست پر لاؤں گا۔"

میسونی تنظیم کے عہدیدار نے کہا۔"جب تم دونوں نے اسلام قبول کیا تھا' تب ہماری تنظیم کی طرف سے تمہیں محبت سے سمجھایا گیا تھا۔مگر تمہیں اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا۔"

انفارمر نے کہا۔"تب ہم نے تمہارے بھائی میلسن کو اغواء کر کے اسے مصیبتوں میں مبتلا کر کے تمہیں عیسائیت کی طرف واپس آنے پر مجبور کرنا چاہا۔جب وجی میلسن کو اپنی کار میں لے جا رہا تھا' تب ہم اس کا تعاقب کر رہے تھے۔بعد میں پتہ چلا' وہ وجی نہیں' وکی تھا۔کار کے حادثے میں وہ بچ گیا اور تمہارا بھائی مارا گیا۔"

جینا بڑے دکھ سے اپنے بھائی کا ذکر سن رہی تھی۔اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔لوری اس کے دکھ کو سمجھ رہی تھی۔اس کے شانے کو تھپک رہی تھی۔

تنظیم کے عہدیدار نے کہا۔"تمہارا بھائی بے موت مارا گیا۔ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔آج تم اور لوری ہاتھ آئی ہو۔آؤ یہاں آرام سے بیٹھو۔ہماری باتیں سنو۔گاڈ سے معافی مانگو اور عیسائیت کی طرف لوٹ آؤ۔"

جینا انہیں ناگواری سے دیکھ کر لوری سے بولی۔"ہمیں دھوکا دے کر لایا گیا ہے۔چلو یہاں سے....."

وہ دونوں پلٹ کر جانا چاہتی تھیں۔مگر مسلح گارڈ نے سامنے آ کر گن سیدھی کی۔منہ سے کچھ نہ کہا۔انہیں نشانے پر رکھ لیا۔

عہدیدار نے کہا۔"ہم محبت سے سمجھا رہے ہیں۔اگر جبر کرنا چاہتے تو تمہیں آسانی سے اغواء کرا کے ایسی جگہ پہنچا دیتے' جہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی۔"

انفارمر نے کہا۔"ہمارے ساتھ اور بھی گن مین آ سکتے تھے۔تم دونوں کو اٹھا کر لے جا سکتے تھے۔مگر تمہارے لئے یہ ایک ہی کافی ہے۔ہم تمہیں انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر کے یہاں سے لے جائیں گے۔شور مچانا چاہو گی تو یہیں گولی مار دی جائے گی۔"

جینا نے کہا۔"جبر کر رہے ہو اور کہتے ہو' محبت سے سمجھا رہے ہو۔"

لوری نے کہا۔"پتہ نہیں تم لوگ محبت کسے کہتے ہو؟ محبت سے صرف وہی بات سمجھ میں آتی ہے جو سمجھنے کے قابل ہوتی ہے۔"

"ہم نادان بچیاں نہیں ہیں۔ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور ہمیں کس سمت جانا چاہئے' یہ سمجھداری ہم میں ہے۔"

عہدیدار نے کہا۔"اب ہمیں یہی دیکھنا ہے کہ عقل سے کام لے کر ہمارے راستے پر ہنسی خوشی زندگی گزارنا چاہتی ہو یا حرام موت مرنا چاہتی ہو؟ یہاں آ کر بیٹھو اور ان کاغذات پر دستخط کرو۔"

ان کے درمیان میز پر ایک فائل رکھی ہوئی تھی۔وہ فائل سے کاغذات نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"اس میں تمہاری طرف سے لکھا گیا ہے کہ تمہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی غلطی کا یہ احساس ہوگیا تھا۔اس لئے تم اپنے عیسائی مذہب میں واپس آ گئی ہو۔یہاں اور بھی بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔اسے پڑھو اور دستخط کرو۔"

جینا نے کہا۔"ہم ایسے کاغذات کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ہمیں گولی مار دو۔"

"ہمارا آخری فیصلہ یہی ہے۔تمہیں مارنے کے بعد ان کاغذات پر تمہارے انگوٹھوں کے نشانات لئے جائیں گے۔یہ ثبوت ہوگا کہ تم دونوں عیسائیت کی طرف واپس آ گئی تھیں۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔"انتہا پسند مسلمان یہ برداشت نہ کر سکے کہ تم ان کے دین سے پھر جاؤ۔اس لئے انہوں نے تم دونوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔"

چرچ کے فادر نے کہا۔"تمہاری موت سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ہم تمہاری لاشوں کو اشتہار بنا کر مسلمانوں کو بدنام کریں گے کہ یہ خود غرض درندے ہوتے ہیں۔ان کے دین سے پھرنے والوں کو بڑی بے رحمی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔"

شکیلہ نے جینا کو پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا۔"وہاں بیٹھو اور دستخط کرو۔حرام موت نہ مرو۔"

جینا دھکا کھا کر آگے کی طرف لڑکھڑائی پھر سنبھلتے ہوئے اس نے ایکدم سے پلٹ کر ایک الٹا ہاتھ اسے رسید کیا۔وہ مار کھا کر جوابی حملہ کرنا چاہتی تھی۔اس سے پہلے ہی لوری نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔وہ توہین کے احساس سے چیخ پڑی۔مسلح گارڈ نے گن کے دستے سے لوری کی پشت پر ایک ضرب لگائی۔وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

وہ دونوں ایک گارڈ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔مگر عورتوں کے انداز میں لڑ سکتی تھیں۔لوری کو مار کھاتے دیکھ کر جینا سے برداشت نہ ہوا۔اس نے آخ تھو کہتے ہوئے گارڈ پر تھوک دیا۔اب اس کی بھی شامت آنے والی تھی۔

گارڈ نے غصے میں آ کر اسے بھی گن کے دستے سے مارنا چاہا مگر ہاتھ اٹھاتے ہی ایکدم سے تھم گیا۔اس کے ہاتھوں سے گن چھوٹ کر فرش پر آ گئی۔سب نے چونک کر دیکھا۔اس کی پیشانی پر سوراخ ہو گیا تھا۔وہاں سے خون ابل پڑا تھا۔وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے تینوں آقاؤں کے سامنے گر پڑا۔

وہ تینوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔دروازے اور کھڑکیوں کی طرف دیکھنے لگے۔وہاں کوئی نہیں تھا۔فائر کی آواز بھی نہیں آئی تھی مگر گولی لگی تھی۔یقیناً سائلنسر لگے ہوئے ہتھیار سے کسی نے فائر کیا تھا۔

انفارمر نے فوراً ہی فرش پر پڑی ہوئی گن کی طرف چھلانگ لگائی مگر اسے وہاں سے اٹھا نہ سکا۔دوسری گولی نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔شکیلہ مارے خوف کے چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی میسونی تنظیم کے عہدیدار کے پاس آ گئی۔اس سے لپٹ کر بولی۔"وہ....وہ....ادھر۔

روشندان......"

سب نے روشندان کی طرف دیکھا۔ایک سایہ ادھر سے گزر گیا۔کوئی دکھائی نہیں دیا۔جینا اور لوری ایک دیوار سے آ کر لگ گئی تھیں۔غیبی مدد حاصل ہونے پر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں۔میسونی تنظیم کا عہدیدار اور چرچ کا فادر دور پڑی ہوئی گن کو دیکھ رہے تھے۔آگے بڑھ کر اسے اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔کہیں سے آنے والی موت دہشت زدہ کر رہی تھی۔

کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔دروازہ بھی تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔پھر وہ اور کھل گیا۔ملک الموت مذکر ہوتا ہے۔مگر موت مؤنث ہوتی ہے۔وہ کھلے ہوئے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔اندر والے سمجھ رہے تھے باہر سے کوئی دشمن گولیاں چلا رہا ہوگا۔لیکن وہ تو ایک حسین عورت تھی۔

حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھوں میں گن نہیں تھی۔وہسکی کی ایک چھوٹی سی بوتل تھی۔اس نے بوتل کو منہ سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا۔"میرا لاڈلا چھوٹا بھائی مر گیا۔تب سے غم غلط کرنے کے لئے دن رات پیتی رہتی تھی۔اب کم کر دی ہے۔کیونکہ وکی جیسا بھائی مل گیا ہے۔میں ہوں اس کی بہن بٹر فلائی...."

وہ ایک بڑی بہن کی طرح وکی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔اس سے ملنے لندن سے آئی تھی۔وہ اسے پکڑ کر وہاں لے آیا تھا۔تاکہ وہ لوری اور جینا کو وہاں سے بحفاظت اپارٹمنٹ میں پہنچا دے۔

وہ بوتل کو پھر منہ سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔"تم میں سے جینا اور لوری کون کون ہے؟ ادھر آؤ اور میرے ساتھ چلو۔کم آن...ہری اپ...میرا بھائی سر پھرا ہے۔پتہ نہیں یہاں اور کیا کرنے والا ہے؟"

جینا نے لوری کے ساتھ آگے بڑھ کر اس کے پاس آتے ہوئے پوچھا۔"وکی کہاں ہے؟"

وہ اور ایک گھونٹ پی کر بولی۔"وہ تو اس بہن کے کلیجے میں گھسا رہتا ہے۔ابھی دشمنوں کی شہ رگ کے آس پاس ہے۔بس اب چلو یہاں سے...."

میسونی تنظیم کے عہدیدار نے کہا۔"رک جاؤ...اپنے بھائی سے بولو ہم اس سے سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔"

بٹر فلائی سنی ان سنی کر کے جینا اور لوری کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔وہ تینوں سہمی ہوئی نظروں سے کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ رہے تھے۔وہ بند نہیں تھا۔ان تینوں کو باندھ کر نہیں

رکھا گیا تھا۔اس کے باوجود وہ جان بچانے کے لئے اس دروازے سے فرار نہیں ہوسکتے تھے۔ پورا یقین تھا کہ باہر موت کھڑی تھی۔

ان کے سامنے سینٹر ٹیبل پر وہ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔جن پر دستخط اور انگوٹھے کے نشانات لے کر وہ جینا اور لوری کو عیسائیت کی طرف واپس لاسکتے تھے۔مگر اب وہ خود اپنی عبادت گاہوں کی طرف واپس نہیں جاسکتے تھے۔

ان سے چند قدم کے فاصلے پر دو لاشوں کے درمیان ایک گن پڑی ہوئی تھی۔آگے بڑھ کر اسے اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہورہا تھا۔اگر اٹھا بھی لیتے تو کس پر گولی چلاتے؟وکی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک نے سر اٹھا کر آواز دی۔''وکی!ہم بات کرنا چاہتے ہیں۔''

وہ تینوں کھڑکی اور دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔نہ وہ دکھائی دے رہا تھا'نہ ان سے بول رہا تھا۔ دوسرے نے کہا۔''کیوں اس طرح ہماری جان نکال رہے ہو؟ کچھ تو بولو....''

باہر خاموشی تھی۔جیسے کوئی سننے اور بولنے والا نہ ہو۔یوں بھی موت نہ کسی کی سنتی ہے'نہ کسی سے بولتی ہے۔

یوں ایک ایک پل کر کے وقت گزرتا جارہا تھا۔شکیلہ نے کہا۔''وہ جا چکا ہے۔جینا اور لوری کو لینے آیا تھا۔ان کے ساتھ چلا گیا ہے۔''

فادر نے کہا۔''میں گھڑی دیکھ رہا ہوں،آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے۔''

شکیلہ نے کہا۔''وکی!میں مرجاؤں گی۔فار گاڈ سیک...اگر موجود ہو تو کم از کم مجھ سے بولو۔تم بٹر فلائی کے بھائی ہو۔میرے بھی بھائی بن جاؤ۔میں تمہیں سگی بہن سے زیادہ محبتیں دوں گی۔''

وہ چپ ہوکر جواب کا انتظار کرنے لگی۔فادر نے کہا۔''تم باہر جاؤ۔وہ تمہیں بہن مان کر نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

وہ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر بولی۔''مجھے ڈر لگتا ہے۔پہلے میں نہیں جاؤں گی۔تم مرد ہو پہلے تم جاؤ۔باہر سے کوئی سُن گُن نہیں مل رہی ہے۔شاید وہ جاچکا ہے۔''

میسونی تنظیم کے عہدیدار نے فادر سے کہا۔''کسی ایک کو تو پہلے جا کر دیکھنا ہوگا۔تم چرچ کے فادر ہو۔وہ تم پر گولی نہیں چلائے گا۔کچھ تو تمہارا احترام کرے گا۔''

''... تو تمہارا کچھ نہیں جائے گا۔میں جان سے

جاؤں گا۔تم کیوں نہیں جاتے؟مجھے کیوں جانے کو کہہ رہے ہو؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔بری طرح خوفزدہ تھا۔ان دونوں سے پیچھے رہنا چاہتا تھا۔وہاں سے آگے جانے والے کا انجام دیکھنا چاہتا تھا۔وہ تینوں یہی چاہتے تھے کہ پہلے کوئی جا کر انہیں سلامتی کا سگنل دے۔

بہت وقت گزرتا جارہا تھا۔عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ باہر اتنی دیر تک خاموش نہیں رہے گا۔یقیناً وہاں سے جا چکا ہے۔پھر تینوں نے فیصلہ کیا'ان میں سے کوئی تنہا نہیں جائے گا۔وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر ایک ساتھ باہر جائیں گے۔

ان میں سے ایک نے دروازے کی طرف منہ کر کے کہا۔''وکی!تمہاری خاموشی کہہ رہی ہے کہ تم یہاں نہیں ہو۔جا چکے ہو۔یا پھر ہم سے راضی ہو۔ہم بھی دل و جان سے راضی ہیں۔تم جو کہو گے'ہم وہی کریں گے۔''

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔فرش پر گن پڑی ہوئی تھی۔ایک نے کہا۔''وکی!یہاں ایک بھری ہوئی شاٹ گن ہے۔لیکن ہم اسے ہاتھ نہیں لگارہے ہیں۔ہم یہودی'عیسائی اور مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ہمارے درمیان کبھی گولیاں نہیں چلیں گی۔''

وہ جیسے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے۔باہر برآمدے میں نیم تاریکی'نیم روشنی تھی۔کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔تینوں نے سر باہر کر کے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں۔ایسے ہی وقت فادر کے حلق سے کراہ نکلی۔گولی آکر سینے میں پیوست ہوگئی تھی۔

شکیلہ کے حلق سے چیخ نکلی۔گولی کھانے والا برآمدے کے فرش پر جا کر گرا۔عہدیدار جان بچانے کے لئے کمرے میں واپس جانا چاہتا تھا۔مگر وقت پورا ہوچکا تھا۔ایک گولی اسے بھی لگی۔

شکیلہ نے چیختے ہوئے دونوں ہاتھوں سے منہ کو ڈھانپ لیا۔آنکھیں بند کرلیں۔اب وہ اپنی طرف آنے والی موت کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔بس وہ آخری رہ گئی تھی۔کسی بھی لمحے میں موت آنے ہی والی تھی۔

برآمدے میں قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔وہ آنکھوں کو سختی سے بند کئے گڑگڑانے لگی۔''مجھے معاف کردو۔مجھے بہن بنالو۔مسلمان بنالو۔میرا نام فیونا ہے۔میں سچ مچ شکیلہ بن جاؤں گی۔مجھے کلمہ پڑھاؤ۔میں پڑھ لوں گی۔اگر اس قابل نہیں ہوں تو جانے دو۔مجھے نہ مسلمان بناؤ'نہ بہن بناؤ'اپنی داشتہ بنالو۔''

اس کے سینے پر ایک لات پڑی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر کمرے کے فرش پر آ گری۔ بند آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ وہ نگاہوں کے سامنے ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اسے ٹھوکر مارتے ہوئے بولا۔ ”اٹھو اور یہ بتاؤ' تم فیونا رہنا چاہتی ہو یا شکیلہ بننا چاہتی ہو؟ میری بہن بننا چاہتی ہو یا میری داشتہ؟“

وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ”تم جو بنانا چاہو گے' وہ بن جاؤں گی۔ بس مجھے نہ مارو۔ اسلام میں تم جیسی عورتوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تم یہودی ہی رہو۔ داشتہ بن کر رہنے والیاں پاکیزہ بہنیں نہیں بن سکتیں۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔“

وہ خوش ہو کر بولی۔ ”اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہے ہو۔ یعنی مجھے داشتہ بنا کر زندہ رکھو گے۔ گولی نہیں مارو گے۔ مجھے کہیں بھی لے چلو۔ میں خوش کر دوں گی۔“

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر اس کے پاس آئی۔ اس نے دھکا دے کر دور کرتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا ایسی جگہ خوش کرو گی، جہاں لاشیں پڑی ہوں؟ آؤ کسی نائٹ کلب میں چلتے ہیں۔ مجھے اپنی کار میں لے چلو۔“

وکی کی باتیں اسے نئی زندگی کا اور سلامتی کا یقین دلا رہی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ بنگلے سے باہر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اپنا فون نکالو۔ جنہوں نے تمہیں اس مشن پر بھیجا ہے۔ ان سے بات کرو۔“

وہ پرس میں سے اپنا فون نکالتے ہوئے بولی۔ ”میں ان سے کیا بولوں؟“

”جو ہو چکا ہے۔ اس کی رپورٹ پیش کرو۔ میرا نام بھولے سے بھی زبان پر نہ لانا۔“

وہ نمبر پنچ کرنے لگی۔ اس نے کہا۔ ”جسٹ آ منٹ... کس سے بات کر رہی ہو؟“

”یہ میسونی تنظیم کا ایک بہت زبردست پلان میکر ہے۔ یورپ میں اسلام قبول کرنے والوں کو ٹریپ کرنے' ٹارچر کرنے اور انہیں ہلاک کرنے کے تمام منصوبے بناتا ہے۔ ہم سب اسی کی پلاننگ کے مطابق عمل کرتے ہیں۔“

”نام کیا ہے؟ کہاں رہتا ہے؟“

”اس کا نام جان بریکر ہے۔ لندن میں رہتا ہے۔ یہاں آیا ہوا ہے۔ شیرٹن کے روم نمبر فور زیرو تھری میں ہے۔ کل صبح چلا جائے گا۔“

”تم اس سے کہو' کسی نامعلوم دشمن نے تمہارے تمام ساتھیوں کا کام تمام کر دیا ہے۔ تم کسی طرح بچ کر نکل آئی ہو۔ دشمن کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جان بریکر شیرٹن کے ایک کمرے میں ہے۔ لہٰذا اسے وہاں نہیں رہنا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اسے ہوٹل سے نکلنے پر مجبور کر دوں گی۔“

وہ تھوڑی دیر تک تدبیر سوچتی رہی۔ پھر اس نے نمبر پنچ کرنے کے بعد فون کو کان سے لگایا۔ رابطہ ہوتے ہی جان بریکر کی آواز سنائی دی۔ ”ہائے فیونا! تم سب کہاں ہو؟ کیا بات ہے کسی سے فون پر رابطہ نہیں ہو رہا ہے؟“

وہ بولی۔ ”بہت بری خبر ہے۔ ہم جینا اور لوری کو ٹریپ نہ کر سکے۔ کسی نے اچانک ہی ہم پر فائرنگ کی تھی۔ ہمارے سب ہی لوگ مارے گئے ہیں۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کس نے فائرنگ کی تھی؟ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟“

”نہیں۔ میں بیڈ کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔ نہ اس نے مجھے دیکھا' نہ میں اسے دیکھ پائی۔“

”تم ابھی کہاں ہو؟“

”تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ تمہیں ہوٹل میں نہیں رہنا چاہئے۔ فادر نے اپنی جان بچانے کے لئے اس قاتل کو بتایا تھا کہ تم شیرٹن میں ہو۔ اتنی اہم اطلاع دینے کے باوجود اس نے فادر کو زندہ نہیں چھوڑا۔ کیا تم وہاں سے نکل رہے ہو؟ تمہیں میری گاڑی ہوٹل کے گیٹ پر ملے گی۔ میں دس منٹ میں وہاں پہنچ رہی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں گیٹ پر آ رہا ہوں۔ یہاں کی رینٹیڈ کار استعمال نہیں کروں گا۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فیونا نے اپنا فون آف کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ ہوٹل سے نکل کر گیٹ پر آنے والا ہے۔“

وکی نے سڑک کے کنارے کار روک کر کہا۔ ”تم ڈرائیونگ سیٹ پر آؤ۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ تم تنہا ہو۔ مگر یاد رکھو! کوئی مکاری نہ دکھانا۔ اپنے لوگوں کے خلاف میرے کام آؤ گی تب ہی سلامتی ملتی رہے گی۔“

”میں مرنا نہیں چاہتی۔ زندہ رہنے کے لئے اپنے باپ کو بھی قربانی کا بکرا بنا سکتی ہوں۔“

وہ پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر کار آگے بڑھا دی۔ ہوٹل کا فاصلہ کم رہ گیا تھا۔ وہ دس منٹ بعد ہی وہاں پہنچ گئی۔ بریکر گیٹ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”کم آن مسٹر بریکر...!“

وہ تیزی سے آ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر دروازہ بند کرنے کے بعد اپنا بریف کیس

پچھلی سیٹ پر رکھنا چاہتا تھا۔ وکی نے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان سے ابھرتے ہوئے کہا۔ ''منہ سے ایک آواز نہ نکالنا۔ جب تک میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔ تب تک زندہ رہو گے۔''

وکی نے اسے نشانے پر رکھا تھا۔ جان بریکر سہم کر ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ موت سے بھاگنے کے لئے نہیں، زندگی سے دور بھاگنے کے لئے موت کی طرف چلا آیا ہے۔

فیونا ایک محدود رفتار سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ بریکر نے وکی سے کہا۔ ''میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں وجاہت علی عرف وجی ہو۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ تم مجھے حراست میں نہیں لے سکو گے۔''

''تم بہت بڑے مجرم ہو۔ نو مسلموں کو دہشت زدہ کرتے ہو۔ انہیں یہودیت اور عیسائیت کی طرف واپس آنے پر مجبور کرتے ہو۔ جو مجبور نہیں ہوتے، اپنے دین پر قائم رہتے ہیں۔ انہیں قتل کرا دیتے ہو۔''

''کیا تمہارے پاس ایسے الزامات کے ثبوت اور چشم دید گواہ ہیں؟''

''نہ کوئی ثبوت ہے، نہ چشم دید گواہ ہیں۔''

''تم ثبوت کے بغیر، قانون کے خلاف مجھے پریشان نہیں کر سکتے۔''

''اگر میں وجی ہوتا تو قانونی چونچلے دکھاتا اور ناکام رہتا۔ یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ میں وکی ہوں۔ میرا اپنا قانون اور اپنی عدالت ہے۔ ثبوت کے بغیر ہی جان بچانے والے مجرموں کو موت کی طرف واپس لے آتا ہوں۔''

وہ تھوک نگلتے ہوئے فیونا سے بولا۔ ''تم میسونی تنظیم سے غداری کر رہی ہو۔ میں تمہاری وجہ سے مارا جاؤں گا۔ مگر یاد رکھو! یہ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے زندہ رہنے کے لئے جو بھی راستہ مل رہا ہے، اس پر چل رہی ہوں۔ یہ یقین کرتے ہوئے وکی کے کام آ رہی ہوں کہ یہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔ دوستی رکھے گا۔''

وکی نے کہا۔ ''میں مسلمان ہوں، یہ زبان دیتا ہوں، مجھ سے دغا نہیں کرو گی تو اپنی طبعی عمر تک لائف انجوائے کرتی رہو گی۔''

پھر وہ بریکر سے بولا۔ ''تمہارے پاس دس منٹ ہیں۔ فون پر جس سے بولنا چاہو بولو۔ اس کے بعد بولنے اور سننے کے قابل نہیں رہو گے۔''

وہ بولا۔ ''ہم جرائم کی دنیا میں رہنے والے جانتے ہیں کہ آج دوسروں کی زندگیاں

چھین رہے ہیں تو کل ہماری بھی باری آ سکتی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ مگر زندگی بڑی خوبصورت ہے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ کیا ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے؟''

وکی نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ فون نکال کر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولا۔ ''میں اپنی ماں سے بات کر رہا ہوں۔ پلیز۔ ہمارے درمیان نہ بولنا۔ اسے معلوم نہ ہونے پائے کہ بیٹا دنیا سے جا رہا ہے۔''

''یہ بات دل کو چھونے اور احساسات کو جھنجوڑنے والی تھی۔ فیونا نے عقب نما آئینے میں وکی کو دیکھا۔ وہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ ایک بے حس پتھر کی طرح بریکر کو نشانے پر لئے بیٹھا تھا۔

بریکر نے رابطہ ہونے پر فون کو کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ماں کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو بیٹے! تم کہاں ہو؟ ماں کو ہوسپٹل میں چھوڑ کر کب تک پیرس میں مصروف رہو گے؟ کیا تمہاری مصروفیات کبھی ختم نہیں ہوں گی؟''

وہ بڑے ہی درد بھرے لہجے میں بولا۔ ''ختم ہی ہونے والی ہیں مما!... ایک آخری کام کے لئے بہت دور جا رہا ہوں۔ تم ہوسپٹل میں ہو۔ شاید تم بھی وہاں سے میرے پاس چلی آؤ گی۔''

''جہاں تم جا رہے ہو کیا وہاں مجھے بلاؤ گے؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ''ہاں۔ جب بلاوا آئے گا تو چلی آنا۔ میں تمہاری صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر ایسی ایمرجنسی ہے کہ تمہارے پاس نہیں آ سکوں گا۔ اسی لئے فون پر تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ آہ...! یہ ممتا کی مٹھاس، یہ آواز میں پیدائش کے پہلے لمحے سے سنتا آ رہا ہوں۔ اب جاتے جاتے سن رہا ہوں۔''

''میرے بچے! میں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتی ہوں۔ تم میری جان ہو۔ کُل کائنات ہو۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے بلاؤ گے ناں....؟''

اس نے کال ختم کر دی۔ ماں کی باتوں میں ایسی ممتا، ایسی تڑپ تھی کہ وہ اس بیمار اور بوڑھی ماں کو مزید تڑپانا نہیں چاہتا تھا۔

وہ اگلی سیٹ سے پیچھے وکی کی طرف گھوم گیا۔ اس کے گلے میں سونے کی ایک چین تھی۔ اس نے چین سے منسلک رہنے والے لاکٹ کو کھولا۔ اس میں ایک ننھی سی تصویر تھی۔ وہ اسے بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے چومتے ہوئے بولا۔ ''یہ میری ماں ہے۔''

وکی نے اس لاکٹ کو ایک چٹکی میں لے کر تصویر دیکھی۔ بریکر نے کہا۔ ''یہ میری ماں کی

جوانی کی تصویر ہے۔اب تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگئی ہے۔"

فیونا نے تڑپ کر کار کی رفتار سست کر دی۔ وکی سے کہا۔"ایک بوڑھی اور بیمار ماں پر ترس کھاؤ۔ بیٹے کو اس سے جدا نہ کرو۔"

وکی نے کہا۔"کیا اس نے نومسلموں کو قتل کراتے وقت ماں کی ممتا کو سمجھا ہوگا؟ قتل ہونے والوں کی بھی مائیں ہوتی ہیں۔اگر یہ زندہ رہے گا تو کیا آئندہ مسلمان ماؤں کو ان کی اولادوں سے جدا نہیں کرے گا؟"

وہ بولا۔"میں اپنی مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔آئندہ کسی مسلمان کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

فیونا نے کہا۔"وکی! جس طرح تم مجھ پر بھروسہ کر رہے ہو۔اسی طرح اُس پر بھروسہ کرو۔"

"میری کھوپڑی میں تمہارا دماغ ہوتا تو اس سے اور اس کی ماں سے متاثر ہو جاتا۔مگر یہ بہت بڑا نوٹنکی ہے۔اس کٹر یہودی کو آخری وقت میں اپنی تنظیم کے بڑوں سے بات کرنی چاہیے تھی۔میں نے ان کے ایک بڑے مشن کو ناکام بنایا ہے۔ان کے چار آدمیوں کی لاشیں گرائی ہیں۔مگر یہ اپنے بڑوں کو رپورٹ پیش کرنے کے بجائے ماں سے باتیں کر کے مجھے متاثر کر رہا ہے۔میری شرافت اور انسانی جذبات کو اکسا رہا ہے۔"

"نہیں وکی! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔صرف ایک بار دوست بنا کر آزماؤ۔میں اپنی مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں' میسونی تنظیم کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گا۔"

وکی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔"کس ماں کی قسم کھا رہے ہو؟ اس کی' جو لندن کے ایک ہوسپٹل میں ہے یا اس کی، جو اس سونے کے لاکٹ میں ہے؟"

وہ ایکدم سے گھبرا گیا۔ہچکچاتے ہوئے بات بناتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔اس سے پہلے ہی سائیلنسر ریوالور سے پچاک کی آواز ابھری۔گولی اس کی پیشانی پر لگی اور دیدے پھیل کر ساکت ہوگئے۔پھر اس سے پہلے کہ وہ سیٹ کے نیچے گرتا، وکی نے سونے کی چین کو پکڑ لیا۔وہ گرتے گرتے سیٹ پر تھم گیا۔

فیونا نے کار کو ایک طرف روک دیا تھا۔وکی نے کہا۔"لاکٹ کی اس تصویر کو دیکھو۔یہ ہمارے جذبات سے کھیلنے اور ہمیں متاثر کرنے کے لئے اسے اپنی ماں کہہ رہا تھا۔میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا رہتا ہوں۔اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔یہ ایک کلب کی ڈانسر تھی۔شاید یہ کتا اس کے عشق میں گرفتار ہوگیا تھا۔اسے محبوبہ بنا کر اپنے سینے پر سجا کر رکھتا تھا۔آج جان

بچانے کے لئے اسے اپنی اماں کہہ رہا تھا۔"

فیونا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔وکی نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔"یہاں تاریکی اور ویرانی ہے۔فوراً کار اسٹارٹ کرو اور یہاں سے نکل چلو۔"

اس نے جان بریکر کی لاش کو کھلے ہوئے دروازے سے باہر لڑھکا دیا۔کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ناگواری سے بولا۔"یہ ہم کس دنیا میں سانسیں لے رہے ہیں؟ یہاں کیسی کمینگی اور بے غیرتی ہے؟ ایک بازاری عورت کو کبھی محبوبہ اور کبھی ماں بنا دیا جاتا ہے۔کیا ہم ایک ماں کے....صرف ایک ماں کے رشتے کی پاکیزگی برقرار نہیں رکھ سکتے؟"

وہ کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے بولا۔"گاڑی روکو۔مجھے پینا ہے' خوب پینا ہے۔اس دنیا کو اور انسانی کمینگی کو بھلانا ہے۔"

فیونا نے کار روک کر پوچھا۔"کہاں جا رہے ہو؟ میں بھی چلوں؟"

وہ کچھ کہے سنے بغیر کار سے اتر کر دروازے کو زوردار آواز کے ساتھ بند کر کے ایک طرف جانے لگا۔



میں پیرس پہنچ گیا۔اگرچہ جینا اور لوری خطرات سے گزر کر آئی تھیں۔اس کے باوجود فلائنگ کمپنی کے احاطے میں مجھے ریسیو کرنے آگئیں۔وکی کے تین قابل اعتماد آلۂ کار سیکیورٹی گارڈز کے طور پر ان کے ساتھ تھے۔

میں اور جینا ایک طویل جدائی کے بعد ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔وہ بہت خوش تھی۔میرا دل بھی اس کی قربت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔اس مغربی ماحول میں ہم آزادی سے گلے مل سکتے تھے۔اپنی دھڑکنوں کو آرام پہنچا سکتے تھے۔لیکن عشق کے معاملے میں وہ نیک پروین تھی۔مجھے بھی نیک پروانہ بنا کر رکھتی تھی۔

میں نے اپارٹمنٹ میں آ کر پوچھا۔"وکی کہاں ہے؟"

جینا نے بتایا کہ آج انہیں کس طرح ٹریپ کیا گیا تھا۔ایسے وقت وکی نے انہیں دشمنوں کے چنگل سے نکالا تھا۔وہ خود کہیں نظر نہیں آیا تھا۔وہ دونوں اس کی ایک منہ بولی بہن بٹرفلائی کے ساتھ اپارٹمنٹ میں واپس آئی تھیں۔

باتوں کے دوران میرے فون کی گنگناہٹ نے متوجہ کیا۔میں نے اسکرین کو دیکھا۔کوئی اجنبی نمبر تھا۔میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگا کر کہا۔"ہیلو۔میں وجاہت علی بول

رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنتے ہی میں خوشی سے اچھل پڑا۔ نانا جان کہہ رہے تھے۔ "بیٹے! میں تمہارا نانا ہوں۔ علیم شیرازی......"

میں نے تڑپ کر پوچھا۔ "آپ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ مجھے فوراً اپنے حالات بتائیں؟ کیا آپ کو تکلیف پہنچائی جا رہی ہے؟"

"ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن ان کے مطالبات پورے نہ کئے گئے تو یہ میرے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کریں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "ان کے مطالبات کیا ہیں؟ وہ آپ سے کیا چاہتے ہیں؟ کیا وہاں سلطان ظفر موجود ہے؟"

"ہاں۔ فون کے ذریعے موجود ہے اور راجہ تسلیم نواز میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس وقت عالی جناب خان اعظم خان کے مہمان خانے میں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہاں میری حیثیت ایک مہمان کی بھی ہے اور ایک قیدی کی بھی.... اگر میں سلطان ظفر کے تمام مطالبات مان لوں گا تو خان جی یعنی خان اعظم خان کے علاقے میں مہمان کے طور پر رہا کروں گا۔ لیکن مجھے یہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"یعنی آپ کو ہمارے پاس آنے کے لئے رہائی نہیں دی جائے گی؟"

"ہاں۔ سلطان سے جو معاملات طے ہو رہے ہیں' ان کی تفصیلات بعد میں بیان کروں گا۔ فی الحال خان جی کا ایک ذاتی مسئلہ ہے' جسے ہم حل کر سکتے ہیں۔"

"وہ مسئلہ کیا ہے؟"

"خان جی کا ایک ہی جوان بیٹا ہے۔ باپ سے نافرمانی کر رہا ہے۔ راجہ تسلیم نواز کا دعویٰ ہے کہ اس کی بیٹی شہناز خان علی کو باپ کا تابعدار بنا دے گی۔ اس سلسلے میں ان کی کوششیں جاری ہیں۔ لیکن ہمارا وکی ان کے معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔"

وہ مجھے بتانے لگے کہ خان علی افیون کی کاشت اور ہیروئن کی اسمگلنگ کے خلاف ہے۔ خان اعظم خان کسی بھی طرح اپنے بیٹے کو کروڑوں کے دھندے کا جانشین بنانا چاہتا ہے۔ شہناز اس سلسلے میں خان علی کو ٹریپ کر رہی ہے اور وکی اسے خان علی سے دور کر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خان اعظم وکی پر قاتلانہ حملے کرا چکا ہے۔ اگر ہم وکی کو شہناز سے دور رکھیں تو پھر خان جی اس سے عداوت نہیں رکھیں گے۔

میں نے کہا۔ "میں وکی کو سمجھاؤں گا۔"

"صرف تمہارے سمجھانے سے بات نہیں بنے گی۔ خان جی ابھی خود اس سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اسے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آئندہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت کرے گا تو سزا مجھے دی جائے گی۔ ان کی قید مشقت میں دو دن بھی جی نہیں پاؤں گا۔"

"نہیں نانا جان! ایسا نہیں ہوگا۔ میں ابھی وکی کو یہ فون نمبر دے رہا ہوں۔ وہ خان جی سے اور آپ سے بات کرے گا۔ لیکن آپ کی رہائی کے سلسلے میں معاملات طے ہونے چاہئیں۔"

"بیٹے! جب تک خان جی اپنے بیٹے کے سلسلے میں مطمئن نہیں ہوں گے' تب تک کوئی یہاں میری رہائی کی بات نہیں کرے گا۔ وکی سے کہو' وہ فوراً اس نمبر پر بات کرے۔"

"پتہ نہیں اس وقت وہ کہاں ہے؟ میں فون پر اس سے کہتا ہوں۔ وہ ضرور بات کرے گا۔ خان جی سے کہیں' وہ ابھی پندرہ بیس منٹ میں بات کرے گا۔"

میں نے فوراً ہی وکی کے نمبر پنچ کئے۔ وہ ایک بار کی بالکونی میں بیٹھا پی رہا تھا۔ بڑی مستی میں جھوم کر بولا۔ "کہاں ہو جی!....؟ کیا یہاں آ گئے ہو؟"

"ہاں۔ میں جینا اور لوری کے ساتھ یہاں اپارٹمنٹ میں ہوں۔ تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کے لئے زیادہ نہ پیو۔ میری باتیں توجہ سے سنو۔"

"فکر نہ کرو۔ پیتے وقت میری آنکھیں روشن' اور کان تیز ہو جاتے ہیں۔ اپنی ضروری بات بولو۔"

"ابھی نانا جان سے فون پر بات ہوئی ہے۔"

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہو۔ وہ کہاں ہیں؟ کیا ان کا پتہ ٹھکانہ معلوم ہو رہا ہے؟"

"ہاں۔ افغانستان کے کسی ایسے علاقے میں ہیں' جہاں افیون کی کاشت ہوتی ہے۔ اور ہیروئن یا پاؤڈر تیار کیا جاتا ہے۔"

"وہاں ایسے دو چار علاقے ہیں۔ ہم انہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے وکی! ایسے علاقوں میں ان کی مسلح فورس ہوتی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی وہاں بے اثر ہو جاتے ہیں۔ نانا جان کسی خان اعظم خان کے علاقے میں ہیں۔ ہم وہاں جانے کے بعد واپس نہیں آ سکیں گے۔"

وہ بڑی سنجیدگی سے اور توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "انٹرپول' سی آئی اے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ میں نو بدنام زمانہ افغان اسمگلروں کے ریکارڈز موجود ہیں۔ ان نو

اسمگلروں میں ایک خان اعظم خان ہے اور پتہ ہے وہ خطرناک شخص تمہارا دشمن ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔"میرا دشمن....؟ اسے مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

میں اسے بتانے لگا کہ خان اعظم اپنے بیٹے کو منشیات کے دھندے میں لانا چاہتا ہے۔اس مقصد کے لئے راجہ تسلیم نواز کی بیٹی شہناز سے کام لیا جارہا ہے۔

وکی نے چونک کر پوچھا۔"کیا شہناز جس خان علی سے فلرٹ کررہی ہے' وہ خان اعظم خان کا بیٹا ہے؟"

"ہاں۔اور تم شہناز کو خان علی سے دور کررہے ہو۔خان اعظم اسے اپنی بہو بنانا چاہتا ہے۔اسی لئے اس نے تم پر قاتلانہ حملے کرائے تھے۔"

"مجھ پر تو حملے ہوتے ہی رہتے ہیں۔پتہ نہیں کون کس وقت آتا ہے اور اپنے حصے کی موت لے جاتا ہے۔ویسے یہ بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ایسا لگتا ہے' میری وہ فلرٹ کرنے والی بلبل نانا جان کا راستہ ہموار کرسکتی ہے۔مجھے اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

میں نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا۔"کیا بکواس کررہے ہو؟ اب اگر شہناز پر مٹی نہیں ڈالو گے تو نانا جان کے لئے مسائل پیدا کرو گے اور انہیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کرو گے۔"

"ابھی تم نے یہ کہا ہے کہ خان اعظم بیٹے کو اپنے دھندے میں لانا چاہتا ہے۔"

"ہاں۔تم ابھی اس سے بات کرو۔اس کا فون نمبر نوٹ کرو۔"

میں نے اسے نمبر بتائے' اس نے کہا۔"میں ابھی بات کرتا ہوں۔انشااللہ نانا جان چوبیس گھنٹوں کے اندر ہمارے پاس صحیح سلامت آجائیں گے۔"

میں نے پریشان ہوکر پوچھا۔"ارے او بدمعاش! تُو کیا سوچ رہا ہے؟ کیا کرنا چاہتا ہے؟ میں خان اعظم کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی بات کررہا ہوں اور تُو...."

وہ بات کاٹ کر بولا۔"فکر نہ کرو۔میں بالکل ٹھنڈا کردوں گا۔میرا انتظار کرو۔اچھی خبر سناؤں گا۔"

وہ مجھ سے رابطہ ختم کرکے سوچنے لگا۔خان اعظم خان' شہناز اور خان علی کے متعلق جو نئی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ان سے پرانی باتیں منسلک کرکے سازشی انداز میں یہ تدبیر پکانے لگا کہ نانا جان کو واپس لانے کے لئے خان اعظم کو کس طرح شیشے میں اتار سکتا ہے؟

اس نے ایک بڑا سا پیگ بنایا۔پھر میرے بتائے ہوئے نمبر پنچ کئے۔فون کو کان سے لگایا اور جام کو ہونٹوں سے لگا کر چسکیاں لینے لگا۔دوسری طرف سے راجہ تسلیم نواز کی آواز

سنائی دی۔"ہیلو کون؟"

"تم کون ہو؟"

"میں عالی جناب خان اعظم خان کا وفادار جاں نثار راجہ تسلیم نواز ہوں۔"

وہ چہک کر بولا۔"ارے راجہ صاحب! میں آپ کی بیٹی کا یار دلدار وکی ہوں"

باپ کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔وہ غصے سے بولا۔"کیا بکواس کررہے ہو؟ یہ بات خان جی سنیں گے تو تمہیں گولی ماردیں گے۔"

"وہ کیسے سنیں گے؟ یہ تو ہمارے آپس کی باتیں ہیں۔آپ نے' آپ کی بیوی نے' اور بیٹے نے سب ہی نے مل کر شہناز کو میری طرف دھکا دیا۔وہ میری آغوش میں آگئی۔یہ سچ خان جی کو معلوم ہوگا تو وہ تمہیں گولی ماردیں گے۔"

"چپ ہوجاؤ۔اس فون پر ایسی باتیں نہ کرو۔میں تمہارے نانا جان کو اور خان جی کو بلارہا ہوں۔انتظار کرو۔"

اس نے خان اعظم کو اطلاع دی۔نانا جان کو وہاں بلایا۔پھر موبائل فون کے ذریعے سلطان ظفر سے کہا۔"وکی فون پر موجود ہے۔میں اپنا یہ فون مہمان خانے کے ٹیلی فون کے پاس رکھوں گا۔تم اس کے ذریعے وکی کی تمام باتیں سنتے رہو گے۔"

ادھر نانا جان فون پر وکی سے کہہ رہے تھے۔"میرے بیٹے! نانا کی جان! میں پہلی بار تم سے باتیں کررہا ہوں۔ایسے حالات سے گزر رہا ہوں کہ یہ میری آخری گفتگو بھی ہوسکتی ہے۔"

وہ بولا۔"پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔میں آپ کی جان ہوں تو آپ میری جان ہیں۔اور خدا کے سوا کوئی وکی کی جان نہیں لے سکے گا۔آپ بھی خدا پر بھروسہ کریں' سفر کی تیاری کریں۔میں آپ کو وہاں سے لانے والا ہوں۔"

"یہ آسان نہیں ہے۔مجھے یہاں سے لے جانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"آپ دیکھیں گے کہ میں زندگی کو کس طرح بچوں کا کھیل بنا کر گزار رہا ہوں اور اس علاقے سے آپ کو بھی ہنستے کھیلتے گزار کرلے جانے والا ہوں۔"

خان اعظم کمرے میں آیا۔نانا جان اور راجہ تسلیم اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔انہوں نے اسے بتایا کہ فون پر وکی سے باتیں ہورہی ہیں۔وکی نے اونچی آواز میں کہا۔"عالی جناب خان اعظم خان صاحب! آپ ہمارے لئے محترم ومکرم ہیں۔اس ناچیز بندے پر الزام ہے کہ یہ فقیر آپ کے غضب کو للکار رہا ہے۔جبکہ مجھ ناتواں میں اتنی جرأت نہیں ہے۔اگر اس ناکردہ

گناہ کے مجرم کو صفائی پیش کرنیکی اجازت دی جائے تو یہ آپ کا احسانِ عظیم ہوگا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔''

خان اعظم بڑے غصے میں آیا تھا۔لیکن وکی کی عاجزی' انکساری اور خاکسرانہ انداز نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔اس نے کہا۔''مجھ پر الزام ہے کہ میں آپ کی ہونے والی بہو کو پریشان کرتا ہوں۔جبکہ میں نے اس شریف زادی کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے۔''

اس بات پر راجہ تسلیم نواز فون کی طرف گھور کر دیکھنے لگا۔وکی کہہ رہا تھا۔''مغالطہ یہ ہو رہا ہے کہ جس لڑکی سے میں عشق کرتا ہوں' اس کا نام بھی شہناز ہے۔یہ شہناز وہ نہیں ہے' جو آپ کی بہو بنے گی۔یعنی آپ والی میری والی نہیں ہے اور میری والی آپ والی نہیں ہے۔''

خان جی نے تسلیم نواز سے پوچھا۔''وکی جس شہناز کو چاہتا ہے کیا وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے؟''

وکی نے کہا۔''ہاں۔راجہ صاحب! سچ بولیں۔میں آپ کی بیٹی کے پیچھے نہیں ہوں۔غلط بیانی ہم دونوں کو لے ڈوبے گی۔''

وکی نے اسے ڈھکی چھپی دھمکی دی تھی۔وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔''یہ ابھی معلوم ہو رہا ہے کہ تمہاری شہناز کوئی دوسری لڑکی ہے۔تم میرے رشتے دار ہو' میں نے کبھی تمہاری صورت نہیں دیکھی۔یہی سمجھتا رہا کہ تم میری بیٹی کو پریشان کر رہے ہو۔جب کہ تم اپنی کسی شہناز کو چاہتے ہو۔''

تسلیم نواز اچھی طرح جانتا تھا' وکی کو اپنی بیٹی کے سلسلے میں الزام دے گا تو وہ ثبوت اور چشم دید گواہوں کے ساتھ خان جی کو قائل کر دے گا کہ تسلیم نواز' اس کی بیوی زرینہ اور بیٹا شاہنواز کی ملی بھگت سے اب تک شہناز اور وکی کا چکر چلتا رہا ہے۔

خان اعظم ان دونوں کی باتوں سے الجھ گیا تھا۔یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ شہناز ایک نہیں دو ہیں۔اسی لئے غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

نانا جان نے کہا۔''خان جی! اب تو بات صاف ہو گئی ہے۔اب تو آپ کو میرے نواسے سے کوئی شکائیت نہیں ہوگی؟''

''ہاں...لیکن مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شہناز اور خان علی کے معاملے میں کون مداخلت کر رہا ہے؟''

وکی نے کہا۔''جب مداخلت کرنے' سازش کرنے اور دشمنی کرنے والے اپنے گھر میں ہی ہوں' آستین کے سانپ بن کر رہتے ہوں۔تو وہ آسانی سے گرفت میں نہیں آتے۔''

خان اعظم نے کہا۔''واہ...تم نے بڑی زبردست بات کی ہے۔لیکن کس میں اتنی جرأت ہے کہ وہ سانپ بن کر میری آستین میں آئے؟''

موبائل فون کے وائڈ اسپیکر سے سلطان ظفر کی آواز ابھری۔''آپ کا رعب اور دبدبہ ایسا ہے کہ کوئی جرأت نہیں کرے گا۔یہ وکی بکواس کر رہا ہے۔''

وکی نے کہا۔''خان جی! آپ مجھے اجازت دیں۔جسے یہ معلّم بکواس کہہ رہا ہے' اسے میں سچ ثابت کروں گا۔آپ کی ناک کے نیچے چھپے دشمنوں کو بے نقاب کروں گا۔''

''اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔''

''صرف اتنا ہی نہیں مَیں آپ کے لئے اتنا بڑا کارنامہ انجام دوں گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔میں آپ کے بیٹے خان علی کو آپ کا فرمانبردار اور آپ کے دھندے کا جان نشین بنا کر یہاں پہنچا دوں گا۔''

وہ کرسی پر ایکدم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔خوش ہو کر بولا۔''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی خان علی کو یہاں لا کر میرا جان نشین بنا سکتے ہو؟''

''صرف دو دنوں کے اندر ایسی کرامات دکھاؤں گا۔کل صبح پیرس کے وقت کے مطابق دس بجے آپ کے بیٹے سے فون پر بات کراؤں گا۔''

وہ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔''اوئے جیو...تم نے تو خان اعظم خان کا کلیجہ پکڑ لیا۔کل بیٹے سے بات ہوگی۔وہ مجھ سے راضی ہو جائے گا تو تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔''

''میں بس ایک ہی انعام چاہتا ہوں۔آپ کو بیٹا دوں گا' اس کے عوض اپنے نانا جان کی سلامتی سے واپسی چاہوں گا۔''

''مجھے منظور ہے۔میرا بیٹا میرا ہوگا' تو تمہارا نانا تمہارا ضرور ہوگا۔''

سلطان ظفر کے دماغ کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا۔وہ تقریباً چیخ کر بولا۔''خان جی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ علیم شیرازی آپ کے پاس میری امانت ہے۔''

خان جی نے کہا۔''سلطان! تم مجھ سے دوستی کا دم بھرتے ہو۔یہ جانتے ہو کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔کیا تم اپنی امانت کے بدلے مجھے اپنے بیٹے کی واپسی کی خوشیاں نہیں دو گے؟''

''خان جی! میں آپ کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔مگر آپ اس سے کوئی دوسرا لین دین کریں۔وہ علیم شیرازی کو لے جائے گا تو میرے تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔آپ اس مکار کو نہیں سمجھ رہے ہیں' وہ یہاں آتے ہی کس طرح مجھے جوتے مار رہا ہے؟''

سردار خان اعظم خان نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں ایک ہی بات جانتا ہوں' بڑی مدت کے بعد بیٹے سے فون پر بات کروں گا اور وہ باغی بیٹا دو دنوں کے اندر آ کر باپ کے کلیجے سے لگے گا۔ اس کے آگے اور کوئی بات نہ کرو۔''

خان اعظم کے آگے کوئی کچھ بولنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ سلطان ظفر میرے نانا جان کو وہاں پہنچا کر پھنس گیا تھا۔ یہ کہنا چاہئے کہ وکی نے اسے پھانس لیا تھا۔ وہ بڑی ہی ذلت سے مار کھانے والا تھا۔

نانا جان نے اس بڑھاپے میں پہلی بار جوانوں کی طرح دونوں ہاتھ اٹھا کر بڑھک لگاتے ہوئے کہا۔ ''نانا کی جان! تُو جیئے ہزاروں سال..... ارے او نانا کے بدمعاش نواسے! تُو تو آتے ہی دشمنوں کو الٹا لٹکا رہا ہے۔''



اگرچہ نانا جان کو اغواء کرنے کے بعد ٹارچر نہیں کیا گیا تھا۔ برائے نام جسمانی تکالیف پہنچائی گئی تھیں۔ انہیں ایک کال کوٹھری میں ڈالا گیا تھا۔ شدید سردی میں گرم کپڑوں کے بغیر ننگے فرش پر رکھا گیا تھا اور اب بھی انہیں قیدی ہی بنا کر رکھا گیا تھا۔

تھرڈ ڈگری کے حوالے سے یہ جسمانی اذیتیں کم تھیں۔ سلطان ظفر انہیں یہ کہہ کر ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہا تھا کہ وہ رخشی کے ناجائز بیٹے کو پکے کاغذ پر اپنا جائز' اکلوتا بیٹا اور دولت و جائیداد کا واحد وارث تسلیم کر لیں۔

اور یہ کہ ان کی ایک ویڈیو فلم تیار کی جائے گی' جس میں وہ سب کے سامنے رخشی سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگیں گے۔ جبکہ انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

اس طرح وہ رخشی جیسی حرافہ کے سامنے انہیں ذلیل کرنا اور سب کی نظروں سے گرا دینا چاہتا تھا۔ پھر اس نے یہ فیصلہ سنایا کہ اگر وہ زندہ سلامت رہنا چاہتے ہیں تو باقی زندگی اس کی نگرانی میں رہ کر گزاریں گے۔ کبھی اپنی بیٹی سعدیہ اور دونوں نواسوں سے نہیں ملیں گے۔ ان کا منہ بھی نہیں دیکھیں گے۔

وہ ایسی باتیں کر کے' ایسے فیصلے سنا کر انہیں ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہا تھا اور وہ حالات سے مجبور ہو کر برداشت کرتے رہے تھے۔ اس وقت وہ اپنے وسیع ذرائع اور اپنی عسکری قوت کی بدولت ان پر مسلط ہو گیا تھا۔ اس کا پلڑا بھاری تھا۔ مگر اب اچانک ہی وکی نے آ کر بازی پلٹ دی تھی۔

اب نانا جان کا پلڑا بھاری ہو رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بڑھک لگا رہے تھے اور اپنے شاطر نواسے پر قربان جا رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وکی انہیں وہاں سے نکال کر لے جا سکے گا یا نہیں؟ مگر اس کی باتیں سن کر بہت حوصلہ مل رہا تھا۔

ان لمحات میں وہ جیسے کال کوٹھری کی گھٹن سے نکل کر کھلے آسمان کے نیچے تازہ ہوا میں

سانسیں لے رہے تھے۔ انہوں نے خان اعظم سے کہا۔ ''خان جی! خدا آپ کو خوش رکھے۔ آپ کا اقتدار بلند کرے۔ خدا نے چاہا تو میرے نواسے کی ذہانت اور کوششوں سے آپ کا بیٹا یہاں آئے گا اور آپ کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر پورے علاقے میں گھومتا رہے گا۔''

خان اعظم سن رہا تھا اور خوش ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''میں تمہارے نواسے کو نہیں جانتا' وہ کیا کرے گا؟ مگر میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس بوڑھے کو اس کا کھویا ہوا سرمایہ ضرور ملے گا۔''

موبائل فون سے سلطان ظفر کی آواز سنائی دی۔ ''خان جی! آپ کے بیٹے کو میں یہاں پہنچاؤں گا۔ آپ مجھ سے بات کریں۔''

وہ بولا۔ ''آج تک تم نے اسے یہاں لانے اور میرے بازوؤں کو مضبوط بنانے کی بات نہیں کی۔ کیا میں اب تم پر بھروسہ کر کے وکی کو منع کر دوں کہ وہ میرے بیٹے کو نہ لائے؟ وہ مدتوں بعد ملنے والا ہے۔ میں اس سے ملنے سے انکار کر دوں؟''

''میں یہ نہیں کہتا۔ بلکہ یہ چیلنج کر رہا ہوں کہ وکی سے پہلے میں یہ نیک کام کروں گا۔ اگر میں آپ کے بیٹے کو لے آؤں تو آپ میری امانت' میرے قیدی علیم شیرازی کو وکی کے حوالے نہیں کریں گے۔''

وہ تن کر بولا۔ ''بیشک نہیں کروں گا۔ مجھے میرا بیٹا چاہئے۔ جو پہلے لائے گا' وہی علیم شیرازی کو مجھ سے حاصل کر سکے گا۔''

وکی نے کہا۔ ''جناب عالی! یہ فیصلہ درست ہے۔ آپ کے بیٹے کو اپنے اثر میں لا کر اسے آپ تک پہنچانے کی دوڑ میں جو آگے نکلے گا' وہی انعام پائے گا۔''

وہ بولا۔ ''بیشک۔ جیتنے والے کو انعام اور ہارنے والے کو شرمندگی ملے گی۔''

وکی نے کہا۔ ''آپ سلطان کے تیور کو سمجھیں۔ وہ جھنجھلائے ہوئے کٹکھنے کتے کی طرح خان علی پر لپکے گا۔ مجھ سے پہلے اسے حاصل کرنے کے لئے اس پر جبراً قابو پائے گا اور جو کام جبر سے کیا جاتا ہے' اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ پتہ نہیں' وہ کتا کس طرح خان علی کو جھنجھوڑتا ہوا آپ کے پاس پہنچائے گا؟ اور خدا جانے' پہنچائے گا بھی یا نہیں؟''

سلطان نے غصے سے چیخ کر کہا۔ ''کتے ہو گے تم... آج تم نے مجھے للکار کر اپنی زندگی مختصر کر لی ہے۔ تم اگلے کسی بھی لمحے میں مرنے والے ہو۔''

خان اعظم نے گرج کر کہا۔ ''میرے سامنے ایسی بکواس نہ کرو۔ تم لوگ آپس میں لڑو مرو۔ کچھ بھی کرو۔ لیکن مجھے میرا بیٹا صحیح سلامت چاہئے۔ تم میں سے کوئی اس پر جبر کرے گا'

اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچائے گا تو مجھ سے دشمنی مول لے گا۔''

وکی نے کہا۔ ''بیشک آپ باپ ہیں۔ اگر چاہتے تو بہت پہلے ہی بیٹے پر جبر کر کے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کر دیتے۔''

نانا جان نے کہا۔ ''مگر وہ آپ کا لاڈلا ہے۔ آپ کی جان ہے۔ میں جانتا ہوں' اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچے گی تو آپ برداشت نہیں کریں گے۔ باپ کے دل کو میں سمجھ سکتا ہوں۔ انسان کو انسان سمجھتے ہیں' کتا نہیں سمجھ سکے گا۔''

سلطان نے غصے سے گرج کر کہا۔ ''یہ نانا اور نواسہ مجھے کتا کہہ رہے ہیں۔ خان جی! آپ انہیں سمجھا دیں۔ ورنہ.....''

وکی نے کہا۔ ''جناب عالی! آپ جانتے ہیں' آج تک کسی نے کسی کتے کا کوئی باپ نہیں دیکھا۔ اگر سلطان ظفر نے اپنا اصلی باپ دیکھا ہو تو ثبوت پیش کرے اور ثابت کر دے کہ وہ کتا نہیں ہے۔''

خان اعظم نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں سلطان ظفر! ابھی میرے دماغ میں یہ بات آ رہی ہے کہ تم علیم شیرازی کو یہاں قیدی بنا کر' اس کے اکلوتے بیٹے اور دولت و جائیداد کے وارث بن کر رہنا چاہتے ہو۔ پھر تو یہ سوال لامحالہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے برسوں سے تمہارا باپ کون تھا؟ اگر یہ علیم شیرازی شروع سے تمہارا باپ تھا تو پھر اب اسے زبردستی باپ کیوں بنا رہے ہو؟''

اس نے نانا جان سے پوچھا۔ ''کیوں شیرازی! یہ معاملہ کیا ہے؟ سلطان تمہارا بیٹا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ویڈیو اور آڈیو کیسٹ کے ذریعے جبراً باپ بیٹے کا رشتہ کیوں کیا جا رہا ہے؟''

نانا جان نے کہا۔ ''میرے خاندان میں پچھلے بائیس برسوں سے جائز اور ناجائز ولدیت کا جھگڑا چلا آ رہا ہے۔ میں نے دوسری شادی کی تھی۔ میری بدچلن بیوی رخشی میرے اعتماد کو دھوکہ دیتی رہی۔ اس نے بدکاری کے ذریعے سلطان ظفر کو جنم دیا تھا۔''

سلطان نے چیخ کر کہا۔ ''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میری ماں پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔''

نانا جان نے کہا۔ ''خان جی! جیسا کہ آپ نے ابھی فرمایا کہ یہ سلطان ظفر ویڈیو اور آڈیو کیسٹ کے ذریعے جبراً مجھ سے باپ بیٹے کا رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے' اب ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ یہ مجھ پر جبر نہیں کر سکے گا۔''

انہوں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''یہ سلطان ظفر' اس کی ماں اور اس کا ناجائز

باپ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے.....جب میں نے رخشی کو طلاق دے دی تو اس نے اپنے یار گے گورڈن کے ساتھ کھل کر تعلقات قائم کر لئے۔ ڈنمارک میں ایک بنگلہ خرید لیا۔ وہاں کوئی بچوں کے باپ کا نام نہیں پوچھتا۔ اس لئے سلطان ظفر کی پرورش وہیں ہوتی رہی۔ لیکن...“

سلطان نے گرج کر پوچھا۔ ”لیکن کیا....؟“

خان اعظم نے ڈانٹ کر حکم دیا۔ ”خاموش رہو۔ شیرازی کو بولنے دو۔“

نانا جان نے کہا۔ ”پاکستان میں سلطان کو باپ کے نام کی اور جائز رشتے کی ضرورت پیش آتی ہے اور میں اس کا باپ بننے سے انکار کر چکا ہوں۔ جبکہ یہ اس کی ماں اور اس کا ناجائز باپ گے گورڈن چاہتے ہیں کہ میں سلطان کو اپنی اربوں روپے کی جائیداد کا مالک بنا دوں۔ اس مقصد کے لئے یہ لوگ انتقاماً میرے نواسوں وجی اور وکی کو ناجائز ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کرتے آ رہے ہیں۔“

انہوں نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے۔ وہی معبود دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے والا ہے۔ انشاء اللہ! میرے نواسوں کو صحیح ولدیت اور صحیح شناخت ملنے والی ہے۔“

خان اعظم نے کہا۔ ”یورپ کے کتنے ہی ملکوں میں عورتوں اور مردوں کو ناجائز تعلقات رکھنے کی کھلی اجازت ہے۔ مگر ہم مسلمان ہیں' شرم اور غیرت کو برقرار رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں ایمان اور غیرت نہ ہوتی تو میں اپنے ایک جائز بیٹے خان علی کے لئے یوں تڑپتا نہ رہتا۔ اس کی جگہ کتنے ہی ناجائز بیٹے پیدا کرا لیتا۔ خدا ہم سب کو حرام رشتوں سے محفوظ رکھے۔“

پھر اس نے فون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سلطان! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم جائز ہو یا ناجائز..؟ تم اور شیرازی اپنے معاملات کو جس طرح بھی نمٹاؤ۔ مگر میرے بیٹے پر ایک ذرا آنچ نہیں آنی چاہئے۔“

سلطان نے کہا۔ ”اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں تو اسے واپس لانے کی بات کر رہا ہوں۔“

”وکی نے تم سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہے۔ تم پچھلے دو برسوں سے میرے دھندے سے وابستہ ہو۔ کبھی تم نے میرے بیٹے کو واپس لانے کی بات نہیں کی۔ آج وکی سے بازی لے جانے کے لئے اسے میرے پاس لا سکتے ہو تو ضرور لاؤ۔ مگر ایسا نہ ہو کہ دو ملاؤں میں مرغا حرام ہو جائے اور میرا بیٹا اِدھر کا رہے نہ اُدھر کا.....“

وکی نے کہا۔ ”حرام کیا ہوتا ہے؟ یہ حرام بچے نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھتے تو اپنے بدکار والدین کو قتل کر دیتے۔“

خان اعظم نے کہا۔ ”جو حرام ہے' اسے حرام رہنے دو۔ میں اپنے بیٹے کی حفاظت اور سلامتی چاہتا ہوں۔ اسے ذرا بھی نقصان پہنچے گا تو میں تم دونوں کا جانی دشمن بن جاؤں گا۔“

اس نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ”وکی! تم ناکام رہو گے تو اپنے نانا جان کو زندہ نہیں پاؤ گے اور سلطان ظفر! اگر تم میرے بیٹے کو یہاں لانے کے سلسلے میں وکی کا راستہ روکو گے تو میں افغانستان سے تمہاری نام نہاد جہادی تنظیم کے قدم اکھاڑ دوں گا۔“

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ”وکی نے کل صبح دس بجے میرے بیٹے سے فون پر بات کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ میں کل مقررہ وقت پر اس کمرے میں اس کا انتظار کروں گا۔“

پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ وکی نے کہا۔ ”نانا جان! وجی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ کیا کسی وقت فون پر اس سے بات ہو سکے گی؟“

راجہ تسلیم نواز نے کہا۔ ”میں خان جی کی حویلی میں آتا ہوں تو یہاں کا منتظم اعلیٰ بن جاتا ہوں۔ میری اجازت کے بغیر نہ کوئی کسی سے ملاقات کر سکتا ہے' نہ فون پر بات کر سکتا ہے۔ البتہ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہوں گا۔“

”اگر وجی کو نانا جان سے بات کرنے کی اجازت دو گے تو میں تم سے بات کروں گا۔“

اس نے کہا۔ ”پہلے ہماری باتیں ہوں گی۔“

وکی نے کہا۔ ”نہیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد وجی اور نانا جان کے درمیان رابطہ ہو گا۔ اس کے بعد تم مجھے کال کر سکو گے۔“

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ”اچھی بات ہے۔ میں یہ فون تمہارے نانا کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔“

لطان کی آواز سنائی دی۔ ”تسلیم نواز! مجھے بھی تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔ مجھے کال کرو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

راجہ تسلیم نواز فون بند کر کے اسے اٹھاتے ہوئے وہاں سے لے جاتے ہوئے نانا جان سے بولا۔ ”یہ فون آدھے گھنٹے کے بعد تمہیں صرف پندرہ منٹ کے لئے ملے گا۔ تم اپنے نواسے وجی سے مختصر سی باتیں کر سکو گے۔“

وہ وہاں سے چلا گیا۔ وکی نے مجھے فون پر مخاطب کر کے نانا جان' خان اعظم' سلطان ظفر اور راجہ تسلیم نواز سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ اگرچہ وہ نانا جان کو وہاں سے لانے کی بات

کرر ہا تھا اور بڑے یقین سے کر رہا تھا۔ مگر مجھے امید نہیں تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا خان اعظم کا بیٹا تمہارا دوست ہے؟ تمہاری بات مان کر باپ سے ملنے چلا جائے گا؟''

وہ بولا۔ ''اس کا بیٹا خان علی میرا دوست نہیں ہے۔ شہناز کے معاملے میں دشمن ہے۔ وہ تو مجھے دیکھتے ہی گولی مارنا چاہے گا۔''

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یا خدا! یہ تم نے کیسی حماقت کی ہے؟ اس دشمن کو اس کے باپ تک کیسے لے جاؤ گے؟ جب ناکام رہو گے تو تمہاری حماقت کے نتیجے میں نانا جان کو وہاں سے رہائی نہیں ملے گی۔ ان کی جان بھی جا سکتی ہے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں بدمعاشوں کے ساتھ بدمعاشیاں کرنا خوب جانتا ہوں۔''

''تم تنہا وہاں کیا کر سکو گے؟ خان اعظم کا علاقہ ایک طرح سے علاقہ غیر ہے۔ وہاں قانون کی نہیں' صرف خان اعظم کی حکمرانی ہے۔ پھر یہ کہ سلطان اور راجہ تسلیم نواز جیسے دشمن تمہاری ایک نہیں چلنے دیں گے۔ سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ اصل مہرہ خان علی بھی تمہارا دشمن ہے۔ پھر تم نانا جان کو وہاں سے کیسے لا سکو گے؟''

''بھئی لے آؤں گا۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد تم نانا جان کو ہماری ماما اور پاپا کے پاس دیکھو گے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارے لہجے میں بڑا اعتماد ہے۔ مجھے بتاؤ تو سہی' انہیں کس طرح وہاں سے رہائی دلا کر لاؤ گے؟''

''تم صرف بھائی ہوتے تو اپنا طریق کار بتا دیتا۔ مگر تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس' قانون کے محافظ اور انتہائی شریف انسان بھی ہو۔ تم قانون کے راستے اختیار کرنا چاہو گے مجھے میری شیطانی چالیں چلنے نہیں دو گے۔ اس لئے اگلے چوبیس گھنٹوں تک میں اس سلسلے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔''

''پلیز وکی! مجھے یقین دلاؤ' یہ بتاؤ کہ کیا کرنے والے ہو؟ کس طرح نانا جان کو وہاں سے لانے والے ہو؟''

''ابھی نانا جان جہاں ہیں' وہاں تم فون پر ان سے باتیں کر چکے ہو۔''

''ہاں۔ ان سے بات کرنے کے بعد ہی میں نے تمہیں وہاں کا نمبر دیا تھا۔''

''ٹھیک پندرہ منٹ بعد تم نانا جان سے اسی نمبر پر بات کرو۔ اس فون پر ہمارے دشمن تمہاری باتیں سن سکتے ہیں۔ لہٰذا میرے متعلق کوئی بات نہ کرنا۔ نانا جان کو یقین دلانا۔ یہ

حوصلہ دینا کہ میں انہیں ضرور رہائی دلاؤں گا۔''

''وکی! تم نے مجھے اندیشوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ خدانخواستہ نانا جان کو کچھ ہوا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''وہ میرے بھی نانا جان ہیں۔ میں ان کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا۔ تم ان سے باتیں کرنے کے بعد یینم کے متعلق سوچو۔ تمہیں پاکستان جانا ہوگا۔ وہاں سے بہن کو ماما کے پاس لانا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم نانا جان کے معاملے میں مصروف ہو۔ میں یینم کے معاملات سنبھال رہا ہوں۔''

ہم نے فون کا رابطہ ختم کیا اور اپنے اپنے کام سے لگ گئے۔ وکی بار کی بالکونی سے اٹھ کر بٹر فلائی کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں پینے کے لئے بوتل کھول رہی تھی۔ وکی نے اس کے پاس بیٹھ کر بوتل کو بند کرتے ہوئے کہا۔ ''میرا ایک ضروری کام ہے۔ اسے تم ہی کر سکتی ہو۔''

''کروں گی... مجھے پینے تو دو۔''

''اگر اپنے بھائی کی مشکلیں آسان کرنا چاہتی ہو تو میرا کام ختم کرنے سے پہلے پینا بھول جاؤ۔''

وہ وکی کو چوم کر بولی۔ ''لو بھائی کے لئے بوتل قربان کر دی۔ بولو...! کیا مسئلہ ہے؟''

''میں تمہیں خان علی' شہناز اور ایشلے کی ہسٹری سنا چکا ہوں۔''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں۔ خان علی رفتہ رفتہ شہناز سے بدظن ہو رہا ہے اور ایشلے کی طرف جھک رہا ہے۔''

''میں نے تمہیں یہ بھی بتایا ہے کہ میرے نانا جان کو اغواء کر کے کہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔''

''ہاں۔ تمہارے ایک خاندانی دشمن سلطان ظفر نے ایسا کیا ہے۔''

''اس نے نانا جان کو جس علاقے میں پہنچایا ہے' وہاں کا جاگیردار اور مطلق العنان حاکم خان اعظم خان ہے اور وہی خان علی کا باپ ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''او گاڈ! شہناز کے سلسلے میں خان علی کو تم پر شبہ ہے۔ وہ تمہیں رقیب سمجھتا ہوگا اور تمہارے نانا اس کے علاقے میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔''

''اور مجھے نانا جان کو وہاں سے نکال کر لانا ہے۔''

"شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے جاؤ گے تو زندہ واپس آسکو گے؟"

"اُس شیر سے میری بات ہوگئی ہے۔میں خان علی کو باپ کا وفادار بنا کر وہاں پہنچاؤں گا تو اس کے عوض نانا جان مجھے واپس ملیں گے۔"

اس نے بٹر فلائی کو بتایا کہ بیٹا باپ کے منشیات کے دھندے سے نفرت کرتا ہے۔پوست کے کھیتوں کو جلادینا چاہتا ہے۔چونکہ وہ حکمران باپ کے علاقے میں ایسا نہیں کرسکتا اس لئے اس سے قطع تعلق کر کے زیادہ تر اس علاقے سے دور رہتا ہے۔

وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی۔"تم خان علی کو باپ کا فرمانبردار کیسے بناؤ گے؟ جبکہ وہ تمہارا رقیب ہے۔منہ سے نہیں' بندوق کی گولی سے بولے گا۔"

"میں ایشلے کے ذریعے خان علی کو سمجھاؤں گا کہ شہناز نے ہمیں ایک دوسرے کا رقیب بنادیا ہے۔وہ ایشلے کو چاہنے لگا ہے۔اس کی زبان ضرور سمجھے گا۔"

"اور ایشلے ہوسپٹل میں ہے۔تم وہاں جاکر....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔"نہیں۔میں وہاں جاؤں گا تو خان علی شبہ کرے گا کہ میں شہناز کی طرح اس کی دوسری محبوبہ ایشلے کو بھی پھانس رہا ہوں۔"

وہ سر کھجاتے ہوئے بولی۔"تمہارا ہر معاملہ گڑبڑ دکھائی دے رہا ہے۔پتہ نہیں' اپنے نانا کو کیسے لاؤ گے؟ ویسے صاف نظر آرہا ہے' تم ناممکن کو ممکن بنانے کی بچگانہ کوشش کر رہے ہو۔"

"میں ایسا ہی کھیل کھیلتا ہوں' جس میں شکست لازمی ہوتی ہے۔ایسے کھیل میں مزا آتا ہے۔جب اچانک جیت مقدر بن جاتی ہے۔"

"تم ہوسپٹل نہیں جاؤ گے تو پھر ایشلے سے کس طرح کام لے سکو گے؟"

"تم وہاں جاؤ گی۔اسے میرے حالات بتاؤ گی' پھر میں فون پر اس سے بات کروں گا۔چلو اٹھو! میں وہاں ہوسپٹل سے باہر رہوں گا۔"

وہ دونوں باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔بٹر فلائی نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔"کیا ایشلے خان علی سے تمہاری دوستی کرا سکے گی؟"

"وہ کوشش کرے گی تو شاید خان علی کا دل میری طرف سے صاف ہوجائے۔"

"شاید.....یعنی اس کا دل صاف ہوسکتا ہے اور نہیں بھی...؟ ناکامی کی صورت میں کیا کرو گے؟"

وہ چپ رہا۔ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا۔پھر اس نے بٹر فلائی کو سلطان ظفر کے متعلق

بتایا کہ اس نے بھی باغی بیٹے کو اس کے باپ کے پاس پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔

اس نے پوچھا۔"کیا خان علی تمہارے اس دشمن سے متاثر ہے؟ اس کی بات مان لے گا؟"

"نہیں۔وہ کسی بھی غلط دھندا کرنے والے کی بات مان کر باپ کے پاس نہیں جائے گا۔اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایسے وقت سلطان کیا کرے گا؟"

اس نے گاڑی کو دائیں طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔"کیا کرے گا....؟"

"وہ نانا جان کو مجھ سے چھین لینے اور خان اعظم کی قید سے نکال کر لے جانے کے لئے خان علی کو اغوا کرائے گا۔"

"وہ ایسا کرے گا تو خان اعظم کو اپنا دشمن بنالے گا۔"

"خان اعظم اس سے دشمنی کر کے نقصان میں رہے گا۔سلطان کے تعاون سے اس کی لاکھوں کروڑوں ڈالرز کی افیون اور ہیروئن اسمگل ہو کر یورپ کے ممالک میں پہنچتی رہتی ہے۔ایسے وقت اسمگلنگ کی روک تھام کرنے والے قانون کے محافظ اندھے بہرے ہوجاتے ہیں۔"

وہ سر جھکا کر سلطان ظفر کی اہمیت پر غور کر رہا تھا اور بول رہا تھا۔"ایک تو خان اعظم منشیات کے دھندے میں نقصان اٹھائے گا دوسرا یہ کہ بیٹے کو اغواء کیا جائے گا تو یہ صدمہ وہ برداشت نہیں کرے گا۔اپنی اکلوتی اولاد کو حاصل کرنے کے لئے نانا جان کو سلطان کے حوالے کردے گا۔"

"تم خان اعظم کی بہت بڑی کمزوری کو سمجھ رہے ہو۔وہ بیٹے کی خاطر سلطان کے آگے جھک جائے گا۔تمہیں کوئی اہمیت نہیں دے گا۔تم اپنے نانا جان کو ہار جاؤ گے۔یہ سب کچھ اچھی طرح سمجھنے کے باوجود تم ایسی ناکام کوشش کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے گہری سانس لے کر کہا۔"میں صرف ایک چال چلنے میں کامیاب رہوں گا۔خان علی کو اغواء ہونے سے بچالوں گا۔اسے سلطان کے ہاتھوں میں جانے نہیں دوں گا تو میرا پلڑا بھاری رہے گا۔جلد ہی جیت میری ہوگی۔پھر میں نانا جان کو وہاں سے لاسکوں گا۔"

وہ فون نکال کر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولا۔"میں اپنے انتہائی چالباز آلۂ کاروں سے کام لوں گا۔وہ خان علی کے گرد ایسا گھیرا ڈالیں گے کہ سلطان اس کی پرچھائیں تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔"

رابطہ ہونے پر وہ اپنے ایک قابل اعتماد آلۂ کار سے باتیں کرنے لگا۔بٹر فلائی ڈرائیو

کرتی ہوئی ہوسپٹل کی طرف جارہی تھی۔



سلطان ظفر اپنے حجرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔اس نے وکی کے متعلق گے گورڈن سے سنا تھا کہ وہ خطرناک حد تک شاطر ہے۔جس کے پیچھے پڑ جاتا ہے‘اس سے اپنا مقصد حاصل ہونے تک بری طرح نچوڑ کر رکھ دیتا ہے۔مقصد حاصل نہ ہوتو اسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

چونکہ وہ معلّم اور مجاہد کہلاتا تھا‘اس لئے چھوٹے سے حجرے میں رہتا تھا۔وہاں اتنی جگہ نہیں تھی کہ غصے کی حالت میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ٹہلتا۔لہٰذا جھنجھلا کر باہر آ گیا۔

باہر دور تک اونچی نیچی پہاڑیوں میں اس کے گن مین اسلحہ اٹھائے ٹہل رہے تھے اور آپس میں باتیں کررہے تھے۔ایسے وقت بھی ان کی نظریں اپنے معلّم پر تھیں‘جیسے وہ ابھی انہیں طلب کرنے اور کوئی حکم دینے والا ہو۔

وہ اپنے مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔وکی کی ہیرا پھیری سے یہ اندیشہ کچوکے لگانے لگا تھا کہ وہ نانا جان کو اس سے چھین کر لے جائے گا۔جبکہ وہ پچھلے بائیس برسوں سے جاری رہنے والی یہ جنگ جیت کر ہارنا نہیں چاہتا تھا۔

ابھی نانا جان اس کی دسترس میں تھے۔وہاں اس کی امانت کے طور پر تھے۔خان اعظم اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لئے امانت میں بھی خیانت کرسکتا تھا۔نانا جان کو وکی کے حوالے کرسکتا تھا....یا پھر سلطان کسی طرح خان علی کو حاصل کرکے اس کے پاس پہنچا دیتا تو پھر اس کی امانت اسے ہی ملتی۔اگلے چوبیس گھنٹوں میں کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

اسے کالنگ ٹون سنائی دی۔اس نے فون اٹینڈ کیا۔راجہ تسلیم نواز کہہ رہا تھا۔”ہیلو...سلطان!کیا سوچ رہے ہو؟کیا کرنے والے ہو؟کسی شاعر نے غافل ہونے والوں سے کہا تھا....

اٹھو!زمانہ چال قیامت کی چل گیا....

ایسی قیامت کی چال وکی چل رہا ہے۔یقیناً اس نے تمہیں جھنجھوڑ ڈالا ہوگا؟“

وہ بولا۔”میں نادان نہیں ہوں۔اس سے کمتر بھی نہیں ہوں۔منہ توڑ جواب دوں گا۔شیرازی کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہیں دوں گا۔“

وہ بولا۔”تم نے اسے منہ توڑ جواب نہ دیا اور خان علی کو اس کے ہاتھ لگنے دیا تو میرے لئے مسائل پیدا ہوجائیں گے۔خان اعظم خان کے لئے مجھ سے زیادہ تم اہم ہو۔جب وہ

خان جی کی نظروں میں تمہیں کمتر اور غیر اہم بنانے کی چال چل سکتا ہے تو مجھے بھی چٹکی بجا کر اس حویلی اور اس علاقے سے نکلوا سکتا ہے۔“

”راجہ صاحب!جو اصل مسائل پیدا ہوں گے‘ان کا ذکر تم میرے سامنے نہیں کروگے۔مگر تم خان جی کے سر چڑھے ملازم ہو۔اس لئے میں نے تمہارے بارے میں بھی بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔تم لوگ اپنی جوان اور خوبصورت بیٹی کے ذریعے دوہری چالیں چلتے آئے ہو۔“

وہ ناگواری سے بولا۔”یہ کیا کہہ رہے ہو؟“

”جو درست ہے‘وہی کہہ رہا ہوں اور وہی سنو۔تم لوگوں نے ایک طرف خان علی کو اور دوسری طرف وکی کو اپنی بیٹی کی زلفوں کا اسیر بنا رکھا ہے۔“

وہ پریشان ہوکر بولا۔”پلیز...ایسی باتیں نہ کرو اور کروگے تو اسے سچ ثابت نہیں کرسکوگے۔“

”ٹھیک ہے۔ہم ایک دوسرے کے ذاتی معاملات پر بحث نہیں کریں گے۔یہ بتاؤ‘تم وکی کے خلاف کس طرح میرے کام آسکتے ہو؟“

”میں اس وقت کام آؤں گا‘جب تم ہر طرف سے ناکام ہوجاؤگے۔“

”شکست کھانے کے بعد کیوں کام آؤگے؟پہلے میرا ساتھ کیوں نہیں دوگے؟“

”بات ہی ایسی ہے۔تمہاری ناکامی کے بعد ہی میں تمہارے کام آسکوں گا۔“

سلطان نے کچھ سوچ کر کہا۔”چلو۔فرض کرو‘میں ناکام ہوچکا ہوں۔اب بولو!میرے لئے کیا کروگے؟“

”یہاں شیرازی میرے قریب حویلی میں ہے اور رہے گا۔تم چاہوگے کہ ناکام ہونے کے بعد بھی وہ نانا اپنے نواسوں کو نہ ملے؟“

”بیشک۔میں یہی چاہوں گا۔“

”تمہاری یہ خواہش ضرور پوری ہوگی۔یوں سمجھو کہ وہ حویلی میں نہیں ہے‘میری نگرانی میں ہے۔میں اس کا گلا دبوچ سکتا ہوں۔اسے زہر دے سکتا ہوں۔بڑے ہی پراسرار طریقے سے جہنم میں پہنچا سکتا ہوں۔“

وہ خوش ہوکر بولا۔”واہ!کیا بات ہے راجہ صاحب!تم نے میرا سیروں خون بڑھا دیا ہے۔اب تو تم میرے لئے بہت ہی اہم ہوگئے ہو۔میں ناکام ہونے کے بعد بھی تمہاری بدولت ناکام نہیں رہوں گا۔مجھے ناجائز کہنے والے کی پوری فیملی اس کے وجود سے محروم

ہو جائے گی۔"

"اور وکی بازی جیت کر بھی ہار جائے گا۔ برسوں سے جاری رہنے والے اس ناٹک کا ڈراپ سین میں کروں گا۔ اب یہ تو بتاؤ' مجھے ایسا کارنامہ انجام دینے کا صلہ کیا ملے گا؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔"میں جانتا ہوں' تم اپنی خدمات کا صلہ ضرور حاصل کرتے ہو۔ تمہارا ڈراپ سین میرے دل کو لگا ہے۔ میں پیشگی کے طور پر تمہارے اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالرز جمع کرادوں گا۔ جب آخری سین کرو گے تو مزید پندرہ لاکھ ڈالرز ملیں گے۔"

"شکریہ۔ یہ معقول ادائیگی ہوگی۔ پہلے اپنے طور پر جو کر سکتے ہو' وہ کرو۔ میں آخری مرحلے میں کام آؤں گا۔"

راجہ تسلیم نے اپنا اکاؤنٹ نمبر بتایا۔ سلطان نے کہا۔"کل کسی بھی وقت اپنا اکاؤنٹ چیک کرو۔ پانچ لاکھ ڈالرز کا اضافہ ہو چکا ہوگا۔"

وہ رابطہ ختم کرنے کے بعد اپنے چاروں طرف کھلی فضا کو دیکھنے لگا۔ اس فون کال نے واقعی اس کا خون بڑھا دیا تھا۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ بدبختی سے ناکام ہوگا تو دشمن کو بھی کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ راجہ نواز نے صرف خون نہیں بڑھایا تھا' اس کا حوصلہ بھی بڑھایا تھا۔ اب وہ وکی کے خلاف اندھی چالیں بھی چل سکتا تھا۔

اس نے فون پر رخشی کو مخاطب کیا۔"ہائے مام! کہاں ہو تم....؟"

وہ بولی۔"میں تمہارے ڈیڈی کے ساتھ پیرس میں ہوں۔ تم نے کہا تھا' ہینم کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے ہمیں اسلام آباد جانا چاہئے۔"

"تم دونوں کو تو اب تک وہاں ہونا چاہئے تھا۔ ہینم کو کسی بھی طرح دوبارہ حاصل کرنا ہے اور تم دیر کر رہی ہو۔"

"تم جانتے ہو' تمہارے ڈیڈی کے چہرے کی سرجری ہوئی تھی۔ بعد میں ایک نقص پیدا ہو گیا۔ اسے درست کرنا ضروری تھا۔"

"کیا مشکل ہے؟ یہ نیا میک اپ کب تک درست ہوگا؟"

"ہو چکا ہے۔ ہم کل اسلام آباد جا رہے ہیں۔"

"وہاں پہنچ کر اس لڑکی کو تلاش کرو۔ میرے آدمی وہاں ہیں۔ دور ہی دور سے شیرازی کے آلۂ کاروں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ان آلۂ کاروں نے ہینم کو کہیں چھپایا ہوگا۔ ہمارے آدمی ان کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ سکیں گے۔"

چند لمحوں کے بعد گے گورڈن کی آواز سنائی دی۔"ہیلو سلطان! ہم کل اسلام آباد پہنچ

جائیں گے اور ہینم تک بھی پہنچ ہی جائیں گے۔ تم اپنی سناؤ' علیم شیرازی سے بات بن رہی ہے؟ کیا وہ تمہارے مطالبات مان رہا ہے؟ کیا وہ تحریری طور پر تسلیم کرے گا کہ تم اس کے جائز بیٹے اور دولت و جائیداد کے اکلوتے وارث ہو؟"

"وہ تمام مطالبات ماننے پر راضی ہو گیا تھا۔ مگر وکی ہمارے درمیان آ کر کام بگاڑ رہا ہے۔ تم نے بچپن سے اس کی پرورش ایسی مہارت سے کی ہے کہ وہ چالاک اور مکار بن کر اب ہمارے لئے خطرہ بن گیا ہے۔"

"ہاں۔ خطرہ تو بن ہی گیا ہے۔ اس نے مجھ جیسے استاد کو الٹا دیا۔ مجھے اپنا نام اور چہرہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ کم بخت پیرس میں ہے۔ اگر میں پاکستان نہ جاؤں' یہاں رہ جاؤں تو وہ مجھے پہچان نہیں پائے گا۔ میں کہیں بھی' کسی وقت بھی اسے گولی مار سکتا ہوں۔"

"ڈیڈ! میں یہی چاہتا ہوں۔ تم پیرس میں رہو۔ مام کو اسلام آباد جانے دو۔ وہاں میرے آلۂ کاران کے کام آئیں گے۔ انہیں ہینم تک پہنچائیں گے۔"

"یہ ہوئی ناں بات....اب میں وکی سے نمٹ لوں گا۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ وکی اور وجی تمہیں پہچان نہیں پائیں گے؟"

"سو فیصد یقین ہے۔ تمہاری ماں سے زیادہ کوئی میرے قریب نہیں رہا۔ یہ بھی مجھے دیکھ دیکھ کر یہی کہتی ہے کہ میں سر سے پاؤں تک اجنبی لگتا ہوں۔"

"مگر ڈیڈ! خطرہ وکی سے نہیں وجی سے ہے۔ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جاسوس ہے۔ اپنے جاسوسی ہتھکنڈوں سے تمہیں پہچان سکتا ہے۔"

"اسکاٹ لینڈ یارڈ کے تمام جاسوس اپنی مہارت استعمال کرتے ہوئے بھی مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔ میری شخصیت بالکل ہی بدل چکی ہے۔"

"چلو اچھا ہے' تم گے گورڈن کی حیثیت سے اپنے پچھلے تمام دشمنوں سمیت فنا ہو گئے ہو۔ اب تمہیں یہاں بہت ہی اہم اور مشکل کام کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں' تم ایسے تجربہ کار اور ماہر ہو کہ مشکل کو آسان بنا دو گے۔"

سلطان ظفر اسے بتانے لگا کہ خان اعظم کے علاقے میں میرے نانا جان کو قیدی بنا کر امانت کے طور پر رکھا گیا ہے' مگر وکی نے مکاری سے خان جی کی کھوپڑی گھما دی ہے۔ پتہ نہیں' وہ کس طرح خان علی جیسے نافرمان بیٹے کو باپ کے پاس پہنچا کر نانا جان کو وہاں سے لے جائے گا؟ اور یہ سب کچھ چوبیس گھنٹوں کے اندر ہوگا۔

گے گورڈن نے کہا۔"بیٹے! وہ بہت ہی مکار ہے۔ ہماری عقل کام نہیں کرے گی کہ وہ

کیا کرنے والا ہے اور وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر وہی کر گزرے گا‘ جو کہہ چکا ہے۔“

”تم اسے کس طرح روک پاؤ گے؟“

”وہ مجھے نظر آجائے تو ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر گولی مار دوں گا۔“

”تم اسے ہلاک کرو گے تو خان اعظم مجھے الزام دے گا کہ میں نے وکی کو ہلاک کرا کے بیٹے کو باپ تک پہنچنے نہیں دیا۔“

وہ قائل ہو کر سر ہلاتے ہوئے بولا۔”ہاں۔اس طرح وہ تم پر شبہ کر سکتا ہے۔“

اس نے کہا۔”چال ایسی چلنی چاہئے کہ خان اعظم ہمارے سامنے بے بس ہو جائے اور بے چون و چرا علیم شیرازی کو ہمارے حوالے کر دے۔“

”تم چاہتے کیا ہو؟“

”اس کے بیٹے خان علی کو اغواء کرو۔باپ کی جان بیٹے کے اندر ہے۔وہ ہماری مٹھی میں آئے گا تو باپ پھڑ پھڑاتا ہوا ہمارے آگے جھکنے پر مجبور ہو جائے گا۔پھر میں علیم شیرازی کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ قیدی بنا کر رکھوں گا۔“

”کیا یہ جانتے ہو اور مجھے بتا سکتے ہو کہ خان علی کس شہر میں کہاں ملے گا؟“

”میں ابھی کال بیک کرتا ہوں۔پھر شاید بتا سکوں گا۔“

اس نے رابطہ ختم کر کے راجہ تسلیم نواز کو فون پر مخاطب کیا۔”ہیلو۔ایک ضروری معلومات چاہتا ہوں۔آج کل خان علی کہاں ہے؟ کیا اس کا فون نمبر بتا سکتے ہو؟“

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔”فون نمبر میری بیٹی جانتی ہے۔یہ اس کا پرسنل معاملہ ہے۔پھر بھی میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”میں نے سنا ہے‘ خان علی پیرس میں ہے؟“

”ہاں۔میری وائف زرینہ نے بتایا ہے‘ آج کل وہ ایشلے نامی ایک برطانوی لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہے۔“

”اچھا۔تو وہ خانزادہ پلے بوائے ہے۔لڑکیاں بدلتا رہتا ہے؟“

”نہیں۔محبت کے معاملے میں بہت ہی سیدھا سادہ سا ہے۔وکی کی مداخلت کے باعث میری بیٹی سے بدظن ہو گیا ہے۔ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایشلے اسے اپنی طرف جھکا رہی ہے۔“

”بھئی۔ان کے معاملات جو بھی ہوں‘ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔میں تو بس خان علی کا موجودہ رہائشی پتہ اور فون نمبر چاہتا ہوں۔“

”زرینہ کہہ رہی تھی‘ ایشلے پیرس کے لیڈی مارتھا ہوسپٹل میں ہے۔خان علی وہاں اس کی تیمارداری میں لگا ہوا ہے۔“

”تم ابھی شہناز سے بات کرو اور خانزادے کے بارے میں جتنی معلومات فراہم کر سکتے ہو کرو۔بولو۔اس کام میں کتنا ٹائم لو گے؟“

”میں کیا بتاؤں؟ یہ نہیں جانتا کہ شہناز ابھی کہاں ہوگی؟ پیرس میں اس وقت رات کا ایک بج رہا ہوگا۔میں معلومات حاصل کر رہا ہوں۔جلد ہی کال بیک کروں گا۔“

اس نے پھر اپنے باپ گے گورڈن سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔”خان علی کے بارے میں اتنا معلوم ہوا ہے کہ اس کی گرل فرینڈ لیڈی مارتھا ہوسپٹل میں ہے۔وہ اس کی تیمارداری کے لئے وہاں جاتا ہوگا۔تم ابھی جا کر معلوم کرو کہ وہ اتنی رات کو بھی اس بیمار فرینڈ کے پاس جاتا ہے یا نہیں؟ اسے دیکھو‘ پہچانو اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے‘ اغواء کروا کر اسے اپنا قیدی بنا لو۔“

”ٹھیک ہے۔میں ابھی ادھر جا رہا ہوں۔“

”خان علی کو ایک ذرا تکلیف نہ پہنچانا۔ہم کسی شکوہ شکائیت کے بغیر خان علی سے لین دین کریں گے۔“

دوسری طرف راجہ تسلیم نے زرینہ بانو کو فون پر مخاطب کیا۔اس نے پوچھا۔”تم ہمارے پاس کب آ رہے ہو؟“

وہ بولا۔”ابھی نہیں آسکوں گا۔سلطان ظفر نے تمہارے بھائی علیم شیرازی کو اغواء کر کے خان اعظم کے علاقے میں پہنچا دیا ہے۔“

”یہ تو میں سن چکی ہوں۔بات کیا بن رہی ہے‘ وہ بتاؤ؟“

”بننے سے پہلے بگڑنے والی ہے۔وکی کام خراب کرنے آ گیا ہے۔“

اس نے تعجب سے پوچھا۔”وکی...؟ آپ وجی کو وکی کیوں کہہ رہے ہیں؟“

”میں وکی کو وکی کہہ رہا ہوں۔تمہیں شاید بتایا تھا کہ سعدیہ نے جڑواں بیٹوں کو جنم دیا تھا۔وہ دونوں بھائی ہم شکل ہیں۔“

”مگر... ہم سب نے دیکھا ہے‘ علیم شیرازی کے پاس ایک ہی نواسہ تھا اور اس کا نام وجی ہے۔“

”ہاں۔وہ وجی ہے۔مگر یہ وکی ہے۔اسے بچپن میں اغوا کر لیا گیا تھا۔اور ہماری کم بختی یہ ہے کہ وکی ہی وجی بن کر شہناز کو ٹریپ کرتا رہا ہے۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کیا...؟ یعنی اب تک جو شہناز کے ساتھ تھا‘ وہ وجی نہیں تھا؟“

”ہاں۔ وہ وکی ہے۔ سارے فساد کی جڑ.....“

زرینہ بانو پر یہ نیا انکشاف ہو رہا تھا۔ تسلیم نواز نے کہا۔ ”اب وہ یہاں بھی پہنچ گیا ہے۔ اس نے فون کے ذریعے خان اعظم سے کہا ہے کہ اس کے بیٹے خان علی کی ناراضی دور کر کے اسے باپ کے پاس لائے گا اور اس کے عوض اپنے نانا جان کو لے جائے گا۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”یعنی وہ مردود شروع سے ہمارا کام بگاڑتا چلا آ رہا ہے۔“

”کاش پہلے اندازہ ہو جاتا کہ ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ وکی کو وجی سمجھ رہے ہیں۔“

وہ ذرا چپ رہی پھر کچھ سوچ کر بولی۔ ”وہ کوئی بھی ہو۔ آخر ہے تو علیم شیرازی کا نواسہ... شہناز جس سے بھی منسوب ہوگی۔ علیم کی جائیداد اس کی جھولی میں ہی آئے گی۔“

”اب یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ سلطان ظفر علیم شیرازی کا جائز بیٹا بن کر تمام دولت و جائیداد کا مالک بن جائے گا۔ سعدیہ‘ وجی اور وکی کو ایک کوڑی نہیں دے گا۔ تم اتنے عرصے سے جو چالیں چل رہی ہو، ان کے نتیجے میں کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”میں نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ سلطان ظفر ہمارے منصوبوں پر حاوی ہو جائے گا۔“

”وہ بہت طاقتور ہے۔ جدید اسلحہ سے لیس نام نہاد مجاہدین کی فوج اس کے ساتھ رہتی ہے۔ ہم اس کے آگے علیم شیرازی کی جائیداد میں سے حصہ نہیں مانگ سکیں گے۔“

”اوہ گاڈ! میری بیٹی تو بری طرح برباد ہو گئی۔ میں نے ایک بات تمہیں نہیں بتائی تھی۔ سوچا تھا‘ یہاں آؤ گے تو رُوبرو خوشخبری سناؤں گی۔“

”کیسی خوشخبری.....؟“

”اب تو یہ بری سے بھی بری خبر ہو گئی ہے۔ شہناز ماں بننے والی ہے۔“

راجہ تسلیم نواز کے منہ پر جیسے جوتا پڑا۔ وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ”یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟“

”اب تو یہ بات بکواس ہی لگے گی۔ اگر ہم کامیاب ہو جاتے تو یہی بہت بڑی خوشخبری کہلاتی۔ وہ وکی کا بچہ اور علیم شیرازی کا پوتا یا پوتی پیدا کرنے والی ہے۔“

وہ بول رہی تھی اور بہت بڑی ناکامی سے دوچار ہو کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔ ”ہائے! اب اس بچے کو روکنا ہوگا۔“

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ”میری بھی مت ماری گئی ہے۔ شہناز ماں

نہیں بننا چاہتی تھی۔ بچے کو ضائع کرنے والی تھی۔ ایک لیڈی ڈاکٹر میری زرخرید ہے۔ وہ میرے کہنے سے شہناز کو یقین دلا رہی ہے کہ بچہ ضائع ہو جائے گا۔ جبکہ ایسا نہیں ہوگا۔“

”ایسا کیوں نہیں ہوگا؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ میں چاہتی تھی‘ وہ بچہ پیدا ہو اور علیم کی دولت اور جائیداد کا.....“

وہ پھر گرجتے ہوئے بولا۔ ”میں کہہ چکا ہوں‘ وہاں سے اب ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔ تمہاری ناقص پلاننگ نے بیٹی کو برباد کر دیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے‘ بچہ ضائع کراؤ۔ اسے کنواری ماں بننے سے بچاؤ۔“

”میں صبح ہوتے ہی لیڈی ڈاکٹر سے بات کروں گی۔ اب اپنی بیٹی کو ماں نہیں بننے دوں گی۔“

”مجھے خان علی کا فون نمبر دو۔“

”اس سے کیا بات کرو گے؟“

”میں بات نہیں کروں گا۔ تمہارے بھائی علیم شیرازی کو یہاں قیدی بنائے رکھنے کے لئے سلطان کا ساتھ دے رہا ہوں۔ اس کے عوض اس نے پانچ لاکھ ڈالرز دیئے ہیں۔ کام ہو جانے کے بعد مزید پندرہ لاکھ ڈالرز دے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی۔ ”آپ یہ تمام رقم میرے اکاؤنٹ میں ڈالیں گے؟“

”میری ساری کمائی تم ہی لے جاتی ہو۔ پھر بھی مانگتی رہتی ہو۔ خان علی کا فون نمبر بتا دو؟“

اس نے نمبر بتانے کے بعد پوچھا۔ ”وکی سے کیسے نمٹا جائے گا؟“

”فکر نہ کرو۔ اس سے نمٹنے کے لئے ہی یہ نمبر سلطان کو دے رہا ہوں۔ وہاں بہت رات ہو چکی ہوگی۔ اب تم آرام کرو۔“

اس نے رابطہ ختم کرنے کے بعد سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے اسے فون نمبر بتائے۔ پھر کہا۔ ”میں تمہارے کام آنے والا ہوں۔ یہاں سے شیرازی کو زندہ نہیں جانے دوں گا۔ تم میری خاطر کسی بھی طرح وکی کو ٹریپ کرو۔ اس نے میری بیٹی کو وجی بن کر دھوکہ دیا ہے۔ وہ اسے برباد کر رہا ہے۔ تم کسی بھی طرح اسے خاک میں ملا دو۔ کم بخت کو جہنم میں پہنچا دو۔“

”وہ دونوں بھائی میرے بھی جانی دشمن ہیں۔ علیم شیرازی کو خان اعظم سے حاصل کرنے کے بعد وجی اور وکی سے بھی نمٹ لوں گا۔“

سلطان نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''تم نے کہا ہے' میرے ناکام ہونے کے بعد شیرازی کو ہمیشہ کے لئے ٹھکانے لگا دو گے۔ میں چاہتا ہوں' اسے کسی طرح زندہ رکھ کر خان اعظم کے شکنجے سے نکالو۔ میرے پاس پہنچادو۔ میں اس سے کاغذات لکھوا کر تمام دولت و جائیدا دحاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے' اتنا بڑا کام کرنے پر میں تمہیں کتنی بڑی رقم دوں گا؟''

''منہ مانگی رقم ملے گی تو جان پر کھیل کر علیم شیرازی کو زندہ سلامت تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔''

''تو پھر ابھی ڈن کرو۔ کتنی رقم چاہتے ہو؟''

''شیرازی کی جائیداد میں سے پچیس فیصد حصہ لوں گا۔''

سلطان نے کہا۔ ''یہ تو بہت ہے۔ تم صرف کیش پے منٹ کی بات کرو۔ رقم لو... حصہ دار نہ بنو۔''

''رقم اِدھر لوں گا' اُدھر خرچ ہو جائے گی۔ حصہ داری ہمیشہ چلتی رہے گی۔''

''تم میرا بہت بڑا کام کرنے والے ہو۔ اس لئے سمجھاتا ہوں' حصے دار بن کر بعد میں دھوکا کھا سکتے ہو۔ میں تو دیانتدار رہوں گا۔ لیکن اس دنیا میں نہ رہا تو ممی اور ڈیڈی تمہیں ٹھینگا دکھا دیں گے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سلطان کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں پانچ کروڑ ڈالرز لوں گا۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم کچھ زیادہ ہی پھیل رہے ہو۔ پانچ کروڑ ڈالر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ میں صرف ایک کروڑ دوں گا۔ میرے اپنے وسیع ذرائع ہیں۔ میں علیم کو حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا سکتا ہوں۔ حاصل نہ کر سکا تو وہاں تمہارے جیسے کسی آلۂ کار کو دو چار لاکھ دے کر اسے ختم کرادوں گا۔ اچھی طرح سوچ لو اور اپنی اوقات میں رہ کر راضی ہو جاؤ۔''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ مایوس ہو کر خاموش ہونے والے فون کو تکنے لگا۔ سلطان نے درست کہا تھا' ایک کروڑ ڈالرز بھی اس کی اوقات سے زیادہ تھے۔ وہ آخرکار راضی ہونے والا تھا۔



شہناز پہلی بار سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ وہ اب تک نادانی کرتی رہی ہے اور اس نادانی

کے نتیجے میں حسن و شباب کا سرمایہ لٹاتی رہی ہے۔ اگر وکی اس سے نکاح نہیں پڑھوائے گا' بچے کو اپنا نام نہیں دے گا تو وہ اچھی طرح لٹ لٹا کر کنواری ماں کہلاتی رہے گی۔

اسے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ بچے کو جنم دینا چاہئے یا نہیں؟ اس خاندان میں ناجائز بچے کی پیدائش کی ابتداء سلطان ظفر سے ہوئی تھی۔ رخشی نے نانا جان کی شریک حیات بن کر شوہر کے اعتماد کو دھوکہ دے کر گے گورڈن کے بچے کو جنم دیا تھا۔ مگر جلد ہی اس کا فریب کھلی کتاب کی طرح سامنے آ گیا تھا۔

رخشی اور گے گورڈن انتقاماً میری ماما کو کنواری ماں ثابت کرنے کی کوششیں کرتے آ رہے تھے۔ میرے اور وکی کے لئے یہ مشکلات پیدا کرتے رہے تھے کہ ہم باپ کے حوالے سے اپنے جائز ہونے کے سلسلے میں صحیح شناخت پیش کریں۔

خدا کا شکر ہے۔ پاپا ایک طویل جدائی کے بعد ماما کی زندگی میں آ گئے تھے۔ دونوں کی محبت اور رفاقت' دونوں کا بیان ہمارا ایک باپ کی صحیح شناخت دے رہا تھا۔

ابتدا میں تو شہناز وکی کے بارے میں بڑی نفرت سے سوچتی رہی تھی۔ گھڑی کی چوتھائی میں اس بچے کو ضائع کر دینا چاہتی تھی۔ مگر اب لمحہ لمحہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی الجھن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ نہ جانے کیوں' اس کے اندر ماں بننے کی حسرت مچلنے لگی تھی۔

ایک طرف خان علی کی فکر تھی۔ دوسری طرف وکی بھی اہم ہو گیا تھا۔ دشمن ہوتے ہوئے بھی اپنی اہمیت منوا رہا تھا۔ وہ ایک عورت کی حیثیت سے سوچ رہی تھی۔ ماں بننے کا جذبہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک حرافہ کو بھی شرافت سے سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں یہ بات پیدا ہونے لگی تھی کہ وکی اسے اپنا لے۔ یہ بڑی تعجب کی بات تھی۔ مگر اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

اس نے کئی بار اس سے فون پر رابطہ کرنا چاہا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس کے بچے کا باپ بننے والا ہے۔ لہٰذا دنیا والوں کے سامنے اس بچے کو جائز ثابت کرنے کے لئے انہیں فوراً کورٹ میرج کر لینی چاہئے۔ لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا فون نمبر بدل چکا تھا۔

وکی سے بات کرنے تک وہ بچے کو سلامت رکھنا چاہتی تھی۔ اس کی ماں زرینہ بانو تو مکاری سے سوچتی رہی تھی کہ بچے کو ضائع نہ کر کے نانا جان پر دباؤ ڈالے گی تاکہ وہ اسے اپنے نواسے کا لہو تسلیم کر لیں اور شہناز کو اپنی بہو مان لیں۔ مگر اس کی ساری پلاننگ چوپٹ ہو کر رہ گئی تھی۔

اب معلوم ہو رہا تھا کہ سلطان نے خود کو نانا جان کا جائز بیٹا اور جائیداد کا تنہا وارث ثابت کرنے کے لئے انہیں اغوا کیا ہے۔ وہ معلّم ایسی عسکری طاقت رکھتا تھا کہ اس کے آگے زرینہ بانو اور راجہ تسلیم نواز اپنی بیٹی کو وکی کی دلہن بنا کر گھاٹے میں رہتے۔ نانا جان کی دولت سے انہیں پھوٹی کوڑی بھی نہ ملتی۔

بہر حال وہ ہونے والا بچہ غیر ضروری ہو گیا تھا۔ زرینہ اسے ضائع کرانے والی تھی۔ اِدھر شہناز کے خیالات اور جذبات بدل رہے تھے۔ اس کے وجود کے اندر ایک ننھا سا وجود اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ وکی کے ساتھ گزارے ہوئے جذباتی لمحات یاد آ رہے تھے۔ اس پر سحر طاری کر رہے تھے اور وکی کی مردانہ صفات کو اس کے دل و دماغ میں نقش کر رہے تھے۔

ایسے حالات میں جبکہ وہ گھر کی رہی تھی' نہ گھاٹ کی.... نہ وکی کی رہی تھی' نہ خان علی کی.... اس کے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ وہ ننھا سا وجود اس کے اندر دستک دے کر اس کی ممتا کو جگا رہا تھا۔

یوں تو وہ پہلی ملاقات میں ہی وکی سے متاثر ہو گئی تھی۔ خان علی کو پھانسنے کی دھن میں بظاہر اسے اہمیت نہیں دے رہی تھی۔ مگر اب وہ ہونے والے بچے کا باپ بہت اہم ہو گیا تھا۔

اس نے پہلی بار دل سے خدا کو یاد کیا۔ دعا مانگی کہ کسی طرح وکی سے رابطہ ہو جائے۔ وہ اسے باپ بننے کی خوشخبری سنا کر شادی خانہ آبادی کے لئے راضی کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ چھیلا تھا' چھل کر کے لاپتہ ہو گیا تھا۔

دوسری طرف خان علی کا خوف طاری تھا۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ غیرت مند ہے۔ اس کی محبوبہ بننے کا فریب دے کر کسی دوسرے کے بچے کی ماں بنے گی تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ سچ معلوم ہو گا تو ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اسے گولی مار دے گا۔

موجودہ حالات میں شہناز کے آگے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ بچے کو ضائع کر دے' خان علی کو معلوم نہ ہونے دے کہ وہ اس کی بدکار محبوبہ ہے۔ اور دوسرا یہ کہ وکی سے آئندہ کبھی نہ ملے۔ اسے دل سے نکال دے' کبھی اس کا منہ نہ دیکھے۔

اور یہی مرحلہ مشکل ہو گیا تھا۔ اب وہ محض یار دلدار نہیں رہا تھا۔ اس کے اندر ایک متحرک وجود کو پہنچا کر ایک محبوبہ کو جھنجوڑ کر اک عورت کی ممتا کو جگا کر اس کے ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔

شہناز کیسے دلی جذبات سے دوچار ہو رہی تھی' یہ کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ایک خود غرض اور مطلب پرست لڑکی وکی جیسے شاطر کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔ اس کے اندر ایک ہی بات سما گئی

تھی کہ اپنا سب کچھ ہار کر اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر وکی کے بازوؤں میں چلی جائے۔ آئندہ ساری زندگی کے لئے اسے اپنا اول اور آخر بنا لے۔

گمراہی سے سیدھی راہ پر آنا دشوار ہوتا ہے۔ کیونکہ سیدھے راستے پر سچ بولنا اور اپنے سابقہ جھوٹ اور فریب کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اسے وکی اور خان علی کے سامنے یہ اقرار کرنا تھا کہ وہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے فلرٹ کر رہی تھی۔ دھوکہ دے رہی تھی۔ کسی سے مخلص نہیں تھی۔ خان علی سے بھی صرف دولت اور جائیداد حاصل کرنے کا لالچ تھا۔ اسی لئے اسے شوہر بنانے والی تھی۔

مگر یہ تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وکی کا دیا ہوا ایک ننھا سا وجود اس کا من مزاج بدل کر رکھ دے گا۔ وہ راتوں کو جاگتی رہی' سوچتی رہی۔ دل وکی کی طرف کھنچا جا رہا تھا اور دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ خان علی پر راز کھلے گا تو وہ کسی صورت اسے معاف نہیں کرے گا۔

زرینہ بانو کی زرخرید ڈاکٹر روز آ کر اس کا معائنہ کر رہی تھی اور دوائیں دے رہی تھی۔ شاہنواز' زرینہ اور لیڈی ڈاکٹر اپنے طور پر اسے حاملہ رکھنے کے جتن کر رہے تھے۔ مگر وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ اسے اس کی مرضی کے مطابق اس آنے والے وجود سے نجات دلائی جا رہی ہے۔ اسی لئے وہ ڈاکٹر کی دی ہوئی دوائیں استعمال نہیں کر رہی تھی۔

اس نے بہت سوچنے سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اب وہ خان علی کو دھوکہ نہیں دے گی۔ پیار کا ناٹک ختم کرے گی۔ آئندہ کبھی اس کی طرف رخ نہیں کرے گی۔ صرف ایک بار اس سے ملے گی یا کسی طرح یہ بات اسے بتا دے گی کہ وہ ہمیشہ کے لئے وکی کی ہو چکی ہے۔

مگر خان علی سے سامنا کرنے اور براہ راست سچ بولنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایشلے ابھی تک ہسپتال میں زیر علاج تھی۔ خان علی اس کی تیمارداری کے لئے وہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ شہناز ایسے وقت ایشلے کے پاس آئی' جب وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

وہ ہوسپٹل کے کمرے میں آنکھیں بند کئے آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ آہٹ سن کر آنکھیں کھولیں تو سامنے شہناز کو دیکھ کر حیرانی سے بولی۔ ''تم.....؟''

وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہاں۔ تمہاری توقع کے خلاف آئی ہوں۔ حیران ہو رہی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''غلط وقت پر آئی ہو، خان علی سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔''

''میں اس سے نہیں' تم سے ملنے آئی ہوں۔''

''یہ شکایت کرنے یا جھگڑا کرنے آئی ہو کہ میں خان علی کو تم سے چھین رہی ہوں؟''

"میرا چہرہ' میرے تیور دیکھو۔ کیا ایسا لگتا ہے کہ جھگڑا کرنے آئی ہوں؟ کیا میں اندر سے ایک ٹوٹی ہوئی لڑکی نہیں لگ رہی ہوں؟"

ایشلے نے اسے توجہ سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "اس کا مطلب ہے' تم خان علی کی بے رخی کو سمجھ رہی ہو۔ یہ صدمہ تمہیں توڑ رہا ہے کہ میں تمہاری جگہ لے رہی ہوں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ تم یقین نہیں کرو گی کہ میں خان علی کی بے رخی چاہتی ہوں اور وہی مجھے مل رہی ہے۔"

ایشلے نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا واقعی تم ایسا چاہتی ہو؟ یعنی اب اس کی زندگی سے نکلنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں اس سے محبت نہیں کر رہی تھی۔ اسے دھوکہ دے رہی تھی۔"

ایشلے کی نظریں اس پر جم گئی تھیں۔ وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظریں تک رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "تمہاری آنکھیں' تمہارا چہرہ کہہ رہا ہے کہ تم سچ بول رہی ہو۔ مگر... زبردست اداکاری بھی کر سکتی ہو۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مقصد سے مجھے دھوکہ دینے آئی ہو۔"

شہناز نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "دو سوکنیں ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتیں۔ مگر تم ابھی کرنے لگو گی۔ جو بات میں تم سے کرنے آئی ہوں۔ وہ خان علی سے نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے اندیشہ ہے' وہ میری بات سنتے ہی مجھے گولی مار دے گا۔"

"یہ تو ہونا ہی ہے۔ تم اس کے اعتماد کو زبردست دھوکا دے رہی ہو۔"

"ہاں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا' مجھ پر اعتماد کرتا تھا۔ میں اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتی رہی ہوں۔ اس سے چھپ کر وجی کی تنہائیوں کو رنگین بناتی رہی ہوں اور اب اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

ایشلے بیڈ پر نیم دراز تھی۔ ایکدم سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ حیرانی سے بولی۔ "ایسی راز کی بات تم مجھ سے کہہ رہی ہو؟ جبکہ اتنی بڑی کمزوری کو مجھ سے چھپانا چاہیئے۔"

"میں تمہارے ذریعے خان علی کو بتانا چاہتی ہوں کہ اس کے دل میں میرے لئے ذرا سی بھی پیار کی گنجائش رہ گئی ہے تو مجھے دل سے نکال دے۔ میں اس کے پیار کے قابل نہیں ہوں اور اب وجی کے سوا کسی سے محبت نہیں کر سکوں گی۔"

وہ اب تک وکی کو وجی سمجھ رہی تھی۔ ایشلے نے کہا۔ "تم نے اچانک میرے دل میں جگہ بنا لی ہے۔ ایک تو میرے پیار کے راستے سے ہٹ رہی ہو۔ دوسری بات یہ کہ اپنی بات نہ

چھپا کر' سچ بول کر ثابت کر رہی ہو کہ وجی سے ہونے والے بچے نے تمہیں ایک اچھی عورت' ایک سچی ماں بنا دیا ہے۔"

وہ بولی۔ "خان علی بہت غیرت مند اور غصے والا ہے۔ جب یہ معلوم ہوگا کہ میں اسے دھوکہ دیتی رہی ہوں اور وکی کو اپنا جسم دے چکی ہوں تو وہ ایسی توہین اور کمتری برداشت نہیں کرے گا۔ مجھے مار ڈالنا چاہے گا۔"

"بے شک۔ اس کے مزاج میں گرمی ہے۔ مگر میں اسے سمجھاؤں گی۔ وہ تمہاری طرف رخ نہیں کرے گا۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"میں ایک بار فون پر اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ غلطی میں نے کی ہے۔ اپنی زبان سے اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ یوں سمجھو! اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی بات کراتی ہوں۔"

اس نے سرہانے رکھے ہوئے فون کو اٹھا کر نمبر پنچ کئے۔ پھر اسے کان سے لگایا۔ خان علی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ایشلے! ابھی میں تمہارے پاس سے ہی آیا ہوں۔ تم خیریت سے ہو ناں؟ کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ یہ بتاؤ' ابھی کہاں ہو؟"

"تمہارے پاس ہی ہوں۔ دنیا کے آخری سرے پر چلا جاؤں' تب بھی تمہارے دل سے نہیں جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "آئی لو یو خان علی!"

وہ بڑے جذبے سے بولا۔ "آئی لو یو ٹو...."

ایشلے نے کہا۔ "میں شہناز کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میں اس کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔ ہمارے درمیان کسی تیسرے کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے۔"

"ابھی اس کا ذکر بہت ضروری ہے۔"

"پہلے تم کہا کرتی تھیں' وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔ پیار کا فریب دے رہی ہے تو میں یقین نہیں کرتا تھا۔ یہی سمجھتا تھا کہ سوکن کو ہٹانے کے لئے اس کے خلاف زہر اگلتی ہو۔ مگر اب رفتہ رفتہ تمہاری باتوں کی سچائی سمجھ میں آ رہی ہے۔ شہناز کو اس کی بے وفائی اور دھوکا دہی کی سزا تو ضرور ملے گی۔"

"یہ سچ ہے کہ میں تمہیں سمجھاتی رہی ہوں۔ تم سمجھنے بھی لگے ہو۔ پلیز۔ اس وقت گرم

مزاجی کو بھول کر میری بات سنو۔ میں تمہیں کچھ اور بھی سمجھانا چاہتی ہوں۔"

"کیا سمجھانا چاہتی ہو؟"

اس نے شہناز کو دیکھا۔ وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایشلے نے فون پر کہا۔ "کوئی اپنی غلطی کو سمجھ لے اور اس کا اعتراف کرے تو ہمیں اپنا غصہ تھوک دینا چاہئے۔ جو بھی راہ راست پر آئے اس کی قدر کرنی چاہئے۔"

"یہ تم کس کے بارے میں کہہ رہی ہو؟"

"وہ... دراصل شہناز کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔"

"تم کیسے جانتی ہو' وہ اپنی غلطی مان رہی ہے؟"

"شہناز خود مجھ سے یہ کہہ رہی ہے۔ ابھی میرے پاس بیٹھی ہے۔ تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔ دیکھو... انکار نہ کرنا۔ میں اسے فون دے رہی ہوں۔"

اس نے فوراً ہی کہا۔ "رک جاؤ۔"

وہ شہناز کی طرف فون بڑھاتے بڑھاتے رک گئی۔ وہ بولا۔ "کیا تم اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا چاہتی ہو؟ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے' پارسا بن کر پھر مجھ سے پیار کا ناٹک کرے گی۔ تم اس کی جھوٹی پارسائی پر نہ جاؤ۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ایک بار اس سے بات کرو۔ تمہیں غصہ تو آئے گا۔ مگر دل صاف ہو جائے گا۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایشلے نے کہا۔ "پلیز خان علی! یہ سوچ کر ہی بات کر لو کہ میں کہہ رہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ بات کراؤ۔"

ایشلے نے فون شہناز کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے لے کر کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو خان علی...!"

اس نے جواباً ایک گہری سانس لی۔ وہ ذرا ٹھہر کر بولی۔ "خان علی! تم بہت اچھے ہو اور تم جتنے اچھے ہو' میں اُتنی ہی بری ہوں۔"

وہ ذرا رکی۔ سچ بولنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ آدھی جان نکلتی رہتی ہے۔ اس کی بھی جیسے جان نکل رہی تھی۔ اس نے ایشلے کی طرف دیکھا۔ پھر حوصلہ کر کے فون پر بولنے لگی۔

"میں... یہ سچ ہے کہ میں اب تک تمہیں محبت کا فریب دیتی رہی۔ ابھی اس قدر شرمندہ ہوں کہ تمہارا سامنا بھی نہیں کر سکتی۔ اس لئے منہ چھپا رہی ہوں اور فون پر بول رہی ہوں۔"

وہ پھر چپ ہو گئی۔ خان علی تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میں تمہیں بڑے خلوص سے' بڑی سچائی سے چاہتا تھا۔ آخر مجھے دھوکہ دینے کی وجہ کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "شیطانی حرکتیں کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی... بس دل میں شیطان اُچھلتا ہے۔ خود غرضی' غرور اور عجب سی مستی ہوتی ہے۔ پھر جو بھی جی میں آتا ہے' ہم کر گزرتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں مانتا ہوں۔ ہماری دنیا میں کتنے ہی پیغمبر ہدایت دینے' اچھی باتیں سمجھانے آئے۔ انہوں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ پھر بھی انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔ ان کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے۔"

وہ ایک ذرا ٹھہر کر بولا۔ "ایشلے کا یہ احسان مانو کہ اس نے ابھی تمہارے حوالے سے میری گرم مزاجی کو دھو ڈالا ہے۔ ورنہ میں تم سے زبان سے نہیں' گولی سے بات کرتا۔ یہ بھی تمہاری خود غرضی اور مکاری ہے کہ تم نے براہ راست مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ معافی مانگنے کے لئے ایشلے کو استعمال کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "ہاں۔ کیونکہ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ نہ ہی تمہیں قاتل بنا کر سولی پر چڑھانا چاہتی ہوں۔"

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بہت ہی ڈھیٹ ہو۔ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد تو انسان شرمندگی سے ہی مر جاتا ہے۔ خیر... شرم اور غیرت کی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اب بولو...! کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "مجھے کہتے ہوئے ندامت ہو رہی ہے۔ دراصل... خان علی! میں... تمہارے قابل نہیں رہی۔"

وہ بولتے بولتے ذرا رکی، پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "وہ... میں و.جی کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

وہ آگے نہ بول سکی۔ جواب سننا چاہتی تھی۔ ادھر وہ خاموش تھا۔ شاید اسے غصہ آ رہا تھا یا پھر سوچ رہا تھا کہ اچھا ہے' جو بویا تھا' اسے کاٹنے والی ہے۔

شہناز کی توقع کے مطابق وہ غصے سے بھڑک نہیں رہا تھا۔ ان لمحات میں سوچ رہا تھا۔ "اتنی بڑی بات جسے شہناز کو مجھ سے چھپانا چاہئے تھا۔ وہ بتا رہی ہے۔ یہ بچے کو ضائع کر کے پھر مجھے دھوکہ دے سکتی تھی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا..."

خان علی نے ایک بار شہناز سے کہا تھا۔ "مجھ سے محبت لو' دولت لو' میری جان لے لو۔ مگر

کبھی دھوکہ نہ دینا۔ میں جھوٹ اور فریب برداشت نہیں کرتا۔ گولی مار دیتا ہوں۔"

مگر اب شہناز کی سچ بیانی متاثر کر رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جواباً کیا کہنا چاہئے؟ کیا کرنا چاہئے؟

وہ خاموش تھا۔ شہناز نے اٹکتے ہوئے کہا۔ "ہیلو خان علی! پلیز۔ خاموش نہ رہو۔ میں... میں چاہتی ہوں' مجھے باتیں سناؤ۔ گالیاں دو۔ کیا مجھے مار ڈالنا نہیں چاہو گے؟"

اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "تم تو مر چکی ہو۔ مجھے دھوکا دیتی رہیں' شرم اور غیرت کو قتل کرتی رہیں۔ اب میرے لئے ایک ایسی زندہ لاش بن گئی ہو' جسے میں اپنے ہاتھوں سے دفن بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

اس کی باتیں سن کر وہ سسک پڑی۔ روتے ہوئے بولی۔ "میں آخری بار فون پر بول رہی ہوں۔ مجھ سے جتنی نفرت کر سکتے ہو' کرو۔ مگر آخر میں معاف کر دو۔ میں نے برائی کی۔ تم اچھائی کا ایک کلمہ ادا کر دو۔ میرے لئے نہیں...."

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "میرے لئے نہیں خان علی! میرے بچے کے لئے.... اس ننھے سے وجود نے میری سوچ' میرا مزاج بدل دیا ہے۔ اس کے لئے دل میں نیکی رکھو اور خدا سے کہو کہ وہ اس ننھے معصوم کو ایک باپ کی صحیح شناخت دے اور ماں باپ کو آئندہ حرام کاری سے باز رکھے۔"

اس نے ایک گہری سانس کے ساتھ کہا۔ "آمین.... میں تمہارے اور اس بچے کی بہتری کے لئے دعا کروں گا۔ فون ایشلے کو دو۔"

اس نے فون ایشلے کی طرف بڑھا دیا۔ ایسے وقت بٹر فلائی ہوسپٹل کے ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی وہاں آئی تو ایشلے کے کمرے میں شہناز کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ہوسپٹل کے باہر وکی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا' خان علی وہاں ہوگا۔ وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بٹر فلائی نے پلٹ کر کوریڈور کے ایک کونے میں آ کر فون کے ذریعے وکی سے کہا۔ "یہاں ایشلے کے کمرے میں خان علی تو نہیں ہے۔ مگر تمہاری وہ شہناز ہے۔ کیا تم یہاں آنا چاہو گے؟"

"نہیں... شہناز گلے پڑ جائے گی۔ میں اسے ٹائم نہیں دے سکوں گا۔ نانا جان کو وہاں سے واپس لانا ہے۔ اس سے پہلے ایک ذرا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ تم کمرے میں جاؤ اور ایشلے سے باتیں کرو۔"

"شہناز تمہارا ذکر سنے گی تو تمہارے متعلق سوالات کرے گی۔ میرے ذریعے تم سے ملنا چاہے گی۔"

"تم اسے میرا فون نمبر دے سکتی ہو۔"

"آل رائٹ۔ میں کمرے میں جا رہی ہوں۔"

بٹر فلائی فون بند کر کے دروازے پر آئی۔ ہولے سے دستک دینے کے بعد بولی۔ "ہائے...! مجھے بٹر فلائی کہتے ہیں۔"

خان علی سے رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ ان دونوں نے ٹھٹک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ "تم مجھے نہیں جانتیں۔ میں وکی کی بہن ہوں۔ کیا اندر آ سکتی ہوں؟"

"وکی...؟" شہناز اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ وکی... وہی وکی' جس کے لئے تم اپنے خان علی سے چیٹ کرتی رہی ہو۔"

شہناز نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں وکی کو نہیں' وجی کو جانتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ہاں۔ تم اسے وجی سمجھتی ہو۔ مگر وہ وکی ہے۔ وقار علی واسطی...."

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "وقار علی واسطی...؟"

"ہاں۔ وہ وجی بن کر یعنی وجاہت علی واسطی بن کر تمہاری زندگی میں آیا تھا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ وجی کا بھائی وکی ہے۔ اس کا اسکاٹ لینڈ یارڈ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔"

شہناز نے پریشان ہو کر ایشلے کی طرف دیکھا۔ اس نے بٹر فلائی سے کہا۔ "چلو۔ مان لیتے ہیں۔ وہ وکی ہے۔ مگر یہ بتاؤ' تم مسلمان نہیں لگتیں۔ پھر اس کی بہن کیسے ہو گئیں؟"

شہناز نے کہا۔ "وجی کی کوئی بہن' کوئی بھائی نہیں ہے۔ پتہ نہیں یہ کون ہے؟ کیوں ایسا جھوٹ بول رہی ہے؟"

شہناز کی پریشانی بجا تھی۔ کیونکہ اپنی ماں کی طرح وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ہم جڑواں بھائی ہیں اور اب تک وکی اسے دھوکا دیتا رہا ہے۔

بٹر فلائی نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "تم ان کے بارے میں اتنا نہیں جانتیں' جتنا میں جانتی ہوں۔ وہ جڑواں بھائی ہیں اور ان کی ایک بہن بھی ہے۔ اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اس کی منہ بولی سسٹر ہوں۔ دلوں میں سچی محبت ہو تو زبان سے قائم کئے ہوئے رشتے لہو کے رشتوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔"

شہناز نے پریشان ہو کر کہا۔ "یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم مجھے کیوں الجھا رہی ہو؟"

"الجھا نہیں رہی ہوں۔ تمہاری الجھن دور کر رہی ہوں۔ تمہاری زندگی میں وجی کبھی آیا ہی نہیں ہے۔ تم ہمیشہ وکی سے ملتی رہی ہو۔"

ایشلے نے شہناز کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "پریشان کیوں ہوتی ہو؟ یوں سوچو کہ صرف نام بدل گیا ہے۔ بندہ وہی ہے۔"

شہناز نے بٹر فلائی سے پوچھا۔ "مگر وجی... نہیں وکی... وکی کہاں ہے؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اس وقت میرا بھائی بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہے۔ اس نے کہا ہے' ایشلے اس کی مشکل آسان کر سکتی ہے۔"

ایشلے نے کہا۔ "یقیناً وکی نے بڑے اعتماد سے یہ بات کہی ہے۔ وہ میرا محسن ہے' بے شک۔ میں اس کے مشکل وقت میں کام آؤں گی۔ مگر وہ ہے کہاں؟ خود کیوں نہیں آیا؟"

شہناز نے بے چین ہو کر کہا۔ "ہاں۔ بتاؤ' وہ کہاں ہے؟ میں بھی اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

بٹر فلائی نے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ خان علی اسے ایشلے کے پاس دیکھنا نہیں چاہے گا۔ اسی لئے اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

ایشلے نے کہا۔ "مجھے یقین ہونا چاہئے کہ تم اس کی منہ بولی بہن ہو اور واقعی اس کا کوئی مسئلہ پیش کرنے آئی ہو۔"

"ابھی اس سے فون پر معلوم کر لو۔"

"اس نے شاید نمبر بدل لیا ہے۔ رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔"

بٹر فلائی نے فون نکالتے ہوئے کہا۔ "ابھی بات کراتی ہوں۔"

شہناز نے فوراً ہی کہا۔ "پلیز۔ مجھے اس کا نمبر دو۔ میں اس سے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

بٹر فلائی نے کہا۔ "ایشلے کی طرح تم بھی مجھے نہیں جانتیں۔ مگر مجھے یہ تو معلوم ہے کہ تم میرے بھائی کی گرل فرینڈ شہناز ہو۔ ذرا صبر کرو پھر بات کر سکو گی۔"

اس نے فون پر کہا۔ "ہیلو وکی! میں ایشلے کے پاس ہوں۔ یہ لو اس سے بات کرو۔"

ایشلے نے فون لے کر پوچھا۔ "ہیلو وکی...! یہ تم ہو؟"

"ہاں۔ میں وکی بول رہا ہوں۔ تم سے بہت ضروری کام ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہاں آؤں اور خان علی سے بدمزگی ہو۔ بٹر فلائی بتائے گی کہ میں کس مسئلے سے دوچار ہو رہا ہوں اور تم کس طرح میرا مسئلہ حل کر سکتی ہو۔"

وہ بولی۔ "میں جی جان سے تمہارے کام آؤں گی۔ مگر اس بات کی شکایت ہے کہ تم نے مجھے اپنا درست نام کیوں نہیں بتایا تھا؟"

"میرا اپنا ایک مزاج ہے۔ میں اپنے انداز سے زندگی کی مختلف بازیاں کھیلتا ہوں۔ تمہیں شکایت نہیں کرنی چاہئے۔"

شہناز اس سے بات کرنے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ ایشلے نے فون پر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ یہاں ابھی خان علی نہیں ہے۔ تم آ جاتے تو بہتر ہوتا۔"

"میں آؤں گا اور تمہارے خان علی سے بھی اختلافات کے باوجود ملنا چاہوں گا۔ دراصل وہی میرا یہ سنگین اور اہم مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم میری طرف سے صفائی پیش کرو۔ کسی بھی طرح اس کا دل میری طرف سے صاف کر دو۔"

ایشلے نے شہناز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے صحیح وقت پر فون کیا ہے۔ ابھی شہناز مجھ سے ملنے آئی ہے۔ اس نے فون پر خان علی سے باتیں کی ہیں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے کہ وہ تم دونوں کو پیار کا فریب دے رہی تھی۔ اب یہ جھوٹ اور فریب سے باز آ گئی ہے۔ آئندہ خان علی کی طرف رخ بھی نہیں کرے گی۔ صرف تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔"

وکی نے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "پلیز۔ فی الحال صرف میرے مسئلے پر بات کرو۔"

"یہ بھی تمہارا ہی معاملہ ہے۔ شہناز نے اپنی طرف سے خان علی کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ نہ یہ اس کی محبوبہ رہی' نہ تم اس کے رقیب رہے۔ تمہیں شہناز کی قدر کرنی چاہئے۔ مجھ سے پہلے اس نے خان علی کے دل سے نفرت اور اختلافات ختم کئے ہیں۔ اگر خان کو اب بھی تم سے شکایت ہوگی تو اسے میں دور کروں گی۔"

وکی نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔ وہ پکی فراڈ ہے۔ اس نے اپنی فطرت کے خلاف خان علی جیسے دولت مند کو ڈسنا کیوں چھوڑ دیا؟ مجھ پر کیوں مہربان ہو کر سچا عشق فرما رہی ہے؟"

"وکی! عورت کو عورت سمجھتی ہے۔ میں شہناز کو پورے یقین کے ساتھ سمجھ گئی ہوں۔ اس کا دل آئینے کی طرح صاف ہو گیا ہے اور اس آئینے میں تم اور صرف تم ہی ہو۔ ابھی اس سے بات کرو۔ تب تک میں بٹر فلائی سے سنتی ہوں کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟"

شہناز بڑی احسان مندی سے ایشلے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے فون لے کر کان سے لگایا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ہیلو وجی... نہیں وکی...!"

اس نے مختصر سا جواب دیا۔ ”ہوں...“

شہناز نے پوچھا۔ ”یہ سب کیا ہے وکی...! تم مجھ سے وجی بن کر فراڈ کیوں کرتے رہے؟ یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم وجی کے بھائی وکی ہو؟“

وہ بولتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی۔ کمرے سے باہر آ گئی۔ تاکہ ایشلے اور بٹر فلائی اپنے باتیں جاری رکھ سکیں۔ وکی نے کہا۔ ”تمہاری شکایت بے کار ہے۔ کیونکہ فراڈ کرنے تم پہلے میری طرف آئی تھیں۔ کیا یاد دلاؤں؟“

اس نے سر جھکا کر کہا۔ ”نہیں۔ یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے سب یاد ہے۔ میں تو نشانہ بنانے آئی تھی۔ مگر خود نشانہ بن گئی۔“

”اچھا... یعنی صیاد اپنے دام میں خود آ گیا؟“

”ہاں۔ کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ تم کہاں گم ہو گئے ہو؟ میں ڈوبنے والی ہوں وکی! صرف تمہیں جیت لینے کے لئے ساری دنیا کو ہار رہی ہوں۔ اپنے ماں باپ اور بھائی سب کو چھوڑ کر صرف تمہاری آغوش میں رہنا چاہتی ہوں۔“

وکی اس کی باتیں سن رہا تھا اور دور تک سوچ رہا تھا کہ اس کا باپ راجہ تسلیم نواز نانا جان کے قریب ہے۔ وہ بیٹی کے ذریعے باپ سے کس طرح کام لے سکے گا۔

اس نے کہا۔ ”بٹر فلائی کو فون واپس کرو۔ میں تمہارے فون پر رابطہ کر رہا ہوں۔“

وہ شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ شہناز نے کمرے میں آ کر بٹر فلائی کو فون واپس کیا۔ پھر اپنا بیگ اٹھا کر باہر آ گئی۔ کالنگ ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے فون نکال کر کان سے لگایا۔ وکی کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو... بٹر فلائی اور ایشلے کو باتیں کرنے دو۔ تم باہر آ جاؤ۔“

”میں کمرے سے نکل آئی ہوں۔ کوریڈور میں ہوں۔“

”ہوسپٹل سے باہر پارکنگ ایریا میں آؤ۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی‘ ہسپتال کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے بولی۔ ”میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے اپنے پاس بلاؤ۔“

”میں بہت دور ہوں۔ تم پاس نہیں آ سکو گی۔“

”میں سات سمندروں سے گزر کر دنیا کے آخری سرے تک دوڑی چلی آؤں گی۔ مجھے بتاؤ تو سہی تم کہاں ہو؟“

وہ ہسپتال کی عمارت سے باہر پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔ اس نے کہا۔ ”تو پھر

کار نمبر فور زیرو وائٹ زیرو نائن میں جاؤ۔ بٹر فلائی کی وہ کار لاک نہیں ہے۔“

اس کی نگاہوں کے سامنے کئی گاڑیاں تھیں۔ وہ نمبر پلیٹ پڑھتی ہوئی فور زیرو وائٹ زیرو نائن کے پاس آئی۔ اسی وقت اگلی سیٹ کا دروازہ کھل گیا۔ اس نے کھلے ہوئے دروازے کو تھام کر جھک کر دیکھا تو خوشی سے چیخ پڑی۔ ”وکی...!“

وہ تڑپ کر اندر گھستی ہوئی‘ اگلی سیٹ پر چڑھتی ہوئی آ کر اس پر لد گئی۔ ایسی دیوانگی سے لپٹ گئی۔ جیسے اس کے اندر گھس کر پھر واپس نہ آنا چاہتی ہو۔ وکی نے جواباً دیوانگی نہیں دکھائی۔ مگر دونوں بازوؤں میں اسے تھام لیا۔

جو ضروری ہوا سے تھام لیا جاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ شہناز ضروری ہے۔ آئندہ اس کے کام آ سکتی ہے۔

وہ خوشی سے رو رہی تھی۔ اسے اِدھر اُدھر سے چوم رہی تھی۔ ”آئی لو یو وکی! خدا جانتا ہے‘ یہ رسمی الفاظ نہیں ہیں۔ میرا دل‘ میرا دماغ کہتا ہے کہ تم سے پیار نہیں کروں گی تو مر جاؤں گی۔“

وہ چاہتیں دے رہی تھی اور وہ خاموشی سے اس کی چاہتوں کو وصول کر رہا تھا۔ شہناز کے والہانہ انداز میں اور پیار کی شدت میں بڑی کشش تھی۔ وہ متاثر ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چونک گیا۔ وہ بڑے جذبے سے کہہ رہی تھی۔ ”وکی! میری جان! ہماری محبت رنگ لا رہی ہے۔ بہت بڑی خوشخبری ہے۔ تم باپ بننے والے ہو۔“

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

وہ چھوڑنے والی نہیں تھی۔ الگ نہیں ہو رہی تھی۔ بڑے جذبے سے بول رہی تھی۔ ”کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟ بولو ہوئی ہے۔ میں نے تمہارے پیار کو اپنے اندر چھپا لیا ہے۔ یہ میرے لہو میں دوڑ رہا ہے۔ مجھے انعام دو‘ مجھے پیار کرو۔“

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے چوم کر بولا۔ ”آرام سے بیٹھو اور باتیں کرو۔ یہ تم بہت بڑی فکر میں مبتلا کرنے والی بات کہہ رہی ہو۔“

وہ الگ ہو گئی۔ پھر اس سے لگ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ”فکر کیسی...؟ ہم نے پیار کیا ہے‘ کوئی گناہ نہیں کیا۔“

”عشق و محبت کے جنون میں ایسی جذباتی باتیں سننے میں اچھی لگتی ہیں۔ لیکن جو ناجائز ہے‘ گناہ ہے‘ وہ گناہ ہی رہتا ہے۔“

"میں مانتی ہوں۔ ہم مسلمان ہیں۔ مشرقی تہذیب کے پروردہ ہیں۔ اپنے بچے کو ناجائز کہلانے نہیں دیں گے۔ فوراً ہی کورٹ میرج کرلیں گے۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم اس وقت بڑی مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ سلطان ظفر نے نانا جان کو اغواء کیا ہے۔ ہمارے لئے بہت بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔ توجہ سے میری باتیں سنو اور ہمارے حالات کو سمجھو۔"

وہ ساتھ والی سیٹ پر ذرا الگ ہوکر بیٹھ گئی۔ وکی اسے بتانے لگا کہ نانا جان کو اغواء کرکے خان علی کے باپ خان اعظم خان کے علاقے میں پہنچایا گیا ہے۔ وہاں شہناز کا باپ راجہ تسلیم نواز خان اعظم کے دستِ راست کی حیثیت سے رہتا ہے اور اپنے مزاج کے مطابق نانا جان کے خلاف سلطان ظفر کا ساتھ دے رہا ہے۔

شہناز نے کہا۔ "میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ پاپا کو مجبور کروں گی' وہ میرا اور تمہارا ساتھ دیں گے۔"

"کیا تم جانتی ہو' تمہارے پاپا خان اعظم کے منشیات کے دھندے میں ملوث ہیں؟"

"مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ نہ ہی کبھی معلوم کرنا ضروری سمجھا۔ بس اتنا سمجھتی ہوں کہ منشیات کے دھندے میں ان کا تعلق افغانستان سے ہے۔"

"یہ سمجھ لو کہ وہ ماہانہ لاکھوں روپے کماتے ہیں۔ ان کی پشت پر صرف خان اعظم ہی نہیں' سلطان ظفر بھی ہے۔ وہ ان لوگوں کے خلاف نہ تمہاری جیسی ایک بیٹی کی بات مانیں گے' نہ ساتھ دیں گے۔"

وہ بولی۔ "تمہارے نانا جان کی زندگی کی ایک ایک سانس میرے لئے اہم ہے۔ مجھے بتاؤ' میں ان کے لئے کیا کرسکتی ہوں؟"

"سوچنا ہوگا۔ عقل کہتی ہے' تمہارے پاپا لاکھوں روپے کی آمدنی سے محروم ہونے کے لئے کبھی ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔"

"وہ مجھے جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ میں جو کہوں گی' وہی کریں گے۔"

"ایک بیٹی کی حیثیت سے تمہاری خوش فہمی ہے۔ ورنہ ماں باپ پہلے بیٹے کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہ تمہاری خاطر بیٹے کو لاکھوں روپے کی آمدنی سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔"

وہ ذرا مایوس ہوکر بولی۔ "ہاں۔ ایسا ہوتا ہے۔ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کی اہمیت کم ہوتی ہے۔ پھر بھی میں انہیں آزماؤں گی۔ مجھے بتاؤ' نانا جان کی واپسی کے لئے ہم پاپا سے کس طرح کام لے سکتے ہیں؟"

"یہ تو میں تمہارے ڈیڈی سے باتیں کرنے کے بعد معلوم کروں گا کہ ان کا جھکاؤ کس طرف ہے؟ اور وہ تمہاری خاطر کس حد تک میرا ساتھ دے سکتے ہیں؟"

"تو پھر ابھی ان سے بات کرو۔"

"کروں گا.... پہلے یہ معلوم ہو کہ اشلے خان علی کو کس حد تک میری طرف مائل کرسکتی ہے؟ وہ میرے لئے سب سے اہم ہے۔"

"تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اشلے کے پاس چلو۔ خود اس سے بات کرو۔"

"نہیں۔ اشلے پہلے بٹر فلائی سے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد خان علی سے اپنے طور پر باتیں کرے گی۔ اسے میری طرف مائل کرے گی۔ پھر میں اپنے طریق کار کے مطابق اس سے مل کر اپنا کام نکالوں گا۔"

وہ اس کے بازو کو تھام کر بولی۔ "یہ سب ہوتا رہے گا۔ ہم نانا جان کی واپسی کے لئے ایک ذرا سی بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنے بچے کے لئے سوچو' کل ہی مجھ سے کورٹ میرج کرو۔ کیا تم اپنے بچے کی بدنامی چاہو گے؟"

وہ ذرا چپ رہا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تمہارے ماں باپ اور رخشی نے بڑے زخم لگائے ہیں۔ ہم ناجائز ہونے کا زخم کھاتے رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے' پاپا نے ہمیں شناخت دی ہے۔ میں بھی اپنے بچے کو اپنی پہچان دوں گا۔"

وہ خوش ہوکر اس سے لپٹ گئی۔ "وکی....! مائی لو! تم مجھے محبت ہی نہیں' عزت بھی دے رہے ہو۔ تم اب تک فون پر نہیں مل رہے تھے تو میں فکر اور پریشانی سے گھلتی جارہی تھی۔ تم مجھے نئی زندگی دے رہے ہو۔ میں تمہارے لئے جان دے دوں گی۔"

وہ احسان مند ہوکر بڑی عقیدت' بڑے جذبوں سے بول رہی تھی۔ ہوسپٹل کے اندر بٹر فلائی اشلے کو ہمارے تمام حالات بتا چکی تھی اور اب وہ اپنے محبوب خان علی سے فون پر باتیں کررہی تھی۔ انسانیت کے حوالے سے اسے یہ سمجھا رہی تھی کہ وکی کے نانا ایک قابل احترام بزرگ ہیں۔ انہیں سلطان ظفر جیسے بہروپیے مسلمان دشمن سے نجات دلانی چاہئے۔

خان علی نے فون پر کہا۔ "شہناز اور وکی ابتداء سے مجھے دھوکہ دیتے آئے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو برداشت نہیں کرتا' جو مجھے احمق سمجھ کر جھوٹ بولتے ہیں اور فریب دیتے ہیں۔"

اشلے نے کہا۔ "میں جانتی ہوں۔ تم ایسے لوگوں سے انتقام لیتے ہو۔ انہیں کبھی معاف نہیں کرتے۔"

"لیکن تمہاری خاطر میں نے شہناز کو معاف کیا ہے۔"

"یہ تمہارا بہترین عمل ہے۔ اگر گمراہ ہونے والے راہ راست پر آجائیں اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے معافی مانگیں اور آئندہ غلطیوں سے توبہ کریں تو انہیں معاف کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ تم نے شہناز کو معاف کیا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وکی بھی اپنی پچھلی غلطیوں کا اعتراف کر رہا ہے؟ اور معافی مانگنا چاہتا ہے؟"

"بیشک۔ اگرچہ وہ مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔ مگر ایک اچھا انسان بھی ہے۔ ایک بار میں نے تم سے کہا تھا' وہ ہمارا محسن ہے۔"

"وہ ہمارا محسن کیسے ہوگیا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ شہناز سے فلرٹ کر رہا تھا اور اسے تم سے دور کرتا رہا تھا۔ پھر یہ کہ اس نے میرے لئے راہیں ہموار کیں۔ تب ہی میں نے تمہارے دل میں جگہ بنائی ہے۔"

"مگر وہ دھوکہ دے کر ایسا کرتا رہا ہے۔"

"یہ سمجھو کہ تم عارضی طور پر دھوکہ کھا کر شہناز کے بہت بڑے فریب سے بچ گئے ہو اور بچنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تمہاری زندگی میں آگئی۔"

"میں بحث نہیں کروں گا' آگے بولو؟"

"یہ بحث کرنے والی نہیں' حقائق کو تسلیم کرنے والی باتیں ہیں۔ تم شہناز کے فریب سے بچ گئے اور میں تمہاری زندگی میں آگئی۔ کیا یہ واضح نتائج تمہارے سامنے نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔ میں تسلیم کر رہا ہوں۔"

"تو پھر یہ بھی تسلیم کرو کہ وکی کی بدولت ہمیں محبتیں اور مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "تم قائل کر رہی ہو کہ مجھے وکی کے کام آنا چاہئے۔"

"میں قائل کروں یا نہ کروں۔ تم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو' کیا اپنے محسن کے برے وقت میں کام نہیں آؤ گے؟"

"بیشک۔ جب بھی احسان اتارنے کا موقع آئے تو دو قدم آگے بڑھ کر اپنے محسن کے کام آنا چاہئے۔ میں وکی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہاں آجاؤ۔ میں اسے بھی یہیں بلا رہی ہوں۔"

"نہیں۔ پہلے ہم دو مردوں کے درمیان باتیں ہوں گی۔ تم اسے میرے اپارٹمنٹ کا پتہ بتاؤ۔ کیا وہ ابھی آئے گا؟"

"میں ابھی اس سے بات کرنے کے بعد کال بیک کروں گی۔"

اس نے فون بند کرنے کے بعد بٹر فلائی کو دیکھا۔ وہ اپنے فون پر وکی کے نمبر پنچ کرتے ہوئے بولی۔ "تھینکس گاڈ! میرا اندازہ ہے' تمہارا خان علی میرے بھائی کے کام آئے گا۔"

وہ بڑے فخر سے بولی۔ "میرا خان بہت اچھا ہے۔ اسے محبت دی جائے تو وہ جواباً محبت کی انتہا کر دیتا ہے۔"

بٹر فلائی نے رابطہ ہونے پر وکی سے کہا۔ "ہیلو وکی! ایشلے سے بات کرو۔"

ایشلے نے اس سے فون لے کر کہا۔ "خان علی سے باتیں ہو چکی ہیں۔ اسے تمہارے حالات بتائے ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے؟ یہ سب باتیں وہ تمہارے روبرو کرنا چاہتا ہے۔ کیا ابھی اس سے ملاقات کرو گے؟"

"ہاں۔ اپنے نانا جان کی خاطر ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ دیر کروں گا تو دشمن اپنی چال چل جائے گا۔ میں ابھی خان علی سے ملوں گا۔"

ایشلے نے اسے اس کے اپارٹمنٹ کا پتہ بتایا۔ وہ فون بند کرتے ہوئے شہناز سے بولا۔ "میں خان علی سے ملنے جا رہا ہوں۔ تم اپنے سوئیٹ سے اپنا سامان اٹھاؤ اور میرے اپارٹمنٹ میں چلی آجاؤ۔ یہ میرے وہاں کی چابی ہے۔"

اس نے چابی نکال کر اسے دی۔ وہ لیتے ہوئے بولی۔ "تم کب تک آؤ گے؟"

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مصروفیات کتنی بڑھتی رہیں گی؟ ویسے ہمارا رابطہ فون پر رہے گا۔"

وہ بولی۔ "میری زندگی میں بڑی انقلابی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ جھوٹ اور فریب ختم ہو چکا ہے۔ میں تمہاری شریکِ حیات بننے والی ہوں۔ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ ایسے وقت زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی ساتھ رہنے کے لئے جذباتی انداز میں نہ سوچو۔ ہمارے سنگین حالات کو سمجھو۔ پہلے تو یہ قطعی فیصلہ کرو کہ اپنے ماں باپ اور بھائی کو چھوڑ کر میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ کیونکہ میں ان کے ساتھ فیملی لائف نہیں گزاروں گا۔"

"میں صرف تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ آخری سانسوں تک رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ کار سے نکلتے ہوئے بولا۔ "تمہاری گاڑی میں چلوں گا۔ راستے میں باتیں ہوں گی۔"

وہ شہناز کے ساتھ اس کی کار میں آگیا۔ پھر خان علی کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "تم ابھی میرے اپارٹمنٹ میں جاؤ گی۔ وہاں جینا ہے۔ وہ کل صبح میری ماما اور پاپا کے پاس چلی

جائے گی۔ یعنی وکی کی ہونے والی دلہن ہمارے والدین کے پاس پہنچنے والی ہے۔“

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ”میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ میں تمہارے ساتھ صرف ازدواجی زندگی ہی نہیں' ایک بھرپور فیملی لائف بھی گزارنے والی ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں خان علی سے مل کر آؤں گا تو یہ طے کروں گا کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے؟“

وہ بڑی آسودگی سے گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ ”تقریباً بائیس برس پہلے ماما اور پاپا کا نکاح پڑھایا گیا تھا۔ اتنی مدت کے بعد انہیں گھریلو اور ازدواجی مسرتیں مل رہی ہیں۔ ہم دونوں بھائیوں کو جائز ولدیت مل چکی ہے۔ بہوئیں آئیں گی تو ہم سب ایک مکمل فیملی لائف گزاریں گے۔“

”ایسی تمام خوشیاں سمیٹنے کے لئے پہلے نانا جان کی واپسی لازمی ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس سلسلے میں اپنے پاپا سے کس طرح کام لے سکتی ہوں؟“

وکی نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ”کیا یہ تسلیم کروگی کہ تمہارے ماں باپ اور بھائی سب ہی دولت کے پجاری ہیں؟ سلطان کی طرف سے انہیں بہت بڑی رقم کی پیشکش ہوگی یا ہوچکی ہوگی اور تمہارے پاپا ہمارے نانا جان کو اس علاقے سے نکال کر سلطان کے پاس پہنچانے کے لئے راضی ہوگئے ہوں گے۔“

”میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔“

”ایک بیٹی اپنے باپ اور بھائی کو دولت کمانے سے روک نہیں پائے گی۔ فی الحال یہ معلوم کرو کہ تمہارے پاپا خان اعظم اور سلطان کے معاملات میں کیا کر رہے ہیں؟ ان میں سے درپردہ کس کا ساتھ دینے والے ہیں اور کتنی رقم کمانے والے ہیں؟“

”میں اپارٹمنٹ میں پہنچ کر ان سے بات کروں گی۔“

پھر وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ آج تک ماں باپ کے بے حیاء مشوروں کے مطابق اپنے حسن و شباب کو وکی اور خان علی کے درمیان داؤ پر لگاتی رہی۔ قسمت اس پر مہربان تھی' جو وہ خان علی کی تنہائی میں لٹنے اور برباد ہونے سے محفوظ رہی۔ اب حیاء کا تقاضا تھا کہ صرف وکی کی شریک حیات بن کر رہے اور وہ حیاء کی یہ بازی جیتنے کے لئے جی جان سے کوششیں کرنے والی تھی۔

❀✪❀

خان علی سونے جا رہا تھا۔ ایسے وقت ایشلے نے فون کے ذریعہ وکی کے مسئلے پر بات کی تھی۔ پھر یہ طے پایا تھا کہ وہ ابھی اس سے ملاقات کرنے آ رہا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہوکر اپنے باپ خان اعظم خان کے متعلق سوچ رہا تھا۔

پچھلے کئی برسوں سے باپ بیٹے کے درمیان کشیدگی تھی۔ افیون کی کاشت کے سلسلے میں کشیدگی پیدا ہوئی تھی۔ خان علی نشہ پھیلانے کے خلاف تھا اور خان اعظم بیٹے کے مزاج کے خلاف زمین کی کوکھ سے افیون اگاتا تھا اور اپنی لیبارٹری میں ہیروئن کا سفوف تیار کراتا تھا۔ پھر افیون اور ہیروئن یورپ اور پورے افریقہ تک پہنچاتا تھا۔

خان اعظم نے ابتدا میں بیٹے کی مخالفت کی پروا نہیں کی۔ حتیٰ کہ بیٹا اپنے دادا خان بابا سے اپنے حصے کی دولت لے کر باپ اور دادا سے دور ہوگیا۔ دادا چند ماہ کے بعد اس دنیا سے چل بسا۔ خان اعظم کو اپنی بوڑھی جوانی اور مردانگی پر ناز تھا۔ اس نے کہا۔ ”ایک بیٹے کے جانے سے کیا ہوتا ہے؟ میں ایسے درجنوں بیٹے پیدا کرسکتا ہوں۔ وہ تمام بیٹے منشیات کے دھندے کو جاری رکھیں گے۔“

اس نے ایک کے بعد ایک شادی کی۔ جس بیوی نے بیٹا پیدا نہیں کیا۔ اسے طلاق دے دی۔ یوں اس نے پندرہ برسوں میں آٹھ شادیاں کیں۔ چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹا ایک بھی نہ ہوا۔ تب اس نے تسلیم کیا کہ تقدیر سے نہیں لڑسکے گا۔ وہ اکلوتا بیٹا خان علی پہلے سے زیادہ اہم ہوگیا تھا۔

وہ اس لئے بھی اہم ہوگیا تھا کہ تین دامادوں کی طرف سے اندیشے پیدا ہورہے تھے۔ بیٹا واپس نہ آتا تو تین بیاہتا بیٹیاں اور ان کے شوہر پورے علاقے کی دولت و جائیداد اور افیون کے کھیتوں کے مالک بن سکتے تھے۔

تب اس نے مختلف ذرائع سے بچھڑے ہوئے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سے فون پر رابطہ کیا۔ اسے محبت سے سمجھایا کہ وہ واپس آجائے۔ جواب میں خان علی نے کہا۔ ”آپ ہمارے اختلافات کی وجہ ختم کردیں۔ منشیات کا دھندا بند کردیں۔ میں آپ کے قدموں میں آکر بیٹھ جاؤں گا۔“

وہ آئے دن لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل کرتا تھا۔ اس کی نظروں میں بیٹا نادان تھا۔ پوری دنیا میں ڈالرز کی حکمرانی تھی اور وہ حکمرانی کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹنے سے انکار کر رہا تھا۔

ایک باراس نے فون پر غصے میں خان علی کو برا بھلا کہا۔گالیاں بھی دیں تو اس نے فون بند کردیا تھا۔فون کی سم ہی بدل دی۔اس کے بعد پھر کبھی باپ سے بات نہیں کی۔

خان اعظم کے مزاج میں گرمی زیادہ تھی۔مغرور بھی تھا۔بیٹے کے سامنے جھکنا نہیں چاہتا تھا۔مگر بڑھاپا کہہ رہا تھا' جب کمر جھک رہی ہوتو نہ چاہنے کے باوجود جھکنا ہی پڑتا ہے۔پھر اسے معلوم ہوا کہ سلطان ظفر اس کے علاقے میں عسکری قوت بڑھانا چاہتا ہے۔اس مقصد کے لئے اس کے تینوں دامادوں سے خفیہ طور پر ملتا رہتا ہے۔ایک جوان بیٹے کے نہ ہونے سے وہ تینوں داماد سلطان کے کاندھے پر بندوق رکھ کر کسی دن اپنے سسر کو حویلی کے اندر ہی دفن کرسکتے تھے۔ایسے حالات میں بیٹا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

اس وقت خان علی اپنے اپارٹمنٹ میں تھا۔ایزی چیئر پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔''بابا جان منشیات کے دھندے سے باز نہیں آئیں گے۔میں کیا کروں؟ یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' تینوں بہنوئی میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھائیں گے۔وہ لوگ بابا جان کو قتل بھی کرسکتے ہیں۔''

وہ سوچ رہا تھا اور پریشان ہورہا تھا۔''بابا جان چٹانی ارادوں کے مالک ہیں۔وہ دھندے سے باز نہیں آئیں گے'یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ اپنے آس پاس دامادوں کو نہیں' آستین کے سانپوں کو پال رہے ہیں۔کسی بھی دن ڈس لیے جائیں گے۔اس کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہ کر میری واپسی کا انتظار کرتے رہیں گے۔''

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔اکثر راتوں کو تنہائی میں جب اپنے وطن کی' اپنی زمین کی اور اپنے ضدی باپ کی یاد آتی تو وہ اسی طرح بے چین ہوکر بستر پر اٹھ بیٹھتا تھا۔اس کا مزاج ایسا تھا کہ باپ کی بات ماننے کے باوجود منشیات کے دھندے کو سنبھال نہیں سکتا تھا۔وہ تو افیون کو زہر کہتا تھا اور اس زہر کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

وہ ٹہل رہا تھا۔کال بیل کی آواز سن کر رک گیا۔شاید وکی آگیا تھا۔اس نے گھڑی دیکھی۔پھر آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا۔اس نے ذرا سا کھولا تھا۔مگر وہ یکبارگی اس کے منہ پر آکر لگا۔باہر سے آنے والوں نے دروازے پر لات ماری تھی۔وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر سنبھل کر رکا۔وہاں دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔

اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔''گولی نہ چلانا میں نہتا ہوں۔ڈاکا ڈالنے آئے ہوتو یہاں تیس ہزار ڈالرز سے زیادہ نہیں ملیں گے۔''

وہ دونوں اندر آگئے۔ایک نے اسے نشانے پر رکھا تھا۔دوسرا فون کان سے لگائے کہہ

رہا تھا۔''ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔یہ اپارٹمنٹ میں اکیلا ہے۔تم تصدیق کرو' کیا یہی تمہارا مطلوبہ شخص ہے؟''

اس نے فون خان علی کی طرف بڑھا دیا۔وہ اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

''ہیلو....تم سب کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

جواباً گے گورڈن کی آواز سنائی دی۔اس نے کہا۔''اپنا نام بتاؤ؟''

''میرا نام خان علی ہے۔''

''کس کے بیٹے ہو؟ کس ملک سے آئے ہو؟''

''میں خان اعظم خان کا بیٹا ہوں۔افغانستان کا باشندہ ہوں۔''

''کیا زندہ سلامت رہ کر اپنے باپ تک پہنچنا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔''میں صرف سلامتی چاہتا ہوں۔باپ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔''

''مگر ہم تمہیں وہاں پہنچائیں گے۔''

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔''اس کا مطلب ہے' بابا جان زبردستی پر اتر آئے ہیں۔مجھے تم لوگوں کے ذریعے قیدی بنا کر اپنے پاس بلا رہے ہیں؟''

''ہم تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گے۔فون میرے آدمی کو دو اور منہ سے ایک آواز نکالے بغیر ان دونوں کے ساتھ باہر جاکر گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔شور مچاؤ گے' کسی کو مدد کے لئے بلاؤ گے'تو گولی چل جائے گی۔خوامخواہ حرام موت مارے جاؤ گے۔''

''تم جو چاہو گے' وہی کروں گا۔مگر پہلے بابا جان سے بات کراؤ۔میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ....''

گے گورڈن نے غصے سے کہا۔''یو شٹ اپ۔منہ سے ایک لفظ نہ نکالو۔فوراً یہ فون میرے آدمی کو دو۔اب اگر کچھ کہو گے اور وقت ضائع کرو گے تو یہ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔گولی چلائیں گے اور زخمی کرکے وہاں سے اٹھا کر لے آئیں گے۔''

اس نے فون واپس کردیا۔وہ گن مین اسے کان سے لگا کر بولا۔''کیا حکم ہے؟''

گے گورڈن نے کہا۔''یہی ہمارا مطلوبہ شخص ہے۔اسے لے آؤ' دیر نہ کرو۔بہت محتاط رہو۔''

اس نے فون بند کیا۔پھر دونوں نے خان علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔''یہاں سے چپ چاپ ہمارے آگے آگے چلو۔باہر گیٹ کے سامنے ایک بلیک مرسڈیز ہے۔اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔''

خان علی کبھی آسانی سے ان کے احکامات کی تعمیل نہ کرتا۔ مگر عقل نے سمجھایا کہ آخر باپ کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ اس لئے ان سے جھگڑا کر کے زخمی ہو کر' اپاہج بن کر نہیں جانا چاہئے۔

وہ خاموشی سے آگے آگے چلتا ہوا اپارٹمنٹ سے باہر آ گیا۔ چند گز کے فاصلے پر ایک بڑا سا گیٹ تھا۔ وہاں ایک بلیک مرسڈیز دکھائی دے رہی تھی۔ اس گاڑی کے قریب پہنچتے ہی ایک گن مین نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔ ''راجہ! دروازہ کھولو۔''

حکم سنتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھل گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک گن مین کا منہ کراہ کے ساتھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ دوسرا گن مین فوراً ہی پلٹ کر دیوار کی آڑ میں جانا چاہتا تھا۔ مگر اس کی بھی موت آ گئی تھی۔ وہ گولی کھا کر گرا پھر اٹھ نہ سکا۔

خان علی حیرانی اور پریشانی سے خاموش فائرنگ اور خاموش موت کے تماشے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے وکی کو کار کی پچھلی سیٹ سے باہر آتے دیکھا۔ وہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''ہائے خان علی! نئی زندگی مبارک ہو۔''

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ لوگ کون تھے؟ کیا تم ان کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہو؟''

''ابھی بتاتا ہوں۔ اپنی کار نکالو اور یہاں سے چلو۔ ورنہ ہم قتل کی واردات میں پکڑے جائیں گے۔''

وہ دونوں احاطے کے باہر ایک کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ خان علی نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ ''مجھے بتاؤ' یہ کون لوگ تھے؟''

اس نے کہا۔ ''میں تم سے ملنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔ ایسے وقت بلیک مرسڈیز سے ان دونوں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ گے گورڈن میرا سرپرست اور استاد رہ چکا ہے۔ میں اس کے ایک ایک آلۂ کار کو پہچانتا ہوں۔ انہیں دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ تمہارے ساتھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ گے گورڈن کون ہے؟''

''ہمارے بدترین دشمن سلطان ظفر کا ناجائز باپ ہے۔ یقیناً اپنے بیٹے کی پلاننگ کے مطابق تمہیں اغواء کرانا اور اپنا قیدی بنا کر رکھنا چاہتا ہوگا۔''

وہ بولا۔ ''میں دھوکا کھا رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ بابا جان زبردستی مجھے قیدی بنا کر اپنے

پاس بلا رہے ہیں۔''

''تمہارے بابا جان سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہاں کیا ہو رہا ہوگا؟ جب وہ دونوں تمہارے پاس گئے تو میں نے کار میں بیٹھے ہوئے شکار کو دبوچ لیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر بولنے پر مجبور کیا' تب میرا اندازہ درست نکلا۔ سلطان ظفر نہیں چاہتا کہ تم میرے ہاتھ لگو۔ مجھ سے راضی ہو جاؤ اور میں تمہاری مہربانی سے اپنے نانا جان کو وہاں سے واپس لے آؤں۔''

''اینشلے نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ تمہارے نانا ہمارے علاقے میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ یہ عام سی بات ہے۔ ہمارے علاقے میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن تم سے دشمنی کرنے کے لئے مجھے اغواء کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ یقیناً تمہارا معاملہ بہت سنگین ہے۔''

''تم ان کے ہاتھ نہیں لگے۔ اب تمہارا معاملہ بھی سنگین ہو گیا ہے۔ تمہیں پھر اغواء کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تم پر قاتلانہ حملے بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا پہلے تمہیں تحفظ فراہم کرنے کی تدبیر کرنی ہوگی۔''

''میں حالات کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ اب وہ آسانی سے مجھ پر قابو نہیں پا سکیں گے۔''

''تم نہیں جانتے سلطان ظفر پورے یورپ میں وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اس کی پشت پر میسونی تنظیم ہے اور سی آئی اے والے اس کی ہر مشکل آسان کر دیتے ہیں۔''

اس نے پریشان ہو کر وکی کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ جہاں بھی جاؤ گے' بو سونگھنے والے جاسوس وہاں تک پہنچ جائیں گے۔''

''کیا سلطان اتنا پاورفل ہے؟''

''اتنا ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ فکر میں مبتلا ہو گیا۔ وکی نے کہا۔ ''تمہارے ساتھ ساتھ اینشلے بھی مشکلات سے گزرنے والی ہے۔ دشمن جانتے ہیں' وہ اس وقت ہوسپٹل میں ہے۔''

وہ تڑپ کر راستہ بدلتے ہوئے بولا۔ ''پھر تو ہمیں فوراً ہوسپٹل جانا چاہئے۔''

وکی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''وہ اب ہوسپٹل میں نہیں ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ جب میں نے گے گورڈن کے آدمیوں کو تمہارے اپارٹمنٹ میں جاتے دیکھا۔ تب ہی اینشلے کو فون پر کہہ دیا تھا کہ وہ میری بہن کے ساتھ چلی جائے۔ جہاں وہ پہنچے گی' ابھی تم بھی وہیں پہنچو گے۔''

وہ پہلی بار بڑی احسان مندی سے وکی کو دیکھنے لگا۔ پھر محبت سے بولا۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہیں سمجھنے میں غلطی کر رہا تھا۔ یہ بتاؤ' جانا کہاں ہے؟''

وہ اسے سیدھے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''میرا ایک خفیہ اڈہ ہے۔ وہاں تم اور ایشلے محفوظ رہو گے۔ میرا ایک آلۂ کار بہت ہی ماہر میک اپ مین ہے۔ وہ تمہارا چہرہ بدل دے گا۔ پھر تم چھپ کر نہیں رہو گے۔ جہاں چاہو گے' جاؤ گے۔ کوئی تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔''

وہ سر ہلا کر بولا۔ ''ہوں... چہرہ بدلنا ہی ہوگا۔''

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''اگر میں وکی سے نفرت کرتا رہتا۔ ایشلے کی سفارش کے باوجود اس سے ملاقات کرنے پر راضی نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟''

اس نے ایک لمبی سانس کھینچی۔ ''تو پھر یہی ہوتا کہ وکی ملاقات کے لئے نہ آتا اور دشمن مجھے گن پوائنٹ پر لے جا کر قیدی بنا لیتے۔ تقدیر نے میری سلامتی کے لئے وکی کی ملاقات کو ایک بہانہ بنایا ہے۔ ایک طرح سے سبق مل رہا ہے کہ مجھے ضرور اس کے کام آنا چاہئے۔''



رخشی صبح کی فلائیٹ سے اسلام آباد جانے کی تیاریاں کر چکی تھی۔ سلطان ظفر نے کہا تھا۔ ''مام! وہاں میرے آدمی یٰنم کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ بھی اپنے طور پر معلوم کرتی رہیں گی کہ اسے کہاں چھپایا گیا ہے؟''

رخشی نے کہا۔ ''میں ایسے بدمعاشوں سے کام لوں گی' جو گھروں کے اندر سے مطلوبہ چیزیں نکال لاتے ہیں۔ یٰنم ایک بار ہاتھ آجائے تو پھر ہم دشمنوں کو اس کی ہوا بھی لگنے نہیں دیں گے۔''

وہ بولا۔ ''میں آپ سے کہہ رہا ہوں اور اپنے آدمیوں سے بھی کہا ہے' جیسے بھی وہ ہاتھ آئے' اسے میرے علاقے میں پہنچا دیا جائے۔ پھر کوئی مائی کا لعل اسے ہم سے چھیننے کے لئے ادھر کا رخ بھی نہیں کر سکے گا۔''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''میرا بیٹا فوجی قوت رکھتا ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی عسکری قوتیں بھی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں پاتیں۔ یٰنم تمہارے پاس پہنچے گی تو وکی اور وجی تلملا کر رہ جائیں گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''تمہاری طرف تو صرف موت آتی ہے۔ دشمن آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ میرا بیٹا جیوے ہزاروں سال....''

پھر وہ ہنستے ہنستے چپ ہوگئی۔ سلطان نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ سنجیدگی سے بولی۔ ''ہم اپنی دنیا میں تہذیبی روایات اور اخلاقی طور طریقوں کے بغیر زندگی گزار نہیں پاتے۔ میں نے دنیا والوں کی پروا کئے بغیر گے گورڈن کے ساتھ ایک بے لگام زندگی شروع کی۔ جس کے نتیجے میں تمہیں ناجائز کہا جاتا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ یورپ کے صرف چند ممالک میں باپ کا نام پوچھا نہیں جاتا۔ ورنہ ہم جیسے لوگ ہر جگہ حرام کی اولاد کہلاتے ہیں۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''ہم وجی اور وکی کی پیدائش سے لے کر اب تک ان پر کیچڑ اُچھالتے آرہے ہیں۔ مگر جو جائز ہوتے ہیں' انہیں جائز شناخت مل ہی جاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں' جب یٰنم کو تمہارے پاس پہنچایا جائے تو تم اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔ پہلے نکاح پڑھواؤ۔''

''فکر نہ کریں۔ اب کوئی نہیں جانتا کہ میں گے گورڈن سے ہوں۔ ایک معلّم اور مجاہد اعظم کی حیثیت سے پوری دنیا میں شہرت پا رہا ہوں۔ آئندہ میری نسلیں بھی جائز اور معزز کہلاتی رہیں گی۔''

''ضرور کہلائیں گی۔ تمہارے ہاتھوں میں اسلحہ ہے اور پیچھے فوج ہے۔ تم خود کو منوا رہے ہو اور یہ دنیا جارحانہ قوتوں کو ہی مانتی ہے۔ تمہیں بھی مانتی رہے گی۔''

''ڈیڈ نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ ابھی انہوں نے فون پر بتایا ہے' ان کے آدمی خان علی کے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئے تھے۔ اسے گن پوائنٹ پر وہاں سے لے گئے ہیں۔''

''تمہارا باپ جرائم کی دنیا میں ہمیشہ اپنا سکہ جماتا رہا ہے۔ اس نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی۔ بس ایک بار وکی کے ہاتھوں دھوکا کھا چکا ہے۔''

''جنگ جاری رہے تو ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ ڈیڈ نے خان علی کو اغواء کر کے وکی کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اب وہ اپنے نانا کو اس علاقے سے واپس نہیں لا سکے گا۔''

اسی وقت گے گورڈن نے کمرے میں آکر پوچھا۔ ''رخشی! کیا تم ظفر سے بات کر رہی ہو؟ میں فون پر کوشش کر رہا ہوں۔ اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ میں اپنے بیٹے سے بات کر رہی ہوں۔ ابھی یہ تمہاری ہی بات کر رہا تھا۔ تم نے خان علی کو اغواء کر کے علیم شیرازی کی پوری فیملی کو پھر سے دلدل میں پھینک دیا ہے۔''

وہ پریشان تھا۔ اس سے اور بیٹے سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر وہ فتح و کامرانی کی مستی میں جھوم رہی تھی۔ فون کان سے لگائے ادھر سے ادھر اٹھلا رہی تھی۔ بولتی ہی چلی جا رہی

تھی۔اس نے آگے بڑھ کر اس سے فون چھین لیا۔

وہ میٹھی ناراضی سے بولی۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟ مجھے بیٹے سے بات تو کرنے دو۔''

''پہلے ضروری باتیں ہوں گی اور تم بھی سنو۔''

پھر اس نے فون پر کہا۔ ''ہیلو بیٹے! کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کس سلسلے میں گڑبڑ ہو رہی ہے؟''

''میرے تین آدمی جو خان علی کو اس اپارٹمنٹ سے لے گئے تھے۔ان سے فون پر رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

رخشی نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔دوسری طرف سے سلطان ظفر نے کہا۔ ''فوراً معلوم کرو' رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ وہ کہاں مر گئے ہیں؟ کیا انہیں تاکید نہیں کی گئی تھی کہ مسلسل رابطے میں رہیں؟''

''تاکید کی تھی۔وہ سب اپنے کام میں مہارت رکھتے ہیں۔ان تینوں کے پاس ایک ہی فون ہے۔شاید اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔''

''اسے جہاں قیدی بنا کر رکھنے والے تھے۔وہاں معلوم کرو۔''

''میں معلوم کر چکا ہوں۔وہ خان علی کو لے کر وہاں نہیں پہنچے ہیں۔''

''کیا بہت لمبا راستہ ہے؟ کیا وہ جگہ بہت دور ہے؟ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟''

''سمجھ میں نہیں آرہا ہے' وہ تینوں کہاں گم ہو گئے ہیں؟ ویسے خان علی نے ہم سے نجات حاصل نہیں کی ہے۔اگر کر لیتا تو میری اس سے فون پر بات ضرور ہوتی۔وہ بھی لاپتہ ہے۔''

''پھر تو امید ہے' وہ ہمارے شکنجے سے نہیں نکلا ہوگا۔اب تمہیں گے گورڈن کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچانے گا۔تم اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جا کر معلوم کرو۔ان تینوں کے ساتھ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟''

''میں انتظار کر رہا ہوں۔اب تب میں ان کی طرف سے کال آسکتی ہے۔''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''تم انتظار کرتے رہو گے۔ ادھر میرا خون خشک ہوتا رہے گا۔کامیابی ناکامی میں بدل سکتی ہے۔وہ شیطان کی اولاد کوئی گڑبڑ کر سکتا ہے۔''

''بیٹے! رات کے دو بج رہے ہیں۔وہ پرسکون رہائشی علاقہ ہے۔میں اتنی رات کو وہاں سے گزرتا ہوا جاؤں گا' رک کر کسی طرح کی معلومات حاصل کروں گا تو یہ سوال پیدا ہوگا' میں کون ہوں؟ خان علی کے بارے میں کیوں انکوائری کر رہا ہوں؟ ذرا صبر کرو۔صبح کے بعد ہی ادھر جانا مناسب ہوگا۔''

اس کی جیب میں رکھے ہوئے فون سے کالنگ ٹون سنائی دی۔وہ بولا۔ ''بیٹے! ذرا ایک منٹ...کال آرہی ہے۔میں بات کر رہا ہوں۔تم بھی سنو۔''

اس نے فون نکال کر دیکھا۔اسکرین پر اسی آلۂ کار کے نمبر دکھائی دے رہے تھے' جسے خان علی کو ٹریپ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔اس نے ''تھینکس گاڈ'' کہتے ہوئے فون کو کان سے لگا کر کہا۔ ''ہاں بولو.....!''

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ ''تم بولو...کون ہو؟ ایک گھنٹہ پہلے تم نے اس نمبر پر بات کی تھی۔''

اجنبی لب و لہجہ سن کر گے گورڈن کا ماتھا ٹھنکا۔کوئی بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں نے فون نہیں کیا تھا۔رانگ کال لگ گئی تھی۔''

دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا۔ ''رانگ کال ایک بار لگتی ہے۔تم ہر آدھے گھنٹے یا پندرہ منٹ بعد اس نمبر پر بات کرتے رہے ہو۔''

''بات کیا ہے؟ تم پولیس والوں کی طرح کیوں بول رہے ہو؟''

''میں پولیس والا ہی ہوں۔انسپکٹر جان ریڈی بول رہا ہوں۔قانون کے محافظ سے تعاون کرو۔یہاں آؤ یا اپنا پتہ بتاؤ؟ ہم آتے ہیں۔''

''میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ابھی آؤں گا۔مگر یہ تو بتاؤ' معاملہ کیا ہے؟''

رخشی نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''یہاں آؤ۔تمہیں ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔''

''سوری۔میں نہیں جانتا' تم کون ہو؟ کہاں بلا رہے ہو؟ مجھے اپنے اعتماد میں لینے کے لئے پہلے اس فون والے سے بات کراؤ۔''

''لاشیں باتیں نہیں کرتیں۔یہاں ایک نہیں' تین لاشیں ہیں اور تم یقیناً ان تینوں کو جانتے ہو۔''

وہ پریشان ہو کر سامنے کھڑی ہوئی رخشی کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''کیا... تین لاشیں ہیں؟ انہیں کس نے مارا ہے؟''

''یہ معلوم ہوتا تو تمہیں فون نہ کرتے۔قاتل کے پاس پہنچ جاتے۔''

''مگر یہ واردات ہوئی کہاں ہے؟''

''ہم پتہ بتا رہے ہیں۔فوراً یہاں آجاؤ۔''

رخشی اشاروں میں اس سے پوچھ رہی تھی کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ اس نے فون پر

کہا۔ ”پہلے یہ بتاؤ' ان تینوں کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ اگر تھا تو وہ کہاں ہے؟ ابھی تمہارے ساتھ ہے تو مجھ سے بات کراؤ۔“

اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ”یہاں آؤ گے تو ساری باتیں سامنے آجائیں گی۔“

”میں کیا پاگل کا بچہ ہوں؟ تم ان تینوں کو مارنے کے بعد مجھے بھی مار ڈالنا چاہتے ہو۔ میں نہیں آؤں گا۔ گٹ لاسٹ....“

اس نے فون بند کرکے اسے رخشی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اس کی سم نکال کر پھینک دو۔“

اس نے پوچھا۔ ”آخر بات کیا ہے؟ یہ کون تھا؟“

”کوئی دشمن تھا۔ انسپکٹر بن کر بول رہا تھا۔“

پھر اس نے دوسرے فون پر سلطان ظفر سے کہا۔ ”تم نے میری باتیں سنی ہیں۔ یہ تو سمجھ گئے ہوگے کہ خان علی کو اغواء کرنے والے وہ تینوں آلۂ کار مارے گئے ہیں؟“

وہ ایکدم سے جھنجلاتے ہوئے بولا۔ ”کیسے مارے گئے؟ کیا یہ کوئی مذاق ہے؟ یہ میری ایسی کامیابی تھی کہ خاندانی معاملات میں سب ہی کو کچل کر رکھ دیتا۔ علیم شیرازی کی ساری دولت سمیٹ لیتا.... مگر اب ناکامی کے بعد جو ذلت اٹھانی ہوگی' اسے میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔“

”بیٹے! ابھی تو برداشت کرو۔ ناکامی کا یقین نہیں ہوا ہے۔ خان علی پھر ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ میں اپنے تمام آدمی وجی اور وکی کے پیچھے لگا رہا ہوں۔ اس کی محبوبہ اینشلے ایک ہوسپٹل میں ہے۔ اسے اغواء کراؤں گا تو خان علی اس کے پیچھے دوڑا چلا آئے گا۔“

”تو پھر سب سے پہلے یہی کام کرو۔“

”میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟“

اس نے فون بند کرتے ہوئے رخشی سے کہا۔ ”یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہر کام بگڑتا جا رہا ہے۔ ہم لانچ میں عارضی طور پر وجی کے قیدی بن گئے۔ ایسے وقت وکی میرے اہم راز چرا کر لے گیا۔ آج مجھے اپنا نام اور چہرہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ ادھر سلطان ظفر نے علیم کو اغواء کرکے اور اس کے پورے خاندان کو خاک میں ملا دینے کے لئے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ مگر وہ علیم اس کی گرفت سے نکلتا دکھائی دے رہا ہے۔ اور ابھی..... ابھی خان علی ہمارے ہاتھ آکر نکل گیا ہے۔“

وہ بول رہا تھا اور فون پر نمبر پنچ کر رہا تھا۔ رخشی بیٹے کو ناکام ہوتے دیکھ کر پریشان ہو رہی

تھی۔ گے گورڈن نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”میں بگ باس بول رہا ہوں۔ تم جانتے ہو' اینشلے ہوسپٹل میں ہے۔ اسے ابھی اسی وقت ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں سے اٹھا لو۔ ہمارے جو آدمی وکی اور وجی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ کیا ہے؟“

وہ چپ ہو کر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پھر غصے سے بولا۔ ”وکی کئی گھنٹوں پہلے نظروں سے اوجھل ہو گیا اور یہ بات تم مجھے اب بتا رہے ہو؟“

آلۂ کار نے کہا۔ ”سوری... ہم وجی کو وکی سمجھ کر اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ بعد میں پتہ چلا' ہم دھوکہ کھا رہے ہیں۔“

”اب تو معلوم ہو گیا کہ دھوکہ کھا رہے ہو۔ اب تو اس پر نظر ہوگی؟“

”وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ نظر کس پر رکھیں؟“

”وہ ہمارے لئے سب سے اہم ہے۔ کسی بھی طرح اسے تلاش کرو۔ اس پر نظر رکھو۔ اس کی ایک جھلک بھی دکھائی دے تو کم بخت کو گولی مار دو۔“

اس نے جھنجلا کر فون بند کر دیا۔ وکی کو گالیاں دینے لگا۔ رخشی نے کہا۔ ”اس کے سرپرست اور استاد تو تم ہی ہو۔ تم نے اسے بارود بنا دیا ہے۔ ذرا سی تیلی دکھاؤ تو دھماکے کرتا ہے۔ لرزہ کر رکھ دیتا ہے۔“

”مجھے کیا معلوم تھا' میرے داؤ پیچ وہ مجھ پر ہی آزمائے گا؟“

”بلی بھی نہیں جانتی تھی۔ اس نے شیر کو تمام گُر سکھائے تھے۔ ایک آخری داؤ نہیں سکھایا تھا۔ جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو وہ اچھل کر درخت پر چڑھ گئی۔ موت کی پہنچ سے دور ہو کر بولی کہ بس یہ اپنے بچاؤ کا آخری گُر اپنے پاس رکھا تھا۔ اس لئے تم سے محفوظ ہوں۔“

”مجھے کیا معلوم تھا' میرا جوتا میرے ہی سر پر پڑے گا؟ اپنا بچاؤ تو بہر حال کر چکا ہوں۔ وہ کبھی مجھے پہچان نہیں پائے گا۔ مگر دوسرے پہلوؤں سے بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ بس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ نظر آتے ہی اسے گولی مار دی جائے۔“

وہ بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ”میں سونے جا رہی ہوں۔ چھ گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے۔ دو چار گھنٹے ذرا کمر سیدھی کر لوں۔“

وہ چلی گئی۔ وکی نے گے گورڈن اور سلطان ظفر کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ وہ اس انتظار میں جاگ رہے تھے کہ خان علی پھر ہاتھ آجائے گا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہی اس کے خاص ماتحت نے فون پر کہا۔ ”اینشلے ہوسپٹل میں نہیں ہے۔“

اس نے کہا۔ ”کیا بات کر رہے ہو؟ وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے وہیں تھی۔ اسے تلاش

کرو۔رات کے تین بجنے والے ہیں۔ایسے وقت کسی مریض کو چھٹی نہیں دی جاتی۔"

ماتحت نے کہا۔"میں نے معلوم کیا ہے۔وہ ہوسپٹل سے اجازت لئے بغیر اچانک ہی وہاں سے چلی گئی ہے۔"

"تعجب ہے۔کیا اسے خبر مل گئی تھی کہ خان علی کو اس کے اپارٹمنٹ سے اغواء کرنے کی کوشش کی گئی تھی؟ کیا خان علی اسے ہوسپٹل سے لے گیا ہے؟"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔"خان علی کہیں گم ہو گیا ہے۔شاید وہ اغواء کرنے والوں سے نجات پا کر ہوسپٹل گیا ہوگا۔پھر وہاں سے اپنی محبوبہ کے ساتھ کہیں جا کر چھپ گیا ہے۔"

ماتحت نے کہا۔"ہم کوشش کر رہے ہیں۔لیکن انہیں ڈھونڈ نکالنے میں وقت لگے گا۔"

"اس وقت خان علی‘ وکی اور ایشلے تینوں ہی اہم ہیں۔ان میں سے کوئی ایک بھی ہاتھ آئے گا تو ہم ہارنے والی بازی جیت لیں گے۔اپنے زیادہ سے زیادہ آلۂ کار استعمال کرو۔صبح تک اچھی خبر سناؤ۔میں تمہیں دگنی رقم ادا کروں گا۔"

اس نے رقم بڑھا کر لالچ دے کر فون بند کر دیا۔پچھلے دو دن سے سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ تبدیل کیا جا رہا تھا۔وہ تھک گیا تھا‘ ہارے معاملات نے اسے اور تھکا مارا تھا۔وہ ایزی چیئر پر بیٹھے بیٹھے‘ اونگھتے اونگھتے سو گیا۔



وکی اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ میں خان علی کے ساتھ آیا۔ایشلے پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔خان علی اسے دیکھتے ہی خوش ہو گیا۔سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔"اوئے قربان میری جان! تم کو دیکھ کر جان میں جان آ گئی ہے۔اب دشمنوں سے نمٹ لیں گے۔"

وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔"تم وکی کے ساتھ آئے ہو۔دشمنوں سے نمٹنے کی باتیں کر رہے ہو۔اس کا مطلب ہے‘ تم نے میری بات مان لی ہے۔وکی کے کام آنے والے ہو؟"

وکی نے کہا۔"ایشلے! تمہارا خان علی انسان دوست ہے۔اس نے کسی حیل حجت کے بغیر مجھ سے دوستی کی ہے۔ایک کہاوت ہے کہ سر منڈواتے ہی اولے پڑ گئے۔دوستی کرتے ہی دشمن خان علی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔وہ اسے گن پوائنٹ پر اغواء کرنے آئے تھے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔"کیا تمہارے بھی دشمن پیدا ہو گئے ہیں؟"

وہ بیڈ کے سرے پر آ کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔"دشمن بہتری کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔جب تک یہ رہتے ہیں‘ بندہ غفلت سے باز رہتا ہے۔میدانِ جنگ کے سپاہی کی

طرح سوتے وقت بھی نیم بیدار رہتا ہے۔"

وکی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔"اب ہمیں دشمنوں سے نمٹنے کا طریق کار طے کرنا چاہئے۔یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ تمہیں کیوں اغواء کرنا چاہتے تھے؟ تم سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے؟"

وہ بولا۔"اب سے پہلے کسی نے ایسی دشمنی نہیں کی تھی۔کوئی مجھے اغواء کر کے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔اب میرے ذریعے کسی کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

"اصل معاملہ یہ ہے کہ سلطان ظفر نے پرانی دشمنی کی بناء پر نانا جان کو اغواء کیا ہے۔انہیں تمہارے بابا جان کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہے۔جیسا کہ تم جانتے ہو‘ تمہارے بابا جان تمہیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔یہ آس لگائے رہتے ہیں کہ تم کسی دن ضرور آؤ گے۔گزرتی ہوئی عمر اور بڑھاپا انہیں مایوس کر رہا ہے۔ایسے وقت میں نے ان کی مایوسی دور کی ہے۔"

خان علی نے پوچھا۔"وہ کیسے؟"

"میں نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے تمہارے بابا جان سے وعدہ کر لیا ہے کہ روٹھے ہوئے بیٹے کو منا کر ان کے پاس لاؤں گا۔"

"تعجب ہے‘ میں تمہیں دشمن اور رقیب سمجھتا تھا اور تم نے ناممکن کو ممکن بنانے کا وعدہ کر لیا؟"

"میں ہر قیمت پر نانا جان کو وہاں سے واپس لانا چاہتا ہوں۔دل میں سچائی ہو اور خدا پر ایمان مستحکم رہے تو مرادیں ضرور پوری ہوتی ہیں۔اب دیکھو! تم کتنی آسانی سے میری طرف مائل ہو گئے ہو؟"

"بیشک۔تم نے مجھے متاثر کیا ہے۔میں ہر طرح سے تمہارے آنا چاہتا ہوں۔مگر بابا جان سے سمجھوتہ نہیں کروں گا۔"

ایشلے نے پوچھا۔"کیوں نہیں کرو گے؟"

"ان کے پاس جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں وہاں کی تمام جائیداد اور کاروبار کو سنبھالوں۔جبکہ میں نشے کو زہر سمجھتا ہوں۔افیون کے کھیتوں میں قدم بھی رکھنا نہیں چاہوں گا۔"

"تم وہاں قدم رکھو۔مگر منشیات کا دھندہ نہ کرو۔"

"بابا جان نہیں مانیں گے۔مجھے اس دلدل میں لے جانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

ایشلے نے کہا۔ ”جب وہ تمہارے مزاج کے خلاف مجبور کریں تو واپس آجانا۔ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

وکی نے کہا۔ ”اگر تم پھر ان کی نافرمانی کرو گے‘ انہیں چھوڑ کر آؤ گے تو وہ نانا جان کو میرے حوالے نہیں کریں گے۔“

وہ دونوں ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وکی نے کہا۔ ”سلطان ظفر بھی یہی چاہتا ہے کہ باپ بیٹے ایک دوسرے سے راضی نہ رہیں۔ اسے خدشہ ہے‘ تم باپ کی بات مان لو گے تو وہ نانا جان کو میرے حوالے کر دیں گے۔ ایسا ہونے سے پہلے ہی وہ تمہیں اغواء کرا کے‘ اپنا قیدی بنا کر رکھنا چاہتا ہے‘ تاکہ تم میرے ہاتھ نہ لگو اور میں تمہیں وہاں نہ لے جاسکوں۔“

وہ سر ہلا کر بولا۔ ”ہوں۔ اب اغواء کی یہ ناکام واردات سمجھ میں آرہی ہے۔“

وہ بولا۔ ”سلطان ظفر منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں تمہارے بابا جان کے لئے بڑی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ تمہیں گلے لگانے کے لئے اس سے عداوت مول لیں گے۔“

”میں بابا جان کی والہانہ محبت کو سمجھتا ہوں۔“

”نہیں سمجھتے۔ میری بات کا برا نہ مانو۔ تمہیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بابا جان اپنے دامادوں کے نشانے پر ہیں۔ سلطان جب چاہے گا‘ وہ گولی چلا دیں گے۔“

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ”میرے دماغ میں کئی بار یہ بات آئی کہ وہ تینوں بہنوئی ذلالت کر سکتے ہیں۔ پھر خود کو تسلی دیتا ہوں کہ بابا جان سخت حفاظتی انتظامات میں رہتے ہیں۔ خدا انہیں زندگی دینے والا ہے۔“

”خدا انہیں زندگی دیتا ہے‘ جو اپنی کوششیں جاری رکھتے ہیں اور ایک باپ کے لئے بیٹے کے فرائض کو سمجھتے ہیں۔ تمہارے جیسا کڑیل جوان بیٹا وہاں پہنچے گا تو دشمنوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ کوئی دشمن تمہارے بابا جان کی طرف جانے کی جرأت نہیں کرے گا۔“

”یقیناً میرے وہاں پہنچتے ہی بابا جان کو نئی توانائی‘ نئی زندگی ملے گی۔ مگر ان کی سلامتی کے لئے غلط دھندے میں پڑنا ہوگا۔ میں منشیات کے معاملات کو نہ سنبھال سکوں گا‘ نہ جاری رکھ سکوں گا۔“

”یہ نہ سوچو کہ آئندہ کیا کر سکو گے؟ ہو سکتا ہے‘ ایسا کوئی راستہ نکل آئے کہ تم ان کھیتوں کو جلا کر ختم کر دو؟“

ایشلے نے کہا۔ ”ہاں۔ وہاں جاؤ گے تو کوئی بات بنے گی۔ پھر یہ کہ تم دو اہم فرائض ادا کر سکو گے۔“

اس نے ایشلے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ”پہلے تو اولاد کا فرض ہے کہ باپ کے بڑھاپے میں ان کی طاقت بن کر دشمنوں کو پسپا کرے اور دوسرا انسانی فرض یہ ہے کہ وکی کے نانا جان کو وہاں سے رہائی دلائے۔“

اسے تو راضی ہونا تھا۔ باپ کا بڑھاپا‘ دامادوں کی سازشیں اور میلوں دور تک پھیلی ہوئی زمینیں سب ہی تقاضا کر رہی تھیں کہ اسے وہاں جانا چاہئے۔ آخر وہ راضی ہو گیا۔

ایشلے نے کہا۔ ”تم اپنے بابا جان کو یہی تاثر دو گے کہ وکی کے سمجھانے منانے سے ان کے قدموں میں آئے ہو۔ تب ہی اس کے نانا جان کو رہائی ملے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں بابا جان سے یہی کہوں گا۔“

وکی نے کہا۔ ”کل میک اپ کے ذریعے تم اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کرو گے۔ پھر اس چار دیواری سے نکل کر افغانستان جاؤ گے تو دشمن تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ پہلے فون پر باپ بیٹے کی بات کراؤں گا۔“

”ابھی وہاں رات کے بارہ بج رہے ہوں گے۔ اگر کل دن کے گیارہ بجے کال کروں گا تو وہاں کے وقت کے مطابق صبح سات یا ساڑھے سات بجے ان سے بات ہو سکے گی۔“

انہوں نے یہ طے کیا کہ خان اعظم سے کیا باتیں کی جائیں گی اور اسے سلطان کے متعلق یہ بتایا جائے گا کہ وہ باپ بیٹے کا ملاپ نہیں چاہتا۔ اس نے بیٹے کو دور کر دینے کے لئے اسے اغواء کرنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا۔

وکی نے کہا۔ ”وہ ناکام نہیں رہا۔ تمہارے بابا جان سے کہا جائے گا کہ وہ تمہیں اغواء کر کے اپنا قیدی بنا چکا ہے۔“

ان دونوں نے چونک کر وکی کو دیکھا۔ خان علی نے پوچھا۔ ”کیا بابا جان سے جھوٹ بولا جائے گا؟“

”یہ جھوٹ نہیں‘ سچ ہے۔ تم خوش قسمتی سے اس کی گرفت میں نہیں آئے۔ سلطان تمہارے بابا جان کے دھندے میں ملوث رہتا ہے۔ خود کو ان کا دوست اور معاون کہتا ہے۔ لیکن در پردہ دھوکہ دے رہا ہے۔“

وہ سر ہلا کر بولا۔ ”ہوں۔ وہ بابا جان کے دامادوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ ان کے ذریعے کسی وقت بھی انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ آج مجھے اغواء کرانے کا مقصد یہی تھا کہ بابا

جان میرے بغیر وہاں اس کے رحم و کرم پر تنہا رہ جائیں۔"

ایشلے نے کہا۔ "بابا جان کو معلوم ہونا چاہئے کہ سلطان صرف ان کا ہی نہیں، تمہارا بھی دشمن بن چکا ہے۔"

خان علی سر جھکا کر سوچنے لگا۔ "دشمن اگرچہ ناکام رہا ہے۔ مگر اپنے ناپاک عزائم کے مطابق پھر مجھے تلاش کر رہا ہوگا۔ یقیناً مجھے اور بابا جان کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئے گا۔"

وہ دوسرے دن ایک مدت کے بعد اپنے باپ سے بات کرنے والا تھا اور بہت کچھ کہنے والا تھا۔ حالات ہمارے موافق تھے۔ خان علی ہمارے حق میں بہت بڑی طاقت بن رہا تھا۔

دوسری طرف شہناز بھی وکی کے حق میں اپنے باپ کی مخالفت پر اتر آئی تھی۔ اس وقت وکی کے فلیٹ میں تھی۔ جہاں میں جینا کے ساتھ تھا۔ جینا دوسری صبح میری ماما اور پاپا کے پاس لندن جانے والی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہم سب شہناز سے مل رہے تھے۔ ہمیں اس کے بدلتے ہوئے حالات اور رجحانات کا علم ہو رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "وکی نے مجھے فون پر تمہارے مختصر حالات بتائے ہیں اور موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ تم دونوں کل ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاؤ۔"

شہناز نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا کل ہم کورٹ جائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں.... ہم دونوں بھائی آزادی سے باہر نہیں نکل سکتے۔ صبح تک اپنا چہرہ اور حلیہ بدل لیں گے۔ میں ایک قاضی صاحب کو یہاں لاؤں گا۔ وکی تھوڑی دیر کے لئے آئے گا پھر تم دونوں کا نکاح پڑھا دیا جائے گا۔"

جینا نے شہناز کو گلے لگا کر مبارکباد دی۔ پھر کہا۔ "کل تم اس خاندان کی بہو بن جاؤ گی۔ تمہیں بھی لندن جا کر ماما اور پاپا کے پاس رہنا چاہئے۔"

شہناز نے کہا۔ "ایک شرط پر ماما اور پاپا کے پاس جاؤں گی۔ اور وہ یہ کہ کل تمہارا بھی نکاح وجی سے پڑھا دیا جائے۔"

جینا مسکرانے اور شرمانے لگی۔ میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ تو تم ہمارے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ مگر ماما اور پاپا ہماری شادی دھوم دھام سے کرنا چاہیں گے۔ تمہارا معاملہ ذرا مختلف ہو گیا ہے۔"

وہ بولی۔ "ہاں۔ میرے بچے کو کل ہی جائز شناخت مل جائے گی۔ مگر بعد میں میری اور

وکی کی شادی کا بھی جشن منایا جائے گا۔ اس طرح کل تم دونوں بھی نکاح پڑھوا لو۔ نانا جان کے آتے ہی ہم پاکستان میں رہ کر کئی دنوں تک شادی کی خوشیاں مناتے رہیں گے۔"

پھر اس نے مجھ سے کہا۔ "تم ابھی ماما اور پاپا سے فون پر اجازت حاصل کر سکتے ہو۔"

جینا نے بھی شرماتے ہوئے اس کی حمایت کی۔ تب میں نے ماما کو فون پر مخاطب کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ "میرے بیٹے! خیریت تو ہے۔ اتنی رات کو کال کر رہے ہو؟ تمہارے نانا جان کی کیا خبر ہے؟"

"آپ ان کی طرف سے مطمئن رہیں۔ وہ خان اعظم کی تحویل میں خیریت سے ہیں۔ وکی بہت ہی ذہانت اور حکمت عملی سے کام لے رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ہم ایک دو روز میں انہیں گھر لے آئیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میں دن رات ان کی واپسی کی دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "وکی اور شہناز کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ اس طرح حل ہو سکتا ہے کہ کل ہی ان کا نکاح پڑھا دیا جائے۔"

میں نے انہیں بتایا کہ وہ دادی اور پاپا دادا بننے والے ہیں اور ایسی صورت میں وقت ضائع کئے بغیر نکاح کی مہر لگ جانی چاہئے۔ اس لئے اچانک ہی ہنگامی حالت میں ان کا نکاح پڑھایا جائے گا۔

ادھر فون کے وائڈ اسپیکر پر پاپا میری باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "بیشک۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ وقت ضائع نہ کیا جائے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کل نکاح کی رسم ادا کر دی جائے۔ ہم بعد میں شادی کی دھوم دھام کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "اس سلسلے میں شہناز کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

ماما نے کہا۔ "بیٹی شہناز! تم میری پھوپھی کی اولاد ہو۔ کل میری بہو بن جاؤ گی۔ پرانی عداوتیں محبت میں بدل رہی ہیں۔ بولو بیٹی! کیا کہنا چاہتی ہو؟"

شہناز نے کہا۔ "کل آپ کے پاس بہو بن کر آؤں گی۔ جینا بھی آنے والی ہے۔ پھر وہ کیوں نہ بہو بن کر آئے؟ آپ اور پاپا وجی کو اس کے ساتھ نکاح پڑھانے کی اجازت دیں گے تو کل آپ کے گھر ایک نہیں دو بہوئیں آئیں گی۔ پھر ہم نانا جان کے آتے ہی خوب خوشیاں منائیں گے۔"

اس کی بات سن کر ماما اور پاپا ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ پھر وہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ جینا کو میری منکوحہ بن جانا چاہئے۔ عداوتیں ختم ہو رہی ہوں، محبتیں مل رہی ہوں تو

دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لینی چاہئیں۔

ہماری مصروفیات بڑھتی جارہی تھیں۔اب ایک نہیں دو نکاح خوانی کی مصروفیات میں اضافہ ہوگیا تھا۔شہناز نے اپنی ماں زرینہ کو فون پر مخاطب کیا اور کہا۔"شاید آپ کے لئے یہ خوشخبری نہیں ہوگی۔کل صبح میں وکی کی منکوحہ بن جاؤں گی اور کل ہی اپنی ساس اور سسر کے پاس چلی جاؤں گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی۔"یہ کیا بکواس کررہی ہو؟ سلطان نے بھائی جان کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔وہ ان کا اکلوتا بیٹا اور وراث بن کر تمام دولت اور جائیداد کا مالک بننے والا ہے۔وکی کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔دولت اور جائیداد آپ کی ضرورت ہے۔میری ضرورت صرف وکی ہے۔میں اس سلسلے میں پاپا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔آپ ابھی ان سے کہیں' میں ان کی کال کا انتظار کررہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔میں ابھی بات کراتی ہوں۔"

زرینہ نے اس سے رابطہ ختم کرکے راجہ تسلیم کو فون پر مخاطب کیا۔پھر کہا۔"ہماری بیٹی بہت ہی غلط قدم اٹھارہی ہے۔وہ وکی سے نکاح پڑھوانے والی ہے۔اس کی حماقت سے خان علی ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ہم کروڑوں اور اربوں کی دولت اور جائیداد سے محروم ہوجائیں گے۔"

راجہ تسلیم نواز نے کہا۔"وہ تو سمجھو ہم محروم ہوچکے ہیں۔وکی بہت ہی مکاری دکھا رہا ہے۔خان علی کو شیشے میں اتار کر اسے اس کے باپ تک پہنچا رہا ہے۔یقیناً اس نے خان علی کو شہناز سے بدظن کیا ہوگا۔"

"ہاں۔اسی لئے تو وہ ایشلے نامی ایک لڑکی کی طرف مائل ہوگیا ہے۔مگر ہم اسے اپنی بیٹی کی طرف واپس لاسکتے ہیں۔"

"نہیں لاسکیں گے۔وکی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہوگا۔تب ہی وہ اس کی منکوحہ بننے جارہی ہے۔"

"ابھی نکاح پڑھایا نہیں گیا ہے۔آپ بیٹی کے فیصلے کے آگے نہ جھکیں۔پیار سے سمجھائیں گے تو وہ مان جائے گی۔اسے وکی کے سحر سے نکالیں۔وہ آپ کی کال کا انتظار کررہی ہے۔ابھی اس سے بات کریں۔ہم سب مل کر خان علی کو پھر بیٹی کی طرف لے آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔میں ابھی بات کررہا ہوں۔"

اس نے بیٹی کو فون پر مخاطب کیا۔"ہیلو شہناز! یہ تمہاری ممی کیا کہہ رہی ہیں؟ میں کیا سن رہا ہوں؟ کیا تم اس شیطان کی شریک حیات بننا چاہتی ہو' جسے اپنے نانا جان کی جائیداد سے ایک تنکا بھی نہیں ملے گا؟"

"ملے گا پاپا! آپ ہمارا ساتھ دیں گے تو سلطان ظفر ہمیشہ کی طرح ناجائز اور لاوارث کہلاتا رہے گا۔آپ اپنی بیٹی کی خاطر وکی کا ساتھ دیں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟ میں کس طرح اس کا ساتھ دے سکتا ہوں؟"

"آپ ایسی کوئی چال چلیں کہ سلطان وکی کے نانا کو وہاں سے لے جانہ سکے۔نہ ہی خود کو ان کا جائز بیٹا کہلوا سکے۔جب وہ ناکام رہے گا تو تمام دولت اور جائیداد وجی اور وکی کے حصے میں ہی آئے گی۔"

"تم نہیں جانتیں' سلطان ان علاقوں میں زبردست عسکری قوت رکھتا ہے۔اسے میری مخالفت کا شبہ ہوگا تو وہ مجھے ایک کے بعد دوسری سانس لینے نہیں دے گا۔"

"آپ بالکل ہی مجبور اور بے بس نہیں ہیں۔خان اعظم کے دست راست ہیں۔پھر یہ کہ ہمارا زبردست حمایتی خان علی وہاں پہنچنے والا ہے۔کیا آپ اس کی موجودگی میں وکی اور نانا جان کے خلاف سلطان کا ساتھ دے سکیں گے؟ کیا خان علی آپ کو زندہ سلامت رہنے دے گا؟"

وہ پریشان ہوکر بولا۔"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ خان علی' وکی کے نانا کو وہاں سے رہائی دلائے گا تو میں کسی بہانے سے بھی مخالفت نہیں کرسکوں گا۔"

"آپ اس پہلو پر بھی غور کریں کہ سلطان ظفر نانا جان کا جائز بیٹا اور وارث بن کر آپ کو ایک پیسے کا بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔لیکن وکی داماد بن کر آپ کی بیٹی کو ایک شریف اور معزز گھرانے کی بہو بنا کر رکھے گا۔وہاں مجھے سونے میں تولا جائے گا۔"

وہ چپ رہا پھر بولا۔"تمہاری باتیں مجھے سوچنے پر مجبور کررہی ہیں۔میں ابھی فون بند کررہا ہوں۔تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

وہ فون آف کرکے سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔سلطان سے یہ طے پایا تھا کہ وہ کسی طرح نانا جان کو خان اعظم کے علاقے سے نکال کر اس معلّم کے پاس پہنچائے گا تو اسے ایک کروڑ ڈالرز دیئے جائیں گے۔جبکہ وہ پانچ کروڑ کا مطالبہ کررہا تھا۔

اس کا مطالبہ سن کر سلطان نے کہا تھا کہ وہ ایک کروڑ سے زیادہ نہیں دے گا۔اس

علاقے میں اس کے اور بھی آلۂ کار ہیں۔وہ ان سے کام لے سکتا ہے۔

اور وہ درست کہہ رہا تھا۔راجہ تسلیم نواز جانتا تھا کہ سلطان ظفر درپردہ خان اعظم کے تین دامادوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔اپنی ناکامی کی صورت میں انہیں خان جی کے خلاف استعمال کرسکتا ہے۔نانا جان کو وہاں سے اغواء کرا سکتا ہے۔ان حالات میں ایک کروڑ تو کیا اسے ایک کوڑی بھی نہیں ملے گی۔

وہ بڑی دیر تک سوچتا رہا۔پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ وکی کا پلڑا ابھی بھاری ہو رہا ہے۔اس سے مخالفت مول نہیں لے گا اور سلطان کو بھی ناراض نہیں کرے گا۔دونوں کے درمیان رہے گا۔آئندہ حالات جس کے موافق ہوں گے' اسی کا ساتھ دے گا۔

اس نے فون پر شہناز سے کہا۔"میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔خان علی کی حمایت کے باعث وکی کی پوزیشن بہت مضبوط رہے گی۔پھر میں اپنی بیٹی کی خوشی میں خوش ہوں۔اس لئے وکی کا ساتھ دوں گا۔جس طرح بھی اس کے کام آسکتا ہوں' ضرور آؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔"پاپا! آئی لو یو۔آپ واقعی مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔"

اس نے بیٹی کو خوش کر دیا۔اپنی بیوی زرینہ سے کہہ دیا کہ وہ بظاہر شہناز اور وکی کی حمایت میں بولتی رہے۔انہیں خوش فہمی میں مبتلا رکھے۔بعد میں حالات کے مطابق وہ اپنا مزاج اور رویہ بدل لیں گے۔اب تک جیسی دوغلی زندگی گزارتے آئے ہیں۔اسی طرح گزارتے رہیں گے۔لیکن فطرت نہیں بدلیں گے۔



دوسری صبح نو بجے میں اور جینا' وکی اور شہناز رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ہم نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ یوں اچانک ہی شادی ہو گی۔لیکن خانہ آبادی نہیں ہو گی۔یا یوں کہنا چاہئے کہ ہماری سیج آباد نہیں ہو گی۔محاورتاً بھی سہرے کے پھول نہیں کھلیں گے۔

وہ دو دلہنیں اپنے دولہا کے بغیر ساس اور سسر کے پاس جانے والی تھیں اور حالات کے مارے یہ دو دُلہے ان سے بچھڑنے والے تھے۔فرائض کی ادائیگی کے لئے جذبات کو تھپک کر سلا رہے تھے۔

مجھے بیگم کو اسلام آباد سے لانے' اسے ماما اور پاپا کے پاس پہنچانے کے لئے جینا سے جدا ہونا تھا اور وکی خان علی کے ساتھ افغانستان جانے والا تھا۔وہ تو پتہ نہیں کتنی سہاگ راتیں گزار چکا تھا؟ میں نے ایک رات بھی نہیں گزاری تھی۔نکاح کے بعد بھی کنوارہ تھا۔

وکی نے خان اعظم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دوسرے دن دس گیارہ بجے فون پر بیٹے سے

بات کرائے گا۔وہ خان علی اور ایشلے کے ساتھ خفیہ پناہ گاہ میں تھا۔اس نے اپنے فون کے ذریعے خان اعظم کو مخاطب کیا۔دوسری طرف وہ بیٹے کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا۔اس نے تڑپ کر پوچھا۔"میرا خان علی کہاں ہے؟"

وکی نے کہا۔"جناب عالی! میں زبان کا دھنی ہوں۔جو کہتا ہوں' وہ کرتا ہوں۔یہ لیں اپنے صاحبزادے سے بات کریں۔"

تھوڑی دیر بعد اسے بیٹے کی آواز سنائی دی۔اس نے بڑی دھیمی آواز میں سلام کیا تھا۔

باپ نے کہا۔"وعلیکم السلام...میرے ناراض بیٹے! کوئی دشمن بھی اتنے عرصے تک دشمنی نہیں کرتا' جتنی تم ناراضگی ظاہر کر رہے ہو۔"

"میں ظاہر نہیں کر رہا ہوں' سچ مچ ناراض ہوں۔مگر....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔اس نے پوچھا۔"مگر...؟"

"یہ کہ ناراضگی کے پیچھے آپ سے محبت بڑھتی جا رہی ہے۔میں آپ کو بھلا دینا چاہتا ہوں۔مگر آپ شدت سے یاد آنے لگتے ہیں۔"

وہ فخر سے بولا۔"یہ میرا خون ہے' جو تمہارے اندر اُچھلتا رہتا ہے۔تم اس کی روانی کو روک نہیں پاؤ گے۔"

"اس کے باوجود میں دل کو پتھر کر لیتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔آپ سے ناراض رہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"بس بہت ہو چکا بچپنا...یہاں آؤ۔میں تمہیں منا لوں گا۔"

"میں مان جاؤں گا۔آپ کی ہر بات مان لوں گا۔آپ کے ہاتھوں سے زہر بھی پی لوں گا۔مگر نشے کا کاروبار نہیں کروں گا۔"

وہ ذرا چپ رہا۔پھر بولا۔"یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔فون پر حل نہیں ہو گا۔باپ کے پاس آؤ۔ہم پیار سے بولیں گے۔روبرو رہ کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں سماتے رہیں گے ۔دلوں میں اترتے رہیں گے تو ہمارے درمیان کوئی مناسب سمجھوتہ ہو جائے گا۔"

وہ ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے بولا۔"مجھے آنا تو ہو گا۔میرے اندر ایک بیٹے کا فرض چیخنے لگا ہے کہ مجھے اپنے بابا جان کو بڑھاپے میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"شاباش بچے! یہ فرض ادا کرو اور آج ہی اسی لمحے میں چلے آؤ۔"

"میں ابھی سے تیاری کر رہا ہوں۔کل کسی بھی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کروں گا۔میرے ساتھ آپ کی ہونے والی بہو بھی آئے گی۔"

"میں بڑی محبت سے اس کا استقبال کروں گا۔ تمہارا اور شہناز کا نکاح یہاں پڑھایا جائے گا۔ خوب جشن منایا جائے گا۔"

"بابا جان! میری ہونے والی شریک حیات شہناز نہیں ہے۔ ایک برطانوی لڑکی ہے، اس کا نام ایشلے ہے۔"

"مگر میں نے تو سنا تھا اور مجھے بتایا گیا تھا کہ..."

"جو سنا تھا' اسے بھول جائیں۔ ایشلے بہت اچھی ہے۔ آپ میری پسند کی تعریف کریں گے۔"

"تمہاری خوشی میری خوشی ہے۔ تمہاری پسند میری پسند ہوگی۔ میں بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کرتا رہوں گا اور بار بار فون کرتا رہوں گا۔"

خان علی نے کہا۔ "ہم اتنی ساری باتیں کر رہے ہیں۔ اصل بات بھول رہے ہیں۔"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کون سی اصل بات؟"

"جس کی کوششوں سے ہم باپ بیٹے ملنے والے ہیں۔ آپ اسے بھلا رہے ہیں۔"

وہ بولا۔ "او خدایا! میں وکی کو کیسے بھلا سکتا ہوں؟ ابھی کہنے والا تھا کہ اسے بھی ساتھ لاؤ۔ میں اسے گلے لگا کر شکریہ ادا کروں گا اور علیم شیرازی کو اس کے حوالے کروں گا۔"

"یہ وکی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"میں بھی اس سے بولنا چاہتا ہوں۔ اسے فون دو۔"

خان علی نے فون وکی کو دے دیا۔ اس نے اسے کان سے لگا کر سلام کیا۔ پھر کہا۔ "بیٹے کی سعادت مندی اور فرمانبرداری مبارک ہو خان جی!"

"تمہیں بھی اپنے نانا جان کی رہائی مبارک ہو۔ میرے بیٹے کے ساتھ آؤ اور انہیں یہاں سے لے جاؤ۔"

"وہاں آنے کے سلسلے میں دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔ سلطان نہیں چاہے گا کہ آپ اس کی امانت میرے حوالے کریں۔ وہ خان علی کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کر سکتا ہے۔ بیٹے کو باپ کے پاس پہنچنے سے روک سکتا ہے۔"

"تم نیا اندیشہ پیدا کر رہے ہو۔ تمہاری یہ بات دماغ میں لگ رہی ہے۔ بے شک۔ سلطان مجھ سے اپنی امانت واپس لینے کے لئے میرے بیٹے کا راستہ روک سکتا ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "ہاں۔ وہ خان علی کو اغواء کرا سکتا ہے۔ اپنا قیدی بنا کر اس کے عوض شیرازی کا مطالبہ کرے گا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ ایسے وقت لامحالہ

تمہارے نانا کو اس کے حوالے کر کے میں اپنا بیٹا حاصل کرنا چاہوں گا۔"

"ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ میں جان کی بازی لگا کر خان علی کی حفاظت کروں گا۔ اسے دشمن کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گا۔ صحیح سلامت آپ کے پاس پہنچاؤں گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ تم لوگوں کے جھگڑے میں میرے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ ورنہ تمہارے نانا کو بھی نقصان پہنچے گا۔ وہ تمہیں زندہ سلامت نہیں ملیں گے۔ ادھر میں سلطان سے بھی نمٹ لوں گا۔ اس بہروپیئے معلّم اور مجاہد اعظم کو خاک میں ملا دوں گا۔"

وکی نے پریشان ہو کر خان علی کو دیکھا۔ پھر اسے خان اعظم کی یہ بات بتائی کہ سلطان نے خان علی کو نقصان پہنچایا تو وہ اس کے بدلے نانا جان کو نقصان پہنچائے گا۔

خان علی نے اس سے فون لے کر کہا۔ "بابا جان! آپ وکی کے نانا کو نقصان پہنچانے یا سلطان کے حوالے کرنے کی بات نہ کریں۔ ورنہ میں نہیں آؤں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ وکی جرائم کی دنیا میں اپنی ایک حیثیت' ایک طاقت رکھتا ہے۔ یہ مجھے یہاں جبس بے جا میں رکھ کر مطالبہ کر سکتا ہے کہ آپ اس کے نانا جان کو یہاں لائیں اور مجھے لے جائیں۔ تب آپ کیا کریں گے؟"

"تم اس کے سامنے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اسے یہ مکاری سکھا رہے ہو کہ وہ میرے ساتھ ایسا کرے؟"

"یہ نادان نہیں ہے' جو میں اسے کچھ سکھاؤں۔ ہم آپس میں دوست ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ نہ یہ کبھی مجھ سے دشمنی کرے گا' نہ آپ اس کے نانا جان کو کسی حال میں دشمن کے حوالے کریں گے۔"

"تم جو کہو گے' وہی کروں گا۔ بس کسی طرح خیر خیریت سے میرے پاس آجاؤ۔"

"انشاء اللہ کل رات تک آسکوں گا۔ آپ وکی کے نانا کو یہ آزادی دیں کہ وہ جب چاہیں' اپنی بیٹی داماد اور نواسوں سے فون پر بات کر سکیں۔"

"میں ابھی حکم دیتا ہوں۔ اس پر سے پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔"

"شکریہ بابا جان! یہ لوگ اپنے بزرگ کے لئے بہت پریشان ہیں۔ ان سے بات کرنے اور ان کی آواز سننے کے لئے بے چین ہیں۔"

خان اعظم نے راجہ تسلیم نواز کو حکم دیا۔ اسی وقت حکم کی تعمیل کی گئی۔ وکی نے فون پر نانا جان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی کہ اس نے وعدے کے مطابق ابھی باپ بیٹے کی

بات کرائی ہے۔امید ہے' اگلے چوبیس گھنٹوں کے بعد خان علی اپنے باپ کے پاس پہنچ جائے گا تو نانا جان کو وہاں سے رہائی مل جائے گی۔

وہ خوش ہو رہے تھے۔وکی کو دعائیں دے رہے تھے۔اس نے کہا۔''اب آپ پر کسی طرح کی پابندی نہیں ہے۔ابھی چاہیں تو ماما اور پاپا سے بات کر سکتے ہیں۔میں فون بند کر رہا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کیا۔نانا جان نے ماما کے فون نمبر پنچ کئے۔پھر انہیں مخاطب کیا تو ماما ان کی آواز سنتے ہی خوشی سے رو پڑیں۔فون پر بڑے ہی جذباتی انداز میں باتیں ہونے لگیں۔ایسے وقت میں جینا اور شہناز کو رخصت کرنے کے لئے ایئر پورٹ آیا تھا۔وہ دونوں بہوئیں ماما اور پاپا کے پاس لندن جا رہی تھیں۔

میرا اصلی چہرہ میک اپ کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔چونکہ دشمن ہماری تلاش میں تھے۔اس لئے جینا اور شہناز عباء پہنے نقاب میں چھپی ہوئی تھیں۔حالات ایسے تھے کہ دشمنوں کو بھی ہماری طرف سے خطرہ تھا۔وہ بھی میک اپ کے پردے میں تھے۔اتفاقاً رُوبرو آ کر ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔

وہاں ایئر پورٹ پر ایسی ہی کچھ بات تھی۔رخشی اسلام آباد جانے کے لئے گے گورڈن کے ساتھ آئی تھی۔اسے بھی اندیشہ تھا کہ ہم دونوں بھائی اسے پہچان کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔وہ تھوڑی دیر کے لئے ہم سے منہ چھپا کر جہاز میں جا کر بیٹھ جاتی تو پھر ہماری طرف سے خطرہ ٹل جاتا۔اس لئے اس نے بھی خود کو عارضی طور پر عباء اور نقاب میں چھپا رکھا تھا۔

اور بگ باس تو اپنے نام' اپنی شخصیت کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے گم کر چکا تھا۔اس کا دعویٰ تھا کہ موجودہ حلیے میں اس کا باپ بھی اسے پہچان نہیں سکے گا۔بڑے غرور سے دعویٰ کرنے والے کبھی سوچ نہیں سکتے کہ تقدیر کیسے اچانک ہی تدبیر کو الٹا دیتی ہے۔جو خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا وہ سامنے آ جاتا ہے۔

اور وہ آ گیا۔میں جینا اور شہناز کے ساتھ وزیٹر لابی میں تھا۔ان کے ساتھ چلتا ہوا آگے کی سیٹوں پر جا کر بیٹھنا چاہتا تھا۔ایسے وقت میں نے گے گورڈن کی آواز سنی۔وہ ایک نقاب پوش خاتون کے ساتھ جہاں بیٹھا ہوا تھا ٹھیک اسی سیٹ کے پاس میرے ہاتھ سے کار کی چابی چھوٹ کر گر پڑی تھی.....اسے تقدیر کا پلٹ جانا کہتے ہیں۔

چابی فرش پر گر کر اس سیٹ کے نیچے چلی گئی تھی' جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔اس کی پشت میری طرف تھی۔میں چابی اٹھانے کے لئے جھک گیا۔اس وقت وہ کہہ رہا تھا۔''تم بحث نہ

کرو۔حالات کا تجزیہ کرو۔میرے تینوں آدمی اس اپارٹمنٹ کے سامنے مارے گئے ہیں۔خان علی وہاں سے گم ہو گیا ہے۔پھر پتہ چلا کہ ایشلے بھی اچانک ہی ہوسپٹل سے کہیں چلی گئی ہے۔اس طرح یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ وکی انہیں تحفظ فراہم کر رہا ہے اور خان علی ابھی اسی شہر میں کہیں چھپا ہوا ہے۔''

رخشی نے کہا۔''ہو سکتا ہے' وہ کل رات ہی یہاں سے نکل گیا ہو۔بعد میں تمہیں معلوم ہو گا کہ سانپ نکل گیا اور تم لکیر پیٹتے رہے۔''

''میں نادان نہیں ہوں۔ہر پہلو پر نظر رکھتا ہوں۔میرے دوسرے آلۂ کار.....''

میں نے پوری بات نہیں سنی اور سننا ضروری بھی نہیں تھا۔ایک بہت بڑا دشمن سلطان ظفر کا باپ نظروں میں آ گیا تھا۔میں چابی اٹھا کر آگے بڑھ گیا۔جینا اور شہناز کے پاس آ کر بولا۔''یہاں ایک دشمن میری نظروں میں آ گیا ہے۔میں کسی وقت بھی تم لوگوں کو چھوڑ کر یہاں سے جا سکتا ہوں۔''

پھر میں نے فون پر وکی سے پوچھا۔''تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟''

اس نے کہا۔''ابھی تھوڑی دیر پہلے فون پر باپ بیٹے کی ملاقات کرائی ہے۔افغانستان جانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔''

''تیاریاں ہوتی رہیں گی۔تم ابھی ایئر پورٹ آ جاؤ۔گے گورڈن اور رخشی میری نظروں میں آ گئے ہیں۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔''کیا واقعی.....؟''

''ہاں۔میرا خیال ہے' رخشی کہیں جا رہی ہے۔گورڈن اسے رخصت کرنے آیا ہے۔ابھی یہاں سے کہیں جائے گا۔ہم اس کی رہائش گاہ تک پہنچ سکتے ہیں یا اسے یہیں سے اغواء کر کے تمہارے خفیہ اڈے میں پہنچا سکتے ہیں۔''

''ہم اس کم بخت کو نہیں چھوڑیں گے۔میں ابھی آ رہا ہوں۔میرے آلۂ کار بھی اسے گھیرتے رہیں گے۔''

میں فون پر بات کرنے کے دوران رخشی اور گورڈن پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔وہ دونوں بڑے ہی رومانی اور جذباتی انداز میں ایک دوسرے سے چپک کر بیٹھے ہوئے تھے۔اگرچہ بدکار تھے' تاہم اس بڑھاپے میں ایک دوسرے کے پکے عاشق تھے۔دونوں کو جدائی گوارا نہیں تھی۔مگر مجبوراً بچھڑنے والے تھے۔

پھر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔رخشی اپنا بیگ کھول کر کچھ ڈھونڈنے لگی۔

زیرِ لب بڑبڑانے لگی۔ گورڈن بھی کچھ بول رہا تھا۔ انہیں مطلوبہ چیز نہیں مل رہی تھی۔ آخر وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہاں سے جانے لگے۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے جینا سے کہا۔ ”مجھے ان کے پیچھے جانا ہے۔ تمہاری فلائٹ کا وقت ہو گیا ہے۔ اس لئے خدا حافظ۔ میں فون پر رابطہ رکھوں گا۔“

مجھے جینا سے بچھڑتے وقت تکلیف ہو رہی تھی۔ مگر مجبوری تھی۔ میں بڑی عجلت میں ان دونوں سے رخصت ہو کر رخشی اور گے گورڈن کے پیچھے جانے لگا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آگئے۔ وہاں گاڑیوں کے درمیان ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دو اطراف سے گاڑی کے اگلے دروازوں پر آئے۔ پھر انہیں کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ رخشی ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر مطلوبہ چیز ڈھونڈنے لگی۔

میں گورڈن کے پاس آ کر کار کے دروازے سے لگ گیا۔ اس نے چونک کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ”مجھے نہیں، میرے ہاتھ کو دیکھو۔ موت سائیلنسر کے ساتھ آئی ہے۔“

میرے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ کر وہ دونوں گھبرا گئے۔ گورڈن نے پوچھا۔ ”کون ہو تم....؟“

میں نے کہا۔ ”تم سے پرانی رشتہ داری ہے۔ اس لئے آیا ہوں۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنی گن کو نال کی طرف سے پکڑ کر نکالو اور اسے پچھلی سیٹ کی طرف پھینک دو۔“

گورڈن بڑی توجہ سے مجھے دیکھتے ہوئے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر گن نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”تم وکی ہو....؟“

میں نے کہا۔ ”وکی تم سب کے حواسوں پر چھایا ہوا ہے۔ اب تمہاری موت بھی شاید اسی کے ہاتھوں سے ہوگی۔“

پھر میں نے ریوالور کے دستے کو گورڈن کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔ ”چالاکی نہ دکھاؤ۔ گن کو نال کی طرف سے پکڑو، ورنہ گولی چلا دوں گا۔“

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ اسے نال سے پکڑ کر پچھلی سیٹ کی طرف پھینک دیا۔ میں نے اس کی جیب سے موبائل فون نکال کر رخشی سے کہا۔ ”تمہارے بیگ میں بھی فون ہے۔ اسلحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اپنا بیگ پیچھے پھینک دو۔“

وہ ہچکچانے لگی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔ ”کم آن..... ہری اپ....“

اس نے بے بسی سے گورڈن کو دیکھا۔ مگر حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ میں پچھلی سیٹ کا دروازہ

کھول کر وہاں بیٹھ گیا۔ میرے فون سے کالنگ ٹون سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا۔ پھر کان سے لگا کر وکی سے پوچھا۔ ”ہیلو..... کہاں ہو تم....؟“

”میں ایئرپورٹ کے قریب ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”پارکنگ ایریا میں کار نمبر ٹو ایٹ نائن ٹو کے پاس آؤ۔ یہاں میں پچھلی سیٹ پر ہوں۔ رخشی اور گے گورڈن میرے نشانے پر ہیں۔“

”میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔“

میں نے فون بند کیا۔ رخشی نے مجھے چیلنج کرنے کے انداز میں کہا۔ ”تم وکی ہو۔ اگر میں موت کی پروا کئے بغیر چیخنا شروع کر دوں تو کیا کرو گے؟ مجھے گولی مارو گے ناں...؟ مگر یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گے۔ گرفتار ہو جاؤ گے۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”میں وکی نہیں ہوں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک جونیئر آفیسر ہوں۔ اس وقت انڈر ورلڈ کے بدنام مجرم گے گورڈن کو گرفتار کرنے کے لئے اسے گولی مار کر زخمی یا اپاہج بنا سکتا ہوں اور تمہیں یہ تماشہ دکھا کر جہنم میں پہنچا سکتا ہوں۔“

گے گورڈن بھی یہ نہیں چاہتا کہ قانون کی گرفت میں آ کر بے بس ہو جائے اور بڑی محنت سے تبدیل کیا ہوا نام اور نئی شخصیت سب کو معلوم ہو جائے۔ وہ بدنصیبی سے ہمارے سامنے ظاہر ہو چکا تھا۔ مگر قانون کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔ ”کیا تم وجی ہو؟ اس سے پہلے تم نے لانچ میں رخشی کے ساتھ مجھے ٹریپ کیا تھا۔“

”ہاں۔ اب دوسری بار بھی میرے ہی جوتوں تلے آئے ہو۔ یقیناً سمجھوتہ کرنے کی باتیں کرو گے۔ تمہیں بچ نکلنے کی امید ہوگی۔“

وہ بڑے یقین سے بولا۔ ”نہ تم مجھے گولی مارو گے، نہ اپاہج بناؤ گے۔ تمہارا نانا علیم شیرازی ابھی میرے بیٹے کی گرفت سے نہیں نکلا ہے۔ وکی، خان علی کو وہاں نہیں پہنچا سکے گا۔ علیم وہاں سلطان کی امانت ہے۔ وہ اسے ہی واپس ملے گا۔“

میں نے کہا۔ ”ابھی ہم نہیں جانتے، آگے کیا ہونے والا ہے؟“

”یہ جان لو کہ اپنے نانا جان کی واپسی کے لئے مجھے اور رخشی کو زندہ رکھنا ہوگا۔“

وہ درست کہہ رہا تھا۔ پوری طرح شکنجے میں آنے کے باوجود ہماری کمزوری ان کے ہاتھوں میں تھی۔ سلطان کئی طرح کے ہتھکنڈوں سے نانا جان کو ہم سے چھین سکتا تھا۔

وکی نے آ کر ہمیں کار کے اندر دیکھا۔ پھر پچھلی سیٹ پر میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مرغے کے ساتھ مرغی بھی ہے۔ یقیناً یہ ہماری بہن کو پریشان کرنے اسلام آباد جانے والے تھے۔ ہم رکاوٹ بن رہے ہیں۔"

اس نے گورڈن کا کان پکڑ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے کہا۔ "یہ نیا مکھڑا کیسا ہے ذرا دیکھنے تو دو....؟ ارے واہ! کیا روپ نکالا ہے؟ بڑھاپے کی جھریاں ختم ہوگئیں۔ جوانی کی رونق لگی ہوئی ہے۔"

میں نے کہا۔ "وکی! وقت ضائع نہ کرو۔ انہیں یہاں سے لے چلو۔"

وہ گورڈن سے بولا۔ "کار اسٹارٹ کرو اور پارکنگ ایریا سے باہر نکلو۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں وجی سے کہہ چکا ہوں۔ تم دونوں ہمیں ذرا سا بھی نقصان پہنچاؤ گے تو تمہارے نانا جان کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

اس نے کہا۔ "چلو ہم ڈر گئے۔ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اپنے بیٹے کا نام لے کر ہمیں ڈراتے رہو۔ ہم ڈرتے رہیں گے۔"

"پلیز وکی! میری بات کو مذاق نہ سمجھو۔ ہم سے سمجھوتہ کرو۔"

"جو کہو گے' کروں گا۔ آگے دیکھو۔ وہاں دو کاریں برابر کھڑی ہوئی ہیں۔ اپنی کار ٹھیک ان کے درمیان لے جا کر روکو۔"

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ مگر اپنا ارادہ تو بتاؤ؟"

"ارادہ تو ایک ہی ہے۔ نانا جان کو واپس لانا ہے۔ اگر تم یہاں بیٹھے بیٹھے ان کی واپسی یقینی بنا دو تو رہائی پا کر اپنی اس پھلجڑی کے ساتھ ہنستے بولتے چلے جاؤ گے۔"

اس نے دو کاروں کے درمیان اپنی گاڑی لا کر روک دی۔ دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ ان کاروں میں سے وکی کے آلۂ کار باہر آ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے کوٹ اور اوور کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ چھپا رکھے تھے۔ ان کے انداز سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ اسلحہ چھپائے ہوئے ہیں۔ حکم سنتے ہی گولیاں چلا سکتے ہیں۔

اس نے کہا۔ "ہمیں کہیں نہ لے جاؤ۔ یہیں بیٹھ کر سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بچوں کا کھیل ہوتا تو سرعام ہو جاتا۔ کہیں آرام سے بیٹھ کر باتیں کی جائیں گی۔"

وکی نے اس کے سر پر چپت مارتے ہوئے کہا۔ "تم اس کار کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔ اور تم...."

اس نے رخشی سے کہا۔ "اُدھر دوسری کار میں جا کر بیٹھو۔"

"میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔ پلیز۔ مجھے گورڈن کے ساتھ رہنے دو۔"

"پھولوں کی سیج سجانے کے بعد تمہیں اس کے پاس پہنچا دیں گے۔ ابھی وہی کرو' جو کہا جا رہا ہے۔ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔"

گورڈن اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا۔ "رخشی! ان کی بات مانو۔ پھر ہم اپنی بھی منوائیں گے۔"

وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر دوسری کار کی پچھلی سیٹ پر چلی گئی۔ وکی نے اپنے آلہ کو سمجھایا کہ رخشی کو کہاں لے جانا ہے اور کس طرح حالات کے مطابق اس کے ساتھ پیش آنا ہے؟ پھر ہم دونوں بھائی گورڈن کے پاس آ کر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

ہماری گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ گورڈن سر گھما کر پیچھے آنے والی رخشی کی گاڑی کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وکی نے اس کا سر اپنی طرف گھماتے ہوئے کہا۔ "مجھے دیکھو اور میری باتوں کا جواب دو۔ تم نے بیٹے کو فائدہ پہنچانے کے لئے خان علی کو اغواء کرانا چاہا تھا۔ اب اپنی جان بچانے کے لئے کیا کرو گے؟"

"میں خان علی کو اغواء کرانا نہیں چاہتا تھا۔ تم غلط....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک ہاتھ منہ پر پڑا۔ وہ تلملا کر بولا۔ "میں سچ کہتا ہوں۔ میں نے...."

پھر ایک ہاتھ منہ پر پڑا۔ میں پولیس افسر تھا۔ وکی کا یہ جارحانہ رویہ میرے اصولوں کے خلاف تھا۔ مگر میں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ لاتوں کا بھوت ہے' باتوں سے نہیں مانے گا۔

گورڈن پھر جھوٹ بولنا چاہتا تھا۔ اس بار وکی نے گھونسہ دکھایا تو وہ پیچھے ہو کر سیٹ کی پشت سے لگ کر بولا۔ "ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے ہی اسے اغواء کرانا چاہا تھا۔"

میں نے پوچھا۔ "کامیاب ہو جاتے تو کیا کرتے؟ کیا سلطان ظفر' خان علی کے بدلے نانا جان کو حاصل کر لیتا؟"

"نہیں... پہلے وکی کو خان اعظم کی نظروں سے گرایا جاتا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی کہ اس نے خان علی کو اغواء کیا ہے اور جبراً اس کے عوض اپنے نانا جان کو حاصل کرنے والا ہے۔"

وہ ذرا توقف سے بولا۔ "دراصل خان اعظم امانت میں خیانت کرنے والا تھا۔ سلطان ظفر اپنے طریق کار سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس نے منشیات کی اسمگلنگ میں ساتھ

دینے والے سلطان کو نظر انداز کر کے اور وکی جیسے بہروپیئے پر بھروسہ کر کے غلطی کی ہے۔“

وکی نے کہا۔ ”ہوں.... تمہارے بیٹے کی چال سمجھ میں آ رہی ہے۔ منشیات کے دھندے سے وہ خوب کما رہا ہو گا۔ خان اعظم سے عداوت بھی نہیں چاہے گا۔ پہلے ہمیں اس کی نظروں سے گرائے گا۔ اس طرح نانا جان امانت کے طور پر اسے ملیں گے اور منشیات کا دھندا بھی بحال ہو جائے گا۔“

گورڈن نے کہا۔ ”ابھی ہمیں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ خان علی ہماری گرفت میں نہیں آیا ہے۔ اور نہ ہی تم اسے خان اعظم تک پہنچا پاؤ گے۔ آگے کیا ہونے والا ہے یہ نہ تو تم جانتے ہو نہ میں جانتا ہوں۔ اس لئے میرے بیٹے سے بات کرو۔“

”اس سے کیا بات کریں؟“

”یہی کہ تم خان علی کو باپ کے پاس لے جاؤ گے تو میرا بیٹا راستہ نہیں روکے گا۔ اس کے عوض تم مجھے اور رخشی کو رہا کر دو گے۔“

”تمہاری رہائی کی بات اس وقت ہو گی' جب سلطان کو اس کے ماں باپ کے اغواء ہونے کا علم ہو گا۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا ظفر کو نہیں بتاؤ گے کہ ہمیں اغواء کیا گیا ہے؟“

”ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے۔ اس معلم اور مجاہد کے ماں باپ ہمارے شکنجے میں نہیں ہیں۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”تم یہ بات ظفر سے کیوں چھپانا چاہتے ہو؟“

”ہم اس کی مصروفیات بڑھا رہے ہیں۔ وہ تم لوگوں کو ڈھونڈتا پھرے گا۔“

وہ جھنجلا کر بولا۔ ”یہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔“

”دشمن کبھی ایک دوسرے کے لئے اچھا نہیں کرتے۔“

وہ مجھ سے بولا۔ ”وجی! اسے سمجھاؤ۔ یہ ایسی حرکتیں کرے گا تو تمہارے نانا جان کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔“

میں نے کہا۔ ”نانا جان ابھی غیر جانبدار خان اعظم کی تحویل میں ہیں۔ جب تک تمہارا بیٹا انہیں حاصل نہیں کرے گا' وہ سلامت رہیں گے۔ وہ ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ظفر تم لوگوں پر بھاری پڑ سکتا ہے۔“

”جب بھاری پڑے گا' تب اس سے بات کریں گے۔ اب ایک لفظ بھی نہ

بولو۔ خاموش رہو۔ ورنہ بات کرو گے تو لات پڑے گی۔“

وہ پہلے ہی وکی سے اچھی طرح مار کھا چکا تھا۔ بے بسی سے خاموش ہو کر پہلو بدلنے لگا۔ ہم انہیں اس خفیہ رہائش گاہ میں لے آئے' جہاں ایشلے اور خان علی بخیریت روپوش تھے۔ انہوں نے رخشی اور گے گورڈن کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

وکی نے کہا۔ ”یہ وہی بگ باس یعنی گے گورڈن ہے' جس نے تمہیں اغواء کرنا چاہا تھا۔“

خان علی نے اسے نفرت سے دیکھا۔ ہم رخشی اور گے گورڈن کے منہ پر ٹیپ چپکا رہے تھے۔ پھر میں نے آلۂ کاروں سے کہا۔ ”ان دونوں کو الگ الگ بیڈ رومز میں لے جا کر باندھ دو۔ انہیں ہماری مرضی کے بغیر ہلنا بھی نہیں چاہئے۔“

خان علی نے ہم سے پوچھا۔ ”کیا سلطان ظفر اپنے ماں باپ کو حاصل کرنے کے لئے تمہارے نانا جان کے حصول سے باز آ جائے گا؟“

وکی نے کہا۔ ”ہم اسے دشمنی سے باز رہنے پر مجبور کریں گے۔“

میں نے کہا۔ ”وہ کتے کی دم ہے' ٹیڑھا ہی رہے گا۔ سیدھا نہیں ہو گا۔ ایک مہذب معلم اور مجاہد اعظم کی حیثیت سے خوب شہرت حاصل کر رہا ہے۔ اپنے ملک' اپنے شہر اور اپنے خاندان میں جائز اولاد کی سند حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہے گا۔ نانا جان کو کبھی چھوڑنا نہیں چاہے گا۔“

اس نے کہا۔ ”جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے' اسی طرح شیطان کو شیطان کی چالوں سے مارا جا سکتا ہے۔ خان علی! اب تمہیں ڈارمہ پلے کرنا ہو گا۔ دشمنوں نے ایک بار تمہیں اغواء کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہے تھے۔ دوسری بار وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ یعنی تمہیں اغواء کر چکے ہیں۔“

”کیا ایسا ناٹک کھیلنے سے تمہیں فائدہ اور انہیں نقصان پہنچے گا؟“

وہ خان علی کو سمجھانے لگا کہ نانا جان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے خان اعظم کو سلطان ظفر سے بدظن کرنا ضروری ہے اور ایسی چال چلنے سے سلطان کے قدم اس علاقے سے اکھڑ جائیں گے۔ خان اعظم پھر کبھی اس سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھے گا۔



خان اعظم خان کی خوشیوں کو کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ بیٹا آنے والا تھا۔ ایک مدت کے بعد ایسی خوشی مل رہی تھی کہ پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ وہ چلتے وقت ڈگمگانے لگتا تھا پھر ہنستے ہوئے کہتا تھا۔ ”اب زمین پر میرا خان علی قدم جما کر چلے گا۔ نسل در نسل چلے گا۔“

اس نے حکم دیا تھا کہ بیٹے کے آتے ہی پورے علاقے میں جشن منایا جائے گا۔تمام رات آتش بازی ہوگی۔صبح تک ناچ گانا بھی ہوتا رہے گا اور فائرنگ بھی ہوتی رہے گی۔

مور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تب تک مستی میں ناچتا رہتا ہے' جب تک اسے اپنے بھدے پاؤں نظر نہیں آتے۔خان اعظم کو بھی اچانک ہی ایک فون کال نے بتایا کہ بیٹا صرف اس کی طاقت نہیں ہے۔کمزوری بھی ہے اور وہ کمزوری ایک دشمن کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔

اس نے فون پر گرجتے ہوئے پوچھا۔''کون ہو تم؟ میرے بیٹے کے بارے میں کیا بکواس کر رہے ہو؟ وہ پیرس میں خیریت سے ہے۔آج رات میرے پاس آنے والا ہے۔''

''وہ کبھی نہیں آئے گا۔اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ وہ پیرس میں ہے تو اسے ابھی کال کرو۔تمہیں مایوسی ہوگی۔''

اس نے فوراً ہی رابطہ ختم کر کے خان علی کے نمبر پنچ کئے۔وکی اس وقت ایک پراسرار دشمن بن کر خان اعظم سے بول رہا تھا۔خان علی نے اپنے فون کی سم بدل دی تھی۔جس کے نتیجے میں باپ بیٹے کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔لہٰذا اس نے وکی کو فون پر مخاطب کیا۔اس نے پوچھا۔''جناب عالی! حکم کریں' کیسے یاد کیا ہے؟''

اس نے کہا۔''میں بہت پریشان ہوں۔خان علی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

وکی نے کہا۔''میں نے دو گھنٹے پہلے اس سے بات کی ہے۔وہ بتا رہا تھا' سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔''

''نہیں وکی! کوئی گڑبڑ ہے۔ابھی فون پر کسی نے مجھ سے کہا ہے کہ میرے بیٹے کو اغواء کیا گیا ہے۔''

وہ بولا۔''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے ساتھ ایک مسلح باڈی گارڈ رہتا ہے۔پھر میں نے بھی خان علی کو تاکید کی تھی کہ وہ چار دیواری سے باہر نہ نکلے۔''

''تم ابھی جا کر معلوم کرو کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں موجود ہے یا نہیں؟''

''میں ابھی جا رہا ہوں۔جلد ہی آپ کو اس کی خیریت کی اطلاع دوں گا۔''

اس نے فون بند کر دیا۔خان علی نے کہا۔''بابا جان سے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔بھید کھلے گا تو وہ اس بیٹے کو معاف کر دیں گے' مگر تمہیں نہیں کریں گے۔اس بات کو اپنی توہین سمجھیں گے۔یہی کہیں گے کہ جھوٹ بول کر انہیں بیوقوف بنایا گیا ہے۔''

وہ بولا۔''مجھے اطمینان ہے' یہ جھوٹ نہیں کھلے گا۔انہیں اچھی طرح یقین دلایا جائے گا

کہ سلطان نے ہی تمہیں اغواء کرایا ہے۔''

اس نے دوسرے فون پر آواز بدل کر خان اعظم سے پوچھا۔''کیا ہوا بیٹے سے بات ہوگئی؟''

پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔''بات کیسے ہوگی؟ جبکہ تمہارا لاڈلا میرے شکنجے میں ہے۔''

اس نے پوچھا۔''تم کون ہو؟ میرے بیٹے سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟''

''دشمنی کی بات نہ پوچھو۔یہ لمبی کہانی ہے۔ویسے بھی قصے کہانی میں کیا رکھا ہے؟ ہم کام کی باتیں کریں گے۔لین دین کے معاملات طے کئے جائیں گے۔اس کے بعد بیٹا تمہیں مل جائے گا۔''

''میں اپنے بیٹے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہم ضرور بات کرائیں گے۔مگر ابھی تھوڑا انتظار کرو۔ہم اسے ایک محفوظ اڈے میں پہنچا رہے ہیں۔اس کے بعد تم بات کرو گے تو یقین ہو جائے گا کہ وہ ہماری مٹھی میں ہے۔''

اس نے پھر رابطہ ختم کر دیا۔خان علی نے کہا۔''بابا جان ضرور سلطان ظفر پر شبہ کر رہے ہوں گے۔''

''ضرور کرنا چاہئے۔ہمارا مقصد بھی یہی ہے پھر یہ کہ وہ گے گورڈن کے ذریعے تمہیں اغواء کرانے کی ایک ناکام کوشش کر چکا ہے۔''

وکی نے خان اعظم سے رابطہ کر کے پریشانی ظاہر کی۔''جناب عالی! خان علی اس اپارٹمنٹ میں نہیں ہے' جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔اس سے فون پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

وہ غصے سے بولا۔''یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم نے اسے تنہا کیوں چھوڑ دیا تھا؟''

''میں مجبور تھا۔اسے آپ کے پاس لانے کے لئے پاسپورٹ' ویزا اور دوسرے ضروری کاغذات حاصل کرنے گیا تھا۔''

''اوہ خدایا! میں کیا کروں؟ بیٹا میرے پاس نہیں آئے گا تو میں سلطان ظفر کو زندہ گاڑ دوں گا۔مجھے اسی پر شبہ ہے۔''

''ہونا بھی چاہئے۔اس نے پچھلی رات خان علی کو اغواء کرانے کی کوشش کی تھی۔میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔''

وہ چونک کر بولا۔''یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟''

''خان علی نے کہا تھا' آپ ناحق پریشان ہوں گے۔اس لئے یہ بات آپ سے چھپائی گئی۔ہمیں کیا معلوم تھا کہ چھپانے والی بات پھر سامنے آجائے گی۔وہ پھر اغواء کرے گا اور کامیاب ہوجائے گا۔''

وہ پریشان ہورہا تھا۔غصے سے اور بڑے صدمے سے بڑبڑا رہا تھا۔پھر اس نے فون بند کردیا۔اب اس کا سارا دھیان سلطان کی طرف تھا۔وکی نے پندرہ منٹ کے بعد ہی پراسرار دشمن بن کر فون پر کہا۔''ہیلو! کیا بیٹے کے لئے تڑپ رہے ہو؟''

وہ جھنجلا کر بولا۔''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ مجھے اس کی آواز سناؤ۔اس سے باتیں کرنے دو۔''

''لو آواز سنو' باتیں کرو اور یقین کرو کہ تمہارے جیسے دیو کی جان میری مٹھی میں ہے۔''

خان علی نے مجھ سے فون لے کر کہا۔''بابا جان! اسلام علیکم.....!''

''وعلیکم السلام...تم کسی دشمن کے چنگل میں کیسے پھنس گئے؟ تمہیں گھر سے نکلنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ سیدھے ائیرپورٹ جاتے پھر وہاں سے یہاں چلے آتے۔''

''مجھے کیا معلوم تھا' یہ افتاد آپڑے گی؟ آپ کے لئے بہت سارے تحفے خریدنا چاہتا تھا۔جی چاہتا تھا' پورا پیرس خرید کر لے آؤں۔میں مارکیٹ جانے کے لئے اپنی کار میں آکر بیٹھا۔ایسے ہی وقت کسی نے اسپرے کرنے والی دوا کے ذریعے مجھے بیہوش کردیا۔''

وہ بڑے درد بھرے انداز میں اپنی رُوداد سنا رہا تھا۔خان اعظم نے پوچھا۔''کیا وہ سلطان ظفر ہے؟''

''میں اسے پہچانتا نہیں ہوں۔پہلے کبھی دیکھا نہیں ہے اور ان کا کوئی لیڈر ابھی تک میرے سامنے نہیں آیا ہے۔''

''پھر یہ کون ہے' جو مجھ سے بات کرتا ہے اور ابھی تم سے باتیں کرا رہا ہے؟''

''اس کا کوئی ماتحت ہے۔فون پر اسے احکامات ملے ہیں۔ان کے مطابق اس نے مجھے اغواء کیا ہے۔اب پتہ نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے اور مجھے کہاں لے آیا ہے؟''

''اسے فون دو میں تمہاری رہائی کی بات کروں گا۔''

خان علی نے وکی کو فون دیا۔اس نے پراسرار دشمن کے لب و لہجے میں پوچھا۔''ہاں۔بیٹے سے بات کر کے تسلی ہوگئی؟ یہ ابھی تک خیریت سے ہے۔تم چاہو گے تو آئندہ خیریت اور سلامتی سے تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔''

''میں باپ ہوں' اس کی سلامتی اور واپسی چاہتا ہوں۔یہ بتاؤ' تم کیا چاہتے ہو؟''

''میں مال و زر کا مطالبہ نہیں کروں گا۔وہ تو میں جتنا مانگوں گا تم دے دو گے۔سوچتا ہوں' ایسی چیز طلب کروں' جسے تم بیٹے کے عوض دے نہ سکو۔''

''اگر وہ چیز میرے پاس نہ ہوئی تو نہیں دے سکوں گا۔ورنہ بیٹے کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں۔''

''میں تو وہی طلب کروں گا' جو تمہارے پاس ہے۔''

''پہیلیاں نہ بوجھواؤ۔اپنی طلب پوری کرو اور میرے بیٹے کو میرے حوالے کرو۔''

''تمہارے پاس ایک ایسا شخص ہے' جو قیدی بھی ہے اور مہمان بھی ہے۔اسے میرے حوالے کردو۔''

''یعنی تم علیم شیرازی کو حاصل کر کے میرا بیٹا واپس کرو گے؟''

''ہاں۔میں یہی کہہ رہا ہوں۔''

''یہ تم نہیں کہہ رہے ہو' تمہارے پیچھے چھپا ہوا سلطان ظفر کہہ رہا ہے۔اس سے کہو! مجھ سے براہ راست بات کرے۔''

''وہ تمہارا غلام نہیں ہے...میرا مطلب ہے' ہم کسی سلطان ظفر کو نہیں جانتے...صرف ہم سے معاملہ طے کرو۔''

''تمہاری لڑکھڑاتی زبان نے سمجھا دیا ہے' وہ کھل کر مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔''

خان اعظم نے رابطہ ختم کر کے فوراً ہی سلطان کے نمبر پنچ کئے۔دوسری طرف سے ایسی ٹون سنائی دی' جیسے فون مصروف ہے اور واقعی وہ مصروف تھا۔

اس وقت فون کے ذریعے ہمارے پاپا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''میرے دشمنوں میں صرف آپ ایسے ہیں' جنہیں میں دشمن نہیں کہہ سکتا۔کیونکہ آپ میرے سسر ہیں۔آپ کی بیٹی ینم میری شریک حیات بننے والی ہے۔''

پاپا نے کہا۔''میں تمہیں خواب دیکھنے سے روک نہیں سکتا۔ہاں۔جب آنکھ کھلے گی' تب تک اس کے دو بھائی تمہاری آنکھیں نکالنے وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''تم کیا سمجھتے ہو' میں ینم تک پہنچ نہیں پاؤں گا؟ جبکہ تمہارے سسر کو اپنا قیدی بنا چکا ہوں۔''

وہ ناگواری سے بولے۔''آپ سے تم پر آگئے ہو' یعنی یہ یقین ہوگیا ہے کہ مجھے سسر نہیں بنا سکو گے؟ ویسے علیم انکل کو قیدی بنائے رکھنے کی خوش فہمی ہے۔جبکہ وہ خان اعظم کے مہمان

ہیں۔"

"وکی اس مہمان کو وہاں سے کبھی نہیں لا سکے گا۔ مجھ سے سمجھوتہ اور رشتے داری کرو۔ میرے پاس آجاؤ۔ روپوش رہ کر زندگی نہ گزارو۔"

دشمنوں کو یہ خوش فہمی تھی کہ انہوں نے پاپا کو ہم ماں بیٹوں سے بلکہ پوری فیملی سے دور کر دیا ہے اور وہ پہلے کی طرح کہیں چھپ کر رہتے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ "تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو' وہاں مجھے نہ بلاؤ۔ یہ بتاؤ' فون کس لئے کیا ہے؟"

"میں سیدھی سی ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ یمنم سے شادی کرنے کے بعد تم مجھے داماد تسلیم کرو یا نہ کرو' دنیا تو یہی دیکھے گی اور سمجھے گی کہ میں علیم شیرازی کا جائز بیٹا ہوں۔ اسی لئے تم نے بھی جائز مان کر اپنا داماد بنا لیا ہے۔ اگر تم تسلیم نہیں کرو گے تو اپنی اکلوتی معصوم بیٹی کو ذلیل کرو گے اور وہ ساری زندگی ایک ناجائز کہلانے والے کے ساتھ سر جھکا کر رہے گی۔"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں' تمہیں خواب دیکھنے سے نہیں روکوں گا۔ آنکھ کھلے گی تو بات کروں گا۔"

پاپا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے غصے سے فون کو دیکھا۔ دوبارہ رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت کالنگ ٹون ابھرنے لگی۔ ننھی سی اسکرین پر خان اعظم کا نام دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔ "زہے نصیب..... حضور نے اس ناچیز کو یاد کیا ہے۔ میں نے اپنے طور پر آپ کو یاد نہیں کیا۔ یہ طے کر لیا تھا کہ جب آپ کی ضرورت بن جاؤں گا تو آپ خود ہی مجھے آواز دیں گے۔"

خان اعظم نے کہا۔ "ارادے کے پکے ہو۔ آخر میری ضرورت بن ہی گئے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "خدا مہربان تو بندہ پہلوان..... تقدیر اسی طرح پلٹا کھاتی ہے۔ فرمائیے! آپ کی ضرورت کیا ہے اور میں کیسے پوری کر سکتا ہوں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو' میرے بیٹے کو ابھی میرے پاس پہنچا دو۔"

اس نے ایکدم سے چونک کر پوچھا۔ "بیٹا...؟ یعنی خان علی میرے پاس ہے اور میں اسے آپ کے پاس پہنچا دوں؟"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔ کیا میری زبان نہیں سمجھ رہے ہو؟"

ان لمحات میں سلطان کے اندر آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر سوچ رہا تھا۔ "گے گورڈن ضرور خان علی کو اغواء کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ وہاں اس معاملے میں مصروف

ہوگا' اس لئے ابھی یہ خوش خبری مجھے نہیں سنا رہا ہے۔ شاید وہ کسی بھی لمحے میں فون کرنے والا ہے۔"

خان اعظم گرجتے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "چپ کیوں ہو؟ اگر تم نے اسے آج رات تک یہاں نہ پہنچایا تو....."

اس نے کال کاٹ دی۔ دماغ میں یہی بات آ رہی تھی کہ پہلے گے گورڈن سے تصدیق کرے۔ یہ یقین کرے کہ وہ ایک بار ناکام ہونے کے بعد خان علی کو اغواء کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

اس نے نمبر پنچ کئے۔ چند لمحوں بعد رابطہ ہونے پر آواز سنائی دی۔ "فی الحال آپ کے مطلوبہ نمبر پر رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ کوشش کریں۔"

پھر اس نے ایک نہیں' کئی بار کوششیں کیں۔ اپنی ماں رخشی کے فون پر بھی رابطہ کرنا چاہا۔ دونوں کے فون سے وہی ریکارڈنگ سنائی دے رہی تھی کہ مطلوبہ نمبر پر رابطہ نہیں ہو سکتا۔

وہ جھنجھلا کر ماں باپ کو گالیاں دینے لگا۔ یہی سمجھ رہا تھا کہ خان علی کو اغواء کرنے کی بہت بڑی کامیابی کے بعد وہ بیٹے کو بھول گئے ہیں۔ جبکہ سب سے پہلے بیٹے کو اہمیت دینی چاہئے تھی۔

وہ غصے سے اٹھ کر پاؤں پٹختے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ ایک بار یہ خوشخبری سن لیتا تو خان اعظم کو اپنی انگلیوں پر نچانے لگتا اور اسی وقت فرعون کے انداز میں اپنی امانت یعنی ہمارے نانا جان کو واپس کرنے کا حکم دیتا۔

یہ بہت بڑی آرزو پوری نہیں ہو رہی تھی۔ خان اعظم نے اسے فون پر مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم میرا فون اٹینڈ کیوں نہیں کر رہے ہو؟ میرے بیٹے کے بارے میں بات کرنے سے کیوں کترا رہے ہو؟"

اس نے بات بنائی۔ "میں دوسرے اہم معاملے میں مصروف ہوں۔"

"میرے بیٹے سے زیادہ اہم معاملہ کوئی نہیں ہے۔ پہلے مجھ سے بات کرو۔"

"تھوڑا صبر کرو۔ میں ابھی بات کروں گا۔"

وہ پھر رابطہ ختم کر کے رخشی اور گورڈن کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ اس بار بھی وہی ریکارڈنگ سنائی دی۔ اب اسے فکر لاحق ہوئی کہ دونوں رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ ان کے فون مسلسل بند کیوں ہیں؟

اس نے راجہ تسلیم نواز کو فون پر مخاطب کیا۔ اس سے پوچھا۔ "وکی آج صبح باپ بیٹے کی

فون پر بات کرانے والا تھا۔کیا اس نے وعدہ پورا کیا ہے؟"

"ہاں۔پتہ نہیں اس نے خان علی پر کیا جادو کیا ہے؟ ایک مدت کے بعد اس نے باپ سے بات کی ہے۔"

"خان اعظم مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اس کے بیٹے کو اغواء کیا گیا ہے۔کیا تم ایسی باتیں سن رہے ہو؟"

"ہاں۔میں نے سنا ہے' وکی اور خان جی دونوں ہی پریشان ہیں۔تمہارے خلاف بول رہے ہیں۔"

"ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے خان علی کو اغواء کیا ہے؟"

"اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ وکی اور خان علی آپس میں دوست ہیں۔وہ دونوں آج یا کل خان جی کے پاس آنے والے ہیں۔پھر بھلا وہ اسے اغواء کیوں کرائے گا؟ لامحالہ تم پر ہی شبہ ہوگا۔کیونکہ اسی طرح تم علیم شیرازی کو حاصل کرسکو گے۔"

وہ ذرا چپ رہا۔پھر بولا۔"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔میرے ممی اور ڈیڈی دونوں ہی لاپتہ ہیں۔فون کے ذریعے بھی رابطہ نہیں ہورہا ہے۔"

تسلیم نواز نے پوچھا۔"کیا واقعی تم نے خان علی کو اغواء نہیں کیا ہے؟"

"نہیں....ہوسکتا ہے' ڈیڈ اسے اغواء کرانے میں کامیاب ہوگئے ہوں اور کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں۔فی الحال رابطہ کرنے کے قابل نہ ہوں۔"

"تو پھر انتظار کرو۔وہ کسی پرابلم سے نکلتے ہی تمہیں کامیابی کی خوشخبری سنائیں گے۔"

وہ جھنجھلا کر بولا۔"کب تک انتظار کروں؟ وہ خان جی بار بار فون کرکے اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کررہا ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔"جب تمہارے ممی اور ڈیڈی لاپتہ ہیں تو پھر وہ کون ہے' جس نے خان جی کو بیٹے کے اغواء ہونے کی اطلاع دی ہے؟"

"میں نہیں جانتا' وہ کون ہے؟ مگر مجھے معلوم ہونا چاہئے۔"

"خان جی سے اس کا فون نمبر معلوم کرو۔اس طرح پتہ چلے گا کہ تمہارے ڈیڈ نے خان علی کو اغواء کیا ہے یا نہیں؟"

سلطان بہت زیادہ الجھ گیا تھا۔اب وہ کھل کر بات کرنا چاہتا تھا۔اس نے خان اعظم سے فون پر کہا۔"تمہارا بیٹا میرے پاس نہیں ہے۔میں نے اسے اغواء نہیں کرایا ہے۔"

وہ گرجتے ہوئے بولا۔"بکواس مت کرو۔پچھلے دو گھنٹوں سے مجھے ٹال رہے ہو۔فون

کرتا ہوں تو لائن کاٹ دیتے ہو یا کہتے ہو' میں صبر کروں' انتظار کروں اور اب کہہ رہے ہو' میرا بیٹا تمہارے پاس نہیں ہے۔لعنت ہے تم پر....."

"خوامخواہ لعنت نہ بھیجو۔مجھے اس شخص کا فون نمبر بتاؤ' جو اسے اغواء کرنے کا دعویٰ کررہا ہے۔"

وہ چیخ کر بولا۔"وہ تمہارا خاص آدمی ہے اور اس کا فون نمبر مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

"اگر میں اسے جانتا تو نہ پوچھتا۔پلیز بتاؤ' میں دیکھنا اور سمجھنا چاہتا ہوں' آخر وہ کون ہے؟"

خان اعظم نے اسے نمبر بتائے۔اس نے فوراً ہی رابطہ کیا۔ادھر وکی نے اپنے فون پر کالنگ ٹون سنی۔نمبر پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ سلطان بات کرنا چاہتا ہے۔اس نے فون بند کردیا۔وہ جھنجھلا گیا۔بار بار نمبر پنچ کرنے لگا اور ہر بار جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہونے لگا۔

اس نے خان اعظم سے کہا۔"وہ کوئی فراڈ ہے۔مجھ سے بات نہیں کررہا ہے۔میں کال کرتا ہوں تو وہ فون بند کردیتا ہے۔"

"میں تمہاری سانسیں بند کردوں گا۔وہ فون بند نہیں کرتا۔تمہارا اپنا آدمی ہے۔تم اسے کال نہیں کررہے ہو۔باتیں بنا رہے ہو۔میں تمہاری دوہری چالوں کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔"

"خان جی! میں ہر حال میں علیم کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔تمہارا بیٹا ابھی میرے پاس ہوتا تو اس کے بدلے میں اپنی امانت واپس مانگتا۔"

"تمہاری چال یہ ہے کہ تم دشمنی کررہے ہو۔تم نے خان علی کو اپنے پاس چھپا رکھا ہے لیکن کھل کر مجھ سے لین دین نہیں کررہے ہو۔پراسرار دشمن بن کر علیم کا مطالبہ کررہے ہو۔"

"یہ مطالبہ میں نہیں کررہا ہوں۔پتہ نہیں' وہ کون ہے اور....اور وہ کوئی اور نہیں وکی ہے۔اس نے تمہارے بیٹے کو....."

وہ بات کاٹتے ہوئے بولا۔"تم بکواس کررہے ہو۔بہت ہی کمزور چال چل رہے ہو۔یہ نہیں جانتے کہ وکی اور خان علی آپس میں قابل اعتماد دوست ہیں۔وہ دونوں آج رات یا کل صبح تک میرے پاس آنے والے تھے۔مگر تم نے بیٹے کو باپ سے دور کردیا ہے۔"

سلطان نے پوچھا۔"کیا تم نے خان علی سے بات کی ہے؟ وہ کسی اغواء کرنے والے کے شکنجے میں ہے؟"

"وہ تمہارے شکنجے میں ہے۔بہت پریشان ہے۔ہم سے ناٹک نہ کرو۔ایک طرف سے

دوست بن کر، دوسری طرف سے دشمنی نہ کرو۔"

"تمہیں کیسے یقین دلاؤں، میں نے تو خان علی کو کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔ اس کی پرچھائیں بھی میرے پاس نہیں ہے۔ میری بات مان کر ایک بار اس اغواء کرنے والے سے یہ بات پوچھو کہ وہ تمہارے بیٹے کے عوض کیا چاہتا ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ وہ علیم شیرازی کا مطالبہ کر رہا ہے۔"

"پھر تو یقین کرو، وہ وکی ہی ہے۔ ہمیں آپس میں لڑا رہا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ تمہیں دھوکہ دے رہا ہے۔"

خان اعظم نے پوچھا۔ "کیا میرا بیٹا بھی جھوٹ بولے گا، مجھے دھوکہ دے گا کہ اس وقت وہ کسی انجانے دشمن کی قید میں ہے؟"

"اگر یہ درست ہے کہ وہ کسی انجانے دشمن کی قید میں ہے تو اس دشمن سے پوچھو، وہ علیم کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے؟"

"کیا یہ پوچھنے سے خان علی مجھے واپس مل جائے گا؟"

"تم پوچھو تو سہی.. اس طرح ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ علیم کو کیوں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ تمہارے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ تم ابھی علیم کو اس کے حوالے کر کے بیٹے کو حاصل کر سکتے ہو۔"

خان اعظم نے پھر وکی کے فون پر رابطہ کر کے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ علیم کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟"

وکی نے پُراسرار دشمن کے لہجے میں کہا۔ "تم نے میرا مطالبہ سن کر یہ کہہ دیا کہ میرے پیچھے سلطان ظفر چھپا ہوا ہے۔ اس سے آگے کوئی بات نہیں کی۔ فون بند کر دیا۔"

خان اعظم نے کہا۔ "میں اب تک سلطان سے بات کر رہا تھا۔ وہ انکار کر رہا ہے کہ اس نے خان علی کو اغواء نہیں کیا ہے۔"

"وہ درست کہہ رہا ہے۔ تمہارا بیٹا میرے پاس ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم سلطان کے آدمی نہیں ہو؟"

"تم مجھے اس کا کوئی آدمی یا آلۂ کار کیوں سمجھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم علیم شیرازی کا مطالبہ کر رہے ہو۔"

"اس لئے کر رہا ہوں کہ علیم کو حاصل کر کے سلطان کو کمزور بنانا چاہتا ہوں۔ وہ معلّم بننے والا خبیث صرف میرا ہی نہیں، دین کا بھی دشمن ہے۔ نام نہاد مجاہد اعظم بن کر ہمارے دینی

جہاد کو غلط طریقوں سے جاری رکھنا چاہتا ہے۔ میں ثابت کرنا چاہتا ہوں، وہ معلّم اور مجاہد نہیں ہے۔ حرام کی اولاد ہے۔"

خان اعظم نے کہا۔ "میں علیم کو وکی کے حوالے کروں گا، تب بھی سلطان کی خباثت دنیا والوں کے سامنے آجائے گی۔"

وکی نے کہا۔ "نہیں آئے گی... سلطان کے پیچھے اسلام دشمن قوتیں ہیں۔ وہ علیم کے نواسوں کو یہ بھید کھولنے نہیں دیں گی کہ سلطان کے ذریعے اسلامی جہاد کے معنی و مفہوم کو غلط رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔"

"تم علیم کو حاصل کرنے کے بعد کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"وہ ایک اہم مہرہ ہے۔ میں اس مہرے کو تمہارے ذریعے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہارے بیٹے کو آرام سے رکھا ہے۔ وہ کل کسی بھی وقت تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ مگر اس سے پہلے میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"سلطان ظفر سے کہو، میں خان علی کو ایک شرط پر واپس کروں گا اور شرط یہ ہے کہ ہیروئن اسمگل کرنے کے سلسلے میں جو رقم سلطان کو دی جاتی ہے، وہ مجھے دی جائے۔ تم اس کے بدلے علیم کو اس کے حوالے کرو گے تو میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

"ابھی تو تم سلطان کو دین کا دشمن کہہ رہے تھے اور اب...."

وکی نے کہا۔ "تم میری پوری بات سنو اور سمجھو۔ یہ دھندے والا معاملہ طے پائے گا اور سلطان علیم کو حاصل کرنے تمہارے علاقے میں آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "کل میں خان علی کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔ کیا ایسے وقت سلطان کو وہاں بلا سکتے ہو؟"

"جب میں تمہاری شرط اسے سناؤں گا اور وہ دھندے میں اپنے حصے کی آمدنی تمہیں دینے کے لئے راضی ہو جائے گا تو پھر علیم شیرازی کو حاصل کرنے میری حویلی میں ضرور آئے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو اور دین کا دشمن غارت ہو جائے۔ تم ابھی اس سے بات کرو۔"

خان اعظم نے سلطان سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں تمہیں غلط سمجھ رہا تھا۔ ابھی خان علی کو اغواء کرنے والے نے کہا ہے کہ تمہارا اس سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔"

سلطان نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے، میں بہت بڑے الزام سے بری ہو گیا۔ ویسے وہ کون

ہے اور تم سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟"

"وہ چاہتا ہے' ہیروئن اسمگل کرنے کے سلسلے میں جو رقم تمہیں دی جاتی ہے۔اب اسے دیا کروں۔تب وہ خان علی کو میرے حوالے کرے گا۔"

"میری امانت علیم تمہارے پاس ہے۔اگر اسے میرے حوالے کرو گے تو میں منشیات کے سلسلے میں حاصل ہونے والی رقم ایک برس تک اسے دیتا رہوں گا۔"

خان اعظم نے کہا۔"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ جو میرے بیٹے کو یہاں لائے گا' میں علیم کو اس کے حوالے کر دوں گا۔تم دھندے والی رقم ایک برس کے لئے دو یا دو برس کے لئے ....یہ سودے بازی اس سے کرو۔میں اس سے کہتا ہوں' وہ تم سے بات کرے گا۔"

خان اعظم نے وکی سے کہا کہ سلطان اسے کال کرنے والا ہے۔وہ اس سے معاملات طے کرے۔پندرہ منٹ بعد وکی نے فون پر اس کی آواز سنی۔وہ پوچھ رہا تھا۔"ہیلو تم کون ہو؟ ہمارے دھندے میں شامل ہونے کے لئے تم نے خان اعظم کے بیٹے کو اپنے شکنجے میں کیوں لیا ہے؟"

"یہ میرا اپنا طریق کار ہے۔تم سمجھ رہے ہو گے کہ میں اپنے طریق کار کے مطابق کامیابی حاصل کرنے والا ہوں۔"

"ہاں۔مگر میں علیم کو حاصل کرنے کے لئے صرف ایک برس تک اپنا شیئر تمہیں دیتا رہوں گا۔"

وکی نے کہا۔"اور ایک برس کا اضافہ کرو۔کیونکہ اپنی ممی کو بھی حاصل کرنا چاہو گے۔"

یہ ایسی بات تھی کہ وہ ایکدم سے اچھل پڑا۔چیخ کر بولا۔"کیا....؟تم نے میری ممی کو بھی قیدی بنا رکھا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"ہاں...اور ایک برس کو اضافہ کرو۔اپنے ڈیڈ کو حاصل کرنے کے لئے...."

وہ حیرت کے مارے چند لمحوں تک بول نہ سکا۔پھر بولا۔"تم ہو کون؟ تم نے اغواء کی تین بڑی وارداتیں کی ہیں۔کیا یہ نہیں جانتے کہ میں کتنی بڑی عسکری قوت رکھتا ہوں؟"

"جانتا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں کہ زبردست عسکری قوت رکھنے والا ابھی کس قدر کمزور ہو گیا ہے؟"

"کیا تمہیں یقین ہے' آئندہ مجھ سے مات نہیں کھاؤ گے؟"

"پورا یقین ہے۔خان اعظم کی حویلی میں آؤ۔وہاں میرا طریقہ معلوم ہو گا تو مان لو گے

کہ میں سیر پر سوا سیر بن کر رہنا جانتا ہوں۔"

"کیا میری ممی اور ڈیڈی کو خان اعظم کی حویلی میں لاؤ گے؟"

"اتنا نادان نہیں ہوں۔تم حویلی میں آؤ۔پہلے معاملات طے کرو۔اس کے بعد دوسرے تیسرے دن ماں باپ کی گود بھی مل جائے گی۔"

"میں ممی اور ڈیڈی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"حویلی میں بات کر سکو گے۔مگر پہلے دھندے کی باتیں ہوں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔میں آؤں گا۔وقت مقرر کرو۔"

"آج رات کوئی وقت مقرر کروں گا۔ابھی خان اعظم کو بتاؤ کہ تم مجھ سے راضی ہو۔"

اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔وہ خان اعظم سے بات کرنے چلا گیا۔

خان علی نے وکی سے کہا۔"اگر تم پہلے ہی بابا جان سے کہہ دیتے کہ دین کے دشمن کو اپنے رُوبرو آنے پر مجبور کرنا چاہتے ہو تو ان سے یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کہ مجھے ابھی کسی نے اغواء کیا ہے۔"

"سچ معلوم ہونے پر وہ جھوٹی ایکٹنگ نہیں کر سکتے تھے۔سلطان بہت ہی مکار ہے۔فوراً سمجھ لیتا کہ ناٹک کیا جا رہا ہے۔وہ تمہارے علاقے میں اپنی فوج کے ساتھ نہیں آئے گا۔میں جانتا ہوں' تمہارے بابا جان قانون کے مسلح محافظوں کو وہاں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔اسے ایسی جگہ گھیرنے کے لئے یہ ڈرامہ کرنا اور تمہارے بابا جان سے جھوٹ بولنا ضروری ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔"تم بڑی ہیرا پھیری سے دشمن کو گھیر رہے ہو۔میرا دماغ بھی تمہاری طرح کام کرتا تو میں اب تک بابا جان کے کھیتوں کو آگ لگا دیتا۔"

"میں آگ ہی لگا رہا ہوں۔تمہاری خواہش بھی پوری کر رہا ہوں۔قانونی تحفظ دینے والا سلطان نہیں رہے گا تو تمہارے علاقے میں منشیات کا کاروبار آدھا رہ جائے گا۔میں وہ آدھا بھی نہیں رہنے دوں گا۔تم میرا ساتھ دے رہے ہو۔میں تمہارے نیک ارادوں کی تکمیل ضرور کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے بولا۔"تم بہت اچھے ہو۔میں تم سے بہت متاثر ہوتا جا رہا ہوں۔تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ساری عمر دوستی نبھاتا رہوں گا۔"

دوسری طرف سلطان ظفر یہ سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ اغواء کی تین وارداتیں کرنے والا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟ وہ ایسا بے باک اور زبردست ہے کہ خان اعظم جیسے فرعون

صفت جاگیردار اور عالمی شہرت رکھنے والے معلّم اور مجاہد اعظم کے لئے چیلنج بن گیا ہے اور وہ سب اس کے مطالبات کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

وہ جلد سے جلد اس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کے لئے میسونی تنظیم کے تجربہ کار چالباز سراغ رسانوں سے کام لے رہا تھا۔ان سب نے پیرس شہر کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ریل روڈ' ہائی ویز' ایئر پورٹ اور تمام آبی راستوں سے گزرنے والوں کی سختی سے چیکنگ ہو رہی تھی۔

چیکنگ کرنے والوں میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں بھی تھے۔میرے استاد' دوست اور مہربان گیری کوپر کے رازدار ماتحت بھی تھے۔انہوں نے میری مدد کی۔خان علی اور وکی کو اپنا ماتحت جاسوس بنا کر تمام ناکہ بندی سے نکال کر وہاں سے دور پہنچا دیا۔

سلطان کو اپنے مضبوط ذرائع اور وسیع اختیارات پر بڑا ناز تھا۔اس نے افغانستان میں بھی جگہ جگہ اپنی فوج کے نام نہاد مجاہدوں کا پہرہ لگایا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ پراسرار مجرم یعنی وکی ان علاقوں سے گزرتے وقت گرفت میں آجائے گا۔خان علی کو اپنے ساتھ لاتے وقت پکڑا جائے گا۔مگر ایسا نہیں ہو رہا تھا۔

وکی اور خان علی تاجکستان کے راستے افغانستان پہنچ گئے۔شمالی علاقوں سے گزرتے ہوئے خان اعظم خان کے پاس آگئے۔باپ نے بیٹے کو دیکھتے ہی سینے سے لگا لیا۔اس کا استقبال کرتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کرائی۔پورے علاقے میں ڈھول تاشے اور گانے بجانے کی آوازیں گونجنے لگیں۔سلطان کو زبردست دھچکا لگا۔اس کی تمام ناکہ بندی ناکام ہو گئی تھی۔وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

میں وجاہت علی عرف وجی اپنی خاندانی رُوداد بیان کرتا آرہا ہوں۔جب تک وکی حالات سے مجبور ہو کر منفی انداز میں زندگی گزارتا رہا' تب تک میں اپنے خاندانی معاملات کو سنبھالتا رہا۔اب وہ مثبت انداز میں ہمارا ساتھ دے رہا تھا۔دشمنوں کے چھکے چھڑا رہا تھا۔اس لئے میں پیچھے ہٹ کر اسے اپنی چال چلنے کے مواقع فراہم کر رہا تھا۔

ویسے سلطان ظفر اور گے گورڈن جیسے مجرموں سے وکی ہی نمٹ سکتا تھا۔ہم نے طے کیا تھا کہ وکی خان اعظم کے علاقے میں سلطان سے نمٹے گا اور میں پیرس میں رہ کر رشتی اور گے گورڈن کو قیدی بنا کر رکھوں گا۔ادھر میرے اور اُدھر خان اعظم کے ٹی وی سے کیمرے منسلک رہیں گے۔اس طرح ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور اپنے معاملات نمٹا سکیں گے۔

خان اعظم ایک طویل عرصے کے بعد بیٹے کے گلے لگ کر خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔ان کے آس پاس دور تک مسلح افراد ہوائی فائر کر رہے تھے۔

اس نے سب ہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"میرے سینے میں دل مچل رہا ہے۔میں اپنے بیٹے کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر حویلی کے اندر لے جاؤں گا۔جب یہ بچہ تھا تو میں اسے کاندھے پر بٹھا کر اپنے علاقے میں گھومتا رہتا تھا۔کل سے یہ آرزو میرے دل میں مچل رہی ہے کہ اسے بازوؤں میں اٹھاؤں گا۔اپنے سر پر بٹھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بیٹے کو دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔پھر اسے اٹھایا تو وہ ذرا اٹھ گیا۔مگر باپ کے قدم ڈگمگا گئے۔سب ہی دیکھ رہے تھے۔وہ ذرا جھینپ سا گیا۔باپ اونٹ اور بیٹا پہاڑ ہو گیا تھا۔

اس نے حوصلہ کر کے دوسری بار اسے اٹھایا۔ایک قدم آگے بڑھا پھر اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتا بیٹے نے فوراً ہی اسے سنبھال لیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں ایسے اٹھا لیا' جیسے وہ کوئی بچہ ہو۔سب ہی لوگ تالیاں بجانے لگے۔اچھلنے کودنے اور ناچنے لگے۔وہ باپ کو اٹھا کر حویلی میں لے گیا۔

راجہ تسلیم نواز نے وکی سے کہا۔"خان بابا نے آپ کا تعارف نہیں کرایا۔انہیں موقع ہی نہیں ملا۔ویسے آپ ہمارے مہمان ہیں۔اندر آجائیں' ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

وکی ان کے ساتھ ایک کمرے میں آیا۔وہاں نانا جان ایک ایزی چیئر پر بیٹھے ہوئے تھے۔نواسے کا اصل چہرہ میک اپ کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔وہ اسے پہچان نہ سکے۔وکی اگرچہ پہلی بار انہیں دیکھ رہا تھا۔لیکن پہچان گیا تھا۔اس نے مصلحتاً انجان بن کر انہیں سلام کیا۔ان سے مصافحہ کیا۔

تسلیم نواز نے اپنا اور نانا جان کا تعارف کرانے کے بعد پوچھا۔"آپ کی تعریف....؟"

وکی نے کہا۔"خان علی کو اغواء کرنے والا مجرم ہوں۔مگر اب اسے واپس لا کر خان اعظم کا محسن اور مہمان بن گیا ہوں۔"

حویلی کے دوسرے کمرے میں باپ بیٹے کے درمیان بڑی ہی پیار بھری باتیں ہو رہی تھیں۔ایسے وقت خان علی نے یہ حقیقت بیان کی کہ اسے کسی نے اغواء نہیں کیا تھا۔وکی بڑی حکمت عملی سے سلطان کو یہاں آنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔اس لئے اغواء کئے جانے کا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔

خان اعظم نے میٹھی ناراضی سے کہا۔"تم نے بھی وکی کے ساتھ مل کر مجھ سے جھوٹ

بولا؟ مجھے دھوکہ دیا؟"

"مجھے معاف کردیں بابا جان! وکی نے ہم دونوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آپ کے بیٹے کو سچ مچ اغواء ہونے سے بچایا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں سلطان کے باپ کی قید میں ہوتا۔"

خان اعظم نے کہا۔ "وہ شیطان کی اولاد تمہارے بدلے علیم شیرازی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کی چالبازی کی ایسی سزا دوں گا کہ......"

"نہیں بابا جان! آپ میری بات مانیں گے۔ سلطان کو وکی کے حوالے کریں گے۔ ان کے درمیان برسوں کی خاندانی دشمنی ہے۔ وکی کو اس سے نمٹنے دیں گے۔"

"تم نے باپ کے پاس آکر، کلیجے سے لگ کر دل خوش کردیا ہے۔ یہاں جو بولو گے، وہی ہوگا۔"

"میرے ساتھ جو شخص آیا ہے، وہی وکی ہے۔ آپ اسے بہروپ میں رہنے دیں۔ وہ سلطان ظفر کی موجودگی میں خود کو ظاہر کرے گا۔"

خان اعظم نے مہمان خانے میں آکر وکی سے ملاقات کی۔ یہی تاثر دیا کہ وہ اسے وکی کی حیثیت سے نہیں پہچان رہا ہے۔ اس نے تسلیم نواز سے کہا۔ "سلطان کو خبر دو کہ میرے بیٹے کو جس نے اغواء کیا تھا اور اس کے ماں باپ کو جس نے قیدی بنا کر رکھا ہے، وہ یہاں آچکا ہے۔ میرا معزز مہمان ہے۔ اسے یہاں آکر میرے مہمان سے بات کرنی چاہئے۔"

تسلیم نواز نے کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے ذریعے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں راجہ بول رہا ہوں۔ سب سے پہلے یہ خوشخبری سنو کہ جناب خان اعظم کے صاحبزادے بابا خان علی سلامتی اور خیریت سے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس وقت جناب عالی مہمان خانے میں تشریف رکھتے ہیں۔ فون کا وائڈ اسپیکر آن ہے۔ یہاں تم ہمارے اس معزز مہمان سے بھی بات کرسکتے ہو۔ جس نے تمہارے والدین کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

سلطان کی آواز فون کے وائڈ اسپیکر سے ابھری۔ اس نے خان اعظم کو سلام کیا۔ اسے بیٹے کی سلامتی کی مبارکباد دی۔ پھر کہا۔ "آپ نے جسے معزز مہمان بنایا ہے۔ وہ میرا مجرم ہے۔ میں اور کچھ کہنے سے پہلے اپنی ممی اور ڈیڈی سے باتیں کرنا اور ان کی آواز سننا چاہوں گا۔"

وکی نے کہا۔ "یہاں آؤ گے تو ان سے باتیں بھی کرو گے اور ٹی وی اسکرین پر انہیں دیکھتے بھی رہو گے۔"

"میں یہیں بیٹھ کر علیم شیرازی اور اپنے والدین کو حاصل کرنے کے لئے تمہارے تمام مطالبات تسلیم کرسکتا ہوں۔"

وکی نے کہا۔ "تمہیں یہاں آنا ہوگا۔ کیونکہ منشیات کے سلسلے میں جو رقم تین برسوں تک حاصل کرتا رہوں گا، اس کے لئے یہاں تحریری معاہدہ ہوگا۔ اس معاہدے پر خان جی اور خان علی کے دستخط ہوں گے۔ میں کام پکا کرکے یہاں سے جاؤں گا۔"

خان اعظم نے کہا۔ "سلطان! تحریری معاہدے کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ جو اصولی باتیں ہیں، انہیں تسلیم کرو اور بتاؤ کب تک آرہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں اس وقت جلال آباد میں ہوں۔ شام چار بجے تک وہاں پہنچ سکوں گا۔ مگر میری ایک شرط ہے۔ میں اپنے پچاس مسلح مجاہدین کے ساتھ آؤں گا۔"

خان اعظم نے ناگواری سے پوچھا۔ "کیا مجھ سے جنگ لڑنے آرہے ہو؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "میری کیا مجال، جو میں آپ سے جنگ کرنے کا خیال بھی اپنے دل میں لاؤں۔ چونکہ آپ کا مہمان میرا دشمن ہے۔ اس لئے...."

"یہ مہمان تنہا اور نہتا ہے۔ تم اب سے پہلے بھی کئی بار یہاں آچکے ہو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ صرف دو باڈی گارڈز لانے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج بھی اسی طرح آسکتے ہو تو آؤ۔ ورنہ بات ختم کرو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

اسے ایک نہیں، تین اہم افراد کو حاصل کرنا تھا۔ نانا جان اس کے لئے بہت ضروری تھے اور وہ اپنے والدین کو کسی دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ پچھلی رات سے اپنے مخبروں کے ذریعے معلوم کرتا رہا تھا اور یہ یقین کرتا رہا تھا کہ اس کے خلاف کوئی سازش نہیں ہو رہی ہے۔ ابھی خان علی کی آمد پر بھی یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کے ساتھ صرف ایک شخص آیا ہے۔

وہ مطمئن ہو کر بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

اس سے رابطہ ختم ہوگیا۔ خان اعظم نے بیٹے کے ساتھ وہاں سے جاتے ہوئے حکم دیا کہ اس کمرے میں بڑی اسکرین والا ٹی وی لاکر رکھا جائے اور سلطان ظفر کے آنے تک معزز مہمان کو آرام کرنے دیا جائے۔

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ مہمان خانے کے دوسرے کمرے میں نانا جان مایوس ہو کر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ وکی شاید کسی وجہ سے ناکام ہوگیا ہے۔ اب وہ بیٹی داماد اور نواسوں سے کبھی مل نہیں سکیں گے۔ انہیں سلطان کے حوالے کیا جائے گا۔

وکی نے انہیں دور سے مایوسی کی حالت میں دیکھا۔ وہ قریب جا کر انہیں تسلیاں نہیں دے سکتا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ پہلی بار نانا جان کے پاس آ کر ان کے سینے سے نہیں لگ سکتا تھا۔ اسے بہر حال انتظار کرنا تھا۔

پھر انتظار کی گھڑیاں گزر گئیں۔ سلطان آ گیا۔ مہمان خانے کے وسیع و عریض کمرے میں دوست دشمن سب ہی یکجا ہو گئے۔ سلطان ظفر نے خان اعظم سے مصافحہ کیا۔ پھر خان علی کے پاس آ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

خان علی اس کے ہاتھ پر نفرت سے ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''تمہارے باپ نے میرے اپارٹمنٹ سے مجھے اغواء کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے تم سے ہاتھ نہیں ملانا چاہئے۔ ان ہاتھوں کو کاٹ کر پھینک دینا چاہئے۔''

سلطان نے ایکدم سے پریشان ہو کر خان اعظم سے کہا۔ ''خان بابا کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے ڈیڈی نے.....''

خان اعظم نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کچھ کہنے سے روکتے ہوئے کہا۔ ''اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ کیا جھوٹ ہے اور کیا سچ' یہ ابھی تمہارے باپ سے معلوم ہو جائے گا۔ جاؤ ادھر جا کر بیٹھو۔''

سلطان کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ایک جگہ بیٹھتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کمرے کے دونوں دروازے باہر سے بند تھے اور اس کے دونوں مسلح باڈی گارڈز کو باہر ہی روک دیا گیا تھا۔

نانا جان کو وہاں آ کر بیٹھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ سلطان کے ساتھ خان علی کا رویہ دیکھ کر ان کے اندر ایک امید سی پیدا ہوئی تھی کہ انہیں اس ناجائز کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

ٹی وی آن تھا۔ وکی اسے آپریٹ کرتے ہوئے مجھ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میری آواز سنائی دی۔ ''ویس.... میں آن لائن ہوں۔ رخشی اور گے گورڈن کو پیش کر رہا ہوں۔''

وکی ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔ اس وقت سلطان نے اسکرین پر اپنی ممی اور ڈیڈی کو دیکھا۔ ادھر رخشی نے کہا۔ ''ظفر! میرے بیٹے! میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ یقیناً تم بھی مجھے دیکھ رہے ہو۔''

سلطان نے وکی کی طرف دیکھا۔ پھر رخشی سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ ڈیڈ! کیا تم اغواء کرنے والے کو پہچانتے ہو؟''

ایسے وقت میں ان کے پیچھے آ کر بیٹھ گیا۔ ایک چھوٹے سے آئینے کو دیکھتے ہوئے چہرے سے میک اپ اتارنے لگا۔ چونکہ عارضی میک اپ تھا۔ اس لئے جلد ہی اصلی چہرہ سامنے آنے لگا۔

سلطان کی نظریں اسکرین پر تھیں۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ ''وکی!... تم؟''

اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے وکی نے کہا۔ ''وہ وجی ہے۔ میں ادھر ہوں۔''

اس نے سر گھما کر دیکھا تو وکی بھی اپنے چہرے سے میک اپ اتار رہا تھا۔ سلطان اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سہما ہوا تھا۔ خان اعظم سے بولا۔ 'خان جی! میں ہمیشہ آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہاں صرف دو باڈی گارڈز کے ساتھ آتا جاتا رہا ہوں۔ کیا آج آپ سے دھوکہ کھا رہا ہوں؟''

خان اعظم نے کہا۔ ''وکی نہ ہوتا تو میں بھی تم سے دھوکہ کھا جاتا۔ تمہارا باپ میرے بیٹے کو لے جاتا۔''

وکی کا چہرہ واضح ہو چکا تھا۔ نانا جان خوشی سے بے حال ہو رہے تھے۔ خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ وکی سارے معاملات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اٹھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ پھر خوشی سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

سلطان نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے گے گورڈن سے کہا۔ ''ڈیڈ! یہاں خان جی سن رہے ہیں۔ انہیں یہ سچ بتاؤ کہ تم نے خان علی کو اغواء کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔''

گے گورڈن نے بے بسی سے رخشی کو دیکھا۔ پھر وجی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹے سے کہا۔ ''یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک افسر ہے۔ ہم سے تحریری بیان لے چکا ہے۔ اب ہم زبان سے انکار کریں گے تو کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔''

سلطان نے کہا۔ ''وجی نے گن پوائنٹ پر تحریری بیان لیا ہوگا۔''

خان علی نے کہا۔ ''زیادہ بحث میں نہ پڑو۔ میں اغواء ہونے والا چشم دید گواہ ہوں۔ واردات کے وقت تمہارے باپ سے فون پر بات کی تھی۔ اپنے مجرم کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔''

خان اعظم نے کہا۔ ''تم لوگوں نے میرے اکلوتے بیٹے کو میری زندگی کے واحد سرمائے کو نقصان پہنچانا چاہا۔ میں ابھی تمہاری بوٹیاں کاٹ کر کتوں کو کھلا سکتا ہوں مگر میرا بیٹا وکی سے وعدہ کر چکا ہے کہ یہ تم سے نمٹے گا۔''

اس نے وکی کو دیکھا پھر کہا۔ ''خان جی! میں کوئی معمولی شخص نہیں ہوں۔ مجھے ذرا سا بھی

نقصان پہنچے گا تو...''

وکی نے بات کاٹ کر کہا۔''تو قیامت آجائے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں اس علاقے پر حملہ کردیں گی۔ خان جی کو جانی نقصان پہنچائیں گی۔ مگر کیوں پہنچائیں گی؟ خان جی کے خلاف کوئی ثبوت تو ملنا چاہیے۔''

خان اعظم نے کہا۔''تم ہر دوسرے تیسرے ماہ مجھ سے ملنے آتے ہو۔ اپنے حصے کی رقم لے جاتے ہو۔ ایک راستے سے آتے ہو' دوسرے راستے سے جاتے ہو۔ تمہارے نام نہاد مجاہدین کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت کس علاقے میں جارہے ہو؟ تم اپنے طریق کار کے بارے میں مجھے بہت کچھ بتا چکے ہو۔''

وکی نے کہا۔''میسونی تنظیم والوں کو تمہارے دشمنوں کے علاقے سے تمہاری لاش ملے گی۔''

رخشی نے تڑپ کر کہا۔''نہیں... میرے بیٹے کو مارنے کی بات نہ کرو۔ اس کے بدلے میری جان لے لو۔''

میں نے کہا۔''تم صرف بیٹے کی ہی نہیں' اس کے باپ کی بھی دیوانی ہو۔ اس دیوانگی میں تم نے میرے نانا جان کو دھوکہ دیا تھا۔''

نانا جان نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''مجھے فخر ہے۔ میرے نواسے اس بدکار عورت کو عبرت ناک انجام تک پہنچا رہے ہیں۔ مائیں اولاد پیدا کرتی ہیں۔ اس نے کچرا پیدا کیا تھا۔''

انہوں نے وکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔''بیٹے! یہ کچرا صاف کردو۔ اس کے ماں باپ پچھلے بائیس برسوں سے تم دونوں بھائیوں کو ناجائز ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کرتے آئے ہیں۔ اب یہ قصہ تمام کرو۔''

میں نے دروازے کے پاس آکر رخشی سے کہا۔''دو میں سے کسی ایک کو جینا ہے۔ دوسرے کو مرنا ہے۔ پیچھے بیڈ پر تکیے کے نیچے ریوالور رکھا ہوا ہے۔ اسے اٹھاؤ اور اپنے یار کو گولی ماردو۔''

ادھر سے وکی نے کہا۔''تم اسے زندہ رکھو گی تو یہاں بیٹا مارا جائے گا۔''

میں نے کمرے سے باہر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔''ریوالور اٹھاؤ اور فیصلہ کرو۔ دونوں میں سے کسے زندہ رہنا چاہیے؟''

رخشی سوچ میں پڑ گئی۔ وکی نے کہا۔''دیر کروگی تو ادھر بیٹا جائے گا۔''

وہ فوراً ہی پلٹ کر بیڈ کے پاس آئی۔ وہاں تکیے کے نیچے ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانا چاہا تو اس سے پہلے ہی گورڈن نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہاری ممتا کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم بیٹے کی خاطر مجھے مار ڈالو گی۔''

وہ بولی۔''گے! ہم آغاز سے اس انجام تک اپنے بیٹے کو جائز نہ بنا سکے۔ غلطی ہماری ہے۔ اسے پیدا نہیں کرنا چاہیے تھا اور جب کرچکے ہیں تو اسے زندہ رہنے دو۔ ہم غلطیاں کرنے والوں کو مرجانا چاہیے۔''

رخشی نے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ اسی وقت گولی چل گئی۔ سلطان نے بڑے دکھ سے پکارا۔''ممی!...''

رخشی کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ فرش پر گر کر ذرا تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ سلطان نے غصے اور صدمے سے کہا۔''ڈیڈ! تم کتنے خودغرض ہو۔ یہ لوگ کہہ چکے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو مرنا ہے۔ تم نے خود کو بچا لیا کیونکہ وہاں تمہیں گولی مارنے والا کوئی نہیں ہے۔''

گے گورڈن نے کہا۔''سب ہی اپنی جان بچانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی یہی کیا ہے۔''

میں نے اندر آتے ہوئے گورڈن کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔''ہم نے کہا تھا' تم باپ بیٹے میں سے کسی ایک کو زندہ رہنا ہے۔ مگر تم نے رخشی کو مار ڈالا۔''

اس نے مجھے دیکھتے ہی ریوالور سے گولی چلانی چاہی۔ ٹریگر کو دبایا۔ مگر فائر کی آواز نہیں ابھری۔ میں نے اس کے ریوالور میں ایک ہی گولی رکھی تھی۔ وہ سہم کر میرے ریوالور کو دیکھنے لگا۔

میں نے سر گھما کر کہا۔''وکی! ایک میرے نشانے پر ہے اور دوسرا.....؟''

وکی نے خان علی سے ریوالور لے کر سلطان کا نشانہ لیا۔ پھر کہا۔''دوسرا میرے نشانے پر ہے اور کسی ایک کو مرنا ہے۔''

میں نے کہا۔''میں قانون کا محافظ ہوں۔ خلافِ قانون گولی نہیں چلاؤں گا۔''

وکی نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی بہروپیے معلّم اور مجاہد کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک کرسی سے ٹکراتا ہوا فرش پر گر کر اپنی ماں کی طرح خاموش ہوگیا۔

میں نے گے گورڈن سے کہا۔''میں تمہیں رخشی کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں۔ بعد میں یہ بھید کھلے گا کہ پلاسٹک سرجری کے پیچھے انڈر ورلڈ کا ایک خطرناک مجرم چھپا ہوا ہے۔ دیکھ لو' میں تمہیں نہیں ماررہا ہوں۔ تمہارے مقدر میں بجلی کی کرسی ہے۔''

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ میرے سامنے ٹی وی کی اسکرین پر نانا جان دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فون کان سے لگائے اپنی بیٹی یعنی ہماری ماما سے کہہ رہے تھے۔ ''میرے نواسوں کی شناخت کو بگاڑنے والے سب ہی دشمن نابود ہو چکے ہیں۔ خدا ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے....''

سلطان کی زندگی میں جتنے بھی اہم کاغذات پُر کئے گئے تھے، ان میں غلط ولدیت لکھی گئی تھی۔ انسان کی آخری شناخت قبر کا کتبہ ہوتی ہے۔ کتبے کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں منوں مٹی تلے کون سو رہا ہے؟

پتہ نہیں سلطان ظفر کے کتبے پر کیا لکھا جائے گا؟ پیداوار حیا کی یا بے حیائی کی....؟

(تمت بالخیر)